تصانیف احمدیہ

حصہ اول   جلد دوم

مشتملبر

کتب و رسائل مذہبی

سنہ ۱۳۱۷ نبوی

علیگڈہ انسٹیٹیوٹ پریس میں باہتمام لالہ گلاب رائے چھاپہ ہوئی

سنہ ۱۳۰۴ ہجری   سنہ ۱۸۸۷ ع

فہرست

کتب و رسائل جو اس جلد میں شامل ہیں

فہرست مضامین تفسیر انجیل متی

١ پہلا باب

فہرست مضامین رسالہ طعام اہل کتاب

فہرست مضامین خطبات احمدیہ

دیباچہ

مضمون — نمبر صفحہ

پہلا خطبہ

مضمون | نمبر صفحہ

دوسرا خطبہ

تیسرا خطبہ

مضمون	نمبر صفحہ

مضمون	نمبر صفحہ

ساتواں خطبہ

آٹھواں خطبہ

مضمون		نمبر صفحہ

نواں خطبہ

مضمون | نمبر صفحہ

مضمون	نمبر صفحہ

بشارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو انجیل میں ہیں

گیارھواں خطبہ

بارھواں خطبہ

تبئین الکلام

فی

تفسیر التوراة و انجیل علی ملة الاسلام

حصہ سوم

انجیل مقدس متی

از باب اول تا باب پنجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولفہ سنہ ۱۲۷۸ ھجري مطابق سنہ ۱۸۶۲ ع

مختصر تاریخ عیسائي مذھب کي مسلمانوں کے مذھب کے نکلنے تک

قریب زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام کے یہودیوں کے تین فرقے بہت کثرت سے تھے فروسي — صدوقي — اسیني — فروسي توریت کے ظاھري اور باطني دو معني کہا کرتے تھے اور توریت کے سوا کچھہ روایتیں بطور حدیث کے بھي بتاتے تھے اور صدوقي اور اسیني توریت کے سوا اور روایتوں کو نہیں مانتے تھے اور صرف ظاھري معنوں پر عمل کرتے تھے . فروسي معاد کے ھونے پر یقین کرتے تھے اور قیامت کے عذاب و ثواب کو بھي مانتے تھے اور اُس کو جسم اور جان دونوں سے متعلق سمجھتے تھے صدوقي معاد کے قایل نہ تھے اسیني قیامت کے عذاب و ثواب کے قایل تھے مگر کہتے تھے کہ صرف روح سے متعلق ھی نہ جسم سے علاوہ اس کے اُن سب کے افعال اور اعتقادات نہایت درجہ پر بگڑ گئے تھے اُن کي ایسي مثل † ھوگئي تھي جیسے اندھوں کو اندھا رھنما ھو حضرت موسی کي شریعت میں بھي بہت سي بدعتیں داخل کردي تھیں شو مرونیوں کا مذھب بھي بہت خراب تھا اور بت ‡ پرستوں کي رسمیں اُس میں داخل تھیں غرضکہ ایک ایسا زمانہ آ گیا تھا کہ روحاني تقدس کسي میں نہیں رھا تھا اس لیئے ضرور تھا کہ کوئي ایسا شخص پیدا ھو جو روحاني تقدس اور روحاني روشني لوگوں کو سکھاوے پھر وہ کوئي نہیں ھوسکتا تھا مگر وہ جو صرف روح سے پیدا ھوا ھو نہ کسي ظاھري سبب سے چنانچہ اس روحاني روشني کے چمکانے کو حضرت مسیح علیہ السلام صرف روح خدا سے پیدا ھوئے جیسا کہ نص عیسوي میں امام محي الدین ابن عربي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ھیں *

کیا مریم کے پاني اور جبرئیل کي پھونک سے	عن ماء مریم اوعن نفخ جبرین —
جو آدم خاکي کي صورت میں ھوکر آئے تھے	في صورۃ البشر الموجود من طین —
ٹھہر گئي روح ایسي ذات میں جو پاک تھي	تکون الروح في ذات مطھرۃ —
طبیعت کي باتوں سے جسکو قید خانہ کہتے ھیں	من الطبیعۃ تدعو ھا بسجین —

یعني حضرت عیسی میں ؟ —

---

† متی ۱۵ — ۱۴ — ‡ یوحنا ۴ — ۲۲ —

تھیں بلکہ روح تھي اللہکي نہ اور کسیکي اسلیئے
زندہ کیا مردونکو اور پیدا کیا چڑیا کو مٹي سے
تا کہ صحیح ہو اُس کا نسب اُس کے اللہ سے
اُسي سبب سے اثر ہوتا تھا اعلی چیز یعني انسان
اور ادنی چیز یعني مٹي میں —
اللہ نے پاک بنایا عیسی کے جسم کو اور پاکیزہ
کیا عیسی کي روح کو اور کیاعیسی کو ایک مثال
پیدا کرنے میں —

روح من اللہ لامن غیرہ فلذا —
احیي الموات و انشاء الطیرمن طین —
حتی یصح لہ من ربہ نسب —
بہ یوثر في العالي و في الدون —

اللہ طہرہ جسماً و نزھہ —
روحا و صیرہ مثلاً بتکوین —

حضرت مسیح علیہ‌السلام کي چھبیس برس کي عمر تھي جب حضرت یحی سے دریاے یردن میں اصطباغ پایا اور اکتیس برس کي عمر تھي جب حضرت یحی کو ہیرود بادشاہ نے قید کیا اور حضرت مسیح علیہ‌السلام نے وعظ فرمانا شروع کیا *

یہودیوں کي بارہ قومیں تھیں اس لیئے حضرت مسیح † نے بارہ حواري مقرر ‡ کیئے مگر اُن میں سے یہودا خارج ہوا اور بعد رفع ہونے حضرت مسیح کے مقدس متی بارھویں § حواري ہوئے *

یہودیوں میں ستر امیروں کي ایک مجلس تہي اور سین ہدرم کہلاتي تھي اُسي تعداد کے مطابق حضرت مسیح نے ستر شاگرد اپنے منتخب کیئے تاکہ وہ لوگوں کو وعظ اور نصیحت کریں *

حضرت || عیسی مسیح نے صرف یہودیوں کو نصیحت کي اور یہودیوں کے سوا اور کسیکو نصیحت نہیں کي اور اپنے شاگردوں کو بھي اپني زندگي میں یہودیوں کے سوا اور کسیکو نصیحت کرنے کو نہیں فرمایا مگر بعد کو بہت سي قومیں حضرت پر ایمان لائیں اور خدا کي بادشاہت میں داخل ہوئیں *

---

† لوک ۲۲ — ۳۰ —
‡ نام بارہ حواریوں کے —
۱ شمعون عرف پیٹر —
۲ اندریاہ —
۳ یعقوب بن زبدي —
۴ یوحنا بن زبدي —
۵ فلپ —
۶ برتولمي —
۷ تھوماہ —
۸ متی باجدار —
۹ یعقوب بن الفي —
۱۰ ابي عرف تھدي —
۱۱ شمعون کنعاني —
۱۲ متی —
§ اعمال ۱ — ۲۶ —
|| متی ۱۰ — ۵ و ۶ ۱۵ — ۲۴ —

تینتیسواں سال حضرت کي عمر کا تها که یهودا ایشکریوتي نے یهودیوں کے هاتهه حضرت
کو گرفتار کروایا اور اُنهوں نے اپني دانست میں صلیب پر کهینچکر همیشه کے لیئے مار ڈالا
مگر وہ مردوں میں سے اُٹهے اور آسمان پر گئے *

حواري حضرت مسیح علیه‌السلام کي روح قدس † سے معمور هوکر اپنے کام میں مشغول
هوئے سب کي نصیحت ایک سي تهي اور کسي میں کچهه اختلاف نه تها اگرچه عیسائي
مورخ اسبات کو قبول نهیں کرتے مگر هم مسلمان یقین کرتے هیں که سب کي تعلیم یهي تهي
که ایک خدا کي پرستش کرو اور عیسی مسیح علیه‌السلام کو خدا کا بیتا یعني روح الله اور
کلمة الله اور رسول الله جانو اور اُس پر ایمان لاؤ هم مسلمانوں کے نزدیک اُن میں سے
کسي کي یهه تعلیم نه تهي که باپ اور بیتا اور روح‌القدس تینوں غیر مخلوق هیں اور باپ
اور بیتا اور روح‌القدس تینوں خدا هیں مگر عیسائي اُس کے برخلاف هیں اور تعجب یهه
هی که اُسي انجیل سے عیسائي وہ دیکهتے هیں اور اُسي انجیل سے هم یهه پاتے هیں *

اس میں کچهه شک نهیں هوسکتا که پهلي هي صدي میں حضرت مسیح علیه‌السلام
کے باب میں اختلاف شروع هوا اور یهه اختلاف هونا ضروري تها پیدایش اور بناوت حضرت
عیسی علیه‌السلام کي ایسي تهي که وہ خود اس اختلاف کا هونا چاهتے تهے جو شخص اُن کي
ظاهري صورت کو دیکهتا تها وہ یقین جانتا تها که وہ انسان و ابن مریم هیں اور جب یهه خیال
کرتا تها که وہ کسي ظاهري سبب سے پیدا نهیں هوئے تو یقین کرتا تها که وہ روح هیں اور یهه ظاهري
انساني صورت صرف اس سبب سے حاصل هوئي هی که جبرئیل فرشته خدا کا انسان کي
صورت میں خدا کا پیغام مریم پاس لیکر آیا اگر وہ اور کسي صورت میں لیکر آتا تو بلاشبهه
حضرت عیسی اُسي صورت میں پیدا هوتے اور جب کوئي شخص اُنکے اُس مقتدرانه معجزہ
کو دیکها تها که مردونکو زندہ کرتے هیں جو خدا کا کام هی تو اُنکو خدا اور خدا کا حقیقي بیتا
کهتا تها پس جس شخص نے اُن کي ظاهري صورت پر نظر کیا اُس نے اُن کو نرا انسان
جانا اور جس نے انساني صورت بنے کي وجهه پر خیال کیا اُس نے اُنکو صرف روح جانا
اور جس نے اُن کے معجزہ پر نظر کي اُسنے الله اور ابن الله جانا اور جس نے سب پر نظر
کي اُس نے رسول الله اور کلمة‌الله اور روح الله مانا اور ان سب چیزوں کو خداے واحد سے
جانا اور پهر سب کو ایک مانا جیساکه حضرت محي الدین فرماتے هیں *

فلولاہ و لولا نا لماکان الذي کان —

یعني اگر نه خدا هوتا اور نه هم الله کے علم
میں هوتے تو یهه جو کچهه که هی یهه بهي نهوتا *

---

† اعمال ۲ — ۱ — ۴ —

پس ہم بے شک بندے ہیں اور بے شک اللہ ہمارا مالک ہی —
فانا اعبد حقا و ان اللہ مولانا —

اور ہم وہي تو ہیں جو ہمارا مالک ہی پھر جب تو انسان کا نام لے تو جان لے کہ اُسکي اصلیت کیا ہی —
و انا عینہ فاعلم اذا ماقلت انسانا —

پھر جب تجھکو انسان کہیں تو تو شرمندہ نہو کیونکہ تجھکو تو دلائل دي گئي ہی کہ تو اور تیرا مالک ایک ہیں —
فلاتحتجب بانسان فقداعطاک برھانا —

پس جبکہ تو بنظر اصل حقیقت کے خدا ہی اور صرف بسبب اُس چیز کے جس کے سبب تجھکو توکہتے ہیں پیدا کیا ہوا بندہ ہی تو تجھکو واسطے خدا کے رحمان ھي ہونا چاھیئے
فکن حقاوکن خلقا تکن باللہ رحمانا —

اور خدا کي مخلوقات کا بقا خدا ھي سے جان اور تو روح یعني پاک اور تمام راحت ہو —
و غذ خلقہ منہ تکن روحا و ریحانا —

پس دي ہمنے خدا کو وہ چیز جس سے ظاہر ہوتا ہی خدا ہم میں اور خدا نے وھي چیز ہمکو دي —
فاعطیناہ مایبدو بہ فینا و اعطانا —

پس وہ بات جسکو وجود کہتے ہیں خدا میں اور ہم میں بٹ گیا —
فصارالا مرمقسوما بایاہ و ایا نا —

پس جو چیز کہ میرے دل میں جان والي ہی اُس کو زندہ کیا ہی جبکہ ہمکو زندہ کیا —
فاحیاہ الذي یدري بقلبي حین احیانا —

اور ہم ھي تھے اللہ کے علم میں اور ہم ھي تھے ہونے والے اور ہم ھي ہوئے ہیں —
وکنا فیہ اکوانا و اعیانا و از مانا —

اور ہم میں وہ چیز ہمیشہ نہیں ہی مگر اُسي نے ہمکو زندہ کیا ہی —
و لیس بدایم فینا ولکن ذاک احیانا —

اسیواسطے ہمارے مذہب کے بعضے اماموں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہی ہولا ہو یعني وہ انسان ہی اور انسان نہیں اگرچہ عیسائي بھي ابن اللہ کے لفظ سے اُس کے لغوي حقیقي معني، مراد نہیں لیتے جو عموماً اس لفظ سے سمجھے جاتے ہیں بلکہ حاصل اُن کے عقاید کا یہہ ہی کہ — خدا ایک ہی اور وہ باپ ہی اور اُس کے سوا اور

کوئي خدا نہیں مگر جبکہ خدا تعالی ازلي یعني همیشه سے هی تو چاهیئے که اُسکي صفات بهي ذاتي ازلي هوں اور پیدایش بهي صفات ذاتي ازلي خدا تعالے میں سے ایک صفت هی اُس صفت کے سبب باپ سے بیٹا یعني حضرت مسیح علیه‌السلام ازل سے صادر هوا مگر باپ کي ذات میں یا بیٹے کي ذات میں کچهه تقسیم نہیں هوئي بلکه بیٹے کی ذات وهي باپ کي ذات هی مگر اس سبب سے که باپ نے اپني الهیه ذات کسي اور سے حاصل نہیں کي هی بلکه بیٹے نے اپني الهیه ذات باپ سے حاصل کي هی باپ کو علت ازلي اور بیٹے کو معلول ازلي کہتے هیں اور باپ پر جدا کام اور بیٹے پر جدا کام قرار پاتے هیں اور باپ اور بیٹے میں بهي امتیاز حقیقي هی اور اسي سبب سے بیٹے کو باپ سے رتبه میں کم سمجهتے هیں لیکن بسبب اس کے که دونوں کي ذات ایک هی بیٹا وهي خدا هی اور خدا وهي بیٹا هی (اسي کیطرف اشاره هی قرآن مجید میں جہاں فرمایا که لقد کفرالذین قالو ان‌الله هو المسیح ابن مریم) اور اسي سبب باپ اور بیٹے کي مرضي میں فرق نہیں بلکه ایک هی صرف اتني بات هی که باپ کي مرضي اصلي هی اور کسي کے پاس سے آئي هوئي نہیں اور بیٹے کي مرضي بسبب ایک هونے ذات کے باپ کے پاس سے آئي باپ کي بهیجي هوئي هی اسیطرح خدا تعالے کي ازلي صفات میں سے ایجاد بهي ایک صفت هی اُس ازلي صفت کے سبب باپ اور بیٹے سے که اُن کي ایک هي ذات تهي روح‌القدس صادر هوا مگر باپ اور بیٹے یا روح‌القدس کي ذات میں کچهه تقسیم نہیں هوئي بلکه روح‌القدس کي ذات وهي باپ اور بیٹے کي ذات هی مگر اس سبب سے که باپ نے ذات‌الهیه کسي سے حاصل نہیں کي اور بیٹے نے باپ سے اور روح‌القدس نے باپ اور بیٹے دونوں سے ذات الهیه حاصل کي تهي باپ اور بیٹا علت ازلي اور روح‌القدس معلول ازلي هوا اور اسي صفت ایجاد کے سبب روح‌القدس کا جدا کام هوا اور تینوں میں یہي حقیقي امتیاز هی اور اسي سبب سے روح‌القدس باپ اور بیٹے سے رتبه میں کم هی لیکن بسبب متحد هونے ذات کے روح‌القدس وهي خدا هی اور اسي سبب سے باپ اور بیٹے اور روح‌القدس کي مرضي میں کچهه فرق نہیں البته اتني بات هی که باپ کي مرضي اصلي هی اور روح‌القدس کي مرضي بسبب ایک هونے ذات کے حاصل کي هوئي هی — عیسائي ان تینوں کو علاحده علاحده اور غیر معلول خدا نہیں مانتے بلکه اُس کو شرک سمجهتے هیں صرف ان تینوں میں ایسا امتیاز سمجهتے هیں جس سے الفاظ متکلم اور مخاطب کا اطلاق هوسکے مثلاً بیٹا کہے که میں باپ پاس جاتا هوں یا باپ نے بیٹے کو دنیا میں بهیجا هی مگر ایسے طرز کلام کا استعمال جائز نہیں سمجهتے جس سے وه تمیز جاتي رهے اور باپ اور بیٹے کا متحد هونا بلا تمیز کے پایا جاوے مثلاً

یوں کہنا اُن کے نزدیک صحیح ہی کہ بیٹا باپ سے ہی اور یہہ کہنا صحیح نہیں کہ بیٹا باپ ہی *

اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہی کہ در باب حقیقت عیسویہ کے ہم میں اور عیسائیوں میں کچھہ اختلاف نہیں ہی خواہ اُس کو ابن اللہ کرکر تعبیر کریں خواہ اُسکو روح اللہ کہکر بیان کریں اختلاف صرف اسقدر ہی کہ اُن میں باوجود تمیز قایم رکھنے کے اُنکو خدا مانتے ہیں اور تمیز کی حالت میں بھی خدا کہتے ہیں اور باوصف قایم رکھنے اُس تمیز کے اُنکی پرستش بجالاتے ہیں کیونکہ اُس ذات واحد مطلق کا جب کسی † چیز کے ساتھہ کسی طرح پر تعلق ہو تو اُس تعلق کی حیثیت سے اُسکی پرستش کرنا جائز نہیں بلکہ اُس ذات واحد مطلق کی بحیثیت اُس کے اطلاق یعنی ہر طرح پر بے تعلق ہونے کے پرستش کرنی چاہیئے جیسا کہ مسیح علیہ‌السلام نے فرمایا کہ " تو اُسکو ‡ جو تیرا خدا ہی سجدہ کر اور فقط اُسیکی بندگی کر " پس ہم مسلمانوں کا مذہب عیسائیوں کے برخلاف یہہ ٹہرا کہ حضرت عیسی مسیح علیہ‌السلام کو جسطرح چاہو اُسطرح مانو مگر الہیہ پرستش کا مستحق نجانو *

عیسائی مذہب میں جسقدر اختلافات ابتدا ابتدا میں ہوئے اُس کی تاریخ ہمارے پاس نہایت تاریک ہی پھر اُس اختلاف کے منشا کو اگر ہم اپنی راے کے بموجب قرار دیں تو بلاشبہہ ہم غلطی میں ہیں کیونکہ جسطرح ہم اُس اختلاف کو ایک برے منشا پر قایم کرتے ہیں اُسیطرح ممکن ہی کہ ہم اُس کو ایک اچھے منشا پر قایم کریں پس جبتک کہ ہمکو خود اُنہی لوگوں کے کلام سے نہ ثابت ہو کہ اُن کا منشا اُس اختلاف میں کیا تھا اُسوقت تک ہمکو اپنے خیالات سے اُن کے اختلافات کا منشا قرار دینا ایک نا انصافی ہی نہیں ہی بلکہ ایک خیالی بات کو واقعی مان لینا ہی ۔ اسواسطے ہر ایک فرقہ کے اختلاف کے منشا نہ بیان کرنے میں عیسائی مورخوں کی پیروی چھوڑنے کی مجھکو ضرورت پڑی پس میں ہرایک مختلف فرقہ کو اور جو اُن میں اختلاف تہا اُس کو بیان کرتا ہوں مگر اسبات کے بیان کرنے سے کہ وہ اختلاف کس منشا سے واقع ہوا چپ رہتا ہوں *

عیسائی مورخ اسبات کے قایل ہیں کہ ابتدا سے اصلی عیسائی § تثلیث کے قایل چلے آئے ہیں اور باپ اور بیٹے اور روح‌القدس تینوں کو خدا مانتے رہے ہیں اس فرقہ کو کیتھلک نام دیا گیا ہی یعنی عام مذہب جو اصلی اور قدیم عیسائیت پر مضبوط اور مستحکم تھا ۔ مگر مسلمان مورخ اس کے برخلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ متقدمین عیسائی خداے یکتا کے قایل

---

† استثنا ۴ — ۱۵ افاریس ۱۹ —

‡ متی ۴ — ۱۰ —

§ فرقہ کاتہلک —

اور تثلیث نے صرف تیسري یا چوتھي صدي میں رواج پایا ھی بہر حال متفق گواھي سے اسقدر ثابت ھی کہ ابتدا ھي سے عیسائیوں میں ایسے فرقے بھي تے جو یکتائي خدا کے قایل تھے جیساکہ اگے آنے والے بیانوں سے ثابت ھوتا ھی *

عیسائي مورخ اسبات کے قایل ھیں کہ پہلي صدي میں ایک فرقہ تھا † جو حضرت مسیح علیہ‌السلام کو نہ حقیقتاً خدا مانتا تھا اور نہ حقیقتاً انسان کہتا تھا بلکہ خدا کا بیٹا (یعني روح اللہ) اور پیغمبر (یعني رسول اللہ) مانتا تہا *

اسمعیل ابوالفدا اپني تاریخ میں اس فرقہ کا عانانیہ نام بتاتا ھی اور وہ لکھتا ھی کہ " اس فرقہ کا مذھب یہہ ھی کہ حضرت عیسی علیہ‌السلام کي تصدیق کرتے ھیں اور آپ کي تمام نصیحتیں اور اشارات مانتے ھیں اور کہتے ھیں کہ آپنے خلاف توریت کے کبھي کوئي حکم نہیں دیا بلکہ اُسیکے احکام کو مضبوط کیا اور لوگوں کو توریت ھي کي ترغیب فرمائي اور حضرت مسیح علیہ‌السلام مثل اور نبیوں کے نبي تھے جو توریت کو مانتے چلے آئے ھیں مگر یہہ فرقہ حضرت عیسی علیہ‌السلام کو خدا کا بیٹا نہیں کہتا ‡ " *

عیسائي مورخوں کے بیان کے بموجب اسي صدي میں ایک فرقہ تہا جو ایپ کلیٹي کل نکولي تنز کہلاتا تھا اور ایک اورفرقہ اسي صدي میں تھا جو نکولي ٹینز پکارا جاتا تھا اور وہ اُس شخص کے پیرو تھے جس کا نام نکولاس تھا بعضی مورخوں نے ان دونوں فرقوں کو ایک سمجھا ھی بہر حال یہہ لوگ توریت کے احکام کو مانتے تھے اور اپنے تئیں § تھیودس کا جو سینٹ پال کے شاگرد تھے اور مقدس متی کا جو حواري تھے پیرو بیان کرتے تھے *

ان فرقوںکا مقدس کتابوں میں ذکرھی اور اُن کي بعض غلطیاں بھي مذکور ھوئي ھیں مگر اُن میں سے کوئي بھي غلطي اعتقادات سے متعلق نہیں ھی صرف زنا کاري || اور بتوں کے چڑہاوے کے گوشت کہانیکا اعتراض ھی پھر میں نہیں سمجھتا کہ پچھلے مورخوں نے کسطرح اُن کے اعتقادات پر برخلاف مقدس کتابوں کے الزام لگایا ھی *

عیسائي مورخ بیان کرتے ھیں کہ یہہ لوگ حشر اجساد ¶ کے قایل نہ تھے اور اکثر انمیں کے کہتے تھے کہ حضرت عیسی علیہ‌السلام کا جسم مادي نہ تھا اور اسي سبب سے اُنھوں نے کہا کہ حضرت عیسی ھمارے لیئے صلیب پر نہیں کھینچے گئے *

---

† موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۳۶ دفعہ ۶ —

‡ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۳۹ دفعہ ۱۵ —

§ موشم مطبوعہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۳۷ دفعہ ۸ —

|| مشاھدات ۲ — ۶ و ۱۴ اعمال ۱۵ — ۱۹ —

¶ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۳۹ دفعہ ۵ و ۶ —

عیسائی مورخوں کی گواہی سے ثابت ہی کہ یہہ فرقے پہلی صدی میں بلکہ دوسری صدی کے شروع تک کبھی گرجا سے جدا نہیں ہوئے مگر بعد کو جدائی ہوئی موشم † صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ " جن لوگوں نے یہودی احکام شریعت کو نجات ابدی قایم رکھنے کے لیئے ضرورجانا وہ پہلی صدی میں اسقدر دور نہ نکل گئے تھے جس سے ایسے لوگوں سے جو مختلف طور سے خیال رکھتے تھے مذہبی ملاپ نرکھا ہو البتہ وہ بھائی گنے جاتے تھے مگر کمزور تر بھائی " *

اسی صدی میں ‡ ایک فرقہ تھا جو سرنتھس کی پیروی کرتا تھا اُن کا اعتقاد یہہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ‌السلام بہت نیک اور پاک آدمی تھے جو یوسف اور مریم سے معمولی طور پر پیدا ہوئے تھے خدا تعالے نے ایک پاک روح کو جسکا نام مسیح تھا فاختہ کی شکل میں اُن میں ڈالدیا جب صلیب پر کھینچنے کے لیئے یہودیوں نے گرفتارکیا تب مسیح نکل کر آسمان پر چلا گیا اور یہودیوں نے اُس آدمی کو جسکا نام عیسیٰ تھا مار ڈالا اس فرقہ کو بھی عیسائی مورخوں نے عیسائی فرقوں میں شمار کیا ہی مگر درحقیقت یہہ بڑی غلطی کی ہی کیونکہ اس فرقہ کو کافروں میں داخل کرنا چاہیئے نہ عیسائیوں میں *

اسمعیل ابوالفدا ایک اور فرقہ کا ذکر کرتا ہی جو حضرت مسیح علیہ‌السلام کو نہ روح اللہ اور نہ کلمۃ‌اللہ مانتے تھے اور نہ نبی جانتے تھے بلکہ ایک بزرگ اور نیک بخت آدمی خیال کرتے تھے جو معمولی طریقہ سے پیدا ہوا تھا اور انجیل کا بطور وحی کے حضرت مسیح پر اُترنا تسلیم نہیں کرتے تھے میں کبھی رضامند نہیں ہوسکتا کہ یہہ فرقہ عیسائیوں میں شمار کیا جاوے بلکہ ضرور ہی کہ کافروں میں داخل رہے *

اسی صدی میں یا دوسری صدی کے شروع میں § ای بی او نیٹس ایک فرقہ تھا جو حضرت مسیح علیہ‌السلام کو پیغمبر خدا اور روح‌القدس سے مؤید یقین کرتے تھے مگر عیسائی مورخ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کو یوسف اور مریم کا بیٹا معمولی طور سے جانتے تھے اگر یہہ بات سچ ہو تو کسی طرح وہ عیسائی فرقوں میں داخل نہیں ہوسکتے بلکہ کافروں میں شمار ہونگے مگر مجھ اس میں نہایت شک رکھتا ہوں کہ اس فرقہ کے پاس اور اُس فرقہ کے پاس جو نظارین یعنی ناصری یا نصرانی کہلاتا تھا ایک سی انجیل نہ تھی اور یہہ خیال کرنا کہ وہ انجیل ہماری موجودہ انجیل سے مختلف تھی ہرگز صحیح نہیں ہی کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ اُنکے پاس مقدس متی کی اصل عبرانی انجیل تھی نہایت درجہ پر

† موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۵۰ — ۱۷ —
‡ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۴۹ دفعہ ۱۶ —
§ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۷۵ — ۲ —

یہہ بات ہی کہ اُس میں پہلا باب نہ تھا مگر جبکہ نظارین اُسی انجیل سے یقین کرتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام ایک کنواری سے پیدا ہوئے ہیں تو کوئی وجہہ نہیں معلوم ہوتی کہ ای بی اونیٹس کیوں اُن سے مختلف تھے بہر حال اگر اُن کا اعتقاد ایسا ہو جیساکہ نظارین کا تھا تو میں اُن کو عیسائی فرقوں میں داخل رکھنے سے رضامند ہوں *

نظارین بھی اسی زمانہ کا ایک فرقہ تھا حقیقت میں یہہ نام † کسی خاص فرقہ کا نہ تھا بلکہ عیسائی اور نظارین کے ایک معنی تھے جن لوگوں کو یونانی لوگ عیسائی کہتے تھے اُنہی لوگوں کو یہودی حقارت سے نظارین یعنی ناصری یا نصرانی کہتے تھے یہہ فرقہ حضرت مسیح علیہ السلام کو روح الله اور کنواری کے پیٹ سے ہونے کا یقین کرتے تھے اور یہودی شریعت کے احکام کو ایک معتدل طور پر استعمال میں لاتے تھے ان لوگوں نے نظارین ہی اپنا نام رہنے دیا کیونکہ حضرت عیسی علیہ‌السلام کے حواریوں پر بھی یہی نام رکھا گیا تھا *

ایک اور فرقہ تھا جو نوئی تس سمرنا والہ کا پیرو تھا ‡ وہ یہہ اعتقاد کرتے تھے کہ خود خدا نے جو در حقیقت یکتا اور قیاس سے باہر ہی اور جو باپ کہلاتا ہی ایک آدمی میں جو عیسی ہی اور بیٹا پکارا جاتا ہی حلول کیا تھا ان لوگوں کا نام پیٹری پیشینز رکھا گیا تھا یعنی وہ لوگ جو یہہ مانتے تھے کہ خود خدائے یکتا نے جسم انسانی میں حلول کیا ہی نہ الہیت کی تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز نے *

ایک اور فرقہ تھا جو سبیلیس کا پیرو تھا § وہ یہہ اعتقاد رکھتے تھے کہ خدا کی الہیت کا ایک حصہ نکل کر انسان بیٹے خدا یعنی حضرت عیسی میں آملا تھا اور روح‌القدس الہیت کا ایک ویسا ہی جز ہی *

سنہ ۲۴۴ ع میں ایک اور فرقہ تھا جو بلس کی پیروی کرتا تھا ‖ وہ یہہ اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت عیسی کا اپنے پیدا ہونے سے پہلے خدا کے سوا کچھہ وجود نہ تھا جب حضرت عیسی پیدا ہوئے تو ایک روح خود خدا سے نکلکر اُن میں آملی کہ وہ ایک جز الہیت تھی اور اسی واسطے حضرت عیسی کی روح اور آدمیوں کی روح سے اعلی تھی *

سنہ ۲۶۹ع میں ایک اور فرقہ تھا جو پال سیموسٹا والے کی پیروی کرتا تھا ¶ اُن کا یہہ اعتقاد تھا کہ بیٹا اور روح‌القدس خدا میں اسطرح پر تھے جیسے انسان میں عقل اور قوت متحرکہ اور عیسی صرف آدمی پیدا ہوئے تھے مگر باپ کی دانائی اُن میں آ[illegible] آئی اور اسی

---

† موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۷۵ — ۲ —

‡ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۱۱۰ — ۱۲ —

§ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۱۱ — ۱۳ —

‖ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۱۱ — ۱۴ —

¶ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۱۲ — ۱۵ —

سبب سے ممکن ہی کہ عیسی کو خدا کہہ سکیں گو ٹھیک مناسبت نہو حاصل یہہ کہ ان لوگوں نے خدا کو یکتا ہی مانا اور بیٹے کا، اور روح کا ہونا بھی مانا یہہ فرقہ پالي نیز کہلاتا ہی *

جو لوگ تثلیث کے قائل تھے اُن میں ایک اور فرقہ تھا جو نوویي شیں کہلاتا تھا † اُنکے اصول اور کاتھلک کے اصول مذہب میں کچھہ فرق نہ تھا صرف اتنا تفاوت تھا کہ یہہ فرقہ اُن لوگوں کو جو بعد عیسائي ہوجانے کے اُن اعتقادات میں مبتلا ہوتے تھے جنکو ان لوگوں نے غلط ٹھہرا رکھا تھا تو پھر اُنکو اپنے گرجا میں داخل نکرتے تھے مگر نجات سے نا اُمید بھی نرکھتے تھے یہہ لوگ کیتھري یعني پاک لوگ کہلاتے تھے ان کا یہہ قاعدہ تھا کہ کیتھلک والے جو ان کے فرقہ میں آتے تھے اُنکو دو بارہ عیسائي کرتے تے اور اصطباغ دیتے تھے *

عیسائي مورخوں کا قاعدہ ہی کہ جو لوگ الوہیت حضرت مسیح علیہ السلام سے انکار کرتے ہیں اُن سب کو ناستک کا لقب دیتے ہیں اور جو لوگ خدا میں تین چیزوں کے ہونے کا انکار کرتے ہیں اُنکو یونی ٹیرین کہتے ہیں یعني یکتائي خدا کے ماننے والے اور جو لوگ تثلیث کے قایل ہیں اُنکو ٹرینٹي ٹیرین کہتے ہیں اور کرشچن یعني عیسائي ان ہي لوگوں کو جانتے ہیں *

ان تینوں صدیوں میں تثلیث کي سب باتوں کي نسبت کوئي کافي تصفیہ نہوا تھا ‡ اسلیئے چوتھي صدي میں یعني سنہ ۳۱۷ ع میں تثلیث کے باب میں ایک بہت بڑا جھگڑا اوٹھا اب تک صرف اتني بات ماني گئي تھي کہ باپ اور بیٹے میں ایک اصلي تفاوت ہی اور اُن دونوں میں اور روح قدس میں بھي ایک اصلي تفاوت ہی یعني الوہیت میں تین جدي جدي چیزیں ہیں مگر ان تینوں چیزوں میں جو آپس میں علاقہ ہی اور جو اصلي تمیز ہی اُس پر کچھہ بحث نہوئي تھي مصر کے اور اُس کے قرب و جوار کے عیسائي اوریجن کے قول کي پیروي کرتے تھے اُس کا قول یہہ تھا کہ بیٹا خدا میں ایسا تھا جیسیکہ انسان میں عقل اور روح قدس بجز الہیہ قوت کے جس سے معجزے ہوتے تے اور کچھہ نہ تھي اگر اس قول میں کچھہ تاویل نہ کیجاوے تو یہي ظاہر ہوتا ہی کہ الوہیت میں جو تین چیزیں ہیں اُن میں کچھہ تمیز یا علاحدگي نہیں ہی جیسیکہ سبلنز کا مذہب ہی *

الگذنڈر بشپ سکندریہ نے اس سے اختلاف کیا § اور یہہ ٹھہرایا کہ بیٹا نہ صرف ویسا ہي درجہ رکھتا ہی جیسا کہ باپ رکھتا ہی بلکہ اصلیت میں بھي اُس کي برابر ہی *

---

† موشیم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۱۲ — ۱۷ و ۱۸ —

‡ موشیم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۱۶۰ — ۹ —

§ موشیم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۶۰ — ۱۰ —

مگر ایریس نے جو اُسي گرجے کا ایک عہدہ دار تھا الگذنڈر کے قول کو نہ مانا اور یہہ کہا کہ بیٹا باپ سے بالکیہ اصلیت میں جدا ہی بلکہ وہ خدا کي مخلوقات میں جنکو خدا نے بغیر کسي چیز کے پیدا کیا تھا نہایت عمدہ اور سب سے اول مخلوق ہی اور اُس کے ذریعہ سے تمام دنیا کو پیدا کیا اسلیئے باپ سے اصلیت میں اور درجہ میں دونوں میں کم تر ہی اور نسبت روح قدس کے جو اُسکي راے تھي وہ اچھي طرح معلوم نہیں *

یہہ اختلاف بہت بڑہ گیا اور یوسیبیس بشپ نکو میڈیا کا اور آؤر بہت مشہور اور ذي استعداد عالم ایریس کي راے کے شریک ہوگئے اسلیئے سنہ ۳۲۵ع میں شہنشاہ کانسٹین ٹین یعني قیصر قسطنطین نے مقام نئیس واقع بتنہیا میں گرجے کي کونسل مقرر ہونے کا حکم دیا اس کونسل میں ایریس کي راے رد کي گئي اور یہہ مانا گیا کہ عیسی باپ کي اصلیت کے برابر ہی اور سب کو حکم ہوا کہ جو اس کونسل نے اعتقاد ٹہرایا ہی اُسي کو قبول کریں مگر سنہ ۳۳۰ ع میں پھر ایریس اور اُس کے اعتقادات کا نشو و نما شروع ہوا یہاں تک کہ سنہ ۳۵۷ ع میں بعہد بادشاہت کانسٹین ٹین کے لیئے لیبریس رومي پوپ کو جبراً اسي عقیدہ پر لایا گیا مگر سنہ ۳۶۴ع میں نئیس کي کونسل والا عقیدہ شہنشاہوں کي مدد سے پھر چمک گیا *

کونسل نئیس کے بعد ایریس والے فرقہ میں بھي باہم اختلاف ہوگیا تھا † اور یہہ سبب زیادہ تر اُن کي مغلوبي کا ہوا بعضوں نے اُن میں سے صاف صاف بیان کیا کہ بیٹا باپ سے پیدا نہیں ہوا اور نہ کسي چیز میں سے بنایا گیا بعضوں نے یہہ قرار دیا کہ بیٹا خدا باپ سے اصلیت میں مشابہت رکھتا ہی خاصیت میں مشابہت نہیں رکھتا مگر صرف جلال میں بعضوں نے کہا کہ عیسی نہ اصلیت میں نہ اور باتوں میں مشابہ ہی یعني کسي بات میں باپ سے مشابہت نہیں رکھتا ہی *

ان فرقوں کے مقابلہ کو ایک اور نیا فرقہ پیدا ہوا ‡ جو بشپ اپال لي نیرس کا تابع تھا اُنہوں نے یہہ عقیدہ ٹہرایا کہ عیسی نے صرف ایک ایسا انساني جسم اختیار کیا تھا کہ جسمیں ظاہري جان یعني روح حیواني تو تہي مگر فہم نہ تھي یعني نفس ناطقہ نہ تھا الہي خاصیت بطور نفس ناطقہ اُس میں ملگئي اس قول کا نتیجہ یہہ ہوا کہ الہي خاصیت نے جسم انساني میں حلول کیا تھا *

سنہ ۳۴۳ میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جو فوتي نُس بشپ سرمي ام کے پیرو تھے § اُسنے

---

† موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۶۶ — ۱۶ —

‡ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۶۷ — ۱۷ —

§ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۶۸ — ۱۹ —

یہہ اعتقاد کیا کہ عیسی مسیح کنواري مریم سے روح قدس کے ذریعہ سے پیدا ہوا اور ایک الہیہ نور جسکو وہ لفظ پکارتا هی اُس میں شامل ہوگیا اور اس سبب سے کہ وہ لفظ عیسی انسان سے مل گیا تہا عیسی کو خدا اور بیتا خدا کا کہا جاتا هی اور روح قدس صرف ایک قوت هی جو خدا سے نکلي هی نہ کسي جسم سے مگر یہہ فرقہ بہت زیادہ پہیلنے نہیں پایا اور سنہ ۳۷۲ ع میں فوتي نس جلاوطني کي حالت میں مرگیا *

سنہ ۳۶۰ ع میں میسي ڈونیس نے ایک اور فرقہ کي بنیاد ڈالي † جو نیومي تومیشي کہلاتا هی اُسنے بیان کیا کہ روح قدس ایک الہیہ قوت هی جو دنیا میں پہیلائي گئي هی اور روح قدس باپ اور بیتے سے کوئي جدا چیز نہیں هی *

چوتہي صدي کے اخیر میں ایک فرقہ پیدا ہوا ‡ جو کولي ري ڈینس پکارا جاتا هی ان لوگوں نے باپ اور بیتے کے سوا حضرت مریم کو بہي خدا مانا تہا *

ان جہگڑوں کے سوا پانچویں صدي میں ایک اور نیا جہگڑا برپا ہوا § اور یہہ خیال کیا گیا کہ پچہلي بحثوں سے یہہ بات تو طی ہوگئي کہ عیسی حقیقت میں خدا تہا اور حقیقت میں انسان بہي تہا مگر اسباب میں کہ یہہ دونوں خاصیتیں کسطرح شامل ہوئیں اور اُنکا نتیجہ کیا هی کچہہ بحث نہیں ہوئي اور نہ کوئي فیصلہ کونسلوں کا اسباب میں هی اس لیئے بعض عیسائي اسطرح پر گفتگو کرتے تہے جس سے پایا جاتا تہا کہ ابن اللہ اور ابن آدم میں بہت فرق هی اور عیسی میں دو جسم هیں اور بعضی عیسائي ابن اللہ اور ابن آدم کو ملاتے تہے اور حضرت عیسی علیہ السلام میں دونوں خاصیتوں کو شامل کرکر ایک مرکب خاصیت بناتے تہے نستوریس نے پہلي راے کي طرفداري کي اور جو لوگ اُسکے مطیع ہوئے اُنکا نام نستورینز ہوگیا اس تنازع سے پہلے بعضے عیسائي حضرت مریم علیہ السلام کو خدا کي ماں کہا کرتے تہے مگر اس فرقہ نے حضرت مریم کو خدا کي ماں کہنا چہوڑ دیا اور حضرت مریم کو عیسی کي ماں کہا کیونکہ نہ خدا پیدا ہوسکتا هی نہ مر سکتا هی پس صرف بیتا انسان مریم سے پیدا ہوا تہا *

پہر اس فرقہ میں بہي باہم اختلاف تہا ‖ بعضے کہتے تہے کہ جس طور سے عیسی کي دونوں خاصیتیں ملي هیں بالکل نامعلوم هی بعضے کہتے تہے کہ بجز اس کے کہ خدا کي مرضي اور اُس کي شان اور کام مل گئے هیں اور کچہہ نہیں ملا هی مگر یہہ نا اتفاقي چند روز

---

† موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۶۸ — ۲۰ —

‡ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۷۰ — ۲۵ —

§ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۹۹ — ۵ —

‖ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۲۰۳ — ۱۲ —

میں جاتي رهي اور یهه قرار پایا که حضرت عیسی میں دو جسم هیں ایک الہیہ جو خدا هی اور دوسرا انساني جو جسم عیسی هی ان دونوں سے ایک شکل بني هی اور یهه شمول حمل کے لحظه سے هوا اور یهه کبهي ختم نهوگا کیونکه یهه شمول جسموں کا سا شمول نه تها بلکه صرف مرضي اور محبت کا شمول تها اس لیئے عیسی کو خدا سے جو عیسی میں اس طرح پر تها جیسیکه اپنے معابد میں خبر داري سے تمیز کرنا چاهیئے اور مریم کو خدا کي ماں نه کهنا چاهیئے بلکه عیسی کي ما کهنا چاهیئے *

سنه ۴۴۸ ع میں یوتائي چس † نے گویا حضرت مسیح کي انسانیت سے انکار کیا اور یهه کها که عیسی میں صرف ایک خاصیت هی یعني خاصیت خدا جو اُس میں اوتار هوا هی یعني خدا نے اُس میں حلول کیا هی اور سنه ۴۴۹ ع کي کونسل میں جس کو شهنشاه تهیودوسیس نے جمع کیا تها یهه مذهب ایک حکمت سے فتحمند هوگیا مگر سنه ۴۵۱ ع کي کونسل میں جس کو شهنشاه مارسین نے بمقام کیسلي ڈن جمع کیا تها پهر مغلوب هوا اور یهه بات تصفیه پا گئي که عیسی مسیح میں ایک جسم هی تاهم دو علحده علحده خاصیتیں هیں جو نه کسي طرح سے مرکب یا باهم آمیز هیں *

چهٹي صدي میں درباب جسم حضرت عیسی علیہ‌السلام کے سکندریه میں ایک اور جهگڑا برپا هوا ‡ جو لین هیلي کار نیسس والے نے سنه ۵۱۹ ع میں یهه راے قایم کي که الہیہ خاصیت نے عیسی کے جسم میں حمل کے لحظه سے اپنے تئیں اسطرح شامل کیا تها که اس جسم نے اپني خاصیت کو تبدیل کیا اور انساني خرابیوں سے وه جسم آزاد هوگیا جو لوگ اس راے کے پیرو تهے کي اي نستس کهلاتے تهے *

مگر ان میں بهي تین فرقے هوگئے تهے دو فرقے اس سوال پر که آیا عیسی کا جسم پیدا هوا تها یا پیدا نهوا تها متفق نه تهے اور تیسرا فریق یهه کهتا تها که عیسی کا جسم خرابي اور زوال انساني سے البته آزاد نه تها مگر به سبب الہیہ خاصیت کے اثر کے حقیقت میں اُسکو زوال یا خرابي نه آئي جو لوگ جولین کي راے سے متفق تهے ایف تهارتودوسیٹي اور توسهٹي اور فین تي سي الستي اور میني شیز پکارے جاتے تهے کسواسطے که اُن کي راے سے یهه نتیجه نکلتا تها که عیسی نے حقیقت میں نه اذیت اُٹهائي اور نه بهوک کي خواهش معلوم کي اور نه سویا اور نه انسان کي دیگر خواهشوں کو عمل میں لایا مگر یهه که عیسی صرف ظاهر میں ایسا معلوم هوا که گویا اُسنے اذیت اُٹهائي اور سویا اور بهوک اور پیاس وغیره معلوم کي *

† موشم مطبوعه سنه ۱۸۶۰ع صفحه ۲۰۴ — ۱۳ —
‡ موشم مطبوعه سنه ۱۸۶۰ع صفحه ۲۳۷ — ۸ —

بعضوں نے ان دونوں راؤں کے سوا تیسری راے اختیار کی اور کہا کہ حضرت عیسی نے انسان کی تمام معمولی باتوں کو درحقیقت سہا مگر یہہ اس سبب سے نہ تہا کہ اُس میں الہیہ خاصیت کا اثر نہ تہا بلکہ اُسنے اپنی مرضی سے ان سب باتوں کو اختیار کیا تہا *

فرقہ کروپ ٹیکولی نے † یہہ بہی راے دی کہ عیسی الہیہ کی خاصیت جسطرح تمام چیزوں پر آگاہ ہی اسیطرح اُسکی انسانی خاصیت بہت سی چیزوں سے ناواقف ہی اُن پر الزام دیا گیا کہ وہ لوگ الہیہ خاصیت کو جہالت میں شریک کرتے ہیں *

فرقہ تری تہی استس ‡ نے یہہ کہا کہ خدا میں تعداد کی روسے تین چیزیں علاحدہ ہیں اور سب کاملیت میں برابر ہیں اور کوئی عام علامت اصلیت کی ملی ہوئی نہیں ہی *

فرقہ ڈیمی ای نستس الہیہ خاصیت میں اور باپ اور بیٹے اور روح قدس کے تین جسموں میں تمیز کرتے تہے یعنی وہ ہر ایک جسم کے خود اور خاصیت میں خدا ہونے سے منکر تہے بلکہ یہہ کہتے تہے کہ ایک نامنقسم شرکت کی روسے جس میں ہر ایک خدا تہا یہہ تین جسم ایک عام الہیت رکہتے تہے اور باپ اور بیٹے اور روح قدس پر جسموں کا اطلاق کرتے تہے اور جو کچہہ کہ اُن جسموں میں عام شی تہی اُسکو خدا اور اصلیت اور خاصیت کہتے تہے *

یہہ اختلافات جن کا اثر اُس چیز پر پہونچتا تہا جس سے نجات ابدی حاصل ہوتی ہی ایسے بڑہ گئے تہے کہ اُن کا اصلی اور سچی بات پر ختم ہونا بغیر اس کے کہ خدا کی طرف سے کچہہ ہدایت ہو ممکن نہ تہا اسلیئے ضرور ہوا کہ وہ نبی جسکا ذکر موسی نے کیا اور جس کی خبر عیسی نے دی ظاہر ہو اور ان تمام جہگڑوں کا فیصلہ کرے اور سب کو راہ راسب بتاوے چنانچہ سنہ ۶۱۲ع میں وہ آخری نبی ظاہر ہوا جس نے تمام اندہیروں کو اوجالا کیا اور جسطرح پر سچائی سے خدا اور حضرت عیسی علیہ‌السلام پر ایمان لانا چاہیئے اُسکو بتایا اور جو ہدایت اور روشنی کہ وہ نبی لایا اُس کا بیان اُس کلام الہی کی تفسیر میں جو جامع عہد عتیق و عہد جدید ہی کیا جاویگا مگر اب ہم انجیلوں کی تفسیر شروع کرتے ہیں *

اللہم صل و سلم دایما ابدا   علی نبیک خیرالخلق کلہم

---

† موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۲۳۷ — ۹ —

‡ موشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۲۳۸ — ۱۰ —

متهي كي انجيل

انجيل کا لفظ آوین جل یوناني لفظ کا معرب هی یهه لفظ بهي اصل میں این جل لاطیني زبان کا تها اور اس کے معني پیغامبر کے تهے یونانیوں نے اس کے اول میں اي یو کا لفظ اور بڑهایا جو مقابل دس انگریزي لفظ کے هی اور جس کے معني هیں اچها یا خوش پرانے انگریزي قاعدہ میں حرف یو اور حرف وي ایک هي گنا جاتا تها اس سبب سے یهه تمام لفظ آوین جل پڑها جانے لگا اور اُس کے معني هوئے خوشخبري اور انجیل اُس کا معرب هی *

اور جو که حضرت مسیح نے ملکوت السموات کي خوشخبري سنائي اور تمام گنهگاروں کو راہ نجات دکهلائي اسلیئے اس کتاب کا انجیل یعني خوشخبري نام هوا قرآن میں جهاں یهه لفظ آیا هی اُس سے کتاب حضرت عیسی علیه السلام مراد هی *

حضرت عیسی علیه السلام کے حواري اور نیز چاروں انجیل لکهنے والے اور انجیل کا وعظ کرنے والے آوین جلست کهلاتے هیں اور یهه لفظ اعمال حواریین اور نامه هاے حواریین میں تین جگهه آیا هی جن کے † نشان حاشیه پر ثبت هیں اور اُن سب جگهه انجیل کا وعظ کرنے والے مراد هیں *

آوین جل کا لفظ فارسي استعمال میں بهت هي خراب هوگیا هی اور اُنگلیوں کے لفظ سے استعمال هوا هی جیسیکه مولوي روم صاحب فرماتے هیں *

اوبیان میکرد بالیشان براز * سرانگلیوں و زنار و نماز

مقدس متي اس انجیل کے لکهنے والے هیں اور جناب مسیح علیه السلام کے حواري انگریزي میں میتهیو آپ کا نام لکها جاتا هی اور همارے زبان میں متي ‡ یا میتهي آپ کا عرف § لیوي هی اور الفي آپکے باپ کا نام هی اور جلیل کے رهنے والے هیں جو صوبه کنعان کے شمال میں واقع هی حضرت مسیح علیه السلام پر ایمان لانے سے پهلے یهودیه کے ملک میں خراج تحصیل کرنے کي خدمت پر مامور تهے حضرت مسیح نے اُنکو باج گاہ پر بیٹهے دیکها اور فرمایا که میرے پیچهے هولے وہ اُٹهه کر حضرت کے پیچهے هولیئے اور بارہ حواریوں میں داخل هوئے اور جناب حضرت مسیح علیه السلام کے آسمان پر جانیکے بعد || انجیل کے پهلانے میں مصروف هوئے اور یهه بات که آپکا انتقال کهاں هوا اور کب هوا اور کیونکر هوا کچهه تحقیق نهیں هی *

---

† اعمال ۲۱ — ۸ — افس یون ۴ — ۱۱ تمتهي دوم ۴ — ۵ —

‡ متي ۹ — ۹ —

§ مارک ۲ — ۱۴ —

|| اعمال ۱ — ۱۳ —

اس انجیل کا کوئی نسخہ جو اصل کہا جاوے سواے یوناني نسخہ کے اب موجود نہیں ھی معلوم ہوتا ھی کہ اکثر متقدمین علماے مسیحي کا یہہ قول تھا کہ یہہ انجیل در اصل عبراني زبان میں لکھي گئي جو اب موجود نہیں اور یوناني میں اُسکا ترجمہ ہوا ھی مگر بعد کو اس میں اختلاف پڑ گیا اب ھارنصاحب اور اور علماء متاخرین † مسیحي کا مختار قول یہہ ھی کہ یہہ انجیل عبراني اور یوناني دونوں میں لکھي گئي اور یہہ یوناني انجیل وھي اصل نسخہ ھی مگر ہم لوگ یقین کرتے ہیں کہ یہہ انجیل در اصل عبراني میں لکھي گئي اور یہہ یوناني انجیل اصل نہیں ھی بلکہ عبري کا ترجمہ ھی اور اُس کي دلیلیں یہہ ہیں *

پہلي دلیل بخاري میں حضرت عایشہ رضي اللہ عنہا سے ایک بہت بڑي حدیث منقول ھی اُس میں کا ٹکڑا یہہ ھی کہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزي زمانہ اسلام سے پہلے عیسائي ہوگئے تھے اور وہ عبراني لکھنا جانتے تھے اور لکھتے تھے انجیل کو عبراني میں جسقدر کہ خدا لکھواتا تھا *

عن عایشہ رضي اللہ عنہا و ھذہ قطعۃ من الحدیث الطویل و کان (اي ورقۃ ابن نوفل) امرأتنصر في الجاھلیۃ و کان یکتب الکتاب العبراني فیکتب من الانجیل بالعبرانیۃ ماشاءاللہ ان یکتب رواہ البخاري —

اور جبکہ یہہ بات ثابت ھی کہ مقدس متی کے سوا اَور کوئي انجیل عبراني میں نہ تھي تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ متی کي انجیل در اصل عبراني میں تھي *

دوسري دلیل مقدس متي نے جس انداز پر اپني انجیل لکھي ھی خود اُسي سے ثابت ہوتا ھی کہ یہودي ایمانداروں کے لیئے لکھي گئي کیونکہ مقدس متي نے تمام انجیل کو اگلے پیغمبروں کي اُن پیشین گوئیوں سے مقابلہ کیا ھی جوکہ یہودیوں کے پاس موجود تھیں تاکہ یہودي اسبات کو جانیں کہ یہہ وھي مسیح ہیں جن کي خبر اگلے پیغمبر دیتے آئے ہیں چنانچہ چند مقام بطور تمثیل کے اس جگہہ نقل ہوتے ہیں *

پہلي مثال مقدس متي نے اپني انجیل میں سب سے اول حضرت عیسی علیہ السلام کا نسب نامہ لکھا تاکہ معلوم ہو کہ یہہ وھي داؤد کي شاخ ھی جس کي خبر ارمیا نبي نے دي تھي *

دوسري مثال مقدس متی نے حضرت مسیح کے پیدا ہونے کا بالتخصیص ‡ ذکر کیا جس سے اگلے نبیوں کي یہہ پیشین گوئي پوري ہوئي کہ دیکھو ایک کنواري حاملہ ہوگي اور ایک بیٹا جنے گي *

تیسري مثال اسیطرح حضرت مسیح کي بیت § لحم میں پیدا ہونے کا ذکر کیا تاکہ

---

† دیکھو تفسیر ھنري واسکات مطبوعہ سنہ ۱۸۵۲ ع جلد ۵ صفحہ ۱ —

‡ متی ۱ — ۲۳ —

§ متی ۲ — ۶ —

وہ پیشین گوئي پوري هو جو اگلے نبیوں کي معرفت کہي گئي تهي که اے یہودیا کي زمین بیت لحم تو یہودیا کے بڑے شہروں میں هرگز چهوٹا نہیں هی کیونکه تجهه میں سے ایک بادشاہ نکلیگا جو میرے اسرائیل لوگوں کي پرورش کریگا *

چوتهي مثال اسیطرح اسبات کا اشارہ کیا † که مسیح وهي هی جسکي پیشین گوئي یشعیاہ نبي نے کي که بیابان میں ایک پکارنے والے کي آواز هی که تم خدا کے رستے کو بناؤ اور اُس کي شاہ راهوں کو درست کرو *

پانچویں مثال اور اسیطرح یہه بهي فرمایا ‡ که جب یسوع نے سنا که یحیی گرفتار هوا تو جلیل کو چلا گیا اور ناصرت کو چهوڑکر کفر ناحوم میں زبولون اور نفتالي کي سرحدوں میں جو دریا کے کنارہ پر هی آکر رها اسیطرح جو یشعیاہ نبي کي معرفت کہا گیا تها پورا هوا که زبولون اور نفتالي کي زمین یعني جلیل عوام جو دریا کے کنارہ پر یردن پار هی اُسي زمین کے لوگوں نے جو اندهیرے میں بیٹهے تهے روشني دیکهي اور اُن پر جو موت کے ملک اور سایه میں بیٹهے تهے روشني ظاهر هوئي *

چهٹي مثال اور اسیطرح بیان فرمایا § که جب شام هوئي اُسکے پاس بہتیرے دیوانوں کو لائے اور اُس نے بات سے دیوؤں کو دور کیا اور بیماروں کو چنگا کیا پس اس سے وہ جو یشعیاہ نبي کي معرفت سے کہا گیا که اُس نے تو هماري کم زوریاں لے لیں اور تمام بیماریاں اُٹها لیں پورا هوا *

ساتویں مثال اور اسیطرح یہه || بیان فرمایا که یہه سب باتیں یسوع نے اُن جماعتوں سے تمثیلوں میں کہیں اور بن تمثیل کے وہ اُن سے بولتا نه تها اُس سے وہ بات جو نبي کي معرفت کہي گئي که میں تمثیلوں میں بات کہونگا اور وهي چیزیں جو دنیا کي بنیاد سے پوشیدہ هیں ظاهر کرونگا پوري هوئي *

آٹهویں مثال اسیطرح حضرت مسیح کے گدهے پر ¶ چڑهنے کا ذکر کیا تاکه اس ماجرے سے جو نبي کي معرفت کہا گیا تها پورا هو که صیون کي بیٹي سے کہه دیکهه تیرا بادشاہ فروتني سے گدهے پر بلکه گدهے کے بچه پر سوار هوکر تیرے پاس آتا هی *

علاوہ ان مثالوں کے جو کچهه حال حضرت مسیح کي زندگي اور موت کا مقدس متی نے لکها هی سبکو اگلے پیغمبروں کي پیشین گوئیوں اور یہودیوں کي کتاب سے مطابقت دي هی

---

† متی ۳ — ۳ —
‡ متی ۴ — ۱۲ لغایت ۱۶ —
§ متی ۸ — ۱۶ و ۱۷ —
|| متی ۱۳ — ۳۴ و ۳۵ —
¶ متی ۲۱ — ۴ و ۵ —

اور اس طرح سے هر ایک بات مطابقت دیگر لکھنا دلیل اس بات کي هي که یهه انجیل اُنھي لوگوں کے لیئے لکھي گئي جو عهد عتیق کي کتابوں پر ایمان رکھتے تھے اور اُن پیشین گوئیوں کو مانتے تھے اور اُن کي کتاب میں وہ پیشین گوئیاں موجود تھیں اور وہ لوگ بجز یهودیوں کے اور کوئي نه تھے اور وہ لوگ عموماً وهي زبان جانتے تھے جو یهودیوں میں مروج تهي اور مقدس متی خود بهي جلیلي تھے اور وهي زبان رکھتے تھے پهر کسیطرح نهیں هوسکتا که مقدس متی نے یهودي زبان چهوڑکر یوناني زبان میں انجیل لکھي هو کچهه شک نهیں که یهه یوناني انجیل جو اب موجود هي عبراني انجیل کا ترجمه هي *

تیسري دلیل بهت سے علماء متقدمین عیسائي کا قول هي که متی کي انجیل درِاصل عبراني میں لکھي گئي تهي چنانچه اُن اقوال کو جهاں تک مجھے دستیاب هوئے هیں اس مقام پر نقل کرتا هوں *

قول اول ارینیس † کا قول هي که متی نے یهودیوں کے لیئے اپني انجیل عبري میں لکھي جن دنوں پولس اور پطرس روم میں وعظ کرتے تهے *

قول دوم پي پیس ‡ کا قول هي که متی نے انجیل عبراني میں لکھي اور هر کسي نے اپني لیاقت کے موافق اُس کا ترجمه کیا *

قول سوم یوسي بیس § کا قول هي که متی نے عبرانیوں میں وعظ کرکر جب اور قوموں میں جانے کا اراده کیا تو اُن کي زبان میں اُنکو انجیل لکھکر دے گیا اور پین تي نس || جب اندیا یعني حبش میں آیا اُس نے وهاں عبراني ایک نسخه انجیل متی کا پایا جو وهاں کے لوگوں کو بر تو لما حواري سے پهونچا تها اور اُس وقت سے اُن کے پاس محفوظ تها اور بموجب قول سنٹ جیروم کے پین‌تي‌نس اُس نسخه کو وهاں سے اسکندریه میں لایا مگر لارڈنر یوسي بیس کے اس قول کو تسلیم نهیں کرتے *

اریجن ¶ نے جو قول یوسي بیس کے نقل کیئے هیں وہ تین هیں اول یهه که متی نے یهودیي ایمانداروں کو عبري میں انجیل دي دوسرے یهه که متی نے اول انجیل لکھي اور عبرانیوں کو دي تیسرے یهه که متی نے عبرانیوں کے لیئے انجیل لکھي جو منتظر اُس کے تھے جو هونے والا تها ابراهیم اور داؤد کي نسل سے *

---

† تفسیر لارڈنر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ ع جلد ۲ صفحه ۱۷۰ —

‡ دیکھو لارڈنر کي تفسیر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ع جلد ۲ صفحه ۱۱۹ —

§ دیکھو تفسیر لارڈنر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ع جلد ۳ صفحه ۹۵ —

|| دیکھو تفسیر لارڈنر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ع جلد ۲ صفحه ۲۱۷ —

¶ دیکھو تفسیر لارڈنر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ع جلد ۲ صفحه ۵۷۴ —

قول چہارم اِتھہ نیي سیمش † کا قول هی که متی نے اپني انجیل یرو شالم میں لکھي تھي اور یعقوب خداوند کے بھائي نے اُس کا ترجمه کیا (یعني یوناني میں) *

قول پنجم سرل ‡ کا قول هی که متی نے انجیل عبري میں لکھي تھي *

قول ششم اپي فانیس § کا قول هی که متی نے وعظ کیا اور اپني انجیل عبراني میں لکھي اور وهي صرف لکھنے والا عہد جدید کا هی جس نے اُس زبان کا استعمال کیا *

قول هفتم سینٹ جیروم ‖ کا قول هی که متی نے یہودیه میں یہودي ایمانداروں کے لیئے انجیل عبراني میں لکھي اور سابه آئین کا ساتھه انجیل کے نہیں ملایا اور اتھي سینٹ نے اپني فہرست مورخهن میں لکھا هی که متی نے اپني انجیل یہودیه میں یہودي ایمانداروں کے لیئے عبري زبان میں اور عبري حرفوں میں لکھي اور یہه بات که اُس کا ترجمه یوناني میں هی اور یہه بات که کسنے اُس کا ترجمه یوناني میں کیا تحقیق نہیں علاوه اس کے کتب خانه سزیریا میں جس کو پیمفلس شہید نے بڑي جانفشاني سے جمع کیا تھا وه نسخه عبري موجود هی اور میں نے باجازت ناصریوں کے جو بریا ضلع سریا میں رهتے تھے اور اُس نسخه عبري کا استعمال کرتے تھے ایک نقل لي *

قول هشتم آکستائن ¶ کا قول هی که ان چاروں میں سے متی هي صرف کہا گیا هی که اُس نے عبري میں انجیل لکھي اور باقیوں نے یوناني میں *

قول نہم کریزاستم * نے لکھا هی که متی نے بدرخواست یہودي ایمانداروں کے اپني انجیل عبري میں لکھي *

قول دهم اسي دور ⸸ کا قول هی که ان چاروں میں سے متی نے صرف عبراني میں انجیل لکھي اور باقیوں نے یوناني میں *

هارن صاحب †† نے اُن لوگوں کے نام جو اس انجیل کے عبراني الاصل هونے کے قایل هیں اس طرح پر لکھے هیں *

---

† دیکھو تفسیر لارڈنر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ع جلد ۳ صفحه ۱۶۵ —

‡ ایضاً جلد ۴ صفحه ۱۷۴ —

§ ایضاً جلد ۴ صفحه ۱۸۷ —

‖ ایضاً جلد ۴ صفحه ۴۳۹ و صفحه ۴۴۱ —

¶ دیکھو تفسیر لارڈنر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ ع جلد ۴ صفحه ۵۳۸ —

* ایضاً جلد ۴ صفحه ۵۳۸ —

⸸ تفسیر لارڈنر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ع جلد ۵ صفحه ۱۳۷ —

†† هارن صاحب کي کتاب مطبوعه سنه ۱۸۲۵ع جلد ۴ —

۱	بلومائن	9	هاروق	۱۷	کامت
۲	گرو تیس	۱۰	اوقن	۱۸	میکائلس
۳	کا سابن	۱۱	ڈاکٹر کین ,ل	۱۹	ارتوبهس
۴	بشب ڈالٹن	۱۲	اي کلارک	۲۰	اوریجن
۵	بشپ ٹاملائن	۱۳	سائمن	۲۱	سرل
۶	ڈاکٹر کیو	۱۴	تلي منت	۲۲	اپي فانيس
۷	هیمنڈ	۱۵	پربي تيس		
۸	ڈاکٹر مل	۱۶	ديوپن		

کریزاستم اور سینٹ جیروم اور اور علماء کے نزدیک مختار قول پي پس کا هی که یهه انجیل عبراني میں لکھي گئي *

تفسیر ڈائلي اور رچرڈ † میں لکھا هی که پچھلے زمانه میں بڑا اختلاف تھا که کس زبان میں یهه انجیل لکھي گئي اور بہت قدماء صراحة کہتے هیں که متی نے انجیل اپني عبراني زبان میں جو اُس کے زمانه میں ملک فلسطین میں بولي جاتي تھي لکھي هی اور اس قسم میں قول متفق علیه قدما کا (یعني یهه که انجیل عبري زبان میں تھی) قول فیصل گنا جاوے *

جو لوگ که اس انجیل کا عبراني الاصل هونا نهیں مانتے وه کئي دلیلیں اس کي بیان کرتے هیں *

اول یهه که اگرچه متی کي انجیل در حقیقت فلسطین کے رهنے والوں کے لیئے لکھي گئي مگر اُس زمانه میں یوناني زبان فلسطین میں جاري تھي اور مانند ملکي زبان یهودي کے عام استعمال میں تھي پھر کچھه ضرورت نهوئي که فلسطین زبان میں یعني عبراني یا ارمینیازبان میں لکھي جاتي *

مگر یهه دلیل نهایت ضعیف هی اول تو یهه که جب مقدس متی کي خود عبري زبان تھي اور اُنهوں نے یهه انجیل یهودي ایمانداروں کےلیئے لکھي اور جن پیشین گوئیوں پر وه ایمان و اعتقاد رکھتے تھے هر جگهه اُن کا موازنه کیا اور وه پشین گوئیاں بھي عبراني میں اُن کے پاس تهیں تو کچھه ضرورت نهیں معلوم هوتي که مقدس متي نے اپني زبان کو اور جن لوگوں کے لیئے یهه انجیل لکھي تھي اُن کي زبان کو اور اُس پیشین گوئیوں کي زبان کو جسکي بنیاد پر یهه انجیل لکھي ان سب کو چھوڑکر نئي زبان یعني یوناني زبان میں انجیل لکھتے *

---

† دیکھو تفسیر ڈائلي و رچرڈ مطبوعه سنه ۱۸۵۶ع جلد ۳ صفحه ۱ —

دوسرے یہہ کہ جس زمانہ میں یہہ انجیل لکھی گئی اُس زمانہ میں فلسطین ایک صوبہ روم کی سلطنت کا تھا اُس وقت کے حاکموں کی اتالین یعنی رومی زبان تھی اگرچہ اُس زمانہ میں بہت سے لوگ یونان کے اطراف فلسطین میں آ رہے تھے مگر یہہ بات کسی طرح ثابت نہیں ہی کہ اُس زمانہ میں یونانی زبان مثل ملکی زبان فلسطین کے عام استعمال میں آ گئی تھی اور ایسی مروج ہوگئی تھی کہ مقدس متی کو خاص یہودیوں کے لیئے انجیل لکھنے میں بھی ضرورت ملکی زبان کے استعمال کی نرھی ہو پس یہہ دلیل محض ناکافی ہی اور اُن علماء متقدمین اور متاخرین کے قولوں کا اور اُن بڑی دلیلونکا جو اس انجیل کے عبری ہوئے پر ہیں کبھی مقابلہ نہیں کرسکتے *

تیسری دلیل اس انجیل کے عبرانی نہ ہونے پر یہہ بیان ہوتی ہی کہ یونانی انجیل میں کوئی ایسا نشان نہیں پایا جاتا جس سے اُس کا عبرانی ترجمہ ہونا پایا جاوے *

مگر یہہ دلیل اُس پہلی دلیل سے بھی کمزور ہی کیونکہ یونانی انجیل میں چند جا عبرانی لفظ آئے ہیں اور پھر اُن کا ترجمہ یونانی میں کیا ہی *

مثلاً باب ۱ ورس ۲۳ میں لفظ عما نوئیل آیا ہی اور پھر اُس کا ترجمہ یونانی میں لکھا ہی کہ ہمارے ساتھہ خدا *

یا مثلاً باب ۲۷ ورس ۴۶ میں یہہ فقرہ آیا ہی الوھی الوھی لما صافختانی اور پھر اُسکا ترجمہ یونانی میں لکھا ہی کہ اے میرے خدا اے میرے خدا کیوں تونے مجھے چھوڑ دیا ہی*

علاوہ اس کے اور کئی جگہہ اسیطرح پر عبرانی لفظ آیا ہی اور اُس کا یونانی میں ترجمہ کیا ہی اور یہہ دلیل ہوسکتی ہی کہ اصل کتاب عبرانی تھی *

اگرچہ ممکن ہی کہ کوئی کتاب در اصل یونانی میں لکھی جاوے اور اُس میں دوسری زبان کے نام یا جملے لائے جاویں اور پھر اُن کا ترجمہ بھی یونانی میں لکھا جاوے مگر یہہ امکان اُسوقت تسلیم کیا جاتا ہی جب یہہ ثابت ہو جاوے کہ وہ کتاب در اصل یونانی ہی میں لکھی گئی تھی نہ عبرانی میں مگر جبکہ برخلاف اسکے ثابت ہوگیاہو کہ وہ کتاب دراصل عبرانی میں لکھی گئی تھی اور پھر اُس کا ترجمہ یونانی میں ہوا ہی تو پھر اسطرح پر عبرانی الفاظ اور جملوں کا بجنسہ نقل کرکر اور اُن کا ترجمہ کرنا دلیل اسبات پر ہی کہ وہ عبرانی کا ترجمہ ہی *

اگرچہ متی کے سوا اور انجیلوں میں بھی عبرانی لفظ اور اُن کا یونانی ترجمہ آیا ہی مگر یہہ بات ہماری دلیل کے برخلاف نہیں ہوسکتی کیونکہ اُن انجیلوں کا عبری الاصل ہونا ثابت نہیں ہوا ہی پھر اُن میں ابتداءً عبرانی لفظ کا آنا اور پھر اُن کا ترجمہ کرنا کچھہ بعید نہیں ہی علاوہ اس کے مقدس متی کی انجیل سب سے پہلی انجیل ہی اور اُسکا یونانی

ترجمہ بھي بہت جلد ہوا يعني اور انجيلوں کے مرتب ہونے سے پيشتر اسليئے اور انجيل نويسوں نے جب يوناني ميں انجيل لکھي تو اُنھوں نے بہ پيروي اُسي يوناني ترجمہ کے اپني يوناني انجيلوں ميں بھي عبراني لفظ اور اُنکا يوناني ترجمہ داخل کيا *

چوتھي دليل بعض † علماء مسيحي نے اس انجيل کے عبراني الاصل ہونے کے انکار کرنے سے پہلے اسبات کو قبول کيا ھی کہ اگلے زمانہ کي گفتگو سے يہہ بات تو ھر طرح ثابت ھی کہ بہت ابتدا زمانہ ميں ايک کتاب متی کي انجيل کے نام سے يا يہوديوں کی انجيل کے نام سے عبراني يا ارمونيا زبان ميں موجود تھي مگر يہہ بات کہ يہہ انجيل جو اب موجود ھی وھي متی کي انجيل ھی جسکا اگلے زمانہ ميں تذکرہ رہا ھی ثابت نہيں ھی جن متقدمين نے اُس کي طرف اشارہ کيا ھی اُن سب نے اُس کو نہيں ديکھا اور اگر اُنھوں نے ديکھا بھي ھو تو بڑے بڑے علماء مسيحي ميں سے اکثر اُس کي صحت نہ ٹھہرا سکے ھونگے کيونکہ وہ عبراني سے نا واقف تھے *

اور اسيطرح وہ علماء مسيحي اسبات کا اقرار کرتے ھيں کہ بہت سے متفق حالات سے ثابت ھی کہ يہہ متی کي انجيل بالتخصيص ابي اونيٹز يا متقدمين يوني ٹير ينز (يعني منکران تثليث) کے استعمال ميں تھي اور اس انجيل کے حوالے جو بعض پرانے مصنفوں کي کتابوں ميں پائے جاتے ھيں وہ اس خيال کو مضبوط کرتے ھيں کہ وہ ايک ايسي تاليف تھي جو بے غور يعني جلد اور جھوٹي بنائي گئي تھي اور مختلف فرقوں ميں سے اُس فرقہ کي رائے کي تقويت دينے کو بنائي تھي جو اصول مذھب سے مخالفت رکھتے تھے (يعني انکار تثليث کرتے تھے) اور اُسکا رواج دينے کو اور اعتماد بڑھانيکو متی کي انجيل کے نام سے مشہور کرديا تھا *

اگرچہ اس دليل سے ھمارا مطلب يعني عبراني ميں متی کي انجيل کا ھونا بخوبي ثابت ھوتا ھی مگر جو شبہے کہ متی کي عبراني انجيل پر اس ميں مذکور ھيں وہ نہايت بودے اور بہت ھي ضعيف ھيں *

اگر علماء کبار مسيحي بسبب نا واقفيت عبراني زبان کے اُسکي صحت ٹھرانے سے معذور رہے ھوں تو اُسکي صحت پر کوئي شبہہ نہيں پڑسکتا اسليئے کہ اگلے زمانہ ميں تمام علماء مسيحي صرف يوناني ترجمہ کے پابند تھے يہاں تک کہ کتب عہد عتيق باوجوديکہ عبراني ميں موجود تھيں مگر اگلے علماء مسيحي صرف يوناني ترجمہ کو کام ميں لاتے تھے اور تمام مسيحي چرچ ميں وھي يوناني ترجمہ مستعمل تھا اور اصل عبري نسخہ پر کسيکو توجہہ ھي نہ تھي چنانچہ ھارن صاحب ‡ کي کتاب ميں يہہ مطلب بہت شرح و بسط سے مندرج

† ديکھو بيبل پر اي ڈي صاحب کا سيکلو پيڈيا مطبوعہ سنہ ۱۸۵۵ ع صفحہ ۳۹۵ کالم ۳ —

‡ ديکھو ھارنصاحب کي کتاب مطبوعہ سنہ ۱۸۲۵ ع جلد ۲ —

هی پس یہي وجهہ هی کہ علماء مسیحي نے اول اول صرف یوناني ترجمہ کو استعمال میں رکھا اور اصل عبري نسخہ پر متوجهہ نہیں هوئے یہاں تک کہ وہ عبراني نسخہ کمیاب هوگیا اور آخر کو جاتا رها پس علماء مسیحي کا اُسپر متوجهہ نہونا اُسکي صحت پر شبہہ نہیں ڈال سکتا *

یہہ سچ هی کہ وہ عبراني نسخہ ابي اونیٹز یا متقدمین یوني ٹهریفز میں مستعمل تها جو تثلیث کے منکر تهے اور اُس نسخہ سے اُنکي راے کي تقویت نکلتي هوگي مگر اس یوناني انجیل سے بهي تثلیث ثابت نہیں هوتي شاید اُس نسخہ اور اس یوناني موجودہ نسخہ میں اتنا فرق هو کہ بسبب اختلاف زبان و محاورہ کے اس موجودہ نسخہ میں جو ایہام هی وہ اس میں نہوگا (اگرچہ اس یوناني ترجمہ سے بهي وحدانیت خدا تعالی کي بخوبي روشن هی) پهر ابي اونیٹز یا متقدمین یوني ٹهریفز کي راے کا اُس نسخہ سے تقویت نکلنا کوئي دلیل اُس نسخہ کے مشتبہ هونے کي نہیں هی *

اگرچہ اس بات پر کوئي صاف اور صریح شہادت نہیں هی کہ یہہ انجیل جو اب موجود هی وهي متی کي انجیل هی جو عبراني میں لکهي گئي تهي اور جسکا اگلے زمانہ میں تذکرہ رها هی مگر اسپر بهي کوئي دلیل نہیں هی کہ یہہ موجودہ انجیل اُس عبراني انجیل کا ترجمہ نہیں هی اور دونوں کي تعلیمات میں اختلاف تها نسبت تثلیث کے هم ابهي بیان کرچکے کہ اس یوناني انجیل سے بهي تثلیث ثابت نہیں هوتي پس جیسي اُس کے لیئے کوئي شہادت نہیں هی ویسي هي اس کے لیئے بهي کوئي شہادت نہیں هی کہ یہہ موجودہ انجیل اُس عبراني انجیل کا ترجمہ نہیں هی *

اس بات کي تقویت کے لیئے کہ مقدس متی نے اپني انجیل صرف عبراني میں لکهي نہ یوناني میں بعض علماء مسیحي کے اقوال بهي موجود هیں *

اپي فینیس کا قول هی کہ متی نے انجیل کو عبراني میں لکها تها نہ یوناني میں جیسیکہ بعض قایل هیں کہ متی نے دونوں زبان میں انجیل کو لکها هی *

ریو صاحب اپني تاریخ انجیل میں لکهتے هیں کہ یہہ بات غلط هی کہ جو لوگ کہتے هیں کہ متی نے انجیل یوناني میں لکهي تهي اسلیئے یوسی بیس نے اپني تاریخ میں اور اسیطرح بہت مرشدوں عیسائي نے لکها هی کہ متی نے انجیل عبراني میں لکهي نہ یوناني میں *

اسبات کا تحقیق کرنا کہ وہ اصل عبراني نسخہ کب جاتا رها نہایت مشکل هی مگر همارے مذهب کي کتابوں سے اسقدر پایا جاتا هی کہ چهٹي صدي تک بعد حضرت مسیح کے وہ نسخہ موجود تها اور بموجب قول پهن تي نس کے جسے جیروم نے نقل کیا سزیریا

کے کتب خانہ میں موجود تھا اور بعض علماء مسیحی کے نزدیک بعد تباہی یروشلیم کے وہ نسخہ جاتا رہا *

وقت تالیف اس انجیل میں بھی بڑا اختلاف ہی ہارنصاحب † لکھتے ہیں کہ تالیف انجیل کا وقت ایسا غیر معین ہی کہ ایک وقت معین قرار نہیں پاسکتا بہر حال زمانہ تالیف اس انجیل کے جو مذکور ہیں وہ یہہ ہیں کہ یہہ انجیل سنہ ۳۷ یا سنہ ۳۸ یا سنہ ۴۱ یا سنہ ۴۳ یا سنہ ۴۸ یا سنہ ۶۱ یا سنہ ۶۲ یا سنہ ۶۳ یا سنہ ۶۴ عیسوی میں تالیف ہوئی ہی *

اس انجیل کے زمانہ تالیف کے اختلاف کا ایک یہہ بھی سبب ہی کہ یہہ انجیل پہلی دفعہ عبرانی میں لکھی گئی! پھر یونانی اُس کا ترجمہ ہوا اور اس دو دفعہ کی تحریر نے زیادہ تر وقت تحریر انجیل کو اختلاف میں ڈالدیا مگر میرے نزدیک صحیح یہہ بات ہی کہ یہہ عبرانی انجیل پانچ برس بعد رفع ہونے حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان پر یعنی سنہ ۳۷ یا سنہ ۳۸ عیسوی میں لکھی گئی اور اسی قول کو اس باب میں قول فیصل قرار دینا چاہیئے *

اسباب میں بھی کہ ترجمہ اُس کا یونانی میں کس نے کیا کوئی تحقیق بات نہیں ہی ہمارے ہاں کی مذہبی کتابیں اس امر میں چپ ہیں بعضے علماء مسیحی کا بھی یہہ قول ہی کہ معلوم نہیں کہ کس نے ترجمہ کیا مگر خود مقدس متی کا ترجمہ کرنا یا لکھنا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے صحیح نہیں ہی اتھنی سیس کا یہہ قول ہم اوپر لکھہ آئے ہیں کہ متی نے عبری میں انجیل لکھی اور یعقوب متی کے بھائی نے اُس کا ترجمہ یونانی میں کیا اس قول سے انکار کرنے کے لیئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہی اس لیئے یہی قول ہم تسلیم کرتے ہیں *

بعض لوگوں نے جن کا دل روح القدس کی روشنی سے محروم تھا اس انجیل سے انکار کیا ہی فاسٹس جو اخیر چوتھی صدی میں تھا کہتا ہی کہ یہہ انجیل جو متی کی طرف منسوب ہی اُن کی تصنیف نہیں ہی اور پروفسر بائر جرمنی ایک بہت بے ادبی کا کلمہ اس انجیل کی نسبت کہتا ہی جسکو بلحاظ ادب میں نہیں لکھہ سکتا شیوز اور شلنش بھی یکا اعتقاد اس انجیل کی نسبت نہیں رکھتے تھے مگر یہہ تمام اقوال ہمارے نزدیک ملحدانہ ہیں یہہ انجیل اول الاناجیل ہی اور بہت ابتدا زمانہ سے مشہور چلی آتی ہی تمام کلیسی اور تمام چرچ اور تمام علما برابر مانتے چلے آئے ہیں متعدد شرحیں اسکی لکھی گئیں اور اکناف عالم میں مشہور ہوئیں اسلیئے یہہ انجیل صحاح اناجیل میں داخل ہی اور ہم لوگ اس پر ذرا بھی شک نہیں رکھتے *

---

† دیکھو ہارنصاحب کی کتاب مطبوعہ سنہ ۱۸۲۹ ع جلد ۳ حصہ ۲ باب ۲ ۔

ڈاکٹر ولیمس اور چھاپنے والے انجیل فرقہ یونی ٹیرین کہتے ھیں کہ پہلا باب اور دوسرا باب اس انجیل کا الحاقي ھی اور ابي اونیٹز کي انجیل میں یہہ دونوں باب نہ تھے مگر یہہ خیال اُن کا محض غلط ھی تمام انجیل کے پڑھنے سے ثابت ھوتا ھی کہ مقدس متی نے اس انجیل کو اس انداز پر لکھا ھی کہ یہودیوں پاس جو اگلے پیغمبروں کي پیشین گوئیاں تھیں اُنکو حضرت مسیح علیہ السلام کے تمام حالات پیدایش اور زندگي سے مقابلہ کردیا جاوے اسواسطے ضرور تھا کہ مقدس متی اسبات کو بھي ثابت کرتے کہ عیسی مسیح داؤد و ابراھیم کي نسل سے پیدا ھوئے اور کنواري لڑکي نے اُن کو جنا پھر کسطرح پہلا اور دوسرا باب اس انجیل کا الحاقي ھوسکتا ھی غالباً فرقہ ابي اونیٹز کي انجیل میں یہہ دونوں باب نقل ھونے سے رہ گئے ھونگے *

بعض نسخوں ترجمہ لاطیني میں جو ایک معتبر نسخہ ھی نسب نامہ کو انجیل سے علاحدہ کردیا ھی مگر اُس سے یہہ بات ثابت نہیں ھوتي کہ نسب نامہ الحاقي ھی بلکہ ترجمہ کرنے والے نے نسب نامہ کو ایک جدا بات سمجھي ھی اور جہاں سے مطلب شروع ھوا وھاں سے انجیل قرار دی ھی *

پہلا باب

۱ — یسوع مسیح کا نسب نامہ ۱۸ اُس کی پیدایش کی بات *

۱ — یسوع مسیح ابن داؤد † ابن ابراھیم ‡ کا نسب نامہ § *

تفسیر

مقدس متی نے مسیح کو داؤد کا بیٹا اور داؤد کو ابراھیم کا بیٹا لکھا حالانکہ داؤد مسیح کے اجداد میں اور ابراھیم داؤد کے اجداد میں ھوسکتے ھیں مگر چونکہ مقدس متی کو اس انجیل کا یہودیوں کے لیئے لکھنا منظور تھا اور اُنپر ثابت کرنا تھا کہ اشعیاہ || نبی اور یرمیاہ ¶ نبی نے جو خبر داؤد کی سلطنت اور داؤد کی شاخ اُٹھنے کی دی تھی وہ یہی مسیح ھیں اسلیئے نسب نامہ کے سرے ھی پر داؤد کی شاخ ھونا جتلایا اور * ابراھیم کے خاندان سے جو برکت دینے کا وعدہ تھا اُسکا نمونہ بتلایا اور پوتے کو دادا کے نام سے بتلانا رواج کے بھی خلاف نہ تھا پس مسیح کو داؤد کا بیٹا اور داؤد کو ابراھیم کا بیٹا کہنا صحیح ھوا *

ھماری مذھبی کتابوں سے حضرت مسیح کا ابراھیم کی اولاد اور بنی اسرائیل سے ھونا پایا جاتا ھی اور یہہ بات اسطرح نکلتی ھی کہ اللہ تعالی نے سورہ انعام میں فرمایا ھی کہ ابراھیم کی اولاد میں ھیں داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسی اور ھارون اور زکریا اور یحیی اور عیسی اور الیاس اور سورہ مریم میں حضرت مریم کو اولاد ھارون کی بہن فرمایا اس سے ثابت ھوا کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام حضرت ابراھیم کی اولاد میں سے اور بنی اسرائیل ھیں *

سورۃ الانعام آیت ۸۴ و ۸۵
ومن ذریۃ داؤد و سلیمن وایوب و یوسف و موسی وھارون وکذلک نجزی المحسنین و زکریا ویحیی و عیسی و الیاس کل من الصالحین —

یہہ نسب نامہ جو مقدس متی نے لکھا وہ حضرت مریم کا نسب نامہ نہیں ھی بلکہ یوسف کا نسب نامہ ھی جن کے ساتھہ حضرت مریم کا منسوب ھونا لکھا ھی اور تمام ⅄ علماء مسیحی بھی اسبات کے قایل ھیں کہ یہہ نسب نامہ یوسف کا ھی نہ مریم کا اور جبکہ

† متی ۲۲ — ۴۵ —
‡ پیدایش ۲۲ — ۱۸ —
§ ارتا ۳ — ۲۳ —
|| اشعیاہ ۹ — ۶ و ۷ —
¶ یرمیاہ ۲۳ — ۵ —
* پیدایش ۱۲ — ۳ ۲۶ — ۳ و ۵ ۲۸ — ۱۳ و ۱۴ —
⅄ تفسیر اسکات مطبوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۵ متی ۱ — ۲ لغایت ۱۷ —

حضرت مسیح یوسف سے پیدا نہیں ہوئے تو یہہ سوال ہوتا ہی کہ اس نسب نامہ کے لکھنے سے اگلے پیغمبروں کی وہ پیشین گوئیاں کہ عیسی مسیح داؤد کی نسل سے ہوگا کیونکر صادق آتی ہیں ? *

مگر اسکا جواب یوں ہوسکتا ہی کہ مقدس متی نے یہہ انجیل یہودیوں کے لیئے لکھی تھی اور یہودی حضرت مسیح کو یوسف کا بیٹا (جو اُن کے اصلی باپ نہ تھے بلکہ نسبتی باپ خیال کیئے گئے تھے) سمجھتے تھے اور حضرت مسیح کا نسب نامہ خواہ یوسف سے گنو خواہ حضرت مریم سے جیساکہ مقدس لوقا نے لکھا ہی دونوں طرح میں حضرت داؤد آپ کے اجداد میں آتے ہیں پس اگلے پیغمبروں کی پیشین گوئیاں ہر طرح پر ثابت ہوتی تھیں اس لیئے مقدس متی نے یوسف سے نسب نامہ لکھا تاکہ یہود اسبات پر یقین کریں کہ جس طرح وہ سمجھتے ہیں اگر اُسیطرح حضرت مسیح کا نسب نامہ خیال کیا جاوے تو بھی اگلی پیشین گوئیاں حضرت مسیح علیہ‌السلام ہی پر صادق آتی ہیں *

---

۲ ابراہیم کا بیٹا اسحاق † اور اسحاق کا بیٹا یعقوب ‡ اور یعقوب کے بیٹے یہوداہ § اور اُس کے بھائی *

۳ اور یہوداہ کے بیٹے تامر سے || فارص اور زارح اور فارص کا بیٹا حصرون ¶ اور حصرون کا بیٹا ارام *

تفسیر

یہاں تک یہہ نسب نامہ عہد عتیق کی کتابوں کے بالکل مطابق ہی چنانچہ جو حوالے حاشیہ پر ثبت ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہی مگر ایک بحث اس مقام پر ہی کہ تامار سے پرص کیونکر پیدا ہوا اُسکا ذکر ہم لکھتے ہیں *

کتاب پیدایش کے باب اڑتیسویں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہوداہ اپنے پہلونٹھے بیٹے عیر کے لیئے ایک عورت بیاہ لایا جسکا نام تامار تھا جب عیر مرگیا تو یہوداہ نے اپنے دوسرے بیٹے اونان کو کہا کہ اپنے بھائی کی جورو کے پاس جا اور اپنی بھاوج کا حق اداکر جب اونان بھی مرگیا تو یہوداہ نے تامار سے کہا کہ اپنے باپ کے گھر میں بیوہ بیٹھی جب تک کہ شیلاہ

---

† پیدایش ۲۱ — ۲ —

‡ پیدایش ۲۵ — ۲۶ —

§ پیدایش ۲۹ — ۳۵ —

|| پیدایش ۳۸ — ۲۹ —

¶ راعوت ۴ — ۱۸ —

تیسرا بیٹا بڑا ہو یہوداہ نے خیال کیا کہ ایسا نہو کہ وہ بھي اپنے بھائي کي طرح مرجاوے پس تامار اپنے باپ کے گھر میں جارہي اس عرصہ میں یہوداہ کي جورو بھي مرگئي اور جب وہ اُسکا غم بھولا تو تمنات کو اپني بھیڑوں کي پشم کترنے کو چلا تامار کو خبر ملي کہ اُسکا سسرا اپني بھیڑوں کي پشم کترنے کو تمنات جاتا ہی تامار نے اپني بیوگي کے کپڑے اوتار پھینکے اور برقع اوڑھا اور اپنے کو لپیٹا اور عینیم کے ناکہ پر جو تمنات کے راستہ پر ہی جا بیٹھي کیونکہ اُس نے دیکھا تھا کہ شیلاہ بڑا ہوا اور اُسے اُس کي جورو نکردیا یہوداہ اُسے دیکھہ کر سمجھا کہ کوئي کسبي ہی کیونکہ وہ اپنا منہہ چھپائے ہوئے تھي وہ راہ سے اُس کي طرف پھرا اور اُس سے کہا کہ چلیئے اور مجھے اپنے ساتھہ خلوت کرنے دیجیئے کہ اُسنے نجانا کہ یہہ میري بہو ہی وہ بولي تو جو میرے ساتھہ خلوت کریگا مجھے کیا دیگا وہ بولا کہ میں گلے میں سے بکري کا ایک بچہ بھیجونگا اُس نے کہا تو مجھے جب تک اُسے بھیجے کچھہ گروي دیگا وہ بولا میں تجھے کیا گروي دوں وہ بولي اپني مہر اور اپنا بازوبند اور اپنا عصا جو تیرے ہاتھہ میں ہی اُس نے دیا اور اُس کے ساتھہ خلوت کي اور وہ اُس سے حاملہ ہوئي قریب تین مہینہ بعد یہوداہ سے کہا گیا کہ تیري بہو تامار نے زنا کیا اور اُسے چھنالے کا حمل بھي ہی یہوداہ بولا کہ اُسے باہر لاؤ کہ وہ جلائي جاوے جب وہ نکالي گئي اُسنے اپنے سسر سے کہلا بھیجا کہ مجھے اُس مرد کا حمل ہی جس کي یہہ چیزیں ہیں اور کہا کہ دریافت کیجیئے کہ یہہ مہر اور بازو بند اور عصا کسکا ہی تب یہوداہ نے اقرار کیا اور کہا کہ وہ مجھہ سے زیادہ صادق ہی کیونکہ میں نے اُسے اپنا بیٹا شیلاہ ندیا *

اس واقعہ کي نسبت بیبل کے تمام عیسائي مفسر † خیال کرتے ہیں کہ یہوداہ نے تامار سے زنا کیا اور پرص حرام سے پیدا ہوا اور اُسیکي نسل میں حضرت مسیح علیہ السلام ہیں پھر اس اعتراض کے دفع کرنے کو کہ ایسا پاک اور مقدس شخص جیسوکہ حضرت مسیح ہیں کسطرح ایسي ناپاک نسل میں ہوئے یہہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ‡ مسیح میں خود ذاتي تقدس تھا پھر پرص کي اس ناپاک پیدایش سے اُنکي ذات اور تقدس میں کچھہ نقص نہیں آتا *

مگر ہم مسلمانوں کا یہہ عقیدہ نہیں ہم مسلمانوں کا یہہ عقیدہ ہی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے تمام آباء اور تمام امہات ولدالحرام ہونے کي ناپاکي سے پاک اور بري ہیں قران مجید میں اللہ تعالی نے خبر دي ہی کہ حضرت مریم کے باپ اور ماں زنا کي

سورہ مریم آیت ۲۸
یا اخت ہارون ماکان ابوک امرأسوء وماکانت امک بغیا

ناپاکي سے پاک تھے اور یہہ خبر جو قران مجید میں ہی بے شک صحیح ہی عیسائي مفسروں نے کتاب پیدایش کے اڑتیسویں باب کے مطلب سمجھنے میں غلطي کي کیونکہ

---

† اسکاٹ ڈائلي و منٹینٹ ہڈسن —

‡ تفسیر اسکاٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۱ پیدایش ۳۸ — ۱۱ لغایت ۳۰ —

اس واقعہ سے جو اوپر مذکور ہوا پرص کا ولدالحرام ہونا ثابت نہیں ہوتا اسلیئے کہ جب تک یہہ بات ثابت نہو کہ یعقوب کي شریعت میں بہو سسرے پر حرام تھي اُسوقت تک پرص کا ولدالحرام ہونا نہیں ہوسکتا اور یہہ بات آج تک ثابت نہیں ہی یعقوب کي شریعت میں بہت سي چیزیں حلال تھیں جو موسی کي شریعت میں حرام ہوئیں مثلاً یعقوب کي شریعت میں دو بہنوں سے اُنکي زندگي میں نکاح کرنا درست تھا جیسیکہ حضرت † یعقوب نے خود لیاہ اور راحیل دختران لابان سے نکاح کیا مگر موسی ‡ کي شریعت میں دو بہنوں سے ایک ساتھہ نکاح کرنا حرام ہوا پس بلاشبہہ موسی کي شریعت میں بہو سسرے پر حرام ہی مگر یہہ ثابت نہیں کہ یعقوب کي شریعت میں بھي بہو سسرے پر حرام تھي *

معلوم ہوتا ہی کہ یعقوب کي شریعت میں خاندان کي بیوہ عورت اُسي خاندان میں رہتي تھي § اور اپنے دیور کا حق ہوتي تھي اور اگر بیوہ کا سسرا بیوہ کے دیور کو نہ دیتا تھا تو وہ بیوہ خود سسرے || کو پہونچتي تھي اور اس پچھلي بات کے ثبوت پر کئي دلیلیں ہیں *

اول حضرت موسی نے بني اسرائیل کو منع ¶ کیا کہ جو طریقہ کنعان والوں کا ہی تم وہ مت کرو اور اپنے * رشتہ دار سے نزدیکي مت کرو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ موسی کي شریعت سے پہلے یہہ بات درست تھي *

دوم تامار نے جب یہوداہ سے ہم بستر ہونے کا قصد کیا تو اُسکي دلیل یہہ ⊥ بیان ہوئي کہ باوجود شیلاہ کے بڑے ہوجانے کے یہوداہ نے تامارکو اُسکي جورو نکردیا تھا اسلیئے وہ خود یہوداہ پاس رہ سکتي تھي دھوکہ دینا تامار کا یہوداہ کو صرف اسلیئے تھا کہ جس اندیشہ سے یہوداہ نے شیلاہ کو ندیا تھا اُسي اندیشہ سے اپنے پاس بھي رکھنا نچاہتا تھا *

سوم تامار کي نشاني لے لینا صاف اسبات کي دلیل ہی کہ اُسوقت کي شریعت بموجب یہہ کام زنا نہ تھا کیونکہ اُسنے واسطے ثبوت اپني بے جرمي کے نشاني لي تھي اور اسي سبب سے زنا کي حد سے بچ رہي اور یہوداہ نے اُسکے نیک ہونے پر اقرار کیا پس جس طرح پرص کي پیدایش ہوئي وہ ظاہر میں ایک دھوکہ ہوا مگر حقیقت میں زنا نہوا *

---

† پیدایش ۲۹ — ۲۳ و ۲۸ —
‡ احبار ۱۸ — ۱۸ —
§ پیدایش ۳۸ — ۸ —
|| پیدایش ۳۸ — ۱۴ —
¶ احبار ۱۸ — ۳ —
* احبار ۱۸ — ۶ —
⊥ پیدایش ۳۸ — ۱۴ —

۴ اور رام کا بیٹا عمیناداب اور عمیناداب کا بیٹا نحشون اور نحشون کا بیٹا سلمون *

۵ اور سلمونکا بیٹا راحب سے بوعز اور بوعز کا بیٹا روت † سے عبود اور عبود کا بیٹا یشي *

۶ اور یشي کا بیٹا داؤد بادشاہ ‡ اور داؤد بادشاہ کا بیٹا اُس عورت سے جو اوریاہ کي جورو تھي § سلیمان *

۷ اور سلیمان کا بیٹا رجعم || اور رجعم کا بیٹا ابیاہ اور ابیاہ کا بیٹا اساہ *

تفسیر

یہاں تک بھي یہہ نسب‌نامہ کتب عہد عتیق کے مطابق ھی چنانچہ اُن حوالوں کے دیکھنے سے جو حاشیہ پر لکھے ھیں یہہ بات واضح ھوسکتي ھی *

حضرت مریم کا نسب نامہ جو مقدس لوقا نے لکھا ھی وہ داؤد بادشاہ تک متحد ھی پھر آگے سے جدا ھوا ھی یوسف کا الگ اور مریم کا الگ اس کے بیان کرنے سے ھمارا مطلب یہہ ھی کہ جناب مسیح کا حضرت داؤد علیہماالسلام کي اولاد میں ھونا دونوں طرح کے نسب ناموں سے ثابت ھوتا ھی *

۸ اور اساہ کا بیٹا یہو شافط اور یہو شافط کا بیٹا یورم اور یورم کي اولاد سے عزیاہ *

تفسیر

یورم تک جو نسب نامہ اس ورس میں لکھا ھی وہ بھي کتب عہد عتیق کے مطابق ھی مگر یورم کا بیٹا عزیاہ نہیں پہلي ¶ کتاب اخبارالایام میں لکھا ھی کہ یورام کا بیٹا احزیاہ اور اُسکا بیٹا یوآش اور اُسکا بیٹا امصیاہ اور اُسکا بیٹا عزریاہ *

اس انجیل کے مترجم نے لفظ (بگیٹ) کا جو انگریزي ترجمہ میں ھی (اولاد) ترجمہ کیا ھی یہہ ترجمہ درست نہیں کیونکہ تمام ان ورسوں میں یہي لفظ آیا ھی اور ھرجگھہ اُسکا ترجمہ بیٹا کیا ھی اور اُس کے معني بھي بیٹے کے ھیں نہ اولاد کے پس اب یہہ سوال ھوتا ھی کہ عہد عتیق کي کتابوں سے اس نسب نامہ کے اختلاف ھونے کا کیا سبب ھی؟ *

بعض علماء مسیحي نے یہہ جواب دیا ھی کہ * مقدس متی کو یہي ھدایت ھوئی تھي کہ تین نام اس نسب نامہ سے چھوڑ دے *

† راعوت ۴ — ۱۳ —
‡ پہلا سموئیل ۱۷ — ۱۲ —
§ دوسرا سموئیل ۱۲ — ۲۴ —
|| پہلا اخبارالایام ۳ — ۱۰ —
¶ پہلا اخبارالایام ۳ — ۱۱ —
● تفسیر اسکات مطبوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۵ متی ۱ — ۴ لغایت ۱۷ —

مگر اصل بات یہہ ھی کہ مقدس متی نے یہودیوں پر حجت پکڑنے کو یہہ انجیل لکھی ھی اور یہہ نسب نامہ یہودیوں کے دفتر سے جسکو وہ لوگ معتبر سمجھتے تھے نقل کیا ھی پس جس طرح اُس میں نقل تھا اُسیطرح مقدس متی نے نقل کردیا یہہ تینوں شخص جن کے نام چھوٹ گئے بادشاہ ہوئے ھیں اور ھر ایک نے اپنے باپ سے بوراثت سلطنت پائی ھی احزیاہ † نے ایک برس سلطنت کی اور یوآش ‡ نے چالیس برس سلطنت کی اور امصیاہ § نے اُنتیس برس سلطنت کی *

یہہ تینوں شخص احاب کے خاندان سے ھیں جس کی نسل کو دو دفعہ بددعا || دی گئی تھی اور اُسکا اثر تین پشت تک رھتا تھا اسوجہہ سے یہہ تینوں نام چھوڑ دیئے گئے تھے کیونکہ ¶ یہودیوں کا یہہ دستور تھا کہ اپنے نسب ناموں اور دفتروں میں سے اکثر نام بسبب برائی یا بت پرستی کے چھوڑ دیتے تھے غرضکہ یہہ بات ھر طرح ثابت ھی کہ مقدس متی نے یہہ نسب نامہ صرف یہود کے دفتر سے نقل کیا ھی *

---

۹ اور عزیاہ کا بیٹا یوتم اور یوتم کا بیٹا احز اور احز کا بیٹا حزقیاہ *

۱۰ اور حزقیاہ کا بیٹا منسی اور منسی کا بیٹا امون اور امون کا بیٹا یوشیاہ *

۱۱ اور یوشیاہ کے بیٹے یکھنیاہ اور اُس کے بھائی جن * دنوں میں کہ بابل کو اُتھہ چلے پیدا ہوئے *

۱۲ اور بعد اُس کے کہ بابل کو اُتھہ چلے یکھنیاہ کا بیٹا شیلتئیل پیدا ھوا اور شیلتئیل کا بیٹا زر بابل *

تفسیر

اس گیارھویں ورس میں جو پشتیں لکھی ھیں اُن میں بھی کتب عہد عتیق سے اختلاف ھی کیونکہ یوشیاہ کے بیٹے یوحانان پہلونٹے بیٹے کے سوا تین بیٹے ✝ تھے یہو احاز جس کو شلوم بھی کہتے ھیں اور یہو الیاقیم اور صدقیاہ چھوٹا بیٹا ✝✝ یہواحاز تھا جسکو لوگوں نے

---

† دوسرا سلاطین باب ۸ دوسرا اخبارالایام باب ۲۲ —

‡ دوسرا سلاطین باب ۱۲ دوسرا اخبارالایام باب ۲۴ —

§ دوسرا سلاطین باب ۱۴ دوسرا اخبارالایام باب ۲۵ —

|| پہلا سلاطین ۲۱ — ۲۱ دوسرا سلاطین ۹ — ۸ —

¶ تفسیر ڈائلی و مئینٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ ع جلد ۳ صفحہ ۳ —

* دوسرا سلاطین ۲۴ — ۱۵ —

✝ دوسرا سلاطین ۲۳ — ۳۱ و ۳۴ ۲۴ ۱۵ و ۱۷ پہلا تاریخ ۳ — ۱۵ —

✝✝ تفسیر ڈائلی مئینٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ ع جلد ۳ صفحہ ۳ —

اُس کے باپ کے مرنے پر بادشاہ کیا تھا اور یہو الیاقیم جسکو اس جگہہ یکھنیاہ پکارا ھی اور جسکو الیاقیم بہی کہتے ھیں اپنے چھوتے بھائي کے بعد تخت پر بیتھا تھا اور صدقیاہ بعد تھوڑے عرصہ کے تخت پر بیتھا اور یکھنیاہ جسکا ذکر اگلي آیت میں ھی ایک آؤر شخص ھی جسکا نام یہو ایکن ھی اور جو بیتا پہلے یہوالیاقیم کا ھی وہ اپنے باپ کا جانشین ہوا اور بعد اُسکے جلد بابل کو لے جایا گیا یہہ دونوں نام عبراني زبان میں تلفظ اور معنوں میں بہت قریب قریب ھیں علاوہ † اسکے یکھنیاہ کا کوئي بھائي بھي نہ تھا بلکہ اُسکے باپ کے بھائي تھے کیونکہ جب یکھنیاہ بابل کو گیا تو اُسکا چچا صدقیاہ اُسکا جانشین ھوا *

اس اختلاف کے رفع کرنے کو اگر ریورنڈ ڈائلي اور ریورنڈ منیٹ کي پیروي کي جاوے تو کہا جاسکتا ھی کہ یہود نے اپنے دفتر سے یہوالیاقیم کا نام بھي بسبب اُس کي بدکاریوں کے نکال ڈالا ھوگا کیونکہ اُسکا بدکار ھونا کتاب ‡ سلاطین سے پایا جاتا ھی اور جبکہ یہو الیاقیم کا نام بیچ میں سے نکالا گیا اور یکھنیاہ کو یوشیاہ کا بیتا تھہرایا تو ضرور ھوا کہ یکھنیاہ کے چچا اُس کے بھائي کہے جاویں *

مگر یہہ جواب درست نہیں آتا کیونکہ جب سترھویں ورس میں شمار پشتوں کا ھوگا تو جو حساب اُس میں مندرج ھی وہ تھیک نہیں آنیکا اور نہ یکھنیاہ کے چچاؤں کا بابل کو اُتھہ جانے کے وقت پیدا ھونا صحیح ھوگا اسلیئے اصلي جواب اسکا یہہ ھی کہ انجیلوں کے مقابلہ کے وقت ان دونوں ناموں میں سے ایک نام بسبب اس کے کہ اُن کے معني اور اُن کا تلفظ عبراني زبان میں بہت قریب قریب تھا صحت سے رہ گیا کیونکہ § بعضي قلمي انجیلوں میں یہوالیاقیم کا نام موجود ھی اس جواب سے دونوں اعتراض ایک اختلاف اس نسب نامہ کا کتب عہد عتیق سے اور دوسرا غلطي حساب ورس سترھویں کا مرتفع ھوتے ھیں پس اس گیارھویں ورس کو بموجب قلمي انجیل کے یوں پڑھنا چاھیئے (اور یوشیاہ کا بیتا یہوالیاقیم اور یہوالیاقیم کے بیتے یکھنیاہ اور اُس کے بھائي جن دنوں کہ بابل کو اُتھہ چلے پیدا ھوئے) *

علاوہ اس کے اس بارھویں ورس میں یہہ اختلاف ھی کہ شئلتي ایل کا بیتا زر بابل نہیں ھی بلکہ || اُسکا بھتیجا ھی کیونکہ زربابل پدایاہ پسر یکھنیاہ کا بیتا ھی مگر اس

---

† تفسیر اسکات مطبوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۵ متی ۱ — ۲ اغایت ۱۷ —

‡ دوسرا سلاطین ۲۳ — ۳۷ —

§ تفسیر اسکات مطبوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۵ متی ۱ — ۲ اغایت ۱۷ —

|| پہلا اخبارالایام ۳ — ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ —

اختلاف کا جواب بجز اس کے اَوُر کچھہ نہیں کہ جسطرح یہود کے دفتر میں یہہ نسب نامہ لکھا ہوا تھا اُسي طرح مقدس متی نے نقل کردیا *

۱۳ اور زر بابل کا بیٹا ابیہود اور ابیہود کا بیٹا الیاقیم اور الیاقیم کا بیٹا عروز *
۱۴ اور عروز کا بیٹا صادق اور صادق کا بیٹا آکھیم اور آکھیم کا بیٹا الیہود *
۱۵ اور الیہود کا بیٹا العازر اور العازر کا بیٹا متن اور متن کا بیٹا یعقوب *
۱۶ اور یعقوب کا بیٹا یوسف اور وہ اُس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہی پیدا ہوا *

تفسیر

اس تیرہویں ورس میں جو زر بابل کا بیٹا ابیہود لکھا ھی کتب † عہد عتیق میں یہہ نام نہیں پایا جاتا شاید زر بابل کے کسي بیٹے کا یہہ نام بھي ہو *

میں مختصر طور پر یوسف کا نسب نامہ دو طرح پر لکھتا ہوں ایک بموجب انجیل متی کے دوسرا بموجب کتب عہد عتیق کے پہلے سلسلہ میں جو نام کتب عہد عتیق میں نہیں ھی اُسپر شناخت کے لیئے یہہ (*) نشان بنایا ھی اور دوسرے سلسلہ میں جو نام مقدس متی کے نسب نامہ سے زیادہ ہیں اُنپر یہہ (‡) نشان بنایا ھی دونوں کے مقابلہ سے جو کمي بیشي اور اختلاف ناموں کا ہم نے اوپر بیان کیا ھی بخوبي سمجھہ میں آویگا *

	پہلا سلسلہ بموجب انجیل متی کے	دوسرا سلسلہ بموجب کتب عہد عتیق کے
۱	ابراہیم	ابراہیم
۲	اسحاق	اسحاق
۳	یعقوب	یعقوب
۴	یہوداہ	یہوداہ
۵	فارص	فارص
۶	حصرون	حصرون
۷	رام	رام
۸	عمیناداب	عمیناداب
۹	نحشون	نحشون
۱۰	سلمون	سلمون
۱۱	بوعز	بوعز
۱۲	عبید	عبید

† پہلا اخبارالایام ۳ — ۱۹ و ۲۰ =

نمبر	نام	نام	
۱۳	یشي	یشي	
۱۴	داؤد بادشاہ	داؤد بادشاہ	
۱	سلیمان	سلیمان	
۲	رجعم	رجعم	
۳	ابیاہ	ابیاہ	
۴	آساہ	آساہ	
۵	یہو شافط	یہو شافط	
۶	یورم	یورم	
	-	احزیاہ	‡
	-	یوآش	‡
	-	امصیاہ	‡
۷	عزیاہ	عزیاہ	
۸	یوتم	یوتم	
۹	احز	احز	
۱۰	حزقیاہ	حزقیاہ	
۱۱	منسي	منسي	
۱۲	امون	امون	
۱۳	یوشیاہ	یہوشیاہ	
۱۴		یہو الیاقیم	
۱	یکهنیاہ	یکهنیاہ	
۲	شلتیئیل	پدایاہ	‡
۳	زربابل	زر بابل	
۴	ابیہود	-	
۵	الیاقیم	-	
۶	عزور	-	
۷	صادوق	-	
۸	آکھیم	-	
۹	الیہود	-	
۱۰	العازر		

۱۱	متن	٭
۱۲	یعقوب	٭
۱۳	یوسف	٭
۱۴	مسیح علیہ السلام	٭

بعض لوگوں نے اس نسب نامہ پر دو شبہے اور کیئے ھیں ایک یہہ کہ جب کتب عہد عتیق سے ابیہود کا زربابل کا بیٹا ھونا ثابت نہیں ھوتا تو سلسلہ یوسف کا حضرت داؤد تک نہیں پہونچ سکتا اور اس سبب سے وہ پیشین گوئی داؤد کی شاخ ھونے کی جسکے ثبوت کے ہیئے مقدس متی نے یہہ نسب نامہ لکھا تھا ثابت نہیں ھوتی *

دوسرے یہہ کہ اگر † سلمون سے بوعز راحاب کے پیٹ سے پیدا ھوا ھو اور بوعز سے عبید راعوث کے پیٹ سے اور عبید سے یشی اور ‡ یشی سے داؤد بادشاہ تو یہہ خرابی پڑتی ھی کہ سلمون بغیر کسی اختلاف کے نحشون کا بیٹا ھی اور یہہ نحشون وہ ھی جو حضرت موسی کے عہد میں § یہودیوں کا سردار تھا اور یہہ راحاب وہ ھی جو ایک فاحشہ تھی اور یوشع نبی کے عہد میں اُس نے || دو جاسوسوں کو بچایا تھا مگر زمانہ راحاب کا قریب چودہ سو پچاس برس قبل حضرت مسیح تھا اور زمانہ حضرت داؤد کا ایک ہزار پچاس برس قبل حضرت مسیح کے اس سے لازم آتا ھی کہ راحاب سے حضرت داؤد کے زمانہ تک چارسو برس کے عرصہ میں کل چار پشتیں گذری ھوں اور اتنے عرصہ میں اتنی تھوڑی پشتوں کا گذرنا بعید از قیاس ھی خصوصاً اسبات کے مقابلہ کرنے سے کہ یہوداہ سے سلمون کے زمانہ تک تین سو برس میں چھہ پشتیں گذری تھیں *

مگر یہہ دونوں شبہے بیجا ھیں پہلا شبہہ اسلیئے کہ یہودیوں کے دفتر میں جہاں سے مقدس متی نے یہہ نسب نامہ نقل کیا ابیہود زر بابل کے بیٹے کا نام لکھا تھا اور ممکن ھی کہ اُس کے کسی بیٹے کا یہہ نام بھی ہو ایک آدمی کے دو نام اکثر ھوتے ھیں *

دوسرا شبہہ اسلیئے بیجا ھی کہ یہہ چاروں پشتیں کتب ¶ عہد عتیق سے مطابقت رکھتے ھیں اور چارسو برس میں صرف چار پشتوں کا گذرنا کچھہ نا ممکن نہیں ھی *

۱۷ پس سب پشتیں ابراھیم سے داؤد تک چودہ اور داؤد سے اُسوقت تک کہ بابل کو اُٹھہ چلے چودہ اور اُسوقت سے کہ بابل کو اُٹھہ چلے مسیح تک چودہ ھیں *

† متی ۱ — ۵ —
‡ متی ۱ — ۶ —
§ کتاب اعداد ۱ — ۷ پہلا اخبارالایام ۲ — ۱۱ —
|| یوشع باب ۲ و ۳ —
¶ پہلا اخبارالایام باب ۲ —

تفسیر

یہہ حساب جو اس ورس میں لکھا ھی اُن پشتوں سے جو اس انجیل میں مذکور ھیں صحیح نہیں آتا کیونکہ اس کے بموجب ابراھیم سے داؤد تک چودہ پشتیں ھوتي ھیں اور سلیمان سے یکھنیاہ تک چودہ اور شیلتیئل سے حضرت مسیح تک چودہ نہیں ھوتیں بلکہ تیرہ ھوتي ھیں پس اگر بموجب قلمي انجیل کے جس کا ذکر ھم اوپر کرچکے ایک نام یہوالیاقیم کا صحیح سمجھا جاوے تو یہہ حساب پورا ھوجاتا ھی یعني ابراھیم سے داؤد تک چودہ اور بعد داؤد کے سلیمان سے یہوالیاقیم تک یعني اُسوقت تک کہ بابل کو اُٹھہ چلے چودہ اور یکھنیاہ سے یعني اُسوقت سے کہ بابل کو اُٹھہ چلے مسیح تک چودہ ھیں *

۱۸ یسوع مسیح کي پیدایش † اسطرح ھوئي کہ جب اُس کي ما مریم یوسف سے منسوب ‡ ھوئي اُس سے پہلے کہ وہ ھم بستر ھو وہ روح قدس § سے حاملہ پائي گئي *

تفسیر

کتاب استثنا سے || پایا جاتا ھی کہ یہودیوں میں رسم تھي کہ بیاہ سے پہلے منگني کیا کرتے تھے اور یہي قول بیوسوبر صاحب کا ھی اور ڈاکٹر ¶ لیٹ فٹ کي تحقیقات بموجب کسي عورت بني اسرائیل کي شادي نہوتي تھي جب تک کہ چند روز پیشتر اقرار منگني کا نہو لیتا تھا اسي رسم کے موافق حضرت مریم کي منگني یوسف سے ھوئي تھي اگرچہ ھماري مذھبي کتابوں میں اس منگني کا ھونا یا نہونا کچھہ مذکور نہیں ھی مگر یہہ بات قران مجید سے بالتصریح ثابت ھی کہ جب حضرت مریم کو روح القدس سے بشارت ھوئي وہ مرد سے واقف نہ تھیں اور کسي مرد نے حضرت مریم کو چھوا نہیں تھا *

سورہ آل عمران

قالت رب انی یکون لي ولد ولم یمسسني بشر —

اس ورس میں جو یہہ لکھا ھی کہ (اُس سے پہلے کہ وہ ھم بستر ھو) اس سے یہہ ثابت نہیں ھوتا کہ بعد اس کے حضرت مریم یوسف سے ھم بستر ھوئي ھوں کیونکہ منگني کے بعد حضرت مریم کا بیاہ ھونا پایا نہیں جاتا بلکہ * بسبب تقدس اور اُس بزرگي کے جو اللہ تعالی

† لوقا ۱ — ۲۶ —

‡ لوقا ۱ — ۲۷ —

§ پیدایش ۳ — ۱۵ لوقا ۱ — ۳۵ گلاتیوں کو ۴ — ۴ و ۵ —

|| استثنا ۲۰ — ۷ —

¶ تفسیر ڈائلي و منیٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۱ ع جلد ۳ صفحہ ۳ —

* تفسیر اسکاٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۱۲ ع جلد ۵ متی ۱ — ۱۸ , ۱۹ —

نے اس اعجازي حمل سے حضرت مريم کو مرحمت فرمائي تھي يوسف نے حضرت مريم کا ادب کيا اور بياہ سے باز رہا † چنانچہ بعض ديندار علماء مسيحي نے اس ورس ميں سے اس فقرہ کو کہ (قبل اس کے کہ وے ہم بستر ہوں) بعض نسخوں ميں سے قصداً نکال ڈالا تھا تاکہ حضرت مريم کي ہميشہ کي دوشيزگي پر کچھہ شبہ نہ پڑے *

عيسائيوں کے بعض فرقوں نے حضرت مريم کو بھي خدا سمجھا اور اُن کي پرستش کي قرآن مجيد ميں اللہ تعالی نے اُن لوگوں کو اسبات پر بڑا الزام ديا هي اور بعض عيسائي فرقوں نے حضرت مريم کي کچھہ بزرگي نہيں سمجھي اور کہا کہ صدف ميں سے موتي نکلتا هي مگر صدف کي کچھہ قدر نہيں هوتي ان دونوں فرقوں نے حضرت مريم کي نسبت افراط و تفريط کي هی هم مسلمان اپنے مذهب بموجب حضرت مريم کو بہت بزرگ اور مقدس اور خدا تعالی کا برگزيدہ اور سارے جہان کي عورتوں سے پاک اور بڑا سمجھتے هيں مگر خدا نہيں جانتے اور نہ اُن کي پرستش کرتے هيں کيونکہ اللہ تعالی نے قران مجيد ميں خبر دي هی کہ اے مريم اللہ نے تجھکو پسند کيا اور ستھرا بنايا اور پسند کيا تجھکو سب جہان کي عورتوں سے *

سورہ آل عمران
اذ قالت الملائکۃ يا مريم ان اللہ اصطفيک و طہرک واصطفيک علی نساء العالمين –

مقدس لوقا نے اپني انجيل ميں حضرت مريم کے حاملہ هونيکے قصہ کو زيادہ تفصيل سے لکھا هي مگر مقدس متی نے اسمقام پر مختصر اُسکا بيان کيا هی اسلیئے کہ مقدس متی کو اس انجيل ميں صرف کنواري لڑکي سے حضرت مسيح کا پيدا هونا ثابت کرنا منظور تھا اور اس کے ثبوت کو صرف مختصر بيان کافي تھا غرضکہ حضرت مريم صرف روح القدس کي جہت سے بغير واسطہ عادت انساني کے حاملہ هوئيں اور يہہ بات کہ وہ حمل کسطرح هوا اسرار الهيہ ميں سے هی جسکي کنہ دريافت هوني طاقت بشري سے باهر هی *

۱۹ تب اُس کے شوهر يوسف نے جو نيک مرد تھا اُس کي تشہير کرني نچاہ کے ارادہ کيا کہ وہ اُسے چپکے سے چھوڑ دے *

۲۰ وہ ان انديشوں ميں تھا کہ يکايک خداوند کے فرشتہ نے خواب ميں اُسپر ظاهر هوکے کہا اے يوسف ابن داؤد ‡ تو اپني جورو مريم کو اپنے پاس رکھنے سے مت ڈر اسلیئے کہ اُسکا جو حمل هي سو روح § قدس سے هی *

---

† هارن انٹرو ڈکشن مطبوعہ سنہ ۱۸۲۵ ع جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ –

‡ لوقا ۲ — ۴ –

§ لوقا ۱ — ۳۵ –

۲۱ اور وہ بیٹا جنیگي تو اُس کا نام یسوع † (یعني نجات دینے والا) رکھنا کہ وہ اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے نجات ‡ دیگا *

تفسیر

ان ورسوں میں اور ان کے بعد کے ورسوں میں حضرت مریم کو جورو اور یوسف کو شوہر کرکر لکھا ھی اس کا سبب یہہ ھی کہ یہودیوں میں منگیتر کو بیاہ نہونے کي حالت میں بھي § جورو اور شوہر کہا کرتے تھے اسي لیئے مقدس متی نے باوجود بیاہ نہونے کے حضرت مریم کو جورو اور یوسف کو شوہر کہا ھی

جب یہہ واقعہ یوسف کو معلوم ہوا تو وہ نہایت متعجب ہوا کیونکہ حضرت مریم کا حمل ایسے عجوبہ طریقہ سے ہوا تھا کہ انسان کي سمجھہ سے باہر تھا مگر یوسف نے اپني نیکي اور برد باري اور سرتاپا خوبي سے اُسکا مشہور کرنا نہ چاہا کیونکہ اگر یہہ بات اسطرحپر ہوتي جس طرح کہ یوسف کے دل میں وہم ہوا تھا تو یہودي شریعت کے بموجب حضرت مریم کو سنگسار || کرنے کي سزا دي جاتي اسلیئے یوسف نے چاہا کہ چپ چپاتے اُس منگني کو چھوڑ دے مگر اللہ تعالی نے حضرت مریم کي ستھرائي اور برگزیدگي ظاہر کرنے اور یوسف کے دل کا شک مٹانے کو اپنا فرشتہ خواب میں یوسف پاس بھیجا اور اُس فرشتہ نے کہا کہ تو مریم کو مت چھوڑ اور کچھہ اندیشہ مت کر کیونکہ وہ روح قدس سے حاملہ ھی اس الہام سے یوسف کے دل کا شک مٹ گیا اور حضرت مریم کے تقدس کا اُس کو یقین ہوا اور اُسنے اُن کو اپنے پاس رہنے دیا *

فرشتہ کا یہہ کہنا کہ اور جو وہ بیٹا جنیگي تو اُس کا نام یسوع یعني نجات دینے والا رکھنا یہہ اُس بات کي پیشین گوئي تھي جو حضرت مسیح سے ہونے والي تھي کیونکہ تمام بني اسرائیل گناہوں میں پھنس گئے تھے صرف شریعت کے ظاہري احکام کو کچھہ کچھہ بطور رسم کے کیا کرتے تھے اور روحاني پاکیزگي اور روحاني سعادت مندي سے جسپر درحقیقت حیات ابدي منحصر ھی بالکل بے بہرہ ہوگئے تہے حضرت مسیح علیہ السلام سے پھر وہ روحاني نیکي زندہ ہوئي اور جس نے اُس کي پیروي کي نجات پائي *

۲۲ پس اسیطرح جو کچھہ خداوند نے نبي ¶ کي معرفت سے کہا تھا پورا ہوا *

† لوقا ۱ — ۳۱ ۲ — ۲۱ —
‡ اعمال ۴ — ۱۲ تیطس ۲ — ۱۴ —
§ استثنا ۲۲ — ۲۳ , ۲۴ —
|| استثنا ۲۲ — ۲۳ —
¶ اشعیاہ ۷ — ۱۴ —

۲۳ کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور ایک بیٹا جنیگی اور اُسکا نام عمانوئیل رکھا جائیگا جسکا ترجمہ یہہ ہی کہ ہمارے ساتھہ خدا † *

تفسیر

یہہ پیشین گوئی سات سو برس قبل ولادت حضرت مسیح کے اشعیاہ نبی نے آحاز بادشاہ یہوداہ کو کی جبکہ رصین بادشاہ آرم وپقح پسر رملیاہ بادشاہ اسرائیل نے اورشلیم پر چڑھائی کا ارادہ کیا تھا *

اس ورس میں وہ عبری لفظ جس کے معنی کنواری کے لیئے ہیں (علمہ) ہی مگر یہودی اسپر تکرار کرتے ہیں اور وہ جوان عورت کے معنی بتاتے ہیں اور ترجمہ اکوئلا میں بھی جو سنہ ۱۲۹ ع میں ہوا اور ترجمہ تیدو ڈوشن میں بھی جو سنہ ۱۷۵ ع میں ہوا اور ترجمہ سمتدیکس میں بھی جو سنہ ۲۰۰ ع میں ہوا اُسکا ترجمہ جوان عورت کیا ہی اور بیبل میں بھی بعض لوگوں نے صرف ایک ‡ جگہہ جوان عورت کے معنی کیے ہیں *

مگر یہہ تکرار یہودیوں کی درست نہیں ہی اصلی § معنی اس لفظ کے (پوشیدہ) کے ہیں اور چونکہ یہودی اپنی کنواری لڑکیونکو لوگوں سے چھپاتے تھے اسلیئے یہہ لفظ کنواری لڑکی کے معنی میں بولا جاتا تہا چنانچہ کتب عہد عتیق میں || کئی جگہہ یہہ لفظ آیا ہی اور اُس کے معنی کنواری کے ہیں لیکن اگر کہیں ایسا قرینہ ہو کہ اُس کے سبب جوان عورت سمجھی جاوے تو اصلی استعمال سے پھر کر بطور مجاز جوان عورت کے معنی لیتے ہیں مگر اس ورس میں کوئی ایسا قرینہ نہیں بلکہ برخلاف اُس کے قرینہ ہی کیونکہ اشعیاہ نبی نے معجزہ بتایا ہی اور وہ معجزہ جب ہی ہوتا ہی جب کنواری بیٹا جنے اسلیئے اس جگہہ بلاشبہ کنواری کے معنی ہیں نہ (میق) یعنی جوان عورت کے اور کچھہ شبہ نہیں کہ اُن پہلے تینوں مترجموں نے اسکے ترجمہ میں غلطی کی چنانچہ سبتو ایجنٹ میں جس کو بہتر علماء یہود نے ملکر ترجمہ کیا اس لفظ کا اسمقام پر کنواری ترجمہ کیا ہی *

بعضے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اشعیاہ نبی نے خبر دی تہی کہ کنواری جو بیٹا جنیگی اُس کا نام عمانوئیل رکھا جاویگا مگر مسیح کا یہہ نام نہیں رکھا گیا بلکہ یوسف نے فرشتہ کے الہام سے یسوع نام رکھا تو پھر یہہ پیشین گوئی یسوع مسیح پر کیونکر صادق آتی ہی *

مگر یہہ شبہ بیجا ہی کیونکہ یسوع حضرت مسیح کا علم یعنی بمنزلہ ذاتی نام کے ہی اور عمانوئیل اسماء صفات میں سے ہی جیسےکہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام

† یوحنا ۱ — ۱ و ۱۴ پہلا تمہتی ۳ — ۱۶ *
‡ امثال ۳۰ — ۱۹ *
§ تفسیر اسکاٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۱۳ ع جلد ۴ اشعیاہ ۷ — ۱۴ *
|| پیدایش ۲۴ — ۴۳ خروج ۲ — ۸ زبور ۶۸ — ۲۵ *

محمد اسم ذات هی اور احمد اور شفیع اور بشیر اور وکیل اور رسول اسماء صفات میں سے هی اور اگلے نبیوں کي پیشین گوئي آنے والے نبي کے لیئے اسیطرح بطریق کنایه اور اشارہ هوتي هی تاکه جو لوگ اُس پر یقین کر کر ایمان لاویں نجات پاویں اس میں حکمت الهي یهه هی که اگر آنے والے نبي کي ایسي صاف نشاني بیان کي جاوے جس میں کسي کو شبهه نرهے تو جو درجه ایمان والوں کو اپنے یقین پر ایمان لانیکا هی وہ باقي نرهے اس لیئے اشعیاہ نبي نے حضرت یسوع کے اسماء صفات میں سے نام بتایا اور کنواري لڑکي سے پیدا هونیکا پته دیا که یهه پته کسي دوسرے پر صادق هي نهیں آسکتا *

عمانوئیل کے معني عیسائي مفسروں نے لکھے هیں که † همارے ساتهه خدا یا خدا اور آدمي ایک جسم میں یا ایک الهي هستي گوشت میں بنائي گئي رهنے کو انسان میں مگر هم مسلمان اس کے معني یوں بیان کرتے هیں که همارے ساتهه کلمة الله جسم انساني میں یا روح الله هستي انسان میں *

پهر بعض ‡ عیسائي مفسروں نے اس لفظ کي که "همارے ساتهه خدا" یهه توضیح کي هے که یهه نام کسي سے موافقت نهیں رکهتا مگر اُس سے جو هی خدا اور آدمي دونوں اور مسیح کو یهه دونوں باتیں حاصل تهیں که اول تو وہ ٹهیک ٹهیک خدا هی اور نیز همارے ساتهه جو انسان هیں جیتا اور رهتا هی *

مگر هم مسلمان اس توضیح کو قبول نهیں کرتے کیونکه عمانوئیل اسلیئے یسوع کا نام بتایا که وہ صفت (خدا ساتهه همارے) خود اُن میں موجود تهي نه آوروں میں پس اس سبب سے که مسیح همارے ساتهه جو انسان هیں جیتا اور رهتا تها عمانوئیل پکارا نهیں جاسکتا کیونکه اسماء صفات کا یهه دستور هی که جو صفت اُس شخص میں هوتي هی اُسکے اعتبار سے وہ نام صفتي رکها جاتا هی اور جتنے اسماء صفات § بیبل میں مذکور هیں اسي اعتبار سے رکهے گئے هیں *

بعض لوگوں نے اس پیشین گوئي پر ایک آؤر اعتراض کیا هی که یهه پیشین گوئي حضرت مسیح کے پیدا هونیکي پیشین گوئي نهیں هی کیونکه احاز یهود کے بادشاہ کے وقت میں رصین بادشاہ ارم اور افریم نے جو باهم متفق تهے اور فقح بادشاہ اسرائیل نے اورشلیم پر چڑهائي کرني چاهي اُسوقت اشعیاہ نبي نے خبر دي که وہ فتح نهیں پاوینگا اور یهه نشاني بتائي که ایک عورت بچه جنے گي اور اُس لڑکے کے هوشیار هونے سے پهلے اُن دونوں بادشاهوں کي سلطنت برباد هوجاویگي پس ضرور هی که وہ لڑکا احاز هي کے وقت میں پیدا هوا هو

---

† تفسیر ڈائلي و منٹینٹ مطبوعه سنه ۱۸۵۶ ع جلد ۲ صفحه ۲۳۰ ـ

‡ تفسیر اسکاٹ مطبوعه سنه ۱۸۱۴ ع جلد ۴ اشعیاہ ۷ ـــ ۱۴ ـ

§ پیدایش ۲۵ ـــ ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ متي ۱ ـــ ۲۱ ـ

چنانچہ (ماہیر شالال حاش بز) پیدا ہوا اور اُس کے پیدا ہونے پر شہادت نامہ لکھا گیا اور اُسي کو عمانوئیل کہا یعني ہمارے ساتھہ خدا ہی کہ ایسے سخت دشمنوں کے ہاتھہ سے محفوظ رہینگے اس وقت میں حضرت مسیح کے پیدا ہونیکي پیشین گوئي سے جو سات سو برس بعد اس حادثہ کے ہوئي کیا مطلب تھا *

مگر یہہ اعتراض صحیح نہیں اور اس میں کئي غلطیاں ہیں *

اول یہہ کہ جس لفظ کے معني معترض نے عورت کے سمجھے ہیں وہ غلط ہیں بلکہ اُس کے معني کنواري کے ہیں اور اس کي تفصیل ہم ابھي بیان کرچکے *

دوسرے یہہ کہ صفت عمانوئیل کي حضرت مسیح ہي پر ٹھیک آتي ہی نہ (ماہیر شالال حاش بز) پر *

تیسرے یہہ کہ معترض نے ان ورسوں کے معني سمجھنے میں غلطي کي ہی کیونکہ احاز نے کچھہ نشاني † نہ چاہي تھي بلکہ خود خدا نے خاندان داؤد کي حفاظت اور سلامتي کي نشاني دي تھي اس لیئے خدا تعالے کي حکمت اور رحمت سے بہت بعید تھا کہ صرف اس ظاہري بادشاہت کي نشاني دیتا بلکہ ضرور تھا کہ اول روحاني بادشاہت کي نشاني دیتا جو اصلي سلامتي داؤد کے خاندان کي تھي اسلیئے اولاً حضرت مسیح کے پیدا ہونے کي خبر دي اور پھر احاز کے ملک کي حفاظت کي نشاني بتلائي کہ جتنے دنوں میں پیدا ہوا ہوا لڑکا بھلائي برائي جان سکے اُس سے پہلے احاز کے مخالف برباد ہوجاوینگے پس ‡ یہہ اخیر فقرہ احاز پر جو آفت تھي اُس کے دور ہونے کي پیشین گوئي سے متعلق ہی اور اگلے فقرہ حضرت مسیح سے اُسي لیئے ماہیر شا لال حاش بز کے پیدا ہونے پر شہادت نامہ لکھا گیا تاکہ نو پیدا لڑکے کي تاریخ ولادت سے اُس کے ہوشیار ہونیکے زمانہ تک احاز کے مخالفوں کے برباد ہونے کي پیشین گوئي کي تصدیق ہو جاوے *

---

۲۴ تب یوسف نے سوتے سے اُٹھکر جیساکہ خداوند کے فرشتہ نے کہا تھا کیا اور اپني جورو کو اپنے ہاں لے آیا *

۲۵ پر جبتک کہ وہ اپنا پہلا بیٹا نہ جني اُسے نجانا اور اُسکا نام یسوع § رکھا *

تفسیر

اس چوبیسویں ورس میں جو یہہ اُردو ترجمہ کیا ہی کہ (اپني جورو کو اپنے ہاں لے آیا) یہہ ترجمہ صحیح نہیں ہی بلکہ صحیح ترجمہ یہہ ہی کہ (اپني جورو کو اپنے میں لے لیا)

---

† اشعیاہ ۷ — ۱۲ و ۱۴ —

‡ اشعیاہ باب ۷ — ۱۶ —

§ لوقا ۲ — ۲۱ —

يعني أسكو چھوڑ نہيں ديا جيسا که پہلے اراده کيا تها چنانچه عربي ترجمه جو سنه ۱۸۱۱ع ميں چھپا هی أسکا بهي يهي مطلب هی اور وہ ورس بجنسه حاشيه پر ثبت هی اور أردو ترجمه أسکا يهه هی (پهر أتها يوسف نيندہ سے اور کيا جس طرح که حکم کيا أسکو فرشته خدا نے اور ليا مريم اپني جورو کو) *

فقام يوسف من النوم وصنع کما امره ملاک الرب واخذ مريم امرته —

پچسويں ورس ميں جو پہلا بيٹا يعني پہلونٹے کا لفظ آيا هی اس سے يهه مراد نهيں هی که حضرت مريم سے حضرت مسيح کے بعد اور کوئي لڑکا بهي پيدا هوا بلکه پہلونٹے کا لفظ صرف يهوديوں کي عادت کے موافق بولا گيا هی کيونکه بموجب † يهودي قانون کے تمام حقوق پہلونٹے بيٹے سے متعلق هوتے تهے اور جو بيٹا مستحق أن حقوق کا هوتا تها أسکا نام پہلونٹا اسطرح پر رکها جاتا تها که وہ بدلا نجاوے خواہ أس کے بعد اور اولاد هوتي رهي يا نهيں اسي رواج کے بموجب مقدس متي نے حضرت مسيح کو پہلونٹا بيٹا کہا پس اس سے يهه ثابت نهيں هوتا هی که حضرت مريم کا اور کوئي بيٹا بهي تها چنانچه ‡ بعض ديندار علماء مسيح نے اس ورس ميں سے پہلونٹے کا لفظ بعض انجيل کے نسخوں ميں سے قصداً نکال ڈالا تها تاکه کوئي شخص حضرت مريم کے هميشه کنواري رهنے پر شبهه نه لاوے *

اس ورس ميں جو يهه عبارت هی که (جبتک وہ اپنا پہلا بيٹا نه جني يوسف نے أسے نجانا) اس سے يهه مطلب نهيں هی که بعد پيدا هوئے حضرت مسيح کے يوسف نے حضرت مريم سے زن وشوي کا معامله کيا کيونکه يهه قيد صرف اس واسطے لگائي گئي هی تاکه حضرت مسيح کا کنواري سے پيدا هونا يقيني جانا جاوے جيسا که اسي مطلب کے ليئے اتهارهويں ورس ميں بيان هوا تها که (أس سے پہلے که يوسف سے هم بستر هو روح قدس سے حامله پائي گئي) *

---

† تفسير ڈائلي ومئينٹ مطبوعه سنه ۱۸۵۶ ع جلد ۳ صفحه ۵ —

‡ هارن انٹرو ڈکشن مطبوعه سنه ۱۸۲۵ ع جلد ۲ صفحه ۳۲۳ —

دوسرا باب

---

۱ جب یسوع ھیرود شاہ کے وقت میں یہودیہ کے بیت لحم † میں پیدا ھوا کئی ایک مجوسیوں نے پورب کی طرف سے یروشالم میں آکر کہا *

۲ کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ‡ ھوا ھی کہاں ھی ؟ کہ ھم نے پورب سے اُس کا ستارہ § دیکھا ھی اور اُس کے سجدہ ‖ کے لیئے آئے ھیں *

تفسیر

ھیرود اعظم ایک بڑا ظالم اور بے رحم یہودی بادشاہ تھا جس کے وقت میں حضرت عیسی علیہ‌السلام پیدا ھوئے ۔ اسکی بادشاھت اسطرح پر ھوئی تھی کہ پانسو پینتیس برس پیشتر پیدایش حضرت مسیح سے یہودیوں نے بابلن کی قید سے رھائی پائی دوسو برس تک یہودی ایران کے بادشاھوں کے تابع رہے پھر سکندر اعظم شاہ ماسدن یعنی مقدونیہ نے ایران کی سلطنت کو تہ و بالا کرڈالا اُسکی وفات پر خاندان سلوسائڈی سریا میں سلطنت کرنے لگا اور ٹالمیز مصر میں اُس کے بعد این‌ٹیوکس اعظم شاہ سریا نے ٹالمیز سے صوبجات کولو سریا اور فلسطین کو چھین لیا اور اُس کے بھتیے ای پی فانیز نے مصر کو فتح کرلیا ۔ اور ایکسو ستر برس پیشتر حضرت مسیح کے اُس نے یہودیوں پر بہت سخت اور غضبناک حملہ کیا اور یروشلیم کو لوٹا اور خراب کیا اور چالیس ھزار باشندوں کو تباہ و برباد کرڈالا اور خدا کی عبادت گاہ کو دیوتا جوبی‌ترا‌ولمپس کے نام کا کیا ۔ اُس کے ظلم اور بیرحمیوں کے سبب میکی بیز کے خاندان نے یہودیوں کی مدد سے مقابلہ کیا اور سریا والونکو نکال دیا اسی خاندان کا نام ایس‌مونین ھی جو ایس‌مونیس افسر خاندان کے نام سے پکارا جاتا ھی *

اس جمھوری سلطنت کی حفاظت کے لیئے جو ٹس‌میکی‌بیس نے رومیوں سے دوستی پیدا کی اُس کے مرنے کے بعد جانی‌تھن اور سائیمن اور جان‌ھرکی‌نس جانشین ھوئے

---

† لوک ۲ — ۴ و ۷ —

‡ متی ۲۱ — ۵ زبور ۲ — ۶ اشعیاء ۹ — ۶ و ۷ —

§ اعداد ۲۴ — ۱۷ —

‖ یوحنا ۵ — ۲۳ —

اُنھوں نے ادیو میئز اور ایرس توبولس کو مطیع کیا جس نے لقب سکندر جے نیس کا اختیار کیا تھا پومپی نے اس بادشاہ کی بیوہ سکندرہ کو اور ایرس توبولس پسر صغیرالسن کو جلاوطن کردیا تھا اور ھرکی نس کو حکومت دی تھی مگر تاج رکھنے کی اجازت نہ تھی اور اسی شخص نے تمام قوم کو رومیوں کا خراج گذار بنایا تھا ھرکی نس کا وزیر این تی پیٹر قوم ادیومیئز سے تھا اُس نے رومیوں سے ربط پیدا کرکر اپنے بیٹے ھیرود کے لیئے جو اخیر کو ھیرود اعظم کہلایا جلیل کی حکومت حاصل کی ھیرود نے میری ایمن سے جو ھرکی نس کی پوتی تھی شادی کی اور مارکھہ این تو نے رومی جنرل کی عنایت سے یہودیہ کی بادشاھت پر تصرف کرلیا چونتیس برس اس ھیرود نے سلطنت کی اُس کے تینتیسویں سال جلوس میں حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے اُس کے دوسرے برس بیت لحم کے اطفال کے قتل کرنے کے بعد یہہ بادشاہ مرگیا *

اپنے مرنے سے پہلے اس بادشاہ نے اپنے ملک کی تقسیم کی وصیت کی تھی اُس وصیت کو اغسطس قیصر نے مستحکم کیا . اس ھیرود اعظم کی پانچ بیویاں تھیں چار بیویوں سے جو اولاد تھی اُسکی تفصیل اس مقام پر لکھی جاتی ھی کیونکہ اُن کا ذکر عہد جدید کی کتابوں میں اکثر جگھہ آتا ھی *
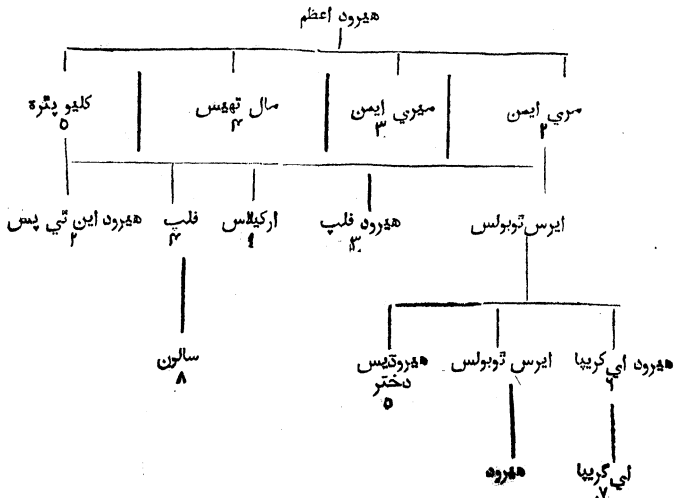
۱ هیرود اعظم کے مرنے کے بعد ارکہلاس پاس یہودیہ کا ملک تھا جبکہ یوسف مصر سے واپس آیا تو یہودیہ کا † بھي بادشاہ تھا *

۲ هیرود ‡ اینتي پس اتوریا اور تیبري کونتس کا حاکم تھا اور جلیل کي حکومت بھي اسیکو تھي اسي کے پاس پلات نے حضرت عیسی علیہ‌السلام کو بھیجا تھا اور اسي نے حضرت یحی علیہ‌السلام کے سر کاتنے کا حکم دیا تھا *

۳ هیرود فلپ کو ایک خاص مرتبہ بادشاہ زادوں کا ملا هوا تھا *

۴ فلپ § اتوریہ اور ملک ترا خونتي کا بادشاہ تھا *

۵ هیرودیس پہلي جورو تھي هیرود فلپ کے اور اپنے خاوند کے جیتے جي هیرود اینتي پس سے شادي کرلي تھي || جسکے سبب اُسکو قابو ملا حضرت یحی علیہ‌السلام کے قتل کا *

۶ هیرود اي گریپا پوتا تھا هیرود اعظم کا - شہنشاہ کیلي کولہ نے اُسکو تري کونتس اور اباے لین کا حاکم کیا تھا اور شہنشاہ کلادیس نے یہودیہ کي بادشاهت اور دیدي تھی ¶ اسي بادشاہ نے جیمس حواري کو قتل کروایا تھا *

۷ جبکہ یہہ شخص مرگیا تو * یہودیہ میں رومي گورنر مقرر هوا اور اُسکے بیتے اي گریپا دوم کو صرف تري کونتس اور اي بائلن کي حکومت ملي اسکے سامنے ‡ سینت پال نے اپنے عیسائي هونے کي وجھہ بیان کي *

۸ سالوم بیتا هی هیرود فلپ †† کا هیرودیس بیتي ایریس تو بولس کے پیت سے *

(یہودیا کے بیت‌اللحم میں) یہودیا کے شہروں میں یہہ شہر بہت چھوتا اور نہایت کمینہ هی . یرو شلیم سے جنوب کي طرف چھہ میل کا فاصلہ رکھتا هی مگر بسبب پیدایش حضرت مسیح علیہ‌السلام کے تمام یہودیہ کے شہروں میں سب سے بڑي عزت والا هوا هی . عیسائي اس شہر میں بطور حج کے جاتے هیں اور وهاں کے مجاور حضرت مسیح علیہ‌السلام کے پیدا هونے کي جگھہ بتاتے هیں اور ایک مہد دکھاتے هیں اور کہتے هیں کہ جب حضرت مسیح پیدا هوئے تھے تو اسي میں رکھے گئے تھے *

(کئي ایک مجوسي) جس لفظ کا ترجمہ اسمقام پر مجوسي کیا هی انگریزي ترجمہ میں وهاں ویز من کا لفظ هی جس کے معني دانا آدمي کے هیں اور رومي لفظ مي جي هی

---

† متی ۲ — ۲۲ —

‡ متی ۱۴ — ۱ و ۳ و ۶ مارک ۶ — ۱۴ لوک ۳ — ۱ و ۱۹ —

§ لوک ۳ — ۱ —

* اعمال ۱۲ — ۲۳ —

|| متی ۱۴ — ۳ لغایت ۱۰ —

‡ اعمال باب ۲۵ و ۲۶ —

¶ اعمال ۱۲ — ۱ و ۲ —

†† متی باب ۶ — ۱۷ —

جس سے مجوسیئین نکلا ہی اب یہہ لفظ اچھے معنوں میں مستعمل نہیں بلکہ جادو گر کے معنی میں بولا جاتا ہی ۔ مگر یہہ لوگ جو آئے تھے ان پر حقارت سے نہیں بولا گیا ہی کیونکہ یہہ لوگ قدیم حکماء کے فرقہ میں سے تھے اور اپنے مذھب کے پیشوا اور مقتدا گنے جاتے تھے اور نجوم اور علم کی تحصیل میں مصروف رہتے تھے ۔ غالباً یہہ لوگ زرتشت کے مذھب کے تابع تھے جو پارسیوں کا مذھب ہی مگر انکے دلکو خدا نے اپنی رحمت سے خاص ھدایت کی تھی جس کے سبب وہ حضرت مسیح کو یرو شلیم میں ڈھونڈتے آئے ۔ بعضے لوگوں کی یہہ غلط راے ھی کہ یہہ مجوسی عرب سے آئے تھے اُن کا ارادہ یہہ ھی کہ بہترویں زبور کی دسویں آیت اور اشعیاہ نبی کے ساٹھویں باب کی چھٹی آیت کی پیشین گوئی ان پر صادق کریں مگر یہہ ایک غلط راے ھی کسلیئے کہ اگر ایسا ھوتا تو خود مقدس متی اُن پیشین گوئیوں کی طرف اشارہ فرماتے *

صحیح یہہ ھی کہ یہہ لوگ مجوسی تھے قدیم ایرانی اور ایران سے جو ٹھیک یہودیہ کے پورب میں ھی آئے تھے ایران ھی میں قدیم سے حکمت اور نجوم اور ھیئت کا چرچا تھا اور وھاں کے لوگ ان علموں میں بہت مشہور تھے اور وھی لوگ ٹھیک می جی کہلاتے تھے *

(یرو شلیم) ایک شہر کا نام ھی جہاں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان نے مسجد بنائی جسکو ہم مسلمان بیت المقدس اور مسجد اقصی کہتے ھیں ۔ پہلے یہودیہ کا دارالخلافہ ھبرن تھا حضرت † داؤد علیہ السلام نے یبوس قوم سے جو کافر تھی فتح کرکر یہاں دارالخلافہ بنایا اور صندوق شہادت کو جسے ہم مسلمان تابوت سکینہ کہتے ھیں یہاں لاکر رکھا ۔ یہہ مسجد نہایت متبرک ھی تمام اھل کتاب کا قبلہ اسی طرف تھا پہلے پہل ہم مسلمانوں کا قبلہ بھی اسیطرف تھا ۔ ھمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین مسجدوں کی زیارت کے لیئے سفر کرنے کی اجازت دی ھی اُن میں سے ایک یہہ مسجد بھی ھی *

یہہ نام دو لفظوں سے بنا ھی شلیم سے جس کے معنی امن کے ھیں اور یرو سے جو مشتق ھوا ھی یرش سے جسکے معنی قبضہ کے ھیں یا مشتق ھوا ھی یارہ سے جس کے معنی بنیاد کے ھیں دونوں صورتوں میں یروشلیم کے معنی ھیں جاے امن کے *

ہم مسلمان اس جگہہ کو بیت المقدس اسلیئے کہتے ھیں کہ ‡ وھاں گناھوں سے پاکیزگی حاصل ھوتی تھی اور مسجد اقصی اسلیئے کہتے ھیں کہ مکہ معظمہ سے بہت فاصلہ پر ھی اللہ تعلی نے قرآن مجید میں فرمایا ھی کہ مسجد اقصی کے گردا گرد کو ھمنے برکت دی ھی اور اُسکا نام ارض مقدس بھی آیا ھی کیونکہ وہ زمین شرک سے پاک ھوئی ھی اور نبیوں کے رھنے کی جگہہ بنی ھی *

سورہ بنی اسرائیل آیت ۱ المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ ـ

† ۲ سموئیل ۵ — ۱ اخبار ۱۱ — ۶ ۱ تواریخ ۱۱ ۲ — ۷ ۱ تاریخ ۱۱ — لغایۃ ۷ —

‡ جواھرالقرآن —

(یہودیوں کا بادشاہ) اس بادشاہت سے دنیا کي بادشاہت مراد نہیں ھی بلکہ روحاني بادشاہت مراد ھی یہودي غلطي میں پڑے جو اس بادشاہت سے دنیا کي بادشاہت سمجھے ۔ مسلمان اس لفظ سے دلیل پکڑتے ھیں کہ حضرت عیسی علیہ‌السلام صرف بني اسرائیل کي ھدایت کو آئے تھے *

(پورب سے اُسکا ستارہ دیکھا ھی) اس سے یہہ مطلب نہیں ھی کہ اُن مجوسیوں نے اُس ستارہ کو پچے مشرق میں دیکھا تھا بلکہ وہ لوگ یہودیا سے مشرق کي طرف کے رھنے والے تھے وھاں سے اُنھوں نے اس ستارہ کو دیکھا تھا یعني اپنے ملک سے غرب کو *

حقیقت میں یہہ ستارہ شان رباني کي روشني تھي جسکو اللہ تعالی نے خاص اُن لوگوں کي ھدایت کے لیئے اُن پر ظاھر کیا تھا جسطرح † کہ مصر سے نکلتے وقت بني اسرائیل کے روبرو دن کو بادل کا ستون اور راتکو آگ کا ستون راہ بتاتا چلتا تھا اور کچھہ تعجب نہیں کہ یہہ روشني وھي رباني روشني ھو جو حضرت مسیح کي پیدایش کي رات کو گدریوں ‡ پر چمکي اور بسبب فاصلہ پر ھونے کے ان لوگوں کو چھوٹے سے ستارہ کي مانند دکھائي دي *

یہہ مجوسي علم ھیئت اور نجوم کے بڑے عالم تھے اُنھوں نے اپنے علم کے سبب یہہ بات جان لي کہ یہہ روشني جو بطور ستارہ کے دکھائي دیتي ھی کوئي آسماني ستارہ نہیں ھی اور نہ کوئي ایسي چیز ھی جو آسمان یا زمین یا ھوا کي پیدایش سے علاقہ رکھتي ھو بلکہ ایک کراماتي روشني ھی اور حساب کي روسے اُنھوں نے جان لیا کہ یہہ روشني یہودیا کے ملک پر ھی اور تمام مشرقي ملکوں میں یہودیوں کے سبب سے اگلے پیغمبروں § کي پیشین گوئیاں مشہور تھیں کہ یہودیہ میں سے ایک بادشاہ پیدا ھونے والا ھی جو تمام بني اسرائیل پر حکومت کریگا اسلیئے اُن مجوسیوں نے جانا کہ یہودیہ پر یہہ رباني روشني اُسي موعود بادشاہ کے پیدا ھونے کي ھی *

ظاھرا معلوم ھوتا ھی کہ یہہ روشني قریب دو برس کے روشن رھي کیونکہ جب یہہ مجوسي ‖ یروشلیم میں پہونچے ھیں جبتک یہہ روشني موجود تھي پس بعضے لوگ یہہ اعتراض کرتے ھیں کہ اگر اسطرح کي روشني یا ستارہ یہودیا کے ملک پر نکلا ھوتا تو یورپ اور ایشیا اور ایفریقہ کے بہت سے ملکوں میں دکھائي دیتا اور ھر ملک کے مورخ او اھل ھیئت اپني تاریخوں اور زائچوں میں اُسکا ذکر لکھتے علی‌الخصوص اھل فارس جنکے

---

† خروج ۱۳ — ۲۱ —

‡ لوک ۲ — ۹ —

§ اعداد ۲۴ — ۱۷ میکہ ۵ — ۲ —

‖ متي ۲ — ۹ —

هلی اُس زمانه میں علم هیئت کی تحصیل کا بڑا چرچا تھا حالانکه اس واقعه کی بابت اس قسم کی کوئی شهادت کسی ملک کی تاریخ میں نهیں هی *

مگر یهه ایک بیهوده خیال هی یهه روشنی شان ربانی کی روشنی تھی وهی شخص اس پاک چیز پر نگاه ڈالنے کی لیاقت رکھتا تھا جسکا دل روحانی تجلی سے روشن هوچکا تھا نه هر کوئی پھر اگر الله تعالی نے صرف اُنہی لوگوں کو دکھائی هو جو اُس کے دیکھنے کے لایق تھے تو کیا عجب هی *

علاوه اس کے بهت سے ایسے واقعات عجیب دنیا میں هوئے هونگے جنکا ذکر تاریخ کے ذریعه سے همکو نه پهنچا هو خواه تو بسبب نه دستیاب هونے ایسی کتابوں کے جن میں اُسکا ذکر هو خواه اس سبب سے که کسینے اُس کے لکھنے اور منضبط کرنے پر توجهه نکی هو *

---

۳ تب هیرود بادشاه اور یروشلیم کے سب رهنے والے یهه سنکر گھبرائے *

۴ اور اُسنے سب سردار امام اور لوگوں کے کاتبوں کو بلاکے اُن سے پوچھا که مسیح کهاں پیدا هوگا ؟ *

۵ اُنهوں نے اُس سے کها که یهودیا کی بیت‌لحم میں اسلیئے که نبی کی معرفت یوں لکھا گیا هی *

۶ که اے یهودیا کی زمین † بیت لحم تو یهودیا کے بڑے شهروں میں هرگز چھوٹا نهیں هی کیونکه تجھه میں سے ایک بادشاه نکلیگا جو میرے ‡ اسرائیل لوگوں پر بادشاهت § کریگا *

تفسیر

(گھبرائے) یهودیوں کے بادشاه پیدا هونے سے هیرود کے دلمیں حضرت مسیح کی روحانی بادشاهت کا کچھه خیال نه آیا بلکه وه دنیا کا بادشاه هونا سمجھا اور اسی بات کا خوف کرکر وه گھبرایا ۔ یروشلیم کے باشندے یا تو اس خبر کی خوشی کے مارے گھبرائے یا اُنکو یهه اندیشه هوا که دیکھیئے ایسا شخص جو پیدا هوا هی اُس کا نتیجه کیا هو مگر غالباً اُنکا گھبرانا اسوجهه سے تھا که هیرود کے ظلم اور بے رحمی سے وه بخوبی واقف تھے اُنهوں نے خیال کیا که جب اس ظالم کو یهودیوں میں اپنے خیالی رقیب کے پیدا هونے کا یقین هوا هی تو دیکھیئے که یهودیوں پر وه کیا کیا ظلم کریگا *

(سردار امام) یهه ترجمه هی چیف پریسٹ یا هائے پریسٹ کا امام اُن لوگوں سے مراد هی جو معبد کے خادم تھے اور لوگوں کی طرف سے قربانی چڑھاتے تھے حضرت موسی

---

† میکه ۵ — ۲ یوحنا ۷ — ۴۲ —

‡ لوقا ۱ — ۴۴ —

§ اشعیاه ۳۰ — ۱۱ ارمیاه ۲۳ — ۵ و ۷ یوحنا ۱۰ — ۱۱ —

علیہ‌السلام کي شریعت سے پہلے ہر ایک شخص اپني قرباني آپ چڑھاتا تھا اور ہر ایک خاندان کا بزرگ اُس خاندان کا امام ہوتا تھا جبکہ حضرت † موسی نے معبد کي خدمت خاص حضرت ہارون کي اولاد پر مقرر کي جب سے قربانیوں کا چڑھانا اُنہي پر منحصر ہوا جو ان عہدوں پر مقرر ہوتے تھے ۔ یہودیوں میں یہہ عہدہ بہت معزز تھا انہي کي معرفت کفارہ گناہوں کا دیا جاتا تھا انکي پوشاک ایک خاص وضع کي ہوتي تھي اور جو ان میں سردار ہوتا تھا اُسکے لیئے جدا تمغہ تھا یہہ لوگ دنیاوي رسومات سے پرہیز کرتے تھے شراب یا اَوْر کوئي نشہ کي چیز نہیں پیتے تھے عبادت خانہ کا تمام سامان انکے اختیار میں رہتا تھا اور عبادت خانہ میں روشني کرني اور خوشبوئي ‡ کا جلانا اور قرباني سوختني کے لیئے آگ کا مہیا رکھنا انکا کام تھا انکے لیئے سب لوگوں پرحقوق مقرر تھے اور کچھہ ملک بھي اُنکے خرچ کے لیئے انکے پاس تھے ۔ یہي امام لوگوں کو تعلیم کرتے تھے اور یہودي شریعت کے بموجب انہي سے فتوی پوچھا جاتا تھا لڑائي § میں عبادت خانہ کا ناقوس بجاتے تھے حضرت داؤد علیہ‌السلام نے ان لوگوں کو چوبیس جماعتوں میں تقسیم کیا تھا اور ہر ایک شخص اپني اپني ترتیب میں قایم ہوتا تھا *

(لوگوں کے کاتبوں کو) انگریزي زبان میں یہہ لوگ سکرائبز کہلاتے ہیں ۔ کاتب کسي خاص فرقہ کا لقب نہیں تھا بلکہ جولوگ عہد عتیق کي کتابوں کو خاص کر لکھتے اور پڑھتے تھے اور اُسکے دقایق اور مشکلات کے حل کرنے پر مصروف تھے اور لوگوں کو کتب مقدسہ کي تعلیم بھي کرتے تھے وہ لوگ کاتب کہلاتے تھے *

پہلے پہل یہہ لقب بادشاہ کے منشي کا تھا پھر ہر ایک شخص کا لقب ہوگیا جو بہت بڑا منشي اور عالم ہو ۔ اور جو کہ امام اور کاتب بسبب زیادہ مشغول رہنے کے تحصیل علوم کتب مقدسہ میں اُنکے دقایق اور مضامین سے بخوبي واقف اور آگاہ تھے اسلیئے مشکل اور ضرورت کے وقت یہہ لوگ بلائے جاتے تھے تاکہ بلحاظ اگلے پیغمبروں کي پیشین گوئیوں کے اُنکي مشکلات کے حل کي کوئي تدبیر بتاویں یا کسي پیشین گوئي کا صحیح مطلب بیان کریں اسي ارادہ سے ہیرود بادشاہ نے سردار امام اور کاتبوں کو جمع کیا تھا ۔ اس میں صرف وہي لوگ نہ تھے جو عبادت خانہ کے عہدوں پر مقرر تھے بلکہ سب امام چوبیسوں فرقوں کے اور سب کاتب جمع کیئے تھے تاکہ حضرت مسیح کے پیدا ہونے کي جگہہ بتاویں *

---

† خروج ۲۹ — ۴ اعداد ۳۵ —
‡ ۲ تاریخ ۲۲ — ۱۸ —
§ اعداد ۱۰ — ۸و۹ استثنا ۲۰ — ۲ —

اگرچہ یہہ لوگ کتب مقدسہ کو لکھتے اور پڑھتے تھے مگر صاف ظاھر ھی کہ ان لوگونکا دل کتب مقدسہ کے روحاني اثر سے بالکل خالي تھا ان لوگوں نے دنیا کے لالچ سے خدا تعالی کے احکام کے اصلي مطلب اور اور اصلي منشاء کو بالکلیہ † خراب کرڈالا تھا . یہي لوگ تھے جو مدت سے حضرت مسیح کے پیدا ھونے کي خبر پڑھتے آتے تھے پھر جب سچا مسیح پیدا ھوا تو اُس سے انکار کیا اور انجام کو اپنے اندھے پن سے کلمةالله اور روح الله کو قتل کرنیکے لیئے پلات کے سپرد کیا *

(مسیح کہاں پیدا ھوگا) یعني اگلے پیغمبروں کي پیشین گوئیوں میں جو حضرت مسیح علیہ‌السلام کے پیدا ھونیکا ذکر ھی اُن میں مسیح کي پیدایش کس جگہہ لکھي ھی *

(یہودیا کے بیت‌لحم میں) اُن لوگوں نے جوابدیا کہ یہودیا کے بیت‌لحم میں حضرت مسیح کا پیدا ھونا لکھا ھی یہہ خبر اُن لوگوں نے میکہہ نبي کي کتاب کے پانچویں باب اور دوسرے ورس سے بیان کي *

(اے یہودیا کي زمین بیت‌لحم) جس طرز پر یہہ پیشین گوئي اس انجیل میں مذکور ھی وہ کسي سے مطابقت لفظي نہیں رکھتي نہ اصل عبري سے اور نہ اُسکے یوناني ترجمہ سبتو ایجنت سے . مگر جوابدھي اس اختلاف کي اُن سردار اماموں اور کاتبوں کے ذمہ ھی جنھوں نے ھیرود کے سامنے اس پیشین گوئي کو بیان کیا تھا نہ مقدس متی کے ذمہ . کچھہ شبہہ نہیں ھی کہ اُن لوگوں نے اس پیشین‌گوئي کو عبري زبان سے یوناني زبان میں یا فلسطین کي زبان میں ترجمہ کرکر بتایا تھا - اور بغیر غور و تامل کے ترجمہ کرنے کے سبب یہہ اختلاف پڑگیا *

عبري کا ترجمہ انگریزي زبان میں اسطرح پر ھوا مگر اے بیت‌لحم افراتہ باوجودیکہ تو یہودا کے ھزاروں میں چھوٹا ھی تو بھي تجھہ میں سے میرے لیئے وہ شخص نکلیگا جو اسرائیل میں حکومت کریگا اور اُسکا نکلنا قدیم سے ایام‌الازل سے ھی *

بعضوں نے اسکو بطور سوال کے پڑھا ھی یعني کیا تو ھزاروں میں یہودیا کے کم ھی ؟ *

سپٹوایجنت کا ترجمہ انگریزي زبان میں یوں ھی تو بیت‌لحم گھرافراتہ ھی ایک نہایت کم میں سے ھونے کو ھزاروں میں یہودیا کے تجھہ میں سے ایک شخص نکلیگا میرے لیئے ھونے کو حاکم اسرائیل کا ولگیٹ کا ترجمہ انگریزي زبان میں اسطرح پر ھی تو بیت‌لحم افراتہ ھی ایک چھوٹا شہر درمیان ھزاروں یہودیا کے تجھہ میں سے میرے لیئے وہ شخص نکلیگا جوحاکم ھونیکو ھی اسرائیل میں اور اُسکا ھونا قدیم سے ایام ازل سے ھی *

اختلافات صرف یہہ ھیں کہ میکہ کي کتاب میں بیت‌لحم افراتہ ھی اور مقدس متی

---

† متی ١٥ — ٢ —

كي انجيل ميں بيت‌لحم زمين يهوديا مگر يهه پچهلا نام بهي أسي شهر كا عهد عتيق † كي كتابوں ميں آيا هى *

بڑا اختلاف لفظ نفي ميں هى كه عبري ميں لفظ نفي كا نهيں هى بلكه ايسا بهي كوئي لفظ نهيں هى جسكے معني باوجودي كے ليئے جاويں جيسيكه انگريزي ترجمه ميں ليئے گئے هيں اسي سبب يهه ورس بطور سوال كے بهي نهيں پڑها جاسكتا جيسا كه سريا كي زبان كے ترجمه ميں هى *

عبري كے ترجمه ميں تهوزندر كا لفظ هى جسكا ترجمه هزاروں هى اور اس انجيل ميں بجاے أسكے پرنسز كا لفظ هى جسكا ٹهيك ترجمه شاهزادوں هى *

بااين‌همه اس لفظي اختلاف سے اصلي مطلب پر كچهه تاثير نهيں هوتي هى كيونكه بيت لحم افراته اور بيت‌لحم يهوديا درحقيقت ايك هي شهر هى عبري ترجمه كي ظاهرا مراد يهي هى كه بيت لحم اگرچه ايك ناچيز قصبه هى حضرت مسيح عليه‌السلام كے پيدا هونے سے معزز هوگا اور يهي مطلب مقدس متي كي انجيل كا اور سپٹوايجنت اور ترجمه زبان سريا كا هى . يهودي قوميں هزاروں ميں تقسيم هوگئي تهيں اور هر ايك قوم پر ايك شهزاده يا سردار قايم تها اسليئے اگر اس مقام پر هزاروں كا لفظ استعمال كيا يا بجاے أس كے شاهزادونكا دونوں كا مطلب متحد هى *

علاوه اس كے عهد جديد كے لكهنے والوں كي اصلي مراد صحيح مطلب بيان كرنے سے هوتي تهي بعينه الفاظ نقل كرنيكے وه پابند نه تهے چنانچه مقدس متي نے بهت جگهه اسي انجيل ميں اور اسيطرح اور انجيل نويسوں نے اپني اپني انجيلوں ميں بعينه الفاظ نقل كرنيكي پابندي چهوڑ كر عهد عتيق كي كتابوں كي مراد كا بيان كرنا مقدم سمجها هى . هم مسلمانوں كے هاں اس طريقه كے اختيار كرنيكا كچهه مضايقه نهيں هى اور هم أسكو روايت بالمعني كهتے هيں *

أردو مترجم نے جس كا ترجمه ميں نے بطور متن كے داخل كيا هى بجاے پرنسز يعني شهزادوں كے (بڑے شهروں) ترجمه كيا هى اور عربي مترجم نے جس كا ترجمه سنه ١٨١١ع ميں چهپا (ولايات) ترجمه كيا هى جسكو انگريزي ميں (كنٹري) اور هندي ميں (ديس) كهتے هيں اور هنري مارٹن كے أردو ترجمه ميں جو سنه ١٨١٩ ع ميں چهپا اميروں ترجمه كيا هى اور فارسي ترجمه ميں جو سنه ١٨٢٨ ع ميں چهپا بزرگان ترجمه كيا هى مگر جوكه هر ايك شهزادے سے كوئي نه كوئي شهر علاقه ركهتا تها شايد اسي خيال سے پهلے دونوں مترجموں نے شهرونكا ترجمه كيا *

---

† قضات ١٧ — ٧ —

(میرے اسرائیل لوگوں پر بادشاہت کریگا) یعنی اُس کو بنی اسرائیل پر روحانی حکومت ہوگی ۔ ہم مسلمان اس پیشین گوئی سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی قوم کی ہدایت کو آئے تھے نہ تمام دنیاکی قوموں کی مگر بااین ہمہ ہمارا مذہب ہی کہ جسقدر غیر یہودی حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے اُن سب نے بھی نجات ابدی حاصل کی کیونکہ ہم مسلمانوں کا اعتقاد ہی کہ گو کوئی نبی کسی خاص قوم کے لیئے بھیجا گیا ہو اُسپر جو کوئی ایمان لاتا ہی نجات ابدی پاتا ہی خواہ وہ شخص اُسی قوم کا ہو جس کے لیئے اُس وقت کا پیغمبر مبعوث ہوا یا اَور کسی قوم کا کیونکہ ہم مسلمان یقین کرتے ہیں کہ جتنے پیغمبر ابتداے دنیا سے خاتم النبیین تک گذرے ہیں سب کا دین واحد تھا چنانچہ قران مجید میں اللہ تعالے نے فرمایا ہی راہ ڈال دی تمکو دین میں وہی جو کہدیا تھا نوح کو اور جو حکم بھیجا ہمنے تجھکو اور جو ہمنے کہدیا تھا ابراہیمکو اورموسی کو اور عیسی کو کہ دین کو قایم رکھو اور اُسمیں کچھہ فرق مت کرو ۔ اور ہم مسلمانوں کے مذہب بموجب اسی بنیاد پر حضرت مسیح علیہ السلام نے آسمان پر جاتے وقت حواریوں کو فرمایا † کہ تم جاکر سب ملکیونکو مرید کرکر اُنہیں باپ اور بیٹے اور روح قدس کے نام سے غوطہ دلاؤ ٭

سورہ شوری آیت ۱۳ شرع لکم من الدین ماوصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وماوصینا بہ ابراھیم و موسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ــــ

۷ تب ہیرود نے اُن مجوسیونکو چپکے بلایا اور اُن سے تحقیق کرکے پوچھا کہ وہ ستارہ کسوقت دکھائی دیا ؟ ٭

۸ اور اُس نے اُن کو بیت لحم میں یہہ کہکر بھیجا کہ جاکر اُس لڑکے کے احوال خوب دریافت کرو اور جب تم اُس کو پاؤ مجھے خبر دو تاکہ میں بھی آکر اُسے سجدہ کروں ٭

تفسیر

(وہ ستارہ کسوقت دکھائی دیا) ہیرود نے جو اُن مجوسیوں سے یہہ دریافت کیا کہ وہ ستارہ کسوقت دکھائی دیا اس سے پایا جاتا ہی کہ اُس ظالم نے اُسیوقت سے ارادہ کیا تھا کہ اُسوقت کے پیدا ہوئے لڑکوں کا قتل کرے اور اسبات سے غافل تھا کہ خدا جسکو بچانا چاہتا ہی اُس کو نہ ہیرود مارسکتا ہی نہ اور کوئی اُس سے بھی زیادہ ظالم ٭

باوجودیکہ بیت لحم یہودیا کا یروشلیم سے دور نہیں اس پر بھی ہیرود نے اپنا کوئی سپاہی یا سردار مجوسیوں کے ساتھہ حضرت مسیح کی تلاش کرنیکو نہ بھیجا ظاہری سبب اس کا تو یہی ہی کہ اُسکو خوف ہوا کہ یہودی اُسکے فاسد ارادہ سے واقف ہوکر کچھہ فساد

† متی ۲۸ ــ ۱۹ ــ

نکرھیں یا اُس لڑکے کو چھپا نہ پائیں مگر درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہہ معجزہ تھا کہ ایسے قوي اور دانا دشمن پر ایک نہایت بیوقوفي کا پردہ پڑگیا *

(میں بھي آکر اُسے سجدہ کروں) یہہ بات بخوبي روشن ھی کہ ھیرود کا ارادہ حضرت مسیح کے سجدہ کرنے کا نہ تھا اُسنے مکاري سے یہہ جھوٹ بات مجوسیوں سے کہي تھي . ظاھر میں آدمیوں سے اور حقیقت میں خدا سے مکر کرنا چاھتا تھا مگر الله تعالے سب مکاروں کے دلي مکر سے واقف ھی *

---

٩ وے بادشاہ سے یہہ بات سنکر چلے گئے اور وہ ستارہ جو اُنہوں نے پورب سے دیکھا تھا آگے آگے چلا گیا یہاں تک کہ اُس جگہہ کے اوپر جہاں وہ لڑکا تھا آکے ٹھہرا *

١٠ تب وہ اُس ستارہ کو دیکھکر خوش ھوئے *

١١ اور اُنہوں نے گھر میں جاکر لڑکے کو اُس کي ما مریم کے ساتھہ پایا اور زمین پر گر کر اُس کو سجدہ کیا اور اُنہوں نے اپنے اسباب کھول کرسونا اور لبان اور مر اُسکو نذر † کیا *

١٢ اور وے خواب میں خبر پاکر کہ ھیرود کے پاس پھر جانا نہ چاھیئے دوسري راہ سے اپنے ملک کو گئے *

تفسیر

(وہ ستارہ جو اُنہوں نے پورب سے دیکھا تھا) اُس ستارہ کے پتہ سے مجوسیوں کا یروشلیم میں جو پایہ تخت یہودیا کا تھا پہونچنا ممکن تھا مگر جب اُنکو یروشلیم میں اُس لڑکے کے گھر کا پتہ نملا تو خدا نے اپني مہرباني سے اُس ستارہ کو اُن کے آگے حضرت مسیح کے گھر کا رستہ بتانیکو روانہ کیا اوراُس روشني کو اس قدر نیچا کردیا کہ اُن کے آگے آگے چلنے لگی جس طرح کہ آگ کا ستون بني اسرائیل کو رستہ بتانے کے لیئے آگے آگے چلتا تھا *

(سجدہ کیا) شاید بعض عیسائي ان مجوسیوں کے سجدہ کرنے سے حضرت عیسی علیہ السلام کي اولوھیت پر استدلال کرتے ھونگے مگر یہہ استدلال نہ ھم مسلمانوں کے نزدیک صحیح ھی اور نہ محققین علماے عیسائي کے نزدیک صحیح ھی . جس لفظ کا ترجمہ سجدہ کیا ھی اگر اُس کے ٹھیک سجدہ ھي کے معني ھوں تو ھم مسلمانوں کے نزدیک اُس سے سجدہ تعظیمي مراد ھی جو پہلي شریعتوں میں منع نہ تھا اور اگر اُس لفظ کے معني قدموں پر گرنے کے ھوں جیسا کہ مشرقي ملکوں میں بڑے بڑے بادشاھوں کي اس طرح پر تعظیم ادا کرنے کا دستور تھا تو پھر کوئي مقام اشتباہ کا باقي نہیں رھتا *

واٹسن صاحب اپني تفسیر میں لکھتے ھیں کہ جس یوناني لفظ کے معني سجدہ کے لیئے ھیں وہ ایک ھي لفظ ھی جو الہیہ پرستش اور قدموں پر گرنے کي تعظیم ادا کرنے میں

---

† زبور ٧٢ — ١٠ اشعیاہ ٦٠ — ٦ —

مستعمل هی جو تعظیم که مشرق کے لوگ اپنے بادشاهوں کي بجا لایا کرتے تهے مثلاً زنوفن جس مقام میں اُس تعظیم کا بیان کرتا هی جو سیرس کي رعایا نے اُس کي کي تهي وهاں یہه لکهتا هی که جب رعایا نے اُسکو دیکها تب اُن سب نے اُس کي تعظیم ادا کي اور جس لفظ کا اس مقام پر معنے تعظیم کا ترجمه کیا هی وہ انگریزي لفظ (ور شب) هی یہه لفظ بهي اُن دونوں معنوں میں استعمال کیا جاتا تها اسلیئے واٹسن صاحب لکهتے هیں که مجوسیوں نے حضرت مسیح کي شاهي تعظیم ادا کي مگر یہه بات که اُنهوں نے اُس کي الوهیت کا بهي کچهه لحاظ کیا اس قدر صاف معلوم نهیں هوتي جس قدر که بعض متقدمین نے اُسکو سمجها *

(نذر دیا) معلوم هوتا هی که یہه ایک قدیم رسم مشرقي ملک کي تهي که جو کوئي شخص کسي بڑے پاس جاتا تها تو بغیر نذر کے نهیں جاتا تها اس لیئے یہه مجوسي بهي حضرت مسیح کے لیئے نذریں لائے تهے *

اس مقام پر علماء مسیحي نے اپني تفسیروں میں لکها هی که ان مجوسیوں نے سونا وغیرہ جو نذر کیا اُس سے حضرت داؤد اور حضرت اشعیاہ علیهما السلام کي پیشین گوئیاں پوري هوتي هیں جهاں † حضرت داؤد نے فرمایا که ترسیس اور جزیروں کے سلاطین تحفے لاوینگے اور شیبا اور سبا کے بادشاہ هدیئے گذرانینگے *

اور جهاں حضرت اشعیاہ ‡ نبي نے فرمایا که اونٹوں کي قطاریں اور مدیان اور ایفه کي سانڈنیاں تیرے پاس جمع هونگي وے سبا سے آوینگے سونا اور لبان لاوینگے اور خداوند کي تعریفوں کي بشارتیں سناوینگے *

مگر حقیقت میں ان دونوں پیشین گوئیوں کو حضرت مسیح علیه السلام سے کچهه علاقه نهیں هی اگر هوتا تو مقدس متی اس کا بهي اشارہ فرماتے *

ترسیس شهر یا تو مڈٹرینین یعني بحیرہ روم میں واقع تها یا اطلانتک میں جس کو بحر اوقیانوس کهتے هیں اس صورت میں اسپین کا شهر کارتهیج یا تارسس کا نام ترسیس تها اور بعضوں کے نزدیک یہه شهر بحر هند میں واقع تها پس ترسیس سے اور مجوسیوں سے کچهه علاقه نهیں هی *

شیبا کا شهر بعضوں کے نزدیک افریقه میں هی اور صحیح § قول یہه هی که عرب هیپي یا فلکس کے جنوبي حصه میں هی ۔ اور شهر سبا بهي غالباً عرب فلکس میں هی پس ان

---

† زبور ۷۲ — ۱۰ —
‡ اشعیاہ ۶۰ — ۶ —
§ متی ۱۲ — ۴۲ —

شہروں کو بھی ایران سے اور مجوسیوں سے کچھہ علاقہ نہیں ہی - اگر مقدس متی ان دونوں ورسوں کی طرف اشارہ فرماتے تو سمجھا جاسکتا تھا کہ روح‌القدس نے اُنکو اس مطلب کی طرف ہدایت کی ہی مگر جب اُنہوں نے کچھہ اشارہ نہیں کیا تو ہمارے پاس اور پیشین گوئیوں کی جو خاص حضرت مسیح علیہ‌السلام پر ٹھیک آتی ہیں اور روح‌القدس نے لکھوائی ہیں کیا کمی ہی جوہم اپنی طرف سے کسی اور پیشین گوئی کے مطابق کرنے میں کوشش کریں *

(اور وے خواب میں) ہیرود کے مکر اور اُس کے دلی بد ارادہ سے اللہ تعالے بخوبی واقف تھا اُس نے خواب میں اپنے فرشتہ کی معرفت اُن مجوسیوں کو ہیرود کے مکر اور برے ارادہ سے مطلع کیا اور یہہ ہدایت کی کہ وہ ہیرود کے پاس نجاویں اور حضرت مسیح کی اُسے خبر نکریں اسلیئے وہ مجوسی یروشلیم کو نہ گئے اور دوسری راہ سے اپنے ملک کو پھرگئے *

---

۱۳ اُن کے جانے کے بعد خداوند کے فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دیکر کہا اُٹھہ اس لڑکے کو اور اُس کی ما کو لیکر مصر کو بھاگ جا اور جب تک میں تجھہ پاس خبر نہ لاؤں وہیں رہ کیونکہ ہیرود قتل کرنے کے لیئے اس لڑکے کو ڈھونڈیگا *

۱۴ تب اُسنے اُٹھکر لڑکے کو اور اُسکی ما کو ساتھہ لیکے راتوں رات مصر کو چلاگیا *

۱۵ اور ہیرود کے مرنے تک وہاں رہا اسطرح وہ جو خداوند کے نبی کی معرفت سے کہا گیا تھا کہ میں نے اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا پورا ہوا *

تفسیر

(مصر کو چلا گیا) جب سے کہ سکندر اعظم نے مصر کو فتح کیا تھا بہت سے یہودی اسکندریہ اور مصر کے بڑے بڑے شہروں میں جا رہے تھے اور یہودیا کے رہنے والوں سے ہمیشہ آمد و رفت رکھتے تھے اس سے خیال کیا جاسکتا ہی کہ جب حضرت مسیح خدا کے حکم بموجب مصر کو گئے تو اپنی ہی قوم میں جاکر رہے *

(میں نے اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا) یہہ پیشین گوئی جسکا مقدس متی نے حوالہ دیا ہوشیع † نبی کی ہی اور وہ ورس یہہ ہی *

' جب اسرائیل طفل تھا میں اُسکو پیار کرتا تھا اور اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا ' *

مقدس متی نے روح‌القدس کے بتانے سے اس ورس کو حضرت مسیح کے واپس آنے پر لکھا ہی پس کچھہ شبہہ نہیں کہ یوں ہی ہی گو ظاہر میں کچھہ بعید معلوم ہوتا ہو ۔ مگر جو لوگ اگلے پیغمبروں کے کلام کے اشارات سمجھنے والے ہیں وہ بھی بخوبی سمجھتے ہیں کہ اس ورس میں حضرت مسیح علیہ‌السلام کے پھر آنیکی طرف اشارہ ہی *

---

† ہوشیع ۱۱ — ۱ —

اس ورس میں دو لفظ ھیں ایک لفظ (اسرائیل) دوسرا لفظ (اپنا بیٹا) اسرائیل کے لفظ سے اس جگهه بني اسرائیل یعني اُس کے لفظي معني مراد نہیں ھیں . اور اپنے بیٹے کے لفظ سے اول مراد لیني چاھیئے اسرائیل کیونکه † خدا نے اسرائیل کو بھي اپنا پہلوٹھا بیٹا کہا ھی اور پھر اسرائیل سے بني اسرائیل سمجھنا چاھیئے . اس سے ظاهر هوا که اپنے بیٹے کے لفظ سے بھي اُس کے لفظي معني مراد نہیں ھیں . اس سے ثابت هوا که اسرائیل کے لفظ سے بعضي دفعه کوئي آؤر شخص مراد هوتا ھی اور اسرائیل کا لفظ بطور نشان کے کہا جاتا ھی . اور جبکه بني اسرائیل کو اس مقام پر ایسے طور سے بیان کیا ھی جیسےکه ایک شخص اور اُسکو خدا کا پہلوٹھا بیٹا بھي کہا ھی تو پھر اُس نشان سے سوائے حضرت مسیح کے اور کون شخص مراد هوسکتا ھی علی‌الخصوص ایسي صورت میں که عہد عتیق کي کتابوں میں خود حضرت مسیح کو ‡ بعضي جگهه اسرائیل کے لفظ سے تعبیر کیا ھی . اس سے ثابت هوتا ھی که هوشیع کي کتاب میں اسرائیل اور اپنے بیٹے کے لفظ سے بني اسرائیل صرف بطور نشان کے بیان هوئے تھے اور حقیقت میں اُس نشاني کا پورا هونا حضرت مسیح علیه‌السلام میں بیان کیا گیا تھا ✱

بني اسرائیل مصر میں غیر ملکي حاکموں کے تابع اور نہایت کمینه حالت میں تھے وھاں سے وہ بلائے گئے اور مصیبت اُٹھانیکے بعد لوگوں میں حکومت اور بڑي شان میں برقرار هوئے - اسیطرح حضرت مسیح علیه‌السلام مصر میں غیر ملکي لوگوں کے تابع تھے پھر وھاں سے بلائے گئے اور بعد بہت سي آزمایشوں کے بہت بڑي شان روحاني اور حکومت میں سرافراز هوئے اور جو هوشیع نبي نے کہا تھا وہ حضرت مسیح علیه‌السلام میں پورا هوا ✱

۱۶ جب هیرود نے دیکھا که اُن مجوسیوں نے اُس سے هنسي کي نہایت غصی هوا اور لوگوں کو بھیج کر بیت‌لحم اور اُس کے چاروں طرف میں جتنے لڑکے دو برس کے شروع میں اور اُس کے کم میں تھے موافق اُس وقت کے که اُس نے مجوسیوں سے تحقیق کیا تھا سب کو قتل کیا ✱

تفسیر

(جتنے لڑکے دو برس شروع میں اور اُس سے کم کے تھے موافق اُسوقت کے) اس سے معلوم هوتا ھی که مجوسیوں نے دو برس کے شروع میں اُس ستارہ کا دیکھنا هیرود سے بیان کیا تھا . اور اُس سے کم عمر کے لڑکوں کو اس خیال سے قتل کیا تھا که شاید وہ لڑکا جس کے قتل کا هیرود ارادہ رکھتا تھا اُس ستارہ کے نکلنے کے کچھه دن بعد پیدا هوا هو اور یہه ظاهر ھی که

† خروج ۴ — ۲۲ و ۲۳ —
‡ اشعیاہ ۴۹ — ۳ زبور ۲۲ — ۱۶ و ۱۸ —

اُس ستارہ کے نکلنے سے پہلے اُس لڑکے کا پیدا ہونا خیال نہیں ہوسکتا تھا

۱۷ تب جو † یرمیاہ نبی نے کہا تھا پورا ہوا *

۱۸ کہ راماں میں زاری اور رونے اور پیٹنے کی آواز سنی جاتی ہی کہ راحیل اپنے لڑکوں کے واسطے روتے اور تسلی نہیں مانتے اسلیئے کہ وے نہیں ہیں *

تفسیر

راماں ایک چھوٹاسا قصبہ بنیامن کے ضلع میں یروشلیم سے چھہ میل کے فاصلہ پر بیت لحم کے رستہ میں ایک ٹیلہ پر واقع تھا بنو زاردن نے بہت سے مقامات کے یہودی قید میں لیجانے کو یہاں جمع کیئے تھے اور وہ قیدی راحیل کی اولاد میں تھے اور وہ بیت لحم کے رستہ میں بعد مرنے کے دفن ہوچکے تھے اس لیئے یرمیاہ نبی نے شاعرانہ طور پر یہودیوں کے بابلن کی قید میں جانے کی پیشین گوئی کی تھی مگر یہہ مصیبت قتل اطفال کی جو بیت لحم میں راماں کے پاس یہودیوں پر واقع ہوئی راحیل کے اپنے لڑکوں کے لیئے رونے اور پیٹنے اور تسلی نہ پانے سے بہت زیادہ مناسبت رکھتی تھی اس لیئے روح القدس نے مقدس متی سے لکھوایا کہ اگرچہ بابلن کی قید میں لیجانا یرمیاہ نبی کی پیشین گوئی بموجب واقع ہوچکا مگر درحقیقت وہ پیشین گوئی ٹھیک ٹھیک اب پوری ہوئی اور قتل اطفال کے سبب راحیل کا رونا اور پیٹنا اور تسلی نہ پانا اس وجہہ سے کہ وہ نہیں ہیں سب کا سب بہت اچھی طرح پورا ہوا *

۱۹ ہیرود کے مرنے بعد خداوند کے فرشتہ نے مصر میں یوسف کو خواب میں دکھائی دیکر کہا *

۲۰ اُٹھہ اور اُس لڑکے کو اور اُس کی ما کو لیکر اسرائیل کے ملک میں جا کہ وے جو اس لڑکے کو جان سے مارنا چاھتے تھے مرگئے ہیں *

۲۱ تب وہ اُٹھا اور اُس لڑکے اور اُس کی ما کو لیکر اسرائیل کے ملک میں آیا *

۲۲ لیکن جب سنا کہ ارخلا یہودیا میں اپنے باپ کے تخت پر بیٹھہ کے بادشاہت کرتا ہی اُس طرف جانے سے ڈرا پھر خواب میں خبر پاکر جلیل کی طرف چلا گیا *

تفسیر

(ارخلا) یہہ وہی ارکلاس ہی جو ہیرود کا بیٹا مال تھس اُس کی چوتھی جورو سے تھا *

(جلیل) ایک ملک ہی جو بسبب رہنے حضرت مسیح علیہ‌السلام کے نہایت معظم اور متبرک ہی اُس کی جنوبی حد میں سمریا اور مغرب اور شمال میں دریاے تابر

† یرمیاہ ۳۱ - ۱۵ -

اور دریاے سیدن اور مشرق میں اباٹان اور ایتوریا کے ملک ہیں ۔ پہلے اس میں زبولن اور نفتالی کی قومیں رہتی تھیں *

۲۳ اور ایک شہر میں جس کا نام ناصرۃ † تھا آکر رہا اسی طرح جو نبیوں کی معرفت سے کہا گیا تھا کہ وہ ناصری کہلائیگا پورا ہوا *

تفسیر

(ناصرۃ) جلیل میں ضلع زبولن کا ایک قصبہ ہی اور یروشلیم کی شمال کی طرف پچاس اور ستر میل کے فاصلہ پر درمیان پہاڑ تیبرا اور کنعیا کے ایک ٹیلہ پر واقع ہی یہاں کے لوگ شرارت میں بہت مشہور ہیں اور یہودی قومیں بہت حقارت سے یہاں کے لوگوں کو دیکھا کرتی تھیں ۔ مگر خدا کی شان ہی کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام کی بدولت اب نہایت عزت والا ہی *

ماندرل صاحب کہتے ہیں کہ اب وہ نہایت چھوٹا گانوں ہی جو سزاوار اطلاع نہیں ہی اور گھاتی میں ایک بلند پہاڑ کی چوتی پر واقع ہی اس جگہہ رومن کیتھلک کا ایک گرجا ہی اور بیان کرتے ہیں کہ وہ خاص اُس مقام پر بنایا گیا ہی ‡ جہاں حضرت مریم کے پاس خدا کے فرشتہ یعنی حضرت جبرئیل علیہ‌السلام نے خدا کا پیغام پہونچایا تھا اسمقام پر وہاں کے لوگ یوسف کے گھر کو بھی دکھاتے ہیں جہاں حضرت مسیح علیہ‌السلام تیس برس تک رہے *

(آکر رہا) اس ورس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام مصر سے آکر یہاں رہے اور مقدس § لوقا کی انجیل سے پایا جاتا ہی کہ حضرت مریم پہلے سے یہاں رہتی تھیں اس سبب سے یہہ قیاس ہوتا ہی کہ پہلے حضرت مریم ناصرۃ میں رہتی تھیں جب روح قدس سے حاملہ ہوچکیں تو بیت لحم میں چلی گئیں کیونکہ میکہ || نبی کی پیشین گوئی کا پورا ہونا ضرور تھا اور جب مصر سے پھر کر آئی تب پھر اپنے قدیم شہر ناصرۃ میں جاکر رہی *

(وہ ناصری کہلائیگا) ریورنڈ ڈایلی اور رچرڈمینٹ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ پیغمبروں میں کسی کی کتاب میں یہہ کلام نہیں ہی ۔ مگر کتاب قضات باب ۱۳ ورس ۵ میں یہہ لفظ آئے ہیں کہ وہ بچہ ایک ناصری ہوگا اور یہہ کلام سائمن کی طرف اشارہ کرتا ہی ۔ اور ولی جیروم کتاب قضات کو پیغمبروں میں شامل کرتا ہی ۔ اس سے معلوم ہوتا ہی

† یوحنا ۱ — ۴۵ —
‡ لوک ۱ — ۲۶ —
§ لوک ۱ — ۲۶ ۲ — ۳۹ —
|| میکہ ۵ — ۲ —

که مقدس متی نے ان باتوں کو حضرت عیسی علیه‌السلام کی طرف منسوب کرکر (جو باتیں هرباب سائمن کے جو حضرت عیسی کی نشانی تها بیان کی گئی تهیں) یهه کهتا هی که وه ناصری پکارا جاویگا . اس طرح پر کلام کا بیان کرنا (مورخان اقدس اور اور مورخوں میں) اکثر یهه مراد رکهتا هی که وه ناصری هوگا *

ڈاکٹر آوون کهتے هیں که بلحاظ اشارات کلام عهد عتیق کے جن کو مقدس متی نے حضرت عیسی علیه‌السلام پر منسوب کیا هی یهه عموماً سمجهه لینا چاهیئے که اُن کا درست اور صحیح هونا ضروری هی کیونکه جب مقدس متی نے اُن کو لکها هی تو یهه بات صریح هی که جس روح قدس نے عهد عتیق کی پیشین گوئیوں کو لکهوایا هی اُسی روح قدس نے اُنکو عهد جدید میں بهی لکهوایا هی اور روح قدس اپنے ارادوں کو بخوبی جانتا تها اور اُسکو یهه بات نهایت خوب طرح سے تحقیق کرنے کی قابلیت تهی که کن پر اور کس کس چیز پر وه کلام اشاره زن هوتے هیں *

مگر میری رائے میں اصلی بات یهه هی کہ مقدس متی کا کلام بلاشبهه قابل تسلیم کے هی اور یهه بات بهی تسلیم کرنے کے لایق هی که یهه پیشین‌گوئی عهد عتیق کی کتابوں میں جو بالفعل همارے هاتهه میں موجود هیں نهیں هی مگر بهت سی کتابیں عهد عتیق کی ایسی هیں جنکو هم کهو بیٹهے هیں اسلیئے هم یقین کرتے هیں که یهه پیشین گوئی اُنهیں کتابوں سے کسی کتاب میں مندرج هوگی *

بعض آدمی یهه غلط خیال کرتے هیں که عربی لفظ نصاری کا اسی شهر کی طرف منسوب هی اور جس طرح یهودی عیسائیوں کو نصرین حقارت سے کهتے تهے اسیطرح مسلمان عیسائیوں کو نصاری حقارت سے ناصرة کی طرف منسوب کرکر کهتے هیں *

مگر یهه رائے محض غلط هی نصاری کا لفظ ناصرة کی طرف منسوب نهیں هی بلکه نصر سے مشتق هی جسکے معنی هیں مدد کرنیکے جواهر القران میں لکها هی که نصر اصلی لفظ هی عرب اس لفظ کو اس طرح پر بولا کرتے هیں ' نصرة علی عدوه نصراً ' یعنی مدد کی اُس شخص کی اوپر دشمن کے اور اُسکا مصدر هی نصرة اور نصیر و ناصر کے معنی هیں مدد کرنے والے کے اور جمع اُسکی آتی هی انصار جیسےکه شریف کی جمع آتی هی اشراف اور نصاری جمع هی نصران کی جسکے معنی هیں ایک مرد مددگار اور نصرانة کی بهی جمع هی جسکے معنی هیں ایک عورت مددگار جیسے که ندمان اور ندمانة کی جمع ندامی آتی هی *

جواهرالقران

نصر نصرة علی عدوه نصرا اعانه الیه والاسم النصرة والنصیر المعین مثل الناصر و جمعه انصار کشریف واشراف والنصاری جمع نصران و نصرانة کالندامی جمع ندمان وندمانة ـ

ناصري اور نصراني البتہ نسبت ھی شھر ناصرة کي طرف مگر خوب یاد رکھنا چاھیئے کہ جس مراد سے یھودي اسکا استعمال کرتے ھیں اُس ارادہ سے ھم مسلمان ھرگز ان لفظوں کا بھي استعمال نھیں کرتے کیونکہ اگر اُس طرح استعمال کریں تو ھمارے مذھب بموجب کفر ھو *

عیسائیوں پر نصاری کے لفظ کے اطلاق کرنے کي وجہہ یہہ ھی کہ حضرت عیسی علیہ‌السلام نے فرمایا کہ کون میرا مددگار ھی حواریوں نے کہا کہ ھم مددگار ھیں اسلیئے اول حواریوں کو خطاب ھوا نصاری کا پھر جو لوگ حضرت عیسی علیہ‌السلام پر ایمان لاتے گئے نصاری کہلاتے گئے چنانچہ قران مجید میں الله تعالی فرماتا ھی پھر جب معلوم کیا عیسی نے بني اسرائیل سے کفر کیا کون ھی کہ میري مدد کرے الله کي راہ میں کہا حواریوں نے ھم ھیں مدد کرنے والے الله کے ھم یقین لائے الله پر اور تو گواہ رہ کہ ھمنے حکم قبول کیا *

سورۃ ال عمران آیت ٥٢
فلما احس عیسی منھم الکفر قال من انصاري الی‌الله قال الحواریون نحن انصارالله امنا بالله و اشهد بانا مسلمون —

---*---

تیسرا باب

۱ یحیی کے احوال ۷ اُسکا یردن میں لوگونکو غوطہ دلانا ۱۳ اور مسیح کو غوطہ کھلانا *

۱ اُنہیں † دنوں میں یحیی غوطہ ‡ دلانے والے نے یہودیا کے بیابان میں ظاہر ہوکے کہا *

۲ توبہ § کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت || نزدیک ہوئی *

تفسیر

(اُنہیں دنوں میں) یعنی جن دنوں میں کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام ناصرۃ میں رہتے تھے ۔ یہہ ¶ وہ وقت ہی جب تبریاہ قیصر کا پندرھواں سال جلوس تھا اور پنطیاہ پلات یہودیا کا حاکم اور ہیرود جلیل کا بادشاہ اور اُس کا بھائی فلپ اتوریہ اور ملک ترا خونیتی کا بادشاہ اور لوسانیاہ ایلینی کا بادشاہ تھا : اسلیئے بابتس پی ارس کی یہہ راے ہی کہ حضرت مسیح کے ناصرۃ میں آکر رہنے کے قریب تین برس بعد یہہ واقعہ ہوا تھا *

(یہودیا کے بیابان میں) بیابان کے لفظ سے نرا جنگل مراد نہیں ہی جہاں آدمی نہیں بلکہ دریاے یردن کے آس پاس کا میدان اور وہ پہاڑی ملک جو یروشلیم کے جنوب میں ہی مراد ہی ۔ اسی * بیابان میں حضرت یحیی غوطہ دلاتے تھے اور اسی ⸸ بیابان میں رہا کرتے تھے *

(توبہ کرو) ہم مسلمانوں کے مذہب میں گناہوں کی برائی کو سچے دل سے جاننا اور اُن سے روحانی نقصان سمجھنا اور اُس کے سبب سے دل میں غم اور رنج پیدا ہونا اور خدا کے سامنے دلی ندامت اور عاجزی سے گناہوں کا اقرار کرنا اور تہ دل سے اُن کی معافی اور بخشش کی دعا مانگنا اور پکے دلی ارادہ سے آیندہ کے لیئے اُن گناہوں کا چھوڑنا توبہ کرنا ہی *

خدا تعالی پر توبہ سے گناہوں کا معاف کرنا واجب نہیں ہی مگر وہ ایسا رحیم ہی کہ اپنے رحم کی فراوانی سے دلی توبہ کو ہمیشہ قبول کرتا ہی ہم مسلمانوں کے مذہب میں بعض

† لوک ۳ — ۱ و ۳ و ۲۳ —
‡ مارک ۱ — ۴ یوحنا ۱ — ۶ —
§ متی ۴ — ۱۷ —
|| متی ۱۳ — ۲۴ وغیرہ دانیال ۲ — ۴۴ —
¶ لوک ۳ — ۱ —
* مارک ۱ — ۴ —
⸸ لوک ۱ — ۸۰ —

دلي توبه کے اور کوئي رستہ گناهوں کي معافي کا نہيں هی سو اُنهي گناهوں کا جو خاص خدا کے گناه هيں اور جن گناهوں میں بندوں کا حق بهي شامل هی اُن کي معافي کے ليئے توبه کے سوا یا اُن بندوں کا حق ادا کرنا چاهيئے یا اُن سے بهي معاف کروانا چاهيئے - تمام گناه خدا کے بڑے یا چهوٹے سب توبه سے معاف هوتے هيں *

عن اسماء بنت یزید قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرء یا عبادي الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا ولا یبالي رواه احمد والترمذي -

مشکواة میں اسماء بنت یزید سے روایت هی که اُنهوں نے کہا میںنے رسول خدا صلی الله علیه وسلم کو سنا که قران کي یهه آیت پڑهتے تهے اے میرے بندوں جنهوں نے اپني جان پر زیادتي کي یعني گناه کیا نه آس توڑو الله کي مهر سے بے شک الله سب گناه بخشتا هی اور کچهه پرواه نہيں کرتا *

یهه مذهب مسلمانوں کا بالکل بیبل کے بهي مطابق هی کیونکه اگلے نبیوں کي کتابوں سے بهي یهي پایا جاتا هی که توبه کرنے سے الله تعالی گناه بخشدیتا هی *

زبور ۳۲ — ۱ مبارک وه هی جسکا گناه بخشایا گیا اور خطا ڈهانپي گئي *

۲ مبارک هی وه مرد جس کے لیئے خداوند گناه محسوب نہيں کرتا اور جس کے دل میں دغا نہيں *

۵ میں تجهه پاس اپنے گناهوں کا اقرار کرتا هوں اور میں نے اپني بدکاري نہيں چهپائي میں نے کہا میں خداوند کے آگے اپنے گناه کا اقرار کرونگا سو تونے میرا گناه بخشدیا *

زبور ۷۸ — ۳۸ پر اُس نے اپني رحمت کي فراواني سے اُن کي بدکاریاں بخشیں اور اُنهيں هلاک نه کیا *

غرضکه ان تمام آیتوں سے پایا جاتا هی که توبه سے گناه بخشے جاتے هيں پس حضرت یحیی علیه السلام اسي توبه کا وعظ کرتے تهے اور جو لوگ توبه کرتے تهے اور یردن میں اصطباغ پانے سے ظاهر میں بهي اُس دلي عهد کو پکا کرتے تهے اُن کے گناه معاف هوتے تهے اُن کے گناهوں کي معافي کسي اور چیز پر ملتوي نه تهي جیساکه مقدس مارک نے † اس مقام پر فرمایا یحیی بیابان میں غوط دلاتا تها اور گناهوں کي معافي کے لیئے توبه کے غوطه دلانے کا وعظ کرتا تها *

(آسمان کي بادشاهت نزدیک هوئي) آسمان کي بادشاهت اور خدا کي بادشاهت دونوں کے ایک معني هيں ‡ بیشپ ٹسٹ میں کي یهه راے هی که یهاں آسمان کي بادشاهت

† مارک ۱ — ۴ -

‡ دیکهو تفسیر ڈائیلي اور منینٹ مطبوعه سنه ۱۸۵۶ ع صفحه ۹ جلد ۳ —

سے عیسائي مذهب مراد هی کیونکه انسانوں کے دلوں میں حضرت مسیح علیهالسلام کي روحاني بادشاهت هی اور اُس میں بدون دلي توبه کے کوئي بهي داخل هونے کے لایق نهیں هی *

هنري اور اسکات † کهتے هیں که آسمان کي بادشاهت سے انجیل کا رواج مراد هی *

برکنس ‡ نوٹس میں لکها هی که خدا کي بادشاهت نزدیک هی یعني حضرت مسیح کے آنے کا وقت موعود هی اور عهد عتیق کا رواج موقوف هونے والا اور انجیل کا رحم اور فضل ظهور هونے والا هی اس لیئے توبه کرو *

واٹسن صاحب § لکهتے هیں که آسمان کي بادشاهت نزدیک هی اسطرح کے کلام جو یهودي مورخوں کي کتابوں میں پائے جاتے هیں وه مورخ اُس کو اصلي پرستش اور خوف خدا کے ظاهر کرنے کے لیئے اکثر استعمال کرتے هیں . بادشاهت جس کي طرف اس مقام پر اشاره کیا هی وه بادشاهت هی جس کي دانیال اور اور پیغمبروں نے صفائي سے پیشین گوئي کي اور نئے سر سے پیدایش جس کو حضرت مسیح بذریعه عام وعظ کے قریب شروع کرنے کو تهے اسي لیئے حضرت یحیی نے فرمایا که وه قریب هی *

مگر میں خیال کرتا هوں که شاید آسمان کي بادشاهت سے وهي نور اور هدایت مراد هی جو خود حضرت یحیی کو دي گئي تهي اور جس سے حضرت || یحیی معافي کے لیئے توبه کے غوطه دلانے کا وعظ فرماتے تهے کیونکه خود حضرت ¶ مسیح علیهالسلام نے فرمایا هی که دو بیٹوں میں سے ایک نے کها که میرا جي انگور کے باغ میں کام کرنیکو نهیں چاهتا پر آخر پشیمان هوکر گیا اور دوسرے نے کها میں جاتا هوں پر نگیا ان دونوں میں سے کس نے باپ کي فرماں برداري کي ؟ لوگوں نے کها پهلے نے حضرت مسیح نے فرمایا که باجدار اور کسبیاں تمسے آگے خدا کي بادشاهت میں جاتي هیں که یحیی راستي کي راه سے تم پاس آیا اور تم اُسپر ایمان نهیں لائے لیکن باجدار اور کسبیاں اُسپر ایمان لائے اور تم دیکهه کے اُسپر ایمان لانیکو پشیمان نهوئے ٠ اس سے ثابت هوتا هی که اس جگهه آسمان کي بادشاهت سے وهي هدایت مراد هی جو حضرت یحیی کو دي گئي تهي کیونکه خود حضرت مسیح علیهالسلام نے اُن لوگوں کے حق میں جو حضرت یحیی پر ایمان لائے تهے خدا کي بادشاهت میں داخل هونا فرمایا *

---

† دیکهو هنري اسکات مطبوعه سنه ۱۸۵۱ع جلد ۵ =

‡ برکنس نوٹس جلد اول صفحه ۹ مطبوعه سنه ۱۸۴۳ ع =

§ واٹسن صاحب کي تفسیر مطبوعه سنه ۱۸۴۷ ع صفحه ۳۵ =

|| مارک ۱ — ۴ =

¶ متی ۲۱ — ۲۸ لغایت ۳۲ =

(نزدیک) کے لفظ سے یہہ مراد نہیں هی کہ آسمان کي بادشاهت آیندہ قریب زمانہ میں آنے والي هی بلکہ یہہ مراد هی کہ توبہ کرنے والوں کے نزدیک هی یعني جو کوئي توبہ کریگا اُسکي توبہ قبول هوگي اور خدا اُسکے گناہ معاف کریگا کیونکہ یہہ وہ زمانہ هی کہ خدا کي بادشاهت توبہ کرنے والوں کے نزدیک هی *

اسکي دلیل بهي خود حضرت مسیح علیہ‌السلام کے ارشاد سے نکلتي هی جبکہ آپ نے وعظ † کرنا اور یہہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کہ آسمان کي بادشاهت نزدیک هی ۔ اور جبکہ آپنے ‡ خدا کي بادشاهت کي خوشخبري دیکر کہا کہ وقت پورا هوا اور خدا کي بادشاهت نزدیک هی تم توبہ کرو اور انجیل پر ایمان لاؤ ۔ ان درسوں سے ثابت هی کہ نزدیک کے لفظ سے آیندہ کا قریب زمانہ خدا کي بادشاهت کے آنے کے لیئے مراد نہیں هی بلکہ یہي مراد هی کہ خدا کي بادشاهت بندوں سے نزدیک هوئي هی تم توبہ کرو اور انجیل پر ایمان لاؤ *

---

۳ یہہ وہ شخص هی جسکا ذکر یشعیاہ نبي نے کیا کہ بیابان § میں ایک پکارنے والے کي آواز هی کہ تم خدا کے رستہ کو بناؤ اور اُسکي شاہ راہوں کو درست کرو *

تفسیر

(پکارنے والے کي آواز هی) یہہ پیشین گوئي اشعیاہ نبي کي حضرت یحیی علیہ‌السلام کے نبي هونے اور حضرت مسیح علیہ‌السلام کے آنیکي خبر دینے میں هی ۔ مگر بشب لوتهہ کي یہہ راے هی کہ اول میں یہہ الفاظ یہودیوں کے قید بابلن سے نا آباد مقاموں میں واپس آنیکي نسبت کہے گئے تهے اور پهر اُس مخلصي کي نشاني سے ایک نہایت عمدہ اور بڑي شان دار مخلصي (یعني حضرت مسیح علیہ‌السلام کے آنیکي) پیشین گوئي پردہ میں بیان هوئي تهي جسکو مقدس متی نے نہایت درستي سے انجیل کے رواج پر یا حضرت یحیی نے جو توبہ سے گناهوں کي معافي کا وعظ فرماتے تهے اُسپر مناسبت دي هی *

بشب لوتهہ نے جو یہہ خیال کیا کہ یہہ عمدہ پیشین گوئي اول یہودیوں کے بابلن کي قید سے رهائي پانے اور اخیر کو حضرت مسیح کے آنے سے مراد رکهتي هی اس خیال کي بجز اسکے اور کوئي وجہہ نہیں کہ اشعیاہ نبي کے ۵۳ باب میں اولا بعض ایسے شخص کي طرف اشارہ کیا گیا هی جو حضرت مسیح سے پیشتر هوا تها اور پهر وهي اشارہ زیادہ تر تکمیل کے ساتهہ حضرت مسیح کي طرف سمجها گیا هی اور اس میں کچهہ شک نہیں کہ بہت سي پیشین گوییاں دوهرا اشارہ رکهتي هیں ایک وہ جو فی‌الفور هونے کو هی دوسري وہ جو انجام کو هوگا پهر کچهہ تعجب نہیں کہ یہہ پیشین گوئي بهي دوهرا اشارہ رکهتي هو *

---

† متی ۴ — ۱۷ — ‡ مارک ۱ — ۱۴ و ۱۵ —

§ اشعیاہ ۴۰ — ۳ لوک ۳ — ۴ یوحنا ۱ — ۲۳ —

مگر واٹسن صاحب † اسبات کو کہ یہہ پیشین گوئی دوھرا اشارہ رکھتی ھی نہیں مانتے وہ کہتے ھیں کہ اس پیشین گوئی سے تنہا حضرت مسیح ھي کي طرف اشارہ ھی کیونکہ یہودیوں کے قید بابلن سے رھائي پاکر آنیکے وقت کوئي الہیہ علامت اُنکے ساتھہ نہ تھي جس طرح کہ بادل کا ستون مصر سے چلتے وقت اُنکے ساتھہ تھا پھر اس پیشین گوئي کے الفاظ یہودیوں کے بابلن کي قید سے رھائي پاکر آنے سے کچھہ مناسبت نہیں رکھتے *

میرے نزدیک قول فیصل اس میں یہہ ھی کہ جب مقدس متی نے فرمایا ھی کہ اس پیشین گوئي سے حضرت مسیح کا آنا مراد ھی تو اب اس میں کچھہ شبہہ نہیں کہ اسي طرح پر ھی خواہ اس سے اولاً یہودیوں کے بابلن کي قید سے رھائي پاکر آنا مراد ھو اور آخر کو حضرت مسیح علیہ السلام کا آنا مراد ھو خواہ سرے سے حضرت مسیح ھي کا آنا مراد ھو بہر حال حضرت مسیح کي طرف اشارہ ھی البتہ اگر مقدس متی نے یہہ اشارہ نکیا ھوتا تو ھمکو گفتگو کا مقام تھا *

(خدا کے رستہ کو بناؤ) مشرقي بادشاھوں کا ایک دستور تھا کہ جب وہ سفر کیا کرتے تھے تو اپنے آگے تمام چیزوں کے مہیا کرنے کے لیئے اور رستہ کے کھولنے اور ھموار کرنیکو اور تمام ھرجوں کے دور کرنیکو سرداروں اور کام کرنے والوں کو بھیجا کرتے تھے اُسي دستور کے موافق اس پیشین گوئي کے الفاظ ھیں اور اس سے اسبات کي طرف اشارہ ھی کہ ایک بادشاہ آنے والا ھی اور جبکہ اُس رستہ کو صرف توبہ سے بنایا جاتا ھی تو اس سے ثابت ھوتا ھی کہ وہ دنیا کا بادشاہ نہیں ھی بلکہ اُسکي روحاني بادشاھت ھی *

اس تمام وعظ سے اور توبہ کرانے سے اور دریاے یردن میں غوطہ دلانے سے مقصود یہہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں جو برائیاں آگئي تھیں اور اُس کے زھریلے اثر نے اُن کي روحاني پاکیزگي کو خراب کردیا تھا اور جس سے خدا کے نور اور اُسکي ھدایت کے قبول کرنے میں ھرج پڑ رھا تھا اُس کو درست کریں کیونکہ عنقریب روحاني ھدایت آنے والي تھي جسکو مدت سے یہودي چھوڑ بیٹھے تھے اور بجز ظاھر کي رسومات اور شریعت کے ظاھري احکام کے اور کچھہ روحاني اثر جو اصلي مقصود شریعت کا تھا اُن میں نہیں رھا تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام صرف روحاني اثر کے زندہ کرنے کو تشریف لاتے تھے پس حضرت یحیی کا وعظ کرنا گویا پیش خیمہ حضرت مسیح علیہ السلام کا تھا *

---

۴ یحیی اونٹ کے ‡ بالوں کي پوشاک پہنتا اور چمڑیکا کمربند اپني کمر میں باندھتا تھا اور ٹڈي اور جنگل کا شہد اُس کي خوراک تھي *

---

† واٹسن صاحب کي تفسیر مطبوعہ سنہ ۱۸۷۳ع صفحہ ۳۶ –

‡ مارک ۱ — ۶ –

تفسیر

حضرت یحیی علیہ‌السلام کا حال اور قال یعنی طریق زندگی اور وعظ دونوں ایسے تھے جس سے دنیا اور سامان دنیا کا ناچیز ہونا اور دنیا میں آنے سے روحانی دولتمندی کمانے کا مقصود ہونا پایا جاتا تھا ۔ حضرت یحیی علیہ‌السلام کا طریق زندگی ایسا سیدھا اور سادہ اور صاف تھا جس کے دیکھنے سے خود روحانی اثر انسان کے دلمیں پیدا ہوتا تھا ۔ ٹڈی ایک مشہور نا چیز اوڑنے والا گھانس کا کیڑا ہی جس کے کھانے کی † یہودی شریعت میں اجازت تھی *

٥ تب ‡ یروشلیم کے اور سارے یہودیا کے اور یردن کے چاروں طرف کے رہنے والے اُس کے پاس آئے *

٦ اور اپنے گناہوں کا اقرار کرکر یردن § میں اُس کے ہاتوں سے غوطے دلائے جاتے تھے *

(غوطے دلائے جاتے تھے) انگریزی زبان میں اُسکو بپتسمہ تزم کہتے ہیں اور عربی میں اصطباغ یہودیوں میں یہہ ایک قدیم رسم تھی کہ جب کافر مسلمان ہوتے تھے یعنی یہودی مذہب اختیار کرتے تھے تو اُن کو پانی سے اصطباغ دیا جاتا تھا ۔ پانی ایک قدرتی چیز ظاہر کی صفائی اور پاکیزگی حاصل کرنے کی ہی اس لیئے اس رسم سے اندرونی صفائی اور روحانی پاکیزگی اختیار کرنے کا گویا ظاہری نشان یا ظاہری شہادت مراد رکھی گئی تھی ۔ حضرت یحیی جو توبہ کرنے کا وعظ فرماتے تھے جو درحقیقت روحانی بپتسمہ تزم یعنی اصطباغ تھ اُس کے لیئے یردن میں غوطہ دلانا جو روحانی اصطباغ کی ظاہری علامت تھی بہت ہی مناسبت رکھتا تھا ۔ عیسائی مذہب میں بھی یہہ رسم بدستور جاری رہی بلکہ بطور فرض مذہبی کے ادا ہونے لگی اور گرجا میں داخل ہونے کے لیئے ایک مخصوص نشان ٹھرگیا *

اصطباغ کی اصلی حقیقت یہہ تھی کہ گناہوں اور دنیا کی آلودگی کے سبب گویا انسان مردوں میں شمار ہوتا ہی اور اصطباغ سے اُس بری موت سے چھوٹ کر روحانی حیات میں آتا ہی مگر جب اصطباغ پاکر انسان سے وہ کام نہوں جو روحانی زندوں سے ہونے چاہیئیں تو پھر اس رسم کے مقرر رکھنے یا ادا کرنے سے کچھہ فائدہ نہیں‌ہی *

رفتہ رفتہ جو اصلی مقصود اصطباغ سے تھا وہ جاتا رہا تھا اور اصطباغ پاکر بھی اُسی موت کے پھندے میں لوگ پھنسے رہتے تھے اسلیئے ہمارے مذہب میں بجاے اس ظاہری رسم کے جو اصلی مقصود اصطباغ کا تھا اُس کے پکڑنے اور اُس پر قایم رہنیکا حکم ہوا *

† احبار ١١ — ٢٢ —
‡ مارک ١ — ٥ —
§ یوحنا ٣ — ٢٣ اعمال ٢ — ٣٨ ١٩ — ٣ —

یہود اور عیسائي مسلمانوں کو کہتے تھے کہ تم بھي یہود اور نصاری ہوجاؤ تو راہ پر آؤ اور یہود یا عیسائي ہونے میں اصطباغ پانا ضرور تھا اُس پر اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تو کہدے ہم پیروي کرتے ہیں ابراہیم کے دین کي جو تھا ایک خدا کا ماننے والا اور نہ تھا مشرکوں میں سے اور مسلمانوں کو اللہ تعالے نے حکم کیا کہ تم کہو ہم ایمان لائے اللہ کا اور اُس کا جو اُترا ہمپر اور جو اُترا ابراہیم پر اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب اور اُسکي اولاد پر اور جو ملا موسی کو اور عیسی کو اور جو ملا سب نبیوں کو اپنے رب سے ہم فرق نہیں کرتے ایک میں اُن سب سے اور ہم اُس کے حکم پر ہیں پھر اگر وہ بھي یقین لاویں جس طرح پر تم یقین لائے تو اُنھوں نے راہ پائي اور اگر پھر جاویں تو اب وہي ضد پر ہیں پھر کافي ہی تیري طرف سے اُن کو اللہ اور وہ سنتا اور جانتا ہی ہمنے قبول کیا اصطباغ اللہ کا اور کس کا اصطباغ اللہ کے اصطباغ سے بہتر ہی اور ہم اُسي کي عبادت کرتے ہیں *

سورۃ البقر آیت ۱۳۵ لغایت ۱۳۸

وقالو کونوا هودا او نصاری تهتدوا قل بل ملة ابراهیم حنیفا وما کان من المشرکین قولوا امنا بالله وما انزل الینا وما انزل الی ابراهیم واسمعیل و اسحق و یعقوب والاسباط وما أوتي موسی و عیسی وما أوتی النبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم و نحن له مسلمون فان امنوا بمثل ما آمنتم فقد اهتدوا و ان تولو فانما هم في شقاق فسیکفیکهم الله وهو السمیع العلیم صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ونحن له عابدون —

---

۷ جب اُس نے دیکھا کہ بہت سے فروسي † اور صدوقي ‡ غوطہ کھانے کے لیئے چلے آئے تب اُن سے کہا اے سانپوں کے § بچو آیندہ کے غضب سے || بھاگنا کسنے تمھیں جتایا *

۸ تم میوے جو توبہ کے لایق ہیں ¶ لؤ *

۹ اور اپنے دلمیں مت سمجھو کہ ہمارا باپ * ابراہیم ہی میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا ابراہیم کے لیئے ان ‡ پتھروں سے لڑکے پیدا کرسکتا ہی *

۱۰ اور درختوں کي جڑپر اسوقت بسولا رکھا ہی جس درخت میں اچھا پھل نہیں لگتا ہی ‡‡ کاتا جاتا اور آگ میں ڈالا جاتا ہی *

---

† متی ۲۳ — ۱۴ لوک ۱۸ — ۹ —
‡ متی ۲۳ — ۱۴ اعمال ۲۳ — ۸ —
§ متی ۱۲ — ۳۴ لوک ۳ — ۷ —
|| ۲ تسھالنکي ۱ — ۹ —
¶ اعمال ۲۶ — ۲۰ —
* لوک ۳ — ۸ یوحنا ۸ — ۳۳ , ۳۹ —
‡ رومیوں کو ۴ — ۱۱ , ۱۲ —
‡‡ متی ۷ — ۱۹ لوک ۳ — ۹ یوحنا ۱۵ — ۶ —

تفسیر

(فروسی) ایک عبرانی لفظ سے نکلا ہی جس کے معنی علاحدہ کرنے کے ہیں یئب تسست پروسی † کا قول ہی کہ اس فرقہ کا یہہ نام بسبب اُن کے علاحدہ ہونے کے تمام یہودیوں سے جنھوں نے اُن کی مخصوص باتوں کو قبول نہ کیا رکھا گیا تھا ۔ مگر میرے نزدیک اُن کا یہہ نام اس لیئے رکھا گیا تھا کہ اُنھوں نے بسبب اپنے غرور کے اور اپنی خود نمائی کی بہت باتیں اپنے لیئے عام یہودیوں سے امتیاز ہونے کو علاحدہ مخصوص کی تھیں *

یہہ لوگ نہایت مغرور اور مکار اور ریاکار تھے جن لوگوں کو گنھگار سمجھتے تھے اُنکے ساتھہ کھانا ‡ کھانا معیوب جانتے تھے اور اس سے غافل تھے کہ اللہ کی رحمت اُسکے غضب سے بہت زیادہ ہی ۔ یہہ لوگ § لوگوں کے دکھانے کو رستوں میں اور عبادت گاہوں میں توئی بجاکر خیرات دیا کرتے تھے تاکہ لوگ اُنکی تعریف کریں ۔ اسیطرح عبادتگاہوں میں اور رستہ کے سرے ‖ پر کھڑے ہوکر لوگوں کے دکھانیکو عبادت کیا کرتے تھے تاکہ لوگ اُنکو بزرگ جانیں سب ¶ کام ریاکاری سے کرتے تھے اپنی پوشاک بڑی بزرگانہ طور کی بناتے تھے اپنے گلوبندوں میں اپنی تعریف لکھواتے تھے مجلسوں میں صدر نشینی اختیار کرتے تھے رستہ میں لوگوں سے سلام کے منتظر رہتے تھے یہہ بات چاھتے تھے کہ لوگ اُنکو ربی ربی کہکر پکاریں ظاہر کی صفائی اور نہانے دھونے میں حد سے زیادہ مصروف رہتے تھے *

یہہ لوگ حشر اجساد کے قایل تھے قیامت * میں جزا اور سزا ہونیکو بھی مانتے تھے فرشتوں کے اور روح کے موجود ہونے پر بھی یقین رکھتے تھے انسان کو اپنے فعل کا خود مختار جانتے ہیں اُنکا اعتقاد ہی کہ اللہ تعالی نے جسم انسانی کو اس طرح بنایا ہی کہ وہ اپنی مرضی سے نیکی کا یا برخلاف اُسکے بدی کا عمل کرے مگر انسان میں ایک روح ہی جسکو فنا نہیں جب آدمی مرجاویگا تو اُس روح کو برے یا اچھے عملوں کا بدلا ملیگا اور جنھوں نے برے عمل کیئے ہیں اُنکی روحیں قید دایمی میں رہینگی اور جنھوں نے اچھے عمل کیئے ہیں وہ پھر پیدا ہوکر حیات ابدی رکھینگی ۔ اُنکی ان نصیحتوں کو بہت لوگ پسند کرتے تھے اور شہر شہر اُنکی تصدیق کرتے تھے *

بعضوں کی یہہ راے ہی کہ اُنھوں نے احکام الہی میں بھی کچھہ تغیر و تبدیل کی تھی

† دیکھو ڈاڈلی اور مٹھینک مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ ع صفحہ ۹ ـ
‡ متی ۹ ــ ۱۱ ـ
§ متی ۶ ــ ۲ ـ
‖ متی ۶ ــ ۵ ـ
¶ متی ۲۳ ــ ۵ لغایت ۷ ـ
* اعمال ۲۳ ــ ۸ ـ

مگر میں اس رائے کو قبول نہیں کرتا کیونکہ حضرت عیسی علیہ‌السلام نے اُنکی مکاری اور ریاکاری کی بہت سی برائی جابجا ارشاد فرمائی ہی مگر اُنکے اقوال کو برا نہیں فرمایا بلکہ یہہ † فرمایا ہی کہ کاتب اور فروسی موسی کی چوکی پر بیٹھے ہیں اسلیئے جو کچھہ وہ تمہیں عمل کرنے کو کہیں تم وہ سب بجا لؤ لیکن اُنکے سے کام مت کرو کہ وہ کہتے ہیں اور نہیں کرتے . اس سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف اُنکی مکاری اور ریاکاری اور مغروری کو ناپسند فرماتے تھے *

جن باتوں پر حضرت عیسی علیہ السلام نے فروسیوں پر ملامت کی وہ باتیں ہمارے مذہب میں بھی نہایت بری اور گناہ عظیم اور شدید ملامت کے لایق ہیں مگر یہہ بات جان لینی چاہیئے کہ ہم مسلمانوں کے مذہب میں خدا کی عبادت دو قسم کی ہی ایک وہ جسکا ہر بندے کو اپنا بندہ ہونا قبول کرنیکو بجالانا ضرور ہی وہ عبادت ایسی تصور کی گئی ہی جیسے قرض کا ادا کرنا یا بادشاہ کی رعیت ہونیکی تصدیق کو اُسکے حکم کا بجالانا اور اس قسم کی عبادت کا نام ہمارے ہاں فرض ہی اسکی عبادت کے نکرنے پر خدا کا غصہ اور قہر ہوتا ہی— دوسری قسم کی وہ عبادت ہی جسکے نکرنے پر خدا کا قہر نہیں مگر کرنے پر خدا کی رضامندی اور اُسکی مہر بندے پر ہی جسکے سبب اُسکی روح کو صفائی اور پاکیزگی دم بدم حاصل ہوتی ہی اور خدا کی درگاہ میں دم بدم قرب ہوتا جاتا ہی پہلی قسم کی عبادت کے علانیہ کرنیکا حکم ہی تاکہ کوئی شخص اس بہانہ سے کہ میں پوشیدہ کرلیتا ہوں چھوڑنے نہ پاوے اور اپنے بندہ ہونے اور غلام ہونیکی حالت کو بھول نہ جاوے . اور اگر وہ اس عبادت کو بھی دکھلاوے کے لیئے کرتا ہی تو اُسکی سزا بھی خدا کے ہاں سے اُسکو ملیگی— دوسری قسم کی عبادت کے مخفی اور پوشیدہ کرنیکی نہایت تاکید ہی اور جو کوئی اُسکو ریاکاری اور مکاری سے اور دکھلاوے کے لیئے کرتا ہی وہ اُسی ملامت اور نفرین کے لایق ہی جو حضرت مسیح علیہ‌السلام نے فروسیوں کے حق میں فرمائی اس بات سے بھی آنکھہ ڈھانپنی نہیں چاہیئے کہ فروسی جس عبادت کو دکھلاوے کے لیئے کرتے تھے وہ اسی دوسری قسم کی عبادت تھی

(صدوقیوں) یہہ نہایت قدیم فرقہ یہودیوں کا تھا انکا نام عبرانی لفظ صدق سے جسکے معنی انصاف کے ہیں نکلا ہی وہ ابتدا سے موسی کی کتابوں کو خوب جانتے تھے رفتہ رفتہ اُنکے عقیدے بہت خراب ہوگئے تھے وہ حشر اجساد کے قایل نہ تھے فرشتوں کے وجود اور روح کی بقا کے منکر تھے اور قیامت معہ سزا اور جزا ہونیکو بھی نہیں مانتے تھے . مذہب عیسائی کے ساتھہ یہہ لوگ فروسیوں کی نسبت بہت زیادہ دشمنی رکھتے تھے کیونکہ حواری

---

† متی ۲۳ — ۲ و ۳ و ۳ —

حضرت عیسی علیہ السلام کے حضرت مسیح علیہ السلام کے مردوں میں سے زندہ هوجانے کي لیل سے حشر اجساد کا برحق هونا ثابت کرتے تھے اور یہہ بات اُنکے عقیدہ کے سخت برخلاف تھي *

(سانپوں کے بچو) یہہ لوگ جو حضرت یحیی پاس غوطه کھانے کو آئے تھے اسباط کا نہایت غرور رکھتے تھے که هم ابراهیم کي اولاد هیں اور هم پر دوزخ کي آگ حرام هی اسلیئے حضرت یحیی نے اُنکو فرمایا که تم سانپ کے بچے هو اس سے اشارہ اسباط کا هی که ابراهیم کی نسل سے هونا درحقیقت ابراهیم کي اولاد هونا نهیں هی بلکه ابراهیم † کیسے عمل کرنا ابراهیم کي اولاد هونا هی اور سانپ کیسے عمل کرنا سانپ کي اولاد هونا هی تم که سانپ کیسے عمل کرتے هو سانپ کي اولاد هو نه ابراهیم کي *

(آیندہ کے غضب سے بھاگنا کسنے تمهیں جتایا) یعني قیامت کے غضب سے بھاگنا اکثر مفسرین عیسائي اس جملہ کو بطور کلمه تعجب کے تعبیر کرتے هیں یعني فروسي اور صدوقي باوجود اُس غرور اور ریا اور مکاري کے جو حضرت یحیی علیہ السلام پاس اصطباغ لینے اور توبه کرنیکو آئے تو حضرت یحیی نے متعجب هوکر فرمایا که قیامت کے غضب سے بھاگنا کسنے تمکو بتایا مگر بلحاظ اگلے ورسوں کے یہہ تفسیر خوب نهیں هی عمدہ بات یہہ هی که یہہ جملہ بطور استفہام انکاري کے هی یعني قیامت کے غضب سے بھاگنا تمکو کسي نے نهیں بتایا کیونکه فروسي اعتقاد رکھتے تھے که انسان خود اپني مرضي سے نیکي کا عمل کرسکتا هی اور صدوقي قیامت میں سزا اور جزا هونیکے قایل نه تھے اسلیئے حضرت یحیی علیہ السلام نے فرمایا که " تم میوے جو توبه کے لایق هیں لاؤ " یعني اول اپنا اعتقاد اسباط پر درست کرو که خدا تعالی توبه سے گناہ بخشتا هی اور قیامت میں اعمال کي جزا اور سزا هوگي جب تم اصطباغ پالے اور توبه کرنیکے لایق هوگے *

(اپنے دل میں مت سمجھو) یعني یہہ مت سمجھو که ابراهیم کي اولاد هونے کے سبب خدا کے غضب سے بچ جاؤگے کیونکه اگر تم خدا پرستي اور ایمانداري نکروگے تو خدا کے غضب سے بھي نه بچوگے الله تعالی قران مجید میں فرماتا هی که آدمیوں میں سب سے زیادہ نزدیک ابراهیم سے وہ لوگ تھے جو اُس کي پیروي کرتے تھے اور اب سب سے زیادہ نزدیک ابراهیم سے یہہ پیغمبر هی یعني محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم اور وہ لوگ هیں جو ایمان لائے هیں یعني مسلمان اور الله نزدیک هی ایمان والوں سے *

سورہ آل عمران آیت ۶۸
ان اولی الناس بابراهیم للذین
اتبعوہ وهذا النبي والذین آمنو
والله ولی المومنین —

† یوحنا ۸ — ۳۹ —

اسیطرح الله تعالی نے قران مجید میں اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ یہودي جو یہہ کہتے هیں کہ همکو آگ نہیں چھونے کي مگر کئي دن گنتي کے تو تو اُن سے کہہ کہ کیا تم الله سے اسکا اقرار لے چکے هو کہ الله اپنے عہد کے برخلاف نکریگا یا الله پر وہ باتیں جوڑتے هو جو نہیں جانتے یہہ بات نہیں هی بلکہ یہہ هی کہ جس نے گناہ کمایا اور گناهوں نے اُس کو گھیر لیا وہ لوگ دوزخ کے هیں همیشہ اُسي میں رهینگے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیئے وہ لوگ بہشت کے هیں همیشہ اُس میں رهینگے *

سورة البقرہ آیت ۸۰ لغایت ۸۲
وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودہ قل اتخذ تم عند الله عهدا فلن یخلف الله عهدہ ام تقولون علی الله مالا تعلمون بلی من کسب سیئة واحاطت به خطیئة فاولئک اصحب النار هم فیها خالدون والذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک اصحاب الجنة هم فیها خالدون —

بزرگوں کي اولاد هونے کا غرور ایک بہت بري بلا هی جو یہودیوں میں پھیل رهي تھي هم مسلمانوں کو نصیحت پکڑني چاهیئے کہ نسب اور حسب کي بزرگي کچھہ کام نہیں آتي اپنے میں نیکي اور اپنے میں نیک عمل درکار هیں اسیواسطے رسول خدا صلی الله علیہ وسلم نے کھڑے هوکر اپنے تمام کنبہ کو نام لے لیکر سمجھا دیا کہ اے قریش نیکي کرکر اپني جان کو عذاب سے مول لو کوئي چیز تمکو الله سے بے پرواہ نہیں کرتي اے بني عبد مناف کوئي چیز تمکو الله سے بے پرواہ نہیں کرتي اے عباس بیٹے عبدالمطلب کے یعني حقیقي چچا رسول خدا صلی الله علیہ وسلم کے کوئي چیز تمکو الله سے بے پرواہ نہیں کرتي اے صفیہ پھوپي رسول خدا صلی الله علیہ وسلم کي کوئي چیز تمکو الله سے بے پرواہ نہیں کرتي اے فاطمہ بیٹي محمد صلی الله علیہ وسلم کي تو مانگ لے میرے مال سے جو چاهے کوئي چیز تجھکو الله سے بے پرواہ نہیں کرتي یعني هم قوم هونا یا رشتہ مند هونا یا اولاد هونا بغیر نیک اعمال کے کچھہ کام کا نہیں هی پس افسوس هی هم مسلمانوں پر جو یہودیوں کي طرح بزرگوں کي اولاد هونے پر تکیہ کرکر نیک اعمال سے باز رهیں *

بخاري کتاب التفسیر
قام رسول الله صلی الله علیه وسلم حین انزل الله وانذر عشیرتک الاقربین قال یامعشر قریش او کلمة نحوها اشتروا انفسکم لا اغني عنکم من الله شیئا یا بني عبد مناف لا اغني عنکم من الله شیئا یا عباس بن عبدالمطلب لا اغني عنک من الله شیئا ویا صفیة عمة رسول الله (صلی الله علیه وسلم) لا اغني عنک من الله شیئا ویا فاطمة بنت محمد (صلی الله علیه وسلم) سلیني ماشئت من مالي لا اغني عنک من الله شیئا —

(خدا ابراهیم کے لیئے) ظاهر میں یہہ کلمہ حضرت یحیی نے ایک بات کے سمجھانے کے طور پر کہا کہ الله تعالی ایک عجیب طور سے خلقت پیدا کرسکتا هی جو ابراهیم کي

تابعداري کرنے اور اُسکے حکموں پر چلنے کے سبب اُسکي اولاد شمار کیئے جاویں مگر حقیقت میں یہہ اشارہ کفار کي طرف هی علی الخصوص کفار عرب کي طرف جو بت پرستي میں نہایت گرمجوش تھے اور یہودي اُن بت پرستوں کو اپنے پاؤں کے پتھر سے بھي زیادہ حقیر سمجھتے تھے حضرت یحیی نے فرمایا که جنکو تم پتھر کي طرح حقیر سمجھتے هو اُنھي میں سے الله تعالی ایسے لوگ پیدا کرسکتا هی جو ابراهیم کے دین پر قایم هوں اور اُسکي تابعداري بجالاویں اور ابراهیم کي اولاد بن جاویں *

حضرت یحیی کے زمانه میں جسقدر کفار اور بت پرست تھے اُن میں سے ایسا کوئي نہیں هی که سچے خدا پر اور حضرت مسیح علیه السلام پر ایمان لانے کے بعد حضرت ابراهیم علیه السلام کي تابعداري کا اعتقاد کرتا هو خدا تعالی قران مجید میں فرماتا هی که جب ابراهیم کو اُسکے پروردگار نے کہا که تو پروردگار پر یقین لا اُسنے کہا که سارے جہان کے پروردگار پر یقین لایا اور اسیکي وصیت کي ابراهیم نے اپنے بیٹوں کو اور اسیکي وصیت کي یعقوب نے که اے میرے بیٹوں الله نے تمھارے لیئے یہه دین پسند کیا هی پھر تم نه مریو مگر اسي دین پر ۔ پھر الله تعالی یہودیوں سے فرماتا هی که کیا تم موجود تھے جب یعقوب کو موت آئي اور اُسنے اپنے بیٹوں سے کہا که میرے بعد کس چیز کو تم پوجوگے اُنھوں نے کہا هم پوجینگے تیرے خدا کو اور تیرے باپ ابراهیم و اسمعیل و اسحق کے خدا کو جو ایک خدا هی اور هم اُسپر یقین رکھتے هیں پھر الله صاحب نے فرمایا که اهل کتاب جو یہه بات کہتے هیں که یہودي یا عیسائي هوجاؤ جب راہ پر آؤگے تو اُسکے جواب میں کہو که همنے دین ابراهیم کو پکڑا هی جو ایک خدا کا پوجنے والا تھا اور مشرکوں میں سے نه تھا ۔ علاوہ اسکے

سورۃ البقرہ آیت ۱۳۱ لغایت ۱۳۳ و ۱۳۵

اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمین و وصی بها ابراهیم بنیه و یعقوب یا بني ان الله اصطفی لکم الدین فلاتموتن الا و انتم مسلمون ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه ماتعبدون من بعدي قالوا نعبد الهک و اله ابائک ابراهیم و اسمعیل و اسحق الها واحدا ونحن له مسلمون — وقالوا کونوا هوداً اونصاری تهتدو قل بل ملة ابراهیم حنیفا وما کان من المشرکین —

الله تعالی نے قران مجید میں فرمایا که اے محمد همنے تجھکو وحي بھیجي که پیروي کر ابراهیم کے دین کي جو ایک خدا کا پوجنے والا تھا اور مشرکوں میں سے نه تھا چنانچه هم مسلمان اُسي دین ابراهیم کو پکڑے هوئے هیں جسپر چلنے سے حضرت یحیی نے حضرت ابراهیم علیه السلام کي روحاني اولاد میں داخل هونے کي خوشخبري هم مسلمانوں کو دي هی *

سورہ نحل آیت ۱۲۳

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا وما کان من المشرکین —

(اور درختوں کي جڑ پر الخ) یعني وہ زمانہ قریب آگیا ہی کہ جو درخت پھل نہ لاوے وہ جڑ سے کاتا جاوے ۔ اس سے عموماً یہودیوں کے برباد ہونیکا مطلب نہیں ہی بلکہ حضرت یحیی نے صرف گنہگاروں کو یہہ بات سنائي ہی *

جڑ سے کاتے جانے سے یہہ مطلب ہی کہ اگر گنہگار یہودي اپنے گناہوں سے توبہ نکرینگے اور وہ میوہ جو توبہ کے لایق ہی نہ لاوینگے تو جڑ سے کاتے جاوینگے یعني ابراہیم کي اولاد ہونیکي جو بزرگي ہی وہ اُن میں نہیں رہنے کي بلکہ اُنکا روحاني نسب ابراہیم سے کٹ جاویگا *

۱۱ سچ ہی میں تمہیں توبہ کے لیئے پاني † میں غوطہ دلاتا ہوں لیکن وہ جو میرے بعد آنیوالا ہی مجھسے بڑا ‡ ہی میں اُسکي جوتیاں اوتھانے کے لایق نہیں وہ تمکو آگ سے § روح قدس میں غوطہ دلاویگا *

تفسیر

یہہ کلام حضرت یحیی نے فروسیوں اور صدوقیوں کے زیادہ تر تعجب میں ڈالنے کے لیئے فرمایا کیونکہ فروسي اور صدوقی ظاہر کي پاکیزگي نہانے دھونے کو ایک عمدہ نیکي کا کام سمجھتے تھے اور حضرت یحیی جو پاني میں غوطہ دلاتے تھے وہ اُن لوگوں کي سمجھہ سے کچھہ کچھہ مناسبت رکھتا تھ مگر حضرت یحیی نے اُنکو جتلایا کہ یہہ ظاہر کي ستھرائي کچھہ چیز نہیں ہی بلکہ اصلي مطلب روحاني اصطباغ سے ہی جسکو عیسی مسیح علیہ السلام روح قدس کي قوت سے دیگا *

اگرچہ اصطباغ عیسائي مذہب میں بطور فرض مذہبي قرار پایا ہی مگر اس ورس سے ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ بطور فرض مذہبي کے نہیں ہی البتہ روحاني اصطباغ جسکي خبر حضرت یحیی نے دي اور حضرت مسیح علیہ السلام نے بھي اُسي روحاني اصطباغ کے سوا اور کوئي ظاہري اصطباغ کسیکو نہیں دیا عیسائي مذہب بموجب فرض مذہبي ہی جیسا کہ ہم مسلمانوں کے مذہب میں صرف روحاني اصطباغ مسلمان ہونیکو کافي ہی *

(جو میرے بعد آنے والا ہی) کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا کہ اس آنے والے شخص سے حضرت مسیح علیہ السلام مراد ہیں چنانچہ بموجب انجیل ‖ یوحنا کے خود حضرت یحیی نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اشارہ کرکر بتایا کہ " یہہ وہي ہی جسکے حق میں میں نے کہا کہ ایک مرد میرے پیچھے آتا ہی جو مجھسے بڑا ہی کہ وہ مجھسے پہلا تھا *

† مارک ۱ — ۸ — لوک ۳ — ۱۶ —
‡ یوحنا ۱ — ۲۷ —
§ اعمال ۱ — ۵ — ۲ — ۱ و ۴ —
‖ یوحنا ۱ — ۳۰ —

حضرت مسیح علیہ‌السلام حضرت یحیی کے سامنے پیدا ہوچکے تھے اور یردن میں غوطہ کھا چکنے کے بعد روح قدس بھي اُنپر اوتر چکي تھي اور شیطان بھی حضرت مسیح کو آزما چکا تھا یہہ سب باتیں حضرت یحیی کے سامنے هوچکي تھیں پھر حضرت یحیی نے یہہ کیا کہا کہ جو میرے بعد آنے والا هی کیونکہ حضرت مسیح اُنکے سامنے آچکے تھے . اس فقرہ کے معني بجز اسکے کہ جس طرح هم مسلمان اعتقاد رکھتے هیں اور کسي طرح نہیں بن سکتے اور وہ یہہ هیں کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام الله کے نبي تھے جب تک حضرت یحیی زندہ رهے حضرت مسیح کو منصب نبوت کا عطا نہیں هوا تھا حضرت یحیی کے زندہ رهنے تک اُنہوں نے جو وعظ کیا وہ حضرت یحیی کی طرف سے کیا اور اسي لیئے جس طرح حضرت † یحیی غوطہ دلاتے تھے اُسي طرح حضرت مسیح علیہ‌السلام نے بھي غوطہ دلایا مگر جب حضرت یحیی قید خانہ میں ڈالے گئے اور مارے گئے اُسوقت حضرت مسیح علیہ‌السلام کو منصب نبوت ملا اسلیئے ‡ حضرت یسوع مسیح نے " جلیل میں آکے خدا کي بادشاهت کي خوشخبري دیکر کہا . وقت پورا هوا اور خدا کی بادشاهت نزدیک هی تم توبہ کرو اور انجیل پر ایمان لاؤ " اسلیئے حضرت یحیی نے کہا تھا کہ جو میرے بعد آنے والا هی یعني میرے بعد اس نبوت کے منصب پر مقرر هونے والا هی پس اس ورس سے حضرت مسیح علیہ‌السلام کا رسول‌الله هونا جیسا کہ هم مسلمان اعتقاد رکھتے هیں بخوبي ثابت هی *

(مجھسے بڑا هی) کیونکہ حضرت مسیح علیہ‌السلام روح الله اور کلمة‌الله تھے اور شریعت اور کتاب بھي حضرت کو دي گئي تھي اور حضرت یحیی علیہ‌السلام ایسي نہ تھے *

(میں اُسکي جوتیاں اوتھانے کے لایق نہیں) فلسطین اور افریقہ کے ملکوں میں ایسي جوتي پہنتے تھے جو تسموں سے بندھي هوتي تھي اور جب کہیں جاکر بیٹھتے تھے تو تسمہ کھول کر جوتیاں اوتار ڈالتے تھے بڑے آدمیوں کي جوتیوں کا تسمہ خدمتگار کھولتا تھا اور اوتھاکر اپنے پاس رکھہ لیتا یہہ خدمت ایک نہایت ادنی خدمت هی پس حضرت یحیی نے حضرت مسیح علیہ‌السلام کي بڑائي جتلانے کو فرمایا کہ میں اُسکي ادنی خدمت کے بھي لایق نہیں هوں *

بعض علماء مسیحي حضرت یحیی کے اس قول سے حضرت مسیح علیہ‌السلام کي الوهیت ثابت کرتے هیں اُنکا § قول یہہ هی کہ حضرت یحیی ایسے بزرگ اور مقدس تھے کہ اُنسے زیادہ بڑا کوئي شخص ‖ عورت سے پیدا نہیں هوا ایسا شخص جو ایسا حیرت انگیز فاصلہ اپنے

† یوحنا ٣ — ٢٢ و ٢٦ — ‡ مارک ١ — ١٤ و ١٥ متی ٤ — ١٧ —

§ دیکھو تفسیر ڈائیلي اور منینٹ مطبوعہ سنہ ١٨٥٦ ع صفحہ ١٠ جلد ٣ —

‖ متی ١١ — ٩ و ١١ —

میں اور حضرت مسیح میں بیان کرتا ھی اور اُسکا رستہ طیار کرنیکو آیا تو بجز صفت الوھیت کے اور کونسي صفت حضرت مسیح میں قرار پاسکتي ھی *

مگر ھم مسلمانوں کا یہہ عقیدہ نہیں ھی ھم لوگ کہتے ھیں کہ حضرت یحیی نے جن ملکوں کي تعظیمي رسم سے حضرت مسیح علیہ‌السلام کي بزرگي کو تعبیر کیا ھی وھاں ھمیشہ یہہ رسم ھی کہ چھوٹا اپنے بڑے کي تعظیم ادا کرنیکو ایسي ادنی خدمت بجا لایا کرتا ھی جیسے بیٹا باپ کي یا شاگرد اُستاد کي یا نو عمر بڈھے کي یا دنیادار آدمي ولي اور خدا پرست آدمي کي اسي طرح حضرت یحیی نے حضرت مسیح کي بزرگي کي تعبیر کي کسي طرح پر یہہ قول حضرت مسیح کي الوھیت پر دلیل نہیں ھوسکتا *

(آگ سے روح قدس میں) بعض علماء مسیحي خیال کرتے ھیں کہ یہہ پیشین‌گوئي اُس واقعہ کي ھی جو بعد رفع ھونے حضرت مسیح علیہ‌السلام کے حواریوں پر واقع ھوئي کہ آگ † کیسي زبانیں جدا جدا دکھائي دیں اور اُن میں سے ھر ایک پر ٹھہرگئیں تب وے سب روح قدس سے بھر گئي مگر میں یہہ خیال کرتا ھوں کہ وہ ایک جدا واقعہ تھا جو ھوا اسمقام پر آگ سے روح قدس میں غوطہ دلانا خاص حواریوں کے واسطے نہیں کہا گیا ھی بلکہ سب لوگوں کے لیئے کہا ھی جو حضرت مسیح علیہ‌السلام پر ایمان لاویں *

آگ سے یہاں صرف ایک مقوي روحاني اثر روح قدس کا مراد ھی اور مطلب صرف اتنا ھی کہ حضرت مسیح اُن لوگوں کو جو اُنپر ایمان لاوینگے صرف روحاني اثر سے جسکي تیزي اور قوت مثل آگ کے ھی اصطباغ دینگے *

---

۱۲ اُسکے ھاتھہ میں سوپ ھی اور وہ اپنے کھلیان کو صاف کریگا ‡ اور اپنے گیہوں کو کوٹھي میں جمع § کریگا اور بھوسي کو اُس آگ سے جو ھرگز نہیں || بجھتي جلاویگا *

سوپ یعني چھاج کوٹھي یعني کھتہ بھوسي یعني بھس بیڈب تست ¶ پي ارس اس ورس سے یہہ مراد لیتے ھیں کہ " اس مقام پر یہودیوں کي بربادي کي اطلاع دي ھی گیہوں کو کھتہ میں جمع کرنے سے یہہ مناسبت معلوم ھوتي ھی کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام پر یقین لانے والي چاھیئے کہ اُس مصیبت میں مبتلا نہوں " *

مگر میں خیال کرتا ھوں کہ یہہ ورس صرف روحاني معاملات سے متعلق ھی اور معني اس ورس کے یہہ ھیں کہ اُسکے ھاتھہ میں چھاج ھی یعني اُسکے پاس روح قدس ایک اوزار

---

† اعمال باب ۲ — ۲ لغایت ۴ —　　‡ ملاکي ۳ — ۱ و ۳ —

§ متی ۱۳ — ۳۰ —

|| مارک ۹ — ۴۳ مشاھدات ۱۴ — ۱۱ —

¶ تفسیر ڈاٗیلي اور منٹیلنٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۹ع جلد ۳ صفحہ ۱۰ —

انسان کے پاک کریگا ھی وہ اپنے کھلیان کو یعني بني اسرائیل کو صاف کریگا اوراپنے گیہوں کو یعني بني اسرائیل کو جو اُسپر ایمان لاوینگے کھتے میں جمع کریگا یعني اپنے میں لیگا اور بہس کو یعني اُن لوگوں کو جو اُسپر ایمان نہیں لاتیکے آگ سے یعني دوزخ کي آگ سے یا قہر الهي کي آگ سے جو ھرگز نہیں بجھتي جلادیگا یہودیوں کي عادت تھي که اپنا کھانا پکانے اور تنور وغیرہ گرم کرنے میں بہس کو بطور ایندھن کے جلایا کرتے تھے *

۱۳ تب یسوع جلیل سے † یردن کے کنارے پر اُسکے پاس آیا تاکه اُسکے ھاتھہ سے غوطه کھاوے *

۱۴ یحیی نے اُسے منع کرکے کہا تو کیوں میرے پاس آتا ھی ؟ چاھیئے که میں تیرے ھاتھہ سے غوطه کھاؤں *

۱۵ تب یسوع نے اُسکے جواب میں کہا که اب اجازت دے که ھمیں سب نیک کاموں کو ایسا ھي پورا کرنا مناسب ھی تب اُسنے اُسے اجازت دي *

تفسیر

(میں تیرے ھاتھہ سے غوطه کھاؤں) کیونکه تم روح الله اور کلمة الله اورمجھسے بڑے ھو که میں تمھاري جوتیاں اوٹھانیکے لایق نہیں ھوں *

(ھمیں سب نیک کاموں کو ایسا ھي پورا کرنا مناسب ھی) ڈاکٹر لائٹ فٹ کي یہه راے ھی که حضرت مسیح علیه السلام کا خدمت وعظ پر داخل ھونے سے پہلے قواعد لوي ٹوز یعني احبار کو ادا کرنا ضرور تھا اور جو که اصطباغ کي رسم مذھب عیسائي میں داخل ھونیکے لیئے بھي قرار پانے والي تھي اسلیئے مناسب تھا که خود حضرت مسیح بھي اس رسم کو ادا فرماویں *

مگر ھم مسلمانوں کے نزدیک انجیل کے بموجب ظاھري اصطباغ پانا فرض مذھبي نہیں ھی جیسے ختنه که باوجود اسبات ‡ کے که حضرت مسیح علیه السلام کا ختنه بموجب یہودي شریعت کے ھوا مگر ختنه ھونا نه انجیل کے بموجب فرض مذھبي ھی نه ھم مسلمانوں کے مذھب میں فرض ھی ھم مسلمانوں کا اعتقاد یہه ھی که ھرایک شخص کو نبي وقت پر ایمان لانا واجب ھی یہاں تک که خود نبي کو بھي اپني نبوت پر ایمان لانا ضرور ھی اسلیئے ضرور تھا که حضرت یسوع مسیح علیه السلام بھي حضرت یحیی کي نبوت پر ایمان لاتے اور یہي وجہه ھی که حضرت مسیح نے حضرت یحیی سے یہه کہکر که ھمیں سب نیک کاموں کا ایسا ھي پورا کرنا مناسب ھی اصطباغ لیا *

† مارک ۱ — ۹ —
‡ لوک ۲ — ۲۱ —

۱۶ يسوع جب غوطه کھاچکا اُسي وقت پاني ميں سے نکلکر اوپر آيا اور يکايک اُسپر آسمان کھل گيا اور اُسنے خدا کي روح † کو کبوتر کي مانند اوترتے اور اپنے اوپر آتے ديکھا *

۱۷ اور يکايک آسمان سے ايک آواز آئي که يهه ميرا پيارا ‡ بيٹا هی جس سے ميں راضي هوں *

تفسير

(پاني ميں سے نکلکر اوپر آيا) اس ترجمه ميں § کچهه کچهه اختلاف هی بعض علماء مسيحي نے اسکا ترجمه يوں کيا هی عيسی غوطه کهاکر پاني ميں سے نه زياده جلدي نکلا تها به نسبت اسکے که آسمان کهل گيا اور بعض علماء نے يوں ترجمه کيا مشکل سے وه پاني ميں سے چڑهتا تها الی اخره اس اختلاف سے بعض علماء مسيحي نتيجه يهه نکالتے هيں که يهه برکت جو حضرت مسيح پر نازل هوئي بسبب اصطباغ دينے حضرت يحيی کے هوئي يا خود حضرت مسيح کے سبب جن لوگوں نے سب سے پہلا ترجمه اختيار کيا هی اُنکا قول هی که اصطباغ سے اُسکو کچهه علاقه نه تها اسي ليئے اصطباغ کے بعد هوئي علاوه اسکے وه خيال کرتے هيں که يهه واقعه حضرت يحيی کي بزرگي بڑهانيکو هوا تها نه حضرت مسيح کي کيونکه مسيح عليه‌السلام اگر ابن الله هوں تو اسکے محتاج نه تهے مگر يهه مطلب اس ورس کے صريح مضمون سے جو صاف صاف بلا تاويل نکلتا هی نهايت بعيد هی اسواسطے هم مسلمان اسکا اعتقاد رکهتے هيں که يهه واقعه خاص حضرت مسيح عليه‌السلام کے ليئے هوا اور حضرت يحيی عليه السلام کے سامنے اسليئے هوا که وه بهي گواهي ديں اور اس امر کي نسبت که يهه برکت بسبب اصطباغ دينے کے نازل هوئي يا خود حضرت مسيح کے سبب هم مسلمان کچهه زياده بحث نهيں کرتے کيونکه حضرت مسيح عليه‌السلام هم مسلمانوں کے اعتقاد بموجب پہلے سے کلمةالله اور روح‌الله تهے پهر يهه برکت خواه اصطباغ دينے سے هوئي هو خواه خود حضرت مسيح کے سبب دونوں برابر هيں بلاشبهه وه اس برکت کے مستحق تهے *

(آسمان کهل گيا) يهوديوں ميں يهه دستور تها که جب آسماني کسي عجيب چيز کا ظهور يا برکت کا نزول هوتا تها تو يهودي اسي طرز کلام سے اُسکو بيان کرتے تهے که آسمان کهل گيا هم مسلمانوں ميں بهي يهي دستور هی اور ايسي حالت ميں هميشه بولتے هيں که آسمان کے دروازے کهل گئے اسي طرح پر يهه کلام بهي بولا گيا هی *

† اشعياه ۱۱ — ۲ ۴۲ — ۱ لوک ۳ — ۲۲ يوحنا ۱ — ۳۲ و ۳۳ —
‡ متی ۱۷ — ۵ لوک ۹ — ۳۵ ۲ پطرس ۱ — ۱۷ —
§ واٹسن ايکسپوزيشن مطبوعه سنه ۱۸۳۷ع صفحه ۴۳ —

(خدا کي روح کو کبوتر کي مانند) قران مجید میں الله تعالی فرماتا هی که دیئے همنے عیسی مریم کے بیتے کو معجزے اور قوي کیا همنے اُسکو ساتهه روح القدس کے پس هم مسلمان بخوبي اعتقاد رکهتے هیں که حضرت مسیح علیه السلام کو روح القدس دي گئي تهي مگر اسبات کي تفصیل که کسطرح دي گئی تهي قران مجید میں مذکور نهیں هی مگر اس مقام پر اُسکي تفصیل بهي بیان هوئي هی *

سورة البقرہ آیت ۲۵۳
و آتینا عیسی ابن مریم البینات و ایدناہ بروح القدس —

جس لفظ کا ترجمه اس اُردو مترجم نے کبوتر کیا هی انگریزي میں وہ لفظ (ڈو) هی اور اُسکا ترجمه فاخته کرتے هیں بهر حال کچهه هو بحث اس میں هی که یهه کیا چیز تهي ترتلین صاحب † اور سینت اگستین یهه خیال کرتے هیں که درحقیقت وہ اصلي کبوتر یا اصلي فاخته بطور ظاهري نشان کے تهي اور سینت لوک کا یهه خیال هی که روح قدس کبوتر یا فاخته کي جسمي صورت میں نازل هوئي مگر اصل مطلب یهه معلوم هوتا هی که وهاں نه کوئي اصلي فاخته تهي اور نه فاخته کي کوئي صورت تهي مقدس متی نے صرف روح کے اوترنے کي تشبیهه دي هی که جس طرح کبوتر یا فاخته تیزي سے اپنے تمام بدن کو مصروف کرکر نیچے اوترتا هی اُسي طرح روح قدس نازل هوئي *

حضرت مسیح علیه السلام کي شان اور اُنکا روح الله اور کلمة الله هونا اسبات سے خیال کرنا چاهیئے که حواریوں پر جب روح قدس نازل هوئي تو آگ ‡ کي صورت میں نازل هوئي تاکه اُنکو گناهوں سے پاک کردے اور جب حضرت مسیح علیه السلام پر نازل هوئي تو صرف روح بغیر کسي رنگ و صورت کے نهایت درجه فاخته کي صورت میں نازل هوئي جس سے ایک نهایت بڑا درجه حضرت مسیح علیه السلام کا معلوم هوتا هی *

(آواز آئي که یهه میرا پیارا بیتا هی) علماء § مسیحي اس مقام پر یهه بیان کرتے هیں که یهودي اسبات کو مانتے تهے که مسیح ‖ خدا کا بیتا هی یهه تو ظاهر هی که یهودیوں نے حضرت مسیح علیه السلام کو نهیں مانا پهر وہ اُنکو خدا کا بیتا کیونکر مانتے مگر مراد اس قول کي یهه هوگي که یهودي جو مسیح کا هونا مانتے تهے تو وہ یهه بهي مانتے تهے که وہ خدا کا بیتا هوگا اور علماء مسیحي کا یهه قول بهي هی که یهودیوں کے نزدیک خطاب مسیح ¶ کا اور

† واٹسن ایکسپوزیشن مطبوعه سنه ۱۸۳۷ ع صفحه ۲۳ —
‡ اعمال ۲ — ۲ لغایت ۴ —
§ دیکهو تفسیر ڈائیلي و منینٹ مطبوعه سنه ۱۸۵٦ ع جلد ۳ صفحه ۱۱ —
‖ زبور ۲ — ۷ — سموئیل دوم ۷ — ۱۴ —
¶ متی ۲٦ — ٦۳ — ٦۷ مارک ۲۲ — ٦۷ و ۷۰ یوحنا ۱ — ۴۱ و ۴۹ متی ۱٦ — ۲۰ — مارک ۸ — ۲۹ — لوک ۹ — ۲۰ —

خطاب خدا کے بیٹے کا ایک هي تها جیسا که سردار امام نے حضرت مسیح علیه‌السلام سے کہا " میں تجھے زندہ خدا کي قسم دیتا هوں که اگر تو مسیح خدا کا بیٹا هی تو مجھسے سچ کہه " پس اس سے ثابت هوا که مسیح اور خدا کا بیٹا ایک هي تها *

اسقدمه کے ثابت کرنیکے بعد علماء مسیحي یهه بیان کرتے هیں † که اس اصطباغ کے واقعه سے تثلیث کا هونا بخوبي پایا جاتا هی کیونکه وهاں علانیه تینوں کا ظهور تها حضرت مسیح اپني جسمي صورت میں موجود تھے روح قدس اس طرح پر نازل هوئي جو دکهائي دي البته تیسري اقنوم کا دکهائي دینا مشکل تها سو اُسکي علانیه آواز آئي که یهه میرا پیارا بیٹا هی *

مگر هم مسلمان اس ورس کي تفسیر اس طرح نهیں کرتے اس میں کچهه شک نهیں که یهودي حضرت مسیح علیه‌السلام کے آنیکے متوقع تھے اور جب سچا مسیح آیا تو اُنهوں نے اپني بدبختي سے اُسکو نه مانا اور جهوٹا مسیح یعني مسیح‌الدجال جب آویگا تو اُسکو مانینگے اور خدا اور خدا کا بیٹا کهینگے مگر اس ورس کي تفسیر ‡ یهه نهیں هی جو علماء مسیحي نے کي بلکه صحیح تفسیر یهه هی که باپ کے معني ناصح § یا صلاح کار کے هیں اور مشرقي ملکوں میں اسي مراد سے مستعمل تها اور ایک کام کي بنیاد ڈالنے والے پر بهي بولا جاتا تها مثلاً کہتے هیں که شیطان جهوٹ کا باپ هی اور اسیطرح بیٹے کا استعمال اُس چیز پر بهي جسکو الله نے ابهي اپنے هاتهه سے بنایا اور اُنپر بهي جو ایمان لائے آیا هی پس هم مسلمانوں کے نزدیک تمام کتب عهد عتیق و عهد جدید میں ایسے مقاموں میں اسیطرح پر اسکا استعمال هوا هی عربي محاورہ کے بموجب اگر اسکو تعبیر کرینگے تو یوں کهینگے اب یعني باپ بمعني رب یعني پروردگار کے اور ابن یعني بیٹا بمعني العبد المقبول یعني بندہ برگزیدہ کے استعمال کیا جاتا هی اور یهه استعمال ٹهیک ٹهیک کتب عهد جدید اور عهد عتیق کے مطابق هوتا هی چنانچه مفصله ذیل مثالوں سے یهي مطلب پایا جاتا هی *

۱ حضرت سلیمان || کي نسبت الله تعالی نے فرمایا وہ میرا بیٹا هوگا اور میں اُسکا باپ هونگا *

۲ یهودیوں ¶ نے حضرت مسیح علیه‌السلام سے کها که همارا ایک باپ خدا هی حضرت مسیح نے فرمایا که اگر خدا تمهارا باپ هوتا تو تم مجهے پیار کرتے *

---

† ڈاڈلي اور مینٹ مطبوعه سنه ۱۸۵۶ع جلد ۳ صفحه ۱۱ —

‡ دیکهو ایڈي صاحب کي بائبل پیڈیا مطبوعه سنه ۱۸۵۷ ع صفحه ۲۶۳ , ۵۳۸ —

§ پیدایش ۴۵ — ۸ —

|| ۱ تاریخ ۲۲ — ۱۰ — ¶ متی ۸ — ۴۱ , ۴۲ —

۳ حضرت مسیح † نے مریم سے فرمایا کہ میرے بھائیوں پاس جا اور اُن سے کہہ کہ میں اوپر اپنے باپ اور تمہارے باپ پاس اور اپنے خدا اور تمہارے خدا پاس جاتا ہوں *

۴ حضرت مسیح ‡ نے اپنے مریدوں کو نصیحت کی پس جیسا تمہارا باپ رحیم ہی تم بھی رحیم ہو *

۵ حضرت مسیح § نے فرمایا اے چھوٹے گلے مت ڈرکہ کہ تمہارا باپ تمہیں بادشاہت دینے کو راضی ہی *

۶ حضرت مسیح || علیہ‌السلام نے اپنی نصیحت میں فرمایا اسیطرح تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہی یہہ مرضی نہیں *

۷ حضرت مسیح ¶ نے نصیحت کرتے وقت فرمایا اور زمین پر کسیکو اپنا باپ نہ کہو کہ تمہارا باپ ایک ہی جو آسمان پر ہی *

۸ حضرت مسیح * نے فرمایا کیا ایک پیسے کی دو گوریاں نہیں بکتیں اور اُن میں سے ایک بھی تمہارے باپ کے بے حکم زمین پر نہیں گرتی *

۹ حضرت مسیح ǂ نے فرمایا کہ اگر دعا مانگنے کے وقت کسیکی تقصیر یاد آوے تو معاف کرو تاکہ تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہی تمہاری تقصیروں کو معاف کرے اگر تم معاف نکروگے تو تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہی معاف نکریگا *

۱۰ حضرت مسیح †† نے فرمایا کہ اگر تم آدمیوں کے گناہ معاف کروگے تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہی تمہیں معاف کریگا اور اگر تم آدمیوں کے گناہ معاف نکروگے تو تمہارا باپ بھی تمہارے گناہ معاف نکریگا *

۱۱ حضرت مسیح ‡‡ نے فرمایا تمہارا باپ جانتا ہی کہ ان سب کا تمہیں درکار ہی *

۱۲ حضرت مسیح §§ نے فرمایا کہ ریا سے تمہارے باپ سے جو آسمان پر ہی تمہیں کچھہ پھل نہ ملیگا *

۱۳ حضرت مسیح |||| نے فرمایا کہ تمہارا باپ اُس سے آگے کہ تم اُس سے مانگو جانتا ہی *

---

† یوحنا ۲۰ — ۱۷ *
‡ لوک ۶ — ۳۶ *
§ لوک ۱۲ — ۳۲ *
|| متی ۱۸ — ۱۴ *
¶ متی ۲۳ — ۹ *
* متی ۱۰ — ۲۹ *
ǂ مارک ۱۱ — ۲۵ , ۲۶ *
†† متی ۶ — ۱۴ , ۱۵ *
‡‡ لوک ۱۲ — ۳۰ *
§§ متی ۶ — ۱ *
|||| متی ۶ — ۸ *

۱۴ حضرت مسیح † نے فرمایا تاکه وے تمہارے نیک کاموں کو دیکھکر تمہارے باپ کا آسمان پر هی شکر کریں *

۱۵ حضرت مسیح ‡ نے فرمایا تاکه تم اپنے باپ کے جو آسمان پر هی فرزند هو *

۱۶ حضرت مسیح § نے فرمایا جیسا تمهارا باپ جو آسمان پر هی کامل هی تم بھي کامل هو *

۱۷ تو خدا کے بیٹوں || نے آدمیوں کي بیٹیوں کو دیکھا *

۱۸ تب تو فرعون ¶ کو یوں کہیو که خداوند نے یوں فرمایا هی که اسرائیل میرا بیٹا هی بلکه میرا پہلونٹا هی *

۱۹ میں * نے کہا تم سب الله هو اور هر ایک تم میں سے حق تعالی کا فرزند هی *

۲۰ کیونکه ⸸ میں اسرائیل کا باپ هوں اور ابراهیم میرا پہلونٹا هی *

۲۱ آدم ‡‡ بیٹا خدا کا *

جبکه اتني مثالوں سے ثابت هی که باپ اور بیٹے کا استعمال اُن معنوں میں نہیں آیا جن معنوں میں که علماء مسیحي ان الفاظ سے صرف حضرت مسیح علیه‌السلام کي نسبت مراد لیتے هیں تو هم مسلمان کوئي وجهه نہیں پاتے که اس ورس میں یا اور ورسوں میں جو اس کي مانند هیں اُس کے برخلاف کوئي اور معني اختیار کریں خدا کا تقدس اور خدا کي پاکي جو خود حضرت مسیح نے انجیل میں فرمائي اور تمام نبي فرماتے آئے وہ خود اسباب کي مقتضي هی که وہ خود اپني رحمت اور شفقت سے کسي کا باپ هو یا اُس کي بندگي اور فرمان برداري سے کوئي اُس کا پیارا بیٹا هو مگر در اصل وہ یکه هی نه کوئي اُس کا بیٹا اور نه وہ کسي کا باپ اور هم مسلمان اپنے دل سے اور اپنے پورے اعتقاد سے یقین رکھتے هیں که همارے سردار حضرت عیسی مسیح علیه‌السلام کي یهي تعلیم تهي اور تمام حواریین حضرت مسیح علیه‌السلام کے یهي اعتقاد رکھتے تھے اور متقدمین عیسائیوں کا بھي جو ٹھیک ٹھیک همارے سردار حضرت مسیح علیه‌السلام اور حضرات حواریین رضوان الله علیهم اجمعین کي پیروي کرتے تھے یهي مذهب تها کچھه شک نہیں که هم مسلمان اُن کے پیرو هیں *

---

† متی ۵ — ۱۶ —
‡ متی ۵ — ۴۵ —
§ متی ۵ — ۴۸ —
|| پیدایش باب ۶ — ۲ —
¶ خروج ۴ — ۲۲ —
* زبور ۸۲ — ۶ —
⸸ یرمیاه ۳۱ — ۹ —
‡‡ لوک ۳ — ۳۸ —

سورۃالمائدہ آیت ۱۱۹
لغایت ۱۲۱

اذ قال الله یعیسی ابن مریم
وانت قلت للناس اتخذوني
وامي الهين من دون الله قال
سبحنک مایکون لي ان اقول
ما لیس لي بحق ان کنت قلته
فقد علمته تعلم ما في نفسي ولا
اعلم ما في نفسک انک انت
علام الغیوب ما قلت لهم الا ما
امرتني به ان اعبدوا الله ربي وربکم
و کنت علیهم شهیدا مادمت
فیهم فلما توفیتني کنت انت
الرقیب علیهم وانت علی کل
شئی شهید ان تعذبهم فانهم
عبادک وان تغفر لهم فانک انت
العزیز الحکیم ـ

الله تعالی قران مجید میں فرماتا هی که جب کهیگا
الله اے عیسی مریم کے بیٹے کیا تونے لوگوں سے کہا که مجهکو
اور میري ما کو خدا کے سوا دو خدا ما نو حضرت عیسی
کهینگے تو پاک هی مجهکو نهیں پوچهتا که میں وه بات
کهوں جو میرے لیئے ٹهیک نهیں هی اگر میں نے یهه کها
هوگا تو تجهکو معلوم هوگا تو جانتا هی جو میرے جي میں
هی اور میں نهیں جانتا جو تیرے جي میں هی بے شک تو
چهپي بات کا جاننے والا هی میں نے نهیں کها اُنکو مگر جو
تونے حکم کیا که بندگي † کرو الله کي جو رب ‡ هی میرا
اور تمهارا اور میں اُن کا خبردار تها جب تک که میں اُن
میں رها پهر جب تونے اُن میں سے لے لیا تو توهي اُن کا
خبردار تها اور تو هرچیز سے خبردار هی اگر تو اُن کو عذاب
کرے تو تیرے بندے هیں اور اگر معاف کرے تو تو هی
زبردست حکمت والا *

موسی میں بهي § خدا کي روح تهي بصلئیل بهي خدا کي روح سے بهرا گیا ‖ تها بلعام
پر بهي ¶ روح خدا کي نازل هوئي ساول * پر خدا کي روح نے ظهور کیا ساول کے ┼ نوکروں
پر بهي خدا کي روح آئي عزیاه †† عادو کے بیٹے پر خدا کي روح اُتري موسی سے خدا نے ‡‡
اواز سے کلام کیا داؤد کے §§ لیئے خداوند آسمان پر سے گرجا اور اُس عالي جناب نے اپني آواز
سنائي پهر روح کے اُترنے اور آواز کے آنے سے اُس ذات واحد میں تثلیث نهیں هوسکتي *

---

† متی ۲۲ — ۳۷ و ۳۸ ـ
‡ متی ۲۰ — ۱۷ ـ
§ پیدایش ۴۱ — ۳۸ ـ
‖ خروج ۳۱ — ۳ ۳۵ — ۳۱ ـ
¶ اعداد ۲۴ — ۲ ـ
* ۱ سموئیل ۱۰ — ۱۰ ۱۱ — ۶ ـ
┼ ۱ سموئیل ۱۹ — ۲۰ ـ
†† ۲ تواریخ ۱۵ — ۱ ـ
‡‡ خروج ۱۹ — ۱۹ ـ
§§ ۲ سموئیل ۲۲ — ۱۴ ـ

چوتھا باب

۱ مسیح کا شیطان سے آزمایا جانا ۱۶ اور اُسکا کفر ناحوم میں رہنا
۱۷ نصیحت شروع کرنے ۱۸ پطرس اندریا یعقوب اور یوحنا کو
بلانا ۲۰ اور بیماروں کو چنگا کرنا

۱ تب روح قدس نے یسوع کو بیابان میں پہنچایا تاکہ شیطان اُسکا امتحان † کرے

تفسیر

یہہ تمام باب ہم مسلمانوں کے عقیدہ کی نہایت حمایت کرتا ہی ایک ایک حرف اس باب کا ہم مسلمانوں کے عقیدہ کی نہایت مطابقت رکھتا ہی اگر حضرت مسیح علیہ السلام جس طرح کہ ہمکو دکھائی دیتے تھے اُسیطرح معہ اپنی تمام ہستی کے خدا تھے تو اُن کو شیطان کا آزمانا کیا معنی ہیں اور اگر یہہ بات کہی جاوے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے جسم و جان سے انسان تھے اور یہہ آزمایش اُسی انسانیت پر تھی اور الوہیت ایک اور چیز تھی جو اُن میں تھی تو بھی شیطان کا آزمانا صحیح نہیں ہوتا کیونکہ الوہیت اگر حضرت مسیح میں تھی تو وہ کسی وقت اور کسی آن اُن سے جدا نہیں ہوسکتی جیسے آگ کے شعلہ سے اُس کی روشنی پھر ایسی حالت میں بھی شیطان کا آزمانا کیا معنی ہیں ہاں اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو رسول اللہ مانا جاوے جیساکہ ہم مسلمان اعتقاد کرتے ہیں تو تمام مطلب صحیح ہوتا ہی جبکہ شیطان نے دیکھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام روح قدس سے معمور ہوئے اور اب عنقریب زمانہ آنے والہ ہی کہ شیطان کی بادشاہت ٹوٹے اور خدا کی بادشاہت پھیلے وہ بیتاب ہوا اور چاہا کہ جسطرح آدم کو اُس نے بہکایا تھا اُسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کو بہکادے مگر اللہ تعالی نے روح قدس کی تائید سے آپکو مستقل رکھا اور اُس قدیم دشمن کے پھندے سے بچایا *

(تب روح قدس نے) یعنی جب روح کی برکت اور اُسکی روحانی طاقت سے حضرت مسیح معمور ہوگئے تو روح کا مقتضی یہہ ہوا کہ روحانی اور جسمانی مشکلات حضرت مسیح علیہ السلام پر ڈالی جاویں تاکہ جس بڑے کام کو کہ وہ شروع کرنے والے تھے اُس کے انجام میں کوئی مصیبت ہرج نہ ڈالے اسلیئے مقدس متی نے حضرت مسیح کا بیابان میں بھیجنا روح کی طرف نسبت کیا *

(بیابان) یہہ ایک نہایت ویران جنگل جہاں درخت اور سبزہ کا بھی نام نہیں ہی یردن کے نزدیک کوارن تینیا پہاڑ کے نیچے ہی وہاں کی زمین ہرجگہہ سے نہایت ہولناک طرح پر پھٹی ہوئی ہی یہہ ایک ایسا وحشت انگیز اور دہشت ناک مقام ہی

† مارک ۱ — ۱۲ — لوک ۴ — ۱ —

که وهاں پهونچ کر انسان کو تمام ظاهري اسباب سے اُمید منقطع هو جاتي هي اور صرف خدا هي سے هرکام کي توقع رهتي هی اسلیئے روح قدس نے اسمقام کو پسند کیا تاکه حضرت مسیح علیه‌السلام کو ظاهري اسباب † میں بهي بجز خدا کے اور کسي پر دهیان نرهے *

(شیطان) عبري لفظ هی اور نهایت مشهور شخص هی هم مسلمان اُس کا ایک اصلي وجود بهي یقین کرتے هیں اور اسیطرح تمام عیسائي بهي یقین کرتے هیں که شیطان ایک اصلي وجود بهي اپنا رکهتا هی اسواسطے هم کو یقین هی که حضرت مسیح علیه‌السلام پاس شیطان ایک صورت بنکر جو دکهائي دیتي تهي آیا تها مگر اس ‡ زمانه کے بعض عیسائي شیطان کے وجود کے هونے سے منکر هیں اس سبب سے وه اس واقعه کو ایک خیالي تصور کرتے هیں اور یهه غلطي هی *

(امتحان کرے) جو لفظ انگریزي ترجمه میں یهاں کام میں لایا گیا هی وه ٹیمپٹ هی اُس کے عام معني ترغیب دینے کے هیں مگر اس لفظ سے کسي § شخص کے اعتقاد یا خدا پر صبر اور قناعت رکهنے کي آزمایش بهي مراد لي جاتي هی اسلیئے اس مقام پر اُردو مترجم نے امتحان ترجمه کیا *

بعض لوگ خیال کرتے هیں که یهه امتحان اس مطلب سے هوا که حضرت مسیح علیه السلام اپني قوت اور طاقت شیطان کو دکهلاوے جس نے آدم کو بهکایا تها اور اسبات کو جو کهي گئي تهي که عورت || کا تخم تیرا سر کچلیگا سچ کرکر دکهاوے مگر میں اس تفسیر کو پسند نهیں کرتا کیونکه حضرت ابراهیم علیه‌السلام بهت سخت امتحان میں ڈالے گئے تهے جب اُن سے کها ¶ گیا که اپنے چاهتے بیٹے کو قرباني کر اور حضرت ایوب بهي بهت بڑے امتحان میں ڈالے گئے تهے جبکه شیطان * نے اُن کے تمام مال اور اولاد اور بدن پر تسلط کیا تها اور شیطان بخوبي جان چکا تها که عورت کا تخم میرا سر کچلنے والا هی پهر اب اُسکو جتلانے کي کیا حاجت رهي تهي مگر اسمقام پر بهي اور اُن مقاموں میں بهي جو مذکور هوئے ان امتحانوں سے صرف یهه مطلوب تها که ان لوگوں کو اپنے خدا پر صبر اور قناعت اور اُس کي مرضي اور خوشي پر راضي اور خوش رهنا نهایت درجه پر مستحکم هوجاوے اور ان مصیبتوں کے اُٹهانے کے بعد جو پختگي که تجربه کاري سے حاصل هوتي هی اور جو مدارج که اپنے مالک کے حکم پر راضي اور خوش رهنے سے حاصل هوتے هیں وه سب حاصل هوں کیونکه خدا جسے + پیار رتا هی اُس کو تنبیه دیتا هی جسطرح باپ اُس بیٹے کو جس سے وه خوش هی *

---

† دیکهو متی ۴ — ۳ — ‡ واٹسن مطبوعه سنه ۱۸۴۷ ع صفحه ۴۴ —

§ خروج ۱۷ — ۲ — || پیدایش ۳ — ۱۵ —

¶ پیدایش ۲۲ — ۱ — * ایوب ۲ — ۱۰ — + امثال ۳ — ۱۲ —

۲ جب وہ چالیس دن رات روزہ رکھہ چکا آخر بھوکا ہوا *
۳ تب امتحان کرنے والے نے اُس پاس آکر کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہی تو کہہ یے پتھر روٹي بن جاویں *
۴ پر اُسنے اُس کے جواب میں کہا کہ لکھا ہی † آدمي خالي روٹي سے نہیں ہر حکم سے جو خدا کے منہہ سے نکلتا ہی جیتا ہی *

تفسیر

(جب وہ چالیس دن رات روزہ رکھہ چکا) جو برکت خدا کي روح قدس کے اُترنے سے حاصل ہوئي تھي اُس کا شکر ادا کرنے کے لیئے یہہ روزے تھے اور اس سے پایا جاتا ہی کہ یہہ روزے تمام عیسائیوں پر فرض ہیں گو اس زمانہ کے اکثر فرقے عیسائیوں کے ان روزوں کا فرض ہونا قبول نہیں کرتے *

(امتحان کرنے والہ نے) یعني شیطان نے ان باتوں سے شیطان کو حضرت مسیح علیہ‌السلام کا دھوکا دینا منظور تھا اس لیئے گمان ہوتا ہی کہ شیطان ایک نوراني فرشتہ کي صورت بن کر حضرت مسیح پاس آیا ہو کیونکہ شیطان ‡ بھي اپني صورت کو نوراني فرشتہ کي صورت میں بدل ڈالتا ہی *

(اگر تو خدا کا بیٹا ہی) یعني خدا کا پیارا اور مقبول ہی *

(یہہ پتھر روٹي بن جاوے) شیطان کي اس عجیب مکاري پر غور کرنا چاہیئے کہ چالیس دنکے درمیان میں وہ حضرت مسیح علیہ‌السلام پاس نہ آیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام کو خدا نے چالیس دن تک روزہ رکھنے کا حکم دیا ہی اس درمیان میں حضرت مسیح کا دھوکے میں آنا شیطان کے خیال میں نہ تھا (گو کہ وہ کسي وقت میں بھي اُسکے دھوکہ میں نہ آسکتے تھے) اسلیئے اُس دشمن نے یہہ مکر کیا کہ جب چالیس دن پورے ہوگئے اور گویا خدا کي طرف سے بھي اب کھانے پینے کي اجازت ہوگئي اور حضرت مسیح علیہ‌السلام بھوکے بھي ہوئے اُسوقت یہہ مکار آیا اور کہا کہ اگر تم خدا کے پیارے اور مقبول ہو تو بھوک میں دیر کیوں کرتے ہو ان پتھروں کو کہو کہ روٹي بن جاویں اس میں فریب یہہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام کا اس بات سے یقین توڑے کہ انسان کي زندگي خدا پر منحصر نہیں ہی بلکہ ظاہري اسباب پر یعني کھانے پینے پر موقوف ہی مگر خدا نے روح قدس کي تائید سے حضرت مسیح علیہ‌السلام کو اُس مکار کے مکر میں آنے نہ دیا اسلیئے حضرت مسیح نے ایسے اضطرار کے حال میں بھي اُسي کامل یقین سے جوابدیا کہ انسان کي زندگي روٹي سے نہیں ہی بلکہ خدا کے حکم سے ہی *

† استثنا ۸ — ۳ — ‡ ۲ کارنتھیوں ۱۱ — ۱۴ —

(هر حکم سے جو خدا کے منهه سے نکلتا هی) اُردو مترجم نے جس لفظ کا حکم ترجمه کیا هی وہ انگریزي ترجمه میں ورد هی اور ورد کا ٹھیک ترجمه لفظ یا کلمه هی اور یهه هي یہاں مراد هی *

یهه جواب حضرت مسیح علیه‌السلام نے کتاب استثنا باب ۸ ورس ۳ سے اخذ کیا هی اور وہ ورس یهه هی "اور اُسنے تجهے عاجز کیا اور تجهے بهوکا رکها اور وہ من جسے تو نجانتا تها اور نه تیرے باپ دادے جانتے تهے تجهے کهلایا تاکه وہ تجهے سکهلا دے که آدمي فقط روتي هي کهانے سے جیتا نهیں رهتا بلکه هر ایک بات سے جو خدا کے منهه سے نکلتي هی جیتا رهتا هی" *

اب سمجهو که هم مسلمان کلمات الله اُن چیزوں کو کهتے هیں جنکو خود خدا نے بغیر کسي ظاهري سبب کے نیست سے هست کیا هو اور یهي معني اس جگهه لیئے گئے هیں کیونکه الله تعالی نے بني اسرائیل پر بغیر کسي ظاهري سبب کے من اُتارا تها اور اُسیکو الله تعالی نے فرمایا که آدمي هر بات سے جو خدا کے منهه سے نکلتي هی جیتا رهتا هی اسیطرح حضرت مسیح نے فرمایا که جو خدا کي مرضي هی اُس پر میں راضي هوں اگر خدا کو اس بهوک سے مجهے بچانا اور میري زندگي رکهني منظور هی تو کچهه روتي پر موقوف نهیں هی بلکه وہ هر کلمه سے یعني هر چیز سے جو بلا ظاهري سبب کے وہ پیدا کرسکتا هی وہ جلا سکتا هی *

یهه وہ معني تهے جو اُس ورس کے ظاهري الفاظ سے نکلتے تهے مگر حقیقت میں حضرت مسیح نے یهه نهیں فرمایا که الله تعالی میرے کهانے اور میري زندگي رکهنے کے لیئے خود کوئي چیز بلا کسي ظاهري سبب کے پیدا کردیگا جیسیکه من پیدا کردیا تها بلکه اصلي معني یهه هیں که آدمي کي زندگي کسي کهانے پینے کي چیز پر موقوف نهیں هی بلکه صرف خدا پر موقوف هی پهر جو بات اُسکے منهه سے نکلتي هی اُس سے وہ جیتا هی خواہ وہ کهانیکي چیز هو یا نهو چنانچه اُس جنگل میں کوئي چیز الله تعالی نے حضرت مسیح علیه‌السلام کے کهانے کے لیئے پیدا نهیں کي بلکه خود اپنے آپ زندہ رکها اور صرف † فرشتوں کو حضرت کي خدمت کو بهیجا *

---

۵ اُس وقت شیطان اُسي شهر مقدس ‡ میں لیگیا اور بڑي عبادت گاہ کے کنگرے پر کهڑا کرکے اُس سے کها *

۶ اگر تو خدا کا بیتا هی تو آپ کو نیچے گرادے که یوں لکها هی § وہ اپنے فرشتوں کو تیرے لیئے حکم کریگا اور وے تجهے هاتوں پر اُتهالینگے تا ایسا نهو که تیرا پانوں پتهر پر لگے *

---

† متی ۴ — ۱۱ —
‡ ب ۲۷ — ۵۳ —
§ زبور ۹۱ — ۱۱ —

۷ تب یسوع نے اُس سے کہا یہہ بھي لکھا هی † که تو الله کو جو تیرا خدا هی امتحان مت کر *

تفسیر

(اُسوقت شیطان) یعني خدا کي یہہ مرضي تھي که جو امتحان حضرت مسیح علیه‌السلام کا هونا هی وه سب پورا هو اسلیئے شیطان جو مجسم هوکر آیا تھا حضرت مسیح کے ساتھہ ساتھہ هوکر یروشلیم میں آیا *

(شہر مقدس) یعني یروشلیم یہودي اُس شہر کو تعظیماً اسي نام سے پکارتے تھے *

(بڑي عبادت گاه کے کنگرے پر) بعضے لوگ اس سے فصیل مراد لیتے هیں اور بعضی اُس مکان سے مراد رکھتے هیں جو هیرود نے عبادت خانه کے باهر بنایا تھا اور بیٹل مفت کے نام سے مشہور تھا یہہ مکان نہایت اونچا تھا که اس پر چڑھکر اگر نیچے دیکھیں تو انکھونمیں اندھیرا آجاتا تھا *

(خدا کا بیٹا هی) اس ورس سے بخوبي واضح هوتا هی که خدا کے بیٹے سے پیارا بنده مراد هی کیونکه جو ورس شیطان نے حضرت مسیح علیه‌السلام کے سامنے پیش کیا وه نیک اور مقبول بندوں کے حق میں هی *

(یوں لکھا هی) شیطان نے اس مقام پر زبور ۹۱ ورس ۱۱ و ۱۲ پر استدلال کیا جب اُس نے دیکھا که حضرت مسیح علیه‌السلام نے اُس کے پہلے دھوکے کو خدا کے کلام سے رد کیا تو اُس نے دوسرے دھوکه کو ظاهر میں کلام الهي سے آراسته کرکر پیش کیا تاکه اس ملمع سے پورے دھوکه میں آجاویں *

زبور میں لکھا هی ‡ که " تجھپر کوئي آفت نه آویگي اور کوئي وبا تیرے مسکن کے پاس نه پہونچے گي کیونکه وه تیرے لیئے اپنے فرشتوں کو حکم کریگا که وے تیري سب راهوں میں تیري نگہباني کریں که وے تجھے اپنے هاتوں پر اُٹھالینگے تا نہو که تیرے پانوں کسي پتھر پر لگیں " *

یہہ تمام زبور اس مضمون پر هی که جو الله کا پیارا بنده اپنے سب کاموں میں خدا پر توکل کرتا هی اور اُسي کا بھروسا رکھتا هی تو خدا تعالی هربات سے اُس کي نگہباني کرتا هی . اس کا مدعا یہہ تھا که جو قدرتي حفاظتیں اور تدبیریں الله تعالے نے انسان کے لیئے بنائي هیں اُن سب کو اُسیطرح قایم رکھنا چاهیئے اور یہہ نه سمجھنا چاهیئے که هماري تدبیر سے وه کام درست هوا بلکه خدا پر توکل کرنا اور بھروسا رکھنا چاهیئے کیونکه الله تعالی هر بات سے اُسکي نگہباني کریگا . شیطان نے اس اصلي مطلب کو خراب کر فریب دینا چاها تاکه

---

† استثنا ۶ - ۱۶ -

‡ زبور ۹۱ - ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ -

حضرت مسیح علیہ السلام خلاف اُس حکم کے ظاہری اسباب حفاظت کے جو اللہ تعالی نے اپنی قدرت سے بنائے ہیں اور جنکا قایم رکھنا عین خدا کی مرضی ہی توڑکر اپنے تئیں نیچے گرادیں مگر حضرت مسیح علیہ السلام روح قدس کی تائید سے اُسکے فریب میں نہ آئے (یہہ بھی لکھا ہی کہ تو اللہ کو) حضرت مسیح علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہہ بات سچ ہی کہ اللہ تعالے اپنے پیارے بندوں کی ہر طرح حفاظت کرتا ہی مگر یہہ بھی لکھا ہی کہ خدا کا امتحان نکرنا چاہیئے . حضرت مسیح نے اس جواب کو کتاب استثنا کے باب ۶ ورس ۱۶ سے اخذ کیا ہی اور وہ ورس یہہ ہی " تم خداوند اپنے خدا کومت آزمائیو جیسا تمنے اُسے منسا میں آزمایا " پس قدرتی اسباب حفاظت کو توڑنا اور خدا کو آزمانا نہیں چاہیئے *

امتحان کا لفظ جبکہ خدا کی طرف سے بندہ پر نسبت کیا جاوے تو اُس سے یہہ مراد ہوتی ہی کہ جس عالی رتبہ میں وہ بندہ ہی اُس میں اور زیادہ بلندی رتبہ کی حاصل کرے مگر خدا کی طرف اس لفظ کا نسبت کرنا نہایت بری بات ہی اور خدا تعالی پر یقین نرکھنا ہی *

---

۸ پھر شیطان اُسے ایک بڑے اونچے پہاڑ پر لیگیا اور دنیا کی تمام بادشاہت اور اُسکی شوکت اُسے دکھلا کے کہا *

۹ کہ اگر تو گرکے مجھے سجدہ کرے تو میں یہہ سب کچھہ تجھے دوں *

۱۰ تب یسوع نے اُس سے کہا اے شیطان دور ہو کہ یہہ † لکھا ہی تو اُس کو جو اللہ تیرا خدا ہی سجدہ کر اور فقط اُسیکی بندگی کر *

۱۱ تب شیطان نے اُسکو چھوڑا اور وونہیں فرشتوں ‡ نے آکر اُسکی خدمت کی *

تفسیر

(اونچے پہاڑ پر) بعضی لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہہ پہاڑ کوارن‌ٹینیا کا پہاڑ تھا *

(دنیا کی تمام بادشاہت) بعضے آدمی یہہ شبہہ کرتے ہیں کہ اگر شیطان نے حضرت مسیح علیہ السلام کو تمام دنیا کی بادشاہت بوسیلہ اپنی اُس طاقت کے دکھائی تھی جو خدا نے اُسکو دی ہی تو اونچے پہاڑ پر لیجانا کیا معنی ہیں اور اگر اونچے پہاڑ پر اسلیئے لے گیا تھا کہ وہاں سے تمام دنیا دکھائی دے تو یہہ غلط ہی کیونکہ کسی پہاڑ پر سے تمام دنیا نہیں دکھائی دے سکتی علی الخصوص دنیا کے نصف اُس حصہ کا جو نیچے ہی دکھائی دینا ممکن نہیں ہی پھر کیونکر اُسنے تمام دنیا حضرت مسیح علیہ السلام کو دکھائی *

مگر یہہ شبہہ محض بیجا ہی اس سے یہہ مطلب نہیں ہی کہ اُس نے تمام دنیا

---

† اشعیاء ۶ — ۱۳ ۱۰ — ۲۰ ۱ سموئیل ۷ — ۳ —

‡ مارک ۱ — ۱۳ ارک ۴ — ۲۰ —

بعینہٖ اور بجسمہ اُسوقت دکھلائی تھی بلکہ یہہ مطلب ھی کہ اونچے پہاڑ پر لے گیا اور جہاں تک کہ جنگل اور پہاڑ اور سمندر اور دریا اور ملک اور آبادیاں دکھلائی دیتی تھیں اُن سب کی طرف اشارہ کر کر کہا کہ یہہ تمام دنیا جو اسیطرح کی ھی سب تجھکو دونگا اس مطلب کو مقدس متی نے اسطرح پر بیان کیا کہ تمام دنیا کی بادشاھت دکھلائی *

(اگر تو گرکے مجھے سجدہ کرے) چونکہ شیطان نے دیکھا کہ حضرت مسیح اُسوقت بھی جبکہ نہایت بھوکے تھے فریب میں نہ آئے اور اُنھوں نے اُس سختی کی حالت میں بھی خدا پر اپنا یقین رکھا اور جو دھوکہ خدا پر یقین رکھنے کا اُسنے دیا تھا اُس میں بھی نہ آئے تب اُسنے ایک اور بڑی ترغیب پیش کی اور اُسکی عوض میں نہایت سخت اور بہت بڑی گمراھی کا طالب ھوا مگر اُسنے جو اپنی اتنی بڑی جھوٹی طاقت ظاھر کی کہ تمام دنیا کی بادشاھت دونگا جو نہ کسی آدمی کے اختیار میں ھی نہ کسی فرشتہ کے اسلیئے حضرت مسیح علیہ‌السلام نے جان لیا کہ یہہ مکار شیطان ھی اور نہایت حقارت سے اُسکو جھڑکا اور فرمایا کہ اُو شیطان دور ھو *

(یہہ لکھا ھی تو اُسکو جو اللہ تیرا خدا ھی سجدہ کر اور فقط اُسیکی بندگی کر) *

یہہ جواب حضرت مسیح علیہ‌السلام نے تین مقام سے اخذ کیا ھی اول کتاب استثنا کے باب ۶ ورس ۱۳ و ۱۴ سے اور وہ ورس یہہ ھیں " تو خداوند اپنے خدا سے ڈراکر اور اُسکی بندگی کیا کر اور اُسکے نام کی قسم کھایا کر . تم اور معبودوں کی قوموں کے معبودوں میں سے جو تمہارے آس پاس ھیں پیروی نکیجیو *

دوم کتاب استثنا باب ۱۰ ورس اور وہ ورس یہہ ھی " تو خداوند اپنے خدا سے ڈرتارہ اُسی کی بندگی کر اور اُسی سے لپٹارہ اُسیکے نام کی قسم کھا " *

سوم کتاب اول سموئیل باب ۷ ورس ۳ و ۴ اور وہ ورس یہہ ھیں *

" تب سموئیل نے اسرائیل کے سارے گھرانے کو کہا کہ اگر تم اپنے دلوں سے خداوند کی طرف پھرو تو اُن اجنبی معبودوں کو اور عستارات کو اپنے درمیان سے نکال پھینکو اور خداوند سے دل لگاؤ اور اُسی اکیلے کی عبادت کرو کہ وہ فلستیوں کے ھاتھہ سے تمھیں نجات بخشیگا . اور بنی اسرائیل نے بعلیں اور عستارات کو نکال پھینکا اور اکیلے خداوند کی بندگی کرنے لگے" *

حضرت مسیح علیہ‌السلام کے جواب سے پایا جاتا ھی کہ شیطان نے جو سجدہ کرنے کو کہا تھا تو الہیہ پرستش کے مطلب سے کہا تھا یعنی جس طرح خدا کو اللہ اور معبود حقیقی سمجھہ کر بطریق عبادت سجدہ کیا جاتا ھی اُسی طرح پر حضرت مسیح اُس ملعون کو سجدہ کریں اسیواسطے حضرت نے جواب دیا کہ ایسا سجدہ اور بندگی صرف خدا ھی کے واسطے ھی ان تمام ورسوں سے بخوبی روشن ھی کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام خدا نہ تھے

علاوہ اسکے ایک اور عمدہ دلیل اس ورس سے یہہ پائي جاتي هی کہ جو پرستش اور بندگي صرف خدا کے لیئے هی وہ دوسرے کے لیئے نہیں کي جاتي کیونکہ اگر اُسکے لیئے کي جاوے تو اُسکو خدا کے مرتبہ کي برابر تہرانا هی ۔ بت پرستي جو گناہ هی اُسکا اصلي سبب یہي هی کہ ایک حقیر چیز کو ایسي پرستش اور بندگي سے جو خدا کے لیئے هی خدا کي برابر مانا جاتا هی اب غور کرنا چاهیئے کہ تمام عہد عتیق اور چاروں انجیلوں میں جابجا خدا کي الهیہ پرستش اور اُسکو معبود حقیقي جانکر اُسکي بندگي کرنے کا حکم هی مگر کسي مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کي نسبت یہہ حکم نہیں هی کہ اُنکي الهیہ پرستش کیجاوے بعض مقام میں جو لفظ ورشب کا آیا هی اُسکي تفسیر † هم پہلے لکھہ آئے هیں کہ اُسکے معنی صرف الهیہ پرستش کے نہیں هیں پس اگر حضرت مسیح علیہ السلام خدا هوتے تو هم بہت سي جگہہ اُنکے لیئے بھي الهیہ پرستش کا حکم پاتے *

اب هم مسلمانوں کو اس ورس سے نصیحت پکڑني چاهیئے کہ بجز ایک خدا کي پرستش اور بندگي کرنے کے اور کوئي طریق اور کوئي رستہ شیطان کے بھگانے کا جو همارا جنم سے سخت دشمن هی نہیں هی الحمد للہ کہ هم مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام کے پورے پورے پیرو هیں کہ جو راہ شیطان کے مغلوب کرنے کي اُنہوں نے بتائي اُسي پر بوسیلہ اپنے نبي کے هم چلتے هیں آمین *

(فرشتوں نے آکر اُس کي خدمت کي) بعضے لوگ فرشتوں کے آنے اور خدمت کرنے سے ایک نہایت چھوٹي بات خیال کرتے هیں اور سمجھتے هیں کہ چالیس دن رات کے روزہ رکھنے سے جو شدت بھوک کي حضرت مسیح علیہ السلام کو تھي اس لیئے کچھہ خوراک مہیا کرنے اور جو تکلیف کہ ان دنوں میں هوئي تھي اُس کي عوض آرام دینے کو یہہ فرشتے آئے تھے *

مگر هم مسلمان یہہ نہیں کہتے هم یقین کرتے هیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام روح اللہ تھے وهي روح اُن کي زندگي تھي وہ هر بات سے جو خدا کے منہہ سے نکلتي تھي زندہ تھے مگر وہ فرشتے آئے تھے صرف اس لیئے کہ خدا کي طرف سے جو روحاني تسلي حضرت مسیح علیہ السلام کو هوئي تھي اور جو رضامندي کہ درحقیقت خدا تعالی کو تھي اُس کو علانیہ حضرت مسیح علیہ السلام پر ظاهر کرنے کے وہ نشان هوں اور ایسے وقت میں خود فرشتے حضرت مسیح علیہ السلام کي خدمت بجالاکر اپنے لیئے سعادت حاصل کریں *

---

۱۲ جب یسوع نے سنا کہ یحیی گرفتار هوا تو جلیل کو چلا گیا *

۱۳ اور ناصرت کو چھوڑکر کفر ناحوم میں جو زبولون اور نفتالي کي سرحدوں میں جو دریا کے کنارے پر هی آکر رها *

---

† دیکھو تفسیر متی ۲ —

۱۴ اسیطرح جو اشعیاہ نبي کي معرفت سے کہا گیا تھا پورا ہوا *

۱۵ کہ زبولوں † اور نفتالي کي زمین یعني جلیل عوام جو دریا کے کنارہ یردن پار ہی *

۱۶ اُسي زمین کے لوگوں نے جو اندھیرے میں بیٹھے تھے روشني دیکھي ‡ اور اُن پر جو موت کے ملک اور سائے میں بیٹھے تھے روشني ظاہر ہوئي *

تفسیر

(جب یسوع نے سنا) یعني بعد پورا ہوچکنے امتحان کے حضرت مسیح علیہ‌السلام نے حضرت یحیی کا گرفتار ہونا سنا کیونکہ § ہیرود بادشاہ نے اپنے بھائي فلپ کي جورو ہیرودیا کو اپنے پاس رکھا تھا اور جب حضرت یحیی نے اُس کو ملامت کي تو اُس نے حضرت یحیی کو قید کردیا تھا *

(جلیل) پلسطین کا ملک جہاں یہودي رہتے تھے تین حصوں پر منقسم تھا اُس میں سے شمالي حصہ جلیل تھا اُس کي شمالي حداینٹي لیبنوس تک تھي اور شرقي حد دریاے یردن اور سمندر تک اور جنوبي حد سمیریا تک اور غربي حد فنشیا تک یہہ غربي حصہ اوپر اور نیچے کے دو ٹکڑوں سے تمیز کیا جاتا تھا اوپر کا ٹکڑا شمال پر واقع تھا اور اُس کے ایک ٹکڑے میں سریا والے اور فنشیا والے اور عرب کے لوگ رہتے تھے اور اسی سبب سے وہ ٹکڑا جلیل عوام کہلاتا تھا نیچے کا حصہ خصوصاً تیبریس کا جنگل جو سمندر کے کنارہ پر ہی بہت زر ریز اور آباد تھا جلیل کي حدود میں قوم اشاچار اور زبولوں اور نفتالي اور ایشر رہتي تھي حضرت عیسی علیہ‌السلام نے اسي صوبہ میں پرورش پائي اور وہیں زندگي بسر کي اور حواریوں کو تعلیم کیا اور اسي سبب سے حضرت مسیح کو || جلیلي کہتے تھے یہودیوں اور کافروں دونوں میں جلیل کا نام حقیر ہوگیا تھا کیونکہ وہاں ایک امیزنسل رہتي تھي اور غیر قوموں کے ملنے سے وہاں کي زبان بھي خراب ہوگئي تھي انگور یہاں کا نہایت عمدہ ہوتا ہی *

(کفر ناحوم) یہہ ایک بہت بڑا شہر تھا اور حضرت عیسی علیہ‌السلام یہاں بہت رہتے تھے اسي سبب سے حضرت ¶ مسیح علیہ‌السلام کا شہر کہلاتا تھا اس شہر میں حضرت مسیح علیہ‌السلام نے بہت * عمدہ عمدہ نصیحتیں فرمائیں اور بہت سے معجزے دکھلائے

---

† اشعیاہ ۹ — ۱ و ۲ —

‡ لوک ۱ — ۷۹ ۲ — ۳۲ —

§ لوک ۳ — ۱۹ —

|| متی ۲۶ — ۶۹ —

¶ متی ۹ — ۱ —

* مارک ۱ — ۲۱ و ۳۷ ۲ — ۱ لوقا ۴ : ۲۸ یوحنا ۶ — ۲۵ لغایت ۷۰ —

مگر یہاں کے لوگ اپني بدبختي سے راہ پر نہ آئے تب حضرت مسیح علیہ‌السلام نے نہایت خفگي سے بد دعا کي اور فرمایا کہ " اے کفر ناحوم † تو جو آسمان تک بلند ہوئي ہی دوزخ میں گرائي جاویگي کہ اگر یے معجزے جو تجھہ میں دکھائے گئے سدوم میں دکھائے جاتے تو آج تک موجود رہتا ۔ پر میں تجھسے کہتا ہوں کہ حساب کے دن تیري سزا سے سدوم کي سزا آسان ہوگي" یہہ بددعا حضرت مسیح کي مقبول ہوگئي اور ایسا بڑا شہر جو دارالخلافہ تھا برباد ہوگیا بہر حال یہہ شہر تیبریس کے سمندر کے مغربي کنارہ پر تھا بعضی سیاح جو سنہ ۱۸۲۳ ع میں وہاں گئے تو بیس تیس عربوں کي وہاں جھوپڑیاں پائیں اس کے سوا اور کچھہ نہ پایا *

(زبولوں) قوم کا نام ہی زبولوں ‡ حضرت یعقوب علیہ‌السلام کے چھتے بیتے لیاہ کے پیت سے تھے اُن کي اولاد زبولوں کے نام سے پکاري جاتي ہی ۔ یہہ قوم کنعان کے اُس ضلع پر قابض تھي جو جلیل اور میڈیٹرینین یعني بحر قلزم کے سمندروں کے درمیان میں ہی اس کي جنوبي حد پر قوم اشاچار رہتي تھي اور شمالي حد پر قوم ایشر اور نفتالي *

(نفتالي) یہہ بھي ایک قوم تھي نفتالي حضرت § یعقوب کے بیتے کا جو بلھہ سے پیدا ہوا تھا نام ہی یہہ قوم اس ملک کے شمالي حصہ پر جو دریاے یردن کے مشرق میں اور قوم ایشر کے مغرب پر ہی قابض تھي یہہ تکرہ نہایت زر ریز ہی نفتالي کے حق میں بڑي برکت کي دعا دي گئي ہی اور کہا گیا ہی کہ " اے || نفتالي تو فضل سے بھر پور اور خداوند کي برکتوں سے معمور ہو تو مغرب اور جنوب کا مالک ہو " *

(اسي طرح جو اشعیاہ نبي کي معرفت کہا گیا تھا) اس پیشین گوئي کا حوالہ مقدس متی نے اشعیاہ نبي کي کتاب پر کیا ہی مگر یہہ بتانا کہ یہہ پیشین گوئي کس ورس میں ہی تھوڑي سي دقت رکھتي ہی اصل عبراني میں جو اشعیاہ نبي کي کتاب ہی اُس میں اس پیشین گوئي کا مضمون آتھویں باب کے تیئیسویں ورس سے شروع ہوتا ہی اور نویں باب کے پہلے ورس میں ختم ہوتا ہی مگر ولگیت جو لاطیني ترجمہ ہی اُس میں اور نیز تمام انگریزي ترجموں میں آتھویں باب میں کل بائیس ورس ہیں اور تیئیسواں ورس نویں باب میں ملادیا ہی اس سبب سے وہ پہلا ورس نویں باب کا اور نویں باب کا پہلا ورس دوسرا ورس ہوگیا ہی اس سبب سے ولگیت اور انگریزي ترجموں میں یہہ پیشین‌گوئي نویں باب کے پہلے اور دوسرے ورس میں ملتي ہی بہر حال ہم اُن ورسوں کو یہاں نقل کرتے ہیں مگر نشان ورسوں کا بموجب عبراني نسخہ کے قایم رکھتے ہیں اور وہ ورس یہہ ہیں *

---

† متی ۱۱ — ۲۳ و ۲۴ ۔

‡ پیدایش ۳۰ — ۲۰ ۔

§ پیدایش ۳۰ — ۸ ۔

|| استثنا ۳۳ — ۲۳ —

" لیکن † وهاں اندهیر نرهیگا جهاں اب تعدي هی جیسا اگلے زمانہ نے زبولوں کي سرزمین کو اور نفتا کي سرزمین کو قلیل کیا ویسا هي پچهلا زمانہ اُس دریا کے گرد نواح یردن کے کنارے قوموں کے جلیل کو بزرگي بخشیگا " *

" وے ‡ لوگ جو اب تاریکي میں چلتے هیں بڑي روشني دیکھتے هیں اور اُن پر جو ظل موت کے ملک میں رهتے هیں نور چمکتا هی " *

بعضے لوگ یہہ خیال کرتے هیں کہ یہہ پیشین گوئي حضرت مسیح علیہ‌السلام کے کفر ناحوم اور زبولوں اور نفتالي میں جاکر رهنے سے کچھہ مناسبت نہیں رکھتي کیونکہ اشعیاہ نبي نے وہ پیشین گوئي احاز یہود کے بادشاہ کو رصین بادشاہ ارم اور افریم اور پقح بادشاہ اسرائیل کے هاتھہ سے بچنے کي دي هی جیسیکہ آیندہ ورسوں § سے معلوم هوتا هی اُسکو حضرت مسیح علیہ‌السلام کے اُن ملکوں میں جانے اور رهنے سے کیا علاقہ هی *

مگر یہہ خیال صحیح نہیں هی کیونکہ یردن کے کنارے کي قوم کو بزرگي بخشنے سے وهي روحاني بزرگي مراد هی جو حضرت مسیح علیہ السلام کي روشن نصیحت سے وهاں چمکي یہہ لوگ تاریکي میں یعني خدا اور روحاني باتوں سے بے خبر تھے اور موت کے ملک اور سایہ میں بیٹھے تھے پھر ایسے لوگوں پر بجز اُس روحاني روشني کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے سبب چمکي اور کونسي روشني مراد هوسکتي هی *

اندهیرے میں یا موت کے ملک یا موت کے سایہ میں بیٹھنا یا اور جو الفاظ اس طرح کے هوں اُنسے روحاني خرابیوں کا جتانا مراد هوتا هی کیونکہ دنیا میں رهنا اور آرام کرنا صرف چند روزہ هی جو پلک مارنے سے بھي پہلے ختم هوجاتا هی پھر جب آدمي کو روحاني روشني نہیں هی تو یہہ دنیا کي ظاهري روشني درحقیقت اندهیرا هی اور جب روحاني زندگي نہیں هی تو دنیا میں رهنا اور جینا درحقیقت موت کے ملک اور موت کے سایہ میں بیٹھنا هی *

۱۷ اُسي وقت سے یسوع نے وعظ کرنا اور یہہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو || کہ آسمان کي بادشاهت نزدیک هی *

تفسیر

(اُسي وقت) یعني جب حضرت مسیح نے حضرت یحیی کا قید هونا سنا اور جلیل کو تشریف لے گئے اُسیوقت وعظ کرنا شروع کیا *

(توبہ کرو کہ آسمان کي بادشاهت نزدیک هی) یعني خدا کا رحم اور فضل بندوں کے نزدیک هوا هی اب یہہ وقت هی کہ اُسکے بندے توبہ کریں اور خدا کي بادشاهت میں

† اشعیاہ ۸ — ۲۳ — ‡ اشعیاہ ۹ — ۱ —
§ دیکھو اشعیاہ ۹ — ۳ — || ب ۳ — ۲ مارک ۱ — ۱۵ —

داخل ہوں اس مقام سے ہم مسلمان استدلال کرتے ہیں کہ بموجب قول حضرت مسیح علیہ السلام کے بھی صرف توبہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں گناہوں کی معافی کے لیئے بجز دلی توبہ کے اور کسی چیز کی درکار اور ضرورت نہیں ہی *

۱۸ جسوقت کہ یسوع دریاے جلیل کے کنارے پر چلا جاتا تھا اُسنے دو بھائیوں کو جو مچھلی کے شکار کرنے والے تھے یعنی شمعون † جو پیٹر کہلاتا ہی اور اُسکے بھائی اندریاہ کو دریا میں جال ڈالتے ہوئے دیکھا *

۱۹ اور اُسنے اُنسے کہا کہ میرے پیچھے چلے آؤ میں تمہیں آدمیوں کا شکار کرنے والے بناؤنگا ‡ *

۲۰ تب وے اُسیوقت جالوں کو چھوڑ کر اُسکے پیچھے چلے *

تفسیر

(دریاے جلیل) اس سے وہ سمندر مراد ہی جو صوبہ جلیل میں واقع ہی *

(شمعون جو پیٹر کہلاتا ہی) انگریزی ترجموں میں شمعون کو سایمن لکھتے ہیں یہہ بیٹے § ہیں جونا یعنی یونس کے اور رہنے والے ہیں بیتسیدا کے پیٹر جسکے معنی پہاڑ کے ہیں رومی لفظ ہی جب یہہ حواری مقرر ہوئے تو انکو یہہ لقب || دیا گیا تھا انہی کی ساس کو حضرت عیسی علیہ السلام نے سخت بیماری ¶ سے اچھا کیا تھا سب سے پہلے یہی حضرت عیسی علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور حضرت عیسی سے بہت محبت رکھتے تھے اور اُسی محبت کے جوش میں ان سے وہ کلمہ * نکل گیا تھا جسپر حضرت عیسی خفا ہوئے تھے جب مصیبت کا وقت آنیکو تھا تو بہت سے مرید حضرت عیسی سے پھر گئے . مگر پیٹر نے کہا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر ⸸ کہاں جاوینگے انہوں نے نہایت مضبوطی سے حضرت مسیح علیہ السلام سے کہا کہ میں آپکے لیئے †† اپنی جان نثار کرونگا مگر وہ بات تین دفعہ انکار ‡‡ حضرت مسیح کی جو انسے ظہور میں آئی وہ صرف مقتضاے بشریت تھی مگر حضرت مسیح علیہ السلام کی جو عنایت ان پر تھی وہ انکے بڑے عالی درجہ ہونے پر دلالت کرتی ہی حضرت

† مارک ۱ — ۱۶ لوک ۵ — ۳ —
‡ لوک ۵ — ۱۰ —
§ میتھیو ۱۶ — ۱۷ —
|| یوحنا ۱ — ۴۲ میتھیو ۱۶ — ۱۸ —
¶ متی ۸ — ۱۴ مارک ۱ — ۲۹ لوک ۴ — ۳۸ —
* میتھیو ۱۶ — ۲۳ و ۲۴ —
⸸ یوحنا ۶ — ۶۷ لغایت ۶۹ —
†† یوحنا ۱۳ — ۳۷ —
‡‡ یوحنا ۱۸ — ۱۷ و ۲۵ و ۲۶ —

مسیح علیہ السلام † کے پہلونٹهے فرزند ہونیکا مرتبہ نہایت شان دار هی اُسیکا نتیجہ تها کہ حضرت مسیح نے انسے تین دفعہ ‡ فرمایا کہ تو میري بهیڑ بچوں کو چرا گویا حضرت مسیح نے اپنے بعد انکو اپنا نائب کیا یہہ وہ مرتبہ هی کہ کسي دوسرے کو نصیب نہیں هوا انہوں نے وعظ کرنے اور حضرت مسیح علیہ السلام کي انجیل پهیلانے میں بڑي کوشش کي اور کئي دفعہ سخت سخت مصیبتوں میں گرفتار هوئے اور آخر کار سنہ ۶۵ ع میں اپني بي بي سمیت روم میں شہید هوئے اور حضرت مسیح علیہ السلام پر اپني جان نثار کي *

(اندریاہ) یہہ بهي حضرت عیسی علیہ‌السلام کے حواري اور شمعون پیٹر کے § بهائي هیں حضرت یحیی علیہ‌السلام کے مریدوں میں تهے جب حضرت مسیح علیہ‌السلام پر روح قدس نازل هوئي تو آپ کے پیرو هوئے اور انجام تک آپ هي کي پیروي میں رهے یہاں تک کہ اُسي بات پر انجام کو شہید هوئے *

(میرے پیچهے چلے آؤ) یعني میري اطاعت کرو اور مجهہ پر ایمان لاؤ اور مجهہ میں آؤ کہ یہہ کام دنیا کے کاموں سے بہتر هی *

(آدمیوں کا شکار کرنے والے) یعني آدمیوں کو خدا کي طرف یا حضرت مسیح علیہ‌السلام کي طرف یا اپني طرف کهینچنے والے بناؤنگا ان تینوں باتوں کا نتیجہ ایک هی حواریوں میں آنا حضرت مسیح علیہ‌السلام میں آنا هی اور حضرت مسیح علیہ‌السلام میں آنا خدا میں آنا هی پهر زهے قسمت اُس شخص کي جسکا خدا صیاد اور وہ خدا کا شکار هو

ناوک نے تیرے صید نچهوڑا زمانے میں * تڑپے هی مرغ قبلہ نما آشیانے میں

(جالوں کو چهوڑ کر اُس کے پیچهے هو لیئے) یعني یہہ بات سنتے هي حضرت مسیح علیہ‌السلام کے کلام نے جو روح قدس سے بهر پور تها اُن کے دل پر اثر کیا اور فی‌الفور وہ ایمان لائے اور حضرت مسیح علیہ‌السلام کے پیچهے هو لیئے هم مسلمانوں کے اعتقاد میں اصل ایمان یہي هی جو حواریوں کو حاصل هوا بغیر اسکے کہ وہ کوئي معجزہ دیکهیں صرف حضرت مسیح علیہ‌السلام کي بات کو دل و جان سے قبول کیا اور روحاني سچائي حاصل کي انهي لوگونکے حق میں اللہ تعالی قران مجید میں فرماتا هی کہ جب میںنے دلمیں ڈالا حواریونکے کہ مجهہ پر ایمان لاؤ اور میرے پیغمبر پر یعني عیسی پر بولے هم ایمان لائے اور اے عیسی تو گواہ رہ کہ هم ایمان والے هیں *

سورہ مائدہ آیت ۱۱۱

و اذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بي وبرسولي قالوا امنا و اشهد باننا مسلمون —

† مطلب یہہ هی کہ پیٹر جو حضرت مسیح پر سب سے پہلے ایمان لائے تو گویا وہ پہلونٹهے فرزند هوئے

‡ یوحنا ۲۱ — ۵ و ۱۶ و ۱۷ —

§ میتهیو ۴ — ۱۸ تا ۲۰ مارک ۸ — ۳۰ یوحنا ۱ — ۳۵ تا ۴۰ ۶ — ۸ تا ۱۳ ۱۲ — ۲۰ —

۲۱ اور اُس نے وھاں سے آگے بڑھکر دو بھائیوں † یعني زبدي کے بیٹے یعقوب اور اُسکے بھائي یوحنا کو اپنے باپ کے ساتھہ کشتي پر بیٹھے ھوئے اپنے جال مرمت کرتے دیکھا اور اُن کو بلایا

۲۲ تب وے ‡ اُسي وقت کشتي اور اپنے باپ کو چھوڑکر اُس کے پیچھے چلے *

تفسیر

یعقوب ابن زبدي جن کو جمس اول بھي کہتے ھیں حضرت عیسي علیہ‌السلام کے حواري ھیں مچھلي پکڑنے کا پیشہ کرتے تھے حضرت مسیح علیہ‌السلام سے ملتے ھي روح قدس کي تاثیر ھوئے اور فی‌الفور ایمان لائے انجیل کے پھیلانے میں نہایت گرمجوش تھے حضرت § مسیح علیہ‌السلام نے ان کے شہید ھونے کي خبر دي تھي چنانچہ وہ پوري ھوئي || اور سنہ ۴۴ ع یا سنہ ۱۸۴۴ ع میں ھیرود نے آپ کو شہید کروا ڈالا *

یوحنا ابن زبدي جنکو جان بھي کہتے ھیں یہہ بھي حضرت عیسی علیہ‌السلام کے حواري ھیں اور حضرت یحیی علیہ‌السلام پر بھي ایمان لائے تھے اور بعضی کہتے ھیں کہ اُنکے بھتیجے بھي تھے یہہ بھي حضرت عیسی علیہ‌السلام پر روح قدس کي مدد سے فی‌الفور ایمان لائے یروشلیم میں اکثر رھا کرتے تھے اور جب تک حضرت مریم زندہ رھیں اُن کي خدمت کیا کیئے اور پھر ایشیا صغر میں وعظ کہنا شروع کیا اور بمقام پتمہ یعني پیٹمس جو ایجین سمندر میں واقع ھی ¶ جلا وطن کیئے گئے وھیں اُنھوں نے اپنے مکاشفات لکھے ھیں اور سنہ ۹۹ ع یا سنہ ۹۷ ع میں اُنھوں نے اپني انجیل لکھي اور تین نامہ بھي ان کے لکھے ھوئے ھیں آخرکار نوے برس کي عمر میں بعہد سلطنت ٹریجن اس جہان فاني سے انتقال فرمایا *

۲۳ یسوع ساري جلیل میں پھرتا ھوا اُن کي عبادت گاھوں میں نصیحت کرتا * اور خدا کي بادشاھت کي خوش خبري سناتا اور لوگوں کے ھر طرح کا مرض اور ھر طرح کي بیماري کو دفع کرتا رھا *

۲۴ اور تمام سریا میں اُس کي شہرت ھوئي اور اُن سب بیماروں کو جو بہت طرح کے مرض اور آفتوں میں گرفتار تھے اور دیوانوں کو اور مصروعوں کو مفلوجوں کو اُس کے پاس لائے اور اُس نے اُن سبھوں کو چنگا کیا *

---

† مارک ۱ — ۱۹ —
‡ لوک ۵ — ۱۱ —
§ لوک ۲۱ — ۱۶ —
|| اعمال ۱۲ — ۲ —
¶ مکاشفات ۱ — ۹ —
** ۹ — ۳۵ مارک ۱ — ۳۹ *

۲۵ اور بہت سي † جماعتیں جلیل اور ڈکاپلي اور یروشلیم اور یہودیا اور یردن کے پار سے اُس کے پیچھے چلیں *

تفسیر

(خدا کي بادشاهت) خدا کي بادشاهت کي خوشخبري سنانے سے انجیل کا وعظ کرنا اور اُس حقیقي بادشاہ کي شان اور جلال کا بتانا اور جو خدا کي بادشاهت تمام اُس کي مخلوقات پر هی اُس کي خوشخبري دینا مراد هی *

(سریا) پہلے دارالخلافه بادشاهت اسیریا کانینوا تھا جب بیبلن یعني بابل میں دارالخلافه هوا تو ببلونیا اور کیلدیا دونوں ملکر ایس‌سریا کہلاتے تھے ان دونوں مقاموں میں دو وسیع ولایتیں تھیں جو دریاے یوفریٹیز یعني فراط کے دونوں طرفوں پر واقع تھیں بعد اس کے جو ملک که دریا کے پار تھا اُسکا ‡ نام پار کا ارام هوا اور جو دریا کے اسطرف تھا اُسکا نام وار کا ارام هوا پار کے ارام کا یونانیوں نے ایس‌سریا نام رکھا تھا اور وار کے ارام کا سریا نام رکھا تاکه دونوں میں تمیز هو پہلے پہل سریا کا دارالخلافه زوبا تھا § پھر ڈیمیسکس یعني دمشق دارالخلافه هوا سریا کي شمالي حد سمندر مڈیٹرینین یعني دریاے قلزم اور دریاے سڈنس سے دریاے یوفریٹیز تک تھي اور جنوبي حد پہاڑ ٹارس سے عرب اور مصر کے کنارہ تک تھي اور یہہ سریا دو حصوں میں منقسم تھي نیچے کا جنوبي حصه پلسطین کہلاتا تھا اور اُس میں کنعان اور فنیشیا اور کولي سریا واقع تھي جو پہاڑ لبینن کے دونوں کناروں اور شمالي سریا کے درمیان میں هی اور اس کے سوا جو ملک شمال میں تھا وہ اپر سریا یعني اوپر کا سریا یا شمالي سریا کہلاتا تھا اور کولي سریا کو بالتخصیص سریا کہا کرتے تھے ان صوبجات کے بادشاہ بني اسرائیل سے اکثر لڑا کرتے تھے *

ڈکاپلي جسکو ڈکي پولس بھي کہتے هیں سریا کا ایک حصه هی جو سمندر جلیل کے مشرق پر واقع هی اور یہودیا کا ایک صوبه هی اس صوبه میں دس شہر تھے اور اُنھي شہروں سے اس کا یہہ نام هوا تھا اور ان شہروں میں غیر ملک کے لوگ یعني یوناني وغیرہ آباد تھے یہودي آباد نه تھے *

(یردن کے پار) یہہ ایک علاحدہ ملک هی جو پیریا بھي کہلاتا هی *

(اُس کے پیچھے چلیں) یعني حضرت مسیح علیه‌السلام کي شہرت بہت جلد ان تمام ملکوں میں اور یروشلیم میں بھي جہاں وہ اب تک تشریف نہیں لے گئے تھے هوگئي اور ان ملکوں کے بہت سے لوگوں نے آنکر حضرت مسیح علیه‌السلام کي پیروي کی *

---

† مارک ۳ — ۷ و ۸ —

‡ ۲ سموئیل ۱۰ — ۱۶ —

§ ۱ سلاطین ۱۱ — ۲۴ —

پانچواں باب

۱ پہاڑ پر مسیح کا وعظ کرنا ۳ بیان کرنا کہ مبارک کون ہی ۱۳ شاگردوں کا نمک
اور روشنی کی مانند ہونا ۱۷ خدا کے حکم پورا کرنے کو مسیح کا آنا
۲۱ قتل اور غصی سے منع کرنا ۲۷ زنا سے منع کرنا ۳۳ ہر بات
میں قسم کرنے سے منع کرنا ۳۸ ظلم سے صبر کرنا ۴۳ اور
دشمنوں کو دوست رکھنا

۱ یسوع جماعتوں کو دیکھکر ایک پہاڑ پر چڑھ بیٹھا اور اُس کے مرید اُس پاس آئے *
۲ تب وہ نصیحت کے طور پر اُن سے کہنے لگا *

(ایک پہاڑ پر چڑھ بیٹھا) کفر ناحوم کے قریب دریاے جلیل اور ٹیبر پہاڑ کے شمال کو بتی‌تیوڑز ایک ٹیلہ پہاڑ کا ہی وہاں حضرت عیسی علیہ‌السلام جاکر بیٹھے یہودی معلموں کا قاعدہ تھا کہ وہ † بیٹھکر وعظ اور نصیحت کیا کرتے تھے اُسی قاعدہ کے موافق حضرت مسیح علیہ‌السلام نے بھی بیٹھکر نصیحت فرمائی *

(نصیحت کے طور پر اُن سے کہنے لگا) یہہ وعظ حضرت مسیح علیہ‌السلام کا سرمن ان دی مونٹ کہلاتا ہی یعنی پہاڑ پر کا وعظ یہہ نصیحت ایک نہایت نورانی بلا آمیزش دلیلوں کی تاریکی کے بہت صاف صاف ہی جسکا اثر آدمی کی روح میں پیدا جاتا ہی . نیک دل آدمی جب اس وعظ کو پڑھتا ہی تو اب بھی وہی نورانی روشنی پاتا ہی جس سے اُس کا دل یقین کرتا ہی کہ یہہ وہی روح‌القدس کا اثر ہی جو ابتک ان لفظوں میں رکھا ہوا ہی *

دلیلوں سے کسی بات کو ثابت کرنا البتہ مخاطب کو ساکت کرتا ہی اور اُس کی عقل کو مغلوب کرتا ہی مگر وہ بات جو روح پر اثر دے اور دلمیں پہنچی جاوے وہ کچھہ محتاج دلیلوں سے ثابت کرنے کی نہیں ہوتی وہ بات ہی اپنی سچائی کی آپ دلیل ہی اسیواسطے حضرت مسیح علیہ‌السلام نے اپنی نصیحت کو دلیلوں کی آمیزش سے بالکل پاک اور صاف رکھا ہی — زعشق نا تمام ما جمال یار مستغنی است
بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روے زیبارا

مگر بعض لوگ اس وعظ پر یہہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہہ نصیحت حضرت مسیح علیہ‌السلام کی اگلی کتابوں سے لی ہوئی ہی اکثر حصہ اس کا زبور اور اشعیاہ نبی کی کتاب سے ماخوذ ہی اگر حضرت مسیح علیہ‌السلام خود خدا ہوتے یا روح قدس سے مؤید ہوتے تو وہ اگلی کتابوں کی باتوں کو اپنا وعظ کہہ کر نہ بیان کرتے بلکہ اپنی طرف سے نئی بات بتاتے *

† لوک ۴ — ۲۰ و ۲۱ —

مگر یہہ ایک بیہودہ خیال ہی یہہ تو ہم خود کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا تو نہ تھے مگر اس سے یہہ خیال کرنا کہ وہ مؤید بروح القدس بھی نہ تھے محض بیجا ہی ہم بارہا سمجھاتے آئے ہیں کہ تمام انبیا علیہم الصلوات والسلام ایک دین پر تھے سب کی وعظ اور نصیحت کا ایک نتیجہ تھا اسقام پر حضرت مسیح علیہ السلام نے وہ اعلی اور عمدہ نتیجے بیان فرمائے ہیں جس کے لیئے تمام انبیاء آئے اور یہی نصیحت کرتے رہے اور یہی اخلاق بتاتے رہے پھر ضرور تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نصیحت اُس کے مطابق ہو *

۳ مبارک وے † ہیں جو دل میں بے غرور ہیں کہ آسمان کی بادشاہت اُنہیں کی ہی *

تفسیر

حضرت ‡ اشعیاہ علیہ السلام نے فرمایا " خداوند فرماتا ہی لیکن میں اُس شخص پر نگاہ کرونگا جو غریب اور فروتن اور میری بات سے لرزاں ہی " یہہ نصیحت حضرت مسیح علیہ السلام کی اسیکے مطابق ہی مگر یہاں زیادہ وضاحت سے فرمایا کہ ظاہر کی فروتنی اور عاجزی کچھہ کام کی نہیں ہی بلکہ دل میں سے غرور نکالنا اور دلی فروتنی حاصل کرنی چاہیئے *

(آسمان کی بادشاہت) اس سے خدا کی وہ بادشاہت مراد ہی جو آخرت میں سب طرح پر خدائے واحد کو مسلم ہوگی اور وہ بادشاہت اُنہی لوگوں کے لیئے ہی جو دل میں بے غرور ہیں اللہ تعالے قران مجید میں فرماتا ہی کہ یہہ آخرت کا گھر اُنہی لوگونکو دینگے جو دنیا میں غرور کو نہیں چاہتے اور نہ بگاڑ کو اور انجام کو بھلائی خدا سے ڈرنے والوں کو ہی *

سورۃ قصص آیت ۸۳
تلک الدار الاخرۃ نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین —

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں جائیگا بہشت میں کوئی جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی غرور ہی *

مشکواۃ باب الغضب والکبر
لا یدخل الجنة احد فی قلبه مثقال حبة من خردل من کبر رواہ مسلم —

۴ مبارک وہ ہیں جو غمگین § ہیں کہ وے تسلی پاوینگے *

تفسیر

حضرت اشعیاہ علیہ السلام نے فرمایا ‖ " قدوس یوں فرماتا ہی میں بلندی اور مقدس میں رہتا ہوں اور اُسکے ساتھہ بھی جو شکست اور فروتن ہی کہ پریشانوں کی خاطر کو

† اشعیاہ ۶۶ — ۲ لوک ۶ — ۲۰ — ‡ اشعیاہ ۶۶ — ۲ —
§ اشعیاہ ۵۸ — ۱۵ ۶۱ — ۲۰۱ — ‖ اشعیاہ ۵۷ — ۱۵ —

حیات بخشوں اور شکستوں کے دلکو زندہ کروں " اور دوسری جگہ فرمایا کہ " خداوند †
خدا کی روح مجھپر ہی کیونکہ خداوند نے مجھے مسیح کیا تاکہ میں حلیموں کو بشارتیں
دوں اُسنے مجھے بھیجا ہی کہ میں دل شکستوں کو دلاسا دوں اور اسیروں کے لئے رہائی
اور بندھوں کے لئے زندان سے نکلنے کی منادی کروں " حضرت مسیح علیہ السلام نے حضرت
اشعیاہ نبی کے قول کی حقیقت اور ماہیت بتائی کہ درحقیقت غمگین وہ ہیں جو اپنے
گناہوں کے سبب خدا پرست غم سے روتے اور غمگین ہیں کیونکہ گناہوں کی معافی سے وہ
تسلی پاوینگے * گناہ من ار نامدے در شمار * ترا نام کی بودے آمرزگار

مشکوٰۃ باب البکاء والخوف
ما من عبد مومن یخرج من عینیہ دموع و ان کان مثل راس الذباب من خشیۃ اللہ ثم یصیب شیئاً من حر وجہہ الا حرمہ اللہ علی النار رواہ ابن ماجہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایماندار بندہ جس کی آنکھہ میں سے خدا کے ڈر سے آنسو نکلتا ہی اگرچہ مکھی کے سرھی کے برابر ہو اور اُس کے منھہ پر خدا کے ڈر سے تغیر آجاتا ہی اللہ تعالی بالضرور اُس کو دوزخ کی آگ سے بچاتا ہی *

۵ مبارک وے ہیں جو حلیم ‡ ہیں کہ وے زمین کے وارث ہونگے *

تفسیر

حضرت داؤد § علیہ السلام نے فرمایا " لیکن وے جو مسکین ہیں زمین کے وارث ہونگے
اور بہت سلامتی سے خوش دل ہونگے " اُسیکے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا
کہ جو لوگ حلیم ہیں وہی زمین کے وارث ہونگے زمین کے وارث ہونے سے یہہ مراد نہیں
ہی کہ زمین پر جو برکتیں ہیں جیسےکہ امن سے اور تندرستی سے رہنا اور آرام سے بسر کرنا
وہ اُنکو ملینگیں بلکہ یہہ مراد ہی کہ زمین انسان کے آنے کے لئے اسواسطے بنائی گئی ہی
کہ وہ یہاں آنکر وہ چیز بووے جو وہاں یعنی آخرت میں اُسکا پھل پاوے اور جس شخص
نے زمین پر آکر وہ چیز بوئی جسکا پھل وہاں اُسکو ملیگا تو اُسنے گویا زمین کا ورثہ لیا پس
حلم اور بردباری ایسی ہی چیز ہی جسکا بیج یہاں بویا جاتا ہی اور پھل وہاں کاٹا جاتا
ہی اسلیئے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ وے زمین کے وارث ہونگے *

۶ مبارک وہ ہیں جو نیکی کے بھوکے اور پیاسے || ہیں کہ وے سیر ہونگے *

† اشعیاہ ۵۷ — ۱ —
‡ زبور ۳۷ — ۱۱
§ زبور ۳۷ — ۱۱ —
|| اشعیاہ ۴۴ — ۱ و ۳ ۵۵ — ۱ و ۳ ارک ۶ — ۲۱ —

تفسیر

حضرت اشعیاہ نبی کی کتاب میں ہی کہ خدا نے † فرمایا کہ " میں پیاسے پر پانی اونڈیلونگا اور خشک زمین پر سیلاب بہاؤنگا " اور اسیطرح دوسرے ‡ مقام میں فرمایا کہ " اے سب پیاسو پانی پاس آؤ اور جس کے پاس نقدی نہو آؤ مول لو اور کھاؤ آؤ وین اور دودہ بے روپیہ اور بے قیمت خریدو " ان ورسوں کی جو اصل حقیقت تھی وہ حضرت عیسی علیہ السلام نے بتائی کہ بھوکے اور پیاسے اور جو خدا تعالی کے فضل اور رحم کے مستحق ہیں وہ وہ لوگ ہیں جو نیکی کے بھوکے اور پیاسے ہیں یعنی اُنکی خواہش یہہ ہی کہ جہاں تک ہوسکے خدا تعالی کی مخلوق کے ساتھہ نیکی کی جاوے ہر ایک درد مند کے درد میں شریک ہو ہر ایک حاجتمند کی حاجت نکالنے میں مصروف ہو ہر ایک کے ساتھہ ہر طرح کی نیکی کی جاوے یہی لوگ مبارک ہیں کیونکہ قیامت میں سیر ہونگے یعنی اپنی نیکی کا بدلا خدا سے پاوینگے *

۷ مبارک وے ہیں جو رحم دل ہیں کہ اُنپر رحم کیا § جائیگا *

تفسیر

(رحم دل ہیں) رحم کے معنی یہہ ہیں کہ دوسرے کے رنج اور غم اور دکھہ درد کو دیکھہ کر رنج کرنا اور بقدر اپنی طاقت اور قوت کے اُسکے دور کرنے اور اُس شخص کی تسلی کرنے میں کوشش کرنا مگر نہ کسی اپنی غرض سے بلکہ محض بے غرض صرف اس نیت سے کہ وہ شخص آرام پاوے جو لوگ کہ اس طرح پر رحم دل ہیں اُنپر رحم کیا جاویگا یعنی خدا تعالی اُنپر رحم کریگا ۔ سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالی کی رحمت اُسکے بندوں پر محض بے غرض ہی اسی طرح اگر بندے کا رحم دوسرے پر محض بے غرض ہو جب خدا کے رحم کا مستحق ہی اور اگر کسی غرض سے کسی پر رحم کیا تو خود اُسنے اپنے کیئے کا بدلا لے لیا *

مشکواۃ باب الشفقہ والرحمۃ

عن جریر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایرحم اللہ من لایرحم الناس متفق علیہ ـ

ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی اُس شخص پر رحم نہیں کرنیکا جس نے انسان پر رحم نکیا غرضکہ رحم ایک خدا کی صفت ہی جو اس صفت کو اختیار کریگا وہی خدا سے پاویگا *

۸ مبارک وے ہیں جو صاف ‖ دل ہیں کہ وے خدا ¶ کو دیکھینگے *

† اشعیاہ ۴۴ ـ ۳ ـ ‡ اشعیاہ ۵۵ ـ ۱ ـ
§ متی ۹ ـ ۱۳ ـ
‖ مارک ۱۱ ـ ۲۵ زبور ۲۴ ـ ۴ و ۵ عبرانی ۱۲ ـ ۱۴ ـ
¶ ایوب ۴ ـ ۲ ـ

تفسیر

یہہ ورس انجیل کا امام غزالی صاحب نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں اس طرح پر نقل کیا ہی مبارک وے ہیں جنکا دل دنیا میں پاک طوبی للمطہرۃ قلوبہم فی الدنیا ہی وہی لوگ ہیں جو قیامت میں خدا کو دیکھینگے *م الذین ینظرون اللہ یوم القیامۃ

(صاف دل ہیں) دلکی صفائی خدا پر اور اُس میں جو قدرتیں ہیں اُنپر مضبوطی سے بغیر کسی وسوسہ اور اندیشہ کے یقین رکھنا ہی ۔ یہی یقین تھا جس نے موسی علیہ السلام کو دریا میں سے سلامت نکالا اور عیسی مسیح علیہ السلام کو دریا پر چلایا اور ایوب علیہ السلام کو کیسی کیسی سخت مصیبتوں میں مستقل رکھا ۔ جو شخص ایسا ہوتا ہی وہ ایمان میں نہایت مضبوط ہوتا ہی اُسکی دلی اور روحانی خواہش یہی ہوتی ہی کہ خدا اُس سے وہ کام ہونے دے جو اُسکی نظر میں اچھے ہوں تمام فعل اُسکے مرضی خدا کے تابع ہوتے ہیں اور ہر حالت اور مصیبت میں وہ ایسا ہی خوش اور راضی رہتا ہی جیسا کہ خوشی اور آسایش کی حالت میں تھا ۔ یہہ ایسا مقام ہی کہ اسکے درجات کی کچھہ انتہا نہیں ہرایک شخص کو جسپر خدا کی مہربانی ہو اُسکی لیاقت کے موافق مل سکتا ہی اور جسکو اعلی سے اعلی درجہ حاصل ہو اُس سے خدا تک بے انتہا درجہ ہیں جو باقی رہتے ہیں جیسےکہ خدا بے انتہا ہی ویسے ہی اُسکے تقرب کے درجے بے انتہا ہیں *

چو پاکان دریں رہ فرس راندہ اند * بلا احصي از تک فروماندہ اند

(خدا کو دیکھینگے) ڈاکٹر جورتن † نے اس سے صرف یہہ مراد لی ہی کہ خدا کی عنایت اور بقاء دنیا اور آخرت میں خاصکر حاصل کرینگے اور اُسکے حضور میں رسائی رکھکر خوشی کے اُس درجہ کو پہونچینگے جو اُسکی حضور میں ہوگا *

مگر واتسن ‡ صاحب کہتے ہیں کہ اس سے یہہ مراد نہیں ہی بلکہ اس سے بڑہ کر ہی دنیا میں خدا کو دیکھنا اُس کی قدرت اور اُس کے فضل پر یقین کرنا اور اُسکی ذات پر بھروسا کرنا اور خدا کا بندوں پر متوجہ ہونا اور قدرتی باتوں کو لحاظ کرکر اُسکو پہچاننا اور اُس کے عدل اور رحم دونوں کو درستی سے سمجھنا مراد ہی پس جو لوگ کہ صاف دل ہیں وہ زمین پر خدا کو دیکھتے ہیں اور جسقدر اُن کے دل کی صفائی زیادہ کامل ہوتی جاتی ہی وہ زیادہ کاملیت سے اُس کو دیکھتے ہیں *

بعد اس کے واتسن صاحب لکھتے ہیں کہ اس مقام پر جو خدا کے دیکھنے کا وعدہ کیا گیا ہی وہ آخرت سے علاقہ رکھتا ہی اور وہ لکھتے ہیں کہ آخرت میں نجات یافتہ لوگوں کی مغفور روحوں کو خدا اپنے تئیں دکھادیگا *

---

† دیکھو تفسیر کالیلی و منٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۵٦ع صفحہ ۱٦ جلد ۳ ــ

‡ واٹسن ایکسپوزیشن مطبوعہ سنہ ۱۸۳۷ ع صفحہ ٥٦ ــ

برکت صاحب † لکھتے ھیں که خدا کو دیکھینگے اور اُس کے دیدار کی لذت اُٹھاوینگے جو بالکل پاک اور مقدس خدا ھی اس زندگی میں وہ لوگ اُس کو روحانی طور سے وساطتاً دیکھینگے اور اگلی زندگی میں شان دار طور سے اور خود دیکھینگے *

اس مسئله میں عیسائیوں میں اور مسلمانوں میں کچھه اختلاف نہیں معلوم ھوتا ھم مسلمانوں کا اس بات پر ایمان ھی که قیامت کے دن ایمان والے اپنے پرور دگار کو کھلم کھلا بغیر کسی پردہ اور حجاب کے دیکھینگے *

سورہ قیامه آیت ۲۳
وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربها ناظرۃ —

الله تعالیٰ سورہ قیامه میں فرماتا ھی که کتنے مونهه قیامت کے دن تروتازہ ھونگے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ھونگے *

مشکواۃ باب رویه الله تعالی
عن جریر بن عبدالله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انکم ستروون ربکم عیانا وفی روایة انکم سترون ربکم کماترون هذا القمر —

مشکواۃ میں جریر ابن عبدالله سے روایت ھی که رسول خدا صلی الله علیه وسلم نے فرمایا که بے شک قریب ھی که تم اپنے پرودگار کو دیکھوگے ظاھر اور ایک روایت میں آیا ھی که جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ھو اس طرح اپنے پروردگار کو دیکھوگے غرضکه اسمیں کچھه شبهه نہیں که قیامت کے دن بہشت میں ایمان والوں کو دیدار خدا نصیب ھوگا *

---

۹ مبارک وے ھیں جو صلح کرنیوالے ‡ ھیں که وے خدا کے فرزند کہلاوینگے *

تفسیر

طوبی للمصلحین بین الناس فی الدنیاهم الذین یرثون الفردوس یوم القیامة —

اس ورس کو بھی امام غزالی صاحب نے اپنی کتاب احیاءالعلوم میں اس طرح پر نقل کیا ھی " مبارک وے ھیں جو دنیا میں آدمیوں میں صلح کرنیوالے ھیں وھی لوگ ھیں جو قیامت میں بہشت کے وارث ھونگے *

(صلح کرنے والے ھیں) یہه اشارہ ھی رحمت اور شفقت کا یعنی انسان کو انسان پر ھمیشه رحمت اور شفقت رکھنی اور ھر ایک کی خیر خواھی کرنی چاھیئے *

(خدا کے فرزند کہلاوینگے) علماء مسیحی خدا کے فرزند سے مقبول خدا ھونا مراد لیتے ھیں اور ھم مسلمانوں کے نزدیک بھی اس کے یہی معنی ھیں اور جوکه خدا کے مقبول بلاشبهه بہشت کے وارث ھونگے اس لیئے امام غزالی صاحب نے اپنی کتاب میں حاصل مطلب اس ورس کا بیان کیا *

---

† پرکٹس نوٹس مطبوعه سنه ۱۸۴۳ ع صفحه ۱۲ —
‡ عبرانی ۱۲ — ۱۴ —

۱۰ مبارک وے هیں جو نیکي کے واسطے ستائے † جاتے هیں که آسمان کي بادشاهت اُنهیں کي هی *

تفسیر

(نیکي کے واسطے ستائے جاتے هیں) اس سے زیادہ انسان کے لیئے کونسي خوبي هی که وه نیکي کرے اور نیکي کے بدلے اُسے لوگ ستاویں بے شک آسمان کي بادشاهت یعنی وہ رحم اور فضل جسکا وعدہ خدا نے نبیوں کي معرفت کیا اُنهیں کے لیئے هی *

۱۱ مبارک هو تم جب لوگ ‡ میرے سبب سے تم پر تهمت لگاویں اور تمکو ستاویں اور سب طرح کي بري باتیں تمهارے حق میں جهوٹهه سے کهیں *

۱۲ شاد هو § اور خوشي کرو که بهشت میں تمهیں بهت پهل ملیگا که اسیطرح سے لوگوں نے تمهارے اگلے زمانه کے نبیوں کو ‖ ستایا *

تفسیر

(میرے سبب) حضرت عیسی علیه‌السلام بالکل نیکي تهے اُن کے سبب ستایا جانا ایک بهت بڑي نیکي کے بدلے میں ستایا جانا تها اس لیئے حضرت مسیح علیه‌السلام نے حواریوں کو اگلي آنے والي مصیبتوں کي خبر دیکر اُن کو مبارک هونا فرمایا *

۱۳ تم زمین کے نمک هو اگر نمک کا مزہ ¶ بگڑ جاوے تو وہ کسطرح مزیدار کیا جاوے ؟ وہ کسي کام کا نهیں سواے اس کے که باهر پهینکا جاوے اور لوگوں کے پاؤں تلے ملا جاوے *

تفسیر

اس ورس میں حضرت مسیح علیه‌السلام نے بالتخصیص حواریوں کو نصیحت فرمائي اور یهه اشارہ فرمایا که نیک باتوں پر تمهارا قایم اور مضبوط رهنا بهت ضرور هی کیونکه تم نمک هو اور نمک سے سب چیز مزیدار هوتي هی مگر جب نمک کا مزہ بگڑ جاوے تو اُس کا کچهه علاج نهیں بجز اُس کے که باهر پهینکا جاوے اور پاؤں کے تلے ملا جاوے ۰ اور اس ورس سے حواریوں کو یهه بهي اشارہ فرمایا که تم اسبات پر بهروسا مت کرنا که هم حواري هیں بلکه نیک عمل کرنا کیونکه جب عمل نیک نهونگے تو پهر حواري هونا کچهه کام نهیں آنے کا اور

---

† ۲ تموتي ۲ — ۱۲ ' ۱ پطر ۳ — ۱۴
‡ لوک ۶ — ۲۲ اعمال ۵ — ۴۱ —
§ یعقوب ۱ — ۲ ۱ پطر ۴ — ۱۳ —
‖ اعمال ۷ — ۵۲ —
¶ مارک ۹ — ۵۰ لوک ۱۴ — ۳۴ عبراني ۶ — ۴ و ۶ —

نمک کا مزہ بگڑ جاویگا پھر بجز اس کے کہ باہر پھینکا جاوے اور پاؤں تلے ملا جاوے اور کسی کام کا نہیں *

اس مضمون کو ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ وضاحت سے فرمایا جب کہ تمام قریش اور قریب رشتہ داروں اور خود اپنی بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کو فرمایا کہ نیکی کرکر اپنی جان کو عذاب سے مول لو کوئی چیز تم کو اللہ سے بے پرواہ نہیں کرتی *

دیکھو تفسیر متی باب ۳-۹

---

۱۴ تم دنیا کی روشنی ہو † جو شہر کہ پہاڑ پر بسا ہی چھپ نہیں سکتا *

۱۵ اور لوگ چراغ ‡ روشن کرکے سرپوش کے نیچے نہیں رکھتے بلکہ چراغدان پر رکھتے ہیں تب وہ سب کو جو اس گھر میں ہیں روشنی بخشتا ہی *

۱۶ سو تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے ویسی ہی § چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھکر تمہارے باپ کا جو آسمان پر ہی شکر کریں *

تفسیر

متعدد مقاموں میں حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کو دکھلاوے کے لیئے نیک اعمال کرنے کو برا فرمایا ہی مگر اس مقام پر حقیقت اور ماہیت اُس بات کی ارشاد فرمائی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جس طرح ریا کاری سے دکھلاوے کے لیئے بغیر روحانی تاثیر کے ظاہری نیک اعمال کا کرنا برا ہی اُسیطرح صرف خدا کے واسطے اور روحانی اثر سے نیک کاموں کا اس طرح پر کرنا کہ لوگ دیکھکر اُس سے ہدایت پاویں اچھا اور پسندیدہ ہی *

حضرت مسیح علیہ السلام نے پہلے پہل حواریوں کو دنیا کی روشنی فرمایا جس سے یہہ مطلب ہی کہ تم بخوبی ہدایت پاچکے ہو اور تمہارا دل ایمان کی روشنی سے روشن ہوچکا ہی اور تمہارے سب کام صرف خدا کے واسطے ہیں دنیا کی دکھلاوے اور ریا کاری کے لیئے تم کوئی نیک کام نہیں کرتے پس درحقیقت تم دنیا کی روشنی ہو *

اور پھر فرمایا کہ جو شہر پہاڑ پر بسا ہی چھپ نہیں سکتا یعنی جب تمہارا دل اس طرح پر ایمان کی روشنی سے روشن ہو چکا ہی تو اُس کا مقتضی یہہ ہی کہ وہ از خود سب کو دکھائی دے کسی طرح چھپانے سے چھپ نہیں سکتا اور تمکو بھی اُس کا چھپانا نہیں چاہیئے کیونکہ چراغ کو روشن کرکر کوئی سرپوش کے تلے نہیں رکھتا بلکہ اُس سے مقصود سارے گھر کا روشن کرنا ہوتا ہی پس اُس کو چراغ دان پر رکھنا چاہیئے *

---

† فلپیوں کو ۲ — ۱۵ —

‡ مارک ۴ — ۲۱ لوک ۸ — ۱۶ ۱۱ — ۳۳ —

§ فلپیونکو ۲ — ۱۵ و ۱۶ ۱ پطر ۲ — ۱۲ —

اور پھر فرمایا کہ تمھاری روشني یعني تمھارا سچا ایمان اور تمھارے بے ریا نیک کام آدمیوں کے سامنے اس طرح پر ظاھر ھوں کہ وہ تمھارے نیک کاموں کو دیکھہ کر خدا پر ایمان لاویں اور ھدایت پاویں *

حاصل یہہ ھی کہ نیک کاموں کا ریا کاري سے کرنا نہایت برا ھی مگر جب ریا کاري مطلق نرھے اور تمام کام صرف خدا کے واسطے ھو جاویں تو اُن کا اسطرح پر کرنا جس سے دیکھہ کر اور لوگ ھدایت پاویں کچھہ مضائقہ نہیں *

اس مطلب کو ھمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جامع الفاظ میں اور نہایت مختصر طور سے فرمایا ھی مشکواۃ میں حضرت عمر سے روایت ھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال نہیں ھیں مگر ساتھہ نیتوں کے اور ھر ایک آدمي کے لیئے وھي ھی جس کي اُسنے نیت کي ھی پس جو شخص گناھوں سے بھاگا ھی خدا اور اُس کے رسول کي طرف تو اُس کا جانا خدا اور اُس کے رسول کي طرف ھی اور جس شخص نے گناھوں کو چھوڑا ھی دنیا کے لیئے تاکہ اُس کو حاصل کرے یا ایک خوبصورت عورت کے لیئے تاکہ اُس سے نکاح کرے تو اُسکا جانا اُسیطرف ھی جس طرف وہ گیا *

مشکواۃ اول الحدیث

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات و انما لامري مانوي فمن کانت ھجرۃ الی اللہ و رسولہ فھجرۃ الی اللہ و رسولہ و من کانت ھجرۃ الی دنیا یصیبہا او امرۃ یتزوجہا فھجرۃ الی ما ھاجر الیہ متفق علیہ —

اس مقام پر ایک اَوْر عجیب اور نہایت عمدہ نصیحت حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمائي ھی جس کو نہایت غور اور فکر سے سوچنا اور سمجھنا چاھیئے تمام چیزوں کي جڑ اور تمام کمالوں کي بنیاد وھي نصیحت ھی یعني آپنے فرمایا کہ " اور آدمي تمھارے نیک کاموں کو دیکھہ کر تمھارے باپ کا جو آسمان پر ھی شکر کریں " پس آدمي کو ایسا بننا چاھیئے کہ اُس کے نیک کام خود اُس کي نیکي اور سچائي کي دلیل ھوں تاکہ اور لوگ اُس کے نیک کاموں کو دیکھہ کر ھدایت پاویں . نصیحت کرني اور وعظ کہنا اور خدا کے غضب اور اُس کے قہر سے لوگوں کو ڈرانا یا اُس کي رحمت اور شفقت سنا کر خوش کرنا بہت آسان ھی آدمي کو خود ایسا ھونا چاھیئے کہ اور لوگ اُس کے نیک کام اور اُس کي سچائي اور مسکیني اور اُس کا خدا سے خوف اور رجا دیکھہ کر خود اُس کے ایمان کي روشني سے ھدایت پاویں نہ زبان کي باتوں سے جو ھردم فنا ھوتي جاتي ھیں —

واعظاں کیں جلوہ در محراب و منبر میکنند

چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر میکنند

حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری اور ہمارے جناب پیغمبر خدا علیہ الصلواۃ والسلام کے صحابہ اور ہمارے مذہب کے بڑے بڑے اولیاء اللہ نے دور دست ملکوں میں تن تنہا سفر کیا اور باوجودیکہ اُن کے پاس نہ دولت تھی نہ حشمت نہ زور نہ حکومت اور لاکھوں آدمی اُن کے سبب ایمان لائے اور اُن کی روشنی سے ہدایت پائی کیا اُن میں صرف یہہ زبانی بات چیت تھی نہیں بلکہ اُن میں وہی روشنی تھی جس کو مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے ویسے ہی چمکے تاکہ وے تمہارے نیک کاموں کو دیکھکر تمہارے باپ کا جو آسمان پر ہی شکر کریں ہاں وعظ کہنا بہت آسان ہی مگر سیفت پال سا ہوکر کہنا نہایت مشکل ہی *

۱۷ یہہ گمان مت کرو کہ میں توریت اور نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں میں منسوخ کرنے نہیں آیا † بلکہ پورا کرنے آیا ہوں *

۱۸ اس واسطے میں تم سے سچ کہتا ہوں جس وقت تک کہ آسمان اور ‡ زمین نیست نہ ہوں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز منسوخ نہوگا جبتک سب پورا نہ ہووے *

۱۹ پس جو کوئی کہ ان حکموں کے چھوٹے سے چھوٹے ایک حکم کو نیست § کرے اور ویساہی آدمیوں کو سکھاوے آسمان کی بادشاہت میں چھوٹا کہلاویگا پر جو کوئی عمل کرے اور سکھلاوے آسمان کی بادشاہت میں وہی بڑا کہلاویگا *

۲۰ میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمہاری نیکی فروسیوں اور کاتبوں کی نیکی سے ‖ زیادہ نہو تو تم آسمان کی بادشاہت میں کسیطرح داخل نہوگے *

تفسیر

(منسوخ کرنے) یہہ ایک ایسا لفظ ہی جس پر نہایت بحث درکار ہی یہودی حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت کو ابدی بتلاتے ہیں اور جو اُس سے مختلف ہی اُسکو غلط اور باطل سمجھتے ہیں عیسائی اور بعض فرقے مسلمانوں کے نسخ کو نہیں مانتے اور خدا تعالی کے تقدس کے برخلاف سمجھتے ہیں مگر یہہ سب اختلافات نزاع لفظی ہی اور

† رومیوں ۱۰ ‚ ۴ —
‡ لوک ۱۶ — ۱۷ ۱ پطر ۱ — ۲۵ ۲ پطر ۳ — ۱۰ —
§ گلتیوں کو ۳ — ۱۰ یعقوب ۲ — ۱۰ —
‖ متی ۲۳ — ۵ و ۲۲ رومیوں کو ۱۰ — ۳ —

نسخ کے جو معني همارے هاں شرع میں مقرر هوئے هیں اُسکے نه سمجھنے کے سبب یهه سب اختلاف هیں

جاننا چاهیئے که نسخ کے لفظ کے ظاهري معني یهه سمجھه میں آتے هیں که جو حکم پہلے دیا گیا تها یا جو تجربه کے بعد اُس کا نقصان معلوم هوا اس لیئے اُس پہلي بات کو منسوخ کرکو اور جو نقصان اُس میں پایا گیا تها اُس کو دور کرکر دوسري بات جاري کي یهه معني نسخ کے هرگز مسلمانوں کے نزدیک نهیں هیں بلکه اس کو خدا تعالی کے تقدس کے برخلاف سمجھتے هیں اور جو شخص ایسا اعتقاد رکھے اُس کو کافر جانتے هیں *

هم مسلمانوں کے مذهب میں نسخ کے معني صرف گذر جانے میعاد ایک حکم کے هیں خواه وه میعاد پہلے سے معلوم هو خواه نهو مثلاً اگر حکم دیا جاوے که فلاں کام ایک برس تک کیا جاوے تو جب وه میعاد گذر جاویگي تو وه حکم منسوخ هو جاویگا مگر اُس کا منسوخ هونا نه اسوجهه سے تها که اُس حکم میں کچهه نقصان یا قباحت تهي بلکه حاکم نے بمقتضاے حکمت اور مصلحت کے جس کو وه خوب جانتا تها ایک هي برس تک اُس حکم کا بجا لانا مناسب سمجھا تها *

یا مثلاً ایک طبیب حاذق نے جس کي تشخیص اور تجویز اور تدبیر میں کسیطرح کي غلطي کا احتمال هي نهیں کسي مریض کے لیئے پہلي دفعه ایک دوا تجویز کي اور اُسکو یهه نهیں بتایا که کب تک اُس کو استعمال میں لاوے مگر وه طبیب پہلے سے خوب جانتا تها که اتنے دنوں تک جب یهه مریض اس دوا کو استعمال کرلیگا تو اُس کا مزاج دوسري دوا کے دینے کے لایق هوگا جب وه دن گذرگئے اور اُس کا مزاج دوسري دوا کے استعمال کے لایق هوا تب اُس طبیب نے وه دوسري دوا اُسکو بتائي ظاهر میں پہلي دوا کا استعمال منسوخ هوگیا مگر درحقیقت اُس پہلي دوا میں کچهه نقصان یا قباحت نه تهي بلکه اُس کا استعمال اُتنے هي دنوں تک مقصود تها اگرچه مریض یهه سمجھتا هی که طبیب نے پہلي دوا بدلدي یا منسوخ کردي پس مسلمانوں کے مذهب میں ناسخ اور منسوخ کے صرف یهه معني هیں *

اب سمجھنا چاهیئے که تمام انبیاء نے جسقدر صفات خدا تعالی کي بیان فرمائیں اور جو حالات قیامت کے بتائے اور جو خبریں واقعات گذشته کي دیں یا جو پیشین گوئیاں آینده واقعات کي بتائي هیں اُن میں کسیطرح نسخ نهیں هوسکتا اور اسیطرح جو دعائیں که انبیاء نے خود مانگیں یا اُسکے مانگنے کي اجازت دي یا جو مناجاتیں خدا کے سامنے اُنهوں نے کیں یا کرنے کي اجازت دي اُن میں بهي کسیطرح پر نسخ نهیں هوسکتا اور اسیطرح جو اصلي مقصد انبیاء کے بھیجنے سے هی جسپر انسان کي نجات ابدي موقوف هی یعني خدا کو واحد جاننا اور اُسکي عبادت کرنا اور اپني روح کو بري باتوں سے پاک کرنا اور جو صفتیں خدا کي

ذات میں ھیں اُن صفات کو بقدر طاقت بشري اپنے میں پیدا کرنا اُس میں کسطرح نسخ نہیں ھوسکتا صرف باقي رہ گئي یہہ بات کہ خدا کي عبادت کسطرح پر کي جاوے اور اپنے نفس میں کسطرح پر وہ صفات پیدا کي جاویں اس میں البتہ نسخ کا احتمال ھی مگر اُنہیں معنوں میں جو مذکور ہوئے کیونکہ رفتہ رفتہ انسان کي عقل اور اُس کا علم روز بروز ایک حد تک ترقي پاتا جاتا ھی پس ضرور ھی کہ جب تک طریقہ اُن صفات کے حاصل کرنیکا غایت حد تک نہ پہونچ جاوے اُسوقت تک اُسطریقہ میں بھي ترقي ھوتي رھے *

اب سمجھنا چاھیئے کہ جو لوگ یہہ بات سمجھتے ھیں کہ مسلمانوں کے مذھب میں یہہ بات ھی کہ زبور کے آنے سے توریت اور انجیل کے آنے سے زبور اور قران کے آنے سے انجیل منسوخ ھوگئي یہہ اُن کي سمجھہ محض غلط ھی اور نہ مسلمانوں کے مذھب میں یہہ بات ھی اور نہ مسلمانوں کا یہہ اعتقاد ھی اور اگر کوئي جاھل مسلمان اس کے برخلاف کہے تو وہ اپنے مذھب اور اپنے مذھب کے احکام سے واقف نہیں *

یہہ معني نسخ کے جو ھم مسلمانوں کے مذھب میں ھیں تمام شریعتوں میں مسلم ھیں اور یہودي شریعت اور انجیل مقدس سب میں ثابت ھی چنانچہ ھم اس مقام پر اس کي چند دلیلیں بیان کرتے ھیں *

۱ حضرت موسی علیہ‌السلام نے اجازت دي کہ † بعد نکاح کے اگر کسي سبب سے جورو ناپسند ھو تو اُسے طلاق دیدے اور طلاق نامہ لکھدے حضرت عیسی علیہ‌السلام نے اُس کو منع فرمایا اور ‡ ارشاد کیا کہ بجز زنا کے اَوْر کسي سبب سے طلاق دینا درست نہیں اسمقام پر حضرت مسیح علیہ‌السلام کے اس قول پر غور کرنا چاھیئے کہ آپنے فروسیوں سے فرمایا § کہ "موسی نے تمھاري سخت دلي کے سبب تمکو اجازت دي کہ اپني جورو کو چھوڑ دو پر ابتدا میں ایسا نہ تھا" اس قول سے صاف پایا جاتا ھی کہ حضرت موسی علیہ‌السلام کي شریعت میں جو حکم تھا اُسمیں کچھہ نقصان یا عیب نہ تھا بلکہ اُن لوگونکے حال کے مناسب وھي تھا جب وہ وقت گذر گیا دوسرا حکم جو اب مناسب تھا دیا گیا اور یہي معني نسخ کے ھیں جو حضرت مسیح علیہ‌السلام نے فرمائے اور جو ھم مسلمانوں کے مذھب میں قرار پائے ھیں *

۲ حضرت آدم علیہ‌السلام کي شریعت میں || تمام چرند و پرند معہ خون و چربي کے حلال تھے حضرت نوح کي ¶ شریعت میں خون جانوروں کا حرام ھوا حضرت موسی

---

† استثنا ۲۴ — ۱ —
‡ متی ۵ — ۳۱ —
§ متی ۱۹ — ۸ مارک ۱۰ — ۵ —
|| پیدایش ۱ — ۳۰ —
¶ پیدایش ۹ — ۳ —

کي † شریعت میں خون اور چربي اور سور اور بعض اقسام کے اور جانور حرام ہوئے اور پہلے حکم دوسرے حکموں سے منسوخ ہوگئے *

۳ حضرت ابراهیم کي شریعت میں ‡ سوتیلي بہن‌ا سے نکاح درست تها حضرت موسی § کي شریعت میں یہہ حکم منسوخ ہوا *

۴ حضرت یعقوب علیہ‌السلام کي شریعت میں حقیقي دو بہنوں سے ایک کے ‖ جیتے جي نکاح کرنا درست تها حضرت موسی کي شریعت میں منسوخ ہوا *

۵ پہلي شریعتوں میں ¶ پهوپهي سے نکاح درست تها حضرت موسی کي شریعت * میں منسوخ ہوا اسیطرح اور بہت سے احکام ہیں جو پہلي شریعتوں کي دوسري شریعت میں منسوخ ہوگئے ہیں اور اُن کا ذکر سینت پال کے ناموں میں اکثر جگہہ مندرج ہی *

(میں منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں) جبکہ یہہ بات اوپر کے بیان سے ثابت ہوگئي که انجیل مقدس سے بعض احکام توریت کے منسوخ ہوگئے تو اس ورس کے یہہ معني تو نہیں ہو سکتے که حضرت مسیح علیہ‌السلام کے آنے سے کوئي‌ا حکم توریت کا منسوخ نہیں ہوا بلکه اس کے یہہ معني ہیں که توریت اور اور نبیوں کي کتابوں میں جو کچهه نسبت صفات خدا تعالی اور حالات قیامت اور اخبار گذشته اور بشارات آیندہ اور دعائیں اور مناجات لکهي ہیں اور جو کچهه که صفائي دل اور پاکیزگي روح اور نیک صفات پیدا کرنے کے لیئے لکها ہی اُن میں سے کسیکو منسوخ کرنے نہیں آیا بلکه پورا کرنے آیا ہوں . یہہ مطلب اس ورس کا اگلے ورسوں کے ملانے سے بخوبي کہل جاتا ہی کیونکه آیندہ ورسوں میں حضرت مسیح علیہ‌السلام نے جہاں احکام یہودي شریعت کے بیان فرمائے اُسیکے ساتهه وہ بات بهي ارشاد فرمائي جس سے وہ احکام زیادہ کاملیت کے ساتهه پورے ہوتے تهے *

(منسوخ نہوگا جب تک سب پورا نہووے) یعني جو خبریں آیندہ کي توریت میں دي گئي ہیں اور نیک اعمال سے جو خدا کي رضامندي بیان ہوئي ہی وہ بن ہوئے نہیں رہنے کي بے شک سب پوري ہونگي *

(سست کرے) یعني اُن کو صرف ایک ظاهري طور پر استعمال کرے اور جو روحاني پاکي اُس سے مراد ہی اُس پر متوجہہ نہو تو وہ خدا کے سامنے حقیر و ناچیز ہوگا . یہہ

---

† استثنا ۱۴ — ۹ احبار ۱۱ — ۴ لغایت ۸ — ‡ پیدایش ۲۰ — ۱۲ —

§ احبار ۱۸ — ۹ ۲۰ — ۱۷ استثنا ۲۷ — ۲۲ —

‖ پیدایش ۲۹ احبار ۱۸ — ۱۸ —

¶ خروج ۶ — ۲۰ —

* احبار ۱۸ — ۱۲ ۲۰ — ۱۹ —

اشارہ ھی فروسیوں اور یہودی کاتبوں کي طرف جو توریت کے احکام کو صرف ظاھری طور پر کرتے تھے اور اصلی مقصود اُن کا جو روحانی روشنی حاصل کرنے سے تھا اُس پر مطلق متوجھ نہ تھے *

(پر جو کوئی عمل کرے) یعنی جو روحانی روشنی حاصل کرنی اُن حکموں سے مطلوب ھی اُن سے حاصل کرے وہ خدا کے سامنے معزز ھوگا *

(اگر تمھاری نیکی فروسیوں اور کاتبوں کي نیکي سے زیادہ نہو) اس ورس سے پہلے ورسوں کے معنی بخوبی کھل گئے یعنی نصیحت حضرت مسیح علیہ السلام کي اپنے حواریوں کے لوئے یہہ ھی کہ اگر تم بھي فروسیوں اور کاتبوں کي طرح صرف ظاھری عمل بلا لحاظ روحانی پاکیزگی حاصل کرنے کے کروگے تو تم خدا کي بادشاھت میں داخل نہوگے بلکہ تمھاری نیکي اُن سے زیادہ بڑہ کر ھونی چاھیئے اور تمکو چاھیئے کہ تم خدا کے تمام فرضوں کو جو تم پر ھیں اور انسان کے تمام حقوق کو جو تم پر واجب ھیں ظاھر میں اور دل میں یکساں بجا لاؤ تاکہ تمھارا ظاھر اور باطن یکساں ھو اور ھر کام کو سچائي اور روحانی روشنی سے بجا لاؤ اور کوئی نفسانی غرض اُس سے متعلق مت کرو بلکہ صرف اس نیت سے بجا لاؤ کہ تمھاری نیکي خدا کے سامنے مقبول ھو *

---

۲۱ تم سن چکے ھو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ تو † خون مت کر اور جو کوئی خون کریگا عدالت میں سزا کے لایق ھوگا *

۲۲ پر میں تم سے کہتا ھوں کہ جو کوئی اپنے بھائي پر بے سبب ‡ غصہ ھووے وہ عدالت میں سزا کے لایق ھوگا اور جو کوئی اپنے بھائي کو احمق کھے بڑی عدالت میں سزا کے لایق ھوگا پر جو کوئی کھے تو جاھل ھی جھنم کي آگ میں سزا کے لایق ھوگا *

۲۳ پس اگر تو قربان گاہ میں اپني قرباني لے جاوے اور وھاں تجھے یاد آوے کہ تو تیرے بھائي کے نزدیک تقصیر وار ھی *

۲۴ تو وھاں اپني قرباني قربان گاہ کے سامنے چھوڑکر چلا جا پہلے اپنے بھائي سے ملاپ کر § تب آکے اپني قرباني گذران *

۲۵ جب تک تو اپنے فریادی کے ساتھہ راہ میں ھی جلد ¶ اُس سے ملاپ کر تاکہ ایسا نہووے کہ فریادی تجھے قاضي کے سپرد کرے اور قاضي تجھے کوتوال کے سپرد کرے اور تو قید میں ڈالا جاوے *

---

† پیدایش ۹ — ۶ خروج ۲۰ — ۱۳ اشعیا ۵ — ۱۷ —
‡ ایوب ۳ — ۱۵ — § متی ۱۸ — ۱۵ —
¶ لوک ۱۲ — ۵۸ اشعیا ۵۵ — ۶ و ۷ —

۲۶ میں تجھسے سچ کہتا ہوں کہ وہاں سے جب تک† باقي کی ایک کوڑي تک ادا نکرے کسي طرح سے نہ چھوٹیگا *

تفسیر

(تم سن چکے ہو) اس مقام سے حضرت مسیح علیہ السلام نے اُن باتوں کا فرمانا شروع کیا جن باتوں میں عیسائي مذہب فروسیوں اور کاتبوں کے افعال پر سبقت لے گیا تھا۔ یہودي گناہوں کو برا تو کہتے تھے مگر خود اُن سے کمتر بچتے تھے اور صرف شریعت کي ظاہري باتوں کے بجالانیکو کافي جانتے تھے اُس کے برخلاف حضرت مسیح علیہ السلام نے وہ روحاني پاکیزگي بیان فرمائي جو اصلي مقصد اور منشاء شریعت کا تھا اور جن سے بدي کي جڑ بنیاد انسان میں سے معدوم ہوتي ہی اور دم بدم نیکي بڑھتي جاتي ہی بشرطیکہ جسطرح حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا اُسیطرح بجالایا جاوے نہ اسطرح پر کہ جسطرح فروسي اور کاتب کہتے تھے کہ ہم موسی کي شریعت پر چلتے ہیں *

(میں تم سے کہتا ہوں) کہ برائي کي ادنی سی ادنی بات بھي سزا کے لایق ہی۔ اس مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام نے بري باتوں کي سزاؤنکو یہودیوں کي عدالتوں سے تشبیھہ دیکر بیان فرمایا ہی کہ جو کوئي اپنے بھائي پر بے سبب غصہ ہو وہ ایسي سزا کا مستحق ہوگا جو یہودیوں کي چھوٹي عدالت میں ہوتي ہی اور جو تیئیس ارکان سے ملکر بنتي تھي اور جو کوئي اپنے بھائي کو احمق کہیگا وہ اُس سے بڑھکر سزا پاویگا جو یہودیوں کي بڑي عدالت سے ملتي ہی جو سیہن ہدرم کہلاتي تھي اور بہتر ارکان سے ملکر بنتي تھی اور جہاں سے موت اور سنگسار کرنے کا حکم ہوتا تھا اور جو کوئي جاہل کہیگا وہ ایسي سخت سزا کے لایق ہوگا جو یہودیوں کي کسي عدالت میں بھي ویسي سخت سزا نہیں ہی یعني جہنم کي آگ میں جلایا جاویگا *

قتل کرنے کا سبب جذبات انساني میں سے ایک جذبہ ہوتا ہی جسکو ہم غصہ کہتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قتل تو ایک بڑا گناہ ہی انسان کو چاہیئے کہ چھوٹے چھوٹے جذبات کو بھي روکے کیونکہ انپر بھي انصاف کیا جاویگا کیونکہ یہي چھوٹے چھوٹے جذبات انسان کو رفتہ رفتہ بہت بڑے بڑے بڑے کاموں پر لیجاتے ہیں جب انھي باتوں کو مٹادیگا تو اُن بڑي آفتوں سے محفوظ رہیگا *

(جہنم کي آگ) یوناني انجیل میں یہہ لفظ اسطرح پر ہی کہ آگ کي جہینا میں سزا کے لایق ہوگا جہینا عبري لفظ ہی وہ نام ہوگیا تھا ایک جنگل کا جس کو ہنم کہتے تھے یہہ جنگل یروشلیم کے قریب تھا اور بت پرستوں کے سبب ایک بہت بري جگہہ گئي

---

† متی ۱۸ — ۳۴ ۲۵ — ۴۱ و ۴۲ لوک ۱۲ — ۵۹ —

جاتي تهي اس جنگل ميں ايک بت تها اور مولوش اُس کا نام تها اُسکے آگے دن رات آگ جلا کرتي تهي اور تمام شہر کا کوڑا کرکٹ وهاں ڈالا جاتا تها بت پرست اپنے بچوں کو اُس بت کے سامنے آگ ميں جلا ديتے تهے اور اُن کے جلنے اور رونے اور چلانے سے وہ جنگل جہنم سا معلوم هوتا تها اس سبب سے جهيننا اُس کا لقب پڑگيا تها يهوديوں کي عادت تهي که جب بدکاروں کے لئيے عذاب کي جگهه بيان کرتے تهے تو اسي لفظ کو استعمال ميں لاتے تهے کيونکه يهه مقام دوزخ سے بہت ٹهيک ٹهيک مناسبت رکهتا تها اسي محاورہ کے موافق حضرت مسيح عليهالسلام نے اس لفظ کا استعمال اس جگهه فرمايا هي *

(پس اگر تو قربان گاہ ميں) جس قدر گناہ حضرت مسيح عليهالسلام نے اسمقام پر بيان فرمائے وہ زيادہ تر حق عباد سے علاقه رکهتے هيں يهودي يهه سمجهتے تهے که اُن تمام گناهوں کے لئيے جن کي قاضي کے سامنے سزا نهيں هوسکتي قرباني کرني اور معابد ميں نذريں چڑهاني کافي هيں حضرت مسيح عليهالسلام نے فرمايا که يهه بات کافي نهيں بلکه جس شخص کي تقصير کي هی جبتک وہ معاف نکرے اُسوقت تک وہ گناہ معاف نهيں هوتا پس قرباني سے پہلے اپنے بهائي سے جاکر ملاپ کر يعني تقصير معاف کروا اور پهر آنکر قرباني کر *

يهه مسئله بالکل هم مسلمانوں کے مذهب کے مطابق هی همارے مذهب کے بموجب گناہ دو قسم کے هيں ايک گناہ صرف الله کے دوسرے گناہ بندے اور الله دونوں کے جس کو حق العباد کہتے هيں اور ايسا کوئي گناہ نهيں جو صرف بندہ کا هو اور خدا کا نهو پس جن گناهوں ميں خدا اور بندہ دونوں کا حق هی اُس ميں توبه اور خدا سے معافي چاهنے کے سوا اُس بندہ سے بهي معاف کروانا اور ملاپ کرنا ضرور هی کيونکه صرف توبه سے حق عبد معاف نهيں هوتا يهي بات اسمقام پر حضرت مسيح عليهالسلام نے فرمائي *

(راہ ميں هی جلد اُس سے ملاپ کر) يهه بات حضرت مسيح عليهالسلام نے بطور تمثيل کے فرمائي مطلب اس کا يهه هی که دنيا آخرت کي راہ هی وهاں پهونچ کر هرايک کو اپنے کيئے کا بدلا پانا هی پس جب تک که تو اس دنيا يعني آخرت کي راہ ميں هی جلد اپنے فريادي سے ملاپ کرلے ايسا نهو که يهه راہ طی هو جاوے اور قاضي تک پهونچ جاوے اور تو قيد ميں ڈالا جاوے *

اس مقام پر جو ايک باريک نکته حضرت مسيح عليهالسلام نے فرمايا اُس پر لحاظ کرنا چاهيئے که کوئي شخص يهه نهيں جانتا که يهه راہ جسميں هم چل رهے هيں يعني هماري زندگي کسوقت ختم هوجاويگي اور همکو ضرور هی که هم اپنے فريادي سے راہ هي ميں ملاپ کرليں اور جبکه اُس راہ کے ختم هونے کا وقت نه معلوم هی اور نه معين هی تو همکو اپنے فريادي سے اُسيوقت بغير ايک آن کے وقفه کے ملاپ کرنا چاهيئے *

(باقي کي ايک کوڑي تک) يعني جب تک اُس فريادي کا حق ادا نہوگا اُسوقت تک قيد سے چھٹکارا نہوگا پھر اُسوقت تيرے پاس کيا ھی جو فريادي کو دے اور اُس کا حق ادا کرے ھاں البتہ خدا میں قدرت ھی که وہ اپنے رحم سے کسوطرح اُس فرياد ي کو راضي کردے *

اس تمثيل میں جو ايک نہايت عمدہ اور عجيب نصيحت حضرت مسيح عليہ السلام نے فرمائي اُس پر بغور متوجہہ ھونا چاھيئے يعني جبکہ ھم ايک بندے کے تقصيروار ھیں تو ھماري يہہ حالت ھی پھر ھمارا کيا حال ھوگا جبکہ ھم خدا تعالی کے تقصيروار ھیں اور کسقدر جلد اور کسقدر روحاني عاجزي سے ھمکو اُس کے سامنے توبہ کرني اور گناھوں کي معافي اُس سے چاھني ھمکو درکار ھی تاکه ھم دوزخ کے قيد خانہ سے بچیں *

---

۲۷ تم سن چکے ھو که اگلوں سے يوں کہا گيا تھا که تو زنا نه کر † *

۲۸ پر میں تم سے کہتا ھوں که جو کوئي شہوت ‡ سے کسي عورت پر نگاہ کرے اپنے دل میں اُس کے ساتھہ زنا کرچکا *

۲۹ پس اگر تيري دھني آنکھہ تيرے گناہ § کا سبب ھو تو اُسے نکال ڈال اور پھينکدے کيونکه تيرا ايک عضو کا نہونا تيرے ليئے اُس سے بہتر ھی که تيرا تمام بدن جہنم میں ڈالا جاوے *

۳۰ اگر تيرا دھنا ھاتھہ تيرے گناہ کا سبب ھووے اُسے کاٹ ڈال اور پھينک دے کيونکه تيرا ايک عضو کا نہونا تيرے ليئے اُس سے بہتر ھی که تيرا تمام بدن جہنم میں ڈالاجاوے *

تفسير

(پر میں تمسے کہتا ھوں) يعني زنا کرنا تو ايک بڑا گناہ ھی اگر کسيکا کوئي عضو بھي گناہ کا مرتکب ھوگا وہ بھي سزا کے لايق ھوگا *

امام غزالي صاحب نے اپني کتاب احياءالعلوم میں اس ورس کو اسطرح پر نقل کيا

قال عيسى عليہ الصلواۃ والسلام اياکم والنظرۃ فانها تزرع في القلب شهوۃ وکفى بها فتنۃ — ھی بچو تم نگاہ سے که بوتي ھی دل میں شہوت اور يہہ بات فتنہ میں پڑنے کے ليئے يعني دل میں زنا کرنے کے ليئے کافي ھی *

ھمارے پيغمبر خدا صلی الله عليہ وسلم نے فرمايا که انسان پر جو اُس کا حصہ زنا میں

مشکواۃ باب القدر کتب على ابن آدم نصيبه من — ھي مقرر ھوچکا ھی بلا شبہہ وہ اُس کو پاتا ھی دونوں آنکھیں اُن کا زنا شہوت سے ديکھنا ھی دونوں کان اُن کا زنا

---

† احبار ۲۰ — ۱۰ خروج ۲۰ — ۱۴ استثنا ۲۲ — ۲۲ —

‡ خروج ۲۰ — ۱۷ ايوب ۳۱ — ۱ —

§ متی ۱۸ — ۶۸ مارک ۹ — ۴۷ روميوں کو ۶ — ۶ — ۸ — ۱۳ کلسيوں کو ۳ — ۵ —

الزنا مدرک ذالک لامحالة العینان زنا هما النظر والاذنان زنا هما الاستماع واللسان زناه الکلام والید زنا ها البطش والرجل زناها الخطي والقلب یهوي ویتمني ویصدق ذالک الفرج ویکذبه —

یہہ هی کہ جس پر وہ شخص نا جایز طور سے فریفتہ هی اُس کي پیاري پیاري شہوت انگیز باتیں سنے زبان اُسکا زنا اسیطرح پر شہوت انگیز باتیں کرنا هی اور هاتهہ اُنکا زنا شہوت سے چهونا یا پکڑنا هی اور پاؤں اُن کا زنا برے کام کے لیئے چلنا هی اور دلکا زنا اُس کي خواهش اور آرزو کرنا اور فرج جو هی وہ تو صرف اس واسطے هی کہ اُن سب خواهشوں کو یا سچا کردے یا جهٹلادے *

یہہ تمام نصیحت جو حضرت عیسی اور همارے جناب پیغمبر خدا علیہما الصلواة والسلام نے فرمائي ایک نہایت عمدہ نصیحت هی جو گناهوں کي جڑ کو اُکهاڑتي هی کیونکہ ان نصیحتوں میں اُن چیزوں کو روکا گیا هی جو گناہ عظیم هونے کا باعث هوتي هیں اگر صرف برے کام هي سے ممانعت هو اور تمام خیالات اور خواهشوں کو آزاد چهوڑ دیا جاوے جیساکہ یہودي کرتے تهے تو تمام اخلاق خراب اور تمام روحاني روشني جلد تر تاریک هوجاتي هی پس یہہ نصیحت ایک ایسي نصیحت هی کہ اگر اسپر چلا جاوے تو انسان کو کسیطرح برائي اور گناہ میں پڑنے نہیں دیتي اور نصیحت سے یہہ بهي پایا جاتا هی کہ انسان کي اصلي خوبي اپني روح اور اپني خواهشوں کو گناہ سے پاک کرنا هی نہ صرف ظاهر میں گناہ سے بچنا *

(پس اگر تیري دهني آنکهہ) اگرچہ یہہ کلام حضرت مسیح علیہ السلام نے بطور تمثیل کے فرمایا هی مگر یہہ ایسے عجیب طور سے فرمایا هی کہ بے اختیار دل میں بیٹها جاتا هی حقیقت میں جو خوبي اور روحانی اثر اس کلام میں هی اُس کي کیفیت دل جانتا هی بیان میں نہیں آسکتي ظاهرا اس کي مراد یہہ هی کہ هرایک شخص کو سمجهنا چاهیئے کہ وہ آنکهہ جو شہوت کي هی وہ پهوڑي جاوے یعني شہوت کو اپنے میں سے دور کیا جاوے گو وہ کیسا هي طبیعت کے برخلاف هو اور وہ هاتهہ جسے خواهش نفساني کے بموجب کام هوتے هیں کاٹا جاوے گو وہ کیساهي هماري خواهش کے مخالف هو *

---

۳۱ یہہ تو کہا گیا تها کہ جو کوئي اپني جورو کو چهوڑدے † اُسے طلاق نامہ دیوے *

۳۲ پر میں تم سے کہتا هوں کہ جو کوئي اپني جورو کو سوائے حرام کاري ‡ کے اور کسي سبب سے چهوڑ دیوے اُسے زنا کرواتا هی اور جو کوئي اُس چهوڑي هوئي عورت کو بیاہ کرے زنا کرتا هی *

---

† متی ۱۹ — ۳ و ۹ اشعیاہ ۲۴ — ۱ مارک ۱۰ — ۲ و ۹ —

‡ متی ۱۹ — ۹ لوک ۱۶ — ۱۸ —

تفسیر

(پر میں تم سے کہتا ہوں) اس مقام پر پہلے اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ یہاں اُن باتوں کا ذکر تھا جو خواہش نفسانی سے زنا تصور کی گئی ہیں اس کے ساتھہ حضرت مسیح علیہ‌السلام نے اُس بات کو جو شریعت کے بموجب درست تھی کیوں ارشاد فرمایا سبب اس کا یہہ ہی کہ یہودیوں نے اس طلاق کے مسئلہ کو بطور کھیل کے صرف نفسانی خواہشوں میں برتنا شروع کیا تھا اُن کا یہہ حال تھا کہ جسطرح ہمارے زمانہ کے لوگ بدکاری اور تماشبینی کرتے ہیں کہ آج وہ عورت پسند آئی اُس سے آشنائی کی کل دوسری عورت پسند آئی پہلی کو چھوڑا دوسری سے آشنائی کی اسی طرح یہودیوں نے طلاق اور نکاح کا حال کردیا تھا کہ جو عورت پسند آئی اُس سے نکاح کیا جب دوسری عورت پسند آئی اور خواہش نفسانی اُس کی طرف متوجہہ ہوئی پہلی کو چھوڑا اور دوسری کو پکڑا . یہہ طریقہ اصلی احکام شریعت کے برخلاف تھا اللہ تعالی نے انسان کے لیئے جوڑا صرف اس لیئے پیدا کیا تھا کہ تنہائی کی وحشت کو رفع کرے اور وہ دونوں ملکر ایک تن ہوں یعنی عورت کی مرد سے اور مرد کی عورت سے وحشت رفع ہو عورت مرد کے لیئے اور مرد عورت کے نیک کاموں اور خدا تعالی کی عبادت کرنے میں مدد گار ہو غم اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کا غم گسار اور تسکین دینے والا ہو آپس میں ایسی محبت اور اخلاص ہو کہ دونوں ملکر ایک گنے جاویں نہ یہہ کہ برخلاف اُس کے بہایم کی طرح صرف خواہش نفسانی پورا کرنا مقصود ہو اور حقیقت میں یہہ روحانی زنا تھا اس لیئے حضرت مسیح علیہ‌السلام نے اس کو اسی نصیحت کے ساتھہ شامل کیا اور فرمایا کہ چھوڑی ہوئی عورت سے زنا کرواتا ہی *

مناسب ہی کہ اسمقام پر جو حقیقت نکاح اور طلاق کی ہم مسلمانوں کے مذہب میں قرار پائی ہی وہ بہی بیان کی جاوے نکاح صرف اسلیئے بنایا نہیں گیا ہی کہ انسان مثل بہایم کے اپنی خواہش نفسانی ادا کرکر خوش ہوا کرے بلکہ خدا تعالی نے جو یہہ عالم بنایا اور تمام چیزوں کو ظاہری اسباب پر مرتب کیا اور اُسمیں انسان پیدا کیا تو اُس کی نسل قایم رہنے کے لیئے اُسکا جوڑا بنایا اور خواہش نفسانی صرف اسلیئے اُسمیں رکھی ہی کہ وہ پیدایش اور بقاء انسان کا سبب ہو پس نکاح نہ خواہش نفسانی کے لیئے کرنا ہی بلکہ واسطے بجا آوری مرضی خدا تعالی کے ہی تاکہ اُس کی عنایت سے اولاد صالح پیدا ہو اور وہ اولاد خدا تعالی کی مرضی پر چلے اور اُس کی یاد میں رہے اور ما باپ کی بہلائی اور مغفرت کا سبب ہو اور بعد مرنے ما باپ کے خیر جاری اُس کے سبب باقی رہے اسی لیئے حضرت زکریا نے اپنے پرور دگار سے دعا مانگی کہ اپنے پاس سے مجھکو اولاد دے

سورہ مریم آیت ۵ و ۶
فہب لی من لدنک ولیا

يرثني و يرث من آل يعقوب جو ميرا اور يعقوب كي اولاد كا وارث هو اور اے پروردگار اُس
واجعله رب رضيّا – كو ايسا كر كه تيري مرضي پر راضي هو *

اس كے سوا نكاح سے مقصد محبت پيدا كرنا اور كلفت دور كرنا هي انسان پيدا هوا
هى صرف خدا كي عبادت كو اور يهه صريح نفس كے خلاف هى اس سبب انسان كي
طبيعت عبادت كرتے كرتے ملول هو جاتي هى اور تهك جاتي هى اس لئے ايسي بات كا
هونا چاهيئے كه في نفسه وه بهي عبادت هو اور اُس كے سبب طبيعت كو فرحت اور تنهائي
كي وحشت دور هو آپسميں خدا تعالى كے تقدس كا ذكر كريں اور اُس كي عبادت كا شوق
پيدا هو اور پهر زيادہ تر عبادت ميں مصروف هوں گويا ايك دوسرے كا خدا كي عبادت كرنے
پر مدد گار هو *

علاوہ اس كے نكاح سے ايك اَوْر قسم كي تربيت انساني مقصود هى كه تاهل ميں جو
جو مصيبتيں اور تكليفيں اور رنج اور غم پيش آتے هيں اُن پر انسان شاكر هو اور جو خدا
كي رضامندي هى اُس پر راضي رهے اور كيسا هي حال هو خدا هي خدا پكارے جيسے بچا
كه هر حال ميں ما هي ما پكارتا هى *

ان تمام فائدوں ميں دنيا كي بهلائي بهي منظور هى كيونكه الله تعالى نے انسان كو
مدني الطبع پيدا كيا هى اور ضرور هى كه كوئي اُس كا هم درد اور گهر بار كا سامان درست
كرنے والا اور زندگي بسر كرنے كے لیئے مدد كرنے والا هو *

طلاق ان تمام باتوں كے برعكس هى بلكه اس سارے بنے بنائے گهر كو ڈهانے والي هى
پس چاهيئے كه بہت هي بري چيز هو • مگر ديكهو بعضي دفعه ايسے امور پيش آجاتے هيں
كه جورو اور خصم ميں ملكر زندگي بسر كرنا ناممكن هو جاتا هى اور جو مقصود كه نكاح
سے تها وه بالكل برباد هو جاتا هى اس لیئے ضرور هى كه كوئي راه اُس سے بچنے كے لیئے
ركهي جاوے كيونكه جب وه مطلب جس كے لیئے يهه بات قايم كي گئي تهي باقي نرها تو
جو اُس كي فرع هى اُسكا باقي ركهنا محض بے فائدہ هى اور دونوں كو طرح طرح كے انديشه
اور گناهوں ميں ڈالنا . اس مشكل كے رفع كرنے كو هم مسلمانوں كے مذهب ميں ايسي هي
سخت حالت ميں طلاق كو جايز ركها هى جيسيكه حضرت مسيح عليه السلام نے صرف زنا
كي حالت ميں جائز ركها تها اور پهر اُس كے ساتهه الله تعالى نے اور اُس كے رسول نے نهايت
سخت ناراضي طلاق دينے پر فرمائي اور حكم ديا كه جو سختي اور بد مزاجي جورو كي
طرف سے پهونچے اُسپر صبر كرنا چاهيئے اور اُس كے دين
اور دنيا كي بهتري ميں كوشش كرني چاهيئے امام غزالي
صاحب احياء العلوم ميں فرماتے هيں كه جان لو اگرچه
طلاق جائز هى مگر وه نهايت غصه دلانے والي خدا كي هى *

واعلم ان الطلاق مباح ولكنه ابغض المباحات الى الله –

سورةالنساء آیت ۳۴
فلا تبغوا علیہن سبیلا –

اللہ تعالی نے سورہ نساء میں فرمایا کہ عورتوں پر اُن کے چھوڑ دینے کے لیئے حیلہ مت ڈھونڈو *

مشکواۃ باب الطلاق
عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابغض الحلال الی اللہ الطلاق رواہ ابو داؤد –

ھمارے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیزیں جائز رکھی گئی ھیں اُن میں سے کوئی چیز زیادہ طلاق سے خدا کو غصہ میں لانے والی نہیں ھی *

مشکواۃ باب الطلاق
عن معاذ بن جبل قال قال لي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامعاذ ماخلق اللہ شیئا علی وجہ الارض احب الیہ من العتاق ولاخلق اللہ شیئاً علی وجہ الارض ابغض الیہ من الطلاق رواہ الدار قطني –

اور اسیطرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ نہیں پیدا کی اللہ تعالی نے زمین پر کوئی میری پیاري چیز زیادہ غلاموں کے آزاد کرنے سے اور نہیں پیدا کی اللہ نے زمین پر کوئی چیز جو زیادہ غصہ دلاتي ھی مجھکو طلاق دینے سے *

اسیطرح مشکواۃ میں روایت ھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ھوئی کہ ایک شخص نے اپني جورو کو تین طلاقیں ساتھہ کے ساتھہ دے دیں یعني بالکل چھوڑ دیا یہہ سنکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کے مارے کھڑے ھوگئے اور فرمایا کہ کیا وہ کھیل کرتا ھی خدا کي کتاب سے جو نہایت بڑا اور پاک ھی باوجودیکہ میں تم میں ھوں اتنے میں ایک شخص کھڑا ھوا اور عرض کیا کہ اے رسول خدا کے کہا میں اُسکو مارڈالوں یعني وہ شخص حضرت کے کمال غصہ ھونے سے یہہ سمجھا کہ اُسنے ایسا گناہ کیا ھی جسپر اُسکا قتل کرنا چاھیئے *

مشکواۃ باب الطلاق
عن محمود بن ولید قال اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امراتہ ثلث تطلیقات جمیعا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عزوجل و انا بین اظہر کم حتی قام رجل فقال یا رسول اللہ الا اقتلہ رواہ النسائي –

اسي طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے خاوند سے طلاق مانگے بغیر کسي قوي اندیشہ کے تو اُسپر جنت کي خوشبو حرام ھی *

مشکواۃ باب الخلع والطلاق
عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امراۃ سالت زوجہا طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیہا رایحۃ الجنۃ

غرضکہ هم مسلمانوں کے هاں ایک نہایت اعتدال سے طلاق کو جایز رکھا هی اگر کوئي شخص اُسپر عمل نکرے اور یہودیوں کي طرح اُسکو کام میں لاوے یہہ اُسکي شامت هی *

۳۳ وہ بھي تم سن چکے هو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ تو جھوٹ † قسم نکھا بلکہ اپني قسموں کو الله کے لیئے پورا کر *

۳۴ پر میں تمسے کہتا هوں هرگز قسم نکھانا نہ تو آسمان کي کہ وہ خدا کا تخت هی *

۳۵ اور نہ زمین کي کہ وہ اُسکے پاؤں کي جگہہ هی اور نہ یروشلیم کي کہ وہ بڑے بادشاہ کا شہر هی *

۳۶ اور نہ تو اپنے سر کي قسم کھا کہ تو ایک بال کو سفید یا کالا نہیں کرسکتا هی *

۳۷ بلکہ تو هاں اور نہیں سے زیادہ کچھہ نہ بول کیونکہ جو کچھہ اُس سے زیادہ هی وہ بدي سے هوتا هی *

تفسیر

(هرگز قسم نکھانا) ظاهر میں یہہ لفظ اسبات پر دلالت کرتے هیں کہ کسي بات میں اور کسي معاملہ میں کسي طرح قسم نکھاني چاهیئے لیکن اگر یہہ معني هوں تو تمام کارخانہ دنیا کا بند هوجاوے کیونکہ تمام معاملات کے انصاف کرنے میں اچھے اچھے آدمیوں سے قسم لینے کي ضرورت پڑتي هی تاکہ خدا کے نام کي بزرگي سے وہ معاملہ بہت سنجیدہ طور سے اور جہاں تک هوسکے کامل یقین سے بیان کیا جاوے اور قاضي کو بھي معاملہ فیصل کرنے میں اپنے فیصلہ پر یقین هو اسلیئے ڈاکٹر ‡ کلارک اور نیو کم نے اس امتناع کے عام معني نہیں لیئے بلکہ اُسکو صرف روز مرہ کي بات چیت اور آپس کي گفتگو پر محدود کیا هی ڈاکٹر کلارک اسکے یہہ معني کہتے هیں کہ " عام گفتگو میں بالکل قسم نکھاؤ یعني خدا کے نام کو خفیف باتوں میں زبان پر مت لاؤ بلکہ اپني گفتگو کو همیشہ ایسي سچ اور درست رکھو کہ جو کچھہ تم کہو وہ بطور سچ کے مانا جاوے " *

یہودیوں کي عادت تھي کہ هر بات میں بلا ضرورت قسم کھاتے تھے بلکہ دغا دینے کے ارادہ سے قسم کھاتے تھے اسیطرح کي قسموں سے حضرت مسیح علیہ السلام نے منع فرمایا نہ بالکل کھانے سے کیونکہ کاسپل سے قسم کھانا جائز نکلتا هی *

† خروج ۲۰ — ۷ احبار ۱۹ — ۱۲ —

‡ دیکھو تفسیر ڈائیلي اور مینٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ ع جلد ۳ صفحہ ۱۹ —

ہم مسلمانوں کے مذہب میں بھی یہی بات ہے اللہ تعالے قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ہر بات میں اللہ کی قسم مت کھاؤ تاکہ تم پاک ہو اور پرہیز گار ہو اور لوگوں میں صلاح کار ہو اور اللہ تعالے سنتا ہے اور جانتا ہے *

سورۃ البقر آیت ۲۲۴
ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس واللہ سمیع علیم —

امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ مفسروں نے اس آیت کے بہت سے معنی کہیں ہیں مگر سب سے ٹھیک وہ معنی ہیں جو ابومسلم اصفہانی نے کہے ہیں یعنی اللہ تعالے نے منع فرمایا کہ خدا کی بہت قسمیں کھانے پر دلیری مت کرو اور خدا کی کم قسم کھانے کا جو حکم ہوا اس میں حکمت یہہ ہے کہ جو شخص ہر چھوٹی بڑی بات میں خدا کی قسم کھاتا ہے اُسکی زبان میں قسم پڑجاتی ہے اور اُسکے دل میں قسم کا بڑاپا نہیں رہتا پھر اُسپر چھوٹی قسم نہ کھانے کا بھروسا نہیں رہتا پھر جو اصلی غرض قسم کی ہے وہ جاتی رہتی ہے اور یہہ بات بھی ہے کہ جو شخص خدا کی بہت تعظیم کرتا ہے وہ بندگی میں بھی کامل ہوتا ہے اور نہایت بڑی تعظیم یہہ بھی ہے کہ اللہ کا ذکر اُس کے نزدیک بزرگ اور بڑا ہو اسبات سے کہ اُسکو کسی بات پر دنیا کی باتوں میں گواہ لاوے *

تفسیر کبیر
الوجہ الذی ذکرہ ابو مسلم الاصفہانی وہوالاحسن ان قولہ ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم نہی عن الجرأۃ علی اللہ بکثرۃ الحلف بہ — والحکمۃ فی الامر بتقلیل الایمان ان من حلف فی کل قلیل و کثیر باللہ انطلق لسانہ بذلک ولایبقی للیمین فی قلبہ وقع فلایومن اقدامہ علی الایمان الکاذبۃ فیختل ماہو الغرض الاصلی من الیمین وایضا کلما کان الانسان اکثر تعظیما للہ کان اکمل فی العبودیۃ و من کمال التعظیم ان یکون ذکراللہ تعالے اجل و اعلی عندہ من ان یستشہد بہ فی غرض من الاغراض الدنیویۃ —

حضرت مسیح علیہ السلام نے اس مقام پر ایسی قسمیں کھانے والے کے لیئے کچھہ سزا نہیں فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ یہہ بات بری ہے اور اسکو چھوڑنا چاہیئے لیکن اگر کوئی بغیر بدنیتی کے ایسی قسم کھائے تو اُس پر گناہ جھوٹی قسم کھانے کا نہیں ہے *

اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے نہیں پکڑتا تم کو اللہ بیہودہ قسمیں کھانے میں لیکن پکڑتا ہے اس کام پر جو تمہارے دل کرتے ہیں اور اللہ بخشنے والا اور بردبار ہے *

سورۃ البقرہ آیت ۲۲۵
لا یواخذکم اللہ باللغوفی ایمانکم ولاکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم واللہ غفور حلیم —

(نہ آسمان کي) یہودیوں کي عادت تھي کہ چھوٹي چھوٹي باتوں میں خدا کي قسم نکھاتے تھے بلکہ ایسے مقام پر عجیب مخلوقات کي جیسے آسمان یا زمین یا یروشلیم یا سر کي قسم کھاتے تھے اور فروسي یہہ بھي سکھلاتے تھے کہ اگر اس قسم کي قسم سے کسي جھوٹي بات کي تصدیق کي جاوے تو جھوٹي قسم کا گناہ نہیں ہوتا اس طریقہ کو حضرت مسیح علیہ‌السلام نے برا بتلایا اور یہہ فرمایا کہ اسطرح کي قسمیں بھي آپسکي گفتگو میں نہ کھاني چاهیئےهیں *

(خدا کا تخت هی) یعني خدا کي بڑائي اور بزرگي کے سبب آسمان جو ایک بلند چیز هی خدا کے تخت سے مناسبت رکھتا هی اور زمین جو اُس سے نیچے هی خدا کے پاؤں کي جگہہ سے مناسبت رکھتي هی نہ یہہ کہ خدا آسمان پر بیٹھا هی اور اُس کے پاؤں زمین پر رکھے هیں *

(وہ بڑے بادشاہ کا شہر هی) یعني اُس میں خاص خدا کي عبادت کي جگہہ هی *

(بلکہ تو هاں اور نہیں سے) یعني اپني گفتگو میں قسمیں نکھایا کرو جو سچ بات هو یا جو کرني هو اُس پر سچائي سے هاں اور جو جھوٹ بات هو یا نکرني هو اُس پر صفائي سے ناہ کہا کرو *

(بدي سے هوتا هی) یعني اس سے زیادہ کہنا انسان کي بدي پر دلالت کرتا هی اور شبہہ پڑتا هی کہ قسم کھانے والے کے دل میں کچھہ بدي اور برائي هی یا یہہ معني هیں کہ یہہ ایک بد رسم هی اور انجام کو برائي کي طرف لیجاتا هی جیسیکہ هم ابومسلم اصفہاني کا قول اوپر نقل کر آئے هیں *

---

۳۸ تم سن چکے هو جو کہا گیا تھا کہ آنکھہ † کے بدلے آنکھہ اور دانت کے بدلے دانت

۳۹ پر میں تم سے کہتا هوں کہ نقصان کرنے ‡ والے کو منع مت کرو بلکہ اگر کوئي تیرے دھنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرے کو بھي اُس کي طرف پھیر دے *

۴۰ اور اگر کوئي عدالت میں تجھہ پر نالش کرے اور تیري قبا اوتار لیوے تو کرتا بھي اُسے هے ڈال *

۴۱ اور اگر کوئي تجھے بیگار ایک کوس تک لیجاوے تو اُس کے ساتھہ دو کوس تک چلا جا *

---

† خروج ۲۱ — ۲۴ احبار ۲۴ — ۲۰ —

‡ لوک ٦ — ۲۹ رومیوں کو ۱۲ — ۱۹ ۱ تھسلنیوں کو ۵ — ۱۵ —

۴۲ جو تجھسے کچھہ مانگے اُسے دے † اور جو کوئي تجھسے قرض مانگے اُس سے منھہ نہ موڑ *

تفسیر

امام غزالي صاحب نے اپني کتاب احیاءالعلوم میں ان ورسوں میں سے کئي ورسوں کو نقل کیا هی وہ لکھتے هیں که میں نے انجیل میں دیکھا که حضرت عیسی علیه‌الصلواة والسلام نے فرمایا که البته پهلے تمکو کہا گیا تھا که دانت کے بدلے دانت اور ناک کے بدلے ناک اور میں تمسے کہتا هوں که برائي کا مقابله برائي سے مت کرو بلکه جو تمهارے دهنے گال پر مارے تم بانها گال بهي اُسکي طرف پهیر دو اور جو تمهاري چادر اوتارلے اُسکو تهه بند بهي دے دو اور جو تمکو ایک کوس بیگار لیجاوے تم دو کوس اُس کے ساتهه ابر جاؤ *

احیاءالعلوم
رایت في الانجیل قال عیسی علیه‌الصلواة و السلام لقد قیل لکم من قبل ان السن بالسن والانف بالانف وانا اقول لکم لاتقاوموا الشر بالشر بل من ضرب خدک الایمن فحول الیه الخد الایسر ومن اخذ رداک فاعطه ازارک و من سخرلیسیر معه میلا فسر معه میلین —

اس مقام پر حضرت مسیح علیه‌السلام نے بدلا لینے کے مضمون کو اختصار کے ساتهه بیان فرمایا هی عهد عتیق میں اس کي تفصیل اسطرح پر هی ‡ جان کے بدلے جان لے *
اور آنکهه § کے بدلے آنکهه دانت کے بدلے دانت اور هاتهه کے بدلے هاتهه پاؤں کے بدلے پاؤں *
جلانے || کے بدلے جلانا اور زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ
اور دوسرے ¶ مقام پر لکها هی که توڑنے کے بدلے توڑنا آنکهه کے بدلے آنکهه دانت کے بدلے دانت جیسا کوئي نقصان کرے اُس سے ویسا هي کیا جاوے
ان ورسوں سے پایا جاتا هی که عام طور پر بدلا لینے کا حکم تها جو کوئي جیسا کسي نقصان کرے ویسا هي بدلا پاوے یعني طمانچه مارنے کا طمانچه مارنا اور ناک توڑنیکا ناک توڑنا اور کان کاٹنے کا کان کاٹنا . اسي سبب سے الله تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا که هم نے لکهدیا یهودیوں پر توریت

سورةالمائدہ آیت ۴۸
وکتبنا علیهم فیها ان النفس

† اشعیا ۱۵ — ۷ لوک ۶ — ۳۰ —
‡ خروج ۲۱ — ۲۳ —
§ خروج ۲۱ — ۲۴ —
|| خروج ۲۱ — ۲۵ —
¶ احبار ۲۴ — ۲۰ —

بالنفس والعين بالعين والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به فهو كفارة له — يعني عهد عتيق ميں كه جان كے بدلے جان اور آنكهه كے بدلے آنكهه اور كان كے بدلے كان اور دانت كے بدلے دانت اور زخموں كا بدلا برابر كا زخم پهر جو كوئي بدلا ليني كو معاف كرے تو معاف كرنے والے كے ليئے بهلائي هى *

يهه اخير كا مضمون توريت كا نهيں هى بلكه همارے جناب پيغمبر خدا صلى الله عليه وسلم كو خدا نے فرمايا هى تفسير مدارك ميں هى كه رسول خدا صلى الله عليه وسلم نے فرمايا جو شخص كسيكو خون معاف كرے يا اُس سے تهوڑا يعني زخم وغيره تو اُس كے يعني معاف كرنے والے كے ليئے بهلائي هى جب سے كه معاف كرنے والے كو اُس كي ماں نے جنا *

تفسير مدارك سورة المائدة آيت ۴۸ قال عليه السلام من تصدق بدم فما دونه كان كفارة له من يوم ولادت امه —

يهي نصيحت اس مقام پر حضرت مسيح عليه السلام نے فرمائي كه جهاں تك هوسكے تقصير كرنے والے كي تقصير معاف كرے بلكه اُسكے ساتهه نرمي اور عاجزي اور سلوك سے پيش آوے —

شنيدم كه مردان راه خدا * دل دشمناں هم نه كردند تنگ
ترا كے ميسر شود ايں مقام * كه بادوستانت خلاف است و جنگ

دنيا ميں دو طرح پر آدمي اپني زندگي بسر كرتے هيں ايك وه جو دنيا كي باتوں ميں الوالعزم اور هوشيار اور چالاك اور نام آور اور دلير اور اپنے مرتبه اور درجه پر لحاظ ركهنے والے اور اُس كا ادب چاهنے والے هيں دوسرے وه جو نهايت مسكين اور عاجز اور شكسته دل اور اپنے تئيں سب سے حقير اور نا چيز اور سب سے كم رتبه جاننے والے هيں تكليفوں كے اُٹهانے ميں راضي هيں سخت سست سننے پر خوش هيں جس بات ميں اور لوگوں كو آسايش اور آرام ملے گو اپنے پر كيسي هي تكليف هو اُسكے كرنے پر مستعد هيں پهلي قسم كے لوگ البته دنيا ميں جو آنكهه بند كرنے ميں فنا هونے والي هى عزت اور دبدبه ركهتے هيں مگر يهه دوسري قسم كے لوگ خدا كے نزديك اور اُس جهان ميں جس كو فنا نهيں عزت والے هيں پهر آدمي كو چاهيئے كه غور كركر دونوں ميں سے جونسي چاهے پسند كرلے *

(پر ميں تم سے كهتا هوں) يهه تمام نصيحتيں جو حضرت مسيح عليه السلام نے فرمائيں اور جو آينده ورسوں ميں آتي هيں ايك عجيب مزيدار روحاني تاثير اسميں ركهي هى اكثر عيسائي مفسروں نے اس كو بطور تمثيل سمجها هى اور لكها هى كه ان نصيحتوں سے يهه مراد نهيں هى كه همكو هر بري بات لوگوں كي سهني چاهيئے بلكه معتدل اور متحمل طبيعت پيدا كرني لازم هى

مگر میں یہہ سمجھتا هوں که یہه نوراني نصیحتیں حضرت مسیح علیه‌السلام کي اپنے اصلي معنوں پر قایم هیں اور درجه بدرجه هر ایک سے علاقه رکھتي هیں *

حواري حضرت مسیح علیه‌السلام کے جن کو بالتخصیص یہه نصیحت فرمائي یا جو کوئي اُن کي پیروي کرنا چاهے اسي بات کے مستحق تھے که اپني طبیعت اور اپنے مزاج اور اپنے دلکے منتقمانه جذبات کو اور اپنے افعال کو هو بہو ان نصیحتوں کے تابع کردیں (چنانچه اُنھوں نے ایسا هي کیا) اُنکا درجه یہي تھا که ایک گال پر طمانچه مارنے والے کے آگے روحاني نیکي سے دوسرا گال بھي پھیردیں اور جو کوئي اُن کي قبا اوتارلے اُس کو اپني فیاضي سے کرتا بھي اوتار دیں جو کوئي ایک کوس خدمت کے لیئے پکڑلے دو کوس وہ اُس کي خدمت کریں اور دشمنوں سے دوستي کرنا اور کوسنے والے کو دعا دینا تو خاص اُن کا کام تھا *

اور جو لوگ اُن سے کم درجه رکھتے هیں اُن سے یہه نصیحتیں صرف اسیقدر علاقه رکھتي هیں که اگر وہ کسي سے بدلا لینا چاهیں یا کسیکو سزا دیں اور تنبیه کریں تو اور لوگوں کي آسایش اور آرام کے لیئے کریں تاکه دنیا کا انتظام اور عام امن قایم رهے مگر اپني جان اور اپنے نقصان کے بدلے کسي سے بدلا نه لیں بلکه عاجزي اور مسکیني اور گناهوں کے معاف کرنے کا اپنا طریقه رکھیں تاکه جو کلي کاملیت خدا تعالی کي ذات میں هے اُسکا نمونه اپنے میں پیدا کریں *

اور جو لوگ انسے بھي کم درجه رکھتے هیں یعني جو عام لوگ هیں اُنسے یہه نصیحتیں اسیقدر متعلق هیں که جو ضرر اور نقصان اُن کو کسي سے پہونچے اُس میں ملائمیت اور نرمي اور اعتدال اور برداشت کا مزاج رکھیں جو مزاج که هماري حالت کو آرام اور دنیا کے امن قایم رکھنے کے لیئے بہت اچھا سمجھا جاتا هے اور غصه کے فرو کرنے اور غضب کے باز رکھنے کي طرف مایل کرتا هے البته اس قسم کے لوگ هر قسم کي برائي اور نقصان کے برداشت کرنے کے مستحق هیں مگر جو تفاوت ان تینوں درجوں کے لوگوں میں هے وہ پوشیدہ نہیں هے اور جو لوگ اپني ایسي حالت بھي نہیں رکھه سکتے وہ نہایت کمبخت اور حضرت مسیح علیه‌السلام کي نصیحت سے بالکل بے نصیب هیں افسوس هے همکو اپني حالت پر که هم اسي بے نصیبي میں شامل هیں *

۴۳ تم سن چکے هو جو کہا گیا تها که † تو اپنے پڑوسي سے دوستي رکھه اور اپنے دشمنوں سے دشمني رکھه *

۴۴ پر میں تمسے کہتا هوں که اپنے دشمنونکو ‡ پیار کرو اور جو تمکو بددعا کریں اُنکے لیئے

† احبار ۱۹ — ۱۸ —

‡ لوک ۶ — ۲۷ — ۲۳ — ۳۴ اعمال ۷ — ۶۰ رومیوں کو ۱۲ — ۱۴ —

نیک دعا مانگو جو تم سے بدي کریں اُن سے نیکي کرو اور جو تمھیں ستاویں اور دکھہ دیویں اُن کے لیئے دعا مانگو *

۴۵ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر هی فرزند † هوؤ که وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں پر طالع کرتا هی اور راستبازوں اور نا راستبازوں پر مینهہ برساتا هی *

۴۶ اگر تم انہیں کو جو ‡ تمھیں دوست رکھتے ھیں دوست رکھو تو تمکو کیا فائدہ هوگا کیا کمینے لوگ یہہ نہیں کرتے ؟ *

۴۷ اور اگر تم فقط اپنے بھائیوں کو سلام کرو تو تم اُن سے کیا زیادہ نیکي کرتے هو ؟ کیا بت پرست لوگ یہہ نہیں کرتے ؟ *

۴۸ پس جیسا تمهارا باپ جو آسمان پر هی کامل هی تم بھي کامل § هوؤ *

تفسیر

(اپنے دشمن سے دشمني رکھہ) یہہ حکم حضرت موسی کي کتاب میں نہیں هی بلکہ سب سے عام محبت رکھنے کا حکم هی چنانچہ وہ ورس یہہ ھیں *

تو اپنے || ابناے جنس سے انتقام مت لے اور نہ اُن کي طرف سے کینہ رکھہ بلکہ تو اپنے بھائي کو اپني مانند پیار کر میں خداوند هوں *

بلکہ مسافر کو جو تمهارے ساتھہ رهتا هی ایسا جانوں جیسے وہ تم میں پیدا هوا هی اور اُسے ایسا پیار کرو جیسا آپ کو کرتا هی اس لیئے کہ تم مصر کي زمین میں پردیسي تھے میں خداوند تمهارا خدا هوں *

اس اختلاف کے رفع کرنے کو هنري ¶ اور اسکات نے اپني تفسیر میں اس ورس کے یہہ معني لکھے هیں کہ " موسی کي کتاب میں جو عام محبت کرنے کا حکم تها اُس کو یہودي معلم خاص اپني هي قوم اور اپنے هي فرقہ اور اپنے هي خاندان اور اپنے هي دوستوں پر محدود کرتے تھے بلکہ بطور نصیحت کے اُس پر یہہ بات بڑھادي تهي کہ اپنے دشمن سے دشمني رکھہ اس لیئے حضرت مسیح نے بطور سند کے یہہ حکم دیا *

برکت * صاحب اپني تفسیر میں لکھتے هیں کہ فروسیوں نے اس حکم کے یہہ معني بیان کیئے کہ یہہ حکم صرف یہودیوں سے متعلق هی اور یہہ نتیجہ نکالا کہ سب مخالف قوموں سے دشمني رکھیں مگر حضرت مسیح نے فرمایا کہ تم سب سے محبت رکھو *

---

† لوک ۶ — ۳۵ -
‡ لوک ۶ — ۳۲ -
§ افسیوں کو ۵ — ۱ -
|| احبار ۱۹ — ۱۸ -
¶ هنري اسکات جلد ۵ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۴ع -
* پرنٹس نوٹس مطبوعہ سنہ ۱۸۴۳ ع جلد ۱ صفحہ ۲۴ -

ڈاکٹر † وٹ بائي بيان کرتے هيں که حضرت مسيح اس مقام پر موسى کے قانون کي اخلاقي نصيحت کو تکميل يا تبديل نهيں فرماتے بلکه فروسي اور يهودي معلموں نے جو اُسکا مطلب خراب کرديا تها (يعني بدل ديا تها جس کو هم مسلمان تحريف کهتے هيں) اُس پر ناراضي ظاهر کرتے هيں *

مگر ان سب تفسيروں سے يهه شبهه رفع نهيں هوتا که حضرت مسيح عليه‌السلام نے يهه بات اس طرح پر فرمائي هى که اپنے دشمنوں سے دشمني رکهنا بهي حضرت موسى کا فرمايا هوا هى حالانکه يهه حکم حضرت موسى کا فرمايا هوا نهيں هى *

اسليٹے واٹسن ‡ صاحب اس ورس کي تفسير يوں لکهتے هيں که اس نصيحت کا پهلا حصه موسى کے قانون ميں لکها گيا هى اور پچهلا حصه يهاں لکها گيا هى مگر غالباً اس پچهلے حصه کو اُس حکم سے نکالا هى جو حکم کنعان والوں کے نکال دينے اور همسايه کي دشمني سے اور بت پرست قوموں سے آمد و رفت نه رکهنے سے علاقه رکهتا هى اس کے بعد حضرت مسيح نے صاف صاف فرمايا که اصلي حکم جو بعض دشمن اور بت پرست قوموں سے دشمني رکهنے کا تها وه اُن سزاؤں سے جو قديم زمانه ميں اُن کو دي گئيں پورا هوچکا اور اب وه حکم باقي نهيں رها (يعني منسوخ هوگيا کيونکه اسي بات پر هم مسلمان منسوخ هونے کا اطلاق کرتے هيں) اور حضرت مسيح انجيل ميں علانيه يهه حکم فرماتے هيں که محبت عام هوني چاهيٹے اور تمام دشمنياں هميشه کے ليٹے معدوم هوں " *

مگر ميرے نزديک يهه بات هى که حضرت مسيح عليه‌السلام نے اس مقام پر حضرت موسى کے احکام کو نقل نهيں کيا جيسيکه پهلے مقاموں ميں کيا تها بلکه يهوديوں نے جسطرح پر حضرت موسى کے حکموں کو خراب کرکر اور اُس کي اصلي مراد کو بدل کر ايک بات ٹهيرا رکهي تهي اور وه اُس غلط مراد کو اصلي اور سچي مراد سمجهتے تهے تسليم کرکر مقتدرانه طور پر اپنا حکم صاف اور مستحکم فرمايا که اگرچه تم يهه اعتقاد کرتے هو که اگلوں سے کها گيا تها که تو اپنے پڑوسي سے دوستي رکهه اور اپنے دشمن سے دشمني رکهه فرض کرو که يهي حکم تها مگر ميں تمکو يهه حکم ديتا هوں که اپنے دشمنوں کو پيار کرو *

باريک بات اس ميں يهه هى که جن ورسوں سے يهودي يهه حکم نکالتے تهے وه بحث سے خالي نه تهے بلا شبهه اُن کي مراد وهي هى جو حضرت مسيح عليه‌السلام نے فرمائي اور کچهه شک نهيں که يهوديوں نے اُن کے معنى بيان کرنے ميں تحريف کي تهي مگر يهوديوں کي طرف بهي بهت سي حجتيں اور دليليں تهيں . نصيحت اور وعظ کے موقع پر يهه

---

† ڈائلي اور مينٹ مطبوعه سنه ۱۸۵۶ ع جلد ۳ صفحه ۳۱ —

‡ واٹسن ايکسپوزيشن مطبوعه سنه ۱۸۳۷ ع صفحه ۶۸ , ۶۹ —

مناسب نہ تھا کہ اُن دلیلوں پر بحث کی جاتی اور رد وقدح کرنے سے نصیحت کی روشنی بحث کی تاریکی میں ڈالی جاتی اس لیئے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگو اگلوں سے یہی کہا گیا ہی جو تم اعتقاد رکھتے ہو تو میں تمکو یہہ حکم دیتا ہوں ۔ یہہ طریقہ نصیحت کا بحث کو قطع کرتا ہی اور جیسیکہ حضرت مسیح علیہ السلام تھے ویسے ہی نہایت عالی رتبہ شخص کو ایسا مقتدرانہ کلام زیبا ہی *

(مگر میں تم سے کہتا ہوں) اس نصیحت کے بموجب ہمکو اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرنی لازم ہی اور ہمیشہ اُن کے لیئے نیکی چاہنا اور اُن کے معاملات میں انصافانہ فیصلہ کرنا اور فیاضی سے اُن کے ساتھہ پیش آنا اور بدلا لینے سے در گذر کرنا اور ہر طرح پر اُن کو بھلائی پہونچانی ضرور ہی *

اس حکم پر بعضی لوگ یہہ اعتراض کرتے ہیں کہ نیچر یعنی قاعدہ قدرت الہی میں یہہ بات داخل ہی کہ آدمی جیسی اپنے دوست سے محبت رکھتا ہی ویسی دشمن سے کبھی نہیں رکھہ سکتا پھر یا یہہ تسلیم کیا جاوے کہ اس حکم میں حد سے زیادہ مبالغہ ہی یا نیچر کے خلاف اور نا ممکن التعمیل ہی *

مگر یہہ اعتراض صحیح نہیں اور نہ نیچر کے قاعدہ کے برخلاف ہی تمام حالات جو ہمارے کلمۃ اللہ عیسی مسیح علیہ السلام کے ہیں وہ خود اسبات کے لیئے کافی ثبوت ہی کہ دشمنوں سے کس طرح پر سچی محبت رکھی جاتی ہی بھلا اُنکا تو بہت بڑا درجہ تھا حواریوں کے حال پر غور کرو اور ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اصحاب اہل صفہ کے حالات کو دیکھو بلکہ اُن کے بعد جو اور بزرگ اور اولیاء اللہ گذرے ہیں اُن کے حالات کو یاد کرو کہ کسطرح وہ لوگ اس حکم کو بجا لائے پس جب بہت سوں نے اس حکم کی تعمیل کی تو یہہ حکم نیچر کے برخلاف نہیں ہوسکتا *

ہاں البتہ نیچر کے قاعدہ کے بموجب ہر شخص اس حکم پر عمل نہیں کرسکتا اسلیئے حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک جامع لفظ فرمایا کہ ہر شخص بقدر اپنی اپنی طاقت اور قدرت کے اس حکم کی تعمیل کرے *

محبت کے مختلف درجے ہیں - ایک وہ جو ہم اُن لوگوں سے رکھتے ہیں جو ہماری نسل سے ہیں - دوسرے وہ جو ہم اپنے دوستوں اور اپنے یاروں سے رکھتے ہیں - تیسرے وہ جو ہم اجنبی لوگونکے ساتھہ رکھتے ہیں اس پچھلے درجہ کا مقتضی یہہ ہی کہ ہم کسیطرح کا کینہ اور بغض اُن سے نرکھیں اور ہر طرح پر اُن کی نیکی چاہیں اور جسطرح پر ہوسکے اُن کو بھلائی پہونچاویں کسیطرح پر اُن سے بدلا لینے اور اُن کے نقصان پہونچانیکے درپے نہوں اگر اُن سے کچھہ ہمارا قصور ہو جاوے تو اُس کے معاف کرنے پر آمادہ اور مستعد ہوں پس

اُس درجہ کي محبت کا دشمنوں کے ساتھہ بھي ادا کرنے کے لیئے ہم لوگوں کو حضرت مسیح علیہ‌السلام نے حکم کیا بڑے لوگ اور اس سے زیادہ بجا لاتے ہیں مگر ہم لوگوں کو اسیقدر بجا لانا بھي سعادت ہی اور اگر ہم اس کو بھي بجا نہ لویں تو بلاشبہہ ہم کمبختي کے جہاز میں بیٹھے اور گناہوں کے سمندر میں توبے ہیں *

(جو تم کو بدلا کریں) یعني برائي کرنے والے سے بدلا نلو بلکہ برائي کے بدلے میں نیکي کرو کیونکہ یہہ ہتیار دشمن کے ہتیار سے بہت زیادہ فتحمند ہو

بدي را بدي سہل باشد جزا اگر مردي احسن الی من اسیٰ

تمہارا باپ اپنا سورج دوست اور دشمن سب پر چمکاتا ہی اور سب پر مینہ برسا تا ہی اگر تم بھي اسي طرح اپني فیاضي اور رحم دلي دوست اور دشمن سب پر رکھوگے تو تم اُس صفت کي ایک شان حاصل کروگے جو خدا میں ہی اور اس سبب سے خدا کے فرزند یعني خداکے پیارے ہوگے *

(کیونکہ جو تم اُن کو پیار کرو) یعني اپنے پیار کرنے والے کو پیار کرنا کچھہ خوبي کي بات نہیں ہی کیونکہ جو آدمي برے سے برے ہیں وہ بھي آپسمیں ایسا ہي کرتے ہیں پھر اگر تم بھي ایساهي کرو تو تم میں اُنسے کیا زیادہ نیکي ہوگي اسلیئے تمکو چاهیئے کہ تم دشمنوں سے بھي محبت اور پیار رکھو تاکہ جو کاملیت تمہارے باپ میں ہی اُسي کاملیت کي شان تم میں پیدا ہو *

(کمینہ لوگ — بت پرست لوگ) یہہ لفظ جلکا ترجمہ اس اُردو مترجم نے کمینہ اور بت پرست کیا ہی انگریزي ترجمہ میں پبلیکن ہی جس کے معني سرکاري نوکر یعني محصول تحصیل کرنے والے کے ہیں چنانچہ اُس اُردو ترجمہ میں جو سنہ ۱۸۶۰ ع میں چھپا اس لفظ کا یہي ترجمہ کیا گیا ہی جب رومي شہنشاہوں کي حکومت فلسطین میں ہوگئي تو اُنہوں نے یہودیوں سے محصول لینا شروع کیا اور اُس محصول کي تحصیل کو یہودي بھي مقرر تھے اور کافر بھي مقرر تھے مگر یہودي اُن لوگوں کو نہایت برا اور کمینہ اور پاجي سمجھتے تھے کیونکہ † اُنکے نزدیک اُن محصولوں کا لینا ظلم تھا اور وہ لوگ اُس ظلم کے جاري ہونے میں گفتگو کا موقع رکھتے تھے اور بعضے یہہ بھي کرتے تھے کہ محصولوں کا خود ٹھیکہ لیکر اپنے فائدہ کے لیئے لوگوں پر سختي کرتے تھے اس لیئے اِس اُردو مترجم نے بطور حاصل مطلب کے ایک جگھہ کمینہ اور دوسري جگھہ بت پرست ترجمہ کیا ہی *

† یہہ قول بشپ تمسقہ بي اوس کا ہی —

تمام شد

رسالہ

احکام طعام اہل کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولفہ سنہ ۱۲۸۵ ھجری مطابق سنہ ۱۸۶۱ ع

† الحمد للہ الذي بعث في الاميين رسولاً منهم يتلو عليهم اياته و يزكيهم و يعلمهم الكتب والحكمة و انكانوا من قبل لفي ضلال مبين والصلوة والسلام علی رسوله محمد خاتم الانبياء والمرسلين رحمة للعالمين الذي هدانا الی صراط مستقيم و جعل لنا الدين يسرا ولا عسرا حيث قال عليه السلام ان الدين يسر ولا رهبانية في الاسلام و علی اله و اصحابه و اتباعه وامته اجمعين سيما علی الذين جاهدوا في اشاعة مسائل دينه القيمة الحنيفية السمحة ولايخافون لومة لائم واستحقوا علی ذالک فرحة بعد فرحة *

اما بعد جو کہ اس زمانہ میں درباب اباحت طعام اهل کتاب کے نہایت گفتگو ہو رهي هی اور هندوستان کے مسلمان جنہوں نے هزاروں رسمیں هندوؤں کي اختیار کرلي هیں اُسکو نہایت هي برا جانتے هیں اور جو شخص اُسکو مباح کہے یا اُسکے کھانیکا مرتکب هو اُسکو کافر یا کرستان یا مسلمانوں کے گروہ سے خارج یا ایک بہت بڑے امر قبیح کا مرتکب سمجھتے هیں اور هزاروں طرح سے زبان طعن و تشنیع اُس پر دراز کرتے هیں اور گناهگار هوتے هیں اِسلیئے یہہ ایک مختصر رسالہ درباب احکام طعام اهل کتاب کے لکھا هی ، اور یهي اُسکا نام رکھا هی تاکہ مسلمان بھائي اپنے مسلمان بھائیوں پر بدگماني کرنے اور برا بھلا کہنے سے باز آویں اور گناہ میں پڑنے سے محفوظ رهیں *

---

† ساري تعریف اللہ هي کے لیئے هی جس نے اوٹھایا اَن پڑھوں میں ایک رسول اُن هي میں سے پڑھتا هی اُن پاس اُسکي آیتیں اور اُنکو سنوارتا هی اور سکھاتا هی کتاب اور عقلمندي اور اگرچہ اس سے پہلے بڑے بھلاوے میں تھے اور درود اور سلام هووے اُسکے رسول پر جو محمد هیں ختم کردیا جنہوں نے پیغمبروں اور رسولوں کو رحمت هیں تمام عالم کے لیئے جو لے چلے همکو سیدھي راہ اور کیا همارے لیئے دین کو آسان نہ سخت مشکل کیونکہ فرمایا رسول اللہ نے صلی اللہ علیہ وسلم کہ دین بیشک آسان هی اور نہیں هی بڑي پرهیزگاري کي سختي سہنا اور هر چیز سے پرهیز کرنا دنیا کي تمام چیزوں کو چھوڑ بیٹھنا اسلام میں اور اُنکي اولاد اور اُنکے یاروں اور اُن کے پیروؤں اور اُنکي اُمت کے لوگوں پر سب پر رحمت هو خصوصاً اُن پر جنہوں نے اُنکے دین کے مسائل پھیلانے میں کوشش کي جو دین کہ نہایت مضبوط اور سیدھا اور آسان هی اور نہ ڈرے ملامت کرنے والے کي ملامت سے اور اسبات پر مستحق هوئے خوشي پر خوشي کے ؟؟

جاننا چاهیئے که طعام اهل کتاب بشرطیکه محرمات شرعیه میں سے نہو مسلمانوں کے لیئے حلال اور درست اور اُسکا کهانا جائز و مباح هی خواه هم اُنکا بهیجا هوا اور اُنهیں کا پکایا هوا اپنے گهر کهاویں خواه اُنکے هاں جاکر کهاویں خواه هم اکیلے کهاویں خواه هم اور اهل کتاب ایک جگهه ساتهه بیٹهه کر کهاویں اور وه کهانا قسم لحوم طیبه سے هو یا از قسم حبوب و شیرینی وغیره *

† قال الله تعالى اليوم أُحلّ لكم الطيبات و طعام الذين اوتوالكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم *

‡ وفي الترمذي سئلت النبي صلى الله عليه وسلم عن طعام النصارى فقال لايتخلجن في صدرک طعام ضارعت النصرانية إلى اخرالحديث وقال الترمذي والعمل على هذا عند اهل العلم من الرخصة في طعام اهل الكتاب *

§ وفي العالمگيري لا باس بطعام اليهود والنصارى كله من الذبائح وغيرها *

|| وفي فتح المنان في تائيد مذهب النعمان و عن علي قال لاباس بطعام المجوس إنما نهى عن ذبائحهم رواه البيهقي *

اس آیت اور حدیث سے اور فقه کي روایتوں سے ثابت هوا که طعام اهل کتاب همکو حلال اور جائز هی اور جو شی که دراصل حلال هی وه کسي کي بهیجي هوئي هو اور کسي کي پکائي هوئي هو حرام یا ناجائز نهیں هوسکتي خود جناب رسول خدا صلى الله عليه وعلى آله وسلم نے یہودیوں کے هاں کا پکا هوا کهانا تناول فرمایا هی *

---

† فرمایا الله تعالى نے آج حلال کي گئیں تمهارے لیئے سب پاکیزه چیزیں اور کهانا اُن لوگوں کا جنکو کتاب دي گئي هی حلال هی تمهارے لیئے اور حلال هی اُنکے لیئے *

‡ اور ترمذي میں هلب سے روایت هی که پوچها میں نے نبي صلى الله عليه وسلم سے حکم طعام نصارى کا تو فرمایا که نه خلجان ڈالے تیرے سینه میں (یعني دل میں) کوئي کهانا — کیا مشابه هوگیا تو نصراني لوگوں کے ساتهه — اور کها هی ترمذي نے اور عمل هی اسي حدیث پر سب اهل علم کے نزدیک رخصت اور اجازت کهانے میں اهل کتاب کے *

§ اور عالمگیري فتاوى میں هی — نهیں کچهه مضائقه کهانے یهود اور نصارى کے سب قسم کے کهانے میں ذبیحه اور اسکے سوا *

|| کتاب فتح المنان میں هی که کچهه مضائقه نهیں هی مجوسوں کے کهانے میں جو کچهه منع کیا هی وه اُنکا ذبیحه هی *

† فی المشکوة عن جابر ان یهودیة سمت شاة ثم اهدتها لرسول الله صلی الله علیه وسلم فاخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم الذراع فاکل منها واکل رهط من اصحابه الی اخر الحدیث رواه ابوداود والدارمی *

اور حلال چیز کو اگر ایک جگهه بیتهکر مسلمان اور مشرک بهی چه جاے که اهل کتاب کهاویں تو وه چیز حرام اور ناجائز نهیں هوجاتی رسول خدا صلی الله علیه وسلم نے کافروں کو بهی اپنے ساتهه بیتهاکر کهلایا هی *

‡ فی مطالب المؤمنین روی ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یاکل فاتاه کافر فقال آکل معک یا محمد فقال نعم الی اخر ماقال وسیاتی ذکره *

اور حلال چیز کو اگر مسلمان اور اهل کتاب یا کوئی کافر ایک رکابی میں کهاویں یا ایک کا جهوتا دوسرا کهاوے بشرطیکه کهانے کے وقت اُنکا هاتهه یا مونهه شراب یا اور کوئی حرام چیز میں الوده نهو تو بهی اُس چیز کا کهانا حلال و جائز هی کیونکه هم مسلمانوں کے مذهب میں یهه مسئله مسلم الثبوت هی || که سورالانسان طاهر *

¶ سئل مولانا شاه عبدالعزیز المحدث الدهلوی رحمة الله علیه عن هذا فافتی بجوازه هذه العبارة مذکور فی فتاواه *

وحکم طعام الکفار من المشرکین والمواکلة مع الانگریز علی سفرتهم وفی اوانیهم ان کان مع ظهور منکر کالخمر والخنزیر و اوانی الذهب والفضة والتلطخ بالنجاسات کاحشاء البقر وغیرها وزمزمة المجوس حرام وان کانت الانیة اللتی یاکل فیها المسلم خالیة عن النجاسة لان ذلک مشارکة معهم فی شعائرهم و ان خلا عن هذه المفاسد فهو مباح بشرط الطهارة انتهی *

---

† مشکوة میں جابر سے روایت هی که ایک یهودی عورت نے بکری کے گوشت میں زهر ملایا اور پهر تحفه بهیجا رسول خدا صلی الله علیه وسلم کے لیئے سو لیا حضرت نے اور اُس میں سے کهایا اور آپ کے چند اصحاب نے بهی کهایا - روایت کیا اس حدیث کو ابو داود اور دارمی نے *

‡ مطالب المومنین میں روایت هی که نبی صلی الله علیه وسلم کها رهے تهے که ایک کافر آیا اور کها نه میں ساتهه اپ کے کهاوں اے محمد آپ نے فرمایا که هاں *

|| جهوتها آدمی کا پاک هی *

¶ پوچها گیا شاه عبدالعزیز محدث دهلوی سے رحمة الله علیه اسکا فتوی تو فتوی دیا اُسکے جائز هونے کا که یهه فتوی موجود هی اُنکے فتاوی میں اور جو عبارت اُس فتوی کی هی اُسکا ترجمه یهه هی اور حکم طعام کفار مشرکین کا اور حکم کهانے کا ساتهه انگریزوں کے دسترخوان پر اور اُنکے برتنوں میں یهه

غرض که اهل کتاب کے هاں کا کهانا کهانے میں اور اُنکے ساتهه ایک جگهه بیٹهکر کهانے میں کوئي محظور شرعي نهیں في نفسهٖ حلال و مباح هی باقي رها عدم جوازلغیرة چنانچهه اب هم اُن تمام شبهون کو جنکے سبب هندوستان کے مسلمانان متشبهین بالهنود طعام اهل کتاب کو اور اُنکے ساتهه مواکلت کو ناجائز بتاتے هیں رفع کرتے هیں † ومن الله التوفیق *

الشبهة الاولی بعض لوگ کهتے هیں که زمانه حال کے انگریز اهل کتاب میں داخل نهیں هیں اس لیئے که اس زمانه کے انگریز اپني کتاب پر نهیں چلتے اور اُسکے حکموں کو نهیں مانتے تین خدا بتاتے هیں اور جو اصلي کتابیں توریت و انجیل کي تهیں اُنکو بدل ڈالا هی پهر یهه لوگ کس طرح اهل کتاب هوسکتے هیں *

مگر یهه سمجهه صحیح نهیں هی اسلیئے که یهه بات هر کوئي جانتا هی که تمام قرآن مجید میں اول سے آخر تک اور تمام حدیثوں میں جهاں کهیں لفظ اهل کتاب کا آیا هی اُس سے یهود اور نصاری مراد هیں اور اس آیت میں بهي جو لفظ الذین اوتوالکتاب آیا هی اُس میں بهي یهود و نصاری مراد هیں چنانچهه بیضاوي میں لکها هی ‡ و یعم الذین اوتوا الکتاب الیهود والنصاری *

علاوہ اسکے بهت صاف بات هی که حضرت موسی کي امت پر توریت اور حضرت عیسی کي امت پر انجیل اُتري تهي پهر جو لوگ اپنے تئیں حضرت موسی یا عیسی کي امت میں سمجهتے هیں یا اُنکا تابع جانتے هیں اور اپنے تئیں یهودي یا عیسائي کهتے هیں گو اُنکے افعال اور عقائد کیسے هي هوں وہ اُنهیں میں داخل هیں جن پر کتاب اوتري تهي جیسے که هم مسلمانوں میں بهت سے فرقے هیں یهاں تک که ایک دوسرے کو کافر بتلاتا هی اور وہ سب اپنے تئیں پیغمبر خدا صلی الله علیه وسلم کي اُمت میں سمجهتے هیں پس تمام فرقے اهل القران هیں یعني اُن پر قرآن اوترا هی اُن میں سے کسي فرقه کو باوجود اسقدر اختلاف افعال و عقائد کے کوئي شخص یهه نهیں کهه سکتا که وہ اهل قرآن نهیں هیں اسي

هی که اگر هووے ساتهه ظهور کسي برائي کے مانند شراب یا سؤر کے اور برتن سونے اور چاندي کے اور آلودگي کے ساتهه نجاستوں کے جیسا که اوجهه گاے وغیرہ کا اور زمزمه مجوس کے تو حرام هی اگرچهه هووے وہ برتن که جس میں مسلمان کهاتا هی خالي نجاست سے کیونکر یهه شواهد هی اُنکے شعار میں اور اگر خالي هووے اُن برائیوں سے تو مباح هی بشرط پاک هونے کے تمام هوا کلام اُنکا —

† اور الله سے هی توفیق —

‡ اور عام هیں وہ لوگ جنکو کتاب دي گئي اور وہ یهود اور نصاری هیں —

طرح تمام یہود و نصاری کو اُنکے افعال اور عقائد کیسے هي هوں اهل کتاب هونے سے خارج نہیں هوسکتے *

علاوہ اسکے ایک اَوْر بات غور کرلے کي اور سمجھنے کي هی که خدا تعالی قرآن مجید میں یہود اور نصاری دونوں کا ذکر فرماتا هی اور جسقدر عیب اور برائیاں که حال کے یہود نصاری میں اب موجود هیں وہ سب بیان فرمائي هیں *

چنانچه یہودیوں کي نسبت فرمایا هی † وقالت الیهود عزیرن ابن الله *

اور یہود و نصاری کے حق میں درباب تحریف کے فرمایا که ‡ یحرفون الکلم عن مواضعه اور یہه بھي فرمایا که § فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیهم ثم یقولون هذا من عندالله لیشتروا به ثمنا قلیلا *

اور نصاری کے حق میں درباب اُن کے اعتقاد تثلیث کے حضرت عیسی کو خطاب کرکر فرمایا || یا عیسی ابن مریم ا انت قلت للناس اتخذوني و أمي الهین من دون الله قال سبحانک مایکون لي ان اقول ما لیس لي بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم مافي نفسي ولا اعلم مافي نفسک انک انت علام الغیوب ما قلت لهم الا ما امرتني به ان اعبدوالله ربي و ربکم و کنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتني کنت انت الرقیب علیهم و انت علی کل شئی شهید ان تعذبهم فانهم عبادک و ان تغفر لهم فانک انت العزیزالحکیم *

---

† اور کہا یہود نے عزیر بیٹا هی الله کا —

‡ پھیرتے هیں کلموں کو اُس کي جگہه سے —

§ سو خرابي هی اُن کي جو لکھتے هیں کتاب اپنے هاتھه سے پھر کہتے هیں یہه الله کے پاس سے هی که لیویں اُس پر مول تھوڑا —

|| اے عیسی مریم کے بیٹے تونے کہا لوگوں کو که ٹھہراؤ مجھکو اور میري ماں کو دو معبود سواے الله کے بولا تو پاک هی مجھکو نہیں لایق تھا که وا کہوں جو مجھے کہنا نه تھا اگر میں نے یہه کہا هوگا تو تجھکو معلوم هوگا تو جانتا هی میرے جي کي اور میں نہیں جانتا تیرے جي کي تو هي جانتا هی چھپي بات میں نے نہیں کہا اُن کو مگر جو تونے حکم کیا که بندگي کرو الله کي جو رب هی میرا اور تمہارا اور میں اُن سے خبردار تھا جب تک اُن میں میں رہا پھر جب تونے مجھے لے لیا تو توهي هی خبر رکھتا اُن کي اور تو هر چیز سے خبردار هی اگر تو اُن کو عذاب کرے تو بندے تیرے هیں اور اگر اُن کو معاف کرے تو تو هی زبردست حکمت والا —

اور اُسي باب میں ایک جگهه یهه فرمایا † لقد کفرالذین قالوا ان‌الله ثالث ثلثة وما من اله الا اله واحد و ان لم ینتهوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منهم عذاب الیم *

اور اسي باب میں ایک اور جگهه اس طرح پر فرمایا ‡ یا اهل الکتب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی الله الاالحق انماالمسیح عیسی ابن مریم رسول الله وکلمته القها الی مریم و روح منه فامنوا بالله ورسله ولا تقولوا ثلثة انتهوا خیرالکم انما الله اله واحد سبحنه أن‌یکون له ولد له ما في السموات وما فی‌الارض وکفی بالله وکیلا *

اور نصاری کے حق میں حضرت عیسی کو خدا کهنے کي نسبت خدا تعالی نے یهه فرمایا § لقد کفرالذین قالوا ان الله هوالمسیح ابن مریم و قال المسیح یا بني اسرائیل اعبدوا ربي و ربکم *

اور اُن کے شراب پینے اور سوئر کهانے کا ذکر بهت سي حدیثوں میں موجود هی چنانچه ابو داؤد میں جو حدیث آنیه اهل کتاب کي هی اُسمیں هی || هم یشربون الخمر و یطبخون في آنیتهم الخنزیر *

غرض که جو جو کچهه افعال و عقاید زمانه حال کے نصاری کے هیں وه سب اُسوقت کے نصاری کے بهي تهے اور باوجود ان سب باتوں کے الله تعالی نے اُن کو اهل کتاب فرمایا هی علی‌الخصوص اس اخیر آیت میں اُن کے اعتقاد تثلیث کا ذکر کیا هی اور اسپر بهي اُن کو اهل کتاب کهکر مخاطب کیا هی پس زمانه حال کے نصاری باوجود ان تمام افعال اور عقاید کے جو وه رکهتے هیں اهل کتاب میں داخل هیں بلکه زمانه حال کے بعض فرقے نصاری کے

---

† بیشک کافر هوئے جنهوں نے کها الله هی تین میں کا ایک اور بندگي کسي کو نهیں هی مگر ایک معبود کو اور اگر نه چهوڑینگے جو بات کهتے هیں البته جو اُن میں منکر هیں پاوینگے دکهه کي مار —

‡ اے کتاب والو مت مبالغه کرو اپنے دین کي بات میں اور مت بولو الله کے حق میں مگر بات تحقیق کي مسیح جو هی عیسی مریم کا بیٹا رسول هی الله کا اور اُس کا کلام جو ڈال دیا مریم کي طرف اور روح هی اُس کے هاں کي سو مانو الله کو اور اُس کے رسولوں کو اور نه بتاؤ اُس کو تین یهه بات چهوڑو که بهلا هو تمهارا الله جو هی سو ایک معبود هی اس لایق نهیں که اُس کے اولاد هو اُسي کا هی جو کچهه آسمان و زمین میں هی اور الله بس هی کام بنانے والا —

§ بیشک کافر هوئے جنهوں نے کها که الله وهي هی مسیح مریم کا بیٹا اور مسیح نے کها هی که اے بني اسرائیل بندگي کرو الله کي جو رب هی میرا اور تمهارا —

|| وے لوگ پیتے هیں شراب اور پکاتے هیں اپنے برتنوں میں سوئر

جیسے پروٹسٹنٹ اُس زمانہ کے نصاری سے بہت اچھے ہیں اُس زمانہ کے اکثر نصاری رومن کیتھلک تھے صلیب کو اور حضرت عیسی علیہ‌السلام کي مورت کو پوجتے تھے پروٹسٹنٹ ایسا نہیں کرتے اور بعض فرقے عیسائیوں کے اب ایسے ہیں جو موحد ہیں اور وہ فرقہ جو یوني ٹیرین کے نام سے مشہور هی اور جو ایک خدا مانتا هی اور حضرت عیسی علیہ‌السلام کو نبي بتاتا هی اُن کے عقاید میں اور مسلمانوں کے عقاید میں نسبت نبوت حضرت عیسی علیہ‌السلام کے ذرا فرق نہیں هی *

علاوہ اس کے همارے هاں کے فقہا نے اُنہیں نصاری کے ذبیحہ کو حلال بتلایا هی جو تثلیث کے قائل هیں اور صاف اس کي تصریح کردي هی که اگر نصاری وقت ذبح کے بتصریح کہیں † بسم‌الله‌الذي ثالث ثلثة تو وہ ذبیحہ حرام هوگا ورنہ حلال چنانچہ فتاوی عالمگیري کي کتاب الذبایح میں لکھا هی ‡ الا اذا نص فقال بسم الله الذي هو ثالث ثلثة فلا یحل و اما اذا سمع منه انه یسمي المسیح علیه السلام وحده او سمی‌الله سبحانه و سمی المسیح لا یا کل ذبیحته پس اگر بسبب عقیدہ تثلیث کے نصاری مشرکوں میں داخل هوتے تو کیونکر اُنکا ذبیحہ حلال هوتا *

الشبهة‌الثانیه طعام کے لفظ میں گوشت اور ذبیحہ کیونکر داخل هی *

بلاشبہہ داخل هی اس لیئے که طعام کے معني لغت میں گیہوں کے اور تمام کھانے کي چیزوں کے هیں گوشت هو یا غلہ هو مگر اهل کتاب کے غلہ میں اور اُن کے پاس جو گوشت هو اُس کے حلال هونے میں تو کچھہ شبہہ تھا هي نہیں بلکہ اگر شبہہ تھا تو اس بات میں شبہہ تھا که جس حلال جانور کو اهل کتاب نے مزکی کیا هو اُس کا گوشت بھي حلال هی یا نہیں اور آیت § وطعام‌الذین اوتوالکتاب اُسي کي حلت کے لیئے نازل هوئي تھي اسلیئے تمام مفسرین نے طعام کے معني اهل کتاب کا ذبائح اور تمام کھانے کي چیزیں لیئے هیں *

چنانچہ تفسیر کشاف میں لکھا هی || و طعام‌الذین اوتوالکتاب قیل هوذبائحهم و قیل جمیع مطاعمهم ویستوي في ذلک جمیع النصاری *

---

† ساتھہ نام اُس الله کے که وہ تیسرا هی تین میں کا —

‡ مگر جب ظاهر کیا پس کہا ذبح هی بنام اُس الله کے که وہ تیسرا هی تین میں کا تو نہیں حلال هی پر جبکہ سنا جاوے که اُسنے صرف مسیح علیہ السلام کا نام لیا یا الله سبحانہ اور مسیح کا نام لیا تو نہ کھایا جاوے ذبیحہ اُسکا —

§ اور کھانا اُنکا جو دیئے گئے هیں کتاب —

|| اور کھانا اُن لوگوں کا جنکو دي گئي کتاب کہا گیا هی که وہ (یعني کھانا) ذبایح اُن کا هی اور کہا گیا هی تمام کھانے اُن کے اور برابر هیں اس حکم میں سب نصاری —

اور تفسیر نیشاپوری میں هی † و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم الاکثرون علی ان المراد بالطعام الذبائح لان ماقبل الایة في بیان الصید والذبائح ولان ماسوی الصید والذبائح محلله قبل ان کانت لاهل الکتاب و بعد ان صارت لهم فلا تبقی لتخصیصها لاهل الکتاب فایدة وعن بعض ائمة السر یة ان المراد هو الخبز والفاکهة و مالا یحتاج منه الی الزکوة و قول انه جمع المطعومات *

اور تفسیر بیضاوي میں هی ‡ وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم یتناول الذبائح وغیرها *

اور تفسیر معالم التنزیل میں هی § و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم یرید ذبائح الیهود والنصاری *

غرض که طعام کے لفظ میں ذبائح اور وہ گوشت جو زکاة سے حاصل هوا هو اور هر قسم کا کهانا داخل هی *

الشبهة الثالثة بعض لوگ ذبیحه میں شبهه کرتے هیں اور یهه بات کهتے هیں که ذبح سے جانور اُس وقت حلال هوتا هی جس وقت که اُسیطرحپر ذبح کیا جائے که جسطور مسلمان کے هاں ذبح هوتا هی اور انگریزوں کے هاں جو گوشت هوتا هی یهه بات معلوم نهیں هوتي هی که اُس کو ذبح بهي کیا هی یا نهیں کیونکه اکثر انگریز جانور کو بغیر ذبح کیئے هوئے گردن مروڑ کر یا سر توڑ کر مار ڈالتے هیں اور اگر ذبح کیا هو تو یهه نهیں معلوم هوتا که اُس کو موافق قاعده مسلمانوں کے ذبح کیا هی یا نهیں اور اگر موافق قاعده مسلمانوں کے بهي ذبح کیا هو تو کسي اهل کتاب نے ذبح کیا هی یا نهیں کیونکه انگریزوں کے هاں اس بات کي بهي کچهه احتیاط نهیں که جانور کو اهل کتاب هي مارے *

---

† اور کهانا اُن کا جنکو دي گئي هی کتاب حلال هی واسطے تمهارے اکثر علما اسپر متفق هیں که مراد طعام سے ذبائح هی اسلیئے که وه آیت جو اس آیت سے پهلے هی بیچ بیان شکار کے اور ذبائح کے هی اور اسلیئے که سب چیزیں سوا‌ے شکار اور ذبائح کی حلال کي گئي هیں پهلے اس کے که هوویں وه اهل کتاب کي اور بعد اس کے که هوگئیں واسطے اُن کے پس نه باقي رها واسطے خاص کرنے اُن کے اهل کتاب کے لیئے کچهه فایده اور بعض ایمه سے روایت هی که سوا اسمیں یهه هی که مراد طعام سے صرف روٹي اور میوه اور وه چیز هی که حاجت اُن کے ذبح کي نهیں هی اور یهه بهي کها گیا هی که مراد طعام سے سب کهانے کي چیزیں هیں —

‡ اور کهانا اُن لوگوں کا که جنکو دي گئي کتاب حلال هی تمهارے لیئے شامل هی ذبائح اور غیر ذبائح کو —

§ اور کهانا اُن لوگوں کا جنکو دي گئي کتاب حلال هی تمهارے لیئے مراد هی ذبائح یهود اور نصاری سے —

اس شبهه کا جواب هم کئي صورت سے دیتے هیں اول تو یهه صورت هی که هندوستان میں اس شبهه کو پیش کرنا بیجا هی اس لیئے که وهي قصائي اور وهي ذباح جو همارے کهانے کے لیئے جانور ذبح کرتے هیں وهي انگریزوں کے هاں ذبح کیا هوا گوشت دیتے هیں اور اگر یهه نهو تو بهي اس قسم کا شبهه کرنا توهمات میں داخل هی کیونکه طعام اهل کتاب کا بنص صریح خدا تعالے نے همپر حلال کردیا هی اور یهه بات که وه ذبح هوا هی یا نهیں امر مشتبهه هی اور اصول کا مسئله هی که یقین شبهه سے زائل نهیں هوتا *

علاوه اسکے ابوداؤد میں † باب اللحم لایدری اذکر اسم‌الله علیه ام لا حضرت عایشه سے یهه حدیث مذکور هی ‡ انهم قالوا یا رسول الله ان قوما حدیث عهد بجاهلیة یاتوننا بلحمان لاندري اذکروا اسم‌الله علیها ام لم یذکروا اناکل منها فقال رسول‌الله صلی الله علیه وسلم سموا الله وکلوا *

اگرچه یهه حدیث نو مسلموں کے باب میں هی لیکن جبکه اهل کتاب کا ذبح کیا هوا گوشت کهانا ایسا هي درست هی جیسا که مسلمان کا تو اُسوقت اس بات کے نه معلوم هونے سے که آیا بموجب قاعدے کے ذبح هوا هی یا نهیں اُسکا کهانا ناجائز نهیں هی *

§ فی العالمگیری لا باس بطعام الیهود والنصاری کله من الذبائح وغیرها و فیه انما تؤکل ذبیحة الکتابي اذا لم یشهد ذبیحته ولم یسمع منه شيء او شهد وسمع منه تسمیة‌الله تعالی وحده لانه اذا لم یسمع منه شیئا یحمل علی انه قد سمی‌الله تعالی تحسینا للظن به کما بالمسلم انتهی *

دوسري صورت یهه هی که اهل کتاب کا ذبیحه همارے لیئے خدا تعالی نے حلال کیا هی پس جس طرح که اُنکے نزدیک اور اُن کے مذهب میں جانور کي زکاة درست هی وهي اُنکا ذبیحه هی اور اُسکا کهانا هم مسلمانوں کو حلال هی یہاں تک که اگر اهل کتاب کسي

---

† باب اُس گوشت کا که معلوم نهو که اُسپر نام خدا ذکر هوا هی یا نهیں —

‡ اُنهوں نے کها یا رسول الله جو لوگ که نئے عهد والے هیں ساتهه جاهلیت کے (یعني ابهي مسلمان هوئے هیں) لاتے هیں گوشت هم نهیں جانتے هیں که اُس پر الله کا نام اُنهوں نے لیا هی یا نهیں ایا کهائیں هم وه گوشت تو فرمایا رسول‌الله صلی‌الله‌علیه وسلم نے اُسپر نام‌الله کا لو اور کهاو —

§ عالمگیري میں هی کچهه مضائقه نهیں طعام میں یهود اور نصاری کے سب قسم کے کهانے میں ذبائح یا غیر ذبائح اور عالمگیري میں هی کهایا جاوے ذبیحه کتابي کا اُس وقت بهي که نه موجود هوں اُس کے ذبح کے وقت اورنه سنا هو اُس سے کچهه یا موجود هوں اُسوقت اور سنا گیا هو اُس سے نام اکیلا الله هي کا کیونکه جب نه سنا گیا هو اُس سے کچهه تو حمل کرینگے که اس نے بیشک الله کا نام لیا بسبب حسن ظن کے ساتهه اُس کتابي کے جیسا که مسلمان کے ساتهه چاهیئے —

جانور کي گردن توڑکر مارڈالنا یا سر پھاڑ کر مارڈالنا زکاۃ سمجھتے ہوں تو ہم مسلمانوں کو اُسي کا کھانا درست ہی *

سب سے اول اور بہت بڑي سند اسبات کے لیئے ابو داود کي حدیث ہی باب ذبایح اهل کتاب میں اور حضرت ابن عباس سے روایت ہی † قال فکلوامما ذکر اسم الله علیه ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم‌الله علیه فنسخ واستثنی من ذلک فقال طعام‌الذین اوتو الکتاب حل‌لکم وطعامکم حل‌لهم اس حدیث سے ثابت ہوتا ہی کہ اهل کتاب کے ذبح میں موافقت ہمارے قواعد ذبح کي شرط نہیں ہی *

دوسري یہہ دلیل ہی کہ جو احکام حلال و حرام کے ہمارے مذہب میں ہیں اهل کتاب اُن کے مکلف نہیں ہیں بلکہ وہ صرف ایمان لانے کے مکلف ہیں پس جبکہ اهل کتاب کا ذبیحہ خدا تعالے نے ہمکو حلال کردیا ہی تو اُس میں یہہ شرط کسي طرح نہیں لگ سکتي کہ جس طرح ذبح کا حکم مسلمانوں کے لیئے ہی اُسیطرح وہ بھي ذبح کیا کریں یہاں تک کہ بعضي روایتوں میں آیا ہی کہ اهل کتاب حضرت مسیح کا نام لیکر ذبح کریں تو بھي اُس کا کھانا درست ہی *

‡ في‌المعالم ولو ذبح یهودي اونصراني علے اسم غیرالله کالنصراني یذبح باسم‌المسیح فاختلفوا فیه قال ابن عمر لایحل وهو قول ربیعة وذهب اکثر اهل‌العلم أنه یحل وهو قول‌الشعبي وعطاء والزهري ومکحول سئل‌الشعبي والعطاء عن‌النصراني یذبح باسم‌المسیح قالا یحل فان‌الله تعالی قد احل ذبائحهم وهو یعلم مایقولون وقال الحسن اذا ذبح‌الیهودي اوالنصراني فذکراسم غیرالله و انت تسمع فلا تاکله فاذاغاب عنک فکل فقد احل الله ذالک

---

† کہا الله تعالی نے پس کہاؤ تم اُس جانور کو کہ ذکر ہوا اُس پر نام الله کا اور نہ کہاو وہ کہ اُس پر نہیں ذکر ہی الله کا سو منسوخ کیا اُسکو الله نے اور استثنا کیا اُس میں سے تو فرمایا الله نے کہانا اُن لوگوں کا کہ جنکو دي گئي کتاب حلال ہی تمہارے لیئے اور کہانا تمہارا حلال ہی اُس کے لیئے --

‡ معالم میں ہی اور اگر ذبح کیا یہودي یا نصراني نے بنام غیر خدا مثلاً نصراني ذبح کرے ساتھہ نام مسیح کے تو اختلاف ہی اس میں امام ابن عمر نے کہا کہ حلال نہیں اور یہہ ہي ہی قول ربیعہ کا اور گئے ہیں اکثر علما اسطرف کہ حلال ہی اور یہہ قول ہی شعبي اور عطاء اور زہري اور مکحول کا سوال کیا گیا شعبي اور عطاء سے کہ ایک نصراني جو ذبح کرے بنام مسیح علیہ‌السلام کے اُسکا کیا حکم ہی اُنہوں نے کہا کہ حلال ہی کیونکہ حلال کردیئے الله تعالی نے اُن کے ذبیحے اور الله خوب جانتا ہی کہ نصراني ذبح کے وقت کیا کہا کرتے ہیں -- اور حسن بصري نے کہا کہ جب یہودي یا نصراني ذبح کرے اور نام لیوے غیر خدا کا اور تو سن لیوے تو نہ کہا تو اُسکو اور اگر تیرے سامنے ذبح نہو تو کہاؤ بے شک الله نے یہہ کہانا حلال کیا ہی --

مگر همارا عمل ایک وجهه خاص سے اس روایت پر نہیں هی اور نہ اسپر هم عمل کرنیکي اجازت دیتے هیں اور نہ اس پر زیادہ بحث کرنیکي ضرورت سمجھتے هیں کیونکہ کوئي انگریز کسي ملک میں کسي جانور کو باسم المسیح ذبح نہیں کرتا *

تیسرے یہہ کہ اگرچہ حنفي مذهب کي کتابوں میں اس مسئلہ کي زیادہ تفصیل نہیں هی الا مالکي مذهب کي کتابوں میں بہت تفصیل هی جو اس مقام پر لکھي جاتي هی *

تفسیر امام ابن‌العربي میں تحت تفسیر آیت † وطعام‌الذین أوتوالکتاب میں لکھا هی ‡ سئلت عن‌النصراني یقتل عنق‌الدجاجة ثم یطبخها هل تو کل معه أو تؤ خذ منه طعاماً فقلت تؤکل لانها طعامه وقداجتازه رهبانه وان‌لم تکن هذه زکواة عندنا ولاکن‌الله اباح طعامهم مطلقاً وکلمارائیناه حلالاً لهم بمائدتهم فهو حلال‌لنا الاما ورد نص في حرمته انتها کلامه باختصاره *

اسکے سوا معیار میں لکھا هی § سئل یعني ابو عبدالله العجار عما ذکره ابن العربي عند قول الله تعالی وطعام الذین اوتوالکتاب حل لکم اذا سئل عن‌النصراني یسل عنق الدجاجة ثم یطبخها هل تؤکل معه اوتوخذ منه طعاما فقال تؤکل لانها طعامه وهل ذالک قول فی‌المدونة یجوز الفتوی به ام لا وهل یجوز للانسان في خاصة نفسه ان یعتمده ویعمل

---

† اور کھانا اُن کا جنکو دي گئي هی کتاب —

‡ پوچھا گیا مجھسے کہ نصراني جو قتل کرے مرغی اور پکاوے اُسکو تو آیا کھائي جاوے ساتھہ اُس نصراني کے یا لیا جاوے اُس میں سے کچھہ کھانے کے لیئے تو میں نے کہا کہ کھائي جاوے کیونکہ وہ کھانا هی نصراني کا اور جایز کیا هی اُسکو علما نے اگرچہ نہیں هی یہہ ذبح همارے یہاں مگر الله نے مباح کردیا هی اُن کا کھانا مطلقا اور جو کھانا کہ دیکھیں هم اُن کے سے حلال اُن کے دسترخوان پر تو وہ حلال هی همارے لیئے الا وہ کھانا کہ وارد هوا هی صریح حکم اُسکي حرمة کا تمام هوا کلام اُسکا بالاختصار —

§ پوچھا گیا ابو عبدالله‌العجار سے وہ مسئلہ کہ ذکر کیا هی اُسکا ابن‌العربي نے پاس قول‌الله‌تعالی کے اور کھانا اُنکا جنکو دي گئي هی کتاب حلال هی تمھارے لیئے جب کہ سوال هوا اُن سے بابت اُس نصراني کے کہ اُکھاڑ لیوے گردن مرغي کي اور پکاوے اُسکو تو کھائي جاوے وہ مرغي ساتھہ اُس نصراني کے یا لیا جاوے اُس میں سے کچھہ کھانے کو تو کہا ابن‌العربي نے کہ کھائي جاوے کیونکہ وہ کھانا هی نصراني کا اور کیا یہہ هي حکم هی کتابوں میں فتوی دینا اسپر جایز هی یا نہیں اور کیا جایز هی انسان کو کہ خاص اپنے لیئے اسپر اعتماد کرے

به ام لوقال بعد ذالک کلما یرونه حلالا في دینهم فهو حلال لنا الا ما ورد نص في حرمته فاجاب وقفت علی السوال في مسئلة فک النصراني رقبة الدجاجة هل یاکلها المسلم معه اویأ خذ ها منه طعاما فافتی القاضی بن العربي بجواز ذالک ولم تزل الطلبة والشیوخ تستشکلها ولا اِشکال فیها عند صاحب الشامل لان الله تعالی اباح لنا طعامهم الذي یستحلونه في دینهم علی الوجه الذي شرع ولا یشترط ان تکون زکوتهم موافقة لزکاتنا في ذالک الحیوان المزکي ولا یستثنی الا ما حرم الله علینا علی الخصوص کالخنزیر وان کان من طعامهم و یستحلونه بالزکوة اللتي یستحلون بها بهیمة الانعام و کالمیتة و اما مالم یحرم علینا علی الخصوص فهو مباح لنا کسائر اطعمتهم و کلما یفتقر الی الزکوة من الحیوانات فاذا زکاه علی مقتضی دینهم أحل لنا اکله ولا یشترط في ذالک موا فقة زکوتنا لزکوتهم و ذلک رخصة من الله تعالی و توسع علینا واذا کانت الزکوة مختلفة في شرعنا فتکون ذبحا في بعض الحیوانات و نحرا في بعض و عقرا في بعض و قطع عضوالراس و شبهه کما هي زکوة افراد

اور عمل کرے اور کہا هی ابن العربي نے بعد اس قول کے سب چیزیں که حلال جانتے هیں وہ لوگ اپنے دین میں حلال هیں همکو سواے اُسکے که حکم آیا هی اُسکے حرام هونیکا — تو جواب دیا ابو عبدالله الحفار نے که واقف هوا میں اس سوال سے بیچ مسئلہ توڑ ڈالنے نصراني کے گردن مرغي کي که کهاوے مسلمان وہ مرغي ساتهه اُس نصراني کے یا لیوے اُس میں سے کچھه کهانے کو سو فتوی دیتے هیں قاضي ابن العربي اس کے جواز کا اور طالب علم اور مشائخ همیشه اس کے اِشتباه میں رهتے هیں اور حال یهه هی که کچھه شبهه نهیں هی نزدیک صاحب شامل کے اسلیئے که الله تعالی نے مباح فرمایا همارے لیئے اُن کا سب کهانا که جسکو حلال جانتے هوں وہ لوگ اپنے دین میں جسطرحپر که اُن کے دین میں حکم شرع هی اور نهیں هی یهه شرط که ذبح اُن کا همارے ذبح کے موافق هو اُس حیوان حلال کے هونے میں اور اُن کا کوئي کهانا اس حکم سے مستثنی نهیں هی سواے اُن چیزوں کے که خاص هم پر الله نے حرام کي هیں مثلا سوئر اگرچه هی اُن کا کهانا اور حلال کرتے هیں اُس کو ساتهه ایسے ذبح کے که جس سے حلال کرتے هیں چوپاؤں کو اور مثلا مردار مگروہ چیزیں که حرام نهیں خاص هم پر مباح هیں هم کو جیسیکه سب کهانے اُن کے همکو حلال هیں اور جتنے جاندار که حاجت اُن کے ذبح کي هوتي هی جب ذبح کریں اُس کو موافق اپنے دین کے تو حلال هی هم کو اُس کا کهانا اور نهیں شرط هی اس میں که اُن کا ذبح موافق هو همارے ذبح کے اور یهه اجازت هی الله تعالی کي طرف سے اور آساني هی هم پر — پس جبکه هی ذبح هماري شریعت میں مختلف قسم پر که بعض حیوان کا ذبح هی یعني گلا کاٹنا اور بعض کا نحر یعني سینه کاٹنا اور بعض کا عقر یعني زخمي کرنا اور بعض کا سر وغیرہ اعضا کا کاٹنا جیسیکه ذبح افراد کي هی —

او وضعا في ماء حار و ذلك في الحلزون فاذا كان الاختلاف موجودا بالنسبة الى الحيوانات في شرعنا فكذلك قد يكون في شرع غير ملتنا سل عنق الحيوان على وجه الزكوة فاذا فعل الكتابي ذلك اكلنا طعامه كما اذن لنا ربنا سبحانه ولا يلزمنا ان نبحث على شر يعتهم في ذلك بل اذا رأينا ذوي دينهم يستحلون ذلك اكلنا قال القاضي لانها طعام احبارهم و رهبانهم الى ان قال و اما قولكم هل ذلك قول في المذهب و هل يجوز الفتوى به ام لا فهو كلام منكر مشكل لان ظاهره ان ما يفتي به من تعاطى من المسلمين ذلك ولا خلاف ان المسلم اذا سل عنق الدجاجة او غيرها انها ميتة و انما كلام القاضي اذا كان المسلم مع كتابي فعل الكتابي هل يأكل المسلم ذلك الطعام ام لا فقال القاضي يجوز للمسلم اكله لان المسلم لا يفعل ذلك بحيوان فقولكم هل ذلك قول في المذهب و هل يجوز الفتوى به كلام غير متحصل بل اهل المذهب كلهم يقولون و يفتون ان كل طعام اهل الكتاب حلال لنا الا ما خصص من ذلك كما تقدم فهذه المسئلة مما لا يختلف فيها ولا يتوقف على الفتوى بها ان ما وقع استشكال

یا ڈالنا گرم پانی میں اور یہہ اُس کیڑہ میں ہوتا ہی کہ چراگاہ شتر اور دریاے شور میں پیدا ہوتا ہی پس جبکہ اختلاف ذبح بہ نسبت حیوانات کے ہماری شریعت میں ہوتا ہی تو ایساہی ہوسکتا ہی کہ ہووے اختلاف ذبح اور شریعت میں بھی توڑی گئی گردن کسی جاندار کی واسطے ذبح کرنے اُس کے سو اگر کتابی نے یہہ کیا ہی تو ہم کھائینگے یہہ کھانا اُس کا کیونکہ اجازت دی ہمکو ہمارے رب سبحانہ نے اور لازم نہیں ہی ہمکو کہ بحث کریں اُن کی شریعت پر اسباب میں بلکہ جب دیکھیں ہم کہ اُن کے دیندار لوگ حلال جانتے ہیں اسکو تو کھائیں ہم وہ کہا ہی قاضی نے اس لیئے کہ یہہ کھانا اُن کے عالموں اور اُن کے پرہیز گاروں کا ہی ۔ یہانتک کہ فرمایا قاضی نے کہ اور یہہ کہنا تمہارا کہ کیا یہہ قول ہی مذہب میں اور کیا اس پر فتوی جایز ہی یا نہیں ایک بات نہایت ناپسند اور شبہہ انداز ہی اس واسطے کہ ظاہر قول قاضی کا یہہ ہی کہ وہ یہہ فتوی دیتے ہیں اُس کو کہ آمد و رفت کرے اور معاملہ رکھے اُس کے ساتھہ مسلمانوں میں سے اسکا ــــ اور اس میں کچھہ خلاف نہیں ہی کہ مسلمان توڑ ڈالے اگر گردن مرغی کی یا کسی اور جانور کی تو بے شک وہ مردار ہی ــــ اور کلام قاضی کا صرف اُس میں ہی کہ جب مسلمان ہو کتابی کے ساتھہ اور اُس کتابی نے یہہ کیا تو وہ مسلمان بھی یہہ کھانا کھاوے یا نہیں تو قاضی نے فرمایا کہ جایز ہی مسلمان کو اُس کا کھانا کیونکہ مسلمان یہہ کام نہیں کرتا ہی کسی جاندار کے ساتھہ سو یہہ کہنا تمہارا کہ یہہ قول مذہب میں ہی اور اس کے ساتھہ فتوی بھی ہی ایک بات لا حاصل ہی بلکہ سب اہل مذہب کہتے ہیں اور فتوی دیتے ہیں کہ کھانا اہل کتاب کا ہم کو حلال ہی سوا اس کے کہ خاص ہی اس میں سے جیساکہ اُوپر گذرا ــــ سو یہہ مسئلہ ایسا ہی کہ اُسمیں کچھہ اختلاف نہیں اور کچھہ توقف اس فتوی کے دینے میں نہیں ہوسکتا ہی اس سے کہ واقع ہووے اشتباہ سے

کلام القاضي ولااشکال فيه اذا تامل فيه علی الوجه الذي تقرر انتهی نقل صاحب المعيار باختصاره *

اور يهه بات منقح هوچکي هی که اگر کوئي شخص مقلد کسي ایک امام کا ائمه اربعه میں سے کسي ایک خاص مسئله میں کسي دوسرے امام کي تقلید کرلے تو ناجایز نہیں هی خصوصا ایسي صورت میں که اُس کي نص صریح اُس کے مذهب میں موجود نهو پس ایسي روایت پر مذاهب اربعه کے مقلد عمل کرسکتے هیں *

تیسري صورت یهه هی که جو گوشت همارے سامنے آیا هی نه تو معلوم هی که اُسکو کسي مسلمان نے ذبح کیا هی اور نه یهه معلوم که اُسکو کسي کتابي نے مطابق اپنے طریقه کے مزکی کیا هی اور نه یهه معلوم هی که اُسکو کسي مشرک نے مارا هی کیونکه انگریزوں کو مشرک کے مارے هوئے جانور کے کہانے میں بهي کچهه پرهیز نہیں هی اور هندوستان میں اسبات کا زیاده تر شبهه اسلیئے هوتا هی که انگریزوں کے هاں چمار تک باورچي اور خدمتگار هوتے هیں پس کیا تعجب هی که کسي مشرک نے اُسکو مارا هو *

اسکے جواب میں هم کہتے هیں که درحقیقت اس میں کچهه شک نہیں هی که مشرک کا مارا هوا حرام هی مگر اس شبهه پر جو بیان کیا گیا عمل کرنے کے دو طریق هیں ایک بموجب فتوی کے اور ایک بطریق احتیاط کے عمل اوپر فتوی کے یهه هی که جب طعام اهل کتاب کا همارے سامنے آیا هی جسکو بنص صریح خدا تعالی نے حلال کردیا هی تو همکو اسبات کي تفتیش کي که کس نے ذبح کیا اور کیونکر ذبح هوا هی کچهه حاجت نہیں اور جبتک که همکو ثابت نهوجاوے که وه مشرک کا مارا هوا هی اُسوقت تک اُسکے کهانے سے انکار کرنے کي یا اُسکے کهانے کو ناجائز سمجهنے کي کوئي وجهه نہیں ‡ تحسینا للظن به کما بالمسلم کما ذکرنا انفا من العالمگیري لیکن جب معلوم هوجائیگا که مشرک کا مارا هوا هی تو البته اُسوقت اُسکا کهانا ممنوع اور حرام هی اور طریقه احتیاط کا یهه هی که اگر ایسا شبهه یا وهم دل میں آوے تو دریافت کراهیں اگر درحقیقت مشرک نے قتل کیا هو نکهاویں مگر اس شبهه خاص سے عموما طعام اهل کتاب کیوں ناجائز هوگا *

چوتهي صورت یهه هی که هم بلا کسي بحث کے نسبت ذبایح اهل کتاب کے یهه بات فرض کرلیں که تمام ذبایح بجز اس صورت کے که اُسکو مسلمان نے ذبح کیا هو یا اهل کتاب

---

* کلام قاضي میں اور حال یهه هی که کچهه شبهه نہیں هوسکتا هی اُسمیں جبکه تامل هووے جس طور ثابت هوا تمام هوئي نقل صاحب معیار کي باختصار —

‡ بسبب حسن ظن کے ساتهه کتابي کے جیسا که حسن ظن ساتهه مسلمان کے هی چنانچه ذکر ابهي هم نے ابهي عالمگیري میں سے —

نے مسلمانوں کے قواعد ذبح کے موافق ذبح کیا ہو حرام اور ناجائز ہیں تو بھی صرف اُسی گوشت کا کھانا ناجائز ہوگا جو اس طرح کے ذبح سے حاصل ہوا ہی نہ اُسکا جو مسلمان یا اہل کتاب مسلمانوں کے قاعدہ کے موافق ذبح سے حاصل ہوا ہو اور نہ اُن چیزوں کا جن میں ذبح ہوتا ہی نہیں مثلاً مچھلی روتی چانول انڈا شیرینی وغیرہ پس صرف گوشت کی نسبت ہر شخص دریافت کرسکتا ہی کہ کس طرح حاصل ہوا ہی اُسکو نکھاوے *

یہی طریق ہم مسلمانوں میں بھی جاری ہی، جب کوئی شخص ہمارے دسترخوان پر آتا ہی اور ہمارے ہاں مچھلی پکی ہوئی طیار ہی تو وہ پوچھتا ہی کہ یہہ فلس‌دار ہی یا بے فلس اگر بے فلس مچھلی ہووے تو وہ نہیں کھاتا کہ اُسکے مذہب میں بے فلس کی مچھلی کھانا منع ہی پس اگر ہمکو بہت احتیاط ہو تو یہی طریقہ ہمکو اہل کتاب کے ساتھہ برتنا چاہیئے *

الشبہۃالرابعۃ انگریزوں کے ہاں کھانا پکانے والے چمار تک ہوتے ہیں تو اُنکا پکایا ہوا کھانا کس طرح جائز ہوسکتا ہی *

یہہ شبہہ ایسی صورت میں کہ مسلمانوں کے ہاں کا پکا ہوا کھانا ہو اور انگریز شریک ہوں یا انگریزوں کے ہاں کا کھانا پکانے والے مسلمان ہوں نہیں ہوسکتا باقی رہی یہہ بات کہ کھانا پکانے والا انگریز یا کوئی اور ہو مشرکین میں سے اگر انگریز ہی تو وہ اہل کتاب ہی جسکے پکائے ہوئے کھانے میں کچھہ محظور شرعی نہیں ہی اور اگر وہ مشرک ہی تو بموجب مذہب اہل‌السنت والجماعت کے مشرکین میں کوئی نجاست ظاہری نہیں † فی‌العنایۃ شرح الہدایۃ قال اللہ تعالی انما المشرکون نجس قلت النجاسۃ فی اعتقادہم لافی ذاتہم پس جس طرح کہ ہملوگ بلا کسی تردد وتامل کے ہندوؤں کے ہاں کا پکا ہوا کھانا اور حلوائیوں کی مٹھائی کھاتے ہیں اُسی طرح اُسکو بھی کھائینگے جیسا احتمال اسبات کا ہی کہ اُسے انگریز یا مشرک پکانے والے نے پکانے میں بے احتیاطی کی ہو اُس سے بہت زیادہ احتمال حلوائیوں کی مٹھائی اور دودہ اور ہندوؤں کے پکے ہوئے کھانے میں ہی خصوصاً اُس کھانے میں جو چوکہ میں بنایا گیا ہو کہ بدون گوبر کے لیپنے کے چوکہ ہو ہی نہیں سکتا پس جبکہ ہم اُنکے ہاں کے کھانے میں کچھہ تامل نہیں کرتے تو انگریزوں کے ہاں کھانے میں اگر اُسکو کسی مشرک نے پکایا ہو کیوں تامل کرینگے ‡ لان کل ذلک محکوم بطہارتہ حتی تیقن بنجاستہا *

---

† عنایہ شرح ہدایہ میں ہی فرمایا اللہ تعالی نے صرف مشرکین ناپاک ہیں — کہتا ہوں میں نجاست اُن کے اعتقاد میں ہی نہ اُن کی ذات میں —

‡ کیونکہ اس سب کے پاک ہونے کا حکم ہی جب تک کہ یقین اُس کی نجاست کا ہووے —

جناب مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃاللہ علیہ سے اسي مسئلہ کے مانند ایک فتوی پوچھا گیا اور اُنھوں نے جواز کا فتوی دیا چنانچہ وہ فتوی بعینہ نقل کیا جاتا ھی *

† قول المستفتي ما تقولون ان الادویۃ المرکبۃ الرطبۃ اللتي یصنعونھا اھل الحرب فيِ دار ھم من الادھان ومیاہ الاشجار وغیرھا ھل یجوز استعمالہ للمسلمین فی دار الاسلام من غیر ضرورۃ شدیدۃ تبیح المحظورات ام لا یجوز وھل تعود النجاسۃ عند استعمال الادویۃ الیابسۃ بالسحق مع الماء اوالادھان ام لا وما حکم مداواتھم وقرطاسھم اذا بلت طاھر او نجس وکذا صمغ اللتی یختمون بھا مکتوبھم بعد ان تبل بلعاب الفم ھل یجوز للمسلم ان یدخلھا فيِ فمہ لیکون صالحا للختام وھی ایضا من مصنوعاتھم فی دیارھم *

جواب ‡ یجوز استعمال الادویۃ المذکورۃ والصمغ وغیرھا من مصنوعات اھل الشرک بحکم ھذہ الروایۃ لعموم البلوی اوعدم التیقن بالنجاسۃ قال ابو حفص البخاري من شک فی انائہ وثوبہ او یدیہ اصابۃ النجاسۃ ام لا فھو طاھر مالم یتیقن وکذلک الابار والحیاض اللتي یتخذ ھا اھل الشرک والبطالۃ وکذلک الثیاب اللتی ینسجھا اھل الشرک والجھلۃ من اھل الاسلام وکذا الجباب الموضوعۃ والمرکبۃ فی الخرق والعمامات اللتي یتوھم فیھا اصابۃ

---

† قول فتوی لینے والیکا کیا کہتے ہو تم کہ دوائیں مرکبات اور تر کہ بناتے ھیں اھل حرب اپنے ملک میں مثلا تیل اور درختوں کے عرق وغیرہ تو جائز ھی مسلمانوں کو اُن کا استعمال اپنے ملک میں بغیر ضرورت سخت کے کہ مباح کرتي ھی ممنوعات کو یا نہیں جائز ھی — اور کیا پھر آجاتي ھی نجاست بوقت استعمال دواء خشک کے ساتھہ پیسنے کے پاني میں یا تیل میں یا نہیں اور کیا ھی حکم دوات کرنے اُن کے کا اور کاغذ اُن کے کا جب کہ گیلا ھوجاوے پاک یا نا پاک — اور ایسا ھي وہ گوند کہ بند کرتے ھیں اُس سے وہ اپنے خطوط گیلا کرکے اپنے تھوک سے تو جائز ھی مسلمان کو کہ لیوے اُس گوند کو اپنے مونھہ میں تا اُس کو درست کرے خطوط بند کرنے کے لیئے اور وہ گوند بنایا ھوا ھی اُن ھي کا اُن ھي کے ملک میں —

‡ جواب جائز ھی استعمال ان دواوں مذکورہ کا اور اُس گوند وغیرہ کا کہ بنائي ھوتي ھیں اھل شرک کي بموجب حکم اس روایت کے واسطے عموم بلوے کے اور عدم تیقن نجاست کے — کہا ابو حفص بخاریؔ نے جس شخص نے کہ شک کیا اپنے برتن میں یا اپنے کپڑے یا اپنے ھاتھوں میں کہ لگي ھی اُسکو نجاست یا نہیں سو وہ پاک ھی جب تک کہ یقین نہو اور ایسے ھي وہ کنوئیں اور حوض کہ استعمال کرتے ھیں اُنکو اھل شرک اور بطالت اور ایسے ھي وہ کپڑے کہ بنتے ھیں اُنکو اھل شرک یا جاھل مسلمان — اور ایسے ھي وہ ٹوپیاں کہ رکھي ھوں یا لگائي ھوں خرقوں میں اور عمامون میں کہ جنمیں وھم ھووے لگنے

النجاسة کل ذلک محکوم بطهارته حتی یتیقن بنجاستها واصل ذلک ماروی عن النبي صلی الله علیه وسلم انه استسقی عبدالرحمن بن عوف فقال اسقیک من جرة مخمرة او من الجب الذي یشرب منه الناس فقال علیه السلام من الجب الذي یشرب منه الناس وروي عن محمد بن واسع رح ان رجلاً جاء الی النبي صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله اجرة ابیض مخمرة ای مستورة اتوضأ به احب الیک ام وضوء جماعة المسلمین قال وضوء جماعة المسلمین احب الادیان الی الله الحنیفیة السمحة فتاوی عمادیه والله اعلم و فی الهدایة سور الادمي ومایوکل لحمه طاهر لان المختلط به اللعاب وقد تولد من لحم طاهر و یدخل فیه الجنب والحائض والنفساء والکافر وفي الکافي شرح الهدایة اذ لو حکم بنجاسة لاحتاج کل جنب وحائض الی اناء علی حدة وفیه الحرج کما لایخفی وفی العنایة شرح الهدایة ثبت فی الصحیحین ان النبي صلی الله علیه وسلم مکن ثمامة ابن أثالة فی المسجد قبل اسلامه فلو کان نجسا لما مکنه من ذلک فان قلت قال الله تعالی انما المشرکون نجس قلت النجاسة في اعتقاد هم لا في ذاتهم انتهی *

نجاست کا سو اس سب کا حکم طہارت کا هی جب تک که یقیناً نجاست نهروے — اور اس سب کي اصل وه روایت هی که نبي صلی الله علیه وسلم نے پاني مانگا عبدالرحمن بن عوف سے تو اُنهوں نے کها که جو تهلیا ڈهکي هوئي هی اُس میں سے پاني پلاؤں یا اُس بڑے مٹکے سے که جسمیں سب لوگ پیتے هیں تو فرمایا که اُس بڑے مٹکے میں سے که جس میں سب لوگ پیتے هیں اور روایت امام محمد بن واسع سے هی که ایک شخص آیا حضرت صلی الله علیه وسلم کے پاس اور کها که اونچي رکهي هوئي تهلیا جو ڈهکي هوئي هی اُس میں سے وضو کروں تو یهه آپ کو پسند هی یا وه پاني که اُس میں جماعت مسلمانوں کي وضو کرتي هی تو آپ نے فرمایا که وه پاني که جس میں جماعت مسلمانوں کي وضو کرتي هی سب دینوں میں وه دین الله کو پسند هی که راست هو اور آسان هو فتاوی عمادیه والله تعالی اعلم — اور هدایه میں هی که جهوٹا آدمي کا اور اُس جانور کا که کهایا جاتا هی گوشت اُسکا پاک هی کیونکه جو ملا هی اُس میں وه لعاب دهن هی اور یهه لعاب پیدا هوتا هی گوشت پاک سے — اور داخل هیں اسي حکم میں جنابت والے اور حیض و نفاس والي عورتیں اور کافر — اور کافي شرح هدایه میں هی کیونکه اگر حکم اُنکي نجاست کا کریں تو بیشک حاجت مند هونگے سب جنبي اور حیض اور نفاس والي عورتیں علیحده برتن کے اور اس میں بهت حرج هی که یهه پوشیده نهیں هی — اور عنایه شرح هدایه میں هی که ثابت هی صحیح بخاري اور مسلم میں که حضرت صلی الله علیه وسلم نے ٹهرایا ثمامه بن اثاله کو مسجد میں اُسکے مسلمان هونے سے پهلے پس اگر نجس هوتا تو اُسکو مسجد میں حضرت نه ٹهراتے — پهر اگر تو یهه اعتراض کرے که الله تعالی نے فرمایا هی که مشرک لوگ ناپاک هیں تو هم جواب دیتے هیں که نجاست اُنکے اعتقاد میں هی نه اُنکي ذات میں —

بات یہہ هی که جس شخص کے دل میں حقیقت مسایل شرعیه کي علی‌الخصوص اُن مسائل کي جنکو خود رسول‌الله صلی‌الله علیه وسلم نے کیا یا بالتصریح اُن کے جائز هونے کا حکم دیا بخوبي مستحکم هی اور بمقابل اُن مسائل کے نه لوگوں کے برا بھلا کہنے کي کچھہ حقیقت سمجھتا هی اور نه اُسکو اپنے مریدوں اور شاگردوں کے اور وعظ سننے والوں کے پھر جانے کا اندیشه هی اور نه نذر و نیاز کے بند هونے کا کچھہ خدشه هی اُسکے لیئے ان تمام شبہات وهمیه کے دور کرنے کے لئے صرف یہہ فعل رسول الله صلی‌الله علیه وسلم کا که آپ نے یہودي کے هاں کا پکا هوا بغیر کسي خدشه کے کھایا اور جب آپ سے نصاری کے هاں کے کھانے کے باب میں پوچھا گیا تو آپ نے صاف فرمایا † لایتخلجن في صدرک طعام کافي و وافي هی کیونکه یہہ شبہات جسقدر که پیش کیئے جاتے هیں یہی تمام شبہات اُسوقت بھي موجود تھے اور باوجود ان سب باتوں کے رسول خدا صلی‌الله علیه وسلم نے فرمایا که ‡ لایتخلجن في صدرک طعام پس جس کسیکا اتقاء رسول خدا صلی الله علیه وآله وسلم کے اتقا سے بڑھا هوا هو وہ اُن شبہات وهمیه پر طعام اهل کتاب سے بچنے کا دعوی کرے *

الشبهة الخامسة جن برتنوں میں که کھانا انگریزوں کے هاں پکتا هی اور جن برتنوں میں کھایا جاتا هی اُن کے پاک هونے کا کسطرح یقین هوسکتا هی *

یہہ شبہه ایسي صورت سے که انگریز مسلمان کے گھر آنکر مسلمان کے هاں کا پکا هوا کھانا کھاویں متعلق نہیں هوسکتا هی البته اُس صورت سے که مسلمان انگریزوں کے گھر جاکر کھاویں متعلق هوسکتا هی پس ایسي حالت میں یہہ بات دیکھني چاهیئے که وہ برتن کس قسم کے هیں آیا تانبه یا چیني یا شیشه کے هیں که جن میں اثر اشیاء محرمه کا اگر اُن میں کھائی یا پي گئي هوں نفوذ نہیں کرتا هی یا مٹي وغیرہ کي قسم سے هیں که جن میں اثر اُنکا نفوذ کرتا هی پس اگر وہ برتن قسم اول کے هیں اور دھوئے هیں تو اُن میں کھانا بے خدشه مباح اور درست هی اور اگر وہ بے دھوئے هیں اور اُن میں محرمات کے کھائے جانے کا صرف احتمال یا ظن غالب هی مگر یقین نہیں اور نه کوئي ظاهري نجاست اُن میں هی تو بغیر دھوئے هوئے میں کھانا مکروہ یعنی بے احتیاطي هی مگر حرام یا ممنوع شرعي نہیں § لان کل ذلک محکوم بطهارته حتی تیقن نجاستها اور یہہ حکم کچھہ انگریزوں هي کے برتنوں کے ساتھہ مخصوص نہیں هی بلکه تمام اُن قوموں کے برتنوں سے متعلق هی جو اُن چیزوں کو کھاتے پیتے هیں جنکا کھانا پینا همارې شریعت میں حرام

---

† نه خلجان ڈالے تیرے سینه میں کوئي کھانا —

‡ نه خلجان ڈالے تیرے سینه میں کوئي کھانا —

§ کیونکه اس سب کے پاک هونے کا حکم هوچکا هی جب تک که اُسکے ناپاک هونے کا یقین هووے —

هی اور اگر وہ برتن قسم دوم کے هیں جن میں اثر نفوذ کرتا هی جیسا که مٹي کے برتن اور همکو اس بات کا یقین هی که اُن میں شراب پي گئي هی یا سوئر پکایا گیا هی تو اُن کے واسطے یہہ حکم هی نه اگر اور برتن ملیں تو اُن میں نکھاویں اگر اور برتن نه ملیں تو اُنکو دھولیں اور کھاویں *

ابوداؤد میں ابوثعلبةالخشني سے روایت هی † سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اِنا نجاوز اهل الکتاب وهم یطبخون في قدورهم الخنزیر و یشربون في آنيتهم الخمر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان وجدتم غیرها فکلوا فيها واشربوا و ان لم تجدوا غیرها فارحضوها بالماء کلوا واشربوا *

اور صحیح مسلم میں اس حدیث کے یہہ الفاظ هیں ‡ فان وجد تم غیرها فلا تاکلوا فيها وان لم تجدوا فغسلوها وکلوا فيها *

ان حدیثوں کي نسبت بعض لوگ یہہ کہتے هیں که جب اور برتن ملیں تو پھر انگریزوں کے برتنوں میں کھانا نچاهیئے مگر ایسا سمجھنا تین وجہہ سے غلط هی *

اول یہہ که یہہ حدیث اُن برتنوں سے متعلق هی جن میں شراب اور سوئر کھایا پکایا جاتا هی اس زمانه میں انگریزوں کے یہاں جو عام رواج هی اُس میں شراب پینے کے برتن بالکل علحدہ هیں اور سوئر کھانے کے برتن بالکل علحدہ هیں بلکه هر هر قسم کے کھانے کے لیئے برتن جدا جدا هیں پس یہہ حدیث اُن برتنوں سے جو سوئر اور شراب کے کھانے کے نہیں هیں متعلق نہیں هوسکتي هی *

دوسرے یہہ که یہہ حدیث اُن برتنوں سے متعلق هی که جن میں اثر ما کول اور مشروب کا سرایت کرتا هی *

تیسرے یہہ که تمام علما نے اس حدیث کي شرح میں لکھا هی که یہہ نہي احتیاطی هی اور انگریزوں کے برتنوں میں دھولے کے بعد کھانے میں باوجودیکه اور برتن موجود هوں کچھہ کراهت بھي نہیں هی چنانچه اس مقام پر وہ روایتیں نقل کرتے هیں *

---

† پوچھا ابوثعلبةالخشني نے رسول الله صلی الله علیه وسلم سے که همارا گذر هوتا هی اهل کتاب پر اور وہ پکاتے هیں اپني هانڈیوں میں سوئر اور پیتے هیں اپنے برتن میں شراب تو فرمایا رسول الله صلی الله علیه وسلم نے اگر پاؤ تم اور برتن تو کھاؤ اور پیو اُن میں اور اگر اور برتن نه پاؤ تو اُنکو پاني سے دھوکر اُس میں کھاؤ پیو —

‡ اگر پاؤ تم اور برتن تو نه کھاؤ ان میں اور اگر نه پاؤ تم اور برتن تو یہہ هي دھولو اور ان هي میں کھاؤ —

شارح مشکوۃ ملا علي قاري لکھتے ھیں † لاتاکلوا فیھا ای احتیاطاً فاغسلوھا امر وجوب ان کان ظن النجاسة والا فامر ندب *

اور امام نووي نے شرح صحیح مسلم میں کتاب الصید والذبائح میں لکھا ھی ‡ قد یقال ھذاالحدیث مخالف لما یقول الفقہاء فانھم یقولون یجوز استعمال اوانی المشرکین اذاغسلت ولا کراھة فیھا بعدالغسل سواء وجد غیرھا ام لا وھذاالحدیث یقتضي کراھة استعمالھا ان وجد غیرھا ولایکفي غسلھا في نفي الکراھة وانما یغسلھا ویستعملھا اذا لم یجد غیرھا والجواب ان المراد النھی عن الاکل في انیتھم اللتي کانوا یطبخون فیھا لحم الخنزیر ویشربون الخمر کما صرح به في رواية ابی داؤد وانما نھی عن الاکل فیھا بعدالغسل للاستقذار وکونھا معتادة النجاسة کما یکرہ الاکل فی المحجمة المغسولة واما الفقہاء فمراد ھم مطلق آنية الکفار اللتي لیست مستعملة فی النجاسات فھذہ یکرہ استعمالھا قبل غسلھا فاذا غسل فلا کراھة فیھا لانھا طاھرة ولیس فیھا استقذار ولم یریدوا نفی الکراھة عن انیتھم المستعملة فی الخنزیر وغیرہ من النجاسات والله اعلم *

علاوہ اسکے ابو داؤد میں جو دوسري حدیث جابر سے روایت ھی اُس میں صاف بلاکسي خدشہ اور کسي قید کے مشرکین کے برتنوں کا استعمال آیا ھی اور وہ حدیث یہہ ھی *

---

† نہ کھاؤ تم اُن برتنوں میں یعني احتیاط کے لیئے بس دھوؤ اُنکو یہہ حکم وجوبي ھی اگر ھووے گمان نجاست کا ورنہ یہہ حکم استحبابي ھی —

‡ کہتے ھیں کہ یہہ حدیث مخالف ھی قول فقہاء کے کہ وہ کہتے ھیں جائز ھی استعمال مشرکین کے برتنوں کا جب دھوئے جاویں اور کچھہ کراھت اُن میں نہیں بعد دھونے کے اور برتن اُنکے سوا موجود ھوں یا نہوں اور یہہ حدیث مقتضی ھی اسکي کہ استعمال ان برتنوں کا مکروہ ھی اگر اور برتن انکے سوا موجود ھوں اور صرف دھونا ھي اُنکا کافي نہیں ھی کراھت کے دور کرنے کے لیئے بلکہ دھووے اور برتے اُنکو جب نہ موجود ھوں اور برتن اور جواب یہہ ھی کہ مراد اِس حدیث سے یہہ ھی کہ منع کرنا کھانے سے اُنکے اُس برتن میں کہ پکاتے ھوں اُس میں گوشت سوئر کا اور پیتے ھیں اُس میں شراب چنانچہ یہہ ھي تصریح ھی روایت ابي داؤد میں اور منع کیا گیا ھی اُن میں کھانا غسل کے بعد صرف گھن کے سبب اور اسلیئے کہ اُن میں نجاست ھي کي عادت ھی چنانچہ مکروہ ھی کھانا پچھنوں کے برتن میں جو دھویا گیا ھو — اور فقہاء کي مراد یہہ ھی کہ مطلق برتن کافروں کے جو نجاستوں میں مستعمل نہیں ھیں مکروہ ھی اُنکا استعمال دھونے سے پہلے اور جب اُنکو دھولیا تو کچھہ کراھت نہیں کہ وہ پاک ھیں اور نہیں ھی اُن میں کچھہ گھن اور نہیں مراد ھی فقہاء کي یہہ کہ کراھت نہیں ھی اُن کے اُن برتنوں میں جو مستعمل ھوتے ھیں خنزیر وغیرہ نجاستوں میں والله تعالی اعلم —

† عن جابر قال کنا نغزو مع رسول‌الله صلی‌الله علیه وسلم فنصیب من‌انیة المشرکین و اسقیتهم فنستمتع بها فلا یعیب ذلک علیهم *

‡ وقد سئل مولانا شاه عبدالعزیز المحدث الدهلوي عن هذا فاجاب هکذا کما هو مذکور في فتاواه وهذه عبارته یکره الاکل والشرب في اواني — المشرکین قبل الغسل لان الغالب والظاهر من اوانیهم النجاسة و انهم یستحلون الخمر ویشربون ذلک ویاکلون ویطعمون في قدور هم وفي قصاعهم واوانیهم فکره الاکل فیها قبل الغسل اعتبارا للظاهر کما کره التوضي بسورالدجاجة لانها لاتتوقی من‌النجاسة غالبا لان الاصل فی‌الاشیاء الطهارة وتشککها فی النجاسة فلم یثبت النجاسة بالشک هذا اذا لم یعلم بنجاسةالاواني و اذا علم فانه لا یجوز ان یشرب فیها قبل‌الغسل ولوا کل وشرب کان شاربا واکلاً حراما هذا حاصل ماذکر في‌الذخیرة *

قال العبد § (ای المجیب) اصلحه الله تعالی وما ابتلینا من شراء السمن ،الخل واللبن والجبن وسائر المایعات من‌الهنود علی هذا الاحتمال تلویث اوانیهم و ان نساء هم لاتتوقین عن‌السرقین وکذا یاکلون لحم ماقتلوه وذلک میتة فی‌المجتنب ان لم یجد

---

† جابر سے روایت هی که حضرت رسول الله صلی‌الله علیه وسلم کے ساتهه لڑائیوں میں جاتے تهے تو ملتے همکو برتن مشرکوں کے اور پانی کے برتن اُنکے تو برتتے هم اُنکو سو حضرت عیب نهیں لگاتے تهے اسکا هم پر ——

‡ اور پوچها گیا شاه عبدالعزیز سے اسکا حکم تو یهه هي جواب دیا که وه مذکور هی اُنکے فتاوی میں اور یهه اُنکي عبارت هی مکروه هی کهانا اور پینا مشرکین کے برتنوں میں پهلے دهونے سے اور ظاهر اُنکے برتن میں نجاست هی اور وے حلال جانتے هیں شراب اور پیتے هیں اُسکو اور کهاتے پکاتے هیں اپني هانڈیوں میں اور اپنے کونڈوں میں اور اپنے برتنوں میں تو مکروه هی کهانا اُن میں دهونے سے پهلے باعتبار ظاهر کے جیسا که مکروه هی وضو ساتهه جوٹهے پاني مرغي کے که وه غالب نجاست سے نهیں بچتي هی که اصل اشیاء میں طهارة هی اور شک کرتا هی نجاست میں تو نهیں ثابت هی نجاست شک سے جب که نه معلوم هووے نجاست برتنوں کي اور جب معلوم هووے تو نهیں جائز هی که پیوے اُن میں پهلے دهونے سے اور اگر کهالیا یا پي لیا اُن میں تو هوگا حرام کا کهانے والا یا حرام کا پینے والا یهه حاصل هی اُسکا جو ذخیره میں هی ——

§ کهتا هی بنده (یعني مجیب) صلاحیت دے الله اُسکو اور وه چیزیں که مبتلا هیں هم اُن میں خریدنا گهي کا اور سرکه کا اور دوده کا اور پنیر کا اور سب تو رقیق چیزوں کا هنود کے هاں سے اسي حکم میں هیں بسبب احتمال آلودگي اُنکے برتنوں کے اور اُنکي عورتیں نهیں بچتي هیں نجاستوں سے گوبر سے اور کهاتے هیں گوشت اُس جانور کا که قتل کرتے هیں اُسکو اور یهه مردار هی اور مجتنب

بدا منهم ان يستوثق عليهم ان يجتنبوا عن السرقين والميتة فانشق عليهم بامر هم ان يعطوا اوانهم مسلما يغسلها اويغسلو ايديهم بمرى من المسلمين والا والاباحة فتوى والتحرز التقوى كذافي نصاب الاحتساب *

اور اس باب میں کہ وہ پاني جس سے برتن دھوئے گئے پاک تھا یا ناپاک شرعاً کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا اسلیئے کہ کوئي پاک چیز شبہہ سے ناپاک نہیں ہوجاتي جیسیکہ ابھي بیان ہوا *

علاوہ اسکے تیسیرالوصول میں خاص انگریزوں کے گھڑوں کے پاک ہونے میں اثر صحابہ موجود ہی اور یہہ حدیث اُس میں ہی † وعن ابن عمر قال توضاء عمر رضی الله عنه بالحميم في جر نصرانية ومن بيتها اخرجه رزين قلت وترجم به البخاري والله اعلم *

الشبهةالسادسة میز پر بیٹھہ کر چھوري اور کانٹہ سے کھانا اور تشبہ بالنصاری کرنا کس طرح پر جائز ہی *

اس شبہہ کا حل دو طرح پر کرنا چاہیئے اول یہہ کہ في نفسہ میز پر بیٹھکر اور چھوري اور کانٹہ اور چمچے سے کھانے کا کیا حکم ہی پھر تشبہ کا حکم بیان کیا جاوے چھوري سے کاٹنا جائز بلکہ سنت ہی خود جناب رسول خدا صلی الله علیہ وسلم نے گوشت کو چھوري سے کاٹکر تناول فرمایا ہی *

بخاري میں عمرو ابن امیہ سے روایت ہی ‡ اخبره انه راى النبي صلى الله عليه وسلم يحتز من كتف الشاة في يده فدعي الى الصلوة فالقها والسكين التي يحتزبها ثم قام فصلى ولم يتوضا *

میں ہی نہ نپائے چارہ اس بات کا نہ اہتمام کرے اُن پر کہ بچیں وہ گوبر اور مردار سے تو دشوار ہوگا کہ حکم کرے اُنکو کہ دیویں وہ اپنے برتن مسلمان کو کہ دھووے اُنکو یا دھوویں وہ اپنے ہاتھہ سامنے مسلمانوں کے اور اگر یہہ نہو سکے تو اباحۃ فتوی ہی اور پرہیزکاري تقوی ہی یہہ ہی نصاب الاحتساب میں —

† اور ابن عمر رض سے روایت ہی کہ وضو کیا عمر رضی الله عنه نے گرم پاني سے جو ایک نصرانی عورت کے گھر میں اور اُسي کے مٹکے میں تھا یہہ حدیث امام رزین نے نکالي ہی — اور میں کہتا ہوں کہ اسکو بخاري نے بھي بیان کیا ہی والله اعلم —

‡ انکو خبر دي ہی کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم چھوري سے کاٹتے تھے شانہ بکري کا جو آپکے ہاتھہ میں تھا کہ بلائے گئے طرف نماز کے پھر ڈالدیا اُس شانہ کو اور اُس چھوري کو کہ جس سے کاٹتے تھے اور جاکھڑے ہوئے نماز پر اور نماز پڑھائي اور وضو نکیا —

اور ابو داؤد میں جو حدیث درباب منع قطع لحم بالسکین کے هی اُسکو خود ابو داؤد نے ضعیف لکھا هی قال القسطلاني † فان قلت هذالحديث يعارضه حديث ابی معشر عن هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة رفعته لاتقطعوا اللحم بالسكين فانه من صنع الاعاجم وانهشوه فانه اهنأ وامرأ أجيب بان ابا داود قال هو حديث ليس بالقوي وحينئذ لايحتج به من اجل ابی معشر يحتج السندي الهاشمي صاحب المغازي قال البخاري وغيره منكرالحديث ومن مناكيره حديث لاتقطعوا اللحم بالسكين هذا لكن قال الحافظ ابن الحجر ان له شاهدا انتهی *

اور اگر فرض کیا جاوے که یهه حدیث بهي صحیح هی تو اسکي تطبیق پهلي حدیث سے شیخ عبدالحق محدث دهلوي نے صراط المستقیم شرح سفرالسعادت میں ا ـطرح پر کي هی *

" اگر حدیث نهي صحیح است در گوشتي باشد که نیک نضج یافته واحتیاج بریدن ندارد و انچه در بریدن آید در انچه نضج نیافته" بعد اُسکے شیخ محدث دهلوي نے اُسي مقام پر حدیث نهي کو اور بهي ضعیف کیا هی اور لکھا هی که یهه نهي ایسي هی جیسا که هاتهه سے گوشت توڑنے پر بهي نهي آئي هی اور اُنکي عبارت یهه هی *

همچنانکه نهي از بریدن گوشت بکارد ورود یافته از گرفتن گوشت از استخوان بدست نیز منع گونه واقع شده ودر جامع الاصول از صفوان بن امیه آورده که گفت بودم من که میخوردم با رسول الله صلی الله علیه وسلم و میگرفتم گوشت را بدست خود از استخوان فرمود نزدیک بگردان گوشت از دهن خود که وے گوارا تر و سبک تر است رواه ابو داؤد و روی الترمذي *

---

† کہتے هیں قسطلاني — اگر تو یهه کهے که یهه حدیث معارض هی حدیث ابي معشر کے جو روایت کرتے هیں هشام ابن عروة سے که وه روایت اپنے باپ سے جو روایت کرتے هیں حضرت عایشه سے که وه اس حدیث کو حضرت رسول الله صلی الله علیه وسلم پر پهونچاتي هیں که فرمایا حضرت نے نه کاٹو گوشت کو چهوري سے که یهه فعل عجم کا هی اور دانت سے کهاؤ که یهه بهت خوب اور خوش گوار هی تو جواب یهه هی که ابو داؤد نے کہا هی که یهه حدیث قوي نهیں هی اور اس وقت اس حدیث سے حجت نهوگي بسبب ابي معشر کے که حجت لیتے هیں اُسکے ساتهه سندی الهاشمي صاحب المغازي — کہتے هیں امام بخاري وغیرہ که یهه ابو معشر منکرالحدیث هیں اور انکے مناکیر سے هی حدیث لاتقطعوا اللحم بالسکین — یهه یاد رکھنا چاهیئے — کہتے هیں حافظ ابن حجر که اسکے واسطے شاهد بهي هی *

پس یہہ نہي ایسي نہیں هی کہ جسکے ارتکاب میں کچھہ قباحت هووے کیونکہ یہہ نہي حکمي نہیں هی چمچہ اور کانٹے کے استعمال کا قیاس چھوري پر کرنا چاهیئے کہ اُن کے استعمال کي ممانعت کہیں نہیں هی چنانچہ ایسي چیزیں جنسے هاتھہ بھرتا هی سب چمچہ سے کھاتے هیں ولا یعاب ولا یکرہ *

میز پر کھانیکے لیئے کوئي حدیث منع کي وارد نہیں هی صرف اتني بات هی کہ جس طرح رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کبھي چپاتي تناول نہیں فرمائي اور کبھي تشتریوں اور رکابیوں میں کھانا تناول نہیں فرمایا هی اور نہ کبھي میدے اور روے کي اور چھنے هوئے آٹے کي روٹي کھائي اُسیطرح کبھي خوان پر یعني میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا پس جو حال کہ اُن چیزوں کا هی وهي میز پر کھانے کا هی جس طرح وہ مباح هیں اسیطرح یہہ بھی مباح هی *

بخاري میں قتادہ سے روایت هی † ما اکل النبي صلی اللہ علیہ و سلم خبزا مرققا ولا شاتا مسموطة حتی لقي اللہ عز وجل *

اور حضرت انس سے روایت هی ‡ ماعلمت النبي صلی اللہ علیہ وسلم اکل علی سکرجة قط ولا خبزا مرققا قط ولا اکل علی خوان قط قیل لقتادة فعلی ماکانوا یاکلون قال علی السفر *

§ السکرجة بضم السین والکاف والراء المشددة وفتح الجیم وقیل الراء المفتوحة وهي صحاف صغار کذا فی القاموس *

|| وفي مجمع البحار ولا اکل علی خوان قط هو مایوضع علیہ الطعام عند الاکل لانہ من داب المترفین لئلا یفتقر الی التطاطوء والا نحناء *

---

† نہیں کھائي نبي صلی اللہ علیہ وسلم نے چپاتي اور نہ بکري کا گوشت بھنا هوا یہاں تک کہ ملے اللہ عز وجل سے —

‡ نہیں جانتا میں نے کہ نبي صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا هو اوپر تشتري کے کبھي اور نہ چپاتي کبھي اور نہ خوان پر کبھي تو کہا گیا قتادہ سے پھر کس پر کھاتے تھے تو کہا کہ دسترخوان پر —

§ سکرجہ میں سین اور کاف اور راء تشدید والي پر پیش هی اور جیم پر زبر اور بعض راء پر بھي زبر کہتے هیں اور وے رکابیاں هیں چھوٹي چھوٹي یہہ هی قاموس میں —

|| اور مجمع البحار میں هی اور نہ کھایا اوپر خوان کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھي خوان وہ چیز هی کہ جسپر کھانے کے وقت کھانا رکھتے هیں اسلیئے کہ یہہ دستور هی آسودوں کا تاکہ نہ حاجت هووے جھکنے کي —

اور بخاري میں ابوحازم سے روایت هی † اِنه سئل سهلاً هل رایتم في زمان النبي صلی الله علیه وسلم النقي قال لا فقال کنتم تنخلون الشعیر قال لا ولکن کنا ننفخه *

اس سے ثابت هوا که جس طرح کا کهانا رسول خدا صلی الله علیه وسلم نے کهایا اُسطرح کا کهانا سنت هی اور اُسکے سوا في نفسه مباح هی اسیطرح دستر خوان پر کهانا سنت اور میز پر کهانا في نفسه مباح هی *

اب باقي رهي بحث نسبت تشبه کے اور اس باب میں حدیث ‡ من تشبه بقوم فهو منهم پر استدلال کیا جاتا هی § کتاب اللباس باب ماجاء في الاقبیة میں ابو داؤد نے لکهي هی *

مگر اس حدیث کو اس مسئله سے کچهه بهي علاقه نهیں هی مناسب هی که اول نفس الفاظ حدیث میں غور کیجاوے که قوم سے کیا مراد هی اور تشبه سے کیا مراد هی اور منهم کے کیا معنی هیں اور اُس کے بعد حدیث کے معني بیان هوں *

تشبه کسي قوم کے ساتهه اُسیوقت کها جاسکتا هی که مابه التشبه خاصه اُسي قوم کا هو اور کسي قوم میں نپایا جاوے میز پر بیٹهکر کهانا اور چهوري کانٹے سے کهانا قوم نصاري کا خاصه نهیں هی بلکه تمام ترک جو مسلمان هیں وه بهي اسیطرح پر کهاتے هیں پس کیا وجهه هی که جو میز پر بیٹهکر کهانیوالوں کو مشابهت نصاري کے ساتهه دیجاوے اور اتراک کے ساتهه ندیجاوے علی الخصوص ایسي صورت میں که مسلمان کے حق میں نیک گمان چاهیئے پس جبکه یهه بات بخوبي معلوم هو که جو لوگ میز پر بیٹهکر کهاتے هیں وه مسلمان هیں اور عقائد اسلامیه رکهتے هیں تو کیوں اُنکے اس فعل کو نصاری کے ساتهه تشبیه دیویں اور مسلمانوں کے ساتهه تشبیه ندیویں اور یهه بات که ترکوں کي قوم کو هندوستان کے لوگوں نے نهیں دیکها که اُنکے ساتهه مشابهت دیں اس میں کچهه قصور مرتکبین کا نهیں هی بلکه مشابهت دینے والوں کا قصور هی *

اب لفظ تشبه پر غور کرنا چاهیئے که آیا اس لفظ سے تشبه تام مراد هی یا غیر تام مراد هی تو کسي طرح درست نهیں هوسکتا کیا جو شخص صرف انگریزي جوتي پهن لے یا بگهي پر سوار هوکر نکلے یا گهوڑے پر انگریزي کاٹهي بجاے زین کے رکهے یا چیني کے برتنوں

---

† پوچها ابو حازم نے سهل سے که دیکها تم نے نبي صلی الله علیه وسلم کے وقت میں میده کیا نهیں پهر کها میں نے که تم چهانا کرتے تهے جو کا آٹا کها نهیں مگر پهونک مار لیتے تهے —

‡ جو تشبه کرے کسي قوم کے ساتهه وه اُس قوم میں هی —

§ کتاب پوشاک باب اُن حدیثوں کا که آئي هیں پهننے کے کپڑوں میں —

میں کہلوے یا شیشہ کے گلاس میں پانی پیوے یا کرسي پر بیٹھے وہ سب معني لفظ تشبہ میں داخل ہونگے حالانکہ جزئیات میں تشبہ ساتھہ اہل کتاب کے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہی چنانچہ ترمذي نے شمائل میں ابن عباس سے روایت کي ہی † ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسدل شعرہ وکان المشرکون یفرقون رؤسہم وکان اہل الکتاب فیما یسدلون رؤسہم وکان یحب موافقۃ اہل الکتاب فیما لم یومر فیہ بشئی ثم فرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم *

اور اگر لفظ مشابہت سے مشابہت تام مراد ہی ‡ بان لایعرف ام ہو من النصاری ام ہو من الاتراک تو ایسي مشابہت میز پر بیٹھکر کہانے پر متحقق نہیں کیونکہ کوئي شخص جسکي ظاہري و باطني آنکہیں خداے تعالے نے اندھي نکردي ہوں اگر مسلمانوں کو میز پر کہاتے دیکھے تو کبھي اُس کو یہہ شبہہ نہیں ہونے کا کہ یہہ لوگ انگریز ہیں یا مسلمان بلکہ مسلمانوں کو مسلمان پہچان لیگا *

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃاللہ علیہ نے صاف فتویٰ دیا ہی کہ جو باتیں کفار کے ساتھہ ایسے مخصوص ہیں کہ کوئي مسلمان اُن کو نہیں کرتا اُن کا کرنا تشبہ میں داخل ہی اور منع ہی اور ایسي باتیں جو کفار پر مخصوص نہیں ہیں گو کفار اُس کو بہت زیادہ کرتے ہوں اور مسلمان کم اُن کے کرنے میں کچھہ مضائقہ نہیں ہی اور اُنہوں نے یہہ بھي لکھا ہی کہ اگر کوئي بات جو مخصوص کفار کے ساتھہ ہو بنظر آرام و فایدہ کے کیجاوے تو کچھہ مضائقہ نہیں ہی بعد اس کے وہ لکھتے ہیں کہ جو تشبہہ کہ منع ہی وہ یہہ ہی کہ اپنے تئیں اُنہیں میں گنے اور بالشبہہ اس طرح اپنے تئیں کفار میں گننا منع کیا بلکہ کفر ہی نہ یہہ کہ جو باتیں دنیا کے آرام کي کفار کرتے ہیں اُن کے اختیار کرنے میں وہ تشبہ لازم آجاوے جو شرعاً منع ہی چنانچہ ہم اُس مقام پر فتوے شاہ عبدالعزیز صاحب کا بعینہ نقل کرتے ہیں *

فتوے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃاللہ علیہ درباب تشبہ محررہ شہر جمادي الثاني سنہ ۱۲۳۷ ہجري *

موافق قواعد شرع چیزے کہ مخصوص بکفار باشد و مسلمانان آنرا استعمال نکنند خواہ در لباس خواہ در چیز دیگر بطریق اکل و شرب داخل تشبہ است و ممنوع و آنچہ مخصوص بکفار نیست گو کہ کفار آنرا بیشتر استعمال کنند و مسلمانان کمتر مضائقہ ندارد و ہمچنیں

---

† بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے چھوڑتے تھے اپنے بال اور مشرکوں مانگ نکالتے تھے اور اہل کتاب سیدھے چھوڑتے تھے اپنے بال اور حضرت پسند کرتے تھے موافقت اہل کتاب کي جس امر میں کہ حکم نہوا ہو پھر حضرت مانگ نکالنے لگے —

‡ نہیں پہچانا جاتا کہ یہ نصراني هي یا ترک —

اگر بعض از امور مخصوصہ کفار بنا بر آرام و یا بنا بر فایدہ دنیاوی استعمال کنند بے آنکہ خود را مشتبہ بانہا سازند مضائقہ ندارد آرے تشبہی کہ ممنوع است مطلقا انست کہ خود را در اعداد آنہا داخل کنند و امالہ قلوب بانہا داشتہ باشند و ہمچنین تعلیم لغت ایشان و خط ایشان بنا بر تشبہ البتہ ممنوع اما بنا بر اطلاع بر مضامین کلام ایشان یا خواندن خطوط ایشان اگر تعلم لغت کنند یا خط ایشان بنویسند مضائقہ ندارد و در حدیثی کہ در مشکوۃ مذکور است کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زید ابن ثابت را بتعلم خط یہود امر فرمودند و زید ابن ثابت آنرا در عرصہ قریب آموختند و تشبہ در عبادات و اعیاد مطلقا ممنوع ست احادیث و آیہ بریں بسیارند غرض کہ تشبہ بانہا بر چیزے کہ باشد داخل منع است و آموختن زبان ایشاں برائے اطلاع یا پوشیدن پوشاک برائے فایدہ بدنی مضائقہ ندارد انتہی *

اگرچہ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃاللہ علیہ نے اپنے اس فتوے میں تشبہ ممنوع کی نسبت بہت سی قیدیں لگائی ہیں اور بالکل مدار تشبہ ممنوع کا ان لفظوں پر رکھا ہی کہ خود را در اعداد آنہا داخل کنند پھر بھی درحقیقت اس حدیث کو اس قسم کی تشبہ سے بھی کچھہ علاقہ نہیں ہی جیسا کہ اسی مقام پر لکھا جاویگا *

اب لفظ منہم پر غور کرنا چاہیئے کہ منہم کے لفظ کے کیا معنی ہیں آیا یہہ معنی ہیں کہ جس شخص نے مشابہت تام نصاری کے ساتھہ کی تو وہ بھی نصرانی ہوگیا † وان اعتقدان لاالہ الااللہ محمدر رسول اللہ وان استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا وان صلی صلواتنا وصام صیامنا غالبا امید ہی کہ کوئی متعصب سے متعصب یہانتک کہ نصرانی بھی منہم کے لفظ سے یہہ مراد نہیں لینگے پس جب کہ لفظ منہم کے یہہ معنے نہ ٹہرے تو کوئی اور معنی اُسکے لینے چاہیئیں پس معنی اس حدیث کے یہہ نہیں ہیں جو لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ یہہ معنی ہیں جو ہم بیان کرتے ہیں *

اصل یہہ ہی کہ اس حدیث کو نہ طعام سے علاقہ ہی نہ کسی قسم کے تشبہ سے جو اور کسی قوم کے ساتھہ کیا جاوے تعلق ہی نہ اس حدیث سے کوئی حکم شرعی بحالت تشبہ بقوم اخر بجز ایک حکم کے جسکا بیان کیا جاتا ہی مراد ہی اور وہ ایک حکم یہہ ہی کہ حالت جدال و قتال یا اور کسی واقعہ میں جو مسلمان اور اَور کسی قوم کے لوگ ایک جگہہ مارے جاویں تو اُنکی شناخت کہ کون مسلمان ہیں کون نہیں ہیں کیونکر کیجاوے تاکہ مراتب تجہیز و تکفین موافق اُس قوم کے ادا کیا جاوے پس صرف اسی باب میں یہہ حدیث ہی اور یہہ حکم ہی. کہ جس قوم کے مشابہ جو ہو اُسی قوم میں

---

† اگرچہ اعتقاد کرے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ اور اگرچہ قبلہ بنائے ہمارا قبلہ اور کہاے ہمارا ذبیحہ اور نماز پڑھے ہماری نماز اور روزہ رکھے ہمارا روزہ =

أسکو شمار کرنا چاهیئے اور چونکه اس طرح کي شناخت اغلب اوپر لباس کے منحصر هوتي هی اسلیئے تمام محدثون نے اس حدیث کو کتاب اللباس میں ذکر کیا هی اور أسي حدیث کي بنا پر روایات فقهیه کتب فقه میں مذکور هیں *

مثل اسکے اور مؤید اور مثبت اس گفتگو کي، ایک اور حدیث آؤو داؤد میں آخر کتاب الجهاد میں موجود هی † عن سمرة بن جندب اما بعد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من جاء مع المشرکین وسکن معهم فانه مثله یعني جس طرح کهٔ لڑائي میں مشرک کا خون یا غارت مال و اسباب محفوظ نهیں رہ سکتا اسي طرح أسکا بهي محفوظ نهیں رہ سکتا *

اب رها ایک اعتراض جو بعض متعصبین نسبت اسکے پیش کرتے هیں اور یهه کهتے هیں کہ جو که میز پر بیٹهکر کهانا یا انگریزوں کے ساتهه کهانا أن هندوستانیوں نے اختیار کیا هی جو عیسائي هوگئے هیں اور أنکي صورت میں اور انکڑوں کے لباس میں کچهه فرق نهیں هی بس جو مسلمان انگریزوں کے ساتهه یا میز پر بیٹهکر کهاتا هی وہ اس بات میں تشبه کرتا هی که وہ بهي متنصر هی مگر اس قسم کا شبهه اهل علم کي شان سے نهایت بعید هی بہر حال اس شبهه کا بهي یهي جواب هی که حدیث تشبه کو اس قسم کے افعال سے کچهه تعلق نهیں نه أسکي نسبت أس میں کچهه حکم هی معهذا یهه تخصیص جو هندوستان میں جاري هی وہ اس سبب سے هی که یہاں کے مسلمانوں نے أس تعامل کو جو بلاد اسلام میں جاري هی اور تمام انگریز اور مسلمان آپس میں کهاتے هیں اور میزوں پر کهاتے هیں هندوستان میں رائج نهیں کیا پس مسلمانوں کو اسکا رواج دینا چاهیئے که وہ تخصیص از خود باطل هوجاویگي *

‡ فیا ایها المسلمون تعاملوا علیها لا علی نیة العجب والتکبر بل علی نیة ترفع حال المسلمین لئلا ینظرهم قوم بنظر الحقارة مما اعتادوا من الذلة والمسکنة ان الله یعلم مافي صدورنا ویحکم علینا بما في قلوبنا من حسن النیة او غیرہ *

---

† سمرة بن جندب سے روایت هی فرمایا رسول الله صلی الله علیه وسلم نے جو شخص که آیا ساتهه مشرکین کے اور رها أنکے ساتهه تو وہ بهي مانند أن هي کے هی —

‡ سو اے مسلمانوں برتاؤ کرو تم اسپر نه به نیت غرور اور تکبر کے بلکه به نیت ترقي حال مسلمانوں کے تاکه نه دیکهه سکے أنکو کوئي قوم ساتهه حقارت کے بسبب أنکي ان عادتوں کے جو ذلت اور مسکنت کي هیں بیشک الله تعالی جانتا هی جو همارے دلوں میں هی اور حکم کریگا موافق أسکے که همارے دلوں میں هی حسن نیت یا غیر حسن نیت سے —

مولانا مولوي شاہ محمد اسمعیل رحمۃاللہ علیہ سے کہا گیا کہ رفع‌یدین نماز میں اگرچہ سنت ھدی ھی مگر جو کہ ان بلاد میں شعار اھل تشیع کا ھی تو اُس سے احتراز اولی ھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُنکا شعار اسي وجہہ سے ھوگیا ھی کہ تمنے ترک کررکھا ھی پس اگر تم اُسکو اختیار کروگے تو اُنکے شعار کي خصوصیت نرھیگي پس جو امر کہ مباح ھی اُسکے کرنیوالوں پر اس وجہہ سے کہ اس ملک میں اور کوئي مسلمان نہیں کرتا کسي طرح کي ملامت نہیں ھوسکتي *

انصاف کرنے کي بات ھی کہ میز پر کھانا تو تشبہ بالنصاری ھووے اور مباح کو یعني اُنکے کھانے کو ترک کرنا اور اُسکے کھانے والے کو کافر جاننا اور ذات سے گرا دینا اور حقہ پاني بند کردینا تشبہ بالیہود نہووے تمام اھل علم جانتے ھیں کہ جہال میں یہہ مشہور ھی کہ جہاں کسي نے کھانا انگریز کے برتن میں کھالیا وہ کافر ھوگیا اور کم قوموں اور کم ذاتوں میں تو یہہ جہالت کي رسم ھی کہ جب تک وہ بیچارہ کچھہ صرف نکرے اور پنچایت ندے اور پھرکر قاضي اُسکو مسلمان نکرے تب تک وہ ذات میں نہیں ملایا جاتا اور پھر جاھلوں کے خوف سے کوئي عالم یہہ نہیں کہہ سکتا کہ یہہ کیا تمہاري جہالت ھی شراب پینے سے بھي آدمي کافر نہیں ھوتا نہ کہ حلال و مباح کھانے سے یہہ بلا اسي سبب سے ھی اور اسي سبب سے عوام میں اسکا رواج بھي ھو رھا ھی کہ علما اُنکے ڈر سے اور اپني نذر و نیاز کے خوف سے اور اپنے تئیں جھوٹ موٹ کا صاحب تقوی و ورع جتانے کے لیئے اور جولاھوں میں بیٹھکر تعریف سننے کے لالچ سے کلمۂ حق زبان پر نہیں لاتے صاف اور صریح حدیثوں کو اور حکموں اور مسئلوں کو چھپاتے ھیں اور عوام کي تالیف قلوب کے واسطے اس مسئلہ کو کبھي بنظر تشبیہہ کے حرام بتلاتے ھیں کبھي اسکو باعث محبت اور دوستي کا بتلاکر منع ٹھہراتے ھیں مگر افسوس یہہ کہ ھندو اور مشرکین کے حق میں اس قسم کا کوئي مسئلہ جاري نہیں کرتے اُنکے دیني بھائي بنجاتے ھیں اور اُنکے میلوں میں شریک ھوجاتے ھیں اور اُنکے ساتھہ راہ و رسم دوستانہ رکھتے ھیں اُنکے گھرکے کھانا کھانے میں تو کبھي کوئي مسلم کافر کیا گنہگار بھي نہووے اور اھل کتاب کے کھانا کھانے سے کافر اور مرتد ھوجاوے اسکا کیا سبب ھی یہي سبب ھی کہ جو طریقہ جاري ھوگیا ھی وہ سنت ھی اور جو جاري نہوا وہ بدعت ھی سبحان اللہ دین کو بھي دل لگي ٹھہرا رکھا ھی *

بعض صاحب فرماتے ھیں کہ قبول کیا کہ اس قسم کے ارتکاب میں کوئي محظور شرعي نہیں ھی مگر تنفر کا اتہام تو بیشک ھوتا ھی اور حدیث میں آیا ھی اتقوامن مواضع التھم پس مسلمانوں کو ایسے امور سے کہ اتہام تنفر ھو بچنا چاھیئے *

یہہ گفتگو نہایت عجیب ہی مواقع تہم وہ ہیں جو محظور شرعي ہیں اور جو امر کہ شرعاً مباح ہیں اُن پر مواقع تہم کا اطلاق کسیطرح نہیں ہوسکتا *

الشبہۃالسابعۃ — بعض شبہہ کرتے ہیں کہ تسلیم کیا کہ ان آیات و روایات سے طعام اہل کتاب کا مباح ہوا مگر مضمون آیت † طعامہم حل لکم وطعامکم حل لہم سے مواکلت اور ایک جگہہ بیٹھکر کھانا کہاں سے نکلا *

اس کا جواب یہہ ہی کہ اول تو خود اشارۃالنص سے صریحا مواکلت نکلتي ہی اس لیئے کہ اللہ تعالے نے صرف یہي نہیں فرمایا ہی کہ اہل کتاب کا کھانا مسلمانوں کو حلال ہی بلکہ یہہ بھي فرمایا کہ ان کو مسلمانوں کا کھانابھي حلال ہی یعني وہ اُن کا کھانا کھاویں اور یہہ اُن کا اور اسي سے اشارہ ہی مواکلت پر *

دوسرے یہہ کہ ابو داؤد میں جو حدیث ابن عباس سے مروي ہی اور جسکے اخیر میں ‡ واحل طعام اہل الکتاب ہی اُس حدیث کو ابوداؤد نے باب ضیف میں لکھا ہی جس سے پایا جاتا ہی کہ بطور ضیافت کے کھانا جایز ہی *

تیسرے یہہ کہ جب ساتھہ بیٹھکر کھانے میں کوئي محظور شرعي نہیں ہی تو اُس کے ممنوع ہونے کي بھي کوئي وجہہ نہیں ہی *

چوتھے یہہ کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے فتوی میں صاف لکھا ہی کہ انگریزوں کے ساتھہ اور اُن کے دسترخوان پر اور اُن کے برتنوں میں کھانا بشرطیکہ منکرات میں سے کوئي چیز نہو اور کھانا و برتن نجس نہو مباح ہی اور یہي ہم بھي کہتے ہیں اور کرتے ہیں اس سے زیادہ نہ کچھہ کہیں نہ کریں *

الشبہۃالثامنۃ — اس پر یہہ شبہہ کیا جاتا ہی کہ ساتھہ بیٹھکر کھانا اور آپس میں اختلاط رکھنا باعث ازدیاد محبت و تولا کا ہی اور مسلمان کے سوا اَور کسي مذہب والے سے تولا و دوستي شرعاً جایز نہیں اس واسطے اہل کتاب کے ساتھہ بیٹھکر کھانا جو باعث محبت و اخلاص کا ہوتا ہی حرام یا مکروہ تحریمي ہی *

اس اعتراض سے دو امر کي تسلیم تو لازم آئي اول تو اس بات کي کہ انگریزوں کے ساتھہ کھانا في نفسہ تو ناجایز نہیں ہی اگر کچھہ عدم جواز ہی تو لغیرہ ہی *

دوسرے اس بات کي تسلیم لازم آئي کہ اگر ایک آدہ دفعہ اتفاق سے کھالے تو کچھہ مضائقہ نہیں ہی کیونکہ ایک ادہ دفعہ کے کھانے میں کچھہ تودد و اختلاط نہیں ہوتا ہی چنانچہ اس

---

† کھانا اُنکا تمہارے لیئے اور تمہارا اُنکے لیئے حلال ہی —

‡ اور حلال ہی کھانا اہل کتاب کا —

زمانہ کے بعض علما نے بھی دو ایک دفعہ کے کھالینے کا فتوی دیا ہی اور عالمگیری اور مطالب المومنین اور نصاب الاحتساب کی روایتوں پر استدلال کیا ہی اور وہ روایتیں یہہ ہیں*

عالمگیری † ولم یذکر محمد رح الاکل مع المجوس ومع غیرہ من اھل الشرک انہ ھل یحل ام لا وحکي عن الحاکم الامام عبدالرحمن الکاتب انہ ان ابتلی بہ المسلم مرۃ او مرتین فلا باس بہ واما الدوام علیہ فمکروہ کذا فی المحیط *

‡ مطالب المؤمنین وھھنا تفصیل لابد من معرفتہ ان الاکل مع المجوس ومع غیر المجوس من اھل الشرک ھل مباح ام لا حکي عن الحاکم الامام ابن عبدالرحمن الکاتب انہ یقول ان ابتلی بہ المسلم مرۃ او مرتین فلا باس بہ بما روي ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم کان یاکل فاتاہ کافر فقال آآکل معک یا محمد فقال نعم فقد اکل النبي صلی اللہ علیہ وسلم مع الکافر مرۃ او مرتین لتالیف قلبہ علی الاسلام فاما علی الدوام فانہ مکروہ لما نھینا عن مخالطتھم و موالاتھم وتکثیر سوادھم وروي انہ علیہ السلام قال من الجفاء ان تاکل مع غیر اھل دینک وھذا یدل علی انہ لایاکل مع غیر اھل ملتہ .وروي انہ اکل مع غیر اھل دینہ فلابد من التوفیق و وجہ ماروینا اولاً بالاکل مرۃ او مرتین ویحمل ھذا الحدیث علی الاکل معھم و ذکر القاضي الامام رکن الدین السغدي ان المجوس اذا کان لایزمزم فلا باس بالاکل معہ و ان کان یزمزم

---

† اور نہیں ذکر کیا ہی محمد رح نے کھانا ساتھہ مجوسی کے اور غیر مجوسی کے جو اہل شرک ہیں کہ حلال ہی یا نہیں — حکایت ہی حاکم امام عبدالرحمن کاتب سے کہ اگر مبتلا ہووے مسلمان اس میں ایک بار یا دو بار تو کچھہ مضائقہ نہیں مگر دوام و مداومت اسپر مکروہ ہی — یہہ ہی محیط میں —

‡ مطالب المومنین میں ہی — اور یہاں ایک تفصیل ہی کہ ضرور ہی جاننا اُسکا — وہ یہہ ہی کہ کھانا مجوسی کے اور غیر مجوسی کے ساتھہ جو مشرک ہیں مباح ہی یا نہیں تو حکایت ہی حاکم امام عبدالرحمن کاتب سے کہ اگر مبتلا ہوا اس میں مسلمان ایک بار یا دو بار تو کچھہ مضائقہ نہیں ہی اسلیئے کہ روایت ہی کہ نبي صلی اللہ علیہ وسلم کہا رہے تھے کہ ایک کافر آیا اور کہا کہ میں کھاؤں آپکے ساتھہ اے محمد تو کہا آپنے کہ ہاں کھاؤ سو بے شک کھایا نبي صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کے ساتھہ ایک بار یا دو بار واسطے دل لگانے اُسکے کے اسلام پر مگر مداومت اسپر مکروہ ہی اسلیئے کہ ہم منع کیئے گئے ہیں اُنکي دوستي سے اور خلط ملط سے اور بہت کرنے اُنکي جمعیت سے — اور روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم کي بات ہی کہ کھاوے تو اپنے غیر دین والے کے ساتھہ — اور یہہ حدیث دلیل ہی اسپر کہ غیر دین والے کے ساتھہ نہ کھانا چاہیئے — روایت ہی کہ کھایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھہ غیر دین والے اپنے کے تو ضرور ہی کہ ان دونوں میں موافقت دي جاوے — اور وجہہ اس حدیث کي کہ ہمنے اول روایت کي ہی یہہ کہ کھانا ایک یا دو بار اور یہہ حدیث حمل کي گئي اس پر کہ کھانا اُنکے ساتھہ — اور ذکر کیا قاضي امام رکن الدین سغدي نے کہ مجوس اگر نہ زمزمہ کریں تو کچھہ مضائقہ نہیں

فلا یاکل معه لانه یظهر الکفر والشرک فلا یاکل معه حال مایظهر الکفر کذا فی آخر الفصل العاشر من سیر الذخیرۃ انتہی *

† نصاب الاحتساب وهل یاکل مع الکافر فان کان مرۃ او مرتین لتالیف قلبه علی الاسلام فلا باس فانه صلی الله علیه وسلم اکل مع کافر مرۃ فحملنا علی انه کان لتالیف قلبه علی الاسلام ولکن یکرہ المداومة علیه لماروي عن النبي صلی الله علیه وسلم انه قال من الجفاء ان تاکل مع غیر اهل دینک وحمل هذا الحدیث علی المداومة او علی ان لم یکن نیته تالیف قلبه علی الاسلام وحمل الحدیث الاول علی ان من کان نیته تالیف قلبه علی الاسلام توفیقا بین الحدیثین *

مگر اس زمانه کے اُن عالموں سے جنھوں نے ان روایتوں کو اهل کتاب کے ساتهه صرف ایک دو دفعه کهانا جائز هونے اور اس سے زیاده ناجائز هونے پر دلیل پیش کیا هی اُن سے صریح غلطي هوئي هی اسلیئے که ان روایتوں میں جو احکام هیں وه مجوس اور بت پرست مشرکوں کے ساتهه کهانے میں هیں نه اهل کتاب کے ساتهه اور جس شخص نے اُستاني جي سے بهي قران پڑھا هوگا وه بهي جانتا هوگا که قرآن مجید میں بهت سے ایسے احکام مشرکین کي نسبت هیں جو اهل کتاب سے علاقه نهیں رکهتے پس ان روایتوں کو اهل کتاب کے ساتهه کهانے پر استدلال کرنا صریح غلطي هی اور نه یهه روایتیں ایسي قوي هیں جو قران اور احادیث صحیح کے مقابل لائي جاویں مگر هم تولی اور دوستي کے ممنوع هونے کي زیاده تر تحقیقات کرتے هیں اور جو تولی که شرعاً منع هی اُسکو بالتصریح بیان کرتے هیں چنانچه اُن آیتوں کو نقل کرکر جنمیں تولی کي نهي آئي هی پهر اُسکي تصریح و تحقیق لکهینگے *

اُنکے ساتهه کهانے میں اور اگر زمزمه کریں تو نه کهاویں اُسکے ساتهه اُسوقت که وه ظاهر کرتے هیں کفر اور شرک پس نه کهایا جاوے اُنکے ساتهه اُسوقت که وه ظاهر کریں کفر اور شرک یهه هی دسویں فصل کا آخر سیر ذخیره کا —

† نصاب الاحتساب میں هی اور کیا کهاوے ساتهه کافر کے پس اگر هووے ایکبار یا دو بار واسطے دل لگانے اُسکے کے اسلام پر تو کچهه مضائقه نهیں هی اسلیئے که کهایا حضرت صلی الله علیه وسلم نے ساتهه کافر کے پس حمل کیا همنے که یهه کیا حضرت نے واسطے تالیف اُسکے کے اسلام پر مگر مکروه هی مداومت اسپر اسلیئے که روایت هی که فرمایا حضرت نے که ظلم هی کهانا غیر دین والے کے ساتهه اور حمل کیجاتي هی یهه حدیث منع کي اوپر مداومت کے یا اُسپر که نهووے نیت اُسکے تالیف قلب کي اسلام پر اور حمل کي گئي حدیث پهلي اسپر که هووے نیت تالیف قلب کي اسلام پر — واسطے موافقت کے دونوں حدیثوں میں —

آیت اول † یا ایہاالذین آمنوا لاتتخذوا الیھود والنصاری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین فتری الذین فی قلوبھم مرض یسارعون فیھم یقولون نخشی ان تصیبنا دائرۃ فعسی اللہ ان یاتی بالفتح او امر من عندہ فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسھم نادمین ویقول الذین آمنوا اھؤلاء الذین اقسموا باللہ جھد ایمانھم انھم لمعکم حبطت اعمالھم فاصبحوا خاسرین *

آیت دوم ‡ یاایہاالذین امنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین *

آیت سوم § لایتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المومنین *

آیت چہارم ‖ یاایہا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوے وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ *

آیت پنجم ¶ ولا تعقد بعدالذکری مع القوم الظالمین *

آیت ششم * لاتجد قوماً یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاداللہ و رسولہ ولوکانوا اباءھم اوابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم *

ان سب آیات کی نسبت اور جو کہ انکی مثل ھیں ھم یہہ بیان کرتے ھیں کہ ان آیات سے موالات عموماً ممنوع شرعی نہیں ھی بلکہ صرف وھی موالات جو من حیث الدین ھو حرام اور ممنوع شرعی بلکہ کفرھی اور موالات من حیث الدین یہہ ھی کہ ھم کسی شخص کو اس وجہہ سے کہ اُسکا مذھب اور دین جسکو اُسنے اختیار کیا ھی بہت اچھا ھی دوست رکھیں اور صرف اُسی قسم کی موالات منع ھی نہ اَور کسی قسم کی *

---

† اے ایمان والو نہ بناؤ تم یہود اور نصاری کو اپنا دوست کہ بعض اُنکے دوست ھیں بعض کے اور جو کوئی اُنسے دوستی کریگا اُن میں سے ھوگا بے شک اللہ تعالی نہیں راہ سوجھاتا ھی قوم گنہگار کو پس دیکھیگا تو اُن لوگوں کو کہ جنکے دل میں مرض ھی جلدی کرتے ھیں اُنکے اندر اور کہتے ھیں کہ ھم ڈرتے ھیں کہ پہونچے ھم پر کوئی سخت گردش سو قریب ھی کہ اللہ دیوے فتح یا لاوے ایک امر اپنے پاس سے پس ھوجاوینگے یہہ لوگ اوپر اُسکے کہ چھپایا انہوں نے اپنے دل میں پشیمان اور کہتے ھیں ایمان والے کہ قسم کھائی ان لوگوں نے اللہ کی بہت مضبوط قسم کہ وے بے شک تمہارے ساتھہ ھیں مٹ گئے کام اُنکے اور ھوگئے ٹوٹے والے —

‡ اے ایمان والو نہ بناؤ تم کافروں کو دوست سوا‌ے مومنین کے —

§ چاھیئے کہ نہ بناویں ایمان والے کافروں کو دوست سوا‌ے مومنین کے —

‖ اے ایمان والو نہ بناؤ تم میرے دشمن کو اور اپنے دشمن کو دوست کہ ملو تم اُنکی طرف ساتھہ دوستی کے —

¶ اور نہ بیٹھہ تو بعد یاد آنے کے ساتھہ قوم گنہگار کے —

* نہ پائیگا تو اُس قوم کو کہ ایمان رکھتے ھیں ساتھہ اللہ کے اور اُسکے رسول کے کہ دوستی کریں اُسکے ساتھہ جو جھگڑا کرے اللہ اور اُسکے رسول سے اگرچہ ھوویں وہ اُنکے باپ یا بیٹے یا بھائی یا اُنکے کنبے کے —

هم مسلمان اپنے مذهب کے علماء متقدمین اور صلحاء اور اولیاء الله سے محبت رکھتے هیں اور کوئي دنیاوي غرض اُن سے یا کوئي جبلي اور فطرتي محبت اُن سے نهیں رکھتے نه کسي قسم کے دنیاوي احسان کے سبب اُن سے محبت رکھتے هیں اور نه کسي قسم کي محبت باعتبار معاشرت کے اُن سے رکھتے هیں پس جو محبت که هماري اُنکے ساتهه هی وه صرف باعتبار دین کے هی † لانهم کانوا علماء دیننا و اتقیاء مذهبنا و اولیاء الامة المرحومة اللتي نحن فیها پس اگر اس قسم کي محبت کسي غیر کے ساتهه رکھي جاوے بیشک حرام اور بلکه کفر هی اور ماسوا اسکے جو اَوْر قسم کي محبتیں هیں وه لاباس به هیں اور ممنوع شرعي نهیں هیں بلکه اُنکے کرنے میں هم مامور هیں اور همپر فرض هی که جیسا دین محمدي میں رحمت و شفقت عام هی وهي شفقت و رحمت هم تمام لوگوں کے ساتهه خواه وه مشرک هوں خواه اهل کتاب برتیں اور اپنے تئیں اُس رحمت و شفقت محمدیه کا نمونه بنائیں که تمام لوگ همارے دین کي حقیت پر همارا نمونه دیکهکر یقین لائیں اور ضلالت اور گمراهي سے نکلکر صراط مستقیم پر آئیں نه یهه که هم اپنے مذهب کو اور مذهبوں میں ایسا بنائیں که پیشوں میں قصائي کا پیشه ‡ ومافعل اولیاء امتنا الا هذا فانهم نوروا بنور الاخلاق المحمدیة علی صاحبها الصلوة والسلام والتحیة وتولوا وتوادوا مع الذین کانوا ینکرون الله و یعبدون الاصنام فاثر اخلاق المحمدیة في کل صغیر و کبیر من البریة فانتشر نور الاسلام في الآفاق وهدیهم الی طریق الوفاق و ان کانوا فضا غلیظ القلب کحال مسلمي زماننا لانفضوا من حولهم *

مسلمانوں کو اُن عورتوں سے جو کافرات اهل کتاب هیں نکاح کرنا درست هی باوجود اسکے که وه اپنے مذهب پر رهیں اور هم اپنے مذهب پر § قال الله تعالی والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم واي مودة اقرب من الزوجیة لکنه لیست تلک المودة من حیث الدین *

---

† اسلیئے که وه تھے علماء همارے دین کے اور پرهیز گار همارے مذهب کے اور دوستدار اور اولیا اس اُمت مرحومه کے که جس میں هم هیں —

‡ اور نهیں کیا هی اولیاء هماري اُمت نے مگر یهي اسلیئے که منور هوے وه بنور اخلاق محمدیه کے علی صاحبها الصلوة والسلام والتحیه اور دوستي اورا موالات کي انهوں نے اُن کے ساتهه جو منکر تھے الله کے اور عبادت کرتے تھے بتوں کي پس اثر کیا اخلاق محمدیه نے هر چھوٹے اور بڑے میں سب خلقت میں اور پھیل گیا نور اسلام کا جهان میں اور هدایت کي اُن کو طرف راه موافقت کے اور اگر هوتے یهه لوگ بدخو سخت دل مثل همارے زمانه کے مسلمانوں کے تو بے شک بھاگتے وه لوگ انکے پاس سے —

§ فرمایا الله تعالی نے اور عورتیں پاک کتاب والوں کي اور کونسي دوستي زیاده قریب هی زوجیت سے مگر نهیں هی یهه دوستي باعتبار دین کے —

کفار والدین کے ساتھہ محبت کرنے کا ہمکو حکم ہی † لقوله تعالی واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقال عزاسمه وان جاهداک علی ان تشرک بي ما لیس لک به علم فلا تطعهما وصاحبهما في الدنیا معروفا لکنه لیست تلک من حیث الدین *

صله رحم کا ہمکو حکم ہی اور جبکه مسلمان اهل کتاب کے ساتھہ نکاح کرتے ہیں تو اُنکي تولد کے ذوي الارحام اهل کتاب ہوتے ہیں که اُنکو اُنکے ساتھہ تودد اور صله واجب ہی لکنه لیس من حیث الدین *

ہمسایه کے ساتھہ اگرچه کافر ہو محبت اور احسان کرنے پر ہم مامور ہیں لکنه لیس من حیث الدین *

خود خدا ے تعالی نے مسلمانوں میں اور اهل کتاب میں بالتخصیص نصاری کے ساتھہ تودد ہونا بتایا ‡ حیث قال عزوجل لتجدن اشد الناس عداوة للذین آمنوا الیهود والذین اشرکوا ولتجدن اقربهم مودة للذین امنوا الذین قالوا انا نصاری ذلک بان منهم قسیسین ورهبانا وانهم لایستکبرون *

پس ان آیات سے ثابت ہوا که مطلق تودد ممنوع شرعي نهیں ہی نه ان آیتوں کے احکام میں داخل ہی بلکه وهي تودد ممنوع ہی جو من حیث الدین ہووے *

مولانا شاه عبدالعزیز صاحب ایک رساله میں جو تحفه اثنا عشریه کے لکھنے کے بعد مسئله تفضیل میں لکھا ہی اُسکے مقدمه چهارم میں ارقام فرماتے ہیں که تعظیم شرعي آنست که مبني باشد بر محبت لله و في الله و ولایت و دوستي از دل و این معني درغیر اهل فضل هرگز در شرع وارد نشده انتهی *

پس محبت و مودت غیر مشروع وهي ہی جو که غیر اهل دین سے من حیث الدین ہو اور جو آیات که اوپر مذکور ہوئیں اُن سب میں اُسي قسم کي محبت کي نهي وارد ہی چنانچه هر ایک آیت کي تفسیر بالتفصیل اس مقام پر لکھي ہی *

۱ پہلي آیت منافقین کے حق میں اور خصوصا عبدالله ابن مالک ابن ابي سلول کے معامله میں وارد ہوئي ہی جو ظاهر میں ایمان لایا تها اور درحقیقت محبت من حیث الدین

---

† اور جھکاوے اُنکے لیئے بازو ذلت کا بسبب رحمت کے اور فرمایا الله تعالی نے اور اگر جھگڑا کریں تیرے ماباپ که شریک کرے تو میرے ساتھہ اُسکو که جسکا علم تجھه کو نهیں ہی تو اُنکي اطاعت نکر اور رہ اُنکے ساتھہ دنیا میں نیکي سے مگر یهه محبت باعتبار دین کے نهیں ہی -

‡ کہا الله تعالی نے اور پاوے گا تو سخت سب سے دشمني میں مسلمانوں کے یہود کو اور اُنکو جو مشرک ہیں اور پاویگا تو قریب تر دوستي میں مسلمانوں کے اُنکو جو کہتے ہیں که هم نصاری ہیں اور یهه اسلیئے که ہیں ان میں عالم اور پرہیزگار اور یهه لوگ غرور نهیں کرتے ہیں -

مدینہ کے یہودیوں کے ساتھہ رکھتا تھا جنکے فتوی اور حکم پر تمام مدینہ کے لوگ چلتے تھے چنانچہ تمام اس آیت سے صاف ظاہر ہی کہ وہ منافقین کے حق میں ہی جو مسلمانوں سے من حیث الدین کچھہ بھی محبت نہیں رکھتے تھے تفسیر معالم میں لکھا ہی † فتری الذین في قلوبهم مرض اي نفاق يعني عبدالله ابن أبي و اصحابه من المنافقين الذين يوالون اليهود ويسارعون فيهم اى في معونتهم و موا لاتهم على ما اسروا في انفسهم من موالات اليهود و من الاخبار اليهم اهؤلاء الذين اقسموا بالله حلفوا بالله جهد ايمانهم اى حلفوا باغلظ الايمان انهم لمعكم اى انهم لمؤمنون يريد ان المؤمنين حينئذ يتعجبون من كذبهم و حلفهم بالباطل پس بیشک جو اس طرح کی محبت غیر دین والوں سے رکھے وہ حرام اور ممنوع شرعي ہی *

اس آیت کی تفسیر ایک اور دوسری آیت سے ہوتي ہی وہ یہہ ہی ‡ قال الله تعالى بشرالمنافقين بان لهم عذابا اليما الذين يتخذون الكافرين اولياء من دون المؤمنين ايبتغون عند هم العزة فان العزة لله جميعا *

تفسیر نیشا پوری میں لکھا ہی § كان المنافقون يوادون اليهود اعتقادا منهم ان امر محمد لايتم وحينئذ ينتفعون بصد هم ويحصل لهم بهم قوة وغلبة *

اور تفسیر کشاف میں ہی || وكانوا يمايلون الكفرة ويوالونهم ويقول بعضهم لبعض لايتم امر محمد فتولوا اليهود *

---

† پس دیکھے گا تو اُن لوگوں کو جنکے دل میں مرض ہی یعني نفاق ہی یعني عبداللہ بن ابي اور اُسکے ہمراہي منافقین کہ دوستي رکھتے تھے یہود سے اور جلدي کرتے تھے اُنکے اندر یعني اُنکي مددگاري اور اُنکي دوستي میں — اوپر اُسکے کہ چھپایا اُنہوں نے اپنے دل میں موالات یہود کي اور خبر دینے کي اُنکو — کیا وہي لوگ ہیں جنہوں نے قسم کھائي ساتھہ اللہ کے بہت سخت مضبوط قسم کہ بے شک وہ اُنکے ساتھہ ہیں یعني بیشک وہ مسلمان ہیں مراد یہہ ہی کہ مسلمان تعجب کرتے تھے اُنکے جھوٹ بولنے سے اور اُنکے بیہودہ قسم کھانے سے —

‡ فرمایا اللہ تعالی نے خوشخبري دے تو منافقوں کو کہ اُنکو عذاب ہی سخت یہہ لوگ ہیں کہ بناتے ہیں کافروں کو دوست سوائے مومنین کے — کیا چاہتے ہیں اُنکے پاس عزت — بے شک عزت سب طرح کي اللہ کو ہی —

§ منافقین دوستي رکھتے تھے یہود سے بدیں اعتقاد کہ کام محمد کا پورا نہوگا اور اب فائدہ مند ہونگے یہود کے روزگار کے ساتھہ اور ملے گي اُنکو بسبب یہود کے قوت اور غلبہ —

|| اور وہ میلان رکھتے تھے کافروں کے ساتھہ اور دوستي کرتے تھے اُنکے ساتھہ اور کہتا تھا بعض بعض کو کہ نہیں پورا ہوگا کام محمد کا تو دوستي رکھو یہود کے ساتھہ —

اور تفسیر زاهد میں هی ومن یتولهم منکم فانه منهم هر که دوستي دارد با ایشان وے از ایشان است این وعید کسی راست که دوستي دارد با اهل کتاب بحکم عقیدت و دیانت *

پس منافقین کي دوستي کفار کے ساتهه یا تو من حیث الدین هی یا اس وجهه سے که محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم پر اعتقاد نهیں رکهتے تهے پس اسي قسم کي ولا اور دوستي شرعا ممنوع هی *

۳ آیت دوم اس آیت میں بهي جو لفظ اولیاء کا آیا هی اُس سے بهي محبت فی الدین مراد هی جیسا که اوپر مذکور هوا تفسیر کشاف میں اسي آیت کے نیچے لکها هی که اخلاق کافروں کے ساتهه کرنا چاهیئے اور خلوص مسلمانوں کے ساتهه جسکا صاف منشا یهه هی که حسن معاشرت کفار کے ساتهه منع نهیں الاخلوص یعني محبت من حیث الدین مسلمانوں کے ساتهه هوني چاهیئے *

† عن صعصعة بن صوحان انه قال لابن اخ له خالص المؤمن و خالق الکافر والفاجر فان الفاجر یرضی منک بالخلق الحسن و انه یحق علیک ان تخالص المؤمنین *

علاوه اسکے یهه آیت نصاری کے لیئے آئي تهي جو حلیف یعني دیني بهائي بني قریظه کے تهے جب اُنهوں نے پوچها که اب هم کس سے دوستي کریں تو حضرت نے فرمایا که مهاجرین سے اور اُسوقت یهه آیت نازل هوئي جس سے صاف ظاهر هی که جو محبت که من حیث الدین هو وهي ممنوع شرعي هووے *

‡ قال الامام الرازي في تفسیره الکبیر والسبب فیه ان الانصار بالمدینة کان لهم في بني قریظة رضاع وحلف و مودة فقالوا لرسول الله صلی الله علیه وسلم من نتولی فقال المهاجرون فنزلت هذه الایة *

اور دوسري روایت اس آیت کي شان نزول میں یهه لکهي هی که یهه آیت منافقوں سے موالات کرنے کے امتناع میں آئي هی یعني سچے مسلمان منافقوں کو بهي سچا مسلمان

---

† صعصعة بن صوحان سے روایت هی که اُنهوں نے اپنے بهتیجے کو کها که خلوص سے محبت کرو مومن کے ساتهه اور خلق کرو کافر کے ساتهه اور فاجر کے ساتهه سو یهه فاجر خوش هوگا ساتهه خلق نیک کے اور حق تیرے ذمه یهه هی که خالص دوستي کرو مسلمانوں سے —

‡ کها امام رازي نے اپني تفسیر کبیر میں اور سبب یهه هی که انصار مدینه کو قریظه کے ساتهه همشیرگي اور دیني بهائي هونا تها اور دوستي اُنکے ساتهه تهي تو اُنهوں نے عرض کیا حضرت رسول الله صلی الله علیه وسلم کي خدمت میں که اب هم اسکو دوست کریں آپ نے فرمایا که مهاجرین کو تو نازل هوئي یهه آیت —

سمجھتے تھے مسلمانوں کي سي محبت اُن کے ساتھہ رکھتے تھے اُس پر یہہ آیت نازل هوئي که منافقین سچے مسلمان نہیں هیں اُن کے ساتھہ سچے مسلمانوں کي سي محبت نکرو *

† قال الامام الرازي في تفسیرہ الکبیر قال القفال و هو ان هذا النهي للمؤمنین من موالات المنافقین یقول قد بینت لکم اخلاق هؤلاء المنافقین و مذاهبهم فلا تتخذوهم اولیاء *

اور تفسیر کشاف میں لکہا هی ‡ لا تتخذوا الکافرین اولیاء لا تتشبهوا بالمنافقین في اتخاذهم الیهود وغیرهم من اعداء الاسلام اولیاء — منافقین ظاهر میں مسلمانوں سے ملے هوئے تھے اور باطن میں دلي محبت من حیث الدین کافروں سے رکھتے تھے پس اس طرح کي محبت کافروں کے ساتھہ رکھنے میں ممانعت فرمائي *

§ و قد کان تلک الاحکام في ابتداء الاسلام ولا یمیز المسلم من المنافق ولا یمیز الخبیث من الطیب و یشبه المنافق بالمسلم الصادق و یتشابه اهل الحق والکذب فان المسلمین الذین کانوا حدیثي عهد بالاسلام یفعلون کما کان یفعله المنافقون من الاحکام و اما الان فظهر ما ظهر من الدین و لم یبق احد من المنافقین فالمسلمون مسلمون بحق و امتاز الکافرون والمسلمون بخلق و خلق و لم یبق التشابه والتشاکل لا في التعامل و لا في التناول فانتفی العلة فاین المعلول و ظهر الحق المعلول فلا باس بان یعاشر المسلمون بالکفار بحسن المعاشرة بل الان آن ان یظهر الاخلاق المحمدیة بکل من خالفنا في الدین والسجیة لیحق حق الدین القویم و یصدق خلق نبینا و انک لعلی خلق عظیم *

---

† کہا امام رازي نے اپني تفسیر کبیر میں که کہا قفال نے اور بات یہہ هی که یہہ منع کرنا هی مسلمانوں کو دوستي منافقین سے تو فرماتا هی الله تعالی که جب ظاهر کیا میں نے تمہارے لیئے اخلاق منافقین کے اور اُن کے مذهب تو اب نه بناؤ اُن کو اپنا دوست —

‡ نه بناؤ تم کافروں کو دوست نه مشابهت کرو منافقین کي دوستي کرنے میں یہود وغیرہ دشمنان اسلام کي —

§ یہہ احکام ابتداء اسلام میں تھے اور تمیز نه تھي جب مسلمان اور منافق میں اور برے اور نیک میں اور هم شکل تھا منافق مسلمان صادق کے اور متشابه تھے اهل حق اور اهل کذب کیونکه مسلمان ابھي نئے مسلمان هوئے تھے اسي طرح کرتے تھے که جس طرح منافقین کرتے تھے مگر اب ظاهر هوا جو کچھہ که ظاهر هوا دین اسلام اور نه رها کوئي منافق تو مسلمان اب سچے هیں اور ممیز هوگئے کافر اور مسلمان اپني اپني شکل اور عادات میں اور نه باقي رها همشکل اور مشابهه هونا نه بیچ برتاؤ کے اور نه لین دین میں پس جاتا رها اب وہ سبب تو اب کہاں هی وہ حکم اور غالب هوگیا حق آنت رسیدہ تو اب کچھہ مضائقه نہیں که معاشرة کریں مسلمان کفار کے ساتھہ بحسن معاشرة بلکه اب وہ وقت هی

۳ آیت سوم بھی منافقین کے حق میں وارد ہی امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہی † واعلم انه تعالی انزل آیات أخر کثیرة في هذاالمعنی فمنها قوله تعالی لا تتخذوا بطانة من دونکم و قوله لا تجد قوما یومنون بالله والیوم الاخر یوادون من حادالله و رسوله و قوله لا تتخذوا الیهود والنصاری اولیاء و قوله یاایها الذین آمنوا لا تتخذوا عدوي و عدوکم اولیاء و قال المؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض و اعلم ان کون المؤمن موالیأ للکافر یحتمل ثلثة اوجه احدها ان یکون راضیا بکفره و یتولاه لاجله الا ان کل من فعل ذلک کان مصوبا له في ذلک الدین و تصویب الکفر کفر والرضی بالکفر کفر فیستحیل ان یبقی مؤمنا مع کونه بهذه الصفة و ثانیها المعاشرة الجمیلة فی الدنیا بحسب الظاهر و ذلک غیر ممنوع منه والقسم الثالث و هوالمتوسط بین القسمین الاولین هو ان موالاة الکفار بمعنی الرکون الیهم والمعونة والمظاهرة والنصرة اما بسبب القرابة او بسبب المحبة مع اعتقاده ان دینه باطل و هذا لا یوجب الکفر الا انه منهي عنه لان الموالاة بهذاالمعنی قد یجر الی استحسان طریقته والرضی بدینه و ذلک یخرجه عن الاسلام فلا جرم هدده الله تعالی فیه فقال و من یفعل ذلک فلیس من الله في شيء انتهی ❊

کہ ظاہر کیا جاوے اخلاق محمدی ہر ایک کے ساتھہ جو مخالف ہی ہمارے دین اور عادت میں تا متحقق ہووے حقیقت دین راستی کی اور صادق آوے خلق ہمارے نبی کا کہ تو بیشک اوپر خلق بزرگ کے ہی —

† اور جان تو کہ اللہ تعالی نے اوتاری ہیں آیتیں اور بہت اس معنی میں ایک یہہ آیت ہی کہ نہ بناؤ تم دوست دلی سوائے اپنے اور ایک یہہ کہ نہ پاویگا تو اُس قوم کو کہ ایمان لائے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں اُس شخص کے ساتھہ کہ مخالفت کرے اللہ اور رسول سے اور ایک یہہ کہ نہ بناؤ تم یہود اور نصاری کو اپنا دوست اور ایک یہہ ہی کہ نہ بناؤ تم میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست اور ایک آیت یہہ ہی کہ مسلمان مرد اور عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جان تو کہ ہونا مسلمان کا دوست کافر کے ایسے تین وجہہ سے ہی — ایک یہہ کہ ہوگا راضی اُسکے کفر سے اور اُس سبب سے اُس سے دوستی کریگا تو بے شک اُس نے سب کام کو درست اور پسندیدہ رکھیگا اور درست اور پسند کرنا کفر کا کفر ہی اور خوش ہونا کفر کے ساتھہ کفر ہی تو محال ہی کہ باقی رہے مسلمان مع اس صفت کے — دوم یہہ کہ معاشرة نیک دنیا میں باعتبارظاہر کے اور یہہ منع نہیں ہی — سوم یہہ کہ یہہ قسم متوسط ہی ان دونوں قسموں میں وہ یہہ ہی کہ دوستی کرنا کافروں کے ساتھہ بمعنی میلان اور اعتماد کے اُن کی طرف ساتھہ مددگاری اور پشت پناہ اور یاری کے یا بسبب قرابت کے یا بسبب محبت کے مع اعتقاد اس کے کہ دین اُس کا باطل ہی تو یہہ موجب کفر نہیں ہی مگر بیشک منع ہی اُکیونکہ دوستی بدیں معنی بیشک پہونچاتی ہی طرف پسند کرنے طریقہ اُس کے کے اور خوشنودی کے اُس کے دین کے اور یہہ نکالتا ہی اسلام سے تب لاچار دھمکایا اللہ تعالی نے اس مقدمہ میں اور فرمایا کہ جو کوئی کریگا یہہ کام تو نہیں ہی اللہ سے کسی چیز میں تمام ہوا کلام اُس کا —

اگرچہ اس تفصیل کے بعد جو امام فخرالدین رازي نے لکھي همکو باقي آیات سے بحث کرنے کي کچھہ ضرورت نہیں رھي تھي مگر احسانا علی المتعصبین هم اُن آیات کي تفسیر لکھتے هیں *

۳ چوتھي آیت حاطب ابن ابی بلتعہ کے معاملہ میں وارد هوئي یہہ بڑے صحابي هیں اور جنگ بدر میں بھي موجود تھے اور اعرابي هیں مگر ایام جاهلیت میں قریش کے ساتھہ حلیف یعني دیني بھائي تھے اس سبب سے اُنہوں نے اهل مکہ کو کچھہ حال انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھہ بھیجا تھا کہ اُن کا مال و اسباب و بال بچہ سب مکہ میں تھے وہ خط پکڑا گیا اُن سے حضرت نے جب پوچھا تو اُنہوں نے عرض کیا † یا رسول اللہ لا تعجل علی اني کنت امرء ملصقا في قریش کنت حلیفا ولم اکن من انفسہم و کان معک من المهاجرین من لهم قرابات یحمون اهلهم و اموالهم فاحببت اذا فاتني ذلک من النسب فیهم ان اتخذ عندهم یدا یحمون قرابتي فلم افعلہ ارتدادا عن دین ولا رضا بالکفر بعد الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انہ قد صدقکم فقال عمر یا رسول اللہ دعني اضرب عنق هذاالمنافق فقال انہ قد شهد بدرا و ما یدریک لعل اللہ طلع علی من شهد بدرا فقال اعملوا ماشئتم قد غفرت لکم فانزل اللہ تعالی هذہ السورة یا ایهاالذین آمنوا لا تتخذوا عدوي و عدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة انتهی ما في العالم اور سب تفاسیر میں بھي یہي هی *

اب غور کرنا چاهیئے کہ اگرچہ یہہ مودت جو باضرار دین اور باضرار مسلمین تھي منع هوئي مگر جو کہ یہہ مودت من حیث الدین نہ تھي تو من یتولهم منکم فانہ منهم میں داخل نہیں هوئي اور نہ اس قسم کا فعل من شهد بدرا سے وقوع میں آسکتا تھا —

---

† یا رسول اللہ نہ جلدي کیجیئے مجھپر میں هوں ایک مرد خوش باش قریش میں اور تھا اُن کا دیني بھائي اور نہ تھا میں اُن کي قوم میں سے اور جتنے لوگ آپ کے ساتھہ مہاجر هیں ان سب کو قرابت هی نہ حمایت کرتے هیں وہ اهل اور اُن کے مال کي تو پسند کیا میں نے کہ جب فوت هی مجھہ میں نسب اُن سے تو کروں میں اُن کے ساتھہ ایک احسان کہ حمایت کرینگے میرے کنبہ کي سو نہیں کیا میں نے دین سے مرتد هونے کے لیئے اور کفر کے ساتھہ خوشي کے لیئے پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک اس نے سچ بولدیا تم سے پھر کہا حضرت عمر نے مجھکو اجازت هو کہ ماروں میں گردن اس منافق کي تو فرمایا حضرت نے کہ یہہ بے شک بدر میں موجود تھا اور کیا معلوم هی تجھکو شاید مطلع هوا اللہ تعالی اُن پر جو بدر میں تھے سو کہا اللہ تعالی نے تم جو چاهو کرو میں نے بخشدیا تمکو پس نازل هوئي یہہ سورت اے مسلمانوں نہ بناؤ تم میرے اور اپنے دشمن کو دوست کہ ملو تم اُن کي طرف ساتھہ دوستي کے تمام هوا جو معالم میں هی —

اس بیان کا زیادہ تر ثبوت اس کے بعد کي آیت سے هوتا هی تفسیر نیشا پوري میں لکھا هی † لما نزلت هذه الایة اي الایة المذکورة في حق حاطب ابن بلتعة فشدد المومنون في عداوة اقاربهم و عشائرهم فنزل آیة لا ینهکم الله عن الذین لم یقاتلو کم في الدین و لم یخرجو کم من دیارکم ان تبروهم و تقسطوا الیهم ان الله یحب المقسطین انما ینهکم الله عن الذین قاتلوکم في الدین و اخرجو کم من دیارکم و ظاهروا علی اخراجکم ان تولوهم و من یتولهم فاولٰئک هم الظالمون پس اس آیت سے بخوبي ثابت هی که تولی ممنوع وهي هی جو من حیث الدین هو اور اس میں کچھه شک نهیں که یهه آیت بعد جنگ بدر کے نازل هوئي هی اور جنگ بدر ضرور بعد آیت قتال و سیف کے هوئي تهي تو نازل هونا اس آیت کا بهي بعد آیت سیف ثابت و متحقق هوتا هی *

۵ آیت پنجم یهه ساري آیت اس طرح پر هی ‡ و اذا رایت الذین یخوضون في آیاتنا فاعرض عنهم حتی یخوضوا في حدیث غیره و اما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین *

اس آیت کو اس معاملہ سے جس میں هم گفتگو کر رهے هیں کچھه تعلق نهیں هی کفار قریش همارے دین کي اور خبروں کي که رسول خدا صلی الله علیه و آله وسلم فرماتے تهے اُس کي تکذیب کرتے تهے اور اپني مجلسوں میں اُس پر استهزا کیا کرتے تهے اس آیت میں صرف اتنا حکم آیا که جب مشرکین اپني مجلسوں میں دین کے ساتهه استهزا کریں اور رسول خدا صلی الله علیه وسلم کے اوپر طعن کریں تو ایسي مجلسوں میں شریک هونے سے احتراز کرو *

---

† جب نازل هوئي یهه آیت مذکورہ بیچ حق حضرت حاطب ابن ابي بلتعه کے سختي کي مسلمانوں نے بیچ عداوت اپنے رشته داروں اور کنبوں کے تو یهه آیت نازل هوئي نهیں منع کرتا هی الله تمکو اُن لوگوں سے که نه قتال کیا اُنهوں نے تم سے دین میں اور نهیں نکالا تمکو تمهارے وطن سے یهه که احسان کرو تم اور انصاف کرو تم اُن کے ساتهه که بیشک الله دوست رکھتا هی انصاف کرنے والوں کو مگر منع کرتا هی تمکو صرف اُن لوگوں سے که قتال کیا تم سے اُنهوں نے دین میں اور نکالا تمکو تمهارے وطن سے اور مدد دي تمهارے نکالنے پر یهه که دوستي کرو تم اُن سے اور جو دوستي کریگا اُن سے بےشک وہ گنهگار هوگا —

‡ اور جب دیکھے تو اُن لوگوں کو که خوض کرتے هیں هماري آیات میں تو اعراض کر اُن سے یہاں تک که خوض کرنے لگیں اسکے سوا اور باتوں میں اور اگر بهلاوے تجهکو شیطان تو نه بیٹهه بعد یاد آنے کے ساتهه قوم ظالموں کے —

† قال الامام فخرالدین الرازي في تفسیره الکبیر ان أولئک المکذبین ان ضموا الی کفرهم و تکذیبهم الاستهزاء بالدین والطعن في الرسول فانه یجب الاحتراز عن مقارنتهم و ترک مجالستهم *

اور اُس میں ہی ‡ نقل الواحدي ان المشرکین کانوا جالسوا المومنین وقعوا في رسول الله صلی الله علیه وسلم والقرآن فشتموا واستهزوا فامرهم ان لا یقعدوا معهم حتی یخوضوا في حدیث غیره *

§ و في الکشاف یخوضون في آیاتنا في الاستهزاء بها والطعن فیها فکانت قریش في الذین هم یفعلون ذلک فاعرض عنهم ولا تجالسهم و قم عنهم حتی یخوضوا في حدیث غیره فلا باس ان تجالسهم حینئذ *

پس یہہ آیت ایسي مجلسوں کي نسبت ہی جنمیں دین کے اوپر استہزا ہو یا جناب رسول خدا صلی الله علیه وسلم کي نسبت نعوذ بالله منہا کچھہ برا بہلا کہا جاوے یہاں تک کہ صاحب کشاف نے صاف لکھدیا ہی کہ اگر اور قسم کي باتیں ہوں تو اُس وقت اُس مجلس میں بیٹھنا کچھہ مضائقہ نہیں ہی پس انگریزوں کے ساتھہ جو مجلسیں کھانے کي ہوتي ہیں اُن میں صرف دل لگي اور دنیا کي باتیں ہوتي ہیں کبھي ذکر کسي مذہب کا نہیں ہوتا اور نہ کوئي کسي پر ہنستا ہی اور نہ کوئي کسي کو برا کہتا ہی پس اس آیت کو ایسے محل پر دلیل پکڑنا بجز ایک بیہودہ بات کے اور کیا ہی *

¶ آیت ششم بھي حاطب ابن بلتعہ صحابي بدري کے معاملہ میں ہی جس کا ذکر ہم ابھي کرچکے ہیں مگر جو کچھہ کہ ہمنے بیان کیا اُس کا استدلال نہایت اقوی وجوہ سے اس

---

† کہا فخرالدین رازي نے اپني تفسیر کبیر میں کہ بے شک یہہ جھٹلانے والے اگر ملادیویں اپنے کفر اور تکذیب کے ساتھہ استہزا دین کے اوپر اور طعنہ زني رسول پر تو بےشک واجب ہی بچنا ان کي صحبت سے اور چھوڑنا اُن کي ہم نشیني کا —

‡ نقل کیا واحدي نے کہ مشرکین جو ہمنشیني کرتے تھے مسلمانوں کي پڑتے رسول صلی الله علیه وسلم اور قران کي بحث میں پس برا کہتے تھے اور استہزا کرتے تھے تو حکم کیا اُن کو الله تعالی نے کہ نہ بیٹھیں ساتھہ مشرکین کے یہاں تک کہ خوض کریں اور کسي بات میں سواے اس کے —

§ اور کشاف میں ہی خوض کرتے تھے وہ ہماري آیات میں بیچ استہزا اور طعنہ زني کے پس تھے قریش کہ اپني مجلسوں میں یہہ کرتے تھے تو اعراض کر اُن سے اور نہ بیٹھہ اُن میں اور کھڑا ہوجا اُن میں سے یہاں تک کہ خوض کریں کسي اور بات میں سواے اس کے پھر کچھہ مضائقہ نہیں کہ بیٹھے تو اُن میں اُس وقت —

آیت سے هوتا هی یعني خدا تعالی نے اس آیت میں باپ اور بیٹے اور بهائي اور کنبه کے تودد سے بهي منع فرمایا هی حالانکه اور آیات قرآني سے صله رحم هم پر واجب هی *

† قال الله تعالی یا ایها الناس اتقوا ربکم الذي خلقکم من نفس واحدة و خلق منها زوجها و بث منهما رجالا کثیرا و نساء واتقوا الله الذي تساءلون به والارحام ان الله کان علیکم رقیبا *

اور ما باپ کي تعظیم اور اُن کے ساتهه محبت اور اُن کي خدمت همپر واجب کي هی اگرچه وه کافر هوں *

‡ کما قال الله تعالی واخفض لهما جناح الذل من الرحمة و قال و ان جاهداک علی ان نشرک بي ما لیس لک به علم فلا تطعهما و صاحبهما في الدنیا معروفا *

پس اس سے ثابت هوتا هی که وه تودد جو آیت ششم میں منع فرمایا هی وه وهي تودد هی جو من حیث الدین هو *

اب هم یهه بات فرض کرتے هیں که مواکلت کسي قسم کي تودد کا باعث هوتي هی اور یهه بهي فرض کرتے هیں که عموما تودد باي وجه کان بموجب آیات سابقه کے ممنوع هی تو هم اُس کا جواب یهه دیتے هیں که آیت § و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لهم میں جو دونوں طرف کا کهانا ایک دوسرے کو آپس میں حلال کیاگیا هی اور صاف فرمایا هی که اهل کتاب کا کهانا همکو اور همارا کهانا اُن کو حلال هی تو اشارة النص صریحا اوپر جواز مواکلت کے دلالت کرتا هی پس بالفرض اگر مواکلت سے کسي قسم کا تودد هوتا هی تو یهه آیت اُن تمام آیات کے لیئے مخصص هوگي اور مواکلت جائز رهیگي *

اب باقي رهیں چند روایات جن سے تعرض مناسب هی تفسیر نیشاپوري میں ابوموسی سے روایت هی || قال قلت لعمر بن الخطاب ان لي کاتبا نصرانیا فقال مالک قاتلک الله

---

† کہا الله تعالی نے اے لوگو ڈرو تم اپنے رب سے که جس نے پیدا کیا تمکو نفس واحد سے اور پیدا کیا اُس میں سے جوڑ اُس کا اور پهیلایا اُن سے بہت مرد اور عورتیں اور ڈرو الله سے که مانگتے هو تم اُس کے ساتهه اور ارحام سے بے شک الله هی تمپر نگهبان —

‡ جیسا فرمایا الله تعالی نے اور جهکا دے ان کے لیئے بازو ذلت کا رحمت کے سبب اور کہا الله تعالی نے اور اگر جهگڑا کریں یهه دونوں اس پر که شریک کرے تو میرے ساتهه وه که اُس کا تجهکو علم هی پس نه اطاعت کر اُن کي اور ره اُن کے ساتهه دنیا میں نیکي سے —

§ اور کهانا اُن کا جو دیئے گئے هیں کتاب حلال هی تمهارے لیئے اور کهانا تمهارا حلال هی اُن کے لیئے —

|| کہا اُنهوں نے که کہا میں نے عمر ابن الخطاب سے که میرے لیئے ایک منشي هی نصراني تو اُنهوں نے کہا کیا هوا تجهکو هلاک کرے تجهکو الله تعالی —

الااتخذت حنيفا الا سمعت هذه الاية يعني لا تتخذوا اليهود والنصارى اولياء قلت له دينه ولي كتابته فقال لا اكرمهم اذا اهانهم الله ولا اعزهم اذا اذلهم الله ولا ادنهم اذا ابعدهم الله
اس حدیث کا کہیں حدیث کی کتابوں میں ٹھکانا نہیں اس قسم کی حدیثیں لا یعباء به میں داخل ہیں *

اور جو حدیث فتاوی مطالب المومنین میں ہی † و روي انه عليه السلام قال من الجفاء ان تاكل مع غير اهل دينك اس حدیث کی بھی نہ کچھہ سند ہی اور نہ کوئی اس کا راوی ہی پس ایسی حدیثوں پر وہی لوگ عمل کرتے ہیں جو بمقابلہ نصوص قرآنی ایسی روایات مجہولہ کو اپنی خواہش نفس کے مطابق جہلا میں اپنی شیخی اور فخر جتلانے کو نکالتے ہیں اور جنکی تائید کے لیئے کوئی حدیث صحیح اور نص قرآنی موجود نہیں ہی بلکہ اُس کے مخالف موجود ہی *

اب ایک حدیث باقی رہی جسکو جہلا عدم جواز مواکلت کے استدلال میں پیش کرتے ہیں *

‡ في الترمذي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما وقعت بنو اسرائيل في المعاصي فنهتهم علماء هم فلم ينتهوا فجالسو هم في مجالسهم واكلو هم وشاربو هم فضرب الله قلوب بعض على بعض ولعنهم على لسان داود و عيسى ابن مريم بما عصوا و كانوا يعتدون *

اس حدیث پر وہ لوگ اس طریق پر استدلال کرتے ہیں کہ ہرگاہ اہل معاصی کے ساتھہ کھانا اور بیٹھنا منع ہی تو اہل کفر کے ساتھہ بدرجہ اولی منع ہی *

مگر یہہ طریقہ استدلال کا ایسا عمدہ ہی کہ ائمہ مجتہدین رضی الله عنہم اجمعین میں سے بھی یہہ طریقہ استدلال کسیکو نہیں سوجھا § وهل هو الا اجتهاد علماء زماننا سلمهم الله تعالى *

کیوں نہیں بنایا تونے منشی دیندار کو کہا نہیں سنا تونے — آیت کہ نہ لو تم یہود اور نصاری کو دوست کہا میں نے اُس کے لیئے ہی اُس کا دین اور میرے لیئے اُس کی کتابت تو آپ نے کہا کہ نہ اکرام کو اُن کا جب ذلیل کیا اُن کو الله نے اور نہ عزت دے اُن کو جب رسوا کیا الله نے اُن کو اور نہ پاس بٹھلا اُن کو جب دور کیا الله نے اُن کو —

† اور روایت ہی کہ حضرت صلی الله علیه وسلم نے فرمایا کہ ظلم کی بات ہی کھانا تیرا ساتھہ غیر اہل دین والے اپنے کے —

‡ ترمذی میں ہی فرمایا رسول الله صلی الله علیه وسلم نے جب واقع ہرگئے بنی اسرائیل بیچ گناہوں کے پس منع کیا اُنکو علماء نے اُنکے پس نہ باز آئے وہ پس ہمنشینی کی اُنکے علما نے اور کھایا اور پیا اُنکے ساتھہ پس مارا الله نے اُنکے دلوں پر ایک دوسرے کے اور لعنت کیا اُنکو اوپر زبان داود اور عیسی ابن مریم کے بسبب اُنکے گناہوں کے اور جو وہ زیادتی کرتے تھے —

§ اور نہیں ہی یہہ مگر اجتہاد ہمارے علماء زمانہ کا سلمہم الله تعالی —

اس حدیث سے اور اباحت طعام اهل کتاب اور أنکے ساتهه مواکلت سے کیا علاقه هی جس آیت کا اقتباس اس حدیث میں کیا گیا هی خود وه آیت هي آیات احکام سے نہیں هی علاوه اسکے یہودیوں کو فساق یہود کي اور مسلمانوں کو فساق مسلمین کي مجالست اور مواکلت شی آخر هی اور کفار اور اهل کتاب کے ساتهه معاشرت امر آخر هی کیونکه وه لوگ کسي حکم شرعي کے بجز ایمان کے مکلف نہیں هیں *

اب رهي یهه بات که مولانا شاه عبدالعزیز صاحب نے جو اپنے فتوی میں یهه بات لکهي هی که انگریزوں کے ساتهه کهانا کهانے میں تلطخ بالنجاسات هو یا زمزمةالمجوس هو تو مواکلت حرام هی اس بیان میں بهي ایک تهوڑا سا تسامح هی یعني اگر تلطخ بالنجاست هی تو بلاشک ماکول حرام هی اور اگر زمزمةالمجوس هی تو ماکول حرام نہیں الا اُس مجلس میں شرکت حرام هوگي جیسا که دعوت ولیمه که اُسکے اندر منکرات هوں تو ماکول میں کچهه حرمت نہیں آتي الا اُس مجلس میں شرکت ممنوع هی *

† فی الوقایة و مقتدی دعی الی ولیمة فوجد ثم لعبا وغناء لایقدر علی منعه یخرج البتة وغیره ان قعد واکل جاز ولا یحضر ان علم من قبل وقال ابو حنیفة رح ابتلیت بهذا مرة فتصبرت وذا قبل ان یقتدی به ودل قوله علی حرمة کل الملاهي لان الابتلاء بالمحرم یکون *

اور یهه بات جو مولانا صاحب نے لکهي هی که اگر وهاں خمر اور اواني فضه هوں اور اگرچه وه برتن جس میں مسلمان کهاتا هی نجاست سے صاف هوں تو بهی حرام هی اسکي وجهه هماري سمجهه میں نہیں آتي کیونکه اگر وه ماکول کسي قسم کي آمیزش سے نجس نہیں هوا تو وه کیوں حرام هی باقي رهي یهه بات که شرکت ایسے مائدة پر جسپر خمر اور خنزیر هو حرام هی تو بفرض اسبات کے فعل شرکت حرام هوگا نه ماکول اور نه فعل مواکلت *

علاوه اسکے اور بات بهي سمجهه میں نہیں آتي هی که اهل کتاب جنکے مذهب میں خمر و خنزیر حلال هی اور وهي اُسکے مرتکب هوں نه مسلمان اور نه مسلمانوں کے برتن اور ماکول اُس سے آلوده هوں تو اُس مجلس کي شرکت بهي کیوں حرام هوني —

---

† وقایه میں هی — اور ایک مقتدي بلایا گیا ولیمه میں اور پایا وهاں کهیل اور راگ که نهیں قدرت رکهتا هی اُسکے منع کي تو نکل جاوے وهاں سے البته اور غیر مقتدي اگر بیٹهه جاوے اور کهالیوے تو جائز هی اور چاهیئے نه نه حاضر هووے اگر جان لیا یهه پہلے اور کہا هی ابو حنیفه رحمةالله علیه نے که مبتلا هوا میں ساتهه اسکے ایک بار پس بدشوار صبر کیا میں نے اور یهه پہلے اُنکے مقتدي هونے سے تها اور امام صاحب کا کہنا دلیل هي اسپر که حرام هی سب کهیل کیونکه مبتلا هونا حرام میں هوتا هی —

† خلافا للمائدة اللتي يدور عليها الخمر و يشربها المسلمون فلاشک ان الشرکة في هذاالمجلس حرام لانها قد وقع فيه محرمات شرعية *

الشبهة التاسعة بعضی لوگ ان باتوں کو قبول کرتے هیں اور کہتے هیں که اگرچه يهه امر مباح شرعي هی ليکن اگر اسکی اباحت کا فتوی دیدیا جاوے تو مصلحت عامه کے برخلاف هی کیونکه عوام‌الناس انگریزوں کا کھانا بلا تمیز اس بات کے که محرمات شرعیه سے خالي هی یا نہیں کھانے لگیں گے پس بنظر عموم بلوا عدم جواز کا فتوی دینا مصلحت هی *

لیکن اگر یهه بات صحیح قرار پاوے تو تمام احکام شرعي حلال و حرام کے هر ایک کی مصلحت پر موقوف هوجاوینگے عموم بلوا کا خیال بهي ایک عجیب قیاس هی آجتک مسئله فقه یوں سنا کرتے تھے که الضرورة تبیح‌المحظورات مگر اب اُسکي جگهه کہا جاتا هی تحرم‌المباحات فسبحانه و تعالی شانه مشروع کو غیر مشروع بنانا ایسا هی جیسے که غیر مشروع کو مشروع اور درحقیقت ایسا کرنا خیانت فی الدین هی ‡ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه ومن اشار علی اخیه بغیر علم ان‌الرشد فی غیرہ فقد خانه رواه ابوداؤد *

فی‌القاموس الرشد الاستقامة علی طریق الحق مع تصلب پهه همارے بهائي جب که یهه بات بخوبي جانتے هیں کما یعرفون ابنائهم که شرع میں طعام اهل کتاب خواه موانلت منهم بشرط الطهارة جائز و مباح هی تو عام لوگوں کو بهي صحیح اور سیدها مسئله کیوں نہیں بتاتے که انگریزوں کے یہاں کھانا اور اُنکو کهلانا اور ایک ساتهه بیٹھکر کهانا درست هی لیکن حرام چیزوں سے بچنا چاهیئے تاکه عندالله ماجور اور عندالناس مشکور هوں هاں مگر اس کہنے میں مولویت کي شیخي اور جهلا کي آنکهه میں اتقی‌الناس بني کے تفاخر میں اور پیري مریدي نذر و نیاز لینے کي دوکانداري میں بٹا لگتا هی *

---

† برخلاف اُس دسترخوان کے که شراب کا دور چلے اور پیویں اُسکو مسلمان تو بیشک شرکت اس مجلس میں حرام هی کہ اُس میں واقع هوئي محرمات شرعیه —

‡ ابوهریره سے روایت هی که کہا رسول الله صلی‌الله علیه وسلم نے جو فتوی دیوے بغیر علم کے تو هوگا گناه اُسکا اُسپر که جسنے فتوی دیا اور جس نے مشورة دیا اپنے بهائي پر که بهلائي اسکي غیر میں هی بغیر علم کے تو بیشک چوري کی اُسکي — روایت کیا اسکو ابو داؤد نے — قاموس میں هی که رشد قائم رهنا اوپر طریق حق کے ساتهه مضبوطي کے اُسپر —

خاتمة

الآن نختم هذه الرسالة على بيان امر يليق بيانه في هذا المقام فاعلم ان بعض علمائنا رحمةالله عليه قد منع من تعظيم الكافر من سبقة السلام وغيرها كما هو عادة اهل ديارنا واستدلوا على منعه بما هو مذكور في التهذيب ان كل فعل فيه توقير الذمي فهو حرام كالقيام والسلام والمصافحة والمعانقة لان الجزية عليهم للاهانة وبالسلام توقير هم وفيه نظر بوجوه *

† الاول انه لايوافقها الادلةالشرعية لان اللهتعالى قال ومن احسن قولاً ممن دعا الى الله وعمل صالحا وقال انني من المسلمين ولا تستوي الحسنة ولاالسيئة ادفع بالتي هي احسن فاذاالذي بينك وبينه عداوة كانه ولي حميم ومايلقها الا الذين صبروا ومايلقها الا ذوحظ عظيم وقال الله تعالى و عبادالرحمن الذين يمشون على الارض هونا واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما *

‡ الثاني ان الرواية المذكورة في التهذيب ليس يلائم حالنا ومن سكن ديارنا لان المشركين اوالنصارى في ديارنا ليسوا باهل ذمتنا بل نحن معاشر المسلمين في رعيتهم و في جوارهم ونسكن في امانهم و نعمر في ديارهم وهم احسنوا الينا بوجوه كثيرة لانهم يحكمون علينا بالعدل على مايمكنهم ولايراعون قوم دون قوم في حكومتهم ومن قواعد هم التسوية بين حقوق العباد

اب ختم کرتے هیں هم يهه رساله اوپر بيان اُس امر کے که لائق هی بيان اُسکا اس جگهه ــــ پس جاننا چاهيئے که همارے بعض عالم رحمةالله عليه نے منع کيا هی کافر کي تعظيم کرنے سے سبقت سلام سے اور اور باتوں سے جيسا که وه عادت هی همارے ديار کي اور دليل پکڑي هی اسکے منع پر ساتهه اُس کے که وه مذکور هی تهذيب ميں که بے شک جو فعل که اُس ميں توقير هو ذمی کي وه حرام هی جيسا کهڑا هونا اور سلام کرنا اور مصافحه کرنا اور معانقه کرنا کيونکه جزيه اُنپر اهانت کے ليئے هی اور سلام ميں اُنکي توقير هی اور اس ميں چند وجهه سے شبهه هی ــــ

† اول يهه که نهيں موافق هيں اسکے دلائل شرعيه که الله تعالى نے فرمايا اور کون هی که بهتر هو بات کرنے ميں اُس شخص سے که بلاے طرف الله کے اور عمل کرے نيک اور کهے که بے شک ميں مسلمان هوں اور نهيں برابر هی نيکي اور بدي ــــ دفع کرو ايسي بات کے ساتهه که بهت نيک هو پس اسوقت وه شخص که تجهه ميں اور اُس ميں عداوت هی گويا وه دوست هی گرم اور نهيں پهونچتے هيں اسبات کو مگر وه جو که صبر کرتے هيں اور نهيں پهونچتے هيں اسبات کو مگر وه که بڑے نصيب والے هيں اور کها الله تعالى نے اور بندهٔ رحمن کے وه هيں جو چلتے هيں زمين پر نرمي سے اور جب کلام کريں اُن سے جاهل تو کهتے هيں سلام ــ

‡ دوسرے يهه که روايت جو تهذيب ميں ذکر هوئي نهيں مناسب هی همارے حال کے اور اُنکے جو همارے ملک ميں رهتے هيں اسليئے که مشرکين يا نصارى نهيں هيں همارے اهل ذمه بلکه هم گروه مسلمانان اُنکي رعيت ميں هيں اور اُنکي همسائيگي ميں هيں اور بستے هيں هم اُنکے امان ميں اور آباد هيں هم اُنکے ملک ميں اور اُنهوں نے احسان کيا هی همپر بهت طرح سے که حکم کرتے هيں همپر ساتهه انصاف کے جهانتک که ممکن هووے اور نهيں رعايت کرتے هيں ايک قوم کي اپني حکم راني ميں اور اُنکے قواعد سے هی برابري درميان حقوق عباد کے ــــ

يهوديا كان او نصرانيا مشركا كان او مسلما ثم لايمنعون اداء الفرائض كالصلوة والصيام والزكوة والحج ولايزاحمون اقامة الجمع والاعياد الاالبغي و الفساد و اي شيء اقبح من هذين وهم يحكمون علينا في القضايا التي يتعلق بالمذهب خاصة كالنكاح والطلاق والمواريث وغيره على ماهو ماثور في شريعتنا فكيف لانوثرهم على انفسنا ونختار هم فانهم يحفظون انفسنا و يرعون اموالنا ويكلؤن دمائنا على مابينا مما احسنوا وقدافترض علينا اطاعة امرالسلطان وامتثال حكمه مما يتعلق من امورالدنيا قال في التاتار خانية الاسلام ليس بشرط في السلطان الذي يقلد وفي الدرالمختار ان غلبوا على اموالنا ولو عبدا مؤمنا واحرزوها بدارهم ملكوها و يفترض علينا اتباعهم فماروي في التهذيب عن منع السلام والمصافحة والمعانقة فهو متعلق باهل الذمة كما هو مصرح فيه لا بالحكام والسلطان فعلينا ان نتفكر في حالة يكون اهل الاسلام محكومين وغيرهم عليهم حاكما فما كان طريق معاشرة المسلمين بالحكام فعلينا ان نعمل بذلك الطريق وتلك الحالة وجدت في ثلثة اقران الاول كان بنو اسرائيل عبيدا لفرعون وهو عليهم سلطان قاهر والثاني كان المسلمون بمكة قبل الهجرة والثالث هاجر المسلمون بارض الحبشة فكان هؤلاء

یہودي هو يا نصراني مشرک هو يا مسلمان پهر نہيں منع کرتے هيں اداے فرايض نماز و روزة و زکوة و حج کو اور نهيں روکتے هيں قايم کرنے جمعه اور عيدوں کو مگر بغاوت اور فساد کو اور ان سے بري کون سي اور چيز هی اور حکم کرتے هيں همپر همارے اُن جهگڑوں ميں جو متعلق هيں خاص مذهب کے ساتهه مثل نکاح اور طلاق اور ميراث کے اور سواے اسکے موافق اُسکے کہ هماري شريعت ميں منقول هی پهر کيوں نه اختيار کريں هم اُنکو اپني جان کي برابر که وه حفاظت کرتے هيں هماري جانوں کي اور رعايت کرتے هيں همارے مال کي اور حفاظت کرتے هيں همارے خون کي علاوة اُسکے جو هم بيان کيئے هيں اُنکے احسان اور فرض هی همپر اطاعت حکم سلطان کي اور فرمان برداري حکم اُنکے کي اُن امور ميں جو متعلق هيں دنيا کے ساتهه کہا تاتار خانيه ميں اسلام شرط نهيں هی اُس بادشاه ميں جس سے نوکري حکومت کي ليجاوے اور درمختار ميں هی اگر غالب آويں کفار همپر اور همارے مال پر اگرچه وه غلام مسلمان هو اور ليجاويں وه سب اپنے ملک ميں تو وه اُسکے مالک هوجاوينگے اور فرض هی همپر اُنکي اطاعت — پس جو روايت که تهذيب ميں هی منع سلام اور مصافحه اور معانقه کي تو وه متعلق هی اهل ذمه سے که اُس ميں اسکي تصريح هی نه ساتهه حکام اور بادشاه کے — لازم هی همکو که فکر کريں اُس حالت ميں که اهل اسلام محکوم تهے اور غير اهل اسلام اُنپر حاکم پس جو طريق تها اُسوقت معاشرة مسلمانوں کا ساتهه حاکموں کے لازم هی همکو که عمل کريں موافق اُسکے هم بهي اور يهه حالت تين وقت ميں پائي گئي هی اول بني اسرائيل تابع تهے فرعون کے اور وه اُنپر سلطان قاهر تها — اور دوم تهے مسلمان مکه ميں پهلے هجرت سے اور سوم هجرت کيا مسلمانوں نے زمين حبشه ميں پس ان لوگوں نے اطاعت کي اُسکي که جو صاحب سلطنت تها اُنپر حتی المقدور اور معاشرت کرتے تهے دوستوں کي سي ساتهه اُن لوگوں کے که اُنپر اُنکو سلطنت تهي يهانتک که قبول کيا حضرت ابوبکر رضی الله عنه نے

اطاعوا من کان له سلطنة علیهم مااستطاعوا وکانوا یعاشرون معاشرة الخلان بمن لیس لهم علیهم سلطان حتی قبل ابوبکر رضی الله عنه ذمة مالک ابن الدغنة وجواره لینجو ممن ظلمه وجاره ورجع مکة وسکن داره ولم یعد الاستیمان بالکافر عارة فعلینا ان نفعل ذلک اتباعا لهؤلاء ولانقع فی المهالک والله تعالی اعلم و علمه اتم و اسلم *

ذمه مالک بن دغنه کا اور همسایگی اُسکی که نجات پاوے اُس شخص سے که ظلم اور جور کیا اُسپر اور چلے آئے مکه میں اور رهے اپنے گهر اور نه شمار کیا اس امان لینے کو کافر کے اپنا عار — تو لازم هی همپر که هم بهی کریں یهه هی باتباع ان لوگوں کے اور نه پڑیں هم تباهی اور هلاکی میں والله تعالی اعلم وعلمه اتم واسلم —

الخطبات الاحمدية

في

العرب والسيرة المحمدية

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

عجائبات دنیا میں سب سے زیادہ عجیب وہ خیال ہی جس کو لوگ مذہب کہتے ہیں مذہب اُس امتیاز کا نام ہی جو انسانوں کے افعال سے علاقہ رکھتا ہی اور جس کے سبب انسانوں کے افعال اچھے یا برے یا نہ اچھے نہ برے خیال کیئے جاتے ہیں کیونکہ اگر انسان کے افعال میں یہہ تمیز نہ ٹھہرائی جاوے تو کسی مذہب کا وجود باقی نہیں رہتا *

تمام خیالات جو انسان میں پیدا ہوتے ہیں اور تمام یقین جو انسان کسی چیز پر رکھتا ہی اُس کا منشا اُن خیالات اور یقین کے سوا کچھہ اَور چیزیں ہوتی ہیں جو اُن خیالات اور یقین کی اسباب سمجھی جاتی ہیں مگر تعجب یہہ ہی کہ وہ خیال جس کو مذہب کہتے ہیں بغیر کسی خارجی اسباب کے اور بغیر تجربہ اور استدلال کے اور بدون کسی معقول ثبوت کے یکایک دل سے اُٹھتا ہی اور اس لیئے وہی اُس کا مخرج سمجھا جاتا ہی اور پھر اُس پر ایسا یقین ہوتا ہی کہ کسی آنکھہ دیکھی چیز پر بھی نہیں *

اس تعجب پر اور تعجب یہہ ہی کہ اُس بن دیکھی چیز اور اَن سمجھی بات اور بے دلیل خیال کا لوگوں کی طبیعت پر ایسا سخت اثر ہوتا ہی کہ وہ اثر انسان کے تمام افعال پر اور قدرتی جذبات پر جو انسان میں خدا نے پیدا کیئے ہیں غالب ہو جاتا ہی اور جو جوش اور ولولہ اُس از خود پیدا ہوئے خیال سے انسانوں کی طبیعتوں پر ہوتا ہی کسی دوسری چیز سے نہیں ہوتا گوکہ اُس دوسری چیز کے صحیح اور یقینی ہونے کے لیئے کیسی ہی عمدہ عمدہ دلیلیں اور کیسے ہی قطعی ثبوت موجود ہوں *

اگر وہ خیال تمام انسانوں میں مختلف نہوتا تو شاید یہہ کہا جاسکتا کہ تمام عالم کا اُس پر یقین رکھنا ہی اُس کی سچائی کا ثبوت ہی مگر تعجب تو یہہ ہی کہ ہر زمانہ اور ہر قوم اور ہر ملک اور ہر فرقہ بلکہ ہر فرد بشر میں وہ خیال ایسا مختلف رہا ہی کہ کسی ایک پر بھی یقین کرنے کی کوئی وجہہ نہیں اور اس پر تعجب یہہ ہی کہ ہر شخص کو یہی یقین ہی کہ میرا ہی خیال اور سب کے خیالوں سے بالکل صحیح اور بالکل سچا ہی ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح یونانی اپنے خدا اور دیوتا پر اور مسلمان و یہودی اپنے ایک خدا پر اعتقاد اور یقین کامل رکھتے ہیں اسی طرح ہندو اور مصری اپنے تیتیس کروڑ دیوتاؤں پر اعتقاد اور یقین کامل رکھتے ہیں *

کیا یہہ مسئلہ کہ تمام چیزیں ایک هي کل کے جزو یا اُسکي عین یا وہ بمنزلہ جان اور یہہ بمنزلہ جسم کے هیں صحیح هی کیا یہہ سب مختلف چیزیں جو همکو دکھائي دیتي هیں سب ایک هیں کیا نور و ظلمت اور کالا اور سفید دونوں یکساں هیں جیساکہ ایک عارف باللہ کہتا هی —

من تو شدم تو من شدي من تن شدم تو جاں شدي
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگري

یا یہہ مسئلہ صحیح هی کہ تمام چیزوں کا اُسي سے ظہور هی وهي ظلمت کا باعث اور وهي نور کے ظہور کا سبب هی وهي آسمانوں پر کڑکاتا هی اور وهي زمینوں پر برساتا هی وهي ستاروں کو چمکاتا هی اور وهي پھولوں کي کلیوں کو کھلاتا هی اُسیکا جلوہ بہشتوں کي کھاوت اور اُسیکا کا پردہ دوزخوں کي آفت هی غمگین دل کا غم اور شادان دل کي شادي اُسي سے هی وہ کسي جگہہ نہیں اور سب جگہہ هی وہ کسي میں نہیں اور سب میں هی عابد کے نوراني سینے اور فاسق کے بریاں دل اور معشوق کي عاشق کش ابرو اور عاشق کي گریاں چشم سب میں اُسکي یکساں جگہہ هی جس طرح کہ وہ آسمانوں اور زمینوں میں هی اُسي طرح وہ باریک سے باریک بال میں بھي هی وہ سب کو دیکھتا هی اور هر چیز کو جانتا هی مگر اُسکا جاننا یا علم هم سے دو درجہ کم هی کیونکہ وهاں ماضي اور استقبال نہیں هی بھر حال اُس بن دیکھي جناب اور اَن سمجھي ذات کو جو کہو سو کہو مگر ان تمام مشکلوں پر همکو یہہ مسلماني مسئلہ کہ "انا عند ظن عبدي بي" اَور بھي مشکل میں ڈالتا هی *

ربي انت عند ظني رحیم فارحم علي

پھر همکو اور زیادہ تعجب اسباب پر هوتا هی کہ یہہ تمام مختلف خیالات جو لوگوں کے دلوں میں هیں اور جو مذهب کہلاتے هیں وہ ایک هي مخرج سے یعني دل سے نکلے هیں اور دل کے اُس فعل کا جس سے یہہ خیالات پیدا هوتے هیں اعتقاد نام رکھا جاتا هی پس اگر مدار مذهب کا اعتقاد هو تو ایک کو صحیح اور دوسرے کو غلط ٹھرانے کي کوئي وجہہ نہیں هوسکتي *

کیا وجہہ تمیز کي هی اُس سچي دلي پرستش میں جو ابراهیم کے باپ نے ایک بت کي کي اور اُس سچے دل کے خیال میں جس سے ابراهیم نے اپنے باپ کے اُس بت کو توڑا *

ایک هي واقعہ حضرت مسیح کے قتل کا هی جو کالوري کي پہاڑي میں بیت المقدس کے پاس گذرا اُن بے رحم قاتلوں نے اپني دانست میں جو کچھہ کیا مذهبي نہایت سچے اور مستحکم اعتقاد اور دل کے کپ کپا دینے والے ایماني جوش سے کیا پس اُن دو گروهوں میں سے جو نہایت سچے دل سے اُس کو نہایت هي نیک کام سمجھتے هیں اور جو نہایت پاک

دلي سے اُس کو نہایت هي بد کام جانتے هیں کونسي چیز تفرقۃ کرنے والي هی

کیا وجہہ تمیز کي هی سینٹ پال کي اُس حالت میں جبکہ وہ دلي اعتقاد اور ایمان کے جوش سے اُن لوگوں کا ساتھي تھا جنھوں نے سینٹ استیفن شہید کو سنگسار کیا اور اُس حالت میں جبکہ اُسنے اپنے سچے دلي اعتقاد سے حضرت مسیح کو مانا

کیا چیز هی جس سے هم عمر کي اُس حالت میں تمیز کریں جبکہ اُس نے لات و منات پر سچا دلي اعتقاد رکھکر امین عرب کے قتل پر کمر باندھي اور اُس حالت میں جبکہ اُس نے نہایت سچي دلي تصدیق سے کہا کہ اشہد ان محمدا رسول اللہ *

یہہ وهي عجیب خیال هی جو دونوں طرف برابر نسبت رکھتا هی اور جس کو لوگ مذهب کہتے هیں پس ایسي ذوجہتین چیز کي جو ضدین میں برابر نسبت رکھتي هو کسي جہت پر یقین کرنے کي کوئي وجہہ نہیں البتہ ان تمام خیالوں میں سچا خیال یا تمام مذهبوں میں سچا مذهب وهي هوسکتا هی جو ضدین میں برابر نسبت رکھنے کے نقص سے پاک هو *

مذهب کیا چیز هی ؟ وہ ایک ایسا سچا اصول هی کہ جب تک انسان اپنے قوای جسماني اور عقلي پر قادر هی اُسکے تمام افعال ارادي ' جوارح ' نفساني' و روحاني کا اُسي اصول کے مطابق هونا چاهیئے پھر اگر وہ اصول ایسے هیں کہ صرف کسي قسم کے اعتقاد پر مبني هیں تو اگر متعدد لوگوں کا متضاد اصولوں پر کسي وجہہ سے اعتقاد هی تو ایک کو سچا یا صحیح اور دوسرے کو جھوتا یا غلط کہنے کي بجز تحکم کے اَوْر کوئي وجہہ نہیں سچا مذهب وهي هوسکتا هی جسکي سچائي نہ کسي اعتقاد پر بلکہ حقیقي سچائي پر مبني هو کیونکہ مذهب اعتقاد کي فرع نہیں هی بلکہ سچائي مذهب کي اصل یعني عین مذهب هی اور اعتقاد اُسکي فرع هی پس جبکہ هم مختلف مذهبوں میں سے سچے مذهب کو پرکھنا چاهیں تو دیکھیں کہ وہ سچے اصول کے مطابق هی یا نہیں *

سچا اصول کیا هی ؟ جہاں تک کہ انسان اپنے قوای عقلي سے جان سکتا هی وہ بجز قدرت یا قانون قدرت کے اور کچھہ نہیں جسکي نسبت اسلام کے باني نے یہہ فرمایا کہ " ماتری في خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر هل تری من فتور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسأً وهو حسیر " *

قدرت یا قانون قدرت کیا هی؟ وہ وہ هی جس کے بموجب اُن تمام چیزوں مادي یا غیر مادي کا جو همارے اِرد گرد هیں ایک عجیب سلسلہ انتظام سے وجود هی اور همیشہ اُنھي کي ذات میں پایا جاتا هی اور کبھي اُن سے جدا نہیں هوتا قدرت نے جس طرح پر جس کا هونا بنادیا هی بغیر خطا کے اُسي طرح پر هوتا هی اور اُسي طرح پر هوگا پس

وهي سچ هی اور جو اصول اُسکے مطابق هیں وهي سچے اصول هیں نه وه جنکي بنا ایک فاني قابل سهو و خطا وجود یعني انسان کے اعتقاد پر منحصر هو *

قدرت همکو صرف اپنے وجود اور اپنے سلسله انتظام اور اپنے تعلقات هي کي جو بے انتها مخلوق میں پایا جاتا هی سچائی نهیں دکهلاتي بلکه اُس سے ایسے بهي اصول پائے جاتے هیں جس سے هم اپنے افعال ارادي جسماني اور روحاني کي بهلائي اور برائي بهي جان سکتے هیں اور جو که قدرت سچي اور کامل هی تو ضرور هی نه وه اصول بهي سچا اور کامل هو اور یهي سچا اور کامل اصول یا یوں کهو که وه مذهب جس کے اصول اُس کے مطابق هیں وهي سچا مذهب هونے کے مستحق هی *

یهه مت سمجهو که هم قدرت یا قانون قدرت هي کو مسبب یا اخیر سبب اس تمام کارخانه کا سمجهتے هیں جسکا کوئي خالق نهو جیسے که دهریوں کا مذهب هی نعوذبالله منها بلکه قدرت کو تو هم ایک قانون کهتے هیں جسکا کوئی بنانے والا هی اور اسي لیئے هم یقین کرتے هیں که یهه تمام سلسله ایک هی مسبب اور ایک هي اخیر سبب پر ختم هوتا هی جس پر تمام چیزوں کي هستي منحصر هی اور جسکي اُن پهچان ذات کو هزاروں لاکهوں کروڑوں ناموں سے لوگ پکارتے هیں ' او هم رے پیارے خدا تم پردہ میں تو هو پر سب پر ظاهر هو ایسے جهوٹ موٹ کے پردہ سے کیا فائدہ *

رشک آیدم وگرنه نقابت کشودمے * دست ترا گرفته بعالم نمودمے

معاذالله توبه توبه میں نے کیا کہا کهیں کافر تو نهیں هوگیا'' الهي انت عبدي و انا ربک استغفرالله استغفرالله انت ربي و انا عبدک'' پس آدمي کو چاهیئے که اس کارخانه قدرت سے اُس کے بنانے والے کو اور اُس کی راہ کو یا اُس کي راہ بتانے والے کو تلاش کرے که یهي سیدهي سڑک سیدها راسته چلنے کا هی *

مذهب کي تمثیل میں علماء اسلام رحمةالله علیهم اجمعین نے کیسي کیسي غلطیاں کی هیں اور کیا کیا ٹهوکریں کهائي هیں بعضوں نے مالک اور غلام کي تمثیل دي هی اور فرمایا هی که مذهب اور شریعت کو مصالح قدرت اور اعمال کو اُس کے بدله یعني جزا اور سزا سے کچهه مناسبت نهیں اور اُس کے اوامر و نواهي میں بجز اس کے که مالک کا حکم بجا لانا هی اور کچهه فائدہ نهیں شاید اُن لوگوں کا خدا ایسا هو جو لغو کام کرنے کو کہے مهوا تو خدا ایسا نهیں وه تو نهایت دانا اور سب سے بڑا حکیم مطلق هی اُس کي تو کوئي بات بهي حکمت اور منفعت سے خالي نهیں *

اس رائے کو تو شاه ولي الله صاحب نے بهي غلط ٹهرایا هی چنانچه حجةالله البالغه میں لکهتے هیں که '' قد یظن ان احکام الشریعة غیر متضمنة لشی من المصالح و انه لیس

بعض الاعمال و بعض ماجعل الله جزاءلها مناسبة و ان مثل التكليف بالشرايع کمثل سيد اراد ان يختبر طاعة عبيده فامره برفع حجر اولمس شجر مما لا فايدة فيه غير الاختبار فلما اطاع اوعصى جوزي بعمله و هذا ظن فاسد تكذبهالسنة و اجماع القرون المشهود لها بالخير *

بعض عالموں نے مالک اور بیمار غلام سے مذهب کي تمثيل دي هی جمہور مالک نے اُس کے علاج کے لیئے اپنا مصاحب مقرر کیا هو اور اس مصاحب کے حکم کو ماننا باعث نجات اور نہ ماننا باعث درکات ٹھہرایا هو *

شاہ ولي الله صاحب بھي حجةالله البالغه میں اسي راے کو صحیح قرار دیتے هیں چنانچه وہ لکھتے هیں کہ " و ظهر مما ذکرنا ان الحق في التكليف بالشرايع ان مثله کمثل سيد مرض عبيده فسلط عليهم رجلا من خاصته ليسقيهم دواء فان اطاعوا اطاعوا السيد و رضي عنهم سيد هم و اثابهم خيرا و نجوا من المرض و ان عصوه عصوا السيد و احاط بهم غضبه و جازهم اسوء الجزاء و هلكوا من المرض " *

مگر میں اس کو نہیں مانتا اور پوچھتا هوں کہ دوا کا کرنا باعث نجات کا تھا یا مصاحب کے حکم کا ماننا تھا اگر بے حکم مصاحب کے بھي وہ دوا کرتا تو نجات پاتا یا نہیں ضرور پاتا اس لیئے کہ اُس دوا سے نجات پانا قدرت کا قانون تھا جو کسي طرح بدل نہیں سکتا *

بعضے عالموں نے مذهب کی تمثیل ایسے طبیب سے دي هی جو نہ تو خود کسي چیز کو اصرت بناتا هو اور نہ کسیکو هلاهل ٹھہراتا هو بلکہ هر چیز میں قدرت نے جو اثر رکھا هی اُسی کو بتاتا هو تاکہ جو لوگ صحیح هیں اپنے حفظ صحت کے اصول جانیں اور جو بیمار هیں وہ حصول صحت کي دوا کو پہچانیں اور مذهب بہ نسبت اس کے کہ صرف بیمار غلاموں هي کے لیئے هو سب کے لیئے عام هوجاوے *

افسوس کہ شاہ ولی الله صاحب حجةالله البالغه میں اس راے کو نہیں مانتے چنانچه وہ لکھتے هیں کہ " وانه ليس الامر علی ماظن من ان حسن الاعمال و قبحها بمعني استحقاق العامل الثواب والعقاب عقليان من كل وجه وان الشرع وظيفته الاخبار عن خواص الاعمال علی ماهي عليه دون انشاء الايجاب والتحريم بمنزلة طبيب يصف خواص الادوية وانواع المرض فانه ظن فاسد تمجه السنة بادي الراے " *

مگر میں اسي کو مانتا هوں اور اِسي کو سچا اصول سمجھتا هوں جو قانون قدرت کے بالکل مطابق هی اور کتاب و سنت دونوں کو اسي کا مؤید پاتا هوں جو علم مذهب اسلام کي بنیاد هیں پس جہاں تک کہ سچے مذهب کي میں تحقیق کرسکا میں نے اسلام هي کو سچا مذهب پایا اور اُمید هی کہ جو لوگ سچائي کو دوست رکھتے هیں وہ همیشه

صفائي اور سچائي سے اسلام کي سچائي کي تحقيقات کرينگے *

مگر ايک مشکل يهه پيش هے که جب اسلام کا نام ليا جاتا هے تو لوگ اُس مجموعهٔ احکام کو جو اب احکام مذهبي سمجهے جاتے هيں مذهب اسلام خيال کرتے هيں هاں مجازاً تو اُنپر مذهب اسلام کا اطلاق هوسکتا هے مگر حقيقتاً وه مجموع من حيث المجموع بمعني حقيقي مذهب اسلام کهلانے کا مستحق نهيں هے موجوده مسايل مذهب اسلام ميں دو قسم کے اصول و احکام شامل هيں ايک وه جنکو خود شارع نے صاف صاف بيان کيا هے جو احکام منصوصه کهلاتے هيں اور ايک وه جنکو عالموں اور مجتهدوں نے اپنے ذهن کي خوبي اور اپنے علم کي روشني سے باستدلال دلالت النص يا اشارة النص يا قياس کے قايم کيا هے جو اجتهاديات کهلاتے هيں اور جو بجز ايک قابل سهو و خطا وجود کي راے کے اور کچهه زياده رتبه نهيں رکهتے پس اِن دونوں قسم کے مسايل ميں تميز نکرنے سے آدمي طرح طرح کي سخت غلطيوں ميں پڑ جاتے هيں اور يهه وهي ترک امتياز هے که جب مسلمان اُسکو اختيار کرتے هيں تو اُسکا نام تقليد رکهتے هيں اور جب غير مذهب کے لوگ اُسکو اختيار کرتے هيں تو اُسکو ايک حقير نام تعصب يا جهل مرکب يا ضلالت سے موسوم کرتے هيں فاعتبروا يا اولي الابصار *

پهلي قسم کے احکام بهي جنکا نام احکام منصوصه هے دو قسم کے احکام هيں ايک وه جو اصلي احکام هيں اور بلا شبهه وه بالکل قانون قدرت کے مطابق بلکه اُسکي جان هيں اور دوسرے وه جو ان اصلي احکام کي حفاظت اور اُنکے بقاء اور قيام کے ليئے هيں پس جو کوئي مذهب اسلام کي سچائي اُن سچے قدرتي اصولوں سے پرکهني چاهے تو اُسکو ان دونوں قسم کے احکام کي اور اُن ميں سے هر ايک کے درجه اور رتبه کي تميز کرني لازم هے *

علاوه مذکوره بالا دو قسموں کے ايک تيسري قسم بهي احکام مذهب اسلام ميں هے جو ذومعنيين عبارتوں يا ناکامل سند يا مشتبهه سندوں سے قايم هوئے هيں ان ميں سے پهلي قسم تو اجتهاديات ميں داخل هے اور دوسري قسم مذهب اسلام ميں کچهه وقعت اور اعتبار نهيں رکهتي گو اُسپر اس وجهه سے که اُس ميں کچهه نقصان نهيں هے عمل هوتا هو *

پس يهه سچا مذهب اور وه شخص جسکي معرفت همکو اُسکي تعليم هوئي همارے بے انتها ادب اور نامحدود ثنا و صفت کا مستحق هے اور بلاشبهه اِسي خطاب کے لايق هے که " انت احب الي يا رسول الله من نفسي اللتي بين جنبي " چنانچه همکو بهت بڑي خوشي اور مبارکي اسي بات کي هے که همنے اُسکو نه خدا سمجها اور نه خدا کا بيٹا نه کوئي فرشته بلکه ايک وحي بهيجا هوا انسان جانا مگر اپني جانوں سے زياده عزيز جانا بابي انت وامي يا رسول الله *

دل و جانم فدایت یا محمد * سر من خاک پایت یا محمد

یا ایہاالذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما *

انحضرت کي زندگي کے حالات جنکو مسلمان سير اور انگريز لیف کہتے هیں صرف دیندار مسلمان عالموں هي نے نہیں لکھے بلکہ غیر مذهب کے علماء اور مورخین نے بھي بہت کچھہ لکھا هی مگر نہایت افسوس هی کہ وہ دونوں افراط و تفریط میں پڑگئے پہلوں کي آنکھوں میں تو کمال روشني کے سبب چکا چوند آگئي اور پچھلوں کي آنکھیں بھولي کي چمک سے بند هوگئیں پہلے تو شراب محبت کي سرشاري میں بات سے بهتک گئے اور پچھلے اُس رستہ کي ناواقفي سے منزل تک نہ پہونچے پہلے تو یہہ بھولے وہ کسکا بیان کرتے هیں اور پچھلوں نے اُسیکو نہ جانا جسکا وہ ذکر کرتے هیں *

کسی مشہور محدث نے بجز ایک کے جسکا هم ابھي ذکر کرینگے کوئي خاص کتاب آنحضرت کي زندگي کے حالات میں نہیں لکھي لیکن تمام محدثین نے جن کی سعي اور کوشش کا دنیا پر بہت بڑا احسان هی اپني اپني کتابوں میں اُن حدیثوں کو بھي بیان کیا هی جو آنحضرت کي زندگي کے حالات سے متعلق هیں پس وهي حدیث کي کتابیں هیں جن سے کم و بیش آنحضرت کي زندگي کے حالات صحیح صحیح دریافت هوسکتے هیں اور جن کو معقول طرح پر ترتیب دینے سے اور صحیح کو غلط سے تمیز کرنے سے ایک معتبر تذکرہ آپ کي زندگي کا جمع هوسکتا هی *

ابو عیسیٰ ترمذي نے جو سنہ ۲۰۹ هجري مطابق سنہ ۸۲۴ع عیسوي میں پیدا هوا اور سنہ ۲۷۹ هجري مطابق سنہ ۸۹۲ عیسوي میں انتقال کیا اپني مشہور کتاب جامع ترمذي کے سوا ایک اَوْر کتاب بھي آنحضرت کے حالات میں لکھي هی جو شمایل ترمذي کے نام سے مشہور هی مگر اُس میں آپ کي زندگي کے تمام حالات مندرج نہیں هیں بلکہ وہ خاص خاص باتیں اور عادتیں جو بالتخصوص نفس نفیس آنحضرت سے متعلق تهیں مذکور هیں با ایں همہ جسقدر حدیثیں آنحضرت کے حالات سے متعلق ان مشہور حدیث کي کتابوں میں مندرج هیں وہ اس قابل نہیں هیں کہ جنکو هم مثل کتاب‌اللہ کے بے غور اور بلا تحقیقات اندھا دھوندي سے مان لیں بلکہ همپر واجب هی کہ اُن تمام حدیثوں کو خواہ وہ بخاري کي هوں یا مسلم کی اور جامع ترمذي کي هوں یا شمایل ترمذي کی قبل اُن کے سچا قبول کرنے کے اُن کي سچائي اور صحت کي تحقیقات اُن اصول و قواعد کے ساتھہ کرلیں جو اس کے لیئے مقرر هیں اور جنکو همنے ایک جداگانہ خطبہ میں بیان کیا هی اور اگر هم ایسا نکرینگے تو سخت غلطیوں میں پڑینگے کیونکہ بے سند حدیث مسلمانوں کے مذهب میں کوئي وقعت اور اعتبار نہیں رکھتي شاہ عبدالعزیز صاحب اپني کتاب تحفہ

میں ایک مقام پر لکھتے ہیں " حدیث بے سند گوز شتر است " مگر افسوس ہی کہ بہت ہي کم مصنف ہیں جنہوں نے اس ضروري اور نہایت ضروري اصول کي پیروي کي ہو *

ان حدیث کي کتابوں کے سوا جنکا ابھي ذکر ہوا اور بہت سي کتابیں ہیں جو خاص آنحضرت کے حالات کے لیئے لکھي گئي ہیں اور بعض ایسي ہیں جن میں اُس کے سوا اؤر بھی حالات ہیں اور یہہ تمام کتابیں عموماً کتب سیر کے نام سے موسوم ہیں اور جنمیں سے کتب مفصلہ ذیل زیادہ مشہور ہیں *

ابن اسحاق - ابن ہشام طبقات کبیر المشہور بواقدي - طبري - سیرت شامي - ابوالفدا - مسعودي - مواہب لدنیہ - انکے سوا عربي اور فارسي زبان میں اور بھي کتابیں ہیں جو انھي سے بنائي گئي ہیں ان کتابوں میں سے پہلي چار کتابیں بہت قدیم ہیں اور باقي بہت پچھلي *

یہہ سب کتابیں تمام سچي اور جھوٹي روایتوں اور صحیح و موضوع حدیثوں کا مختلط مجموعہ ہی جس میں صحیح اور غلط مشتبہہ اور درست اور جھوٹي اور سچي کسیکا کچھہ امتیاز نہیں اور جو کتابیں زیادہ قدیم ہیں اُن میں اس قسم کا اختلاط اور زیادہ ہی قدیم مصنفوں اور اگلے زمانہ کے مورخوں کو تصنیفات سے زیادہ غرض یہہ تھي کہ ہرایک قسم کي روایتوں اور افواہوں کو جو اُن کے زمانہ میں پھیل رہي تھیں ایک جگہہ جمع کرلیں اور اس بات کي تحقیقات اور تصحیح کہ کون سي ان میں کي بالکل صحیح ہی اور کون سي غلط اور کس میں زیادتي یا کمي ہوئي ہی اور کس میں مضمون کے سمجھنے اور واقعہ کے بیان میں غلط فہمي ہوئي ہی آیندہ وقت یا آیندہ نسلوں پر منحصر رکھیں مگر افسوس یہہ ہی کہ پچھلي نسلیں لے بعوض اُس کے کہ تحقیقات مطلوبہ کرنے سے اپنے بزرگوں کے مقاصد کي تکمیل کرتے اُنھي کتابوں کو اپني تصنیفات جدید کا ماخذ ٹھہرایا اور اسلیئے ان پچھلے مصنفوں کی تصنیفوں میں بھي وھي نقص پیدا ہوا جو اُن قدیم مصنفوں کي تصنیفوں میں تھا غرض کہ اب فن سیر کي تمام کتابیں کیا قدیم کیا جدید مثل ایسے غلہ کے انبار کے ہیں جس میں سے کنکر پتھر کوڑا کرکٹ کچھہ چنا نہیں گیا اور اُن میں تمام صحیح و موضوع جھوٹي اور سچي سند اور بے سند ضعیف و قوي مشکوک و مشتبہہ روایتیں مخلوط اور گڈ مڈ ہیں *

سرولیم میور صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ " آنحضرت کے حالات زندگي کي تین کتابیں ہشامي - و اقدي - طبري - ایسي ہیں کہ جو شخص دانشمندي سے آنحضرت کے حالات لکھیگا تو اپني تحریر کے لیئے اُنھي کتابوں کو سند گردانے گا " مگر صاحب ممدوح نے اسبات کو

بیان نہیں فرمایا کہ اُن کتابوں میں کسقدر ایسی روایتیں ہیں جن سے آنحضرت کو کچھہ بھی علاقہ نہیں اور کسقدر ایسی ہیں جن کے راویوں کا سلسلہ ٹوٹا ہوا ہی اور کسقدر ایسی ہیں جنکے راویوں کی خصلت نہ کسی مذہبی مسئلہ کے سبب بلکہ اخلاقی نقصانوں کے سبب مشتبہہ اور اُن کی راست بیانی مشکوک یا مطعون ہی اور کسقدر ایسی ہیں جنکے بیان کرنے والے بالکل لا معلوم شخص ہیں اور کسقدر ایسی ہیں جن کی تحقیق یا تصدیق نہیں ہی *

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے نہایت گرمجوشی سے واقدی کی قدر و منزلت کو اُس کی اصلی حقیقت سے بہت بڑھا دیا ہی جس کی نسبت سرولیم میور صاحب یہہ ارقام فرماتے ہیں کہ " ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کتاب کی تعریف اُس کی حد سے زیادہ کی ہی ' مگر افسوس ہی کہ باوجود اسکے صاحب ممدوح نے بھی واقدی کی کم قدر نہیں کی اور آوروں پر ترجیح دینے میں کچھہ کوتاہی نہیں کی اسلیئے کہ اُنہوں نے بھی آنحضرت کی زندگی کے تمام حالات کو اُسی کتاب سے لکہا ہی اور اُسی کی سند پر مذہب اسلام کے برخلاف تمام رائیں کو قایم کیا ہی *

واقدی کچھہ بڑا معتبر شخص نہیں ہی وہ تو حاطب اللیل یعنی اندھیری رات میں لکڑیاں چننے والا ہی اُسکی غلط روایتوں اور جھوٹے قصہ اور کہانیوں اور بے سند باتوں سے تمام علماء نے اُسکو نامعتبر ٹھہرایا ہی محمد بن عبدالباقی الزرقانی نے شرح مواھب لدنیہ میں میزان سے واقدی کی نسبت یہہ جملہ نقل کیا ہی " الواقدی محمد بن عمر بن الواقدی الاسلمی المدنی الذی استقرالاجماع علی وھنہ (کما فی المیزان) " *

کسیکے کہنے اور سننے پر کیا موقوف ہی خود اُسکی کتابیں موجود ہیں جو کچھہ بھی قدر و قیمت کے لایق نہیں بجز اِس کے کہ جو افواہاً اُسنے سنا اور جو آواز چڑیا کی خواہ کوی کی اُس کے کان میں آئی وہ اُسنے لکھدی کوئی طریقہ تحقیق کا اور کوئی رستہ تنقیح کا اُسنے اختیار نہیں کیا پس کیا وہ کتابیں ایسی ہیں جو مذہب الاسلام کی بنیاد سمجھی جاسکتی ہیں اور کیا کوئی مخالف مذہب اسلام کا اُن کتابوں کی سند پر مذہب اسلام یا اُسکے واعظ میں عیب نکال کر اور اپنے آپکو فتحمند سمجھکر خوش ہوسکیگا ان ھذا لشی عجاب *

البتہ ابوالفدا کی کتاب کسیقدر اچھی ہی اور جہاں تک ہوسکے اعتبار کے لایق ہی اُسنے اپنی کتاب احتیاط سے لکھی ہی اگرچہ تحقیق و تنقیح کے رستہ کو اُسنے اختیار نہیں کیا الا اسبات پر کوشش کی ہی کہ کوئی موضوع یا مشتبہہ یا لغو روایت اُس میں نہ داخل ہونے پاوے مگر با اینہمہ یہہ کہنا کہ اُسکی کوششیں کامیاب ہوئیں اور اُس میں کوئی

روایت موضوع یا مشتبهہ نہیں ہی حد اعتدال سے آگے بڑہ جاتا ہی

مسلمان مورخوں کے سوا جن کا اوپر ذکر ہوا عیسائی مورخوں نے بہی مذہب اسلام اور اُسکے واعظ کی نسبت بہت سی کتابیں لکہیں مگر افسوس ہی کہ ابتداء زمانہ کی تصنیف شدہ کتابیں مثل کتب مصنفہ دینڈل — لوتہر — ملانک تہن — سیڈیال ہدم — دی ہربی لات — مجہکو دستیاب نہیں ہوئیں مگر جو کچہہ اور کتابوں سے اُنکا حال معلوم ہوا وہ اسیقدر ہی کہ اُن کتابوں میں بجز سخت کلامی اور بد زبانی کے اَوْر کچہہ نہیں ہی *

اِن مصنفوں کے سوا مراکشی صاحب کا ذکر نہایت حیرت انگیز ہی وہ ایک ایسا سخت متعصب مصنف ہی کہ اُسکا دل اپنے بغض و کینہ کے اظہار اور نفرت انگیز جہوٹے طعن و تشنیع اور بد زبانی سے کبہی نہیں بہرا مگر مجہکو جو حیرت ہوئی وہ ا بات سے ہوئی کہ کوارٹرلے رویو کے ایک آرٹیکل کے مصنف نے اُسکی نسبت یہہ لکہا ہی کہ " مراکشی پر جو یہہ الزام لگایا گیا تہا کہ وہ باطن میں اسلام کا معتقد ہوگیا تہا وہ الزام کچہہ بے وجہہ نہ تہا " کیا مراکشی باوصف اسقدر تعصب کے مثل برہرخورد صاحب کے آخر کو مسلمان ہوگیا تہا اگر ایسا ہوا ہو تو میں ذمہ دار ہوں کہ اُس سے پہلے جو کچہہ اُسنے اسلام اور واعظ اسلام کی نسبت کہا سبا سب نسیاً و منسیا ہوگیا لان الاسلام یہدم ماکان قبلہ من معصیۃ اللہ *

ڈین پریڈی صاحب بہی اُنہی مورخوں میں سے ہیں جن پر مذہب اسلام نہایت شاق گذرتا تہا جب کوئی مسلمان اتفاقاً اُن صاحب کی کتاب کو پڑہتا ہی تو مذہب اسلام سے اُنکی ناواقفیت پر جو اُنکی کتاب کے ہر ورق سے ٹپکتی ہی بن ہنسے رہ نہیں سکتا *

ان مورخوں کے سوا ہاٹنجرگیگنزریلنڈاونلی صاحب نے بہی مذہب اسلام اور آنحضرت کے حالات میں کتابیں لکہی ہیں مگر افسوس ہی کہ میں اُنکی محنتوں سے مستفید نہوسکا *

گوتہہ صاحب اور اماری صاحب اور فالڈانک صاحب اور دواری صاحب نے جو کتابیں اس مضمون پر لکہی ہیں اُنکی نسبت مذہب اسلام کے آرٹیکل کا مصنف جو کوارٹرلے رویو میں چہپا ہی یہہ لکہتا ہی کہ " اُن مورخوں نے بہت سی دنیا کو یہہ بات دکہلادی کہ مذہب اسلام ایک شگفتہ اور تروتازہ چیز ہی اور ہزاروں ثمر ور جوہروں سے بہر پور ہی اور محمد (ص) نے گو اُنکی خصلت کو کیسا ہی سمجہا جاوے انسانوں کی سفہری کتاب میں اپنے لیئے جگہہ حاصل کی ہی "

نہایت مشہور عیسائی مورخوں میں جنہوں نے آنحضرت کے حالات لکہے ہیں ڈاکٹر اسپرنگر صاحب ہیں اُنکی کتاب انگریزی زبان میں بمقام الہ آباد سنہ ۱۸۵۱ع میں چہپی

ہیں مگر وہ کتاب بسبب غلطیوں کے جو اُسکے مضمون کی صحت میں ہیں کچھہ اعتبار کے لایق نہیں ہی علاوہ اِسکے ایک آؤر خرابی اُنہوں نے اس کتاب میں یہہ کی ہی کہ اُسکا طرز بیان نہایت مبالغہ آمیز اختیار کیا ہی اُنکی طبیعت پہلے ہی سے ایسے تعصبات اور یکطرفہ رائے سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہی جو کسی قسم کے مصنف کو اور بالتخصیص ایک مورخ کو کسیطرح زیبا نہیں ہی – اپنے اس کلام کی تصدیق کے لیئے اُنکی کتاب میں سے ایک فقرہ نقل کرتا ہوں جس سے اُنکے تعصب کے علاوہ یہہ بات بھی ظاہر ہوتی ہی کہ جس فن میں اُنہوں نے کتاب لکھی ہی اُس سے بھی ماشاء اللہ وہ بہت ہی خوب واقف تھے – وہ لکھتے ہیں کہ " اسلام محمد (ص) کا ایجاد نہیں ہی وہ ایسے مکار کا نکالا ہوا مذہب نہیں ہوسکتا مگر اس میں کچھہ شک نہیں کہ اُس مکار نے اپنی بداخلاقی اور طبیعت کی برائی سے اُس کو بگاڑا اور جو بہت سے مسائل اُس میں قابل اعتراض ہیں وہ اُسی کی ایجاد ہیں " نعوذ باللہ من ہذہ الاقاویل — کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا *

اسی کتاب کی نسبت سرولیم میور صاحب یہہ لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر اسپرنگر صاحب کی کتاب ایسے وقت میں میرے پاس پہونچی جب کہ میں اسی مضمون کی تحصیل اور تلاش کر رہا تھا اور جیسا کہ میں نے اپنی کتاب کے بعض مقامات میں ثابت کیا ہی اُس کے مضامین کی بنیاد غلطی پر معلوم ہوتی ہی چنانچہ اُنہوں نے محمد (ص) کے ماقبل زمانہ کے عرب کا اور خاص محمد کا اور اُن کی خصلت کا جو حال لکھا ہی وہ سب غلط رایوں پر مبنی ہی " *

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے ایک آؤر کتاب جرمنی زبان میں آنحضرت کے حالات میں لکھی ہی جو چھہ جلدوں میں ہی مگر افسوس ہی کہ جرمنی زبان نجاننے کے سبب اُس کتاب سے جسقدر قدرے قلیل فائدہ حاصل کرسکتا اُس سے بھی محروم رہا صرف اسقدر ہوا کہ میرے ایک جرمن دوست نے مجھکو اطلاع دی کہ اُس کے مصنف نے ابن اسحق اور واقدی سے زیادہ تر مطالب اخذ کیئے ہیں اور جو کہ میں اُن مصنفوں کی کتابوں سے واقف ہوں جنسے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں مطالب اخذ کیئے اس لیئے مجھے یقین ہی کہ وہ کتاب بھی مثل آؤر کتابوں کے جن کو عیسائی مورخوں نے تصنیف کیا ہی اُس تحقیق اور تلاش سے معرا ہوگی جو صفائی دل سے کی جاتی ہی اس لیئے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب اُنہی کتابوں سے لکھی ہی جن میں صحیح اور غلط اور مشتبہہ اور لغو روایتیں سب گڈ مڈ ہیں *

مگر کوارٹرلے رویو کے آرٹیکل کا مصنف جو غالباً جرمن ہی اس کتاب کی نسبت یہہ رائے لکھتا ہی کہ " جن لوگوں نے اسلام کی نسبت لکھا ہی اُن میں سے ڈاکٹر اسپرنگر

کي کتاب کو جو مصنفوں میں اول درجہ رکھتا هی هم نے اس لیئے سب سے افضل قرار دیا هی که وہ بہ نسبت اور سب کے نہایت جامع هی اور بڑي قابلیت سے لکھي گئي هی اس لیئے که اس کتاب میں وہ تمام مطالب ناظرین کے سامنے موجود کر دیئے گئے هیں جن سے پڑھنے والا اپني راے آپ قایم کرسکے " *

عیسائي مصنفوں کي کتابوں میں سب سے زیادہ عمدہ وہ کتاب هی جو سر ولیم میور صاحب نے نہایت لیاقت اور قابلیت اور کمال خوبي کے ساتھہ لکھي هی یہہ کتاب چار موٹي موٹي جلدوں میں هی اور بہت خوبصورت ٹیپ اور خوش وضع تقطیع میں چھپي هی اس لایق اور فایق مصنف کو مثل مغربي علوم کے مشرقي علموں میں بھي بڑي واقفیت حاصل هی اور اس لیئے اُن کي یہہ کتاب تمام تربیت یافتہ یورپ کے ملکوں میں بڑي قدر و منزلت کي هی جو اسي قدر و منزلت کے لایق هی اور یورپ کے عالموں اور عالموں کي مجلسوں نے بھي اس کتاب کے سبب اُن کي ایسي قدر کي هی جسکے درحقیقت وہ مستحق تھے مگر قطع نظر اس نقص کے جو اُس کتاب میں هی که اُس کي بنیاد گویا بالکل واقدي پر هی جو مسلمانوں میں درجہ اعتبار نہیں رکھتا اور اُسکي روایتیں زیادہ معتبر اور ایسي محقق نہیں هیں که مسلمان اُن پر یقین لاویں جیسا که هم ابھي بیان کرچکے هیں ایک اَور بڑا نقص یہہ هی که جس منشاء اور مطلب سے سرولیم میور صاحب نے یہہ کتاب لکھي وہ اس لیئے پسندیدہ نہیں هی که وہ منشاء اُس کتاب میں نقصان رہ جانے کا اور واقعات کا اصلي تحقیقات تک نہ پہونچنے کا بہت بڑا سبب هوا هی چنانچہ سرولیم میور صاحب خود ارقام فرماتے هیں که " اس کتاب کا لکھنا اور مسلماني مذهب کي سند کي کتابوں کي تحصیل اول اس غرض سے اختیار کي گئي که پادري پي فنڈر صاحب نے جو اس بات میں مشہور هیں که اُنہوں نے مسلمانوں سے مباحثہ میں عیسائي مذهب کي بہت حمایت کي اس بات پر اصرار کیا که اسلام کے پیغمبر کے حالات میں ایک کتاب جو اُس کے پیرووں کے پڑھنے کے لیئے مناسب هو ایسے قدیم ماخذوں سے هندوستاني زبان میں تالیف کیجاوے جسکو خود مسلمان صحیح اور معتبر مانتے هوں چنانچہ اسي منشاء سے مسلماني مذهب کي سند کي کتابوں کو پڑھا اور اس کتاب کو لکھا " *

لیکن میں نہایت افسوس سے یہہ بات کہتا هوں که باوجودیکہ سرولیم میور صاحب نہایت نیک طبیعت هیں اور بڑي قابل توصیف لیاقتیں رکھتے هیں اس پر بھي اُن کي طبیعت پر اُس غرض اور منشاء کا جس سے وہ کتاب لکھني شروع کي ایسا اثر پیدا هوا جیسا که ایسي حالت میں آوروں کي طبیعت پر پیدا هونا قیاس کا مقتضا هی اور اسي سبب سے اسلام کي دلچسپ اور سودھي سادي عمدہ باتیں بھي اُن کو بري اور بھونڈي اور

نفرت انگیز معلوم هوئیں اور یهه اثر اُن کی طبیعت کا ایسا تها که اُس کے سبب سے اُنکی کتاب پڑهنے والے اپنے ذهن میں اُن کی تحریر کو ایک زیادتی سمجهتے تهے لیکن جیسا اکثر هوتا هی ویسا هی اس میں بهی هوا که اُس حد اعتدال سے متجاوز تحریر نے خود اپنے مقصود کو کهودیا اور وہ مطلب حاصل نهوا جس کے لیئے پادری پی فنڈر صاحب نے سر ولیم میور صاحب سے اس کتاب کے لکهنے کی خواهش کی تهی بلکه برعکس اُسکے یهه نتیجه هوا که جس شخص کو پادری پی فنڈر صاحب نے تاریکی کا فرشته بنانا چاها تها وہ روشنی کا فرشته نکل آیا *

جب که یهه کتاب چهپی اور هندوستان میں پهنچی تو لوگوں نے اُس کو نهایت شوق و ذوق سے پڑها مگر جب اُن کو یهه بات دریافت هوئی که اسلام کی اور آنحضرت کے حالات کی نهایت سیدهی سادی اور صاف باتوں کو بهی توڑ مروڑ کو اس وضع پر ڈهالا هی جس سے یهه معلوم هوتا تها که پهلے هی سے اس کتاب کا اس طرح پر لکهنا مقصود اور مرکوز خاطر تها تو اُنکا وہ شوق بالکل ٹهنڈا هوگیا مگر جو نوجوان مسلمان طالب علم انگریزی علم کی تحصیل کرتے تهے اور اپنی دینیات اور آلهیات سے محض ناواقف تهے اُن میں اس بات کا چرچا پیدا هوا که اگر سر ولیم میور صاحب نے سیدهی سادی اور صاف باتوں کو بهی برے پهلو پر لیجاکر لکها هی تو فی الواقع اُن کی اصلیت بُرا هی *

میرے دل پر جو اس کتاب سے اثر پیدا هوا وہ یهه تها که اُسی زمانه میں میں نے ارادہ کیا که آنحضرت کے متعلق حالات میں ایک کتاب اُس طرح پر لکهی جاوے که جو جو باتیں صحیح اور اصلی اور واقعی اور منقح هیں اور معتبر روایتوں اور صحیح صحیح سندوں سے بخوبی ثابت هیں اُن کو بخوبی چهان بین کر اور امتحان کرکر ترتیب سے لکها جاوے اور جو حالات مشتبه اور مشکوک هیں اور ان کا ثبوت معتبر یا کافی نهیں هی اُن کو جداگانه اسی ترتیب سے جمع کیا جاوے اور جو محض جهوٹ اور افترا و بهتان یا خود غرض یا احمق واعظوں اور جهلاء کو دام تزویر میں پهسانے والے لوگوں یا احمق خدا پرست اور جهوٹی نیکی پهیلانے والوں کی بنائی هوئی باتیں هیں اُن کو علحدہ به ترتیب لکها جاوے اور اُنهی کے ساتهه اُنکے غلط اور اُنکے نامعتبر هونے کا ثبوت اور اُن کے موضوع هونے کی وجوهات بهی بیان کی جاویں مگر میں اپنے اس ارادہ کو بهت سے موانعات کے سبب سے جنمیں سب سے بڑا اپنی فکر معاش میں مبتلا رهنا اور اس سے بهی بڑا کسی کا میرے ارادہ کے ممد و معاون نهونا تها پورا نکرسکا اور علاوہ اس کے اس کام کے لیئے بهت سی پرانی کتابیں جنکو قدیم مصنفوں نے تصنیف کیا هی درکار تهیں جو مجهکو بسبب برباد هوجانے قدیم کتب خانوں کے دستیاب نهوسکیں اور یهه بهی ایک قوی سبب اس ارادہ کے پورا

نہونے کا ہوا مگر اُس پر بھی مختلف اوقات میں مختصر طور سے مختلف مضامین اور مسایل مذہب اسلام اور آنحضرت کے حالات پر کچھہ کچھہ لکھتا رہا چنانچہ انہیں تحریروں میں یہہ بارہ مضمون ہیں جو بعنوان بارہ خطبوں کے لکھے گئے ہیں اور جنکو اس ایک جلد میں جمع کردیا ہی اور انشاءاللہ تعالی باقی مضامین اور جلدوں میں جمع کیئے جاوینگے *

اگرچہ میں نے اس دیباچہ میں چند عیسائی ایسے مورخوں کا ذکر کیا ہی جنہوں نے آنحضرت کے حالات اور اصول مذہب اسلام کا انصاف سے فیصلہ نہیں کیا مگر اُن لایق اور قابل اور عالم واجب التعظیم عیسائی مورخوں کا ذکر کیئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا جنہوں نے نہایت انصاف سے اور بالکل بغیر تعصب کے آنحضرت کے حالات اور مذہب اسلام کی نسبت ٹھیک ٹھیک اپنی راے لکھی ہی بلکہ متعصب اور تنگ حوصلہ مخالفوں کے مقابلہ میں مذہب اسلام کی حمایت کی ہی اگرچہ بعض مقامات میں اُنہوں نے بھی کچھہ کچھہ سقم اور نقصان بیان کیئے ہیں لیکن صاف معلوم ہوتا ہی کہ وہ اُن کا بیان کسی تعصب پر مبنی نہیں ہی بلکہ اس مسئلہ کی حقیقت وہ نہیں سمجھے یا غلط سمجھہ گئے پس یہہ ایک غلطی سمجھہ کی تو ہی الا وہ عیب جو تعصب اور تنگ حوصلہ ہونے کے سبب سے ہوتا ہی وہ نہیں ہی بہر حال یہہ قابل ادب شخص ایڈورڈ گبن قدیم روم کی سلطنت کا مشہور مورخ اور گاڈفری ہیگنز رحمہما اللہ تعالی اور ٹامس کارلیل اور جان ڈیون پورٹ سلمہما اللہ تعالے ہیں جنکے علم اور لیاقتوں کی تعظیم و قدر ہمیشہ ہوتی رہیگی اب میں اُن صاحبوں میں سے تین صاحبوں کی راے جو اُنہوں نے آنحضرت اور مذہب اسلام کی نسبت لکھی ہی اپنے اس دیباچہ میں لکھتا ہوں اور گاڈفری ہیگنز کی راے خطبات میں متعدد جگہہ لکھی گئی ہی *

مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں " کیا یہہ بات خیال میں آسکتی ہی کہ جس شخص نے اس نہایت نا پسند اور حقیر بت پرستی کے بدلہ جس میں اُس کے ہموطن (یعنی اہل عرب) مدت سے ڈوبے ہوئے تھے خداے واحد بر حق کی پرستش قایم کرنے بڑی بڑی دایم الاثر اصلاحیں کیں مثلاً اولاد کشی کو موقوف کیا نشے کی چیزوں کے استعمال کو اور قمار بازی کو جس سے اخلاق کو بہت نقصان پہونچتا ہی منع کیا بہتایت سے کثرت ازدواج کا اُس وقت میں رواج تھا اُسکو بہت کچھہ گھٹاکر محدود کیا غرضکہ ایسے بڑے اور سرگرم مصلح کو ہم فریبی ٹہرا سکتے ہیں اور یہہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کی تمام کارروائی مکر پر مبنی تھی - نہیں ایسا نہیں کہہ سکتے — بیشک محمد (ص) بجز دلی نیک نیتی اور ایمانداری کے اور کسی سبب سے ایسے استقلال کے ساتھہ اپنی

کارروائي پر ابتداء نزول وحي سے جو حديجہ سے بيان کي اخير دم تک جبکہ عايشہ کي گود ميں شدت مرض ميں وفات پائي مستعد نہيں رہ سکتے تھے — جو لوگ ہر وقت اُن کے پاس رہتے تھے اور جو اُن سے بہت ربط و ضبط رکھتے تھے اُن کو بھي کبھي اُن کي رياکاري ميں شبہہ نہيں ہوا اور کبھي اُنہوں نے اپنے نيک برتاؤ سے تجاوز نہيں کيا *

بے شک ايک نيک اور صادق طبيعت شخص جسکو اپنے خالق پر بھروسا ہو اور جو ايمان اور رسم و رواج ميں بہت بڑي اصلاح کرے حقيقت ميں صاف صاف خدا کا ايک آلہ ہوتا ہی اُسکو ہم کہہ سکتے ہيں کہ خدا کا پيغمبر ہی — جسطرح خدا تعالے کے اور وفادار خادم گذرے ہيں اگرچہ اُن کي خدمتيں کامل نہ تھيں اُسيطرح محمد کو بھي ہم خدا کا ايسا سچا خادم کيوں نہ سمجھيں جس نے خدا تعالى کي خدمت ايسي ہي وفاداري سے کي جيسي اَوروں نے جو مثل اَوروں کي خدمت کے پوري اور کامل نہ تھي — اس بات پر کيوں يقين نہ کيا جاوے کہ اُسکو زمانہ اور اپنے ملک ميں اپني قوم کو خدا کي وحدانيت اور تعظيم سکھلانے کے ليئے اور اُن کي حالت کے مناسب اُن کو ملکي اور اخلاقي اُمور ميں نصيحت کرنے کے ليئے خدا نے بھيجا تھا اور وہ راست بازي اور نيک کرداري کا واعظ تھا *

ايڈورڈ گبن صاحب لکھتے ہيں کہ " محمد کا مذہب شکوک اور شبہات سے پاک صاف ہی قرآن خدا کي وحدانيت پر ايک عمدہ شہادت ہی مکہ کے پيغمبر نے بتوں کي انسانوں کي ستاروں اور سياروں کي پرستش کو اس معقول دليل سے رد کيا کہ جو شي طلوع ہوتي ہی غروب ہوجاتي ہی اور جو حادث ہی وہ فاني ہوتي ہی اور جو قابل زوال ہی وہ معدوم ہوجاتي ہی — اُس نے اپني معقول سرگرمي سے کائنات کے باني کو ايک ايسا وجود تسليم کيا جس کي نہ ابتدا ہی نہ انتہا نہ وہ کسي شکل ميں محدود نہ کسي مکان ميں اور نہ کوئي اُس کا ثاني موجود ہی جس سے اُسکو تشبيہہ دے سکيں — وہ ہمارے نہايت خفيہ ارادوں پر بھي آگاہ رہتا ہی — بغير کسي اسباب کے موجود ہی — اخلاق اور عقل کا کمال جو اُس کو حاصل ہی وہ اُس کو اپني ہي ذات سے حاصل ہی — اُن بڑے بڑے حقايق کو پيغمبر نے مشہور کيا اور اُس کے پيروؤں نے اُن کو نہايت مستحکم طور سے قبول کيا اور قرآن کے مفسروں نے معقولات کے ذريعہ سے بہت درستي کے ساتھہ اُن کي تشريح اور تصريح کي — ايک حکيم جو خدا تعالے کے وجود اور اُس کي صفات پر اعتقاد رکھتا ہو مسلمانوں کے مذکورہ بالا عقيدہ کي نسبت يہہ کہہ سکتا ہی کہ وہ ايسا عقيدہ ہی جو ہماري موجودہ ادراک اور قواے عقلي سے بہت بڑھکر ہی اس ليئے کہ جب ہمنے اُس نامعلوم چيز (يعني خدا) کو زمان اور مکان اور حرکت اور مادہ اور حس اور تفکر کے اوصاف سے

مبرا کردیا تو پھر ھمارے خیال کرنے اور سمجھنے کے لیئے کیا چیز باقی رھي وہ اصل اول (یعني ذات باري تعالی) جس کي بنا عقل اور وحي پر ھی محمد کي شہادت سے استحکام کو پہونچي چنانچہ اُس کے معتقد ھندوستان سے لیکر مراکو تک موحد کے لقب سے ممتاز ھیں اور بتوں کو ممنوع سمجھنے سے بت پرستي کا خطرہ مٹا دیا گیا ھی *

مسٹر تامس کارلول صاحب لکھتے ھیں کہ " ھم لوگوں (یعنی عیسائیوں) میں جو یہہ بات مشہور ھی کہ محمد ایک پر فن اور فطرتي شخص اور گویا جھوٹ کے اوتار تھے اور اُن کا مذھب دیوانگي اور خام خیالي کا ایک تودہ ھی اب یہہ سب باتیں لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرتي جاتي ھیں جو جو جھوٹ باتیں دور اندیش اور مذھبي سرگرمي رکھنے والے آدمیوں (یعنی عیسائیوں) نے اُس انسان (یعنی محمد صلعم) کي نسبت قایم کي تھیں اب وہ الزام قطعاً ھماري روسیاھي کے باعث ھیں چنانچہ ایک یہہ بات مشہور ھی کہ پاکرک صاحب نے جب گروشیس صاحب سے پوچھا کہ یہہ قصہ جو تمنے لکھا ھی کہ محمد نے ایک کبوتر کو تعلیم کیا تھا کہ وہ اُن کے کان میں سے میل نکالا کرتا تھا اور مشہور کیا تھا کہ وہ فرشتہ ھی جو اُن کے پاس وحي لایا کرتا ھی تو اِس قصہ کي کیا سند ھی تو اُنھوں نے جواب دیا کہ " اِس قصہ کي کوئي سند اور کنچھہ ثبوت نہیں " حقیقت یہہ ھی کہ اب وہ وقت آگیا ھی کہ ایسے ایسے قصوں کو بالکل چھوڑ دیا جاوے - جو جو باتیں اس انسان (یعني محمد صلعم) نے اپني زبان سے نکالیں بارہ سو برس سے اٹھارہ کروڑ آدمیوں کے لیئے بمنزلہ ھدایت کے قایم ھیں اُن اٹھارہ کروڑ آدمیوں کو بھي اُسیطرح خدا نے پیدا کیا ھی جس طرح ھمکو پیدا کیا اس وقت جتنے آدمي محمد کے کلام پر اعتقاد رکھتے ھیں اُس سے بڑھکر اَوْر کسي کے کلام پر اس زمانہ کے لوگ یقین نہیں رکھتے پھر کیا ھم یہہ خیال کر سکتے ھیں کہ جس کلام پر خداے قادر مطلق کي اسقدر مخلوق زندگي بسر کرگئي اور اُسي پر مرگئي کیا وہ ایسا جھوٹا کھیل ھی جیسا ایک بازي گر کا ھوتا ھی † میں اپنے نزدیک ھرگز ایسا خیال نہیں کرسکتا بلکہ میں بہ نسبت اَوْر چیزوں کے اُس پر جلد یقین کرتا ھوں اگر جھوٹي اور فریب کي باتیں دنیا میں اس قدر زورآور ھوں اور رواج پکڑ جاویں اور مسلم

† میں اسقدر اور زیادہ کرنا چاھتا ھوں کہ — کروڑوں آدمي اسوقت بھي اُسي پر نہایت مستحکم اعتقاد سے زندگي بسر کر رھے ھیں اور جن ملکوں میں اسلامي سلطنت کبھي نہیں گئي اُن ملکوں کے لوگوں نے بھي اُنکي باتیں سنکر اُنکو قبول کیا — اور اب بھي کہ اُسکے بانیکو دنیا سے گئے ھوئے بارہ سو برس ھوگئے ھر ایک ملک میں اور اُن ملکوں میں بھي جہاں اسلامي سلطنت نہیں ھی ھزاروں لوگ اُسپر بغیر کسي لالچ اور دھوکے کے اور بغیر کسي تدبیر کرنے والوں کي تدبیر و حکمت کے ایمان لاتے جاتے ھیں اور اسلام کو قبول کرتے ھیں — تو کیا وہ ایسا جھوٹا کھیل ھی جیسا کہ ایک بازیگر کا ھوتا ھی — نہیں بلکہ اُسکے سچ ھونیکا ھر ایک کے دل پر یقین ھوتا ھی — سید احمد —

ٹہر جاویں تو پہر اس دنیا کي نسبت کوئي کیا سمجہیگا - اس قسم کے خیالات جو بہت پھیلے ہوئے ہیں بہت هي افسوس کے قابل هیں اگر هم کو خدا کي سچي مخلوقات کا علم کچہہ حاصل کرنا منظور ہو تو هم کو ایسي باتوں پر یقین کرنا هرگز نہیں چاهیئے — وہ باتیں ایسے زمانہ میں پھیلي تهیں جب کہ توهمات کو بہت دخل تها اور اُنہیں توهمات کے سبب خیال تها کہ آدمي کي روحیں غمگین خرابي میں پڑي هوئي هیں جو اُن کي هلاکت کا سبب هی - میرے نزدیک اس خیال سے کہ ایک چهوٹے آدمي نے ایک مذهب قایم کیا اور کوئي اس سے زیادہ بد اور نا خدا پرست خیال دنیا میں نہیں پهیلا — بهلا یہہ کب هوسکتا هی کہ ایک چهوٹا آدمي جو چونہ اور اینٹ اور آؤر مصالح کي حقیقت کو سچ نہ جانے اور پختہ مکان بنالے وہ پختہ مکان کاهیکو هوگا بلکہ خاک کا ایک ڈهیر هوگا — بارہ سو برس تک اُس کو کب قیام هوسکتا هی اور اٹهارہ کروڑ آدمي اُس میں کب رہ سکتے هیں بلکہ اب تک وہ مکان کبهي کا سر کے بل گرپڑا هوتا ضرور هی کہ ایک آدمي اپنے طریقوں کو قانون قدرت کے مطابق کرے اور قدرت کے سامانوں کي حقیقت کو سمجهے اور اُس پر عمل کرے ورنہ قدرت سے اُس کو یہہ جواب ملیگا کہ نهیں یہہ هرگز نہیں هوسکتا جو جو قانون اور قاعدے خاص هیں وہ خاص هي رهتے هیں عام نہیں هو جاتے افسوس هی کہ کوئي شخص مثل کاگ لسٹرو یا آؤر ایسے هي بہت سي دنیا کے سر بر آوردہ لوگوں کے چند روز کے لیئے اپنے فند فطرت سے کامیاب هو جاتے هیں مگر اُن کي کامیابي ایک جعلي هنڈوي کي مانند هوتي هی جس کو وہ اپنے نالایق هاتوں سے جاري کرتے هیں اور خود الگ تهلک رهتے هیں اور آؤروں کو اُس کے سبب سے نقصان پهونچاتے هیں مگر قدرت آگ کے شعلوں اور فرانسیسي هنگاموں اور اسي قسم کے آؤر غضبناک ظہور سے ظاهر هوکر یہہ بات بہت غضب اور قہر سے دنیا پر ظاهر کر دیتي هی کہ جعلي هنڈویاں جعلي هي هیں *

راقـــــــــم

سید احمد

بمقام لندن محلہ میکلن برگ اسکوئیر مکان نمبر ۲۱

سنہ ۱۸۷۰ع مطابق سنہ ۱۲۸۷ هجري

الخطبة الاولى

في

جغرافية جزيرة العربه و امم العرب العاربة والمستعربة

رب اجعل هذا البلد امنا واجنبني و بني ان لا نعبد الاصنام

عرب یا وہ جزیرہ نما جو جزیرۃ العرب کہلاتا ھی بحر احمر کے مشرق کي طرف واقع ھی اور یہاں سے خلیج فارس تک منتہي ہوتا ھی — اس بات کا ٹھیک ٹھیک متحقق ہونا کہ اس ملک کا نام عرب کیونکر اور کس زمانہ میں رکھا گیا نہایت مشکل ھی — لیکن کتاب اول ملوک باب (۱۰) ورس (۱۵) میں جہاں ملکہ سبا اور حضرت سلیمان کي ملاقات کا ذکر ھی اس ملک کو ערב عرب کے نام سے بیان کیا گیا ھی — یہہ واقعہ سنہ ۳۰۰۰ دنیوي یا سنہ ۱۰۰۵ قبل حضرت مسیح کے گذرا تھا مگر ہماري راے میں یہہ جزیرہ حضرت سلیمان کے زمانہ کے بہت پہلے سے عرب کے نام سے کہلایا جاتا تھا کیونکہ اس کا ذکر کتاب ملوک میں اس طرح پر کیا گیا ھی کہ گویا ایک بہت معروف اور مشہور ملک کا نام ھی — کتاب توریہ مثنی باب (۱) ورس (۷) و باب (۲) ورس (۸) میں لفظ ערבה عربہ پایا جاتا ھی مگر جو باتیں † کہ اس جزیرہ نما کي وجہ تسمیہ میں بیان کي گئي ہیں اُن میں سے وھي بات ٹھیک معلوم ہوتي ھی جو خود اس لفظ سے

---

† بعضی لوگ عرب کے نام کو لفظ عربہ کي طرف جسکے معني ہموار بیابان کے ہیں اور جو عربہ تہامہ کا ایک ضلع ھی منسوب کرتے ہیں اور بعض لوگ لفظ عیبر کي طرف منسوب کرتے ہیں جس کے معني خانہ بدوش کے ہیں کیونکہ زمانہ سابق میں عرب خانہ بدوش تھے — اس صورت میں اس کا اشتقاق لفظ عبراني سے جس کي بناپر وجہ تسمیہ ھی ثابت ہوتا ھی — بعض لوگوں کے نزدیک یہہ لفظ عبري مصدر عرب سے نکلا ھی جس کے معني نیچے جانے کے ہیں اور اس سے وہ ملک مراد ھی جس میں سمٹک یعني اولاد سام بن نوح کر جو دریاے فرات کے کنارہ پر رہتي تھي آفتاب غروب ہوتا ہوا معلوم ہوتا تھا — بوکارٹ صاحب کے نزدیک لفظ عرب ایک فني شین لفظ سے جس کے معني اناج کي بالوں کے ہیں مشتق ہوا ھی — لفظ عربہ ایک عبري لفظ بھي ھی جس کے معني پنجر زمین کے ہیں اور توریت میں شام اور عرب کي حد فاصل کے طور پر بارہا بولا گیا ھی — (چیمبرز این سائکلو پیڈیا صفحہ ۳۴۴) —

نکلتي هی اور جو اس ملک کي طبعي بغاوت کي طرف اشارہ کرتي هی - لفظ עֲרָבָה عربه کے معنی وادي یا بیابان کے هیں اور چونکه ایک بڑا حصه جزیرہ عرب کا بالکل بیابان هی اور وادي کے نام سے مشہور هی اسي وجهه سے کل جزیرہ کا عرب نام هوگیا — لفظ عربه کا هر قصبه کے نام کے پہلے بطور ایک عام صفت کے لگایا جاتا تها اور اسطرح עַרְבֹת † عربات جو اُسکي جمع هی اس جزیرہ کے ایک حصه پر بولا جاتا تها جیسا که کتاب توریه مثنی باب (۳۴) ورس (۱ و ۸) میں آیا هی — بعض مورخ ازراہ جرأت یهه راے دیتے هیں که ایک ‡ گانوں موسوم عربه کي وجهه سے جو تهامه کے نزدیک واقع هی اس تمام جزیرہ کا یهه نام پڑگیا مگر یهه راے ٹهیک نهیں معلوم هوتي — ممکن هی که لفظ عربه جو کسي گانوں کے نام کے پہلے محض به حیثیت ایک جزو ممیزہ کے استعمال کیا جاتا هو اور رفته رفته اُسکے اصلي نام کے قایم مقام هوگیا هو *

عرب کي حدود اربع یهه هیں — مغرب میں بحر احمر — مشرق میں خلیج فارس و خلیج عمان — جنوب میں بحر هند — شمال کي جانب اُسکي سرحد بابل اور شام سے ملي هوئي هی اور اُسکو آبناے سوئز مصر سے علحدہ کرتي هی — یهه جزیرہ نما شمال اور مغرب کي جانب کنعان سے ملا هوا هی جو بني اسرائیل کا وطن هی اور جسکو متقدمین یوناني فنشیا اور متوسط زمانه کے لوگ فلسطین یا ارض مقدس کهتے تهے اور بالفعل سوریا یعني شام کے نام سے مشہور هی — اسي زمین کي نسبت خداتعالی نے حضرت ابراهیم اور اُنکي اولاد سے عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تها — لیکن چونکه ' ان دونوں ملکوں کي اس سمت میں بیابان حائل هیں اسلیئے قبل اسکے که عرب کي شمالي اور مغربي حد معین کرنے کي کوشش کي جاوے " ارض موعود " کي جنوبي اور مشرقي حد کو محقق کرنا چاهیئے - جبکه خدا تعالی نے حضرت ابراهیم سے وعدہ کیا تها که میں تمهاري اولاد کو ایک ملک عطا کرونگا اُسوقت حضرت ابراهیم اُس مقام پر رهتے تهے جو درمیان (بیت ایل - اور - عي) کے واقع هی جیسا که سفرتکوین باب (۱۳) ورس (۳) میں مذکور هی- اگرچه خدا تعالی نے اپني قدرت کامله سے حضرت ابراهیم کو وہ ملک جسکے دینے کا وعدہ کیا تها دکهلا دیا تها لیکن اُسکي ٹهیک ٹهیک حدیں نهیں بتائي تهیں جیسا که سفرتکوین باب (۱۳) ورس (۱۴ و ۱۵) سے ظاهر هوتا هی — مگر جب خدا تعالی نے دوبارہ اپنے وعدہ کي تجدید کی اُسوقت حضرت ابراهیم کو صرف اُسکي دو حدیں بتلائیں جیسا که سفرتکوین باب (۱۵) ورس (۱۸) میں لکها هی که خدا نے ابراهیم سے کها که اس زمین کو نهر مصر سے نهر بزرگ تک جو نهر فرات هی تیري ذریت کو دونگا *

---

† عربات بالتحریک جمع عربة وهي بلادالعرب (مراصدالاطلاع جلد ۲ صفحه ۲۳۵) —

‡ عربة قریة في اول وادي نخلة من جهة مکة (ایضا صفحه ۲۳۶) —

مگر تعجب هی که اُسکے بعد کتابہاے مقدس کے کسي لکھنے والے نے دریاے مصر کو " ارض موعود " کي سرحد نہیں قرار دیا جسکي کوئي وجھہ نہیں معلوم هوتي بلکه برخلاف اسکے بیر شبع † کو בְּאֵר שֶׁבַע هر جگھہ اُسکي حد جنوبي قرار دیا هی اور جبکه خدا تعالی نے حضرت موسی کو بیابان مواب میں " ارض موعود " دکھلائي تو اُنہوں نے دیکھا که צֹעַר ‡ صوعر اُسکي جنوبي سرحد هی — صوعر اور بیر شبع قریب قریب ایک هي خط میں واقع هیں اسواسطے اُن دونوں میں سے کوئي جگھہ بلا تفرقه " ارض موعود " کي جنوبي سرحد قرار پاسکتي هی *

مگر یہہ بات بالتخصیص جانني چاهیئے که بیر شبع § دو تھے ایک کا نام صرف || بیر شبع בְּאֵר שֶׁבַע تھا اور دوسرے کا نام قریه بیر شبع עִיר בְּאֵרשֶׁבַע یا * شبعه שִׁבְעָה کہا جاتا تھا یعني وہ جگھہ جہاں بیابان جرار میں حضرت اسحاق کے نوکروں نے اُسوقت جبکه حضرت اسحاق اور ابي ملک کے باهم عہد و پیمان اور حلف هوا تھا ایک کنواں کھودا تھا چنانچہ سفرتکوین باب ۲۶ ورس ۳۲ و ۳۳ میں لکھا هی " اور ایسا هوا که اُسي دن اسحاق کے نوکر آئے اور اُس کنوئیں کا حال جو اُنہوں نے کھودا تھا بیان کیا اور اُن سے کہا که همکو پاني مل گیا اور اُنہوں نے اُسکا نام شبع رکھا اسیواسطے اُس شہر کا نام آجتک بیر شبع هی " اور یہہ وهي ┼ جگھہ هی جہاں سے که حضرت یعقوب حاران کو روانه هوئے تھے اور اسي ‡‡ جگھہ حضرت یعقوب کے بیٹے جبکه وہ مصر کو غله لینے جاتے تھے ٹھہرے تھے اور ایک زمانه میں یہہ شہر گرد و نواح کے ملک کا پایه تخت تھا اور شموئیل کے لڑکے وهاں §§ حاکم تھے ||| عاموص نبي نے بھي اس مقام کا ذکر کیا هی که یہاں بت پرستي بہت شایع تھي —

---

† کتاب قضاة باب ۲۰ ورس ۱ — شموئیل اول باب ۳ ورس ۲۰ — شموئیل دوم باب ۳ ورس ۱۰ و باب ۱۷ ورس ۱۱ و باب ۲۴ ورس ۲ و ۱۵ — ملوک اول باب ۴ ورس ۲۵ — ملوک دوم باب ۲۳ ورس ۸ — تواریخ اول باب ۲۱ ورس ۲ — تواریخ دوم باب ۳۰ ورس ۵ —

‡ توریة مثنی باب ۳۴ ورس ۳ —

§ همکو صاف اور صریح خبر ملي هی (شموئیل دوم باب ۲۴ ورس۷ و ۱۵) سے که بیر شبع یہودیه کے جنوب میں ادومیه کي جانب واقع تھا اور اسواسطے اُسکو وہ بیر شبع نه سمجھه لینا چاهیئے جو گلیلي کے اوپر کے حصه میں واقع هی اور جسکا ذکر جو سیفس نے اور حال میں ڈاکٹر روبنسن نے کیا هی (بائبل سائکلوپیڈیا مولفه جے ہي کٹن ایم — اے جلد ۱ صفحه ۳۰۷) —

|| سفرتکوین باب ۲۱ ورس ۳۱ و ۳۲ — * یوشع باب ۱۹ ورس ۲ —

┼ سفرتکوین باب ۲۸ ورس ۱۰ — ‡‡ سفرتکوین باب ۴۶ ورس ۱ و ۵ —

§§ شموئیل اول باب ۸ ورس ۲ — ||| کتاب عاموص باب ۵ ورس ۵ و باب ۸ — ورس ۱۴ و باب ۷ ورس ۹ —

اور † ضیاء مادر بیت پیدایش اسی جگہہ پیدا ہوئی تہی اور ایلیاہ ‡ ملکہ ایزبل کے خوف سے یہاں بہاگ آئی تہی — یہہ شہر § بابل والوں کی گرفتاری تک ویران نہیں ہوا تہا — بعض لوگوں کی یہہ راے ہی کہ وہ اب ایک نہایت چہوٹا سا گانوں رہ گیا ہی اور ایک وسیع ریگستان کے قرب و جوار میں واقع ہی جہانکہ بجز اطراف سمندر کے آبادی کا نام و نشان نہیں ہی — بیر شبع حبران سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر تہا اور یوسی بیس کے زمانہ میں جو چوتہی صدی عیسوی میں گذرا ہی اُس میں ایک رومی فوج رہتی تہی — یہہ بیر شبع اکتیس درجہ سترہ دقیقہ عرض شمالی پر واقع تہا اور طول شرقی اُسکا چونتیس درجہ اور چون دقیقہ کا تہا — پہلا بیر شبع قادیش קָדֵשׁ اور شور שׁוּר کے بیابانوں کے بیچ میں تہا اور حضرت ابراہیم نے اُس کو بنایا تہا — حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کلدانیوں کے شہر کو جسکا نام " اور || کلدانیان " تہا چہوڑ کر حاران کو چلے گئے اور وہاں چند روز ٹہہر کر مصر کی طرف چلے گئے اور جب مصر سے واپس ہوئے تو اُسی ¶ جگہہ پر ڈیرے جہانکہ پہلے ٹہرے تہے اور وہاں سے حضرت لوط اُن کے ساتھہ سے جدا ہوکر وادی * اردن کو روانہ ہوگئے اور حضرت ابراہیم نے قادیش اور ⸸ شور کے بیابانوں میں سکونت اختیار کی اور وہاں ایک †† کنواں کہودا — حضرت ابراہیم ‡‡ مدت تک یہاں رہے اور ایک باغ §§ لگایا — اور جب حضرت |||| ہاجر حضرت ابراہیم کی پہلی بی بی حضرت سارہ سے ناراض ہوکر نکل گئی تہیں تو اسی جگہہ پر آئی تہیں اور اسی کنوئیں کے پاس اُن کو خدا کا فرشتہ دکہائی دیا تہا اور اس لیئے اُنہوں نے اس کنوئیں کا نام بیرلحی روئی בְּאֵר לַחַי רֹאִי یعنی " بیرللحی المرئی " رکہا تہا — اس کے بعد ایک قحط سالی کے ایام میں حضرت اسحاق نے اس مقام کی سکونت چہوڑ دی اور جرار ¶¶ גְּרָר کو چلے گئے — اس میں کچھہ شک نہیں

کہ قادیش ایک اَور جگہہ ہی اور جرار اُس سے بہت دور ہی وہاں کے باشندے حضرت اسحاق سے واقف نہ تہے اور غالباً بد طینت اور بد خصلت آدمی تہے اس لیئے حضرت اسحاق نے جیسا کہ توریت میں لکہا ہی اُن لوگوں سے اپنی بی بی کی نسبت کہا کہ یہہ

† ملوک دوم باب ۱۴ ورس ۲ — تواریخ دوم باب ۲۶ ورس ۱ —

‡ ملوک اول باب ۱۹ ورس ۳ — § نحمیاہ باب ۱۱ ورس ۲۷ و ۳۰ —

|| سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۳۱ — ¶ سفر تکوین باب ۱۳ ورس ۳ —

* سفر تکوین باب ۱۳ ورس ۱۰ و ۱۱ — ⸸ سفر تکوین باب ۲۰ ورس ۱ —

†† سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۱۴ و ۲۵ و ۳۰ — ‡‡ سفر تکوین باب ۲۲ ورس ۱۹ —

§§ سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۳۳ — |||| سفر تکوین باب ۱۶ ورس ۸ لغایت ۱۴ —

¶¶ سفر تکوین باب ۲۶ ورس ۶ —

میری بہن † ہی — مگر جب ابی ملک نے حضرت اسحاق کو جرار سے نکالدیا تب اُنہوں نے بیابان جرار میں بود و باش اختیار کی اور وہاں ایک کنواں کھودا جسکا نام شبع رکھا اور جس مقام پر سکونت اختیار کی تھی اُس کا نام ‡ قریہ بیر شبع رکھا اس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہہ جگہہ وہ جگہہ ہرگز نہیں ہوسکتی جہاں حضرت ابراہیم نے کنواں کھودا تھا *

ان باتوں کی اس قدر تفصیل کرنے سے ہمارا منشاء دو چیزوں کے ثابت کرنے کا ہی — اول یہہ کہ عرب کی شمالی حد ملک شام یا "ارض موعود" سے ملحق ہوتی ہی اور "ارض موعود" کی جنوبی حد حضرت اسحاق والا بیر شبع یا صوعر جس کو § بلع بھی کہتے ہیں ہی — دوسرے یہہ کہ حضرت ابراہیم والا بیر شبع قادیش میں ہی جو ملک عرب میں واقع ہی *

جن لوگوں کا خیال یہہ ہی کہ حضرت ابراہیم والا بیر شبع اور حضرت اسحاق والا بیر شبع دونوں ایک ہی ہیں اُن واقعات پر مبنی ہی جن کو کہ میں ابھی ثابت کرونگا کہ اُن پر کسی طرح اعتبار نہیں ہوسکتا — سب سے پہلا واقعہ جو اُن کی راے کا موید ہی یہہ ہی کہ جب حضرت اسحاق قادیش سے چلے گئے تو فلسطین والوں نے حضرت ابراہیم کے کھودے ہوئے کنوئیں کو مٹی سے بھرکر بند کردیا اور جبکہ ابی ملک نے حضرت اسحاق کو جرار سے نکالدیا تو حضرت اسحاق نے اُنہیں کنوؤں کو از سر نو کھودا جو اُن کے والد حضرت ابراہیم کے زمانہ میں کھودے گئے تھے اور جن کو فلسطین والوں نے روکدیا تھا اور اُنہوں نے اُن کنوؤں کے وہی نام رکھے جو اُن کے والد نے رکھے تھے — مفسرین توریت کا یہہ استدلال ابتدائی یا سرسری نظر میں ٹھیک معلوم ہوتا ہی اور خیال میں آتا ہی کہ بیر شبع ایک ہی ہوگا مگر ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہہ خیال ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا — سفر تکوین کے چھبیسویں باب کی اٹھارھویں آیت تک توریت میں حضرت ابراہیم کے صرف اُنہیں کنوؤں کا بیان ہی جنکو حضرت اسحاق نے پھر کھدوایا تھا مگر اُسی باب کی اُنیسویں آیت سے لیکر آخر باب تک اُن قدیم کنوؤں کا مطلق ذکر نہیں ہی بلکہ نئے کنوؤں کا ذکر ہی — ان نئے کنوؤں کے نام بھی حضرت اسحاق نے نئے رکھے تھے — اول کا نام بیر عسق באר עשק دوسرے کا نام سطنۃ שטנה تیسرے کا نام رحوبوث רחבות اور چوتھے کا نام سبعۃ שבעה رکھا تھا — اس سے صریح واضح ہی کہ یہہ کنوئیں حضرت ابراہیم کے کنوؤں میں سے نہیں تھے — پھر اُسی باب کی

---

† سفر تکوین باب ۲۶ ورس ۷ —
‡ سفر تکوین باب ۲۶ ورس ۳۳ —
§ سفر تکوین باب ۱۴ ورس ۲ —

سترھویں آیت کا صاف صاف یہہ مضمون ھی کہ حضرت اسحاق نے جرار کے وادي مدں اپنا خیمہ نصب کیا اور وھاں آباد ھوئے اور اُنیسویں اور بیسویں ورس مدں بیان ھی کہ حضرت اسحاق کے آدمیوں نے وادي مدں کنواں کھودا اور وھاں ایک کنواں جاري پاني کا برآمد ھوا اور جرار کے چرواھوں نے حضرت اسحاق کے چرواھوں سے تکرار کي اور پاني پر اپنا دعوی کیا — پس جبکہ ان سب آیتوں کا ایک دوسري سے مقابلہ کیا جاوے تو ظاھر ھوتا ھی کہ یہہ کنویں وادي جرار مدں کھودے گئے تھے نہ وادي فاریش مدں — ایک اَوْر امر جو مذکورہ بالا لوگوں کي راے کي تائید کرتا ھی تیئیسویں آیت کا یہہ مضمون ھی کہ حضرت اسحاق اپنے ملک کو چھوڑ کر بیر شبع کو چلے گئے جس سے خود بخود یہہ نتیجہ نکلتا ھی کہ اسُ بیر شبع سے مراد حضرت ابراھیم والا بیر شبع ھی کیونکہ اُسوقت تک حضرت اسحاق والے بیر شبع کا وجود بھي نہ تھا لیکن یہہ بات بھي صحیح نہیں ھیٔ کیونکہ جس بیر شبع کا اُس آیت مدں ذکر ھی وہ حضرت ابراھیم والا بیر شبع نہیں ھی بلکہ حضرت اسحاق والا بیر شبع ھی — کتب مقدسہ لکھنے والوں کا یہہ قاعدہ ھی کہ پچھلے زمانہ کے حالات لکھنے مدں جب کسي مقام کا ذکر آتا ھی تو وہ اُس مقام کا وھي نام لکھدیتے ھدں جو زمانہ تحریر مدں اُس کا نام ھوتا ھی گو کہ اُس زمانہ میں جس کا وہ حال لکھتے ھدں اُس مقام کا وہ نام نہ تھا بلکہ وجود بھي نہ تھا — چنانچہ اکثر مقامات مدں اُنھوں نے بہت سے شہروں اور قصبوں کا جو اُس زمانہ کے عرصہ دراز کے بعد وجود مدں آئے تھے نام لیکر ذکر کیا ھی — اکیسویں باب کي چودھویں آیت مدں حضرت ابراھیم والے بیر شبع کا نام مذکور ھی اگرچہ اُسوقت تک اُس کنویں نے وہ لقب حاصل نہیں کیا تھا

عرب علی العموم ایک وسیع مسطح اور ویران ملک ھی مگر جا بجا چند بے انتہا سرسبز و شاداب اقطاع بھي واقع ھدں اور بعض عظیم الشان پہاڑ بھي ھدں جنکي گھاٹیاں تازگي اور خوشنمائي کے لیئے مشہور ھدں — اُسمدں جو سب سے بڑے نقصانات ھدں وہ کثرت سے وادیوں کا ھونا اور پاني کا نہ ھونا ھی — میوے مختلف اقسام کے ھوتے ھدں جن مدں کھجور نہایت عمدہ اور خوش ذایقہ ھوتي ھی جو عرب کے ملک سے مخصوص ھی اور در حقیقت عرب کے لوگوں کي زندگي کا بہت بڑا ذریعہ ھی — عرب کے گھوڑے تمام دنیا کے گھوڑوں سے عمدہ اور خوبصورت ھوتے ھدں لیکن عرب کے لیئے سب سے زیادہ مفید جانور اونٹ ھی جسکو ریگستان کا جہاز لکھنا بیجا نہیں ھی *

عرب ٹھیک طور سے دو حصوں مدں منقسم ھوسکتا ھی ایک عرب الحجر یعني کوھستاني عرب جو خاکناے سوئیز سے لیکر بحر احمر اور بحر عرب تک پھیل رھا ھی —

دوسرا عرب الوادی یعنی عرب کا مشرقی حصہ — مگر بطلیموس † پرانے جغرافیہ دان نے عرب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہی — عرب الحجر یعنی پتھریلا عرب — عرب المعمور یعنی عرب آبادان — عرب الوادی یعنی ریگستانی عرب — آجکل کے نقشوں میں عرب الحجر میں صرف وہ حصہ ملک کا شامل رکھا گیا ہی جو خلیج سوئیز اور خلیج عقبہ کے درمیان واقع ہی مگر اس تقسیم کے لیئے کوئی معتبر سند نہیں — بطلیموس کے جغرافیہ کے مطابق عرب الحجر کو خلیج سوئیز سے لیکر یمن یا عرب المعمور کی حد تک شمار کرنا چاہیئے — وہ لوگ جنکے نزدیک بطلیموس نے عرب المعمور لفظ یمن کا ترجمہ کیا ہی بلاشک غلطی پر ہیں کیونکہ اُس پرانے جغرافیہ دان کے زمانہ میں عرب الحجر کا جنوبی حصہ گنجان آباد تھا اور تجارت کے لیئے مشہور تھا جسکی وجہہ سے اُسنے تمام جزیرہ کے اُس حصہ کا عرب المعمور نام رکھدیا — عربی جغرافیہ دانوں نے جزیرہ عرب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہی — تہامہ — حجاز — نجد — عروض — یمن — غیر ملکوں کے مورخ اور جغرافیہ دان جو یہہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اس ملک کو حجاز اس سبب سے کہتے ہیں کہ حاجی اور زائروں کا عام مرجع ہی وہ بڑی غلطی پر ہیں کیونکہ لفظی معنی حجاز کے اُس چیز کے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان میں واقع ہو — تمام ملک کا یہہ نام اُس پہاڑ کی وجہہ سے پڑگیا ہی جو شام اور یمن کے درمیان بطور حجاب کے واقع ہی — عرب بلحاظ اُن مختلف قوموں کے جو اُس میں آباد ہیں اور اُن آبادیوں کے ناموں کے اور اُن آبادیوں کے ملکی حالات کے اور اُن کے باشندوں کے اعتبار سے بیشمار حصوں میں منقسم ہوگیا ہی — مگر اسبات کا کہنا کہ یہہ حصے ٹھیک ٹھیک کس طرح پر ہیں بغیر اسبات کے اول جان لینے کے کہ یہہ قومیں جو اُن میں آباد ہیں کون ہیں اور کہاں سے آئی ہیں اور کہاں کہاں آباد ہوئیں اگر محال نہیں تو غیر ممکن تو ضرور ہی اسلیئے ہم حتی الامکان ان امور کی تنقیح کی کوشش کرینگے — ان امور کی نسبت کتب مقدسہ یا عرب کے قرب و جوار کی قوموں کی کتابوں میں بہت کم تذکرہ پایا جاتا ہی — اسکی وجہہ یہہ ہی کہ کتب مقدسہ کے لکھنے والے صرف "ارض موعود" کے حالات لکھنے اور تلاش کرنے میں مصروف رہے اور اُنکی تمام ہمت صرف بنی اسرائیل

† جزیرہ عرب کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا موجد بطلیموس خیال کیا جاتا ہی اور وہ تین حصے یہہ ہیں — عرب الحجر — عرب المعمور — عرب الوادی — عرب الحجر میں تمام شمالی غربی حصہ شامل تھا — عرب المعمور میں غربی اور جنوبی کنارہ — عرب الوادی میں تمام اندرونی حصہ جو اچھی طرح معلوم نہ تھا — مگر اس تقسیم کو عرب کے لوگ تسلیم نہیں کرتے اور حال کی تحقیقات کی رو سے یہی صحیح نہیں معلوم ہوتی — چیمبرز این سائکلو پیڈیا صفحہ ۳۴۳ — یہہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بطلیموس نے ملک کو اُسکی طبعی حالت کے لحاظ سے تقسیم کیا تھا نہ کہ حد بندی کے لحاظ سے —

کے حالات لکھنے پر منحصر تھي اور غير قوموں نے اس ويران اور بے ثمر ملک کي طرف کچھہ توجهہ نہيں کي

اس کتاب کے لکھنے ميں جہانتک کہ ہوسکيگا ہم اُن دونوں ذريعوں سے گوکہ اُن سے بہت ہي کم حالات معلوم ہوتے ہيں فائدہ حاصل کرينگے اور اُسکي تائيد ميں عرب کي ملکي روايتوں سے جو قابل اعتبار معلوم ہوتي ہيں غفلت نہ کرينگے *

جو ملکي روايتيں عرب کي مختلف قوموں کي تقسيم کے باب ميں ہيں وہ نہايت معتبر ہيں کيونکہ عرب کے لوگ اپني آبائي رسوم اور اوضاع اور اطوار کے بدرجہ غايت پابند تھے اور اُنکو کبھي ترک کرنا يا تبديل کرنا نہيں چاہتے تھے اور اسي وجهہ سے وہ لوگ اپنے نسب ناموں کو ياد رکھنا قريباً قريباً اپنا فرض سمجھتے تھے اور يہي وجهہ تھي کہ ہر ايک قوم نہيں بلکہ ہر ايک قبيلہ اپنا اپنا جدا جدا نام رکھتا تھا اور اس ذريعہ سے ہر ايک شخص اپني قوم اور قبيلہ کو بخوبي جانتا تھا اور اپنے حسب نسب پر بے انتہا فخر کرتا تھا اور جس طرح کہ پراني قوموں "سکنڈنيوين" اور "سلٹک" کے ہاں کڑکہت ہوتي تھي اسي طرح عرب کي قوموں ميں بھي ہوتي تھي جنکا لڑائيوں ميں مردانہ اشعار پڑھنا اور لڑنے والوں کو اُنکے حسب اور نسب کا جتلانا جنگي باجے کا کام ديتا تھا † *

جو کچھہ کہ ميں نے عرب کي ملکي روايتوں کي نسبت بيان کيا ہے اُسکي تائيد رورنڈ مسٹر فارسٹر کے بيان سے ہوتي ہے اُنہوں نے عرب کا ايک جغرافيہ لکھا ہے اُس ميں وہ لکھتے ہيں کہ " عربوں کي قديمي اوضاع اور رسوم اور يادگاروں کي پابندي کو جو ہميشہ سے زبان زد خاص و عام ہے تمام دلايل ميں سب سے اول رکھنا مناسب ہے کيونکہ اسبات پر سب کا اتفاق ہے کہ اُنکي قومي خاصوں ميں سے يہہ خاصہ سب سے مقدم ہے - ايک اور تعجب انگيز مثال عرب کي اس پابندي کي قدامت اور رفاقت کي کرنيل چسني نے اس طرح بيان کي ہے کہ عجل عربوں کا ايک گروہ بغداد کے قريب خيمہ زن ہوا ميں اُنکے خيمہ گاہ کي سير کے واسطے گيا اُن خيموں کے بيچ ميں شاہي نشان اسپين کا لہراتا ہوا ديکھہ کر مجھکو کمال حيرت ہوئي اور ايک عربي خيمہ ميں تين دھاريوں کي علامتوں کو ديکھہ کر ميں نے اُنکا حال دريافت کرنے کي کوشش کي - ايک نہايت بڈھے آدمي نے

---

† ہمارے ملک ميں جو ہندو قوميں آباد ہيں اُنکے حالات پر غور کرنے سے اور اسبات کے ديکھنے سے کہ باوجود اسکے کہ ہزارہا برس اور مختلف حکومتيں اُنپر گذر گئي ہيں مگر اُنکي جدا جدا قوميں آجتک کس طرح پر محفوظ ہيں اور ہر ايک شخص اپني قوم اور اپنے گوت يعني قبيلہ سے بخوبي واقفيت رکھتا ہے اور آجتک اُنکے معزز لوگوں کے ہاں بہاٹ اور کڑکيت موجود ہيں — عرب کي قديم قوموں کے حالات کا نقشہ بخوبي سمجھہ ميں آسکتا ہے اور ہر شخص خيال کرسکتا ہے کہ اسي طرح اُنہوں نے اپني قوم اور قبيلہ کو علحدہ علحدہ محفوظ رکھا تھا *

مجھسے کہا کہ جبکہ اُنکے آبا و اجداد بربر کے ملک میں گئے تھے اور وہاں سے اسپین کی فتح کے واسطے روانہ ہوئے اُسوقت خلیفہ نے اُنکی خدمات کے جلدوے میں قبیلہ عجل کو شاہی نشان اسپین کا بطور جھنڈے کے عطا فرمایا تھا ۔ ڈین پریڈتو نے عرب کی رسم و رواج کی نسبت اسطرحپر لکھا ہی کہ قوم عرب دنیا میں سب سے زیادہ قدیم قوم ہی جو اپنے مورثان اعلی کے زمانہ سے آجتک نسلاً بعد نسل اپنے ملک میں رہتی چلی آئی ہی اور جسقدر کہ عرب اپنی رسم و رواج میں تغیر و تبدل کو نا پسند کرتے ہیں اُسیقدر ملک کے ناموں کے بدلنے کو بھی نا پسند کرتے ہیں — اسیوجہہ سے اکثر مقاموں کے وہی نام بدستور چلے آتے ہیں جو ابتدا میں رکھے گئے تھے ۔ اسیوجہہ سے ملک مصر کی قدیمی دارالسلطنت کے رہنے والے جو مصری کہلاتے تھے اور بعد کو زمانہ دراز تک بنام ممفس مشہور رہے عربوں کے تسلط کے زمانہ سے پھر مصری کہلانے لگے اور جب سے برابر یہہ نام چلا آتا ہی ۔ یہہ مثالیں منجملہ اُن بیشمار مثالوں کے ہیں جو علامہ ڈین نے بیان کی ہیں — پروفیسر رالنسن کا بیان ہی کہ فلسطین میں ایک اَور قسم کی قدیمی روایت ہی جس سے کہ کنیسوں کو کچھہ علاقہ نہیں ہی یعنی عوام‌الناس میں مقاموں کے قدیمی ناموں کا بجنسہ چلا آنا ۔ فی‌الحقیقت یہہ قومی اور دیسی روایت ہی جو کسی طرح پر اجنبی کنیسوں اور اجنبی حکام کے اثر سے پیدا نہیں ہوئی ہی بلکہ اُنہوں نے اپنی ماں کے دودہ کے ساتھہ اُس کو پیا ہی اور سمٹک زبانوں کی طبیعت میں استحکام کے ساتھہ گھر پکڑ گئے ہیں ۔ مقامات کے عبری نام انجیل کے زمانہ کے بہت عرصہ بعد تک اپنی اَرمینین شکل میں مروج رہے اور باوجود اسکے کہ یونانی اور رومیوں نے اپنی اپنی زبانوں کے ناموں کی ترویج کے لیئے کوششیں کیں مگر عوام‌الناس کی زبان پر وہی پرانے نام جاری رہے " *

غرضکہ ملک عرب کی ملکی روایتیں نہایت عمدہ اور صحیح ذریعہ ملک عرب کے حالات دریافت کرنے کا ہی — اُن کی رسوم کا علم مندرجہ ذیل امور سے معلوم ہوسکتا ہی —

میدان جنگ میں کوئی جنگ آور بدون اسکے کہ حریف سے اپنا حسب و نسب بآواز بلند بیان کرے تنہا لڑائی میں مشغول نہیں ہوتا تھا *

کسی عام مہم میں ہر شخص اپنی ہی قوم کے سردار یا رئیس کے جھنڈے کے نیچے قیام کرتا تھا — بعض اوقات جبکہ کسی قوم کے کسی آدمی سے کوئی جرم سرزد ہوتا تھا تو اس کی پاداش میں اُس ساری قوم کے لوگوں کو جرمانہ دینا پڑتا تھا جو اب شرع میں بلفظ الدیت علی العاقلة مستعمل ہی *

اس قسم کی رسوم کا نتیجہ یہہ ہوا کہ عرب کے لوگوں کو اپنی قوم کو چھوڑ کر دوسری قوم میں جا ملنا غیر ممکن ہوگیا تھا اور اسی بنا پر جزیرۂ عرب کے مختلف اقطاع پر تقسیم ہونے کی روایتوں پر کما حقہ اعتبار قایم ہوا اور بر قرار رہا — اب ہم عربوں کی اُس

مشہور و معروف یا بلفظی کو جو اپنی قومی اطوار اور عادات اور اپنے بزرگوں کی رسوم کے ساتھہ رکھتے ہیں بیان کرکے سوال کرتے ہیں کہ اس بات کا یقین کرنا کس طرح سے ممکن ہی کہ ایسی قوم پر جو تغیر و تبدیل کے اسقدر برخلاف ہو اور مزید برآں قبیلوں کے سخت اختلافات کی نسبت اسقدر محتاط ہوں مندرجہ ذیل شبہات کرنے کے لئے کافی وجوہ ہیں یعنی ایسے شبہات کے لئے جن کی تائید کے واسطے کوئی دلیل نہیں ہی بلکہ ایک طرفدار مصنف کے خیالی شوشے ہیں — مثلاً یہہ کہنا کہ بنی عمالیق اور بنی نباعا میں ہم کو ایسو اور اسمعیل کی اولاد صاف صاف نظر آتی ہی اور اسبات کا فرض کرلینا کچھہ ضرور نہیں ہی کہ اُن کے انساب کا علم یا روایت خود اُن قوموں میں بجنسہ چلی آتی ہی بلکہ فتح کے انقلابات اور دوسری قوموں کے ساتھہ خلط ملط ہونے سے یہہ بات بالکل بعید از عقل معلوم ہوتی ہی کہ ایسی وحشی قوم کے پاس جن کے پاس کوئی تحریری یادداشت نہیں ہی اُن کو اپنے نسب کی واقفیت اتنی صدیوں تک محفوظ اور بر قرار رہی ہو — مگر اس معترض کو ہمارے اوپر کے بیان سے ثابت ہوگیا ہوگا کہ یہہ امر ناممکن نہ تھا بلکہ درحقیقت اسی طرح پر واقع ہوا جیساکہ بیان ہوا ہی *

اب یہہ بات غور کرنے کے قابل ہی کہ حضرت اسمعیل اور حضرت ہاجرہ کی سکونت کے باب میں ملکی اور قومی دونوں طرح کی روایتیں نہایت معتبر ذریعہ سے ہمارے زمانہ تک پہونچی ہیں اور وہ ایسی روایتیں ہیں کہ جنکو تمام قوم نے بلا تامل صحیح مان لیا ہی پھر ہم کسطرح کسی عیسائی طرفدار مصنف (سر ولیم میور) کے محض بے دلیل بیانات کو صحیح اور معتبر تصور کرسکتے ہیں جسکا یہہ بیان ہی کہ " یہہ روایت ایک کہانی ہی یا توریت سے اخذ کرکے تحریر کردی گئی ہی " مگر جسوقت کہ اس عالی رتبہ مصنف نے یہہ بیان کیا اُنکو معلوم نہ ہوگا کہ خود توریت ہی سے حضرت ابراہیم کے نسب کی بابت اُس روایت کی تائید ہوتی ہی — اسکے بعد مصنف موصوف نے کم سن اسمعیل اور اُنکی بیکس ماں کی سکونت کی اصلیت کی نسبت اس طرح پر قیاس دوڑایا ہی کہ " بنی اسمعیل اور عمالیق کی قومیں جزیرہ عرب کے شمال اور وسط میں پھیلی ہوئی تھیں — غالباً یہی لوگ مکہ کے اصلی متوطن ہونگے یا زمانہ سابق میں یمن کے لوگوں کے شمول میں وہاں آ بسے ہونگے — اُسکے بعد ایک فرقہ بنی اسمعیل خواہ نباتی خواہ کسی ہم نسل خاندان کا وہاں کے کنوئیں اور کاروانی تجارت کے دلپسند موقع کے لالچ میں وہاں چلا گیا ہوگا اور بہت ذی اختیار ہوگیا ہوگا — یہہ فرقہ اپنی ابراہیمی نسب کی پرانی روایتوں کو اپنے ساتھہ لیگیا ہوگا اور مقامی اوہام اور اعتقادات پر خواہ وہ اُسی ملک کے ہوں یا یمن سے لائے گئے ہوں اُنکو منطبق کردیا ہوگا " *

ان قیاسي باتوں کي غلطي اس طرح پر ظاهر هوتي هی که حضرت اسمعیل کي عمر جبکه اُنکے باپ نے اُنکو گهر سے نکالا تها توریت کے مطابق † سوله برس کي تهي اور یهه عمر ایسي تهي که جو روایتیں اُنهوں نے اپنے والد سے سني تهیں اُنکے سمجهنے اور تمیز کرنے اور یاد رکهنے کے قابل تهے ـــ اسکے سوا وه همیشه اور متواتر اپنے والد سے ملاقات کرتے رهے اور حضرت ابراهیم بهي اکثر اُنکے پاس آتے جاتے تهے ـــ انجام کار سب سے بڑهکر یهه بات هی که حضرت اسمعیل جنکي عمر اُسوقت نواسي برس کي تهي بروقت وفات حضرت ابراهیم اپنے والد کے اُنکے پاس موجود تهے ـــ یهه سب باتیں هر ذي فهم اور غیر متعصب شخص کے ذهن نشین کرنے کو کافي هونگي که یهه تمام روایتیں جو مختلف اقوام عرب میں اسقدر شایع هیں لوگوں کو حضرت ابراهیم اور حضرت اسمعیل سے پهونچي هیں اور یهه امور ایسے بدیهي اور ذهن نشین هونے کے لایق هیں که اگر پهر کوئي شخص براه جرأت یهه کہے که یهه روایتیں یهودیوں کي وساطت سے پهونچي هیں تو اُسکو سنکر کچهه کم تعجب نه هوگا ـــ مگر تعجب اسپر آتا هی که مصنف موصوف نے اپنے قیاسي خیال کے ثابت کرنے کا ادعا کیا هی اور یهه لکها هی که " مگر اُن بني اسرائیل کو جو توریت پڑهتے هیں صرف نام اور مقام هي سے اس نسب کا احتمال عائد هوتا هی اور یهودي مصنفوں میں ' الهامي هوں خواه غیر الهامي ' هم کافي اظهار اس امر کا پاتے هیں که ایسا خیال درحقیقت کیا گیا تها ـــ یهه قدرتي استنباط خود اُن قوموں میں جنسے وه علاقه رکهتا تها قرب و جوار کے یهودیوں کے ذریعه سے وقتاً فوقتاً شایع هوگیا هوگا اور اُن بیجوڑ روایتوں کے غیر مکمل آثار کو جو هنوز اُنکے تخیلات اور اُنکي عادات اور اُنکي زبان میں موجود تهے تقویت دیدي هوگی " *

اگرچه اس راے کي غلطي اوپر کے بیان سے بخوبي ظاهر هوگئي هی مگر عرب کي قوموں کي عادت پر خیال کرنے سے اُس راے کي اور زیاده غلطي ظاهر هوتي هی ـــ عرب کے قدیم رهنے والوں نے اپني جبلي عادت کے موافق اپني اصلي روایتوں میں کوئي نئي روایت اضافه نهیں کي تهي اور تمام غیر قوموں سے بالکل علحده رهتے رهے یهانتک که جب

---

† جب حضرت اسمعیل پیدا هوئے تو حضرت ابراهیم کي عمر چهیاسي برس کي تهي (سفر تکوین باب ۱۶ ورس ۱۶) اور جب حضرت اسحاق پیدا هوئے تو حضرت ابراهیم کي عمر سو برس کي تهي (سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۵) اور حضرت ابراهیم نے حضرت اسمعیل کو حضرت اسحاق کے دودهه چهٹنے کے زمانه میں گهر سے نکالدیا تها اس حساب سے حضرت اسمعیل جبکه جلاوطن هوگئے تهے سوله برس کے تهے ـــ حضرت ابراهیم کا ایک سو پچهتروین برس کي عمر میں انتقال هوا تها اور حضرت اسمعیل اور حضرت اسحاق دونوں نے ملکر مکپیله کے غار میں دفن کیا تها (سفر تکوین باب ۲۵ ورس ۹) لهذا حضرت اسمعیل کي عمر اُسوقت نواسي برس کي تهي ـــ

حضرت اسمعیل اور اُنکے همراهي وهاں آکر آباد هوئے تو قدیمي عرب اُنکو نظر حقارت سے دیکهتے تهے اور ذلیل لقب " مستعربه " سے اُنکو ملقب کیا تها — آنحضرت صلعم کي بعثت سے پہلے بني اسرائیل اور خصوصاً اهل عرب بني اسمعیل کو همیشه دو مختلف قومیں سمجهتے رهے اور قدیم عرب نے اپني قدیمي روایتوں کا اُن سے مبادله نهیں کیا اور بني اسرائیل کے پاس عرب کي قوموں اور عرب کے انبیاء کي نسبت زباني خواه تحریري کوئي روایت نه تهي *

آنحضرت صلعم نے جب یهه بات فرمائي که جمیع انبیاء بني اسرائیل برحق نبي تهے اور اُن پر ایمان لانا چاهیئے اُسوقت بني اسرائیل کي اور اُنکے نبیوں کي روایتیں اور قصے عرب کي روایتوں اور قصوں میں مخلوط هوگئے — لیکن جو که بني اسرائیل کے هاں عرب کي کچهه روایتیں نه تهیں اسوجهه سے عرب کي روایتیں بجاے خود بجنسه برقرار رهیں *

تمام نئے آباد هونے والے جو وقتاً فوقتاً عرب میں آباد هوئے اور قدیم متوطنان عرب نے تین نام حاصل کیئے تهے — اول عرب البایده یعني صحرائي عرب — دوم عرب العاربه یعني قدیمي عرب — سوم عرب المستعربه یعني عرب میں نئے آباد هونے والے جو به سبب زمانه دراز کي سکونت کے عرب بنگئے تهے — یهه تین بڑي تقسیمیں قریب قریب تمام باشندگان عرب پر حاوي هیں خانه بدوش بدوؤں سے لیکر اُن قدرے شایسته قوموں تک جو کناره کے برابر برابر آباد هیں اور معهذا قدیم باشندگان عرب اور جدید باشندگان عرب کے درمیان تمیز بهي قایم رکهتے هیں — اسلیئے هم مناسب سمجهتے هیں که عرب کے باشندوں کا اُن مذکوره بالا تین عام قسموں کے مطابق علحده علحده بیان کریں *

اول

عرب البایده یا خانه بدوش صحرائي عرب کي قومیں

عرب البایده میں سات شخصوں کي اولاد کي سات مختلف گروهیں شامل هیں —
(۱) کوش پسر حام پسر نوح کي اولاد (۲) عولام پسر سام پسر نوح کي اولاد (۳) لود پسر سام پسر نوح کي اولاد (۴) عوص پسر ارم پسر سام پسر نوح کي اولاد (۵) حول پسر ارم پسر سام پسر نوح کي اولاد (۶) جدیس پسر گثر پسر ارم پسر سام پسر نوح کي اولاد (۷) ثمود پسر گثر پسر ارم پسر سام پسر نوح کي اولاد *

کوش کي اولاد خلیج فارس کے کناره پر اور اُس کے قرب و جوار کے میدانوں میں آباد هوئي *

جرهم پسر عولام بهي اُسي طرف جاکر رود فرات کے جنوبي کناروں پر سکونت پذیر هوا *

لود کے جو ان میں سے تهسرا مورث اعلی هے تین بیٹے مسمیان طسم — عملیق — امیم تهے

جنھوں نے اپنے آپ کو تمام مشرقي حصہ عرب میں یمامہ سے لیکر بحرین اور اُسکے گرد و نواح تک پھیلا دیا *

عوص پدر عاد اور حول دونوں نے ایک هي سمت اختیار کي اور جنوب میں بہت دور جاکر حضر موت اور اُس کے قرب و جوار کے میدانوں میں اقامت اختیار کي *

جدیس پسر گثر پسر ارم پسر سام عرب الوادي میں آباد ہوا *

ثمود پسر گثر پسر ارم پسر سام نے عرب الحجر میں اور اُس میدان میں جو وادیُ القری کے نام سے مشہور هی اور ملک شام کي جنوبي اور ملک عرب کي شمالي حد هی رهنا اور قبضہ کرنا پسند کیا *

عربي جغرافیہ دانوں نے جو کچھہ اپني تصنیفات میں نسبت عرب البایدہ اور اُن کے مقامات سکونت کے لکھا هی اُس کا انتخاب ذیل میں لکھتے ہیں جن سے اُن امور کي جو همنے اوپر بیان کیئے ہیں تصدیق هوتي هی *

قال القاضي صاعد ابن احمد الاندلسي صاحب قضاء مدینہ طلیطلہ ...... ان العراب البایدۃ فکانت اممامضخمۃ کعاد و ثمود و طسم و جدیس ولتقادم انقراضهم ذهبت عناحقایق اخبارهم و انقطعت عنا اسباب العلم بآثارهم *

اما جرهم فهم صنفان جرهم الاولی و کانوا علی عهد عاد فبادوا ودرست اخبارهم و هم من عرب البایدہ — ابوالفدا *

سکنت بنو طسم الیمامۃ الی البحرین — ابوالفدا

سکنت بنو عاد الرمل الی حضرموت — ابوالفدا

و بلاد عاد یقال لها الاحقاف و هي بلاد متصلۃ بالیمن و بلاد عمان — ابوالفدا *

و الی عاد اخاهم هودا و هو عاد بن عوص بن ارام بن سام و هم عاد الاولی کانت منازل قوم عاد بالاحقاف و هي رمال بین عمان و حضر موت — معالم التنزیل *

سکنت ثمود الحجر بین الحجاز والشام — ابوالفدا

کانت مساکنهم بالحجر بین الحجاز والشام الی وادي القری — معالم التنزیل *

الحجر بالکسر ثم السکون والراء اسم دیار ثمود بوادي القری بین المدینۃ والشام کانت مساکن ثمود و هي بیوت منحوتۃ فی الجبال مثل الغایر تسمي تلک الجبال الاثالب کل جبل منقطع عن الاخر یطاف حولہ و قد نقرفیہ بیوت و نقر علی قدر الجبال التي تنقر فیها و هي بیوت في غایۃ الحسن فیها نقوش و طیقان محکمۃ الصنعۃ و في وسطها البیر التي کانت تردها الناقۃ — مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع *

الحجر بکسر الحاء و سکون الجیم والراء دیار ثمود بوادي القری بین المدینۃ والشام — مشترک یاقوت الحموي *

قال ابن حوقل والحجر بین جبال علی یوم من وادي القری اقول لم یحصل ذلک فان بینهما اکثر من خمسة ایام قال و کانت دیار ثمود الذین قال الله عنهم و ثمود الذین جابوا الصخر بالواد قال رایت تلک الجبال و مانحت منها کما اخبرالله تعالے و تنحتون من الجبال بیوتا فارهین و تسمی تلک الجبال الاثالب اقول وهي التي ینزلها حجاج الشام وهيَ عن العلي علی نحو نصف مرحلة من جهة الشام — تقویم البلدان *

و وادي القری فهو بادیة الجزیرة و ماکان من بالس الی ایله مواجها للحجاز معارضا لارض تبوک فهو بادیة الشام — تقویم البلدان *

اب که همنے اس مقام پر ایک کامل فهرست سات مختلف اقوام عرب البایده کے مورثان اعلی کي لکهدي هی اور اُن مقامات کو بهي بیان کردیا هی جهاں جهاں یهه مختلف قومیں آباد هوئیں تو اب هم حتی المقدور اُن شعبوں اور شاخوں کي تفصیل بیان کرینگے جو اُن قوموں سے پیدا هوئي هیں *

اولاً — بني کوش — کسي عرب کے مورخ نے بني کوش کا کچهه حال نهیں بیان کیا سب کے سب خاموش هیں اور اس سبب سے اُن کے حالات کچهه دریافت نهیں هوئے — اسي بناء پر جارج سیل اور اُنهیں کي مانند آؤر انگریزي مصنفوں نے بیان کیا هی که "کوش کي اولاد عرب میں آباد نهیں هوئي تهي" — نویري نے اپنے جغرافیه میں ایک یهه فقره لکها هی" و ملک شرحبیل علی قیس و تمیم " اس فقره میں نویري نے بني کوش کا ذکر بشمول بني تمیم کے کیا هی جس سے وه حصهٔ سلطنت کا مراد هی جو الحارث نے اپنے دوسرے بیٹے شرحبیل کو بخشا تها — نویري کے اس فقره پر رورنڈ مسٹر فارسٹر یهه استدلال کرتے هیں که مشرقي مورخ بني کوش کو عرب کے رهنے والوں میں شمار کرنے سے خاموش نهیں هیں — مگر رورنڈ مسٹر فارسٹر کو اس میں کسیقدر دهوکا هوا هی کیونکه نویري کے فقره سے کسي طرح یهه بات ثابت نهیں هوتي که بني قیس اور بني کوش ایک هي خاندان میں یعني حام کي اولاد میں هیں — مشرقي مورخوں نے جو بني کوش کا کچهه ذکر نهیں کیا اس کي وجهه ظاهرا یهه معلوم هوتي هی که خود مشرقي مورخ دهوکے میں پڑگئے هیں کیونکه کوش کي اولاد جو مشرق میں آباد هوئي تهي اور یقطان کي اولاد جو جنوب کي طرف یمن اور اُس کے گرد و نواح میں آباد هوئي تهي اُن دونوں کے ناموں میں ایک طرح کي مشابهت پائي جاتي هی اور اس سبب سے مشرقي مورخوں نے دهوکے کهاکر تمام واقعات اور حوادث کو جو بني کوش سے متعلق تهے بني یقطان سے متعلق سمجهه لیا اور اُن تمام واقعات اور حوادث کو بني یقطان کي طرف منسوب کردیا *

مگر † رورنڈ مسٹر فارسٹر نے بڑی کوشش اور تلاش سے اور بڑی صحت اور قابلیت سے نہایت معتبر اور مستند حوالوں سے اس امر کو بیان کیا ھی کہ بنی کوش درحقیقت عرب میں خلیج فارس کے کنارہ کے برابر برابر آباد ہوئے تھے اور مشرقی کنارہ کے مختلف شہروں کے ناموں کا اُن ناموں سے مقابلہ کرکے جو بطلیموس نے لکھے ہیں اپنے دعوے میں قطعی کامیابی حاصل کی ھی — لیکن مصنف موصوف نے جبکہ بنی کوش کو تمام جزیرہ عرب میں اور خصوصاً یمن اور خلیج عرب کے کناروں پر پھیلا دینے کی کوشش کی ھی تو اُس کی دلیلوں میں ضعف آجاتا ھی اور اُسی دھوکے میں پڑ جاتا ھی جسمیں مشرقی مورخ پڑ گئے تھے اور اسی سبب سے یمن تک پہونچنے پر اُس کی بحث بدرجہ غایت مہمل اور بے معنی ہوگئی ھی اور صرف ایک ناکارہ سلسلہ خیالی اور وہمی استنباطوں کا خیال کی جاسکتی ھی — اس لیئے ہم کہتے ہیں کہ " نمرود " کے سوا جسکا ذکر تنہا کتاب مقدس میں کیا گیا ھی اور اس سبب سے ہمکو یہہ مستنبط کرنا پڑتا ھی کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھہ آباد نہ ہوا تھا باقی اولاد کوش کی جن کے نام — سبا — حویلاہ — سبتاہ — رعماہ — سبتکا — تھے اور رعماہ کے بیٹے یعنی شبا اور ددان سب خلیج فارس کے کنارہ کنارہ آباد ہوئے تھے — ہم اس امر سے انکار کرنا نہیں چاہتے کہ کوش کی اولاد میں سے کوئی جزیرہ عرب کے اَوَر اقطاع کی جانب بھی چلے گئے ہوں اور وہاں سکونت اختیار کی ہو —

---

† یہہ ایک عام اور مسلم راے ھی کہ سبا پسر کلاں کوش نے پہلے وہ حصہ وادی القری کا آباد کیا جو دریاے فرات کے ملحق ھی اور یہہ راے بظاہر وجوہات ذیل پر مبنی ھی — ضلع مذکور کا " خوزستان " یعنی کوش کے اصلی وطن کے قریب واقع ہونا — زمانہ ما بعد میں شہر " سبی " اور قوم سبا کا سرحد " خالدیہ " پر موجود ہونا — کوشی ناموں اور خاندانوں — حویلاہ — سبتاہ — رعماہ — ددان — کا خلیج فارس کے کنارہ پر مسلسل سلسلہ میں واقع ہونا اور سب سے اخیر یہہ کہ اشعیاہ نبی کی کتاب کے دو مقاموں میں کوش اور " سبا " کا ساتھہ ساتھہ بیان ہونا جس سے پایا جاتا ھی کہ " سبا " " خوزستان " سے ملحق ھی — " راس مسندم " کے قریب جس کو بطلیموس نے " راس اسابی " کرکے لکھا ھی ہم مسٹر سیل کے نقشہ میں شہر " نشکان " جو توریت کے " کشام " کے مرادف ھی پاتے ہیں — پھر عمان کے اسی کنارہ پر " عمنان " یا " عمای " اور " تامر " یا " سیب " اور " سو بار " شہروں کے درمیان میں ہم ایک ساحل پاتے ہیں جس کو " پلنی " نے سواحل " حام جو بالفعل " ماحام " کہلاتا ھی — اُس خانناے کے مقابل کی اطراف پر جو " راس مسندم " میں منتہی ہوتی ھی اور " خلیج فارس " کے دہانہ کے اندر شہر اور ضلع " رعماہ " جسکو یونانی ترجمہ توریت میں " رغمہ " اور بطلیموس نے " رغامہ " لکھا ھی پایا جاتا ھی — خلیج کے باہر شہر اور ضلع " دعان " یا " داونہ " کا پتا ملتا ھی اور توریت میں جو " ددان " جو رگے بیٹے " رعماہ " کا ذکر ھی اُس کی طرف منسوب کیا جاتا ھی (فارسٹر صاحب کا جغرافیہ عرب صفحہ ۳۸) —

مگر ہمنے رورنڈ مسٹر فارسٹر کی جن دلیلوں کو لغو اور مہمل اور وہمی اور خیالی بیان کیا ہی اُس کا سبب یہہ ہی کہ مصنف موصوف کو بنی کوش کے مقامات سکونت کی تحقیق میں کوئی ایسا مقام ملجاتا.ہی جسمیں ذراسی بھی مشابہت کوشی ناموں سے ہجوں میں یا صرف ایک حرف ہی کی مطابقت پائی جاتی ہی تو وہ اُس مقام کو کوش کی اولاد کے متعلق کردینے میں ذرا بھی دریغ نہیں کرتا حالانکہ بنی کوش کے اکثر نام ایسے ہیں جو بنی یقطان کے ناموں سے جو یمن میں رہتے تھے مشابہت تامہ رکھتے ہیں *

کتب مقدسہ کے لکھنے والوں نے بنی کوش کی وجہہ سے تمام ملک عرب کو بنام ارض کوش یا اتھوپیا کے موسوم کیا ہی اور اس امر کے ثابت کرنے کو رورنڈ مسٹر فارسٹر نے نہایت مضبوط اور قابلانہ دلیلیں پیش کی ہیں – وہ لکھتے ہیں کہ " توریت اور انجیل کے تاریخی جغرافیہ کے انگریزی ترجمہ میں الفاظ " اتھوپیا " اور " باشندگان اتھوپیا " اکثر مستعمل ہوئے ہیں اور اُنکی جگہہ عبرانی توریت میں اسم معرفہ کوش واقع ہوا ہی – اور یہہ لفظ کوش جبکہ کتاب مقدس میں اس طرح مستعمل ہوا ہی تو اُس سے ہمیشہ ایشیائی اتھوپیا یعنی عرب مراد لیا گیا ہی نہ کہ افریقی اتھوپیا – چند مصرح ورسوں کے مقابلہ کرنے سے یہہ امر بخوبی واضح ہوجاتا ہی – چنانچہ کتاب اعداد باب ۱۲ ورس ۱ میں لکھا ہی کہ مریام اور ہارون نے حضرت موسی سے اُس اتھوپین (عبرانی میں ہی کوشی) عورت کی وجہہ سے جسکے ساتھہ اُنہوں نے شادی کی تھی گفتگو کی اسلیئے کہ اُنہوں نے ایک اتھوپین (عبرانی میں ہی کوشی) عورت سے شادی کی تھی – اور کتاب خروج باب ۲ ورس ۱۵ اور ۲۱ سے یہہ امر متحقق ہی (اور ہم حضرت موسی کے دوسرے نکاح کے فرض کرنے کے واسطے کوئی دلیل نہیں پاتے) کہ ایک مدیانی عورت تھی یعنی حضرت ابراہیم کی اولاد میں بنی قطورہ کے سلسلہ میں تھی — اور یہہ امر بھی متحقق ہی کہ " مدیان " یا " مادیان " عرب میں بحر احمر کے کنارہ پر ایک شہر یا ملک تھا — اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت موسی کی بی بی ایک عرب کی عورت تھی اور اسی وجہہ سے عبرانی لفظ کوشی کا ترجمہ لفظ اتھوپین کے ساتھہ ٹھیک نہیں ہوا ہی تاوقتیکہ اُس سے ایشیائی اتھوپیا یا عرب مراد نہ لیا جاوے — کیونکہ افریقی اتھوپیا اُس سے کسی طرح مراد نہیں لیا جاسکتا " (فارسٹر صاحب کا تاریخی جغرافیہ عرب صفحہ ۱۲) *

ان دلیلوں سے کسی طرح شک اور شبہہ نہیں رہتا کہ کتاب مقدس کے انگریزی ترجمہ میں جو لفظ کوش کا اتھوپیا ترجمہ کیا گیا ہی وہ دو مختلف مقاموں پر مستعمل ہوا ہی افریقی اتھوپیا پر اور ایشیائی اتھوپیا یعنی عرب کے ایک حصہ پر یا خود ملک عرب پر اور یہہ ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہی کیونکہ اس سے کتب مقدسہ کے بہت سے مشکل مقامات کے حل ہونے میں مدد ملیگی *

ثانیاً — عیلام עילם یا جرهم الاولی — جوکه یهه قوم بني کوش کے مقابله میں کچهه نام آور نهیں هوئي اسلیئے اُسکي نسبت بجز اس کے که بني کوش سے قرابت رکهتي تهي اور اُنهیں کے ساتهه رهتي تهي اور کچهه زیاده حال معلوم نهیں هوا *

ثالثاً — لود לוד اُسکے تین بیٹے تهے – طسم – عملیق – امیم – یهه لوگ بهي عیلام کي اولاد کي مانند کچهه اولوالعزم اور نام آور نه تهے اسلیئے انکا حال بهي بهت کم معلوم هی — مگر اُنکے آثار ساحل خلیج فارس کے بعض مقاموں کے ناموں میں پائے جاتے هیں مثلاً دریاے عمنان (جسکو پلیني نے عمان لکها هی) اور " همانیم " جو امیم کے نام سے جو لود کا تیسرا بیٹا تها ماخوذ کیا هوا معلوم هوتا هی — یهه قاعده هی که الف هاے هوز سے بدل جاتا هی جیسے اود سے هود اور اجر سے هاجره هوگیا جو حضرت اسمعیل کي ماں کا نام تها — رورنڈ مسٹر فارسٹر نے اس امر کے ثابت کرنے کي کوشش میں که عمنان یا همنان زمانه حال کے عمان سے علاقه رکهتا هی غلطي کي هی کیونکه سفرتکوین باب ۱۹ ورس ۳۸ سے پایا جاتا هی که حضرت لود کي چهوٹي بیٹي نے (همارے نزدیک یهه صحیح نهیں هی کیونکه جنہیں بیٹیوں کا لفظ اطلاق کیا گیا هی وه حضرت لود کي بیٹیاں نه تهیں بلکه لونڈیاں تهیں) بیٹا جنا اور اُسکا نام " بن عمي " رکها گیا جس سے بني عمون کي قوم مشهور هوئي — حال کا عمان همارے نزدیک اُسي نام سے علاقه رکهتا هی *

رابعاً — عوص עוץ اور خامساً – حول חול ارم کے بیٹے تهے — هم ان دونوں کا بیان بالاشتراک کرینگے ان کے آثار بهي آجتک اُن مقامات کے ناموں میں پائے جاتے هیں جو خلیج فارس کے کناره پر یا قرب و جوار کے میدانوں میں واقع هیں مثلاً عول اور حول ایک هي نام هیں – رورنڈ مسٹر فارسٹر نے عول کے اشتقاق میں بهي مغالطه کیا هی کیونکه اُن کا بیان هی که یهه لفظ حویلاه نام کي ایک مختلف شکل هی *

عاد اولی — پسر " عوص " نے بهت شهرت حاصل کي اور اُس کي اولاد ایک نامي قوم هوگئي اور تمام شرقي اور جنوبي عرب کي مالک بن گئي – اُنهوں نے عالیشان مکان بهي بنائے اور اور قوموں پر تحکم بهي حاصل کیا — اس قوم کے آدمي اپني جسامت اور قوت اور شان میں اور قوموں پر فوق لے گئے تهے جس کا ذکر قران مجید میں بهي آیا هی *

عرب کے جنوب اور مشرق کے باشندے به نسبت اور لوگوں کے تنومند اور قدآور هوتے تهے اُن کي نسبت مسٹر رورنڈ فارسٹر نے ولسٹڈ صاحب کے سفرنامه ملک عرب سے یهه بیان نقل کیا هی – وه لکهتے هیں که " میں نے حجاز کے عربوں اور اُن عربوں کي وضع جسماني میں جو خلیج فارس کے کناره جانب غرب پر آباد هیں ایک بڑا فرق مشاهده کیا – اعراب سکناے ساحل خلیج فارس کا حلیه یهه هی که اُن کے چهرے قریب قریب بیضوي

کے هیں سر کے بال عموماً سیاہ بالکل ملتے ہوئے ہوتے ہیں بھنویں بھی سیاہ ہیں اور کھال چمکتی ہوئی ہی اور ہندوستان کے باشندوں کی نسبت اُن کا رنگ کسی قدر کھلا ہوا ہی — سواحل بحر احمر کے قریب کے باشندے لاغر اندام اور پستہ قد ہوتے ہیں مگر قوی ہیں — چہرہ کسی قدر لمبا رخسارے بے گوشت کے اور سر کے بالوں کو دو لمبی زلفوں کے سوا جو دونوں طرف ہوتی ہیں اور جھکی وہ نہایت درجہ خبر داری کرتے ہیں اسقدر بڑھاتے جاتے ہیں کہ کمر تک آجاتی ہیں اُنکا رنگ کسیقدر کھلا ہوا ہوتا ہی *

"بیسوی" سے چار پانچ منزل جنوب اور مشرق کی جانب سرما کے موسم میں اعراب "دواسر" رہتے ہیں اور گرمیوں کے موسم میں نجد کی سرسبز چراگاہوں میں چلے جاتے ہیں جس کی سب سے قریب سرحد صرف آٹھ منزل ہی — یہہ لوگ گھوڑے نہیں رکھتے مگر لڑائی میں وہابیوں کی کمک کے لیئے تین ہزار شتر سوار بھیجتے ہیں — اعراب "دواسر" طویل القامت اور قریب قریب سیہ فام ہوتے ہیں (سفرنامہ ملک عرب ضمیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۸۵) مگر یہہ عجیب اِختلاف درازی اور رنگ میں گرد نواح کی قوموں سے کچھہ اعراب "دواسر" ہی کے ساتھہ مخصوص نہیں ہی خلیج فارس کے عربوں میں بھی یہی بات پائی جاتی ہی اور اُن اطراف میں بھی جہاں کہ علماء کے نزدیک شہر سبا آباد تھا — کرنیل چسنی کا بیان ہی کہ خلیج فارس کے عرب خوش ہیئت ہوتے ہیں اور طویل القامت اور سیہ فام ہونے میں مشہور ہیں اور اُن دونوں باتوں میں اقوام خلیج عرب سے بدرجہا اختلاف رکھتے ہیں (فارسٹر صاحب کا تاریخی جغرافیہ عرب صفحہ ۳۱) مگر ورنڈ مسٹر فارسٹر نے اسبات کے خیال کرنے میں کہ صرف بنی کوش ہی طویل القامت تھے غلطی کی ہی کیونکہ تمام قومیں جو خلیج فارس کے کنارہ پر رہتی تھیں اور جنکو ہمنے عرب البایدہ کے ذیل میں بیان کیا ہی نہایت بلند قامت تھیں — زمانہ حال تک بھی خلیج فارس پر ہم دو قسم کے آدمی پاتے ہیں جو درازی قد میں برابر ہیں مگر رنگ میں مختلف ہیں ایک تو سیاہ رنگ کے ہیں اور دوسرے ذرا اُجلے رنگ کے ہیں *

رورنڈ مسٹر فارسٹر کتاب اشعیاہ نبی کی باب ۴۵ ورس ۱۴ کی عبارت کا حوالہ دیتے ہیں جس میں لکھا ہی کہ "خداوند چنیں می فرماید کہ معمول مصر و تجارت حبش و اہل سبا کہ مردمان بلند قد اند بتو عبور نمودہ از آن تو خواہند بود" اور اسبات کو کہ بنی کوش سب دراز قد تھے اسی ورس پر مبنی کرتے ہیں — مگر صاحب موصوف نے اس میں دو وجہہ سے غلطی کی ہی — اول اس وجہہ سے کہ جملہ "مردمان بلند قد" سے خواہ نخواہ یہہ مراد لینی کہ وہ لوگ طویل القامت تھے محض غلط ہی بلکہ اُن لفظوں سے یہہ مراد ہی کہ وہ لوگ معزز اور اشراف تھے چنانچہ عربی ترجمہ جو اشعیاہ

نبي کي کتاب کا هی اُس میں یهي معني لیئے گئے هیں اور اُسکي عبارت یهه هی — " هذه یقولها الرب تعب مصر و تجارة الحبش وسبايم رجال اشراف یعبرون الیک " — دوم اس وجهه سے که باشندگان سبا متذکره عبارت مذکور کا کوش کي اولاد میں هونا ضرور نهیں هی کیونکه کتب مقدسه میں بني سبا کا اطلاق اور قوموں پر بهي هوا هی مثلاً بني سبا جنکا ذکر کتاب ایوب باب ۱ ورس ۱۵ میں آیا هی اور جو دریاے فرات کے بني سبا سے هر طرح مشابهت رکهتے هیں اور بلحاظ اپنے آبائي نام کے هجوں کے قاعده کے موافق سبا پسر کلاں کوش کي اولاد نهیں هیں بلکه اُن تین سباؤں میں سے کسي نه کسي کي اولاد بیان کیئے گئے هیں جنکو حضرت موسیٰ نے منجمله اُن سرخیلوں کے بیان کیا هی جنهوں نے ملک عرب کو یکے بعد دیگرے آباد کیا تها " *

اس قوم کي هدایت کے لیئے خدا تعالی نے ایک نبي جنکا نام هود تها اور جنکا لقب سفرتکوین باب ۱۱ ورس ۱۴ میں عیبر עבר آیا هی مبعوث کیا تا که خداے برحق کي عبادت کي ترویج اور بتوں کي پرستش کا استیصال کریں — لیکن جبکه اُن لوگوں نے اُنکے احکام اور هدایت سے سرتابي کي تو خداے تعالیٰ کا قهر جوش میں آیا اور تین برس کا قحط اُنپر پڑا اسکا نتیجه یهه هوا که لوگ اسبات سے آگاه هوگئے که خدا کے پیغمبر کے احکام سے سرتابي کي یهه سزا هی — اس پریشاني کي حالت میں حضرت هود پهر تشریف لائے اور بت پرستي ترک کرنے اور خداے واحد کي عبادت کرنے کي از سرنو هدایت کي اور اُسکے ساتهه یهه بهي کها که اگر تم ایسا کروگے تو خداے رحیم باران رحمت نازل کریگا مگر وه اپني گمراهي پر ثابت قدم رهے پهر الله تعالی نے اُنپر ایک سخت طوفان آندهي کا جو اُسکے غضب کي نشاني تهي نازل کیا — یهه طوفان آندهي کا سات رات اور آٹهه دن تک تمام اُس ملک میں ایسے زور شور سے جاري رها که هزارها آدمي هلاک هوگئے اور تمام قوم کا باستثناے اُن چند اشخاص کے جنهوں نے حضرت هود کا کهنا مان لیا تها قریباً قریباً استیصال کلي هوگیا اور جو لوگ بچے آخر کو حضرت هود پر ایمان لے آئے — یهه واقعه سنه دنیوي کي اٹهارویں صدي میں یا بائیسویں صدي قبل حضرت عیسیٰ کي پیدایش کے واقع هوا تها *

جهوٹي روایتیں جو قوم عاد کي نسبت مشهور هیں

بعض کتابوں میں لکها هی که قوم عاد کے هر شخص کا قد باره ارش لمبا تها یعني اِس زمانه کے جو لوگ هیں اگر اپنے دونوں هاتوں کو سیدها پهیلاویں تو اُنکي لمبائي سے باره گنا زیاده لمبا قد قوم عاد کا تها بعض کتابوں میں اُنکے قد کے لمبان کا اُس سے بهي زیاده مبالغه کیا گیا هی اور یهه بهي لکها هی که اُنکي قوت کا یهه حال تها کہ چلنے میں اُنکے پاؤں زانو تک زمین میں دهس جاتے تهے *

اُنہوں نے جو اُس ریگستان میں کوئی محل بنایا تھا اُسکی نسبت بھی بہت زیادہ مبالغہ کیا گیا ہی اور عاد ثانی کی اولاد کے قصہ کو اس قوم کے ساتھہ جو عاد اولی کی قوم ہی خلط ملط کرکے اُس خیالی باغ کو جسکا نام ایشیائی مورخوں نے " ارم " قرار دیا ہی اسی قوم کی طرف منسوب کیا ہی اور کہا ہی کہ اُس محل اور باغ کی زمین میں لعل اور یاقوت بچھے ہوئے تھے اور اُسکی دیواریں سونے اور چاندی کی تھیں اور درخت زمرد اور یاقوت اور نیلم اور ہر قسم کے بیش بہا جواہروں سے بنائے گئے تھے اور زعفران بجاے گھاس اور عنبر بجاے مٹی کے تھا *

بعض کتابوں میں لکھا ہی کہ معاویہ ابن ابی سفیان کے زمانہ خلافت میں ایک شخص اپنا اونٹ ڈھونڈتا ہوا وہاں چلا گیا اور بیشمار جواہرات وہاں سے رول کر اپنی جھولی میں بھر لایا اور جب معاویہ ابن ابی سفیان نے اُس جگہہ دوبارہ جانے کا اور اُس جگہہ کے تلاش کرنے کا حکم دیا تو بہت سی تلاش کرنے کے بعد بھی وہ جگہہ پھر نہ ملی۔ خلیفہ نے کہا کہ خدا تعالی نے اُسکو انسان کی آنکھوں سے پوشیدہ کرلیا ہی *

بعض کتابوں میں حضرت علی مرتضی کی نسبت اور اور بعض معتبر اشخاص کی نسبت ایک جھوٹا اتہام کیا ہی اور لکھا ہی کہ اُنہوں نے یہہ بات کہی کہ خدا تعالی نے اُس باغ اور محل کو جو قوم عاد نے تعمیر کیا تھا دنیا سے اوٹھا کر آسمان پر پہونچا دیا ہی اور قیامت کے دن وہ بھی منجملہ اور آسمانی بہشتوں کے ایک بہشت ہوگی *

عاد اولی کی قوم کی بنائی ہوئی عمارات کے باب میں جو کچھہ لکھا ہی وہ صحیح نہیں ہی اسلیئے کہ اس قوم نے کوئی عمارت قابل شہرت نہیں بنائی تھی - اُنکی عمارتیں مثل اور معمولی عمارتوں کے بڑی اور چھوٹی ہر ایک قسم کی تھیں *

بہت سے مصنفوں اور مورخوں نے جو قوم عاد اولی کی طرف عمارات عالی شان بنانا منسوب کرنے میں غلطی کی ہی اُسکی وجہہ ظاہرا یہہ معلوم ہوتی ہی کہ اُنہوں نے قران مجید کی اس آیت کے جو ذیل میں مندرج ہی معنی سمجھنے میں غلطی کی ہی اور وہ آیت یہہ ہی *

الم ترکیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التي لم يخلق مثلها في البلاد

یعنی کیا تونے نہیں دیکھا کہ کس طرح پر کیا تیرے پروردگار نے قوم عاد کے ساتھہ جو " ارم " کی اولاد تھے اور ایسے قد آور تھے کہ اُنکی مانند شہروں میں پیدا نہیں کیئے گئے تھے *

لفظ " ذات عماد " سے جو اُنکا قد آور ہونا مراد لیا گیا ہی اُسکا ثبوت دوسری آیت سے ہوتا ہی جو ذیل میں لکھی جاتی ہی اور جس میں اُنکے مردہ پڑے ہوئے جسموں درختوں کے اوکھڑے ہوئے تنوں سے مشابہت دی ہی اور وہ آیت یہہ ہی *

و اما عاد فاهلکوا بریح صرصر عاتیة سخرها علیهم سبع لیال و ثمانیة ایام حسوما فتری القوم فیها صرعی کانهم اعجاز نخل خاویه —

تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوي کي مندرجه ذیل عبارتوں سے دو امر کا بخوبي ثبوت هوتا هی — ایک یهه که " ارم " سے مراد " بني ارم " هی اور " ارم " عاد کا دادا تها جس طرح که بني هاشم اپنے دادا هاشم کے نام سے مشهور هیں اسي طرح قوم عاد اپنے دادا ارم کے نام سے مشهور تهي اور عاد ارم کهلاتي تهي — دوسرے یهه که لفظ " ذات العماد " سے اُنکا دراز قد اور قوي هونا مراد هی جس طرح که بعض ملکوں کے لوگ دراز قد اور قوي هوتے هیں — کوئي خاص عجیب بات اُن میں نهیں تهي — چنانچه تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوي میں اس طرح پر لکها هی *

" الم تر " تعلم یا محمد " کیف فعل ربک بعاد ارم " هي عاد الا ولي فارم عطف بیان اوبدل منع الصرف للعلمیة و التانیث " ذات العماد " اي الطوال . . . . و التي لم یخلق مثلها في البلاد " في بطشهم و قوتهم " جلالین "

" الم تر کیف فعل ربک بعاد " یعني اولاد عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح قوم هود سموا باسم ابیهم کما سمي بنو هاشم باسمه " ارم " عطف بیان لعاد علی تقدیر مضاف اي سبط ارم . . . . " ذات العماد " اي ذات البناء الرفیع او القدود الطوال او الرفعة و الثبات " بیضاوي " *

زمانه جاهلیت کے لوگوں کا یهه دستور هی که اس قسم کے پرانے قصوں کو ایک مذهبي قصه بنالیتے هیں اور اُسمیں عجیب و غریب باتیں ملا کر اُسکو تعجب انگیز اور حیرت خیز کرلیتے هیں — جس طرح که ملتن شاعر نے اپني کتاب " پیرڈائز لاسٹ " کو ایک عجیب قسم کا مذهبي قصه بنالیا هی اسي طرح زمانه جاهلیت کے عربوں نے بهي قوم عاد کا ایک قصه گڑه لیا هی جس میں بیان کیا هی که قحط کے دنوں میں قوم عاد نے تین شخص مکه میں اس غرض سے بهیجے تهے که خدائے تعالی سے مینه برسنے کي دعا مانگیں — اُن تینوں میں سے ایک کا نام لقمان تها وه تو مسلمان تها اور باقي دو کافر تهے — لقمان کي عمر سات گدوں کي عمروں کے مجموعه کي برابر عمر تهي اور اسي سبب سے لقمان بڑي عمر هونے میں ضرب المثل هوگیا هی — عام لوگوں کا خیال هی که گدکي عمر هزار برس کي هوتي هی اور اس لیئے لقمان کي عمر اُسوقت سات هزار برس کي تهي — اسي قسم کے اور بهت سي لغو اور بیهوده قصے عاد کي قوم کي نسبت جاهلوں نے بنا لیئے هیں جنپر اهل علم کو متوجه هونا یا مذهبي اعتراضات کي بنا اُن قصوں کو قرار دینا نهایت لغو اور بیهوده بات هی *

پسر " ارم " ہدرم بن سام بن نوح کي اولاد تھے جن کا بیان ہم ایک ساتھہ کرتے ہیں *

جدیس کا حال بجز اس کے اور کچھہ نہیں معلوم ہوا کہ بیابان میں آباد ہوا تھا اور اُس کي اولاد بعد انقضاے عرصہ دراز کے مثل دیگر اقوام صحرائي کے معدوم ہوگئي *

اولاد ثمود نے بہت بڑا نام پیدا کیا اور جلد ایک زبردست قوم ہوگئي اور اُس حصہ ملک پر جو " الحجر " کے نام سے مشہور ہی اور اُس میدان پر جو وادي القرے کہلاتا ہی اور جو ملک شام کي جنوبي اور عرب کے شمالی حد بناتا ہی قبضہ کرلیا ہی — قرآن مجید میں اس قوم کا بھي چند جگہہ ذکر آیا ہی — اُنہوں نے پہاڑوں کو کھود کر اُن کے اندر اپنے گھر بنائے تھے اور نقش و نگار سے مرتب کیئے تھے جو اثالیب کے نام سے مشہور ہیں — عرب کے لوگ اور چند غیر قوم کے لوگ جنھوں نے عرب میں سفر کیا ہی اُن پہاڑي گھروں کي جو پرانے زمانہ کي باتوں کي تلاش کرنے والوں کو تشفي دیتے ہیں اور اُن قوموں کے حالات جنھوں نے اُن کو بنایا ہی بتلانے کو موجود ہیں شہادت دے سکتے ہیں — اسي طرح ان پہاڑي گھروں سے قوم ثمود کي تاریخ کے اُس حصہ کي جو قران مجید میں بیان ہوا ہی بخوبي صداقت پائي جاتي ہی — کچھہ زمانہ کے بعد یہہ قوم بھي بت پرستي کي طرف مایل ہوئي اس واسطے اُن کي فہمایش و ہدایت کے واسطے خداے تعالے نے حضرت صالح بن عبید بن آسف بن ماشج بن عبید بن جادر بن ثمود کو مبعوث کیا — بعض لوگ اُن پر ایمان لائے اور بہتوں نے اُن کا یقین نہیں کیا اُن لوگوں نے حضرت صالح سے کہا اگر تو سچا ہی تو کوئي نشاني بتلا — حضرت صالح نے جواب دیا کہ اے میري قوم یہہ خدا کي اونٹني تمہارے لیئے نشاني ہی. اُس کو چھوٹا پھرنے دو تاکہ خدا کي زمین پر چرتے پھرے اور اُس کو کچھہ ایذا مت پہونچاؤ مبادا تم پر اُس کے عوض عذاب نازل ہو — اس فہمایش کے سبب کچھہ عرصہ تک اُن لوگوں نے اونٹني کو پھرنے دیا اور کچھہ ایذا نہیں پہونچائي *

کچھہ عرصہ کے بعد وہاں قحط واقع ہوا اور اُس خشک سالي میں پاني کا بھي قحط ہوگیا پاني نہیں ملتا تھا اور جہاں کہیں تھوڑاسا بھی پانی ہوتا تھا تو اونٹني اپنی طبعي خاصیت سے جو خداے اونٹ میں پیدا کي ہی پاني کو تلاش کرلیتي تھي اور پي لیتی تھي یا خراب کردیتي تھي اور لوگ اُسکو روک نہ سکتے تھے — حضرت صالح نے کہا کہ ایک دن اونٹني کو پاني پي لینے دیا کرو اور کوئي اُس کا مزاحم نہ ہو اور دوسرے دن تم لوگ پاني لیا کرو اور اونٹني کو وہاں نہ جانے دیا کرو — قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہی کہ کچھہ عرصہ کے بعد مختلف نو فرقوں کے سرداروں نے جو اُس زمانہ کے کافروں کے فرقے تھے حضرت صالح کو مار ڈالنے کا منصوبہ کیا مگر جب وہ اپنے اس بد منصوبہ پر کامیاب نہ ہوئے تو اُنہوں نے

غصہ میں آکر اُس اونٹنی کو مار ڈالا — اُسوقت حضرت صالح نے اُن سے کہا کہ تین دن تک تم اپنے مکانوں میں چین کرلو بعد اُسکے تم ہلاک ہوگے ۔ خداے تعالی نے قران مجید میں فرمایا ہی کہ جب ہمارے حکم کی تعمیل ہونے کو ہوئی تو ہمنے صالح کو اور اُن لوگوں کو جو اُن پر ایمان لائے تھے بہ سبب اپنے رحم کے اُس روز کی ذلت سے بچالیا — آفت جو اُن پر آئی تھی وہ یہہ تھی کہ آسمان سے ایک خوفناک آواز آئی جو غالباً — رعد اور زلزلوں کی اور اسی قسم کی آفت ارضی و سماوی کی آواز تھی — صبح کو وہ لوگ اپنے مکانوں میں مردہ اور سرنگوں پڑے ہوئے ملے گویا کہ اُن مکانوں میں رہتے ہی نہ تھے — یہہ واقعہ اُسی زمانہ میں واقع ہوا تھا جبکہ سدوم اور گمارہ اور اومااب اور زہائیں شہر آسمانی آگ سے جلائے گئے تھے یعنی سنہ ۲۱۰۷ دنیوی یا سنہ ۱۸۹۷ قبل حضرت مسیح کے *

جھوٹی روایتیں جو قوم ثمود کی نسبت مشہور ہیں

مفسرین اور مورخین کا بیان ہی کہ کفار نے حضرت صالح سے اُنکی رسالت کے ثبوت میں اس معجزہ کی درخواست کی تھی کہ اگر اس پہاڑی میں سے ایک اونٹنی پیدا ہو اور بمجرد پیدا ہونے کے ایک سرخ بالوں کا بچہ جنے اور وہ بچہ اُسی وقت ہمارے سامنے بڑی اونٹنی کی برابر ہوکر چرتا پھرے اور ہم اُس اونٹنی کا دودہ پیئیں تب ہم ایمان لاوینگے *

یہہ روایت محض ساختہ اور مصنوعی ہی — اس روایت کے موضوع کہنے سے اسوقت ہمارا یہہ منشا نہیں ہی کہ ہم امکان معجزہ سے انکار کریں اور اُسپر بحث شروع کریں بلکہ ہم اسوقت صرف سادی طرح سے اس روایت کو اسلیئے موضوع کہتے ہیں کہ اُسکی صحت پر کوئی سند نہیں ہی — اگر یہہ روایت صحیح ہوتی تو ایسے عجیب واقعہ کا ذکر قران مجید میں ضرور ہوتا یا کسی مستند حدیث سے اُسکا ثبوت پایا جاتا — اسی طرح یہہ بھی مصنوعی بات ہی کہ اُس اونٹنی سے انسان اور حیوان دونوں ڈرتے تھے اور وہ اونٹنی قوم ثمود کے تمام چشموں اور حوضوں کا پانی ایک گھونٹ میں پیکر سب کو سکھا دیتی تھی — کیونکہ وہ ملک ایسا تھا جہاں کثرت سے پانی میسر ہی نہیں ہوسکتا تھا *

اسی طرح یہہ ایک لغو روایت ہی کہ اگرچہ قوم ثمود کو بتلا دیا گیا تھا کہ اونٹنی کا قتل کرنا اُنکی ہلاکت کا باعث ہوگا لیکن حضرت صالح نے اُن سے یہہ بھی پیشین گوئی کی تھی کہ تمہاری قوم کا ایک لڑکا جسکا حلیہ ایسا ایسا ہوگا اس اونٹنی کو مار ڈالیگا اور اس طرح پر تمہاری ساری قوم پر تباہی اور بربادی آویگی — اس تباہی سے بچنے کے لیئے جسکی پیشین گوئی حضرت صالح نے کی تھی لڑکوں کو مار ڈالنا شروع کیا جو لڑکا پیدا ہوتا تھا اور اُس میں اُس نشانی کا شبہہ ہوتا تھا جو حضرت صالح نے بتلائی تھی تو اُس لڑکے کو مار ڈالتے تھے — مگر وہ لڑکا جسکے ہاتھہ سے اُس قوم کا برباد ہونا مقدر میں تھا

کسي نه کسي طور سے بچ گیا اور مارا نهیں گیا — جبکه وہ جوان هوا تو آخر کار اُس نے اُس اونٹنی کو مار ڈالا *

اسي طرح حضرت صالح کے مخالفوں کے مارے جانے کي نسبت ایک بیهودہ روایت آئی هی اور وہ یهه هی که حضرت صالح کے مخالفوں نے جب انکے قتل کا ارادہ کیا تو وہ اُن پهاڑوں کي گهاٹیوں میں گئے جهاں سے حضرت صالح آیا جایا کر تے تهے اس غرض سے نه کوئي عمدہ کمین گاہ تلاش کرکے اختیار کریں — خداے تعالی نے ایک پهاڑ کو زمین پر سے بہت اونچا اوٹها لیا اور جهاں سے وہ پهاڑ اوٹها تها وهاں ایک غار هوگیا — حضرت صالح کے مخالفوں نے اُس غار کو اپني کمین گاہ کے لیئے پسند کیا اور جبکه وہ اُس غار کے اندر جاکر چهپے تو خداے تعالی نے اوپر سے اُنکے سروں پر اُس پهاڑ کو چهوڑ دیا اور سب کے سب ایک لمحه میں کچل کر مرگئے *

اگرچه همنے اس مقام پر عرب البایدہ کا حال کسیقدر تفصیل کے ساتهه بیان کردیا هی مگر اُنکا ایک شجرہ بهي اس مقام پر لکهتے هیں جس سے تمام بیانات کے سمجهنے میں آساني هوگي *

دوم

عرب العاربہ یعني ٹھیٹ عرب
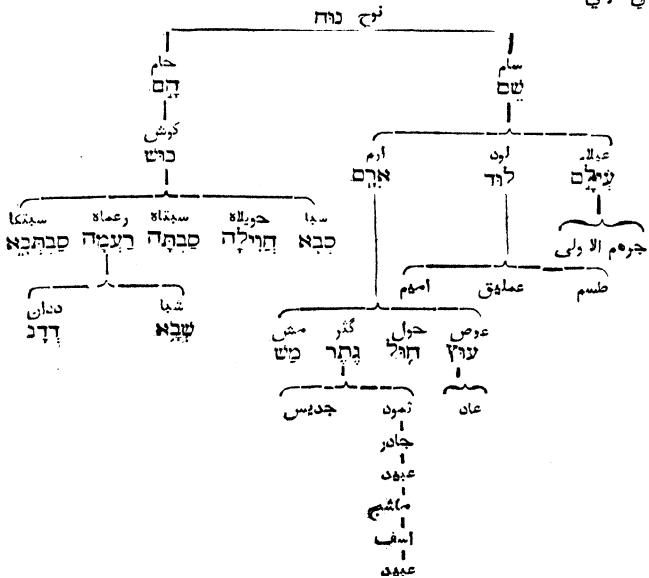
عرب العاربہ یقطان יָקְטָן بن عابر עֵבֶר بن شالح שֶׁלַח بن ارفخشد אַרְפַּכְשַׁד بن شام שֵׁם بن نوح נֹחַ کي اولاد میں ہیں — بعض مورخوں کا یہہ قول ہی کہ عرب البایدہ اور عرب العاربہ دونوں یقطان کي اولاد ہیں اور اسلیئے وہ عربوں کو بجاے تین قوموں کے صرف دو قوموں پر منقسم کرتے ہیں یعني عرب العاربہ اور عرب المستعربہ *

قریباً تمام مورخوں کي راے ہی کہ کتب خمسہ موسی میں جو یقطان نام آیا ہیٔ وہي ایک نام ہی جسکو عرب قحطان کہتے ہیں اور یوناني انجیلوں میں اُسکو جو قطان کرکے لکھا ہی اور اسي شخص کي اولاد عرب میں آباد ہوئي ہی *

رورنڈ مسٹر فارسٹر نے نہایت عجیب اور مستحکم دلیلوں سے اسبات کو ثابت کیا ہی کہ ان تینوں مذکورہ بالا ناموں سے ایک ہي شخص مراد ہی اور یہہ کہ یہي شخص یقطان عرب میں آباد ہوا تھا چنانچہ وہ اپني کتاب جغرافیہ عرب میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ " کتاب بطلیموس میں بھي ہم یقطان کا نام اور علاقہ قوم بني یقطان کو پاتے ہیں جو عربوں کے قحطان اور انجیل کے جو قطان کے بالکل مشابہ ہی " (صفحہ ۸۰) *

ایک اَوْر مقام پر وہ لکھتے ہیں کہ " اُس قومي روایت کا قدیم اور عام ہونا جو عربوں کے قحطان کو انجیل کے جو قطان سے مشابہ کرتے ہیں ہر ایک پڑھنے والے پر روشن ہی " (صفحہ ۸۸) *

ایک اَوْر مقام پر اُنہوں نے لکھا ہی کہ " یہہ امر کہ قحطان ایک خانداني نام کي صرف مختلف شکلیں ہیں خود عرب ہي ہمیشہ سے بیان کرتے آئے ہیں اور اُنکي عادت سے بھي جس سے وہ حرفوں کو تبدیل کرلینے میں (یعني معرب کرلینے میں) نہایت درجہ میلان رکھتے ہیں یہہ نتیجہ قرار واقعي نکل سکتا ہی " (صفحہ ۸۸) *

ایک اَوْر مقام پر یہہ لکھا ہی کہ " قدیمي قوم سبا کي دارالسلطنت مشہور بہ مارب میں اعراب یقطان سے جسکي مشابہت توریت کے یقطان کے ساتھہ ہی یقطاني نام حویلاہ کے وقوع سے از سرنو ثابت اور مسلم ہوگئي ہی " (صفحہ ۹۰) *

رورنڈ فارسٹر نے مسعودي کے اس قول پر کہ بني سعد اور بني قحطان بہت قدیم زمانہ سے عرب کي قوموں میں مشہور چلے آتے ہیں یہہ لکھا ہی کہ " تاریخ عرب قوم عظیم قحطان کي قدامت کے باب میں آواز دے رہي ہی اور یہہ ایک ایسي آواز ہی کہ ایک طرف قدیمي عام قومي روایت اُسکي تائید کرتي ہی اور دوسري طرف شاید اس سے بھي زیادہ مضبوط شہادت متوسط اور جنوبي عرب کے موجودہ مقاموں اور آبادیوں کے ناموں سے اُسکي حامي ہی " (صفحہ ۷۹) *

بہر حال امر مذکورہ سے نہ تو مشہور اور معروف سیاح مسٹر برق ہردٹ † رضي الله تعالی عنه جنکا بیان ہی کہ اسي یقطان کي اولاد عرب میں آباد ہوئے تھے اور نہ سر ولیم میور انکار کرتے ہیں *

---

† اس کتاب کے پڑھنے والے الفاظ " رضي الله تعالی عنه " کو دیکھ کر جو مسٹر برق ہردٹ کے نام کے بعد لائے گئے ہیں بلاشک متحیر ہونگے اور اس حیرت کے رفع کرنے کے واسطے میري دانست میں اس سے بہتر کوئي بات نہیں ہی کہ نہایت ذي فہم و ذي علم گاڈ فري ہیگنس صاحب کي کتاب کي اسیقدر عبارت کا ترجمہ اس جگہہ لکھہ دیا جاوے " مشہور و معروف سیاح برق ہردٹ جسنے دارالعلوم کیمبرج میں تعلیم پائي تھي ایک نہایت پر غور تحقیق کے بعد اور خوب سوچ سمجھہ کر مسلمان ہوگیا اور اپنے عیسائي دوستوں کے مجمع میں بحالت اسلام انتقال کیا — معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو مسائل دین اسلام کي تلقین بمقام حلب ایک آفندي نے کي تھي اور اُسي نے اُسکو مسلمان کیا اور اُسنے وہاں علانیہ اسلام کا اقرار کیا اور جبکہ بہ نیت حج روانہ ہوا تو مکہ کے قریب اپنے مذہب اور مسائل اسلام کي واقفیت میں اُسکو سخت امتحان دینا پڑا جسکے باعث سے وہ ہمیشہ حاجي کے لقب کا دعوی کرتا رہا اُسکي تو مسلمي سچي اور صاف باطن معلوم ہوتي ہی اگرچہ میں خیال کرتا ہوں کہ اُسنے عیسائي دوستوں سے علی العموم پوشیدہ تھي" *

" میں اسبات کے بیان کرنے سے نہایت خوش ہوں کہ میں ایک شریف آدمي سے جو بالفعل (مئي سنہ ۱۸۲۹ع سے برٹش گورنمنٹ میں ایک معزز عہدہ پر مامور ہی واقفیت رکھتا ہوں مگر اُسکا نام ظاہر کرنے کا میں مجاز نہیں ہوں — ان صاحب نے مجھسے بیان کیا کہ مسٹر برق ہردٹ کے انتقال سے تھوڑے عرصہ پہلے میں وہاں موجود تھا اور مسٹر برق ہردٹ نے مجھے نہایت سنجیدگي کے ساتھہ یقین دلایا کہ میں در حقیقت مسلمان ہوں اور اسي حالت میں مرنے کي آرزو ہی — اُسکا گمنام سوانح عمري لکھنے والا اپني کتاب میں جو بعد اُسکے مرنے کے مشتہر ہوئي اُسکي موت کا حال بیان کرتا ہی مگر اُسکے مذہب کے بارہ میں کوئي لفظ منہہ سے نکالنے سے احتیاطاً پرہیز کرتا ہی — غالباً اُسکو معلوم ہوگا کہ اگر حق بات زبان سے نکالي تو پادریوں کے بدنام اور رسوا کرنے کي وجہہ سے میري کتابوں کے فروخت میں ہرج واقع ہوگا — لیکن ایک فقرہ جو میرے بیان کي تائید کے واسطے کافي ہی اُسکي زبان سے نکل گیا ہی — ' وہ اُسي شب کو پونے بارہ بجے بغیر افسوس و واویلا کرنے کے مرگیا — تجہیز و تکفین اُسکي وصیت کے موافق بر طریق اسلام کي گئي اور اُس معزز رتبہ کا جو وہ دیسي لوگوں کي آنکھوں میں رکھتا تھا لا حقہ لحاظ کیا گیا ' — اگر وہ فی الحقیقت مسلمان تھا تو ضرور اُسنے مسلمانوں کي شرع کے موافق تجہیز و تکفین کي استدعا کي ہوگي اور یقیناً اگر عیسائي اُسکي وصیت پر لحاظ نہ کرتے تو حکام بمجبوري اُن سے کراتے یہہ بعید از قیاس ہی کہ وہ عیسائیوں کا مسلمانوں کو ایک ایسے نو مسلم کے شرف سے محروم رکھنا گوارا کرتے — مگر یہہ ظاہر ہی کہ اُنہوں نے اُسکو بلا تکلف قنصل انگریزي کي نگراني میں اور اُسکے ہموطنوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا جنکو کہ پورا پورا موقع اُسکي تجدید مذہب کے واسطے اپني لیاقتوں صرف کرنے کا ملا تھا — معلوم ہوتا ہی کہ مذہب اسلام کي بلا وجہہ تقلید و تائید کرنے میں اُسکو کوئي غرض منظور نہ تھي بلکہ برخلاف اسکے اُن عیسائیوں سے جنکي طرف سے وہ مامور تھا اور جنکي وجہہ سے اُسکا گذارہ ہوتا تھا اُسکو مخفي رکھنا ضروري سمجھتا تھا *

" اگر اُسکي سوانح عمري لکھنے کا اعتبار کیا جاے تو وہ اعلی اصول اور بہترین چال و چلن کا آدمي معلوم ہوتا ہی — منجملہ اور پسندیدہ کیفیتوں کے جو اس مرتد کافر کي بابت جس طرح کہ اُسکو عیسائي لوگ کہتے مرقوم ہوئي ہیں ایک یہہ بھي ہی کہ اُسنے اپني موروثي جائداد قیمتي دس ہزار روپیہ کو اپني ماں کے نان و نفقہ کے واسطے دیکر اپنے آپ کو محض مفلس و قلاش بنادیا تھا "

(ہیگنس اپالوجي صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۲۹ع) *

یقطان کی اولاد کے آباد ہونے کی جگہہ کی نسبت توریت میں یہہ لکھا ہی کہ " اُنکی آبادی میشا מֵשָׁא سے لیکر جہانتک کہ تو سفار סְפָרָה تک جو مشرق میں ایک پہاڑی ہی چلا جاوے تو وہاں تک تھی " — مسٹر برق ہرٹ کے نزدیک میشا اور " موزہ " جو یقطانی قوم سبا کا خلیج عرب کے دہانہ کے نزدیک ایک بندرگاہ تھا ایک ہی مقام ہی — اور سفار سے جبلی یعنی پہاڑی حصہ یمن کا جہانکہ بقول بطلیموس شہر سفار اور قوم سفاریہ آباد تھی مراد ہی — لیکن رورنڈ فارسٹر اس مقام کو جسکو مسٹر برق ہرٹ صاحب نے بیان کیا ہی اور جو وسعت میں قریب ڈیڑہ سو میل کے ہی ایک نہایت کثیر قدیمی خاندان کی حدود کے ایک نہایت معتدلانہ معقول اندازہ کے واسطے محض غیر مکتفی خیال کرتے ہیں اور نہایت ضعیف دلائل سے اُنکو نجد کے پہاڑوں تک پھیلا دینے کی کوشش کرتے ہیں — مگر اصل بات یہہ ہی کہ مقدس کاتب توریت نے یقطان کی اولاد کی آبادی کی کچھہ حد مقرر نہیں کی ہی بلکہ وہ سمت بتلائی ہی جہاں وہ جاکر آباد ہوئی تھی *

یقطان کے تیرہ بیٹے پیدا ہوئے — الموداد אַלְמוֹדָד شلف שָׁלֶף حضر ماوت חֲצַרְמָוֶת یرح יָרַח ہدورام הֲדוֹרָם اوزال אוּזָל دقلاہ דִּקְלָה عوبال עוֹבָל ابومائیل אֲבִימָאֵל شبا שְׁבָא اوفر אוֹפִר حویلاہ חֲוִילָה یوباب יוֹבָב تمام قوم عرب العاربہ کی معہ اپنی مختلف شاخوں اور شعبوں کے اشخاص مذکورہ بالا کی اولاد میں ہیں جیسا کہ ہم آگے بیان کرینگے *

الموداد — اس شخص کا خاندان یمن یا عرب المعمور میں اور اُس ضلع میں جو بحرین تک چلا گیا ہی آباد ہوا اور اُس المودائی سے مطابقت رکھتا ہی جسکو بطلیموس نے یمن کی درمیانی قوم لکھا ہی *

شلف — یہہ شخص کوہ ذامس کے مغربی حصہ میں یا اُس وسیع میدان میں جو کاظم اور مدینہ کے مابین واقع ہی آباد ہوا — یہہ قوم بطلیموس کی بیان کی ہوئی سالفنی قوموں سے مطابقت رکھتی ہی — عربوں میں یہہ قوم بنام بنی سالف مشہور ہی جو عبرانی نام شالف کی یونانی شکل ہی *

حضر ماوت — اس قوم نے اپنی سکونت کے واسطے وہ زرخیز قطع جو خلیج عرب کے برابر برابر پھیلا ہوا ہی اور جو اس قوم کے نام (حضر موت) سے آجتک مشہور ہی اختیار کیا — اس قوم کے لوگ یونانی اور رومیوں کے ہاں اپنی وسیع تجارت اور فن جہازرانی اور لڑائی میں جرأت اور بہادری کے لیئے مشہور تھے *

ہدورام — یرح کا حال یہاں چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ہم اُسکو اخیر پر ذرا تفصیل کے ساتھہ بیان کرنا چاہتے ہیں — ہدورام کی اولاد نے مشرق کی سمت اختیار کی اور اُسی نواح میں آباد ہوئی — قصبہ ہدرمہ اس قوم کی بہت سی یادگاروں میں سے موجود ہی — ابوالفدا کا بیان ہی کہ صوبہ دار قرا مطالب کی بنا اسی قوم سے ہوئی ہی *

اوزال — یہہ خاندان اوزال میں جسکو اب صنعا کہتے ہیں اورجو سرسبز اور شاداب صوبہ یمن میں واقع ہی آباد ہوا (حزقیل باب ۲۷ ورس ۱۹) *

دقلاہ — یہہ قوم بھی یمن میں آباد ہوئی اور ذوالخلاعہ جو یمن کی ایک قوم ہی اور جسکا ذکر پوکاک صاحب نے کیا ہی اسی کی اولاد میں سے ہی *

عوبال — اسکا نشان عرب میں نہیں پایا جاتا مگر رورنڈ فارسٹر صاحب کا بیان ہی کہ یہہ قوم ایفریقہ کو چلی گئی *

ابیمائیل — بہت سے آثار جو مختلف اشخاص نے بیان کئے ہیں اس قوم کے بنی سالف اور حجاز کے قرب و جوار میں متوطن ہونے کے شاہد ہیں *

شبا — اگرچہ یہہ بھی جنوب کی جانب گیا اور یمن میں سکونت پذیر ہوا مگر یہہ وہ شبا نہیں ہی جس نے یمن میں خاندان شبا کی سلطنت قایم کی تھی اور شہر مارب اور شہر سبا کو بنایا تھا — اکثر مورخ عرصہ دراز تک اس غلطی میں پڑے رہے کیونکہ وہ دوسرا شبا عرف عبدالشمس تھا کہ جسنے سلطنت خاندان شبا قایم کی تھی اور شہرہاے مارب اور سبا کو بنایا تھا اور جسکا ذکر ہم آگے کرینگے *

اوفر — یہہ قوم صوبہ عمان میں سبا کے مشرق میں آباد ہوئی جہاننہ شہر اوفر میں اُنکے نشانات ابتک پائے جاتے ہیں (ملوک اول باب ۹ ورس ۲۸) *

حویلاہ — یہہ شخص مارب کے ٹھیک شمال میں بسا تھا *

یوباب — یہہ بھی مارب کی جانب روانہ ہوکر اُسی نواح میں آباد ہوا — قوم جو بارتی جسکا بطلیموس نے ذکر کیا ہی اور جسکو عرب بنی جوبار کہتے ہیں اُسی کی اولاد میں ہونے کا دعوی کرتے ہیں *

اُن قوموں کے مختلف شعبوں اور شاخوں نے جو عرب میں ایک ہی اصل سے پیدا ہوئی تھیں صرف دو وجہہ سے علحدہ علحدہ نام حاصل کئے تھے یا تو بہ ہیئت مجموعی اپنی بڑی قوت اور تعداد کی وجہہ سے یا قوم کے کسی شخص کی شہرت اور کارہاے نمایاں کے باعث سے — پس ظاہر ہوتا ہی کہ مذکورہ بالا اشخاص میں سے کسی نے کوئی کار نمایاں جس سے وہ اپنے لئے کوئی مخصوص نام اختیار کرنے کے مستحق ہوتے نہیں کیا اور اسی سبب سے شعبوں میں منقسم نہیں ہوئے مگر یرح کا حال ایسا نہیں ہی جسکا بیان ہم اب کسی قدر طوالت کے ساتھہ کرتے ہیں *

عرب کے جغرافیہ داں یقطان کے بیشمار لڑکوں میں سے صرف دو شخصوں کا ذکر کرتے ہیں یعنی یعرب اور جرہم کا — چند مورخوں کی یہہ راے ہی کہ یعرب اور یرح سے ایک ہی شخص مراد ہی اور اگرچہ یہہ قاعدہ ہی کہ (ج) اور (ی) کا باہم تبادلہ ہوجاتا ہی مگر جرہم کے باب میں رائیں مختلف ہیں بعضے کچھہ کہتے ہیں اور بعضے کچھہ مگر جمہور کی

یہہ راے هی که یعرب اور جرهم دونوں یرح کے بیٹے تھے اور استریبو اور جارج سیل کی بهی
یهی راے هی — لیکن ابوالفدا اپنی کتاب کے ایک مقام میں یعرب اور جرهم کو دو
مختلف اشخاص بیان کرتا هی اور دوسرے مقام پر جہاںکه وہ مختلف اقوام عرب کے
متفرق شعبوں کا ذکر کرتا هی تو جرهم کو تنہا مورث اعلی تمام فرقوں کا بتلاتا هی جسکے
یہہ معنی هیں که یعرب اور جرهم سے ایک هی شخص مراد هی اور اولاد یعرب کی
مختلف شاخیں بهی جرهم میں شامل هیں *

مشرقی مورخوں نے اس اختلاف کو غیر منفصل چهوڑ دیا هی مگر رورنڈ فارسٹر صاحب
نے نہایت لیاقت سے ثابت کیا هی که جرهم اور یعرب ایک هی شخص تھے اور جس جگہہ
که اُنہوں نے اس نام کی چند قدیم و جدید مسلم شکلیں بیان کی هیں اُس جگہہ بیان
کیا هی که سٹر مترجموں نے اس نام کو جرح لکھا هی اور سینٹ جروم نے جیرر اور حال
کے عربوں نے جرح اور سرح اور شرح اور زهران لکھا هی جیسا که آگے بیان هوگا — ان فرضی
مختلف ناموں کی مطابقت حسب قواعد تہجی بیان کرکے صاحب موصوف لکھتے هیں که
" علی العموم جو شہادت که خود عرب بهی اپنے جرهم کو جرهه پسر یقطان کے ساتهه مطابقت
کرنے میں زمانه دراز سے دیتے آئے هیں اُسکی تصحیح و تصدیق کتاب بطلیموس میں غیر
مبدل توریتی نام کے واقع هونے سے هوگئی هی اور یہہ ایک ایسی مثال هی جسکا همکو
بارها حواله دینا پڑا هی یعنی بطلیموس کے اس جمله کا ' انسولا جراچیوری ' جسکا
ترجمه هی جزیرہ بنی جرهه جو اسی حصه حجاز کے کنارہ کے پرے ایک جزیرہ هی " *

جرهه یا جرهم کی مطابقت تسلیم کرلینے میں همیں کچهه بهی کلام نہیں هی اور
عرب العاربه کے شجرہ انساب میں هم اُنکو ایک شخص قرار دیکر یعنی یرح یا یعرب یا
جرهه یا جرهم اُنکا شجرہ لکھینگے *

تاریخ عرب العاربه میں اس شخص کی اولاد کا حال بہت مذکور هی یہہ اُسی کی اولاد
تهی جس نے مختلف فرقوں میں منقسم هوکر بڑے بڑے کام کئے اور زبردست سلطنتوں
کے بانی هوئے — مگر عرب العاربه کی تاریخ لکھتے وقت اُنکے کاموں اور اُن سلطنتوں کے
قایم هونے کے زمانه کا متعین کرنا سب سے زیادہ مشکل کام هی — ایک تو اس وجهه سے
که زبانی روایتوں میں جو زمانه بیان هوتا هی وہ کبهی غلطیوں سے خالی نہیں هوتا اور
اُسکو معتبر نہیں مانا جاسکتا — دوسرے اس سبب سے که مورخان عرب نے ان واقعات
کی تاریخیں سپتواجنت یعنی یونانی ترجمه توریت سے اخذ کی هیں — توریت کے یونانی
ترجمه میں اور اصل عبرانی توریت میں جو اب موجود هی زمانوں کا بہت سا اختلاف هی
مگر تقریباً تمام عیسائی ملکوں میں عبرانی توریت کے زمانے تسلیم کئے جاتے هیں گو
اُسکے مندرجه زمانے بهی نہایت مشتبه اور ناقابل اعتبار هیں — تیسرے اس باعث سے که

عرب کے مورخوں نے دو قسم کی تاریخوں کو یعنی اُسکو جو زبانی روایتوں سے عرب میں چلی آتی تھی اور اُسکو جسے یونانی توریت سے اخذ کیا تھا خلط ملط کردیا ہی اور اس سبب سے بڑی ابتری اُنکی تاریخ میں پڑگئی ہی بعض واقعات کا زمانہ تو زبانی روایتوں کے بموجب متعین کرتے ہیں اور بعض کا یونانی توریت کے موافق — پس ان مشکلات پر غالب آنا جن سے تواریخ عرب بھری پڑی ہی کوئی آسان کام نہیں ہی *

اس پیچیدہ اور مشکل کام کے حل کرنے کے لیئے ہمنے تین ذریعے اختیار کیئے ہیں — اول — اصل عبری توریت جسکو اس زمانہ میں قریباً قریباً ہر ایک ذی علم قوم نے تسلیم کرلیا ہی اور علم تواریخ کو اُسی کی مندرجہ تواریخ پر مبنی کیا ہی — اُنہوں نے عبری توریت کو اصل اصول فرض کرکے اور اُسکے مندرجہ زمانوں کو تسلیم کرکے بہت سی کتابیں تاریخ کی تصنیف کی ہیں اور ہر قسم کے مباحثوں میں خواہ مذہب سے متعلق ہو خواہ علم تواریخ سے خواہ علم الارض سے خواہ علم حیوانات سے خواہ کسی اَوْر علم سے اُسیکے مندرجہ زمانوں پر استدلال کرتے ہیں اسواسطے ہمنے بہی اپنی اس کتاب میں اُنہیں کی تقلید کو قرین مصلحت سمجھا ہی — دوسرے یہہ کہ ہمنے متعدد واقعات کو جو عرب میں واقع ہوئے اُنکے ہمعصر واقعوں سے جو بنی اسرائیل پر واقع ہوئے اور جنکا حال توریت میں مندرج ہی مقابلہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہی اور اس طرح پر ہم عرب کے واقعات کا صحیح زمانہ متعین کرنے میں کسیقدر کامیاب ہوئے ہیں — تیسرے یہہ کہ بعض تواریخی واقعات جو عرب میں واقع ہوئے وہ ایسے ہیں کہ اور ملکوں مثلاً فارس اطالیہ اور مصر کے واقعات سے علاقہ رکھتے ہیں اور یہہ ایسے ملک ہیں جنکی تواریخ اور اُن واقعات کا زمانہ جو وہاں واقع ہوئے دنیا میں بخوبی مشہور ہی — علاوہ اسکے بہت سے واقعات ایسے ہیں جو عرب میں واقع ہوئے ہیں اور اُنکے وقوع کا زمانہ قریب بہ صحت معلوم ہی اسلیئے ہمنے اپنی اس تحقیقات میں اُن دونوں تاریخوں کو بطور رہنما کے اختیار کیا ہی *

قحطان اول شخص تھا جو عرب میں بادشاہ ہوا اور اپنی دارالسلطنت زرخیز اور شاداب صوبہ یمن میں مقرر کی جو نہ قحطان فالغ کا بھائی تھا اسواسطے اُسکی تاریخ ولادت فالغ کی تاریخ ولادت سے بہت بعید نہ ہوگی اور اسلیئے وہ تاریخ قریب سنہ ۱۷۵۷ دنیوی یا سنہ ۲۲۰۰ قبل حضرت مسیح کے قرار پاتی ہی — زبانوں کے اختلاف کے بعد جو بابل میں مینار کی تعمیر کی وجہہ سے عارض ہو گئیں نمرود پسر کوش ملک بابل یا اشور کا بادشاہ ہوا اور حام پسر مصریم مصر کا — اُسی زمانہ میں قحطان بہی یمن کا بادشاہ ہوا یعنی سنہ ۱۷۷۱ دنیوی یا سنہ ۲۲۳۴ قبل مسیح میں *

اول من نزل الیمن قحطان بن عابر بن شالح و قحطان المذکور اول من ملک ارض الیمن ولبس التاج (ابوالفدا) —

اسکے مرنے پر یعرب یا جرهم اپنے باپ کا جانشین هوا اور اس میں بھی کچھه شک نہیں هی که أسکے قبضه میں یمن اور حجاز کے صوبے تھے جو أسوقت میں بني جرهم کے نام سے مشہور تھے — رورنڈ فارسٹر صاحب اور أور مورخ اس باب میں متفق الراے هیں اور اس اتفاق کي صحت اکثر مقامات کے ناموں کي مطابقت سے جو أن صوبجات میں پائے جاتے هیں هوتي هی — جرهم کے یمن میں آباد هونے کے باب میں مصنف موصوف نے ایک بہت معقول وجه ثبوت پیش کي هی یعني یهه که جرهم ابویمن کے نام سے ملقب هوا تها *

ثم مات قحطان و ملک بعده ابنه یعرب بن قحطان (ابوالفدا)

جرهم کي وفات کے بعد أسکا بیٹا یشجب تخت پر بیٹها اور أسکے بعد أسکا بیٹا عبدالشمس ملقب به سبا اکبر تخت نشین هوا — یهه شہزاده یمن میں مشہور سلطنت سبا کا باني هوا اور اسي نے شہر سبا اور شہر مارب بنایا اور أس کے بعد أس کے بیٹے حمیر نے تخت سلطنت پر جلوس کیا *

اب چونکه حمیر یقطان سے چوتھي پشت میں تها اور تارح بھي فالغ سے چوتھي پشت میں تها اسلیئے هم یهه نتیجه نکالنے کے مجاز هیں که حمیر کي ولادت تارح کي پیدایش سے بہت دور نہیں هوگي یعني سنه ۱۸۷۸ دنیوي یا سنه ۲۱۲۶ قبل حضرت مسیح میں أسکي ولادت هوئي هوگي *

ثم ملک بعده ابنه یشجب بن یعرب ثم ملک بعده ابنه عبدشمس بن یشجب ... و سمي سبا وهوالذي بنا السد بارض مارب ... وبني مدینة مارب وعرفت مدینة سبا ... وخلف سبا المذکور عدة اولاد منهم حمیر وعمرو وکهلان و اشعر وغیرهم ... ولما مات سبا ملک الیمن بعده ابنه حمیر ابن سبا (ابوالفدا)

تارح کے تین بیٹے تھے ابرام — ناحور — حاران اور حمیر کے بھي تین بیٹے تھے — واثل — عوف — مالک — اسلیئے تارح اور حمیر کي اولاد کو بھي همعصر خیال کرنا چاهیئے یعني یهه که وه سنه ۱۹۴۸ دنیوي یا سنه ۲۰۵۶ قبل حضرت مسیح کے تھے *

واثل کا بیٹا سکسک اور عوف کا بیٹا فاران هوا — اب اول أس مدت پر جو ایک پشت کے واسطے عموماً دي گئي هی لحاظ کرکے اور بعد ازاں تاریخ پیدایش لوط پسر حاران پر غور کرکے سکسک اور فاران کي ولادت کي تاریخ قرار دیني چاهیئے جو سنه ۱۷۷۸ دنیوي یا سنه ۲۱۲۶ قبل حضرت مسیح میں یعني تیس برس قبل ولادت حضرت ابراهیم کے قرار پاتي هی *

واثل اپنے باپ کا جانشین هوا اور عوف کسي جگهه حجاز اور نجد کے مابین آباد هوا — یهه امر اسبات سے ثابت هی که پهاڑ جو نجد کي جانب مغرب واقع هی آجتک جبل عوف کے نام سے مشہور هی —

ثم ملک بعده (اے بعد حمیر) ابنه واثل ابن حمیر ثم ملک

بعدہ ابنہ السکسک بن وائل ثم ملک بعدہ یعفر بن السکسک ثم وثب علی ملک الیمن ذوریاش وھو عامر بن داران (فاران) (باران) (باران) بن عوف بن حمیر (ابوالفدا) —

عوف بفتح اولہ وسکون ثانیہ وآخرہ فاء جبل بنجد... وعرق بالفتح ارض في دیار غطفان بین نجد وخیبر (مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنہ والبقاع)

فاران بن عوف اپنے باپ کے پروس میں آباد ہوا یعني اُس وادي غیر ذي زرع میں جہاں بالفعل مکہ معظمہ موجود ہی — فاران کا اطلاق صرف اُس وسیع شمالي بیابان پر نہیں ہوتا جو قادیش تک چلا گیا ہی بلکہ اُن پہاڑوں پر ہوتا ہی جو اُس میں واقع ہیں اور اُن پہاڑوں ہي کے نام کي وجہ سے اُس وسیع میدان کو فاران کا میدان کہہ سکتے ہیں — تمام مشرقي مورخ اور نیز وہ لوگ جو قدیم روایتوں کے معتقد ہیں اسبات کو تسلیم کرتے ہیں اور توریت مقدس میں بھي صاف صاف مذکور ہی کہ یہي نواح بنام فاران موسوم تھا — جو کہ ہم اس مضمون کو زیادہ تر تفصیل سے عرب المستعربہ کے ذکر میں بیان کرینگے اسلیئے کچھہ حال فاران بن عوف کا بیان کرتے ہیں *

ابوالفدا اپني تاریخ عرب میں بیان کرتا ہی کہ فاران عوف کا بیٹا تھا — یہہ تاریخ معہ اپنے لاطیني ترجمہ کے سنہ ۱۸۳۱ع میں از سرنو چھاپي گئي تھي اور اُسکا لاطیني زبان میں یہہ نام ہی (ابوالفدا ھسٹوریا اینٹي اسلام کا اریبس) یعني تاریخ ابوالفدا درباب عرب ایام جاہلیت اور اُسکا ایڈیٹر " ھنریکس آرتھوبیس فلیچر " تھا — لفظ فاران اصل کتاب کے صفحہ ۱۱۴ میں اس شکل سے چھپا ہی (ماران) یعني حرف اول پر کوئي نقطہ نہیں ہی — اب ہم یہہ سوچتے ہیں کہ وہ پہلا حرف کیا ہی ف ہی یا ب ہی یا پ ہی اور اس موقع پر بھي تین صورتیں ہوني ممکن ہیں — مگر باوجود اس نقطہ کي غلطي کي یہہ متحقق ہی کہ یہہ لفظ بجز فاران کے اور کچھہ نہیں ہوسکتا *

عربي مصنفوں کا دستور ہی کہ جب کسي لفظ کا تلفظ ف سے ہوتا ہی تو اُسکو ف کے حرف سے لکھتے ہیں — بعض یہودي حرف ف کا تلفظ مثل حرف پ کے کرتے ہیں مگر عربي مصنف پ کي جگہہ ب کا تلفظ کرتے ہیں اور ب ہي سے اُس لفظ کو لکھتے ہیں کیونکہ اُنکي الف بے میں پ کا حرف نہیں ہی — اسي وجہہ سے ابوالفدا نے لفظ فاران کو جسکا یہودي تلفظ پاران پ سے تھا باران ب کے ساتھہ لکھا ہی جسکا نقطہ چھپنے میں رہ گیا ہی اور اسکا ثبوت لاطیني ترجمہ سے ہوتا ہی کہ اُس میں اُسکا ترجمہ " باراني " ب سے کیا گیا ہی — پس اب اسبات میں کہ عوف کا بیٹا فاران تھا کچھہ شک باقي نہیں رہا *

جس مقام پر کہ عوف نے سکونت اختیار کي تھي وہاں کوئي ایسا رباني کرشمہ واقع نہیں ہوا جس سے اُسکي شہرت کو جو اُسنے عوف کے نام سے حاصل کي تھي گھٹا دیتي

یا متنا دیتی اور اسلیئے وہ مقام اور وہ پہاڑ عوف هي کے نام سے مشہور رہا — مگر جس جگہ کہ فاران آباد هوا تها أسکا حال ایسا نہیں هوا کیونکہ وهاں ایک ربانی کرشمہ کے واقع هونے کا وعدہ کیا گیا تها اور جب وہ ربانی کرشمہ واقع هوا جو تمام چیزوں پر جنکي عرب تعظیم اور حرمت کرتے تھے سبقت لیگیا اور أنکي شهرت کے چاند کو گہن لگادیا — فاران کي شهرت مدهم پڑگئي اور أسکي جگهہ خداے مقدس کے نام کي شهرت قایم هوئي — فاران کا نام نسیا منسیا هوگیا اور بیت الله الحرام کے نام سے أس مقام نے شهرت پائي جو أسوقت هی کہ قیامت تک اسي طرح مشہور اور معزز رهیگا *

وائل کے بعد أسکا بیٹا سکسک اور أسکے بعد أسکا بیٹا یعفر جانشین هوا — أسکا چچا زاد بهائي عامر ذوریاش پسر فاران پسر عوف نے جو حجاز میں آباد هوا تها یعفر کي سلطنت پر حمله کیا اور فتح کرلیا لیکن نعمان بن یعفر نے أسکو نکالدیا اور وہ حجاز کي طرف چلا گیا اور نعمان نے اپني سلطنت واپس لیلي — اس کارنمایاں کي وجهہ سے أسکا لقب المعافر هوگیا — أسي قاعدہ کے بموجب جس سے کہ همنے اسقدر اشخاص کي ولادت کي تاریخیں معین کي هیں همکو معلوم هوتا هی کہ یعفر بن سکسک اور عامر بن فاران اور حضرت ابراهیم کے تولد کي تاریخ قریب قریب ایک هی زمانہ میں هی یعني سنہ ۲۰۰۸ دنیوي میں یا سنہ ۱۹۹۶ قبل حضرت مسیح میں — اب جو قدرتي قاعدہ پشتوں کے توالد و تناسل کا هی أس کے مطابق هم نعمان کے زمانہ پیدایش کو دریافت کرسکتے هیں جسکا وقوع سنہ ۲۰۳۸ دنیوي میں یا سنہ ۱۹۶۶ قبل حضرت مسیح میں واقع هوتا هی *

ثم نهض من بني وائل النعمان بن یعفر بن السکسک بن وائل بن حمیر واجتمع علیه الناس وطرد عامر بن باران عن الملک واستقل النعمان المذکور بملک الیمن و لقب نعمان المذکور بالمعافر —

ثم ملک بعده ابنه اشمح بن المعافر المذکور ثم ملک بعده شداد بن عاد بن الملطاط بن سبا واجتمع له الملک و غزا البلاد ان بلغ اقصی المغرب و بنی المداین و المصانع و ابقی الآثار العظیم (ابوالفدا) —

اس پچھلے زمانہ کے پینتالیس برس بعد حضرت ابراهیم مقام "اور" سے جو قوم کالدي سے متعلق تها حاران کو جو عراق عرب میں واقع هی بولائے گئے تھے اور یہہ ایک ایسا زمانہ هی جسکے متعلق جمیع واقعات همکو اس نتیجہ کي طرف رهنمائي کرتے هیں کہ عامر اور نعمان کي جنگ اسي زمانہ میں واقع هوئي هوگي — اسلیئے یہہ مستنبط هوسکتا هی کہ یهي وقت تها جبکہ نعمان نے عامر کو بهگاکر اپنے آبائي تخت کو حاصل کیا تها یعني سنہ ۲۰۸۳ دنیوي یا سنہ ۱۹۲۱ قبل حضرت مسیح میں — نعمان کے بعد أسکا بیٹا اشمح تخت پر بیٹها أسکي سلطنت پر شداد نے حمله کیا اور اشمح کو شکست دیکر جلا وطن کردیا — شداد نے بڑي عظمت اور شهرت حاصل کي اور اپني حکومت استحکام کے

ساتھه قایم کرنے میں کامیاب هوا اُس نے بہت سي عالي شان عمارتیں † بنائیں جنکے نشان اب بھي پائے جاتے هیں *

شداد کا نام ایسا مشہور هی که قریب قریب هر مشرقي باشنده اُس سے واقف هی اور اُسکي عظمت و شوکت کي نسبت بہت سے عجیب و غریب قصے اور روایتیں مشہور هیں — یهه شخص ماطاط بن عبدالشمس عرف سبا اکبر کي اولاد میں تھا اُسکے باپ کا نام عاد هی — مورخوں نے اس عاد کو پہلے عاد کے ساتھه خلط ملط کردیا هی اور اس طرح پر مختلف روایتیں جو درحقیقت پہلے عاد سے متعلق تھیں اسکی طرف منسوب کي هیں اور اس عاد کي روایتیں پہلے عاد کي طرف *

ان دونوں عادوں کے باهم تمیز کرنے کے لیئے همنے اس پچھلے عاد کو جسکا ابھي ذکر هوا بنام عاد ثالث موسوم کیا هی کیونکه اس نام کا یهه تیسرا شخص هی *

مشرقي تاریخوں میں هم شداد اور سبا اکبر کے مابین صرف دو نام ایک عاد اور دوسرا ماطاط پاتے هیں حالانکه اُنکے مابین کم سے کم پانچ نام هونے چاهیئیں — مشرقي تاریخوں میں جو سلسله انساب میں اس طرح ناموں کی کمي پائي جاتي هی اُسکي وجهه یهه هی که مشرقي مورخوں نے سلسله انساب کو پرانے عربي شعرا کے اشعار اور تحریروں سے اخذ کیا هی اُن شاعروں کا قاعده تھا که اپنے اشعار میں اُنھیں لوگوں کا ذکر کیا کرتے تھے جنھوں نے کسي بڑے بڑے کاموں کي وجهه سے شہرت حاصل کي هو اور جن لوگوں نے ایسي شہرت نهیں حاصل کي اُنکے نام اُن اشعار میں نهیں پائے جاتے تھے اور یهي سبب هی که مشرقي مورخوں نے جو سلسله انساب قایم کیا هی اُس میں سے وه نام چھوٹ گئے هیں *

عرب العاربه کا شجره انساب هم اپنے اس مضمون کے اخیر میں شامل کرینگے اس شجره میں جہاں کہیں همکو اس طرح پر ناموں کے ره جانے کا شبهه هوا هی یا جہاں کہیں خود مشرقي مورخوں نے ناموں کے ره جانے کا اقرار کیا هی وهاں همنے ایک نشاني ستاره کي بنادي هی جس سے ظاهر هوگا که کسقدر نام هماري دانست میں اُس سلسله میں چھوٹ گئے هیں *

---

† مسٹر ورنگ فارسٹر صاحب بوقت بیان نشانات قوم عاد کي جو مختلف اقطاع عرب میں ظاهر هوئے هیں نقب الهجر کے قدیمي آثار کا جو حضرموت میں هیں ذکر کرتے هیں — حصن غراب کے آثار بھي کچھه کم مشہور نهیں هیں — عدن میں بعض عمارتوں کے آثار بڑي قدامت کا دعوی کرتے هیں اور لوگوں کو بہت شوق دلاتے هیں اور قوم عاد سے منسوب هیں — بعض نشانات حوضوں کے جو عموماً تالاب کہلاتے هیں عدن میں ابتک پائے جاتے هیں اور جنکي قدامت کي وجهه سے هر سیاح کي توجهه و اشتیاق کو کشش هوتي هی انکا باني شداد کو کهتے هیں — علاوه اُن آثار کے جنکا ذکر هوچکا هی بہت سے اور بھي دریافت هوئے هیں جو خود ان عمارات اور نیز اُنکے باني کي قدامت کے شاهد هیں —

جس زمانہ میں کہ شداد نے یمن والوں پر غلبہ حاصل کیا اور سلطنت کی باگ اپنے ہاتھہ میں لی اُسکا صحت کے ساتھہ متعین کرنا کسیقدر غیر ممکن ہی باایں ہمہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ نعمان کی تخت نشینی سے چند سال بعد یا اُسکی وفات سے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں شام کے پانچ بادشاہوں کے باہم لڑائی شروع ہوئی — توریت مقدس سے معلوم ہوتا ہی کہ اس لڑائی کا اثر عرب میں بڑی پہونچا تھا کیونکہ اُس میں لکھا ہی کہ " پس درسال چہار دہم کدر لاعومر وملوکے کہ بہمراہش بودند آمدہ رفائیان را درعشتروت قرنیم وزوزیان را در ہام وایمیان را در شاوہ قریا تایم شکست دادند و نیز خوریان را در کوہ خود شان سعیر تا ایل پاران کہ در نزدیک صحراست و برگشتہ بعین مشپاط کہ قادیش است آمدند و تمامی مرزوبوم عمالیقیان وہم اموریانی کہ در حصصون تا مار ساکن بودند شکست دادند " (سفرتکوین باب ۱۴ ورس ۵ و ۶ و ۷) *

ظاہر ہی کہ یہہ حملہ آور قادیش کے شمال سے آئے ہونگے کیونکہ سعیر کے پہاڑ اُس جگہہ سے شمال میں واقع ہیں اور یہہ بھی ظاہر ہی کہ قادیش کے جنوب میں دور جاکر فاران میں چلے گئے جس سے آجتک حجاز مراد لیا جاتا ہی — کیونکہ اگر یہہ بات نہ ہوتی تو اس بیان کے کہ حملہ آور پاران سے قادیش کو لوٹ گئے کچھہ بھی معنی نہ ہوتے — اگر یہہ کہیں کہ یہہ لوگ مغرب کی جانب گئے ہونگے تو یہہ بھی صحیح نہیں ہی کیونکہ اُس طرف بنی عمالیق رہتے تھے جن سے کہ ان حملہ آوروں نے اپنی پہلی مہم سے قادیش کو واپس آنے کے بعد جنگ کی تھی *

اسوقت اشمح کی حکومت اور عملداری صوبہ یمن اور حجاز پر پھیل گئی جو کہ یہہ زمانہ اُسکی عہد حکومت کی ابتدا کا تھا اسلیئے خیال ہوسکتا ہی کہ مذکورہ بالا حملہ کی وجہہ سے اُسکی طاقت میں کسیقدر ضعف آگیا ہو جس سے یہہ نتیجہہ نکل سکتا ہی کہ سلطنت یمن کی اس ضعف اور شکستہ حالت کو دیکھہ کر شداد نے جو ہمیشہ ایسے موقع کا منتظر رہتا تھا اشمح پر حملہ کیا ہو اور اُسکو حکومت سے بیدخل کرکے تخت چھین لیا ہو — ان وجوہ کی بنا پر ہمکو اسبات کے یقین کرنے کی ترغیب ہوتی ہی کہ اشمح سنہ ۲۰۹۱ دنیوی یا سنہ ۱۹۱۳ قبل حضرت مسیح میں تخت پر بیٹھا تھا اور شداد نے سنہ ۲۰۹۲ دنیوی یا سنہ ۱۹۱۲ قبل حضرت مسیح میں اُسکی سلطنت کو چھین لیا تھا — اور یہہ زمانہ اُس عام قاعدہ سے جو علم انساب میں پشتوں کے پیدا ہونے کے لیئے قرار دیا گیا ہی بالکل مطابق ہوتا ہی *

شداد کے بعد اُسکے دو بھائی لقمان اور ذوشدد یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے اور ذوشدد کے بعد اُسکا بیٹا الحارث بادشاہ ہوا — اس زمانہ تک اور اس کے بہت عرصہ بعد تک وہاں دو خود مختار

ثم ملک بعدہ اخوہ لقمان بن عاد ثم ملک بعدہ اخوہ ذوشدد

بن هاد ثم ملک بعده ابنه الحارث بن ذي شدد ويقال له الحارث الرايش (ابوالفدا) –

سلطنتیں رهیں ایک یمن کي اور دوسري حضرموت کي آخر کو ایک دوسرا شخص مسمی الحارث جسکا لقب رایش هوا تخت پر بیٹها اُسنے ان دونوں سلطنتوں کو ملاکر ایک کردیا — اسلیئے بعض مورخوں نے غلطي سے پہلے الحارث اور دوسرے الحارث کو ایک هي شخص سمجها اور اُسوکي طرف دونوں سلطنتوں کا ملانا منسوب کیا — اس غلطي کا نتیجه یهه هوا که اُن بادشاهوں کے نام جو ان دونوں الحارثوں کے مابین فرمان رواں هوئے تهے هر ایک مورخ نے چهوڑ دیئے اور اُنکے نام معدوم هوگئے — اس غلطي کا ثبوت اس طرح پر هوتا هی که جو زمانه اُن بادشاهوں کا گذرا هی اور جو تعداد بادشاهوں کي لکهي هی وه بلحاظ امتداد زمانه کے نهایت کم هی *

الحارث الرايش هو الحارث بن قيس بن صيفي بن سبا الاصغر الحميري وكان الرايش اول غزا منهم فاصاب الغنائم و ادخلها ارض اليمن فارتاشت حمير في ايامه وكان هوالذي راشهم فبذلک سمي الرايش و بين الرايش وبين حمير خمسة عشراباً (تاريخ سني ملوک الارض والانبياء لحمزة اصفهاني)

حمزه اصفهاني اپني تاریخ میں بیان کرتا هی که الحارث الرایش ذوشدد کا بیٹا اور جانشین نه تها بلکه حضرموت کے خاندان میں سے تها — افسوس کي بات هی که یهه مصنف اُن بادشاهوں کي تعداد بهي نهیں بتلاتا جنکے نام معدوم هوگئے هیں لیکن اُسکا یهه بیان که حمیر اور الحارث الرایش کے مابین پندره پشتیں گذري تهیں همکو کسیقدر ٹهیک ٹهیک وقت کے معین کرنے پر قادر کرتا هی *

اگر هم بیان صدر پر اعتماد کریں تو همکو یهه نتیجه نکالنا پڑتا هی که الحارث ابن شدد کے اور الحارث الرایش کے مابین سات یا آٹهه اور بادشاه هوئے هونگے *

ثم ملک بعده ابنه ذوالقرنين الصعب بن الرايش ثم ملک بعده ابنه ذوالمنار ابرهة بن ذي القرنين ثم ملک بعده ابنه افريقش بن ابرهة ثم ملک بعده اخوه ذوالاذعار عمرو بن ذوالمنار ثم ملک بعده شرحبيل بن عمرو بن غالب بن المنتاب بن زيد بن يعفر بن السكسک بن وائل بن حمير … ثم ملک بعده ابنه الهدهاد بن شرحبيل ثم ملکت بعده بنته

الحارث الرایش قیس بن صیفي بن سبا الاصغر کا جو حمیر کي اولاد میں هی بیٹا تها اور جیسا که اوپر مذکور هوا وه یمن اور حضرموت دونوں سلطنتوں کو ملانے میں کامیاب هوا اور اسي سبب سے رایش یا تبع الاول کا لقب پایا *

اُسکے بعد صعب ملقب به ذوالقرنین — اور ابرهه ملقب به ذوالمنار – اور افریقش – اور عمرو ملقب به ذوالاذعار یکے بعد دیگرے تخت نشین هوئے *

عمرو ذوالاذعار کي عهد حکومت میں شرحبیل نے اُسپر حمله کیا اور بیشمار خونریز لڑائیوں کے بعد عمرو ذوالاذعار کو شکست دي اور اُسکي سلطنت پر قابض هوگیا — شرحبیل کے بعد اُسکا بیٹا الهدهاد جانشین هوا اور اُسکے

بلقيس بنت الهدهاد و بقيت في ملك اليمن عشرين سنة وتزوجها سليمان بن داؤد (ابوالفدا) —

وقد نقل ابن سعيد المغربي ان ابن عباس سئل عن ذي القرنين النبي ذكره الله تعالى في كتابه العزيز فقال هو من حمير وهو الصعب المذكور فيكون ذوالقرنين المذكور في الكتاب العزيز هو الصعب (بن) الرايش المذكور لا الاسكندر الرومي (ابوالفدا)

وكان اول من اسس السدسبا الاكبر و اسمه عامر وقيل عبد شمس بن يشجب بن يعرب بن قحطان ثم بناه حمير ابن سبا بعد موت ابيه ثم اتمه بعد ذالك ذوالقرنين الحميري وهو الصعب بن ابي مرايد وكان السد من جبل مارب الى جبل الابلق وهما جبلان مغيفان على الجبال الشافحه الممتد من يمين السد وشماله (العقود اللولوية في اخبار دولة الرسولية يمنى) —

ثم ملك بعدها عمها ناشر النعم بن شرحبيل ... ثم ملك بعده شمر يرعش بن ناشر النعم ... ثم ملك بعده ابنه ابومالك بن شمر ثم ملك بعده عمران بن عامر الازدي ... ثم ملك بعده اخوه مزيقيا (ابوالفدا) —

ملك الاقرن بن ابي مالك ثم ملك بعده ذوحبشان بن الاقرن ... ثم ملك بعده اخوه تبع بن الاقرن ثم ملك بعده ابنه كليكرب بن

بعد ملکہ بلقیس تخت پر بیٹھی جسنے بیس برس سلطنت کرکے حضرت سلیمان بادشاہ یہود سے نکاح کرلیا — اس ملکہ کی حکومت کا اختتام توریت مقدس سے سنہ ٣٠٠٠ دنیوی یا سنہ ١٠٠٥ قبل حضرت مسیح میں پایا جاتا ہی — اسلیئے نسلوں کے پیدا ہونے کے معینہ قاعدہ کے مطابق الحارث الرایش اور صعب ذوالقرنین یا تو اٹھائیسویں صدی دنیوی کے آخر میں یا انتیسویں صدی کے شروع میں ہوئے ہونگے یعنی سنہ ١٢٠٠ قبل حضرت مسیح کے *

ابن سعید مغربی کا بیان ہی کہ جب حضرت ابن عباس سے اس ذوالقرنین کی نسبت جسکا ذکر قران مجید میں ہی پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ صعب حمیری تھا — اس دلیل پر ابوالفدا نے بیان کیا ہی کہ اسی ذوالقرنین کا ذکر قران مجید میں ہی نہ کہ سکندر اعظم کا *

ایک مشہور و معروف کام سد کی تعمیر کا اسی ذوالقرنین کے عہد میں اختتام کو پہونچا — شاہان یمن کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہی کہ اس سد کی بنا سبا اکبر نے شروع کی تھی — اسکے بیٹے اور جانشین حمیر نے اسکو جاری رکھا اور ذوالقرنین نے اسے اختتام کو پہونچایا — وہ سد دو پہاڑوں کے درمیان میں تھی ایک پہاڑ کا نام مارب اور دوسرے کا نام ابلق تھا —

بلقیس کے بعد اسکا چچازاد بھائی مالک ملقب بہ ناشرالنعم تخت نشین ہوا — اور اسکے بعد اسکا بیٹا شمر یرعش اور اس کے بعد اس کا بیٹا ابومالک تخت پر بیٹھا — اس بادشاہ کی سلطنت میں عمران نے جو خاندان ازد سے تھا اسپر حملہ کیا اور شکست دیکر تخت چھین لیا اور سلطنت بنی حمیر کے خاندان سے بنی کہلان کے خاندان میں منتقل ہوگئی — عمران کے بعد اسکا بھائی عمر مزیقیا تخت نشین ہوا *

تبع ثم ملک بعدہ ابوکرب اسعد و هو تبع اوسط و قتل ثم ملک بعدہ ابنه حسان بن تبع ... ثم قتله اخوہ عمرو بن تبع وملک ... فسمی ذ الاعواد ثم ملک بعدہ عبد کلال ابن ذوی الاعواد ثم ملک بعدہ تبع بن حسان ابن کلیکرب و هو تبع الاصغر ثم ملک بعدہ ابن اخته الحارث بن عمرو وتهود الحارث المذکور ثم ملک بعدہ مرثد ابن کلال ... ثم ملک بعدہ وکیعه ابن مرثد (ابوالفدا)

ثم ملک ابرهه بن الصباح ثم ملک صهبان بن محرث ثم ملک عمر بن تبع ثم ملک بعدہ ذوانواس و کان من لایتهود القاہ فی اخدود مضطرم ناراً فقیل له صاحب الاخدود ثم ملک بعدہ ذوجدن و هو اخر ملوک الحمیر (ابوالفدا) —

من کتاب ابن سعید المغربی ان الحبشة استولوا علی الیمن بعد ذی جدن الحمیری المذکور و کان اول من ملک الیمن من الحبشه ارباط ثم ملک بعدہ ابرهة الاشرم صاحب الفیل الذی قصد مکة ثم ملک بعدہ یکسوم ثم ملک بعدہ مسروق بن ابرهه و هو اخر من ملک الیمن من الحبشة ثم عاد ملک الیمن الی حمیر و ملکها سیف بن ذی یزن الحمیری (ابوالفدا) —

اُسکے زمانہ میں الاقرن بن ابومالک نے اپنے باپ کی سلطنت کا دعوی کیا اور مزیقیا سے لڑکر اُسکو شکست دی اور سلطنت چھین لی اور حمیر کے خاندان میں دوبارہ سلطنت لوٹ آئی *

اُس کے بعد اُس کا بیٹا ذو حبشان مالک تاج وتخت ہوا - اُس کے بعد اُس کا بھائی تبع اکبر اُس کے بعد اُس کا بیٹا کلیکرب اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا ابوکرب اسعد تبع اوسط اُس کے بعد اُس کا بیٹا حسان اُس کے بعد اُس کا بھائی عمر ذوالاعواد اُس کے بعد اُس کا بیٹا عبدکلال تخت نشین ہوا - تبع اصغر پسر حسان نے اس بادشاہ سے سلطنت چھین لی اور خود بادشاہ ہوگیا — اُس کے بعد اُس کا بھتیجا حارث بن عمر تخت پر بیٹھا — تمام مورخوں کا اتفاق ہی کہ حارث نے یہودی مذہب اختیار کرلیا تھا - اُسکے بعد مرثد ابن کلال اور اُس کے بعد وکیعہ ابن مرثد تخت نشین ہوئے *

ان بادشاہوں کی حکومت کا زمانہ حارث بن عمر کے یہودی مذہب اختیار کرنے کی وجہہ سے کسی قدر صحت کے ساتھہ معلوم ہوسکتا ہی — جبکہ بخت نصر فلسطین کو فتح کرکے اور بیت المقدس کو مسمار کرکے حضرت دانیال اور اُن کے دوستوں کو قیدی بناکر بابل کو لیگیا اُس وقت کچھہ یہودی بچکر یمن کو بھاگ گئے تھے - اس زمانہ میں حضرت یرمیاہ اور دانیال پیغمبر تھے اس لیئے یہہ بات نہایت قرین قیاس معلوم ہوتی ہی کہ ان مفرور یہودیوں کی وجہہ سے الحارث نے خداے واحد کا اقرار کیا ہوگا اور یہودی مذہب کو قبول کیا ہوگا اور یہہ امر واقعی ہی کہ الحارث اور وکیعہ اُس زمانہ میں حکمراں تھے یعنی سنہ ۳۴۰ دنیوی میں یا سنہ ۶۰۴ قبل حضرت مسیح میں - اس امر کا واقعی ہونا زیادہ تر اس لیئے قابل اعتبار ہی کہ نسلوں کے پیدا ہونے کے قدرتی قاعدہ کے مطابق بھی یہہ زمانہ ٹھیک ٹھیک صحیح آتا ہی کیونکہ جیسے اوپر بیان کیا ہی کہ مالک ناشرالنعم سنہ ۳۰۰۱ دنیوی میں تخت پر بیٹھا تھا مالک اور وکیعہ کے

درمیان گیارہ اور بادشاہ گذرے ہیں جنکا زمانہ مجموعاً چار سو برس خیال کرنا قرین عقل ہی — وکیعہ کے بعد چھہ اور بادشاہ خاندان حمیر میں سے تخت نشین ہوئے یعنی ابرہہ بن الصباح — صہبان بن محرث — عمر ابن تبع — ذوشناتر — ذونواس ملقب بہ ذو اخدود ذوجدن — جو کہ ان بادشاہوں کا خاندانی سلسلہ صاف صاف تحقیق نہیں ہوا اسلیئے ہمنے اُن کے ناموں کو شجرہ انساب عرب العاربہ میں شامل کردینے کی جرأت نہیں کی بلکہ اُن کے ناموں کو شجرہ کے حاشیہ پر لکھدیا ہی — ان لوگوں کی سلطنت کا ٹھیک زمانہ بھی تحقیق نہیں ہوا ہی *

ذونواس ایک متعصب یہودی تھا اور یہودی مذہب والوں کے سوا ہرمذہب کے معتقدوں اور پیروں کو آگ میں زندہ جلوا دیا کرتا تھا - اسبات کے خیال کرنے کے واسطے ایک عمدہ وجہہ یہہ ہی کہ یہہ ہی وہ زمانہ تھا جبکہ آرٹا زر کسیز اوکس نے چند یہودیوں کو جو مصر میں قید ہوئے تھے کیونکہ اُنکا ملک مصر سے ملا ہوا تھا ہر قانیہ (مازندران) کو بھیجدیا اور چونکہ یہہ بادشاہ بھی یہودی تھا اُسکی سلطنت کو بھی سخت صدمہ پہونچا اور حبشیوں نے اُسپر غلبہ کرلیا اور اُسکو سلطنت سے خارج کردیا - پس یہہ زمانہ اس خاندان کا آخری زمانہ معلوم ہوتا ہی اور سنہ ۳۶۵۰ دنیوی یا سنہ ۳۵۴ قبل حضرت مسیح کے مطابق ہوتا ہی *

اس زمانہ سے ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت تک نو سو بیس برس ہوتے ہیں — اس درمیان میں ایفریقہ کے لوگوں کی جو ارباط حبشہ کہلاتے تھے اور نیز بعض عرب المستعربہ اور ابرہوں کی حکومت رہی *

مشرقی مورخوں نے اس بات کے غلط خیال سے کہ ارباط حبشہ اور ابرہہ دو شخص تھے بیان کیا ہی کہ اُس زمانہ میں صرف دو ہی بادشاہ ہوئے حالانکہ ارباط حبشہ اور ابرہہ خاندانی لقب ہیں اور ان خاندانوں کے بادشاہ اپنے اصلی نام کے ساتھہ خاندانی لقب کو شامل کر لیتے تھے *

اس خاندان ابرہہ میں ایک بادشاہ کا نام اشرم تھا جو ابرہہ اشرم صاحب الفیل کہلاتا ہی اور جس نے مکہ معظمہ پر سنہ ۴۵۷۰ دنیوی یا سنہ ۵۷۰ عیسوی میں چڑھائی کی تھی — وہ اپنے ساتھہ بہت سے ہاتی اس نیت سے لے گیا تھا کہ خانہ کعبہ کو منہدم کردے اُس کے بعد اُس کا بیٹا ابرہہ مسروق تخت نشین ہوا مگر سیف بن ذی یزن حمیری نے اُسکو سلطنت سے بیدخل کردیا جس کو کسرے نوشیروان والی ایران نے بہت مدد دی تھی جیساکہ آگے معلوم ہوگا - اُس کے بعد سے خاندان ابرہہ کی حکومت منقطع ہوگئی *

سیف بن ذی یزن جو حمیر کے شاہی خاندان سے تھا اپنے آپ کو سلطنت یمن کا وارث اور حقدار سمجھتا تھا اُس نے روم کے بادشاہ وقت سے مدد چاہی اور شہر روم میں اسی غرض سے دس برس تک پڑا رہا — مگر جبکہ اُس کی اُمید منقطع ہوگئی تو وہاں سے

کسرے نوشیروان کے پاس چلا گیا اور اس سے کمک کی استدعا کی *

اس بادشاہ نے اُس کی درخواست کو منظور کیا اور بہت بڑا لشکر اُس کی کمک کو دیا اور اُس نے اُس لشکر کی مدد سے اپنے دشمن کو شکست دی اور خاندان ابرہہ کا خاتمہ ہوگیا اور سیف بن ذي یزن از سرنو تخت پر بیٹھا *

اُس نے اپنی سکونت شاہی محل غمدان میں اختیار کی اور عیش و عشرت میں محو ہو گیا — اس بادشاہ کے عہد کے شعرا نے اُس کی بہت تعریف و توصیف کی ہی اور جو کہ ان اشعار میں بعض تاریخی واقعات ملتے ہیں اس لیئے ہم چند شعر اس جگہہ نقل کرتے ہیں *

لا تقصد الناس الا کابن ذي یزن — ان خیم البحر للاعداء احوالا
وافي هرقل و قد شالت نعامته — فلم یجد عنده النصر الذي سالا
ثم انتحی نحو کسرے بعد عاشرة — من السنین یهین النفس و المالا
حتی اتی ببني الاحرار یقدمهم — تخالهم فوق متن الارض اجبالا
لله درهم من فتیة صبر — ما ان رایت لهم في الناس امثالا
بیض مرازبة غلب اساورة — اسد تربت في الغیضات اشبالا
فاشرب هنیا علیک التاج مرتفقا — براس غمدان داراً منک محلالا
تلک المکارم لا قعبان من لبن — شیبا بماء فعادا بعد ابوالا

سیف بن ذي یزن کو ایک اُس کے درباری حبشي مصاحب نے قتل کیا اُس کے بعد اس صوبہ کو نوشیرواں نے اپنے ممالک محروسہ میں شامل کرلیا اور اپنی جانب سے وہاں عامل مقرر کرتا رہا — اُن عاملوں میں سے اخیر عامل باذان تھا — اُس کا زمانہ اور آنحضرت صلعم کا زمانہ متحد تھا چنانچہ وہ آنحضرت پر ایمان لایا اور مسلمان ہوگیا *

وکان سیف بن ذي یزن المذکور قد اصطفی جماعة من الحبشان وجعلهم من خاصته فاغتالوه وقتلوه فارسل کسرے عاملا علی الیمن واستمرت عمال کسرے علی الیمن الی ان کان آخرهم باذان الذي کان علی عهد النبي صلی الله علیه وسلم واسلم (ابوالفدا) —

عرب العاربہ میں خاندان قحطان نے بڑی طاقت اور شہرت حاصل کی اور صوبہ حیرہ میں ایک بڑی زبردست سلطنت قایم کی — اس خاندان کا پہلا بادشاہ مالک بن فہم تھا اُسکے بعد اُس کے بھائی عمرو کو تخت ملا *

اُس کے بعد جذیمہ بن مالک تخت پر بیٹھا — یہہ حریص مگر طامع بادشاہ تھا اُس نے اپنی سلطنت کو بہت قوي اور مستحکم کرلیا تھا ایک طرف تو دریاے فرات اُس

اول من ملک علی العرب بارض الحیرة مالک بن فهم ... ثم ملک بعده اخوه عمرو بن فهم ثم ملک بعده ابن اخیه جذیمة بن مالک بن فهم ... وکانت له اخت تسمی رقاش (ابوالفدا) —

کی سلطنت کی حد تھی اور دوسری طرف حدود شام تک پھیل گئی تھی — شام تک سلطنت پھیلانے میں اُنکو عمالیق سے لڑنا پڑا اور ایک سخت اور خونریز لڑائی کے بعد اُن کو شکست دی — اس بادشاہ کی بہن نے جسکا نام رقاش تھا ایک شخص مسمی عدی سے جو بنی لخم میں سے تھا شادی کی تھی *

جذیمہ کے بعد اسکا بھانجا عمرو بن عدی تخت نشین ہوا اُس کے بعد اُس کا بیٹا امروالقیس اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا عمرو بادشاہ ہوا مگر اُسکو " اوس " بن قلام عملیقی نے تخت سے اُتار دیا — اُس کے بعد ایک یا دو اور بادشاہ اُسی خاندان کے فرماں روا ہوئے جنکے نام معلوم نہیں لیکن اسقدر محقق ہی کہ امروالقیس ثانی بن عمرو نے بہت جلد اپنے بھائی کی کھوئی ہوئی سلطنت کو لولیا اور دوبارہ سلطنت کو اپنے خاندان میں منتقل کرلیا — یہہ اول شخص تھا جس نے کہ انسانوں کو زندہ جلانے کی وحشیانہ رسم کو رواج دیا تھا اور اس سبب سے اُس نے المحرق کا لقب حاصل کیا تھا — اُس کے بعد نعمان جانشین ہوا مگر دنیا کے ترددات اور جھگڑوں سے کبیدہ خاطر ہوکر تیس برس سلطنت کرنیکے بعد بادشاہت کو چھوڑ دیا اور عبادت میں مصروف ہوا — اُس کے بعد اُس کا بیٹا المنذرالاول تخت پر بیٹھا اُس کے بعد اُسکا بیٹا اسود تخت نشین ہوا جسکو غسانی بادشاہوں سے چند لڑائیاں لڑنی پڑیں — اُس کے بعد اُسکا بھائی المنذر الثانی تاج و تخت کا مالک ہوا — اُس کے بعد علقمہ ذمیلی اور اُس کے بعد امروالقیس ثالث بن نعمان نے زمام سلطنت اپنے ہاتھہ میں لی — اُس کے بعد اُسکا بیٹا المنذر الثالث ملقب بہ ماءالسماء جانشین ہوا مگر اس بادشاہ کو کسری قباد نے سلطنت سے خارج کرکے الحرث کو جو " کندی " خاندان میں سے تھا اور جسنے ایران کے بادشاہ کا مذہب اختیار کرلیا تھا مقرر کیا — جبکہ کسری نوشیروان

لما قتل جذیمة ملک بعده ابن اختة عمرو بن عدی بن نصر بن ربیعة ... ثم مات وملک بعده ابنه امرو القیس ... و کان یقال لامرو القیس البدا اے الاول ثم ملک بعد امرؤ القیس ابنه عمرو بن امرؤالقیس ... ثم ملک بعده اوس بن قلام العملیقی ثم ملک اخر من العمالیق ثم رجع الملک الی بنی عمرو بن عدی بن نصر بن ربیعة اللخمیین المذکورین و ملک منهم امرؤ القیس من ولد عمرو بن امرؤ القیس المذکور و یعرف هذا امرؤالقیس الثانی بالمحرق لانه اول من عاقب بالنار ثم ملک بعده ابنه النعمان الاعور بن امرؤ القیس ... ثم تزهد و خرج من الملک ... ملک بعده ابنه المنذر بن نعمان ... ثم ملک بعده ابنه الاسود بن المنذر (ابوالفدا) —

ثم ملک بعده اخوه المنذر بن المنذر بن نعمان الاعور ثم ملک بعده علقمة الذمیلی ذومیل بطن من لخم ثم ملک بعده امر والقیس بن النعمان بن امروالقیس المحرق... ثم ملک بعده ابنه المنذر بن امروالقیس ... لقب بماءالسماء ... وطرد کسری قباد المنذر المذکور عن ملک الحیرة و ملک موضعه الحرث بن عمر بن حجر الکندی ... ثم لا تمکن کسری نوشیروان بن قباد المذکور فی الملک طرد الحارث واعاد المنذر

بن ماء السماء الی ملک الحیرة (ابوالفدا) —

ثم ملک بعد المنذر عمرو مفرط الحجارة ... ثم ملک بعده اخوه قابوس ... ثم ملک بعده اخوهما المنذر بن المنذر ثم ملک بعده ابنه النعمان بن المنذر بن المنذر بن ماء السماء وکنیته ابو قابوس و هوالذی تنصر ... ثم انتقل الی ایاس ابن قبیصة الطائي ... ثم ملک بعد ایاس زاویه بن ماهان الهمداني ثم عاد الملک الی اللخمیین فملک بعد زاویه المنذر بن النعمان بن المنذر بن المنذر بن ماء السماء سمته العرب المغرور واستمر مالکاً للحیرة الی ان قدم لها خالد بن الولید واستولی علی الحیرة (ابوالفدا)

اول من ملک غسان جفنة بن عمرو بن ثعلبة بن عمر بن مزیقیا ... ثم هلک و ملک بعده ابنه عمر بن جفنة ... ثم ملک بعده ابنه ثعلبة بن عمرو ... ثم ملک بعده ابنه الحارث بن ثعلبة ثم ملک ابنه جبلة بن الحارث ثم ملک ابنه الحرث ... ثم ملک بعد ابنه المنذر الاکبر (ابوالفدا)

ثم هلک المنذر الاکبر المذکور و ملک بعده اخوه النعمان ابن الحرث ثم ملک بعده اخوه جبلة بن الحارث ثم ملک بعده اخوهم الایهم بن الحارث ... ثم ملک اخوهم عمرو بن الحارث ثم ملک جفنة الاصغر ... ثم ملک بعده اخوه النعمان الاصغر

تخت پر بیٹھا أسنے الحرث کو حکومت سے علحدہ کردیا اور المنذر الثالث کو پھر حکومت دی - أسکے بعد أسکا بیٹا عمرو اور أس کے بعد أس کا بھائی قابوس اور أس کے بعد أس کا بھائی المنذر الرابع اور أس کے بعد أس کا بیٹا نعمان ابوقابوس تخت پر بیٹھا - اس نعمان نے عیسائی مذهب اختیار کرلیا اور خسرو پرویز کے زمانہ میں ایک مشہور لڑائی میں جو ایرانیوں کے ساتھہ هوئی تھی مارا گیا — اس کے بعد ایاس ابن قبیصة الطائی اور أس کے بعد زادویه اور أس کے بعد المنذر الخامس بن نعمان ابو قابوس بادشاہ هوا — اس بادشاہ کو خالد بن ولید سردار لشکر اسلام نے شکست دیکر سلطنت کو چھین لیا *

جس زمانہ میں یہہ سب بادشاہ حکمراں هوئے أس زمانہ کا ٹھیک ٹھیک معین کرنا اگر غیر ممکن نہیں تو مشکل تو بیشک هی — مگر اخیر بادشاهوں میں سے کم سے کم دو بادشاهوں کی فرماں روائی کا زمانہ ٹھیک ٹھیک بدرجہ یقین معلوم هی اور اگر نسلوں کے هونے کے معمولی قاعدہ پر غور کیا جاوے تو بعض اور بادشاهوں کے عهد سلطنت کے زمانہ کے محقق هونے کے لیئے کافی پتہ لگ جاویگا *

عمرو بن المنذر ماءالسماء کی حکومت کے آٹھویں سال میں محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم نبی آخرالزماں پیدا هوئے تھے اس واسطے یہہ بادشاہ سنہ ۴۵۶۲ دنیوی یا سنہ ۵۶۲ عیسوی میں تخت پر بیٹھا هوگا *

محمد رسول الله صلی الله علیه و سلم پر پہلے پہل وحی ایاس کی حکومت کے چھٹے مہینے میں نازل هوئی تھی اس واسطے ایاس سنہ ۴۶۱۰ دنیوی یا سنہ ۶۱۰ عیسوی میں تخت نشین هوا هوگا — عمرو کی تخت نشینی سے پہلے أنیس بادشاہ هوچکے تھے اور أن کی سلطنتوں کے زمانوں کے مجموعہ کا بطرز معقول پانسو پچاس برس خیال کیا جاسکتا هی جس کا نتیجہ یہہ

ہی کہ پہلا بادشاہ مالک بن فہم اکتالیسویں صدی دنیوی کے آغاز میں یا حضرت مسیح کے زمانہ ولادت کے قریب تخت پر بیٹھا ہوگا *

عرب العاربہ نے ایک اَور سلطنت صوبہ غسان میں قایم کی تھی اور اس سلطنت کے حاکم عرب الشام کے نام سے مشہور تھے — اگر صحیح طور پر غور کیا جاوے تو یہہ حاکم قیصر روم کی طرف سے بطور عمال کے تھے مگر شاہی لقب اختیار کرنے کی وجہہ سے تاریخ عرب میں بادشاہوں کے ذیل میں بیان ہوتے ہیں — جو کہ بعض امور ان لوگوں سے ایسے متعلق ہیں جنسے ہمکو بعض امور کی تحقیقات اور تجسس میں آسانی ہوگی اس لیئے اُن سلطنتوں کا ایک مختصر حال اس مقام پر لکھتے ہیں *

اس سلطنت کی بنا چار سوبرس قبل ظہور اسلام کے ہوئی اور یہہ زمانہ تینتالیسویں صدی دنیوی یا تیسری صدی عیسوی سے مطابقت رکھتا ہی *

جفنہ بن عمرآس اس خاندان کا پہلا شخص تھا جس نے لقب شاہی اختیار کیا — یہہ شخص " ازد " کی اولاد میں سے تھا جو خاندان کہلان سے علاقہ رکھتا تھا — وہ عرب جو اُس سے پیشتر غسان میں رہتے تھے ضجاعمہ کہلاتے تھے اُن لوگوں نے عرصہ دراز تک مستعدی کے ساتھہ اُس کا مقابلہ کیا مگر آخرکار جفنہ نے اُن پر فتح پائی اور اُن کو مطیع کرلیا *

اُس کے بعد اُس کا بیٹا عمرو تخت پر بیٹھا اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا ثعلبہ تخت نشین ہوا — ایک عرصہ تک اختیارات شاہی یکے بعد دیگرے — الحارث — جبلہ — الحرث — المنذرالاکبر کے ہاتوں میں رہے — اس اخیر بادشاہ کا جانشین اُس کا بھائی نعمان ہوا اُسکے بعد اُس کا بھائی جبلہ اور اُس کے بعد اُس کا بھائی ایہم اور اُس کے بعد اُس کا بھائی عمرو تخت نشین ہوا — اُس کے بعد جفنة الاصغر بن المنذر الاکبر کی باری آئی اُسکے

ثم ملک نعمان بن عمرو بن المنذر ... ثم ملک بعده النعمان المذکور ابنه جبلة بن النعمان ... ثم ملک بعده النعمان بن الایہم ... ثم ملک اخوه الحرث ابن الایہم ثم ملک ابنه النعمان ابن الحرث ... ثم ملک بعده ابنه المنذر بن النعمان ثم ملک اخوه عمرو بن النعمان ثم ملک اخوهما حجر ابن النعمان ثم ملک ابنه الحارث بن حجر ثم ملک ابنه جبلة بن الحرث ثم ملک ابنه الحارث ابن جبلة ثم ملک ابنه النعمان بن الحرث وکنیته ابو کرب و لقبه قطام ثم ملک بعده الایہم بن جبلة ... ثم ملک بعده اخوه المنذر بن جبلة ثم ملک اخوهما — سراحیل بن جبلة ثم ملک اخوهم عمرو بن جبلة ثم ملک بعده ابن اخيه جبلة بن الحرث بن جبلة ثم ملک بعده جبلة بن الایہم بن جبلة و هو اخر ملوک الغسان وهوالذي اسلم في خلافة عمر ثم عاد الى الروم وتنصر (ابوالفدا) —

فلما ملک حجر سدد امور هم و ساسهم احسن سياسة وانتزع من اللخميين ما كان بايديهم من ارض بكر ابن وايل ...وملک بعد الحجر المذكور ابنه عمرو بن حجر ... ثم ملک بعده ابنه الحرث بن عمرو (ابوالفدا) و ملک اخوه (أے اخايعرب) جرهم الحجاز ثم ملک بعد جرهم ابنه عبد يالول بن جرهم

ثم ابنه جرشم بن عبد یا لیل
ثم ابنه عبدالمدان بن جرشم ثم
ابنه ثعلبة بن عبدالمدان ثم ابنه
عبدالمسیح بن ثعلبه ثم ابنه
مضاض بن عبدالمسیح ثم ابنه
عمرو بن مضاض ثم اخوه الحرث
بن مضاض ثم ابنه عمرو بن
الحارث ثم اخوه بشر بن الحارث
ثم مضاض بن عمرو بن مضاض
(ابوالفدا) —
من ملوک العرب زهیر ابن
جناب بن حبل ... و کان زهیر
المذکور قد اجتمع بابرهة الاشرم
صاحب الفیل (ابوالفدا) —

بعد نعمان الاصغر اور اُس کے بعد اُس کا بھتیجا نعمان ثالث
بن عمرو بادشاہ ہوا — اُس کے بعد جبلہ بن نعمان ثالث
کے ہاتھہ سلطنت لگی — یہہ بادشاہ خاندان حیرہ کے
بادشاہ المنذر ماءالسماء کا ہمعصر تھا اور اُس سے چند
لڑائیاں بھی لڑا تھا — اُس کے بعد نعمان رابع بن الایہم
اور اُس کے بعد الحرث الثانی اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا
نعمان الخامس اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا المنذر تخت
نشین ہوا اُس کے بعد عمرو برادر المنذر اور حجر برادر
عمرو یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے — اُس کے بعد
الحارث بن حجر اور جبلہ بن الحارث اور الحارث بن
جبلہ باری باری سے بادشاہ ہوئے — پھر نعمان ابو کرب
بن الحارث اور ایہم عم نعمان تخت پر بیٹھے — الایہم
کے بعد اُس کے تین بھائی — المنذر — سراحیل — عمرو — یکے بعد دیگرے تخت نشین
ہوئے — عمرو کے بعد اُس کے بھتیجے جبلہ بن الایہم بن جبلہ کو سلطنت نصیب ہوئی —
یہہ بادشاہ حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ تک زندہ تھا — پہلے مسلمان ہوگیا اور اُس
کے بعد روم کو بھاگ کر عیسائی ہوگیا — اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ قریب
سنہ ۴۶۴۰ دنیوی یا سنہ ۶۴۰ عیسوی میں ہوگیا *

عرب العاربہ کی ایک اور چھوٹی اور چند روزہ سلطنت کی بنیاد " کندہ " کی اولاد نے
جو خاندان کہلان سے تھا ڈالی تھی — اس خاندان کا پہلا بادشاہ حجر بن عمرو ہوا جسنے کہ
مملکت حیرہ کے ایک حصہ کو دبا کر ایک نئی سلطنت قایم کی تھی اُسکے بعد اُسکا بیٹا
عمرو اور اُسکے بعد اُسکا بیٹا الحرث تخت پر بیٹھا — یہہ وہی شخص ہی جسنے کسرے
قباد کا مذہب اختیار کرکے اُسکی اعانت سے سلطنت حیرہ کو فتح کیا تھا — مگر جب نوشیروان
نے اُس سے المنذر کو سلطنت واپس دلادی تب الحارث دیار کلب کو بھاگ گیا — مگر اُسکے
بیٹے چند روز تک چند مقامات پر حکومت کرتے رہے — حجر بنی اسد پر حکمراں رہا —
سراحیل بکرابن وائل پر — معدی کرب قیس عیلان پر — سلمہ تغلب اور نمر پر حاکم رہا *

حجر کے بعد جو مارا گیا تھا اُس کے بیٹے امروالقیس نے از سرنو بنی اسد کو مطیع
کرلیا — یہہ امروالقیس وہی بہت بڑا مشہور شاعر عرب کا ہی — جبکہ منذر ماءالسماء ازسرنو
تخت سلطنت پر بیٹھا تو امرو القیس اُس کے خوف سے بھاگا اور کہیں روپوش ہوگیا —
ان سب بادشاہوں نے پینتالیسویں یا چھیالیسویں صدی دنیوی یا پانچویں یا چھٹی صدی
عیسوی میں حکومت کی تھی *

ایک اور سلطنت حجاز میں قایم ہوئی تھی — جس زمانہ میں یمن اور حیرہ کی سلطنتیں اندرونی جھگڑوں سے ضعیف ہوگئی تھیں اُس زمانہ میں اولاد یعرب یا جرہم نے ایک نئی اور خود مختار سلطنت حجاز میں قایم کی تھی — ابوالفدا کے نزدیک اس سلطنت کا پہلا بادشاہ جرہم تھا جسکا بھائی یعرب یمن میں حکمراں تھا — مگر یہہ غلطی ہی اور اس وجہہ سے عارض ہوئی ہی کہ ابوالفدا نے غلطی سے یعرب اور جرہم کو دو شخص خیال کیا تھا حالانکہ یہہ دونوں نام ایک شخص کے ہیں اور یہی ایک شخص یمن اور حجاز دونوں پر حاکم تھا — ابوالفدا نے مندرجہ ذیل نام بیان کیئے ہیں اور لکھا ہی کہ یہہ لوگ بھی یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے تھے اور وہ نام یہہ ہیں — یالیل — جرشم بن یالیل — عبدالمدان بن جرشم — ثعلبہ بن عبدالمدان — عبدالمسیح بن ثعلبہ — مضاض بن عبدالمسیح — عمرو بن مضاض — الحرث برادر مضاض — عمرو بن الحرث — بشر بن الحرث — مضاض بن عمرو بن مضاض *

اگر ابوالفدا کے نزدیک یہہ بادشاہ حضرت اسمعیل بن حضرت ابراہیم سے پیشتر گذرے ہیں تو وہ بڑی غلطی پر ہی — کیونکہ عبدالمسیح کے نام سے بلا ریب ثابت ہوتا ہی کہ وہ عیسائی تھا اور اس لیئے ممکن نہیں کہ وہ حضرت اسمعیل سے پیشتر گذرا ہو یا اُن کا ہمعصر ہو — کچھہ شک نہیں کہ یہہ سلطنت اُس وقت قایم ہوئی تھی جبکہ یمن اور حیرہ اور کندہ کی سلطنتیں زوال کی حالت میں تھیں اور اس لیئے ہمکو یقین ہی کہ اس سلطنت کے بادشاہ پینتالیسویں اور چھیالیسویں صدی دنیوی یا پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں گذرے ہیں *

یہہ بھی واضح ہو کہ عمرو بن لحي سنہ ۴۲۱۰ دنیوی یا تیسری صدی عیسوی کے آغاز میں اسی سلطنت پر حکمراں تھا — ابوالفدا کا بیان ہی کہ اسی شخص نے بت‌پرستی کو عرب حجاز میں رواج دیا تھا اور کعبہ میں تین بت — ہبل کعبہ کی چھت پر اور اساف اور نائلہ اور مقاموں پر رکھے تھے *

مثل دیگر عرب العاربہ کے جو حجاز میں متوطن ہوئے اور پھر وہیں کے بادشاہ ہوئے زہیر ابن جناب نے بھی لقب شاہی اختیار کیا — یہہ بات اُس وقت کی ہی جبکہ ابرہہ اشرم نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا تھا — کیونکہ یہہ بات مشہور ہی کہ زہیر بھی ابرہہ اشرم کے ساتھہ اُس مہم میں شریک تھا — اس لیئے بآسانی محقق ہو سکتا ہی کہ اُس کا عہد حکومت چھیالیسویں صدی دنیوی یا چھٹی صدی عیسوی کے آخری حصہ میں ہوگا سب سے مشہور واقعہ اُس کے عہد حکومت کا یہہ تھا کہ اُس نے بنی غطفان کے اُس مقدس معبد کو جو اُنہوں نے کعبہ کے مقابلہ کے لیئے بنایا تھا بالکل برباد کردیا تھا *

اب ہم اس مقام پر عرب العاربہ کے انساب کا شجرہ لکھتے ہیں - تمام قوم کا شجرہ لکھنا تو محالات سے ہی مگر یہہ شجرہ اُنہیں لوگوں کا ہی جن کا ذکر ہمنے اس مقام پر کیا ہی اس شجرہ سے اُن مطالب کے سمجھنے میں جو اس جگہہ بیان ہوئے ہیں آسانی ہوگی *

تمام عرب العاربہ جن کا ہمنے اوپر مفصل ذکر کیا ہی بجز جرہم کے خاندان سے علاقہ رکھتے ہیں مگر وقتاً فوقتاً بلحاظ اپنے مورثوں کے متعدد قبیلوں میں منقسم ہوتے گئے ہیں - اُن قبیلوں میں سے جو نامی قبیلے گذرے ہیں اور جن کا ذکر اکثر کتابوں میں آتا ہی اُن کا بیان ہم اس مقام پر کرتے ہیں — ان قبیلوں کی تقسیم قایم کرنے میں ہمنے ابوالفدا اور معارف ابن قتیبہ سے استفادہ کیا ہی *

۱ — یعرب یا جرہم سے — بنوا جرہم
۲ — عبدالشمس بن یشجب سے — بنوا سبا
۳ — حمیر ابن سبا سے — بنوا حمیر
۴ — کہلان ابن سبا سے — بنوا کہلان
۵ — اشعر ابن سبا سے — اشعری
۶ — انمار بن سبا سے — بنوا انمار
۷ — عاملہ بن سبا سے — عاملی
۸ — عدی بن انمار بن سبا سے — بنوا عدی
۹ — لخم بن عدی سے — لخمی
۱۰ — جذام ابن عدی سے — بنوا جذام
۱۱ — حدس ابن لخم سے — بنوا حدس
۱۲ — غنم ابن لخم سے — بنوا غنم
۱۳ — بنوا الدار بن ہانی بن لخم سے — داری
۱۴ غطفان ابن حرام ابن جذام سے — بنوا غطفان

قبایل ذیل بنوا غطفان کی نسل میں ہیں

۱۵ — بنوا الضلۃ — ۱۶ — بنوا احنف
۱۷ — بنوا الضبیب — ۱۸ — بنوا ہدبہ
۱۹ — بنوا نفاثہ — ۲۰ — بنوا ضلیع
۲۱ بنوا عایزہ — ۲۲ — بنوا شبرہ
۲۳ — بنوا عبداللہ — ۲۴ — بنوا الخضرہ
۲۵ — بنوا سلیم — ۲۶ — بنوا بجالہ
۲۷ — بنوا غنم
۲۸ — بنوا الفالہ
۲۹ — سعد بن مالک بن حرام سے — بنوا سعد
۳۰ — وائل بن مالک سے — بنوا وائل

قبایل ذیل بنوا سعد کی نسل میں ہیں

۳۱ — بنوا عرف — ۳۲ — بنوا عایزہ
۳۳ — بنوا فہیرہ — ۳۴ — بنوا صبحہ
۳۵ — بنوا الاخنس
۳۶ — بنوا حی
۳۷ — حشم بن جذام سے — حشمی
۳۸ — حطمہ بن جذام سے — بنوا حطمہ

قبایل ذیل بنوا انمار کی نسل میں ہیں

۳۹ — خثعمی — ۴۰ — بجیلی
۴۱ — قسری ۴۲ بنوا احمس
۴۳ — دہمان بن عامر بن حمیر سے — دہمانی
۴۴ — یحصب بن دہمان سے — یحصبی

۴۵ - اسلف بن سعد بن حمیر سے - سلفي
۴۶ - اسلم بن سعد سے - اسلمي
۴۷ - رعین بن حرث بن عمرو بن حمیر سے آل ذي رعین
۴۸ - قضاعه بن مالک بن حمیر سے - بنوا قضاعه

قبایل ذیل قضاعه کي نسل میں هیں

۴۹ - کلب ابن وبره سے - بنوا کلب
۵۰ - عدي ابن جباب سے - بنوا عدي
۵۱ - علیم ابن جباب سے - بنوا علیم
۵۲ - بنوا العبود - ۵۳ - بنوا رفیده
۵۴ - بنوا مصاد - ۵۵ - بنوا القین
۵۶ - بنوا سلیح - ۵۷ - بنوا تنوخ
۵۸ - جرم ابن ربان سے - بنوا جرم
۵۹ - راسب ابن جرم سے - راسبي
۶۰ - بنوا بهراء - ۶۱ - بنوا بلي
۶۲ - بنوا مهره - ۶۳ - بنوا عذره
۶۴ - بنوا سعد - ۶۵ - بنوا هذیم عبد حبشي
۶۶ - خنه ابن سعد سے - خني
۶۷ - سلامان ابن سعد سے - سلاماني
۶۸ - بنوا جهینه - ۶۹ - بنوا نهد
۷۰ التبابعه

قبایل ذیل التبابعه کي نسل میں هیں

۷۱ - ذو کلاع - ۷۲ - ذونواس
۷۳ - ذواصبح - ۷۴ - ذوجدن - ۷۵ - ذوقایش
۷۶ - ذویزن - ۷۷ - ذو جوش
۷۸ - بنوا شعول
۷۹ - وایله ابن حمیر سے - بنوا وایل
۸۰ - سکاسک بن وایله سے - بنوا سکاسک
۸۱ - عوف بن حمیر سے - بنوا عوف
۸۲ - فاران ابن عوف سے - بنوا فاران
۸۳ - طے بن ادد کهلاني سے - طائي
۸۴ - غوث بن ادد سے - غوثي

قبایل ذیل طائي کي نسل میں هیں

۸۵ - بنوا نبهان - ۸۶ - بنوا ثعل - ۸۷ - حاتمي
۸۸ - بنوا السنبس - ۸۹ - بنوا تمیم
۹۰ - ثور بن مالک بن مرته کهلاني سے - ثوري
۹۱ - کنده بن ثور سے - کندي
۹۲ - سکون بن کنده سے - سکوني
۹۳ - اوسله بن ربیعه بن خیار بن مالک کهلاني سے - اوسلي
۹۴ - همداني - ۹۵ - سبیعي - ۹۶ - وداعه
۹۷ - مذحج بن یحابر بن مالک کهلاني سے مذحج
۹۸ - مراد بن مذحج سے - مرادي
۹۹ - سعد بن مذحج سے - سعدي یا سعد العشیره
۱۰۰ - خالد بن مذحج سے - بنوا خالد
۱۰۱ - عنس بن مذحج سے - عنسي
۱۰۲ - جعفي بن سعد سے - جعفي
۱۰۳ - جنب بن سعد سے - جنبي
۱۰۴ - حکم بن سعد سے - حکمي
۱۰۵ - عایذ الله بن سعد سے - عایذي
۱۰۶ - جمل بن سعد سے - جملي
۱۰۷ - مران بن جعفي سے - مراني

۱۰۸ - حریم بن جعفی سے - حریمی
۱۰۹ - زبید ، بن سعد سے - زبیدی
۱۱۰ - جدیلہ بن خارجہ بن سعد سے - جدیلی
۱۱۱ - ابوخولان بن عمرو بن سعد سے - خولانی
۱۱۲ - انعم بن مراد بن مذحج سے انعمی
۱۱۳ - نخع بن جسر بن اولہ بن خالد بن مذحج سے - نخعی
۱۱۴ - کعب بن عمرو سے - بنوا النار
۱۱۵ - کعب بن عمرو سے - بنوا الحماس
۱۱۶ - بنوا قنان
۱۱۷ - الازد بن غوث کہلانی سے - ازدی
۱۱۸ - مازن بن ازد سے - مازنی یا غسانی
۱۱۹ - دوس بن ازد سے - دوسی
۱۲۰ - هنو بن ازد سے - هنوی
۱۲۱ - جفنہ بن ازد مازنی سے - جفنی
۱۲۲ - آل عنقا - ۱۲۳ - آل محرق
۱۲۴ - جبلی
۱۲۵ - سلامان ابن مفرج بن ازد سے - سلامانی
۱۲۶ - دوس بن عدثان بن زهران الازدی سے دوس عدثی
۱۲۷ - جذیمہ بن مالک بن فهم بن غنم بن دوس سے - جذیمی
۱۲۸ - جهاضم بن مالک سے - جهاضمی
۱۲۹ - سلیمہ بن مالک سے - سلیمی
۱۳۰ - هنابہ بن مالک سے - بنوا هنابہ
۱۳۱ - معون بن مالک سے - معینی
۱۳۲ - یحمد بن معون سے بنوا یحمد

قبایل ذیل ازد کی نسل میں هیں

۱۳۳ - الغطریف - ۱۳۴ - بنوا یشکر
۱۳۵ - بنوا الجدرہ - ۱۳۶ - لهب بن عامر سے - بنوا لهب
۱۳۷ - غامد بن عامر سے - غامدی

قبایل ذیل عبداللہ بن ازد کی نسل میں هیں

۱۳۸ - قساملی - ۱۳۹ - بنوا عتیک
۱۴۰ - بنوا بارق - ۱۴۱ - بنوا عوف
۱۴۲ - شهران بن عوف سے - بنوا شهران
۱۴۳ - طاحیہ بن سود سے - بنوا طاحیہ
۱۴۴ - بنوا هداد - ۱۴۵ - خزاعی
۱۴۶ - قموری - ۱۴۷ - بنوا حلیل
۱۴۸ - بنوا المصطلق - ۱۴۹ - بنوا الکعب
۱۵۰ - بنوا الملیح - ۱۵۱ - بنوا عدی
۱۵۲ - بنوا سعد - ۱۵۳ - اسلمی
۱۵۴ - جشمی - ۱۵۵ - خزرج بن ساریہ العنقا سے - خزرجی

قبایل ذیل خزرج کی نسل میں هیں

۱۵۶ - جشمی - ۱۵۷ - بنوا تزید
۱۵۸ - سلمی - ۱۵۹ - بنوا بیاضہ - ۱۶۰ - بنوا سالم
۱۶۱ - بنوا الحبلی - ۱۶۲ - القواقل
۱۶۳ - بنوا النجار - ۱۶۴ - بنوا ساعدہ

قبایل ذیل اوس کی نسل میں هیں

۱۶۵ - اشهلی - ۱۶۶ - بنوا ظفر
۱۶۷ - بنوا الحارثہ - ۱۶۸ - اهل قبا ۱۶۹ - جحجبی
۱۷۰ - جعادرہ - ۱۷۱ - بنوا واقف
۱۷۲ - سلمی - ۱۷۳ بنوا - خطمہ

هم اس مقام پر عرب العاربہ کے قبایل کا ایک شجرہ لکھتے ھیں جس سے مذکورہ بالا بیان کے سمجھنے میں آسانی ہوگی اور ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوجاویگا کہ کونسا قبیلہ کس قبیلہ سے نکلا ھی *

سوم

عرب المستعربہ یعنی پردیسی عرب

عرب المستعربہ کے تمام قبیلے ایک ھی اصل سے نکلے ھیں اُن کا نسب تارح بن ناحور بن ساروغ بن راعو بن فالغ بن عیبر بن شالح بن ارفخشد بن سام تک پہونچتا ھی — تارح کی اولاد جو عرب میں آباد ہوئی پانچ شاخوں میں منقسم تھی اور اسوجہہ سے عرب المستعربہ بھی پانچ شاخوں میں منقسم ھیں *

اول اسمعیلی יִשְׁמָעֵאל یا بنی اسماعیل بن ابراھیم بن تارح — (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸ و باب ۱۶ ورس ۱۵) *

دوم — ابراھیمی یا بنی قطورہ קְטוּרָה یعنی ابراھیم بن تارح کی اولاد قطورہ کے سلسلہ سے (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸ و باب ۲۵ ورس ۱) *

سوم — ادومی یا بنی عیسو עֵשָׂו یعنی اولاد ادوم بن اسحاق بن ابراھیم بن تارح — (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸ و باب ۲۱ ورس ۳ و باب ۲۵ ورس ۲۵) *

چہارم — ناحوری یا بنی ناحور נָחוֹר یعنی اولاد ناحور برادر ابراھیم بن تارح (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸ و ۲۹) *

پنجم — هارانی یا بنی هاران הָרָן یعنی اولاد مواب מוֹאָב وعمان עַמּוֹן بن لود بن هاران بن تارح — یہہ اخیر قبیلہ کبھی تو موابی کہا جاتا ھی اور کبھی عمانی مگر ھمنے اُس کو هارانی اس واسطے لکھا ھی کہ هاران اُن دونوں کے مورث کا نام ھی اور دونوں پر حاوی ھی (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸ و ۲۹ و باب ۱۹ ورس ۳۰ و ۳۸) *

اب هم اس مقام پر هر ایک مذکورہ بالا قبیلہ کا علحدہ علحدہ بیان کرینگے اور اسی درمیان میں یہہ بھی ثابت کرینگے کہ " فاران " جہاں سے ربانی هدایت کے چمکنے کی توریت مقدس میں پیشین گوئی کی گئی تھی وہ جگہہ حجاز اور بالخصوص مکہ کے متصل کے پہاڑ ھیں — اور اس خطبہ میں اسی امر کا ثابت کرنا مقصود اصلی ھی *

اول اسمعیلی یا بنی اسمعیل

تمام مورخ مسلمان اورغیر مسلمان سب کے سب اس امر پر متفق ھیں کہ حضرت اسمعیل کی اولاد عرب میں آباد ہوئی اور ملک عرب کا ایک بڑا حصہ حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹوں کی نسل سے معمور ہوگیا — اُن میں جو کچھہ اختلاف ھی وہ اُن کے مقام سکونت میں ھی اس لیئے هم اُن کے مقام سکونت کی اس مقام پر تحقیقات کرینگے *

توریت مقدس میں حضرت هاجرہ اور حضرت اسمعیل کے نکالے جانے کے واقعہ کو اس طرحپر بیان کیا هی: " و سارہ پسر هاجر مصري را که بجهت ابراهیم زائیدہ شدہ بود دید که استهزاسي نماید — وبا ابراهیم گفت که این کنیزک و پسر اورا اخراج نما زیرا که پسر این کنیزک با پسر من اسحق وارث نخواهد شد — و این سخن درنظر ابراهیم بسیار ناخوش آمد به سبب پسرش — و خدا با ابراهیم گفت بجهت این جوان و کنیزتت در نظرت ناخوش نیاید هرچه که سارہ بتو گفته باشد قولش را استماع نما زیراکه ذریه تو از اسحق خواندہ مي شود — و از پسر کنیزک نیز اُمتے خواهم گردانید زیرا که از نسل تست — و ابراهیم در صبحدم سحر خیزي نمودہ نان و مطهرہ آب راگرفته بهاجر دادہ بدوشش گذاشت وهم پسرش را (باو دادہ) اورا روانه نمود پس راهي شدہ در بیابان بیرشبع سرگردان شد — و آبے که در مطهرہ بود تمام شد و پسر را در زیر بوته از بوتها گذاشت — و روانه شدہ در برابرش بمسافت یک تیر پرتاب نشست و گفت که مرگ پسر را نه بینم و در برابرش نشسته آواز خود را بلند کردہ گریست — وخدا آواز پسر را شنید و ملک خدا هاجر را از آسمان آواز دادہ باو گفت که اے هاجر تراچه واقع شد مترس زیرا که خدا آواز پسر را در جاے بودنش شنیدہ است — برخیز و پسر را بردار و بدستت اورا بگیر زیرا که اورا اُمت عظیمی خواهم کرد — وخدا چشمان اورا کشادہ کرد و چاہ آبے دید و روانه شدہ مطهرہ را از آب پر کرد و به پسر نوشانید — وخدا با پسر بود که نشو و نما نمود و در بیابان ساکن شدہ تیر انداز گردید — و در بیابان پاران ساکن شد و مادرش از برایش از دیار مصر زنے گرفت " — (سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۹ لغایت ۲۱) *

اس عبراني חֵמֶת لفظ کا انگریزي میں بوتل ترجمه کیا هی وہ صحیح نهیں هی — قدیم عربي ترجمه میں " سقاء " ترجمه کیا گیا هی اور فارسي ترجمه میں " مطهرہ " اُردو میں اُس کا ترجمه " مشکیزہ " یا " چهاگل " صحیح ترجمه هی جو مشرقي ملکوں میں مروج هی اور جس میں چند روز کے پینے کے لایق پاني سما سکتا هی *

اس واقعه کي نسبت مسلمانوں کي متبرک کتابوں میں بهي چند روایتیں آئي هیں — اور جو که صحیح بخاري مسلمانوں میں سب سے زیادہ معتبر کتاب هی اُس میں دو روایتیں اس واقعه کي نسبت آئي هیں اس لیئے اُن دونوں کو اس مقام پر نقل کیا جاتا هی *

اُن دونوں روایتوں میں اختلاف هی — ایک میں ایک مضمون هی اور ایک میں نهیں — ایک میں کچهه بیان هوا هی اور ایک میں کچهه — اس لیئے هم اُن دونوں روایتوں کو دو مقابل کے کالموں میں اسطرحپر لکهینگے که جو اختلاف اُن دونوں میں هی وہ بمجرد دیکهنے کے معلوم هوجاوے *

یہہ بات کہتی ہے که یہہ حدیثیں بخاري میں ہیں اور ضرور ہی که ان کو صحیح مانا جاوے صرف ایک فرضي بات ہی ورنہ جو اصول که حدیث کے ثبوت کے لیئے قرار پائے ہیں اُن کے مطابق اُس روایت کا پیغمبر خدا صلی‌الله علیہ وسلم سے سنا جانا ثابت نہیں ہی یہہ دونوں روایتیں ابن عباس نے بیان کی ہیں اور یہہ نہیں بیان کیا که اُنہوں نے کس سے سنیں اور اس لیئے ہرگز ثابت نہیں ہوتا که درحقیقت پیغمبر خدا صلی‌الله علیہ وسلم نے اُن کو فرمایا تہا بلکہ صاف ظاہر ہوتا ہی که جو باتیں یہودیوں میں مشہور تہیں اُنہیں کو ابن عباس نے بیان کیا ہی پس وہ روایتیں ایک مقامي روایتوں سے زیادہ معتبر ہونے کا درجہ نہیں رکہتي ہیں — بخاري میں اس طرح پر روایتیں مندرج ہونے سے یہہ لازم نہیں آتا که درحقیقت وہ پیغمبر کي حدیث ہی بلکہ صرف اتنا ثابت ہوتا ہی که بخاري نے جس شخص سے اُسکو سنا اُس نے اسي طرح بیان کیا تہا *

پہلي روایت	دوسري روایت
۱ — عن ابن عباس قال لما کان بین ابراهیم وبین اهله ماکان خرج باسمعیل و ام اسمعیل *	۱ — قال ابن عباس اول مااتخذالنساء المنطق من قبل ام اسمعیل اتخذت منطقا لتعفي اثر ها علی سارة ثم جاء بها ابراهیم وبابنها اسمعیل *
۲ — ومعهم شنة فیها ماء *	۲ — * * *
۳ — فجعلت ام اسمعیل تشرب من الشنّة فیدر لبنها علی صبیها *	۳ — وهي ترضعه *
۴ — حتی قدم مکة فوضعها تحت دوحة	۴ — حتی وضعهما عندالبیت عنددوحة
۵ — * * *	۵ — فوق زمزم في اعلی المسجد ولیس بمکة یومئذ احد ولیس بها ماء فوضعهما هناک
۶ — * * *	۶ — و وضع عندهما جراباً فیه تمر *
۷ — * * *	۷ — وسقاء فیه ماء *
۸ — ثم رجع ابراهیم الی اهله فاتبعته ام اسمعیل *	۸ — ثم قفی ابراهیم منطلقا فتبعته ام اسمعیل *
۹ — حتی لما بلغوا کداء *	۹ — * * *
۱۰ — نادته من ورائه یا ابراهیم الی من تترکنا *	۱۰ — فقالت یا ابراهیم این تذهب و تترکنا *

١١ — * * *	١١ — في هذا الوادي الذي ليس فيه انيس ولا شي فقالت له ذلك مرارا وجعل لايلتفت اليها فقالت له آلله امرك بهذا *
١٢ — قال الى الله *	١٢ — قال نعم *
١٣ — قالت رضيت بالله *	١٣ — قالت اذن لايضيعنا *
١٤ — قال فرجعت *	١٤ — ثم رجعت *
١٥ — * * *	١٥ — فانطلق ابرهيم حتى اذا كان عند الثنية حيث لايرونه استقبل بوجهه البيت ثم دعا بهولاء الدعوات ورفع يديه فقال رب اني اسكنت من ذريتي بواد غير ذي زرع عند بيتك المحرم حتى بلغ يشكرون *
١٦ — فجعلت تشرب من الشنة ويدر لبنها على صبيها حتى لما فنى الماء *	١٦ — وجعلت ام اسمعيل ترضع اسمعيل وتشرب من ذلك الماء حتى اذا نفد ما في السقاء
١٧ — * * *	١٧ — عطشت وعطش ابنها و جعلت تنظر اليه يتلوي اوقال يتلبط فانطلقت كراهية ان تنظر اليه *
١٨ — قالت لو ذهبت فنظرت لعلي احس احدا قال فذهبت *	١٨ — * * *
١٩ — فصعدت الصفا فنظرت و نظرت هل تحس احدا *	١٩ — فوجدت الصفا اقرب جبل في الارض يليها فقامت عليه ثم استقبلت الوادي تنظر هل ترى احدا فلم ترا حدا فهبطت من الصفا *
٢٠ — فلما بلغت الوادي سعت اتت المروة و فعلت ذلك اشواطاً *	٢٠ — حتى اذا بلغت الوادي رفعت طرف درعها ثم سعت سعي الانسان المجهود حتى جاوزت الوادي ثم اتت المروة فقامت عليها *
٢١ — * * *	٢١ — فنظرت هل ترى احدا فلم ترا حداً *
٢٢ — ثم قالت لوذهبت فنظرت مافعل تعني الصبي فذهبت فنظرت فاذا هو على حاله كانه ينشغ للموت فلم تقرها نفسها فقالت لوذهبت فنظرت لعلى احس احدا فذهبت فصعدت الصفا فنظرت ونظرت فلم تحس احدا *	٢٢ — * * *

۲۳ — حتی اتممت سبعا *	۲۳ — ففعلت ذلک سبع مرات *
۲۴ — * * *	۲۴ — قال ابن عباس قال النبي صلی الله علیه وسلم فذلک سعي الناس بینهما *
۲۵ — ثم قالت لو ذهبت فنظرت ما فعل فاذا هي بصوت *	۲۵ — فلما اشرفت علی المروة سمعت صوتا *
۲۶ — * * *	۲۶ — فقالت صه تريد نفسها ثم تسمعت ايضا فقالت قد اسمعت *
۲۷ — فقالت اغث ان كان عندک خير *	۲۷ — ان كان عندک غواث *
۲۸ — فاذا هو جبريل *	۲۸ — فاذا هي بالملک عند موضع زمزم *
۲۹ — قال فقال بعقبه هكذا وغمز عقبه علی الارض قال فانبثق الماء فدهشت ام اسمعيل فجعلت تحفر *	۲۹ — فبحث بعقبه او قال بجناحه حتی ظهر الماء فجعلت تحوضه وتقول بيدها هكذا
۳۰ — * * *	۳۰ — وجعلت تغرف من الماء في سقائها وهو يفور بعد ما تغرف *
۳۱ — قال فقال ابوالقاسم صلی الله عليه وسلم لو تركته كان الماء ظاهرا *	۳۱ — قال ابن عباس قال النبي صلی الله عليه وسلم يرحم الله ام اسمعيل لو تركت زمزم او قال لو لم تغرف من الماء لكانت زمزم عينا معينا *
۳۲ — قال فجعلت تشرب من الماء ويدر لبنها علی صبيها الی آخر الحديث (بخاري كتاب الانبياء) *	۳۲ — قال فشربت و ارضعت — الی آخر الحديث — (بخاري كتاب الانبياء) *

مذکورۂ بالا روایتوں سے ظاہر ہی کہ وہ مستند نہیں ہیں یعنی حضرت ابن عباس نے اُسکو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مستند نہیں کہا — پس معلوم نہیں کہ ابن عباس نے وہ روایت کس سے سنی اور کس بنیاد پر اُنہوں نے اُسکو بیان کیا — بخاری کا ادب صرف اس بات کا مقتضی ہی کہ ہم تسلیم کرلیں کہ ابن عباس نے سعید ابن جبیر سے یہہ روایت بیان کی اور سعید ابن جبیر نے اور لوگوں سے جن سے بخاری تک یہہ روایت پہونچی — مگر اس سے یہہ بات لازم نہیں آتی کہ ابن عباس نے درحقیقت اُسکو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا *

ان روایتوں میں دو فقرے (۲۴ و ۳۱) ایسے ہیں جن سے کہ بادی النظر میں یہہ

بات معلوم هوتي هی که ابن عباس نے یہہ روایتیں پیغمبر خدا صلی‌الله علیہ وسلم سے سنی هونگي — لیکن یہہ بات نہیں هی کیونکہ اُن دونوں فقروں سے ثابت هوتا هی کہ وہ دونوں فقرے ان روایتوں کے نہیں هیں اور کسی‌مقام کے هیں کیونکہ خود راوي نے اُن دونوں فقروں کو سلسلہ بیان روایت سے علحدہ کرکے اور بالتخصیص اُنہیں دونوں فقروں کو آنحضرت صلی‌الله علیہ وسلم کي طرف منسوب کرکے بیان کیا هی اور یہہ ثبوت اس بات کا هی کہ راوي نے باقي مضمون کو آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کي طرف منسوب نہیں سمجھا هی *

ایک اور امر جو ان روایتوں کي صحت پر شبہہ ڈالتا هی یہہ هی کہ اس روایت میں حضرت ابراهیم کي یہہ دعا " رب اني اسکنت من ذریتي بواد غیر ذي زرع عند بیتک المحرم " بیان هوئی هی اور راوي نے غلطی سے یہہ سمجھا هی کہ جس زمانہ میں حضرت ابراهیم نے اپني بي بي هاجرہ اور اپنے بیٹے اسمعیل کو نکالا تھا اُسي زمانہ میں وہ خود مکہ میں اُنکے بسانے کو آئے تھے حالانکہ یہہ بات بالکل غلط هی نہ اُس زمانہ میں حضرت ابراهیم اُنکو یہاں بسانے کے لیئے آئے اور نہ اُس زمانہ میں بیت‌الله الحرام بنایا گیا تھا - راوي نے دو مختلف زمانوں کے واقعہ کو ملادیا هی ایک اُس زمانہ کے واقعہ کو جبکہ حضرت ابراهیم نے حضرت هاجرہ اور حضرت اسمعیل کو بیابان بیر شبع میں بے سہارے چھوڑ دیا تھا اور دوسرے اُس زمانہ کے واقعہ کو جبکہ حضرت هاجرہ اور حضرت اسمعیل نے زمزم کے پاس سکونت اختیار کرلي تھي اور دوبارہ حضرت ابراهیم اُنکے پاس آئے تھے اور بیت‌الله الحرام بنایا تھا اور جاتے وقت یہہ دعا مانگي تھي کہ " رب اني اسکنت من ذریتي بواد غیر ذي زرع عند بیتک‌المحرم " *

قرآن مجید میں حضرت اسمعیل کي عمر کا جبکہ اُنکو حضرت ابراهیم نے نکال دیا کچھہ ذکر نہیں - بخاري کي اُن روایتوں سے جنکا مشتبہ هونا بخوبي ثابت هوگیا هی اگر حضرت اسمعیل کي عمر کا کچھہ اندازہ ظاهر بھي هوتا هو تو بھي مذهب اسلام پر کوئي الزام عاید نہیں هوسکتا کیونکہ یہہ روایتیں اگر مشتبہ ثابت نہ هوتیں تو بھي بمنزلہ وحي کے متصور نہیں هوسکتیں *

اصل یہہ هی کہ خود توریت مقدس میں حضرت اسمعیل کي عمر کی نسبت جبکہ وہ نکالے گئے نہایت اختلاف پایا جاتا هی — بعض ورسوں سے ظاهر هوتا هی کہ وہ نہایت بچے تھے اور بعض سے پایا جاتا هی کہ وہ سولہ سترہ برس کے تھے اس اختلاف کي بنا پر عرب کے یہودیوں میں اُنکا بچہ هونا مشہور تھا اُسي یہودي روایت کو ابن عباس نے بیان کیا هوگا اور اسي وجہہ سے پیغمبر خدا صلی الله علیہ وسلم کي طرف اُسکو منسوب نہیں کیا *

توریت مقدس میں جو حضرت اسمعیل کی عمر کے باب میں اختلاف ہی وہ اس طرح پایا جاتا ہی — سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۱۴ کا فارسی ترجمہ جو ہمنے اوپر لکھا ہی وہ یہہ ہی " وابراہیم در صبحدم سحر خیزی نمودہ نان و مطہرہ آب را گرفتہ و بہ ہاجرہ دادہ بہ دو شش گذاشت وہم پسرش را (باو دادہ) او را روانہ نمود پس راہی شدہ در بیابان بیرشبع سر گردان شد " — اس ترجمہ میں لفظ " باو دادہ " دو ہلالی خطوط میں لکھا ہی جس کا یہہ اشارہ ہی کہ یہہ لفظ اصل عبری توریت میں نہیں ہی درحقیقت یہہ ترجمہ صحیح نہیں ہی — صحیح ترجمہ عبری لفظوں کا یہہ ہی کہ " پانی کے مشکیزے اور اُسکے بیٹے کو ہاجرہ کے کندھے پر رکھہ کر اُسکو روانہ کردیا " — اس سے صاف پایا جاتا ہی کہ اُنکی عمر بہت چھوٹی تھی — اور اسی وجہہ سے لوگوں نے دودہ پیتا ہوا خیال کیا تھا — حالانکہ اسی باب کی چودھویں آیت اسکے برخلاف ہی *

عیسائی عالموں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہی کہ اس چودھویں آیت سے بلاشبہہ حضرت اسمعیل کی اُس زمانہ میں بہت چھوٹی عمر ہونا پایا جاتا ہی جو توریت کی بہت سی آیتوں کے برخلاف ہی اسلیئے اُنہوں نے اسکی نسبت بہت کچھہ بحث کی ہی *

مسٹر فارسٹر لکھتے ہیں کہ " اگر ہم حضرت اسمعیل کی عمر پر غور کریں تو رنج آگین شوق اور بھی دو بالا ہوتا ہی — یہہ لڑکا اب کچھہ بچہ نہیں تھا بلکہ کم از کم پندرھویں برس میں تھا مگر تکلیف کی وجہہ سے بچہ کی طرح مضغہ سا ہو رہا تھا معلوم ہوتا ہی کہ اس حالت میں اُس کی بیچاری ماں جب تک کہ اُسکو طاقت رہی ہوگی اُسکو ہاتھوں میں اوٹھائے رہی ہوگی اور جب وہ تھک گئی ہوگی تو اُسکو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا ہوگا (مگر ہر کوئی سمجھہ سکتا ہی کہ یہہ تاویل کیسی لغو اور بیہودہ ہی) اس کے بعد مسٹر فارسٹر لکھتے ہیں کہ ٹھیک ٹھیک عمر حضرت اسمعیل کی بآسانی معلوم ہوسکتی ہی — تیرہ برس کی عمر میں اُنکا ختنہ ہوا تھا — حضرت اسحاق اُس وقت تک پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ اُس کے اگلے سال پیدا ہوئے ہیں اور حضرت ہاجرہ اور اُن کے بیٹے کے بیابان میں بھیجے جانے سے پیشتر اُنکا یعنی حضرت اسحاق کا دودہ چھوٹ چکا تھا " (فارسٹر صاحب کا تاریخی جغرافیہ عرب صفحہ ۱۷۲) *

توریت اور انجیل کے اکثر محققین اور علی الخصوص " جیروم لی کلرک " اور " روزن ملر " خیال کرتے ہیں کہ حضرت اسمعیل کی عمر اُس وقت سترہ برس کی تھی اس لیئے یہہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت ہاجرہ نے اُن کو اپنے کندھے پر رکھہ لیا ہو *

جیسی بیہودہ تاویل مسٹر فارسٹر نے کی ہی اُس سے زیادہ عجیب تاویل " بشپ

ھارسلي " نے کي ھی ــ وہ لکھتے ھیں کہ " عبراني توریت کا منشاء یہہ معلوم ھوتا ھی کہ لڑکے کو اُس کي ماں نے معہ روٹي اور پاني کے اپنے کندھے پر رکھہ لیا ــ یہي معني یوناني ترجمہ میں بھي سمجھے گئے ھیں اور یہہ جملہ بھي کہ بچہ کو جھاڑي میں ڈالدیا جو پندرھویں آیت میں ھی اسي معني کي تائید کرتا ھی ــ حضرت اسحق کي ولادت کے وقت حضرت اسمعیل کي عمر چودہ برس سے کم نہ تھي اس واسطے اُن کي ولادت کے وقت کم سے کم وہ پندرہ سال کے ھونگے ــ مگر یہہ یاد رکھنا چاھیئے کہ حیات انساني گو اس زمانہ میں بہت مختصر رہ گئي ھی تاھم زمانہ حال کي مدت عمر سے زیادہ دراز ھوتي ھوگي ــ اور جو کہ طفولیت اور ھرایک درمیاني زمانہ عمر کي حالت تمام عمر کے مجموعہ کے ساتھہ جبکہ آدمي ڈیڑہ سو برس یا زیادہ عمر کے ھوتے تھے ھمیشہ کوئي معین مناسبت رکھتي ھوگي اس لیئے قرین قیاس ھی کہ اُس زمانہ میں چودہ یا سواء برس کي عمر تک ضعیف اور ناتواں رھتے ھونگے اور میرے نزدیک اس قصہ سے یہي معلوم ھوتا ھی کہ حضرت ابراھیم اور اُنکے بیٹوں کے زمانہ میں یہي صورت ھوگي ــ جو سفس کے ذھن میں بھي یہي بات آئي تھي کیونکہ اُس کا صریح بیان ھی کہ حضرت اسمعیل اُس وقت تنہا نہیں جاسکتے تھے ــ مگر یہہ دلیل کیسي بیہودہ ھی کیونکہ تین ھي پشتوں کے بعد یہہ سب باتیں بدلي ھوئي معلوم ھوتي ھیں اس لیئے کہ حضرت یوسف حضرت ابراھیم کے پوتے کے بیٹے سترہ برس کي عمر میں اپنے بھائیوں کے ساتھہ باپ کي مویشي چرایا کرتے تھے اور تیس برس کي عمر میں عزیز مصر کے خواب کي تعبیر بیان کي تھي اور اُس کے وزیر ھوگئے تھے *

اسي مضمون پر ایک آؤر مصنف یہہ لکھتا ھی کہ حضرت اسمعیل گو بچہ کہلاتے تھے مگر سولہ سترہ برس کے ھونگے اور اسلیئے اپني والدہ کي اعانت اور مدد کرنے کے قابل ھونگے جس طرح کہ اُنھوں نے بعد کو کي *

ایک آؤر مصنف کہتا ھی کہ اس جملہ کو " کندھے پر رکھہ دیا " خطوط ھلالي کے اندر رکھہ دیا جاتا جیسا کہ بشپ کذیر اور استھکہ ھوس اور پایل نے کیا ھی (جس سے اشارہ ھوتا کہ یہہ لفظ توریت کے نہیں ھیں) تو یہہ آیت مشتبہہ نہ ھوتي *

اصل واقعہ صرف اتنا ھی کہ حضرت ابراھیم نے اپني پہلي بي بي سارہ کے کہنے سے اپني دوسري بي بي ھاجرہ اور اُنکے بیٹے اسمعیل کو جو ھوشیار اور بڑے ھوگئے تھے گھر سے نکال دیا اور وہ دونوں بیابان بیرشبع میں چلے گئے ــ چلتے چلتے اور منزلیں طے کرتے ھوئے وہ اُسمقام پر پہونچے جہاں اب مکہ ھی ــ پیاس کي شدت سے حضرت اسمعیل کي حالت خراب ھوگئي اور مرنے کي نوبت پہونچ گئي ــ حضرت ھاجرہ اُنکوایک درخت کے سایہ میں بیٹھا کر پاني کي تلاش کو ادھر اودھر دوڑتي پھریں اور بمشکل پاني ملا اور جہاں پاني ملا تھا اُسي جگہہ

أنهوں نے سکونت اختیار کرلي کیونکہ عرب میں أسي جگهہ لوگ سکونت اختیار کرتے تھے جہاں پاني دستیاب هوتا تها *

قران مجید سے بهي یهی ثابت هوتا هی أس میں یهہ آیت هی " ربنا اني اسکنت من ذریتي بواد غیر ذي زرع عند بیتک المحرم " – اس سے ظاهر هی که حضرت اسمعیل أس مقام کے پاس سکونت پذیر هوئے تھے جہانکہ بالفعل خانہ کعبہ واقع هی اور جہاں که اب شہر مکہ آباد هی — عبراني لفظ مدبر מִדְבָּר اور عربي لفظ وادي اور الفاظ " غیرذي زرع " جو قران مجید میں آئے هیں ایک هي معنی رکھتے هیں — لفظ فاران פָּארָן اور لفظ ایل فاران אֵיל פָּארָן جو سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۱۴ اور باب ۱۴ ورس ۶ میں آیا هی أن دونوں سے ایک هي مقام مراد هی اور لفظ ایل پاران سے بالتخصیص وہ پہاڑ مراد هیں جو کعبہ کے گرد واقع هیں اور صفا اور مروہ اور ابو قبیس اور حرا وغیرہ کے نام سے مشہور هیں — عبراني زبان میں " ایل " کے معني خداکے هیں – فاران کے پہلے " ایل " کا لفظ لگانے سے انسانکا دل أسکي وجهہ کي تفتیش پر متوجهہ هوتا هی اور اسپر قرار پاتا هی که أس جگهہ ضرور کوئي رباني کرشمہ ظاهر هوا هی یا ظاهر هونے والا هی — خانہ کعبہ کے گرد جو پہاڑ هیں اور جہانکہ مسلمان حج ادا کرتے هیں علی العموم بنام " الال " مشہور هیں – بعض صرف و نحو کے عالموں نے " الال " کو واحد لکها هی اور بعضوں کے نزدیک جمع کا صیغہ هی — اس لفظ کے صحیح اشتقاق کي نسبت بہت بحث هی بعض کچهہ کہتے هیں اور بعض کچهہ مگر کوئي بات اطمینان کے قابل نہیں هی – هماري راے میں کچهہ شک نہیں هی که یهہ اسي لفظ " ایل " سے مشتق هوا هی — ابتدا میں پہاڑ کے نام کے ساتهہ اسکا استعمال تها بمعني کوہ خدا — پهر جو که ایل فاران خاص حجاز میں تها عربوں نے أس نواح کے تمام پہاڑوں کے لیئے " ایل " کي جمع " الال " بغالي اور مکہ کے پہاڑوں پر أس کا اطلاق کرنے لگے *

اگرچهہ واقعات مندرجہ توریت مقدس اور قران مجید جنکا همنے اوپر بیان کیا آپس میں مطابقت رکھتے هیں تاهم تین بڑے بڑے سوالات هیں جو حضرت اسمعیل کي سکونت سے علاقہ رکھتے هیں *

اول یهہ که — حضرت ابراهیم نے حضرت اسمعیل اور أن کي والدہ کو گهر سے نکال دینے کے بعد کہاں چهوڑا تها *

دوم یهہ که — حضرت اسمعیل اور حضرت هاجرہ نے بیابان میں آوارگي کے بعد کس جگهہ سکونت اختیار کی *

سوم یهہ که — آیا وہ أسي جگهہ متوطن هوئیں جہانکہ پہلے پہل ٹهیري تهیں یا کسي اَور جگهہ *

قرآن مجید میں ان امور کی بابت کچھہ تذکرہ نہیں ھی لیکن بعض ملکی روایتوں اور چند حدیثوں میں اس کا بیان ھی — وہ حدیثیں غیر مسند ھیں اور اس وجہہ سے راویوں کا سلسلہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہونچتا اور چونکہ مقامی روایتوں میں اُن واقعات کو جو مختلف موقعوں پر واقع ہوئے تھے خلط ملط کردیا ھی اس لیئے اُن پر اعتبار نہیں ہوسکتا — پس ھمارے نزدیک اول سوال کی نسبت جو کچھہ توریت مقدس میں لکھا ھی اُس سے زیادہ بحث کرنی فضول ھی — توریت میں لکھا ھی کہ " اُس نے یعنی ابراھیم نے اُس کو یعنی ھاجرہ کو روانہ کردیا اور وہ چلی گئی اور بیابان بیرشبع میں پھرتی رھی " (سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۱۴) *

دو باقی ماندہ سوالوں کے باب میں توریت مقدس کی عبارت اس طرح پر ھی کہ ایک جگہہ لکھا ھی " اور وہ یعنی اسمعیل بڑا ھوا اور بیابان میں سکونت پذیر ھوا اور ایک تیر انداز ھوگیا " (سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۲۰) اور دوسری جگہہ لکھا ھی کہ " اُس نے یعنی اسمعیل نے بیابان فاران میں سکونت اختیار کی " (سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۲۱) — توریت کا کوئی مفسر نہیں بیان کرتا اور نہ ملکی روایت سے یہہ بات ثابت ھوتی ھی کہ حضرت اسمعیل پہلے کسی ملک میں آباد ہوئے ھوں اور پھر کسی اور ملک میں چلے گئے ھوں اس لیئے یہہ بات تسلیم کرنی ضرور ھی کہ حضرت اسمعیل اور اُنکی والدہ جس حصہ ملک میں آباد ھوئی تھیں اُسی میں آباد رھیں پس توریت میں جہاں صرف بیابان میں آباد ہونے کا ذکر ھی اُس سے بیابان فاران ھی مراد ھی جسکی تصریح دوسرے ورس میں کی گئی ھی— پس ان سوالوں کا حل کرنا اس بات کی تحقیق پر منحصر ھی کہ بیابان فاران جہاں کہ حضرت اسمعیل کا سکونت پذیر ھونا بیان کیا گیا ھی کونسی جگہہ ھی *

مشرقی جغرافیہ دانوں کا بیان ھی کہ تین مقام بنام فاران موسوم ھیں — اول وہ مقام اور اُس کے گرد نواح کے پہاڑ جہاں اب شہر مکہ واقع ھی کیونکہ اُس زمانہ میں وہ بیابان تھا — دوم وہ پہاڑ اور گانوں جو مشرقی حصہ مصر یا عرب الحجر میں واقع ھی — سوم ایک ضلع جو سمرقند کی نواح میں ھی *

مشرقی جغرافیہ دانوں نے جو کچھہ کہ فاران کی نسبت لکھا ھی اُس کو ذیل میں مندرج کرتے ھیں *

فاران مذکور فی التوراة فی قوله جاء الله من سینا و اشرف من ساعیر واستعلن من فاران فساعیر جبال فلسطین و ھو انزاله الانجیل علی عیسی و فاران مکة اوجبالها علی ماتشهدبه التوراة و استعلانه منها انزاله القران علی رسوله محمد صلعم و فاران قریة من نواحی سغد من اعمال سمرقند و قیل فاران و الطور کورتان من کور مصر القبلیة * مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنة و البقاع * و معجم البلدان یاقوت حموی *

و الطور جبل بارض مصر عند کورۃ تشمل علی عدۃ قری قبلیها و بالقرب منها جبل فاران * مراصد الاطلاع و معجم البلدان *

فاران ثلثۃ مواضع فاران اسم جبال مکۃ و قیل لها اسم جبال الحجاز و لها ذکر فی التوراۃ یجی فی اعلام نبوۃ النبی صلعم قال الامیر ابو نصر ابن ماکولا ابو بکر نصر بن القاسم بن قضاعۃ القضاعی الفارانی الاسکندری سمعت ان ذلک نسبتہ الی جبال فاران وهی الحجاز و فاران قال ابو عبداللہ القضاعی فی کتاب خطط مصر فاران و الطور کوز تان من کور مصر القبلیۃ و فاران من قری سمر قند * مشترک یاقوت الحموی *

الطور سبعۃ مواضع و الطور ایضا علم لجبال بعینہ عند کورۃ تشتمل علی عدۃ قری بارض مصر من جهتہ القبلیۃ بینها و بین جبل فاران * مشترک *

و طریق اخر علی ساحل البحر القلزمی ... من مصر الی عین شمس ... ثم الی بطن مغیرۃ ... ثم الی جون فاران ... و بالقرب من فاران موضع صعب اذا سلک و الریح ایضا مغربا و الد بور مشرقا و یسمی جهلان من جبلان الی جبل الطور الی ایله الخ * نزهۃ المشتاق لشریف الادریسی *

مجھے معلوم نہیں ہی کہ کسی غیر ملک اور مذہب کے مورخ نے فاران اور حجاز کو جہاں اب مکہ معظمہ واقع ہی ایک ہی قرار دیا ہو — لیکن عربی ترجمہ توریت سامری میں جس کو آر کونی تن صاحب نے سنہ ۱۸۵۱ ع عیسوی میں بمقام الگذرنی بٹاورم چھپوایا ہی اُس میں فاران اور حجاز سے ایک ہی جگہہ مراد لی ہی اور فاران کے لفظ کے آگے خطوط ہلالی میں حجاز کا لفظ لکھدیا ہی اور وہ عبارت یہہ ہی —

" وسکن فی بریۃ فران (الحجاز) واخذت لہ امہ امراۃ من ارض مصر " (عربی ترجمہ توراۃ سامری)

عموماً عیسائی مورخ اس بات کو کہ فاران اور حجاز ایک ہی جگہہ سے مراد ہی تسلیم نہیں کرتے اس تسلیم نہ کرنے کا سبب یہہ ہی کہ اگر وہ اُس کو تسلیم کرلیں تو اس بات کی تسلیم بہی لازم آتی ہی کہ جو پیشین گوئی توریت میں فاران کی نسبت بیان ہوئی ہی بلاشبہہ اُس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا مراد ہی *

بہر حال اُن مصنفوں کا فاران کی نسبت مختلف طرح کا بیان ہی *

اول — یہہ کہ بعض کہتے ہیں کہ فاران وہ وسیع قطعہ زمین ہی جو بیرشبع کی شمالی حد سے لیکر کوہ سینا تک چلا گیا ہی اور فاران کے نام سے مشہور ہی — اُسکی حدود اربع عموماً یہہ بتلاتے ہیں — شمال میں کنعان — جنوب میں کوہ سینا — مغرب میں مصر — اور مشرق میں کوہ سعیر — اُس میں بیشمار چھوٹے چھوٹے بیابان ہیں جن کو ملاکر کل بیابان بنتا ہی اور وہ چھوٹے چھوٹے بیابان علحدہ علحدہ ناموں سے معروف ہیں مثلاً شور —

بیرشبع — ایثام — سین — زین — عیدام وغیرہ *

دوم — بعض مصنفوں کا گمان هی کہ قادیش جہاں کہ حضرت ابراهیم نے ایک کنواں موسوم بہ بیر شبع کہودا تھا اور فاران ایک هي مقام هی *

سوم — بعضوں کي یہہ راے هی کہ فاران اُس بیابان کا نام هی جو کوہ سینا کے † مغربي ڈھلاؤ پر واقع هی — بیشمار عمارتوں اور پراني قبروں اور میناروں وغیرہ کے آثار وهاں اب بهي پائے جاتے هیں — مسٹر روپر کا بیان هی کہ میں نے ایک کلیسا کے نشانات جو پانچویں صدي عیسوي میں بنایا گیا هوگا دریافت کئے — اور اُنکا یہہ بهي بیان هی کہ چوتھي صدي میں اس مقام پر عیسائي آباد تھے اور ایک بطریق بهي وهاں رهتا تھا — ان بیانات کي تصدیق کرنے میں اس بات کے خیال میں کہ یہہ شہر اُس شہر سے مطابقت رکھتا هی جسکا مشرقي مورخوں نے مشرقي کنارہ مصر پر موجود هونا بیان کیا هی همیں کچھہ بهي کلام نہیں هی *

---

† یہہ ایک ایسا نام هی جس کا اطلاق توریت میں اُس سارے صحرا پر معلوم هوتا هی جو یہودیہ کي سرحد سے لیکر حوالي سینا تک پہیلتا هی — جو نہ هم فاران کو حوالي سینا کے جنوب کے قطع میں (سفر اعداد باب ۱۰ ورس ۱۲) اور شمالي جانب قادیش سے (سفر اعداد باب ۱۳ ورس ۲٦) ملحق اور اور جگہہ بهي پاتے هیں اس لیئے اس بات کا فرض کرلینا کہ فاران اُس تمام قطعہ کا نام تھا جو ان حدود سے محدود هی آسان معلوم هوتا هی بہ نسبت اس کے کہ مقابل کے دو قطعوں کا ایک هي نام قرار دیں — اس لحاظ سے وہ دقت جو اس نام کي صحیح صحیح تطبیق میں عارض هوتي تھي ظاهر هوگئي هی جبکہ یہہ دیکھا جاے کہ سب جدا گانہ مقامات جو مختلف مصنفوں نے اُس کے واسطے قرار دیئے هیں اُس قدرے وسیع قطعہ میں مجتمع هوتے هیں جوکہ همارے نزدیک اُس کا مصداق هی — یہہ نام وادي فاران میں بهي بطوربي موجود هی جو سینائے اسفل کا ایک وادي هی اور جس میں هوکر بني اسرائیل هنگام کوچ بجانب ممالک اعلی گذرے تھے — (کٹوز سائکلو پیڈیا آف بائبل) *

ایک بیابان فلسطین کے جنوب کي جانب جہانکہ حضرت اسمعیل سکونت پذیر هوئے تھے (سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۲۱) جس کے مغرب میں هلال اور باق شمال میں یہودیہ کے جنوبي پہاڑ اور مشرق میں قادیش کا بیابان اور اُس کے پہاڑ یہہ ایل پاران یا بیابان پاران هی (سفر تکوین باب ۱۴ ورس ٦) نیز وہ ملک جس کے بعض اقطاع میں موسم برسکال میں گہاس اور سبزہ بہت هوتا هی جہانکہ حضرت ابراهیم نے بود و باش اختیار کي تھي قادیش اور شور کے مابین اور جہانکہ بني اسرائیل کا قادیش کو جاتے وقت گذر هوا تھا (سفر اعداد باب ۱۲ ورس ٦ اور باب ۱۳ ورس ۲۸) بیابان فاران سے مراد اُن پہاڑوں سے بهي هوسکتي هی جو اُس میدان کے مشرق کي جانب اور بیابان قادیش کے جنوب کي طرف واقع هیں یا بیابان قادیش بیابان فاران بهي میدان ملحق کي وجہہ سے کہلاتا تھا جس طرح وہ بهي قادیش کے نام سے بوجہہ چشمہ قادیش کے مشہور تھا (بیبلز ڈکشنري) *

مگر یہہ سب بیانات درست نہیں ہیں جنکی غلطی ہم ثابت کرینگے — اگرچہ پہلے دو بیانات کی تائید میں کسی قسم کی شہادت موجود نہیں ہی اور اسلیئے اُنکی نسبت صرف یہہ کہدینا کہ وہ ثابت نہیں ہیں کافی تھا لیکن ہم اس غرض سے کہ اُنکے غلط ہونے میں کچھہ شبہہ باقی نہ رہے ہم اُنکی تردید کرتے ہیں *

اول بیان کی تردید کے لیئے یعنی اُس بیان کی تردید کے لیئے جس میں فاران کو ایک وسیع بیابان قرار دیا ہی اور اُس میں اور چھوٹے چھوٹے بیابان مثل شور اور سینا وغیرہ کے شامل کیئے ہیں اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہی کہ اُس کی تردید میں توریت مقدس کی چند آیتیں نقل کردیں کیونکہ اُن سے صاف منکشف ہوتا ہی کہ فاران خود ایک جداگانہ بیابان ہی اور گرد نواح کے بیابان اُس میں شامل نہیں *

(الف) " و بنی اسرائیل از بیابان سینی کوچ نمودند و ابر در بیابان پاران ساکن شد " (سفر اعداد باب ۱۰ ورس ۱۲) — اس عبارت سے جسکا مطلب یہہ ہی کہ بنی اسرائیل نے بیابان سینا سے کوچ کیا اور بیابان فاران میں مقام کیا قرار واقعی ثابت ہوتا ہی کہ وہ دونوں بیابان ایک دوسرے سے علحدہ اور جداگانہ بیابان تھے *

(ب) " پس در سال چہار دہم کدر لاعومر وملوکے کہ بہمراہش بودند آمدہ رفائیان را کہ در عشتروث قرنئیم وزو زیان را درہام وایمیان را درشاوہ قریتائیم شکست دادند — و نیز حوریان را در کوہ خود شان سعیر تا ایل پاران کہ در نزدیک صحراست " (سفر تکوین باب ۱۴ ورس ۵ و ۶) *

پس جب تک کہ بیابان فاران کو ایک علحدہ مقام نہ تسلیم کیا جاوے اس ورس کی عبارت مہمل ہوجاتی ہی *

(ج) " و خداوند موسی را خطاب کردہ گفت — کہ مردمانی بہ سفرست تا آنکہ زمین کنعن را کہ بہ بنی اسرائیل میدہم تجسس نمایند از ہر سبط آبای ایشان یک نفری کہ درمیان ایشان سرور باشد بفرستید — پس موسی ایشان را بفرمان خداوند از بیابان پاران فرستاد و آن مردمان ہمگی روسای بنی اسرائیل بودند " (سفر اعداد باب ۱۳ ورس ۱ و ۲ و ۳) *

(د) " و روانہ شدہ پیش موسی و ہارون وتمامی جماعت بنی اسرائیل در بیابان پاران بہ قادیش رسیدند و بہ ایشان وہم بہ تمامی جماعت خبر رساندند وہم بہ ایشان میوۂ زمین را نمودند " (سفر اعداد باب ۱۳ ورس ۲۶) *

(ہ) " کہ گفت — خداوند از سینی بر آمد و از سعیر بر ایشان تجلی کرد و از کوہ پاران در خشندہ شد وبا ہزار ہزاران مقدسان ورود نمود و از دست راستش بایشان شریعتی آتشین رسید " (سفر توریہ مثنی باب ۳۳ ورس ۲) *

(و) " خداوند از تیمان و قدوس از کوه پاران آمد — سلاه — جلالش آسمان ها را مستور کرد و زمین از حمدش پرشد " (کتاب حبوق باب ۳ ورس ۳) *

(ز) " و از مدیان برخاستند و به پاران آمدند و مردمان چندے از پاران به همراه خود شان گرفتند و به مصر بخدمت فرعون پادشاه مصر آمدند " (کتاب اول ملوک باب ۱۱ ورس ۱۸) *

اور دوسرے بیان کی یعنی اسکی که قادیش اور فاران ایک هی مقام هی توریت مقدس کے مندرجه ذیل ورسوں سے تکذیب هوتی هی *

(الف) " و نیز حوریان را در کوه خودشان سعیر تاایل پاران که در نزدیک صحراست — و برگشته به عین مشپاط که قادیش است آمدند و تمامي مرز و بوم عمالیقان وهم آموریانی که در حصصون تامار ساکن بودند شکست دادند " (سفر تکوین باب ۱۴ ورس ۶ و ۷) *

یهه ظاهر هی که جب تک قادیش اور فاران دو جداگانه اور مختلف بیابان نه قرار دیئے جاویں ورس مذکوره بالا کے کوئی معنی نهیں هوسکتے *

(ب) " وروانه شده پیش موسی و هارون و تمامي جماعت بني اسرائیل در بیابان پاران به قادیش رسیدند و به ایشان وهم به تمامي جماعت خبر رسانیدند وهم به ایشان میوهٔ زمین رانمودند " (سفر اعداد باب ۱۳ ورس ۲۶) *

اس ورس میں جن لفظوں کے نیچے همنے لکیر کردي هی اُنکے ترجمه میں همکو شبهه هی اس لیئے هم اصل عبري عبارت اور اُس کا ایک نهایت قدیم ترجمه عربی کا جو سنه ۱۶۷۱ عیسوي میں معه لیٹن ترجمه کے چهپا هی اس مقام پر نقل کرتے هیں

וַיֵּלְכוּ וַיָּבֹאוּ אֶל — מֹשֶׁה וְאֶל — אַהֲרֹן וְאֶל כָּל — עֲדַת בְּנֵי — יִשְׂרָאֵל אֶל — מִדְבַּר פָּארָן קָדֵשָׁה :

و قد موا الي موسي و هارون و جماعة بني اسرائيل الي برية فاران الي قادس — سفر العدد الاصحاح ۱۳ * ۲۶ *

اصل عبري عبارت میں صرف یهه لفظ هیں " ال مدبر فاران قادیش " — عربي زبان میں جو قاعده بدل اور مبدل منه کا هی وه عبري زبان میں نهیں هی اور اس لیئے فاران اور قادیش بدل اور مبدل منه نهیں هوسکتے — اور ضرور هی که ان دونوں کے درمیان کوئی لفظ مقدر مانا جاوے — فارسي مترجم نے حرف ب کو مقدر مانا هی اور " به قادیش " ترجمه کیا هی — اور عربي مترجم نے " الي " مقدر مانا هی اور " الي قادیش " ترجمه کیا هی — اور لیٹن کے مترجم نے جو لفظ مقدر مانا هی اُس کا ترجمه یهه هی " جو که هی بیچ قادیش کے " مگر عربي قدیم ترجمه صحیح معلوم هوتا هی اس لیئے که فاران

کے ما قبل بھي ال یعني " الي " کا لفظ آیا ھی اور وھي لفظ قادیش پر سے محذوف کردیا ھی - پس اس ترجمہ کے مطابق معني یہہ ھرتے ھیں کہ " آئے بیابان فاران کي طرف قادیش کي طرف سے یعني قادیش کے رستہ سے " اس صورت میں صریح ظاھر ھوتا ھی کہ فاران اور قادیش دو مختلف مقاموں کے نام ھیں اور اسي کي تائید سفر تکوین کے ورسوں سے ھوتي ھی جو اوپر مذکور ھوئے ھیں *

اب ھمکو تیسرے فاران پر غور کرنا چاھیئے جس کا کوہ سینا کے مغربي ڈھلاؤ پر واقع ھونا بیان ھوا ھی — اس سے انکار نہیں ھوسکتا کہ وھاں ایک مقام ھی جو فاران کے نام سے مشہور ھی مگر سوال یہہ ھی کہ آیا وہ وھي بیابان ھی جسکا ذکر سفر تکوین میں آیا ھی کہ حضرت اسمعیل صحراے بیرشبع میں سرگرداني کے بعد وھاں آکر ٹھہرے تھے اور کیا وہ وھي مقام ھی جہاں حضرت اسمعیل فی الحقیقت متوطن ھوئے تھے — اس لیئے کہ اگر از روے تجسس اور تفتیش کے یہہ ثابت ھوجاوے کہ حضرت اسمعیل وھاں متوطن نہیں ھوئے تھے تو اس سے لازم آویگا کہ یہہ فاران وہ فاران نہیں ھی جس کا ذکر سفر تکوین میں آیا ھی *

١ کوئي ملکي روایت ایسي موجود نہیں ھی جس سے ثابت ھو کہ حضرت اسمعیل نے اس جگہہ سکونت اختیار کي تھي — ورنڈ مسٹر فارسٹر جو اسي مقام کو حضرت اسمعیل کي سکونت کي جگہہ خیال کرتے ھیں اور جسقدر دلائل اُس کي تائید میں لاتے ھیں وہ کسي قسم کي شہادت پر مبني نہیں ھیں — مگر ھم اس غرض سے کہ اُنکے غلط ھونے میں کچھہ شبہہ باقي نہ رھے اُن دلیلوں کي غلطي بیان کرتے ھیں *

مصنف موصوف نے سفر تکوین باب ٢٥ ورس ١٨ پر جس کي یہہ عبارت ھی " وایشاں از حویلاہ تاشور کہ ھنگام رفتن توبہ اشور در برابر مصر است ساکن بودند ومسکن او در حضور تمامي برادرانش اُفتاد " — استدلال کرکے بیان کیا ھی کہ " خداے تعالی کے وعدے اسي میں ایفاء ھوگئے تھے جبکہ اسماعیلیوں کي آبادي شور سے حویلاہ تک انتہاے عرب میں یعني سرحد مصر سے لیکر دھانہاے فرات تک پھیل گئي تھي " *

اول غلطي صاحب موصوف کي یہہ ھی کہ حویلاہ کو † دھانہاے فرات پر قرار دیا ھی -

---

† ورنڈ مسٹر فارسٹر صاحب حویلاہ کي سکونت کي نسبت لکھتے ھیں کہ " ارض حویلاہ سے جو حضرت موسی کے پہلے صحیفہ میں مذکور ھی وہ حصہ عرب کا مراد ھی جو دھانہاے فرات سے ملحق ھی اور جرھہ کي جانب ساحل خلیج فارس کے برابر برابر چلا گیا ھی " یہہ بیان اس بناء پر ھی (اگرچہ ھمارے نزدیک قابل وقعت نہیں ھی) کہ جزایر بحرین میں سب سے مشہور جزیرے " اوال " کے نام میں اصلي نام حویلاہ کے آثار پائے جاتے ھیں — اس دلیل کے استحکام میں صاحب موصوف یہہ بیان کرتے ھیں کہ " آگے آنے والي مثالوں سے عربي زبان کے استعمال میں جو مختلف تصرفات اس نام میں

در اصل حویلاہ جس کے بانی کا نام سفر تکوین باب ۱۰ ورس ۲۹ میں مذکور ہی نواح یمن میں ارض بلد شمالی ۱۷ درجہ ۳۰ دقیقہ اور طول بلد شرقی ۴۲ درجہ ۳۶ دقیقہ پر واقع ہی اور اسکی کامل تصدیق عرب کے اُس نقشہ کے معائنہ سے ہوسکتی ہی جو عرب کے جغرافیہ کی شکل کے مطابق ہی واکر صاحب کے نقشہ کلاں سے چھوٹا کرکے بنایا گیا ہی اور اُسی کے ساتھہ شام اور مصر کے اُن اقطاع کو بھی زیر نظر رکھنا چاہیئے جن کا نقشہ رورنق کار ترٹ پی کیرے — ایم — اے — نے مرتّب کیا ہی ؛

دوسری غلطی یہہ ہی کہ مصنف موصوف نے اور عیسائی مورخوں اور جغرافیہ دانوں کی تقلید اختیار کرکے " شور " کو عرب الحجر کے مغرب میں قرار دیا ہی جہانکہ صحراے ایثام واقع ہی اور یہہ قطعی غلطی ہی کیونکہ صحراے " شور " سے توریت مقدس میں مراد تمام اُس وسیع میدان سے ہی جو شام سے لیکر جانب جنوب ملک مصر تک منتہی ہوتا ہی *

اصل عبری توریت میں صرف دو نام ہیں — شور שור اور — اشورہ אשורה بغیر الحاق لفظ صحرا کے موجود ہیں — ان دونوں ناموں میں سے شور سے مراد شام اور اشورہ سے مراد — اسریا — ہی *

اس سے صاف واضح ہی کہ بنی اسمعیل اُس وسیع قطعہ میں آباد ہوئے تھے جو شمالی حدود یمن سے جنوبی سرحد شام تک منتہی ہوتا ہی — یہہ جگہہ اب بنام حجاز معروف ہی اور فاران سے مطابقت رکھتی ہی — ہمارے اس نتیجہ کی اس امر سے بھی تصدیق ہوتی ہی کہ یہی سر زمین ٹھیک مصر کے سامنے واقع ہوتی ہی اگر کوئی شخص وہاں سے اسریا کی جانب عزیمت کرے اور توریت مقدس کی اس آیت کی کماحقہ تصدیق ہوتی ہی جہاں لکہا ہی " جو کہ سامنے مصر کے ہی اگر تو اسریا کی طرف روانہ ہو " یعنی مصر کے سامنے ہی اگر تم ایک خط مستقیم وہاں سے اسریا تک کھینچو *

فاران کی حدود اربع جو رورنق مسٹر فارسٹر نے بہ حوالہ ڈاکٹر ولز کے قرار دی ہیں کہ اُس کے مغرب میں بیابان شور ہی اور مشرق میں کوہ سعیر اور شمال میں ارض کنعان اور جنوب میں بحر احمر یہہ حدود بھی بالکل غلط ہیں *

ہوئے ہیں معلوم ہونگے جیسے — او ال — او آل — حویل — حویلاہ — خوجیہ خط — حولان — جوبل جولان — ان لفظوں میں سے بعضے لفظ ایک ہی جگہہ یا ضلع کے مختلف نام ہیں " ایسے عظیم سوالات کا اس طرح پر حل کرنا اور اُن سے نتائج کا استنباط کرنا کامل اور ذاطرخواہ تحقیقات کے قواعد معینہ کے مطابق صحیح نہیں ہی اور اسی لیئے وہ قابل وثوق نہیں ہیں اور اسی باعث سے ہمنے لکہا ہی کہ رورنق مسٹر فارسٹر نے اس بیان میں غلطی کی ہی علی الخصوص اس وجہہ سے کہ یہی نام پورا پورا عرب کے دوسرے حصہ میں موجود ہی *

سنت پال حواري نے جو خط گلاتیوں کے نام لکھا ہی اُس کے چوتھے باب میں بائیسویں ورس سے چھبیسویں ورس تک یہہ عبارت مندرج ہی " یہہ لکھا ہی کہ ابراہیم کے دو بیٹے تھے ایک لونڈي سے دوسرا آزاد سے - وہ جو لونڈي سے تھا جسم کے طور پر پیدا ہوا اور جو آزاد سے تھا سو وعدے کے طور پر پیدا ہوا - اس کے یہہ معني ظاہر ہیں کہ یہہ عورتیں دو عہد نامے ہیں ایک تو کوہ سینی کي جو صرف غلام جنتي ہی ہاجرہ ہی کہ وہ ہاجرہ عرب کا کوہ سینی ہی اور یہاں کے یروشالم کي ہمجنس ہی اور اپنے لڑکوں کے ساتھہ غلامي میں ہی — پر اوپر کي یروشالم آزاد ہی سو ہم سبھوں کي ماں ہی " اسپر رورنڈ مسٹر فارسٹر یہہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کوہ سینا اور ہاجرہ ایک ہي ہیں — معلوم ہوتا ہی کہ یہہ قول خود مصنف موصوف ہي کا قول ہی کیونکہ جہانتک کہ ہمکو واقفیت ہی ہم کسي عیسائي مصنف کا قول اس کے مطابق نہیں پاتے ہیں — کوئي مشرقي مورخ یا جغرافیہ دان ایسا نہیں معلوم ہوتا جس نے کوہ سینا اور ہاجرہ کو ایک ہي سمجھا ہو اور نہ انجیل مقدس کي کسي آیت سے یہہ مترشح ہوتا ہی کہ کوہ سینا اور ہاجرہ سے ایک ہي شي مراد ہی — سنت پال حواري کا اصلي منشا یہہ معلوم ہوتا ہی کہ اسي کوہ سینا پر دو معاہدے کیئے گئے تھے ایک حضرت اسحاق کے ساتھہ اور دوسرا حضرت اسمعیل پسر ہاجرہ کے ساتھہ — سنت پال حواري نے کنایتاً فرمایا کہ " یہہ ہاجرہ کوہ سینا ملک عرب میں ہی " یعني یہہ ہاجرہ یعني بني ہاجرہ وہ معاہدہ ہی جو کوہ سینا پر بھي کیا گیا تھا اور اور شلیم کا ہمپایہ ہی جو بالفعل موجود ہی اور اُس کي اولاد کے ساتھہ غلامي میں ہی — عبارت مذکورہ بالا کو اسطرحپر پھیرنا کہ اُس کے معني سے ہاجرہ اور سینا کا مقام واحد ہونا ثابت ہوجاوے بالکل غیر ممکن ہی *

کتاب اول تواریخ ایام باب ۵ ورس ۹ اور ۱۰ میں بعض اقوام بني اسرائیل کے آباد ہونے کے ذکر کے ساتھہ یہہ عبارت مندرج ہی " و بہ طرف شرقي تا مدخل بیابان کہ بہ کنارہ نہر فرات باشد ساکن میشدند زیرا کہ در زمین گلعاد گلہ ہاے ایشان زیاد میشدند — و در زمان شاول ایشان با ہگریان دعوے کردند کہ انہا بدست ایشان افتادند و در چادر ہاے ایشان در تمامي مرز و بومي کہ بہ طرف گلعاد باشد ساکن شدند " - ان ورسوں پر استدلال کرکے رورنڈ مسٹر فارسٹر بیان کرتے ہیں کہ گلعاد کے شرقي نواح جو رود فرات اور خلیج فارس کي سمت میں ہی حضرت اسمعیل کے ابتدائي مقام سکونت سے مطابق ہوتا ہی ایک عرصہ کے بعد حضرت اسمعیل کي اولاد قریب قریب سارے جزیرہ نماے عرب میں پھیل گئي اور اُنمیں سے بعض لوگ مقام متذکرہ بالا کو قدیمي باشندوں سے چھینکر وہاں جابسے *

مگر ان ورسوں سے جو مقصد رورنڈ مسٹر فارسٹر کا ہی وہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اُن سے صرف یہہ بات ظاہر ہوتي ہی کہ بني ہاجرہ نے سواحل خلیج فارس پر شکست کھائي

اور یہہ شکست آتھہ سو برس بعد حضرت اسمعیل کے واقع ہوئی تہی — ان ورسوں سے یہہ بات کسی طرح ثابت نہیں ہوتی کہ یہہ وہی جگہہ تہی جہاں خود حضرت اسمعیل متوطن ہوئے تہے *

رورنڈ مسٹر فارسٹر نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیئے کہ حضرت اسمعیل کی اولاد نے خلیج فارس کے شمالی سمت سے لیکر یمن تک تمام ملک پر قبضہ کرلیا تہا مختلف مقامات کے ناموں کی بنی ہاجرہ کے ناموں کے ساتھہ مطابقت کرنے میں از حد کوشش کی ہی — بعض مطابقتیں اس طرح پر کی ہیں جن پر اعتبار نہیں ہوسکتا اور بعض میں اپنے معمولی قاعدہ کے مطابق صرف ایک حرف کے مطابق ہوجانے کو کافی سمجہا ہی اور بعض ناموں کے مطابق کرنے میں اُنکو کامیابی بہی ہوئی ہی — لیکن جس امر کے قایم کرنے میں رورنڈ مسٹر فارسٹر نے اسقدر جاں فشانی سے ناکام کوشش کی ہی دو وجہہ سے قابل التفات اور لایق توجہہ نہیں ہی *

اول اسلیئے کہ ہمارے نزدیک بہی حضرت اسمعیل کی اولاد یعنی اُنکے بارہ نامور بیٹے اور اُن بیٹوں کی اولاد صرف اُس تنگ قطعہ زمین میں محصور نہیں رہی جو مکہ معظمہ کے گرداگرد ہی بلکہ امتدادزمانہ میں اُنکی اولاد قریب قریب تمام جزیرہ نماے عرب میں پہیل گئی تہی — مشرقی مورخ بہی اس کے قایل ہیں جیسا کہ عبارت مندرجہ ذیل سے ثابت ہوتا ہی — پس یہہ امر متنازعہ فیہ نہیں ہی *

ولماکثر ولد اسمعیل صلی اللہ علیہ وسلم ضاقت علیہم مکۃ فانتشروا فی البلاد فکانوا لایدخلون بلداً الا اظہرہم اللہ علی اہلہ و ہم نفوا العمالیق * معارف ابن قتیبۃ *

دوم اس لیئے کہ اس مقام پر یہہ امر بحث طلب نہیں ہی کہ امتداد زمانہ کے بعد حضرت اسمعیل کی اولاد کہاں کہاں پہیل گئی تہی — بلکہ اس بات پر بحث ہی کہ حضرت اسمعیل اور اُنکی اولاد ابتدا میں کس جگہہ آباد ہوئی تہی — پس جو کچہہ کہ رورنڈ مسٹر فارسٹر نے لکہا ہی اُس سے امر بحث طلب کو کچہہ علاقہ نہیں ہی *

اب ہم اس امر کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کتب خمسہ حضرت موسی میں اُس فاران کا جو مشرقی مصر میں کوہ سینا کے مغربی ڈہلاؤ پر واقع ہی کچہہ بہی ذکر نہیں ہی اور یہہ امر اُس وقت بخوبی واضح ہوجاتا ہی جبکہ حضرت موسی اور اُن کے ہمراہیان بنی اسرائیل کی صحرانوردیوں کے مقامات پر لحاظ کیا جاوے — سفر خروج باب ۱۵ ورس ۲۲ میں لکہا ہی — "پس موسی اسرائیلیان را از دریاے احمر کوچانید و بہ بیابان شور رفتند و سہ روز در بیابان راہی شدہ آب نیافتند" اور جبکہ اُنہوں نے بیابان سین کو طے کیا تب عمالیق کی قوم آئی اور رفیدیم میں بنی اسرائیل سے لڑی دیکہو(سفر خروج باب ۱۷ ورس ۸)

بنی عملیق قدیم رهنے والے رفیدیم کے نهیں تھے بلکه اُس وادي کے رهنے والے تھے جس کا ذکر سفر اعداد باب ۱۴ ورس ۲۵ میں هی اور اس ورس میں بھي جو لفظ " آئے " کا استعمال هوا هی اُس سے بھي ظاهر هوتا هی که وه رفیدیم کے رهنے والے نه تھے *

یهه بات یاد رکھنی چاهیئے که رفیدیم سینا کے جانب مغرب یعنی مشرقي مصر میں واقع هی اور یهه وهي جگهه هی جہاں حضرت موسی نے اپنے اعجاز سے ایک چٹان میں سے پانی کا چشمه نکالا تھا اور اُس کا نام " مساه " اور " مریبا " رکھا تھا (دیکھو سفر خروج باب ۱۷ ورس ۶ و ۷) اور اسي جگهه حضرت موسی نے ایک قربان گاه بنائي تھي اور اُس کا نام " یهواه نسي " رکھا تھا (دیکھو سفر خروج باب ۱۷ ورس ۱۵) *

حضرت موسی اب آگے کو مشرق کي طرف بڑھے اور صحراے سینا میں پہونچکر کوه خدا کے پاس ڈیرے ڈالے اور اسي مقام پر اُن کے خسر مسمی یثرو کاهن اُن سے ملنے کو آئے (دیکھو سفر خروج باب ۱۸ ورس ۵ و باب ۱۹ ورس ۲) *

اس میں کچھه شک نهیں که یثرو کاهن حضرت موسی کے خسر کوه سینا کے مشرق کي جانب سے آئے تھے — کیونکه مدیان جہاں که وه کاهن تھے اُس کے مشرق کي سمت میں واقع هی - اس تمام سفر میں جو حضرت موسی نے مصر سے سینا تک کیا فاران کا کچھه ذکر نهیں آیا *

سینا سے بنی اسرائیل کا کوچ شمالي مشرق سمت میں تھا — اس سفر کے باب میں سفر اعداد باب ۱۰ ورس ۱۲ میں یهه لکھا هی " و بني اسرائیل از بیابان سینی کوچ نمودند و ابر در بیابان پاران ساکن شد " - حضرت موسی نے اس سفر میں پہلی منزل اُس مقام پر کي تھي جس کا نام " تبعیراه " تھا (دیکھو سفر اعداد باب ۱۱ ورس ۳) - پھر وهاں سے " قبروت هتا واه " کو روانه هوئے اور وهاں سے " حصیروت " کو کوچ کیا (دیکھو سفر اعداد باب ۱۱ ورس ۳۴ و ۳۵) اور اس اخیر مقام سے کوچ کرکے بیابان پاران میں داخل هوئے (دیکھو سفر اعداد باب ۱۲ ورس ۱۶) - جو که یهه پاران وهي جگهه هی جہاں ابر کا ٹھیرنا بیان کیا گیا هی اس لیئے کچھه شک نهیں که حضرت موسی کا کوچ شمالي اور مشرقي سمت میں تھا یعني قادیش کي طرف (دیکھو سفر اعداد باب ۱۳ ورس ۲۶) اور اس لیئے وه فاران جس کا ذکر حضرت موسی نے کیا هی سینا کے مغرب کي جانب نهیں هوسکتا *

پس بآسانی یهه بات کهي جاسکتي هی که وه شهر فاران جسکو روپر صاحب نے بیان کیا هی اور جس کے آثار اُنهوں نے پائے هیں اور جو مشرقي مورخوں کي نظر سے بھي چھپا هوا نه تھا حضرت موسی کے زمانه میں موجود نه تھا — اور یهه کب خیال میں آسکتا هی که ایسے بیابان میں جس کي نسبت حضرت موسی نے بیان کیا هی که " بیابان

وسیع و ہولناک کہ دراں مار سوزندہ و عقرب و زمین خشک بے آب بود " اُس زمانہ میں کوئی شہر موجود ہو (دیکھو سفر توریہ مثنی باب ۸ ورس ۱۵) *

عیسائی مصنفوں نے بیابان فاران کا جو مقام قرار دیا ہی اُس پر اعتبار کرنا حضرت موسی اور بنی اسرائیل کی صحراے نوردی کے بیان کی صحت پر منحصر ہی اور اس امر کی نسبت کہ حضرت موسی اور بنی اسرائیل صحرا نوردی کی حالت میں کن کن مقاموں پر ہوکر گذرے تھے خود عیسائی علماء اور فضلا میں اسقدر اختلاف ہی کہ اس قدر اختلاف شاید ہی کسی اَور امر کی نسبت ہو — ہم اس مقام پر حضرت موسی اور بنی اسرائیل کی صحرا نوردی کا ایک نقشہ شامل کرتے ہیں اُس سے ظاہر ہوگا کہ خود علماء عیسائی نے پانچ مختلف رستے صحرا نوردی کے بیان کیئے ہیں اور اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہی جسکی نسبت بطور یقین کے بیان کیا جاسکے کہ درحقیقت ان پانچوں میں سے صحرانوردی کا کونسا صحیح رستہ ہی *

فاران پسر عوف کی اولاد بنی فاران کے نام سے مشہور تھی — ایسا معلوم ہوتا ہی کہ حضرت موسی کے زمانہ کے بعد کسی وقت میں کچھہ لوگ اس قبیلہ کے یمن والوں اور قرب و جوار کی قوموںکے ساتھہ دایمی جھگڑوں اور قصوں کے سبب سے شمال اور مشرقی سمت کو چلے گئے ہونگے اور کوہ سینا کی مغرب کی جانب مشرقی مصر میں قیام کیا ہوگا جہاں رفتہ رفتہ ایک گانوں یا قصبہ اُسی قوم فاران کے نام سے آباد ہوگیا ہوگا جسکا ذکر روبنسن صاحب اور اور مشرقی مورخوں نے کیا ہی — مگر حضرت موسی کے وقت میں اُسکا کچھہ وجود نہ تھا اور اس میں کچھہ شک نہیں کہ وہ اپنے ہمنام بیابان یا پہاڑ سے جسکا ذکر توریت میں ہی بالکل علحدہ ہی *

اگر بیابان فاران سے وہ سارا وسیع میدان مراد لیا جاوے جو شام سے یمن تک چلا گیا ہی جیسا کہ خود کتاب مقدس میں مذکور ہی اور صرف ملکی روایتیں ہی اُس کی تائید نہیں کرتیں بلکہ مشرقی مورخ بھی اُس کے مؤید ہیں تب حضرت موسی کے کوچ کے تمام بیان کی تطبیق ہوجاتی ہی اور اُس کی صحت کی تصدیق ہوتی ہی جیسا کہ آگے بیان ہوگا *

اُس تمام وسیع میدان پر جو شام کے جنوب میں واقع ہی کاتبین مقدس عموماً ارض شور کا اطلاق کرتے ہیں مگر بعض مقام میں اُس کو صرف " بیابان " سے تعبیر کیا ہی (دیکھو سفر خروج باب ۱۳ ورس ۱۸) اور بعض جگہہ " بیابان عظیم " سے (دیکھو سفر توریہ مثنی باب ۸ ورس ۱۵) اور اس بیابان میں ایتام — سین — سینا — سن — قادیش — عیدام جو چھوٹے چھوٹے بیابان ہیں اور نیز ایک حصہ فاران کا شامل ہی *

جو کچھہ کہ ہمنے اوپر بیان کیا اُس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ہمنے شور اور شلم کو ایک ہی

ملک قرار دیا هی — سفر تکوین باب ۲۵ ورس ۱۸ میں دو نام آئے هیں ایک شور اور دوسرا اشورہ — تمام عیسائی مصنف اشورہ کو " اسریا " سے تعبیر کرتے هیں — پس کچھہ شبہہ نہیں هوسکتا کہ شور سے شام مراد هی — اگر کوئی اس سے انکار کرے تو اُس کی وجھہ بجز اس کے اَور کوئی نہیں هوسکتی کہ اس تطبیق کا تسلیم کرنا اسلام کے مفید مطلب هی کیونکہ سفر توریہ مثنی باب ۳۳ ورس ۲ اور کتاب حبقوق باب ۳ ورس ۳ میں جو پیشین گوئی هی وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صادق آتی هی *

همارے اس بیان سے ظاهر هوتا هی کہ فاران کی شمالی حد پر قادیش اور مغربی حد پر صحراے " سن " اور خلیج عرب واقع هی *

جبکہ حضرت موسی سینا سے روانہ هوئے تو ابر قادیش کے نزدیک فاران میں ٹھیرا (دیکھو سفر اعداد باب ۱۰ ورس ۱۲) اور حضرت موسی " تبعیراہ " قبروث هتا واہ " — اور " حصیروث " — هوکر فاران میں آئے جو قادیش کے نواح میں هی — اس جگہہ سے اُنھوں نے ایلچی روانہ کئے جو واپس آتے وقت اول قادیش میں پہونچے اور اُس کے بعد فاران میں — یہہ ایک سیدھا اور صاف بیان هی جس سے حضرت موسی کے فاران میں سفر کرنے کا معما بخوبی حل هوجاتا هی *

اب هم توریت مقدس کے اُن ورسوں پر غور کرینگے جو حضرت هاجرہ اور حضرت اسمعیل کے نکال دینے کے باب میں هیں — سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۱۴ و ۱۵ میں لکھا هی کہ " و ابراهیم در صبح دم سحر خیزی نمودہ نان و مطہرہ آب را گرفتہ و بہ هاجرہ دادہ بہ دو شش گذاشت وهم پسرش را (باو دادہ) اورا روانہ نمود پس راهی شدہ در بیابان بیرشبع سرگرداں شدہ — و آبے کہ در مطہرہ بود تمام شد و پسر را در زیر بوتہ از بوتہا گذاشت " — جس عبارت کے نیچے همنے خط کھینچدیا هی اُس کے خواہ نخواہ یہہ معنی نہیں هیں کہ حضرت هاجرہ بیابان بیرشبع هی میں پھرتی رهیں اور اُسی مقام پر صرف وهی پانی جو حضرت ابراهیم نے اُن کو دیا تھا اُن کے پاس تھا اور وهی ختم هوگیا تھا — بلکہ دو وجھہ سے اس ورس کے ایسے معنی لینے صحیح نہیں هیں — اول اس وجھہ سے کہ بیرشبع جو حضرت ابراهیم نے قادیش کے نزدیک کھودا تھا اور جس کے نواح میں وہ خود ایک عرصہ دراز تک رهے تھے ایک ایسا مقام تھا جس کے حالات اور جس کے قریب پانی کے کنؤں کا هونا حضرت هاجرہ سے پوشیدہ نہ تھا — دوم اس وجھہ سے کہ بیابان بیرشبع میں پانی کا اسقدر نایاب هونا ناممکن تھا — کیونکہ وهاں صرف حضرت ابراهیم هی کے بنائے هوئے کنوئیں نہیں تھے بلکہ قوم فلسطین کے تعمیر کیئے هوئے بھی موجود تھے (دیکھو سفر تکوین باب ۲۶ ورس ۱۸ لغایت ۲۲) * همارے نزدیک اُس عبارت کے

معني جو عيسائي مصنفوں نے قرار دیئے هیں اُس سے زیادہ تر صحیح اور صاف یہہ هیں که مکان سے نکلنے کے بعد حضرت هاجرہ بیابان بیرشبع میں پھرتي رهیں مگر ملک کا وہ حصہ سکونت کے قابل نہ تھا کیونکہ بیرشبع کے ارد گرد ایسي قومیں رهتي تهیں جو لڑا کا اور جهگڑا لو تهیں اور ذرا سا رحم بهي ان کے دل میں نہ تها — اس لیئے حضرت هاجرہ نے ایسے مقام پر جانے کا خیال کیا هوگا جہاں اُن کو امن ملے اور آسایش سے رہ سکیں اور ایسا مقام بلاشبہہ وہ تها جہاں عرب العاربہ کي قومیں رهتي تهیں اور اس لیئے کچهہ شک نہیں رهتا کہ حضرت هاجرہ نے اُس نواح میں جانے کا قصد کیا *

جو ایک چهاگل پاني حضرت ابراهیم نے اُن کے ساتهہ کردیا تها وہ ختم هوگیا هوگا اور رستہ میں متعدد جگہہ سے جہاں کہیں پاني دستیاب هوا هوگا حضرت هاجرہ نے بهرلیا هوگا لیکن جب وہ بیابان فاران میں پہونچي هونگي تو پاني ملنے کي مشکل پیش آئي هوگي کیونکہ اُس بیابان میں پاني نہایت کمیاب هی — ایسا معلوم هوتا هی کہ جب حضرت هاجرہ اُس مقام پر پہونچیں جہاں اب مکہ معظمہ هی تو اُنکے پاس پاني باقي نہیں رها تها اور حضرت اسمعیل تشنگي کے سبب سے ضعیف اور قریب المرگ هوگئے هونگے اور حضرت هاجرہ نہایت تشویش اور اضطراب کي حالت میں ادهر اودهر پاني تلاش کرنے کو دوڑتي پهرتي هونگي — یہہ بیان ایسا صاف هی جس میں کوئي امر خلاف قیاس یا خلاف فطرت انساني نہیں هی *

خانہ بدوش عرب پاني کے چشمہ کو جو اُن کو جنگل میں ملتا تها جهانکڑ وغیرہ ڈالکر مٹي سے چهپا دیتے تهے تاکہ اُن کے سوا اَوْر کسیکو اُس کا پتہ نملے اور یہہ رسم پاني کے کمیاب هونے سے اُن میں جاري تهي اور ابتک جاري هی *

یہہ بات نہایت قوین قیاس هی کہ اسي طرح عربوں نے اُس چشمہ کو جو اُس مقام پر تها جہاں اب چاہ زمزم واقع هی چهپا دیا هوگا کیونکہ لفظ " بیر " عبري میں چشمہ آب کے معني میں بهي آیا هی *

ان تمام حالات سے ظاهر هوتا هی کہ جس وقت حضرت هاجرہ مضطربانہ ادهر اودهر دوڑ رهي تهیں تو اُن کو وہ چشمہ مل گیا — توریت مقدس کي عبارت سے بهي اسي طرف اشارہ پایا جاتا هی جہاں لکها هی " و خدا چشمان اورا کشادہ کرد و چاہ آبے دید وروانہ شدہ مطہرہ را از آب پر کردہ و بہ پسر نوشانید " (سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۱۹)

عربي روایتوں میں اس واقعہ کو اس طرح پر تعبیر کیا هی کہ ایک فرشتہ نے اُس مقام پر اپنے بازو یا پاؤں سے ایک گڑها کردیا جس میں سے پاني نکل آیا — یہہ بیان اُسي قسم کا هی جیسا کہ مذهبي روایتوں کو ایک عظمت دینے کے لیئے هوتا هی مگر جو اصلي واقعہ هی وہ اُس سے صاف پایا جاتا هی

بخاری کی حدیث همنے اوپر نقل کی هی اور اُسکو بجاے پیغمبر کی حدیث هونے کے ایک ملکی اور قومی روایت کا درجه دیا هی اُس سے بھی اتنی بات که حضرت هاجره جب اُس مقام پر پهونچیں جهاں اب مکه هی تو پانی هوچکا اور حضرت اسمعیل تشنگی سے قریب المرگ هوگئے تو وهاں اُنکو چشمه مل گیا بخوبی ثابت هوتی هی — پس یهه ایک ایسی روایت هی جس کو ایام جاهلیت کے عربوں نے همیشه مستند تسلیم کیا هی اور باوجودیکه وه لوگ بیشمار قوموں اور فرقوں میں جو ایک دوسرے کے مخالف تھے اور هرایک کا مذهب اور اعتقاد بھی جدا گانه تھا منقسم هوگئے تھے اسپر بھی مذکوره بالا امر میں سب متفق تھے — اس لیئے هم اُس روایت کو جھوتی اور موضوع نهیں خیال کرتے خصوصاً اس صورت میں که توریت مقدس کے متعدد مقامات سے بھی اُس کی تصدیق هوتی هی *

پهر حال حضرت هاجره نے اُس مقام پر جهاں اُن کو پانی کا چشمه ملا تھا رهنا شروع کیا — جب اور لوگوں کو اُس چشمه کی خبر هوئی تو بنی جرهم کے بهت سے لوگ اُس کے قرب و جوار میں آکر آباد هوئے *

بخاری نے حضرت اسمعیل کے نکاح کرنے کی بابت ایک روایت لکھی هی جسکو هم بجنسه ذیل میں لکھتے هیں *

قال (اے ابن عباس) فمرناس من جرهم ببطن الوادی فاذا هم بطیر کانهم انکروا ذلک و قالوا مایکون الطیر الا علی ماء فبعثوا رسولهم فنظر فاذا هو بالماء فاخبرهم فاتوا الیها فقالوا یا ام اسمعیل اتاذنین لنا ان نکون معک اونسکن معک فبلغ ابنها فنکح فیهم امراة قال ثم انه بدا لابراهیم فقال لاهله انی مطلع ترکتی قال فجاء فسلم فقال این اسمعیل فقالت امرته ذهب یصید قال قولی له اذا جاء غیر عتبة بیتک فلما جاء اخبرته فقال انت ذلک فاذهبی الی اهلک قال ثم انه بدا لابراهیم فقال لاهله انی مطلع ترکتی فجاء فقال این اسمعیل فقالت امرته ذهب یصید فقالت الا تنزل فتطعم و تشرب فقال و ما طعامکم وما شرابکم قالت طعامنا اللحم و شرابنا الماء قال اللهم بارک لهم فی طعامهم و شرابهم قال فقال ابوالقاسم برکة بدعوة ابراهیم (صلی الله علیهما وسلم) قال ثم انه بدا لابراهیم فقال لاهله انی مطلع ترکتی فجاء فوافق اسمعیل من وراء زمزم یصلح نبلاله فقال یا اسمعیل ان ربک امرنی ان ابنی له بیتاً قال اطع ربک قال امرنی ان تعیننی علیه قال اذا فعل اوکما قال فقاما فجعل ابراهیم یبنی و اسمعیل ینا و له الحجارة و یقولان ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم قال حتی ارتفع البناء و ضعف الشیخ عن نقل الحجارة فقام علی حجر المقام فجعل ینا وله الحجارة و یقولان ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم * بخاری کتاب الانبیاء *

یہہ روایت بھی اُنہیں وجوہات سے جو ہمنے بخاري کي پہلي حدیث کي نسبت بیان کي ھیں ایک ملکي روایت کي مانند ھی نہ پیغمبر صاحب کي فرمائي ہوئي حدیث کي مانند — اس روایت سے ظاہر ہوتا ھی کہ حضرت اسمعیل نے ایک عورت سے نکاح کرلیا اور اُس کے بعد جب حضرت ابراھیم حضرت اسمعیل سے ملنے کو آئے تو اُس عورت سے نکاح کرنے کو نا پسند کیا اور طلاق دیدینے کا اشارہ کیا — چنانچہ حضرت اسمعیل نے اُس کو طلاق دیدي ، اور وہان کے نو آباد لوگوں میں سے ایک اَوْر عورت سے نکاح کرلیا — اُس کے بعد جب دوسري دفعہ حضرت ابراھیم اُن سے ملنے کو آئے تو اُس عورت سے نکاح کرنے کو پسند کیا *

مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ھی کہ حضرت اسمعیل کي دونوں بیبیاں بني جرهم کي قوم سے تھیں مگر توریت مقدس سے پایا جاتا ھی کہ اُنہوں نے پہلي دفعہ ایک مصري عورت سے نکاح کیا تھا *

ھمکو اسبات کے یقین کرنے کي وجہہ ھی کہ مذکورہ بالا روایت میں جو پہلي بیوي کا بھي بني جرهم سے ہونا بیان کیا گیا ھی صحیح نہیں ھی — غالباً پہلي بیوي ایک مصري عورت تھي اور یہي وجہہ ہوگي کہ حضرت ابراھیم نے اُس عورت سے نکاح کرنا ناپسند کیا ہوگا — یہہ بھي قرین قیاس ھی کہ بني جرهم نے ابتدا میں اپني قوم کي بیٹي کو حضرت اسمعیل کے نکاح میں دینے سے تامل کیا ہوگا کیونکہ وہ حضرت اسمعیل کو غیر قوم اور غیر جنس خیال کرتے ہونگے — مگر باہم سکونت پذیر ہونے سے وہ خیال جاتا رہا ہوگا اور اسی لیئے یقین ہوتا ھی کہ اُنکي دوسري بیوي بني جرهم کي قوم سے تھیں *

قران مجید میں نسبت تعمیر خانہ کعبہ کے یہہ آیت موجود ھی " و اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم " (سورۃ البقر آیت ۱۲۱) اور اس سے ثابت ہوتا ھی اور تمام اَوْر قومي روایتوں سے یقیناً متحقق ہوتا ھی کہ حضرت ابراھیم اور حضرت اسمعیل نے خانہ کعبہ کو بنایا تھا *

قران مجید کي رو سے بغیر کسي شک کے ھم مسلمان اعتقاد رکھتے ھیں کہ حضرت اسمعیل پیغمبر تھے اور خدا نے اُنکو مثل حضرت ابراھیم اُن کے باپ کے وحي بھیجنے اور اپني مرضي ظاہر کرنے کے لیئے مبعوث کیا تھا تاکہ لوگوں کو اللہ تعالی کي عظمت اور وحدانیت کي طرف ھدایت کریں — توریت مقدس میں جو وعدہ کہ خدا تعالی نے حضرت ابراھیم سے حضرت اسمعیل کي نسبت کیا تھا وہ اس طرح پر مندرج ھی " و در حق اسمعیل ترا شنیدم اینک اورا برکت دادہ ام و اورا بارور گردانیدہ بغایت زیاد خواھم نمود و دوازدہ سرور تولید خواھد نمود و اورا اُمت عظمی خواھم نمود " (سفر تکوین باب ۱۷ ورس ۲۰) یہہ وعدہ پورا ہوا اور اخیر تک پورا ہوتا چلا آیا

عیسائی مصنف اس وعدہ کے ہونے کی نسبت تو کچھہ کلام نہیں کرسکتے مگر از راہ مکابرہ یہہ کہتے ہیں کہ یہہ وعدہ جسمانی یعنی دنیوی طرز کا وعدہ تھا نہ روحانی طرز کا - اگرچہ یہہ اُن کا کہنا صریح غلط ہی مگر اسمقام پر ہم اس مسئلہ پر بحث نہیں کرتے کے بلکہ آیندہ خطبہ میں جس میں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بشارات کا توریت اور انجیل میں موجود ہونا بیان کرینگے اُسی خطبہ میں اس امر پر بھی بحث کرینگے *

ایک آور روایت عموماً لوگوں میں مشہور ہی کہ خدا تعالی نے حضرت ابراھیم کو حضرت اسمعیل کی قربانی کرڈالنے کا حکم دیا تھا - اس روایت کی کچھہ اصلیت نہیں ہی - زیادہ تر تقویت اُس روایت کو ہوتی ہی جس میں حضرت اسحاق کی قربانی کرنے کے حکم ہونے کا ذکر ہی اور اس اختلاف کا جو سبب ہی وہ ہم آگے بیان کرینگے *

حضرت ابراھیم نے جو اپنے بیٹے کی قربانی کرنے کا ارادہ کیا اُس کا ذکر قران مجید میں اس طرح آیا ہی " قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ما ذا تری قال یا ابت افعل ما تومر ستجدنی ان شاءالله من الصابرین فلما اسلما و تله للجبین وناديناه ان یا ابراھیم قد صدقت الرویا انا کذلک نجزی المحسنین ان ھذا لھو البلاء المبین وفديناه بذبح عظیم " (سورہ الصافات آیت ۱۰۱ لغایت ۱۰۷) *

قران مجید میں اس امر کی تصریح نہیں ہی کہ حضرت اسحق کی نسبت قربانی کا حکم تھا یا حضرت اسمعیل کی نسبت اور نہ کسی معتبر اور مستند حدیث سے اس کی تفصیل پائی جاتی ہی *

بعض مسلمان مورخوں کا قول ہی کہ حضرت اسحق کی نسبت قربانی کا حکم تھا اور بعض کا قول ہی کہ حضرت اسمعیل کی نسبت تھا — یہہ اختلاف توریت مقدس کی اُس آیت کے مبہم اور غیر مصرح ہونے کی وجھہ سے ہی جس میں اُس مقام کا ذکر ہی جہاں مذکورہ بالا قربانی کا عمل میں آنا تجویز ہوا تھا اور وہ آیت یہہ ہی " خدا ابراھیم را امتحان نمود و باو گفت ای ابراھیم و او گفت کہ اینک حاضرم و خداوند گفت کہ حال پسر یگانہ خود اسحق را کہ دوست می داری بگیر و بر زمین † موریاہ برو (عربی ترجمہ

---

† موریا کے معنی ہیں تلاشی خدا یا حکم خدا یا خوف خدا اور نیز اورشلیم کے اُس پہاڑ کا نام ہی جسپر بیت المقدس تعمیر ہوا تھا اور جسپر بالفعل حضرت عمر کی بنائی ہوئی مسجد واقع ہی - اسی مقام کو عموماً وہ مقام خیال کرتے ہیں جہانکہ حضرت ابراھیم کو اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسحاق کی قربانی کرنے کا حکم ہوا تھا گوکہ اس بات کے فرض کرنے میں بعض مشکلات پیش آتی ہیں - توریت سامری سفر تکوین باب ۲۲ ورس ۲ میں بجاے موریا کے سر زمین مورہ لکھا ہی جیسا کہ انگریزی ترجمہ میں ہی اور مورہ کی نسبت لوگوں کو اطمینان ہوگیا تھا کہ یہہ وہی مورہ ہی جو " شکم " کے قریب تھا اور جہاں حضرت

میں بجاے لفظ " موریاہ " کے " ارض الرویا " لکھا ھی اور توریت سامری کے عربی ترجمہ میں " ارض المختارہ والمرشدہ " لکھا ھی) و دراں جا اورا دریکے از کوھاے کہ بہ تو مي گویم از براے قربانی سوختنی تقریب نما " (سفر تکوین باب ۲۲ ورس ۱ و ۲) بعض مسلمان مصنفوں نے اس گمنام جگہہ کو بیت المقدس اور اُس کے پہاڑ قرار دیئے ھیں اور بعضوں نے مکہ معظمہ کے قریب کے پہاڑ — جو لوگ اُس مقام کو مکہ معظمہ کے پہاڑ قرار دیتے ھیں وہ اپنی راے کی تائید میں بیان کرتے ھیں کہ عبری لفظ " هریم " הרים جس کے معنی جبال کے ھیں تثنیہ اور جمع دونوں صیغوں میں استعمال ھوتا ھی اور اس لیئے وہ استدلال کرتے ھیں کہ اُس سے مکۂ معظمہ کے مشہور دو پہاڑوں صفا اور مروہ میں سے ایک مراد ھی *

توریت مقدس میں اسی باب کی چودھویں آیت میں یہہ لکھا ھی " و ابراھیم اسم آں مکان را یہواہ یراہ گذاشت کہ تا امروزش چنیں ھم میخوانند و در کوہ خداوند نمایاں است " مسلمان مورخوں کے نزدیک یہہ مقام وہ ھی جو مکۂ معظمہ کے پاس واقع ھی اور آج تک عرفات کے نام سے مشہور ھی — پس جو لوگ اُس قربان گاہ کو مکۂ معظمہ میں قرار دیتے ھیں وہ کہتے ھیں کہ قربانی کا حکم حضرت اسمعیل کی نسبت ھوا تھا اور جو لوگ اُس قربان گاہ کو بیت المقدس میں قرار دیتے ھیں وہ حضرت اسحق کی نسبت قربانی کا حکم ھونا کہتے ھیں چنانچہ مسعودی نے لکھا ھی جس کی عبارت یہہ ھی *

و قد تنازع الناس في الذبيح فمنهم من ذهب الى انه اسحق و منهم من راى انه اسمعيل فان كان الامر بالذبح وقع بمنى فالذبيح اسمعيل لان اسحق لم يدخل الحجاز و ان كان الامر بالذبح وقع بالشام فالذبيح اسحق لان اسمعيل لم يدخل الشام بعد ان حمل منه * مروج الذهب مسعودي *

براھیم پہلے رھا کرتے تھے (سفر تکوین باب ۱۲ ورس ٦) اور وہ پہاڑ جسپر اُنکا معبد بنا تھا "جرزیم" ھا اور یہہ اخیر راے کسی قدر لحاظ کے قابل ھی اگر یہہ متحقق ھوجاوے کہ قوم سامری نے اس مقام و اپنی حدود کے اندر لانے کے واسطے اس ورس میں کچھہ تحریف نہیں کی ھی — بیرشبع سے اس مقام کا فاصلہ ترجمہ سامری کا کسی قدر مؤید ھی کیونکہ بیرشبع مرہ تک پورا تین روز کا رستہ ھی مگر بیرشبع اور بیت المقدس کے درمیان فاصلہ بہت قلیل ھی بشرطیکہ رستہ میں کوئی امر مانع نہ ھوگیا ھو — مسلمان راوی ھیں کہ اس واقعہ کا موقع وہ ھی جہاںکہ زمانہ مابعد میں اُنکا مشہور و معروف معبد بمقام مکہ بنایا گیا تھا اور اس معاملہ میں اور نیز دیگر معاملات میں وہ حضرت اسحاق کی جگہہ حضرت اسمعیل کو بتلاتے ھیں — پھر ایک عجیب بات ھی کہ یہودی — سامری — مسلمان سب اپنے اپنے معبدوں کے موقعوں کو حضرت ابراھیم کے ایمان کی آزمایش یا امتحان کے مقام ھونے کا دعوی کرتے ھیں — (بائبل سائکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۲۳۰) *

مگر نئے علم مسلمان عالموں کا صاف بیان ہی کہ حضرت اسحاق کی نسبت قربانی کا حکم ہوا تھا نہ حضرت اسمعیل کی نسبت اور یہی امر مندرجہ ذیل حدیث سے بھی پایا جاتا ہی *

عن محمد ابن المنتشر قال ان رجلا نذر ان ینحر نفسہ ... (فقال لہ مسروق) لاتنحر ... واشتر کبشا فاذبحہ للمساکین فان اسحاق خیر منک وفدی بکبش ... (رواہ ابن رزین مشکوۃ) *

اس حدیث میں مسروق کا صاف قول ہی کہ حضرت اسحاق قربان ہونے والے تھے *

حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹے تھے — نبایوت נְבָיֹת قیدار קֵדָר ادبئیل אַדְבְּאֵל مبسام מִבְשָׂם مشماع מִשְׁמָע دوماہ דּוּמָה مسا מַשָּׂא حدر חֲדַד تیما תֵימָא یطور יְטוּר نافیش נָפִישׁ قیدماہ קֵדְמָה *

نبایوت — یہہ شخص شمالی مغربی حصہ عرب میں آباد ہوا — ٹھیک مقام اس قوم کے آباد ہونے کا نقشہ مرتبہ رورنڈ فارسٹر ڈی بی ڈوبی ایم — اے میں مابین ۲۸ و ۳۰ درجات عرض بلد شمالی و ۳۶ و ۳۸ درجات طول بلد شرقی میں واقع ہی — رورنڈ فارسٹر بیان کرتے ہیں کہ یہہ قوم عرب الحجر کے وسط سے لیکر مشرق کی جانب اور وادی القری کے اندر تک اور جنوب کی طرف کم از کم منتہاے خلیج عیلام اور حدود حجاز تک پھیلی ہوئی تھی — اسٹرابو اس سے بھی زیادہ وسیع قطعہ اُن کی طرف منسوب کرتا ہی — کیونکہ وہ دو مقاموں کا ذکر کرتا ہی جو خلیج عرب پر واقع ہیں اور جن سے صریح ظاہر ہی کہ اُن کی مملکت کی وسعت جنوبی اور غربی سمت میں مدینہ کی عرض بلد پر منتہی ہوتی تھی اور یہہ دو مقام شہر و بندرگاہ حور یعنی بندرگاہ سفید جو ینبوع کی شمال میں ہی اور خود بندرگاہ ینبوع ہیں — رورنڈ فارسٹر کہتے ہیں کہ اس مختصر بیان سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہہ قوم صرف پتھریلے بیابان عرب ہی میں نہیں بلکہ صوبجات عظیم حجاز اور نجد کے اندر تک بھی پھیلی ہوئی تھی *

ممکن ہی کہ یہہ قوم رفتہ رفتہ اُس وسیع ملک میں پھیل گئی ہو جس کا اوپر ذکر ہوا — کتاب اشعیاہ نبی کے مندرجہ ذیل ورس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہہ ایک نامی اور زبردست قوم تھی اور وہ ورس یہہ ہی " تمامی گوسفندان قیدار نزد تو گرد آمدہ قوچہاے نبایوت بکارت خواہند آمد و بر مذبحم بہ رضا مندی بر خواہند آمد و خانۂ جلالی خود را جلال خواہم داد " (کتاب اشعیاہ باب ۶۰ ورس ۷) *

قیدار — یہہ شخص بنی نبت کی جنوب کی طرف گیا اور حجاز میں آباد ہوا — زبور داؤد — کتاب اشعیاہ — ارمیاہ — حزقیل — وغیرہ میں اس قوم کی عظمت و شوکت کی بیشمار شہادتیں ہیں — اسی قوم میں سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے — اُنکی بعثت سے خداے تعالی کی رحمت اپنے بندوں پر ظاہر

هوئی — اُنکي ذات پاک کے سودمند اثروں سے رفته رفته دنیا کے ایک بڑے حصه پر خدا کی برکت اور خداے واحد کي عبادت پهیل گئي اور ابتک پهیلتي جاتي هی — عربوں اور اور مشرقي اقوام کے هاں بیشمار روایتیں اس قوم کے باب میں موجود هیں مگر هم اس مقام پر اُس روایت کا بیان کرنا چاهتے هیں جس کو رورنت مسٹر فارسٹر نے مستند تسلیم کیا هی *

مصنف موصوف نے لکها هی که " اشعیاء نبی کے کلام سے (جو اوپر مذکور هی) جو یه خیال پیدا هوتا هی که قیدار کي خیمه گاه اس اخیر حصه ملک میں تلاش کرني چاهیئے اُسکي کماحقه تصدیق اسی نبي کے کلام کے ایک اَوْر مقام سے بهي هوتي هی یعني ارض قیدار کے بیان سے جس کو هر شخص جو جغرافیهٔ عرب سے واقف هوگا پهچان لیگا که اُس قطعه حجاز کا نهایت صحیح بیان هی جس میں نامي شهر مکه اور مدینه واقع هیں — جس شخص کو زیاده ثبوت اُس کي مشابهت کا درکار هو تو اُس کو حجاز کا جغرافیهٔ جدیده معائنه کرنا چاهیئے جهاں که ینبوع کے قریب شهرهاے الخضر اور نبت جو اسماے معرفه قیدار اور نبایوث کي با قاعده عربي شکلیں هیں خط حد کننده آجتک چلا آتا هی اور کسي قدر معني رکهتا هی " *

اس کے بعد رورنت مسٹر فارسٹر لکهتے هیں که " یهانتک تو همنے قیدار کے آثار جغرافیهٔ قدیمه کی استعانت سے دریافت کیئے هیں اب یه دیکهنا رها هی که یوناني اور رومي بیانات کا عربي روایتوں سے مقابله کرنے میں کسقدر ثبوت کي زیادتي حاصل هوتي هی — کیونکه محققین یورپ کي راے میں عربي روایتوں کي غیر مؤیده شهادت کیسی هي قابل اعتراض اور مشکوک کیوں نهو مگر منصفانه بحث کے مسلمه قواعد کي رو سے اُن کا قطعي اتفاق تواریخ دیني اور دنیوي سے انکار کرنا صریح غیر ممکن هی — خود عربوں کے هاں زمانه نامعلوم سے یه ایک روایت چلي آتي هی که قیدار اور اُس کي اولاد ابتداء حجاز میں آباد هوئی تهي — اس شخص کي اولاد میں هونے کا بالتخصیص قوم قریش جو مکه کے والي اور کعبه کي محافظ تهي همیشه فخر کیا کرتے تهے اور خود محمد (صلعم) نے قران میں اپني قوم کي ریاست اور اعزاز کے دعووں کي اسي بنا پر تائید کي هی که اسمعیل کي اولاد میں قیدار کے سلسله سے تهے — ایسي قومي روایت کا اعتبار جسمیکه یه هی تاریخي روایت کے پایه کو پهونچ جاتا هی جبکه اُس کي تائید ایک طرف تو کتب مقدسه کے اُن بیانات سے هوتي هی جن سے قیدار کا اسي حصه جزیره نما میں هونا ثابت هوتا هی اور دوسري جانب — اَریا نوس — بطلیموس — پلیني اکبر کے زمانوں میں ملک حجاز میں قوم کیدرِي — درائی — کدرون تائی — یا کدریتي کي موجودگي کي غیر مشتبه اور ناقابل اشتباه امر سے اُس کي تصدیق هوتي هی " (جغرافیه تاریخي جلد ۱ صفحه ۲۴۸) *

ادبئیل — مشرقی مورخوں نے اس شخص کی نسبت کچھہ نہیں لکھا — رورنڈ مسٹر فارسٹر کا بیان ھی کہ کتب مقدسہ میں صرف ایک موقع اس کا ذکر آیا ھی — اور اُنھوں نے جوسیفس کی سند پر بیان کیا ھی کہ ادبئیل کا ابتدائی مقام سکونت اُس کے بھائیوں کے قرب و جوار میں تھا — اسقدر بیان کے صحیح ھونے میں کچھہ شبہہ نہیں ھوسکتا لیکن جب وہ اُس کے آثار دریافت کرنے پر متوجہہ ھوتے ھیں اور مقاموں کے ناموں میں صرف چند حرف کی مشابہت ھونے سے اُس کے آثار قرار دیتے ھیں تو اُس پر اعتماد نہیں ھوسکتا *

مبسام — حال کے جغرافیہ اور عرب کی تاریخ میں اس شخص کا کچھہ پتہ نہیں لگتا — رورنڈ مسٹر فارسٹر کا بھی بیان ھی کہ اس اسمعیلی کے نام و نسل کے آثار بہ نسبت اس کے اور بھائیوں کے کمتر اور ضعیف تر ھیں — پورا نام نہ قدیم جغرافیہ عرب میں پایا جاتا ھی اور نہ جدید جغرافیہ میں *

مشماع — مشرقی تاریخوں میں اس شخص کا پتہ کچھہ نہیں چلتا — لیکن اگر رورنڈ مسٹر فارسٹر کی یہہ بات تسلیم کیجاوے کہ سفر تکوین اور تواریخ الایام کا مشماع اور یونانی توریت کا مسما اور جوسیفس نے جس کو مسماوس اور بطلیوس نے مسی مانیس اور عربوں نے بنی مسما لکھا ھی اس سے ایک ھی شخص یعنی مشماع مراد ھی تو یہہ کسیقدر آسانی سے کہا جاسکتا ھی کہ اس شخص کا ابتدائی مقام سکونت نواح نجد میں تھا *

دو ماہ — اس شخص کی اولاد اول تہامہ کی جنوب میں مدینہ کے قرب و جوار میں آباد ھوئی مگر جبکہ اُس کی اولاد بڑھ گئی تو نقل مکان کرنے کے لیئے مجبور ھوئی اور اُس مقام پر آباد ھوئی جہاںکہ بالفعل دومۃ الجندل واقع ھی — شام اور مدینہ کے درمیان اور بہت سے مقامات ھیں جنکے نام اس شخص کے نام پر ھیں — رورنڈ مسٹر فارسٹر بھی اسی بات کو تسلیم کرتے ھیں اور مشرقی مورخوں کا بھی یہی قول ھی جسکی سند ذیل میں مندرج ھی *

دومۃ الجندل ... وقد جاء في حديث الواقدي دوماء الجندل و عدها ابن الفقيہ من اعمال المدينة سميت بدوم ابن اسمعيل بن ابراهيم و قال الز جاجي دومان ابن اسمعيل و قيل كان لاسمعيل ولد اسمه دما لعله مغير منه و قال ابن الكلبي دوماء بن اسمعيل قال و لماكثر ولد اسمعيل عم بالتهامة خرج دوماء بن اسمعيل حتي نزل موضع دومة و بني له حصنا فقيل دوماء و نسب الحصن اليه ... قال ابو عبيد السكوني دومة جندل حصن و قري بين الشام و المدينة قرب جبلي طي ..... و دومة من القريات من وادي القرى * معجم البلدان *

مسا — رورنڈ مسٹر فارسٹر نے اس بات کے کہنے میں کہ اس شخص کی اولاد عراق عرب (الجزیرۃ) میں آباد ہوئی تھی بلا شبہہ غلطی کی ہی — اس میں کچھہ شک نہیں کہ یہہ قوم یمن میں آباد ہوئی اور اس امر کی تائید " موسا " کے نام سے ہوتی ہی جو ابتک یمن میں موجود ہی — یہہ مقام ڈی کہری صاحب کے نقشہ کے بموجب ۱۳ درجہ ۳۰ دقیقہ عرض بلد شمالی اور ۴۳ درجہ ۳۰ دقیقہ عرض بلد شرقی میں واقع ہی *

معلوم ہوتا ہی کہ یہہ قوم ابتداء نواح حجاز میں متوطن ہوئی تھی مگر اُس مقام کی تنگی کے باعث بعد کو یمن میں چلی گئی جو بوجہہ اپنی بے انتہا شادابی اور بہ کثرت پیداوار کے ملک حجاز پر بدرجہا فوقیت رکہتا تھا *

حدر — تواریخ الایام میں اس کو " حدد " لکھا ہی — اس شخص نے جنوبی سمت اختیار کی اور حجاز میں آبسا — اس امر کی تصدیق بیشمار بیرونی اور اندرونی شہادتوں سے ہوتی ہی — ایک مسلمان مورخ " الزہری " " حدد " کو منجملہ اُن بیشمار قوموں کے جن میں عرب کے باشندے منقسم تھے بالتصریح بیان کرتا ہی — یمن میں شہر حدیدہ اور بنی حدد کا موجود ہونا صریح ہمارے بیان کی صحت پر دلالت کرتا ہی *

تیما — حضرت اسمعیل کے پہلے دو بیٹوں کے بعد باعتبار شہرت کے تیما کا درجہ ہی — اس شخص کا ابتدائی مقام سکونت صوبہ حجاز تھا لیکن کسی نہ کسی زمانہ میں اُسکی اولاد تمام وسط نجد میں پھیل گئی اور بعض اُن میں سے خلیج فارس کے ساحل کی برابر برابر منتشر ہوگئی مگر ہمکو حضرت موسی کے کلام کی تصدیق جس سے حضرت اسمعیل کے بیٹوں کی ابتدائی آبادی کی جگہہ پائی جاتی ہی منظور ہی تو ہمکو اُسی مقام کی تحقیق اور تدقیق پر جہانتک اُن میں سے ہر ایک شخص نے ابتداءً سکونت اختیار کی تھی زیادہ تر توجہہ مبذول کرنی چاہیئے نہ اُس جگہہ کی نسبت جہانتک اُنکی اولاد بعد کو جا بسی *

یطور — رورنڈ مسٹر فارسٹر کہتے ہیں کہ اس بات کے یقین کرنے کے واسطے کامل دلیل ہی کہ اس قوم کا ابتدائی مقام سکونت ضلع " جدور " تھا — جبل قاسیوں کے جنوب اور جبل ایشنح کے مشرق اور شاہراہ حجاج کے مغرب میں *

نافیش — مشرقی مورخ کچھہ نہیں بیان کرتے کہ اس شخص نے کہاں سکونت اختیار کی تھی — مگر رورنڈ مسٹر فارسٹر کہتے ہیں کہ اس شخص کی اولاد سے ایک قوم عرب کا وادی القری میں موجود ہونا حضرت موسی اور مصنف تواریخ الایام اور جوسفس کی سہ گانہ شہادت سے بلاشک و اشتباہ متحقق ہی *

قیدماہ — معلوم ہوتا ہی کہ یہہ شخص ملک یمن کی نواح میں آباد ہوا — کیونکہ

مسعودي کا قول هی که ایک قوم موسوم به " قدمان " یمن میں تهي چنانچه اُس نے لکها هی *

اصحاب الرس کانوا من ولد اسمعیل و هم قبیلتان یقال لاحداهما قدمان والاخري یامین و قیل رعویل و ذلک بالیمن * مروج الذهب مسعودي *

ورنٹ مسٹر فارسٹر نے اس بات کے خیال کرنے میں عجیب غلطي کی هی که " کاظمه " جو خلیج فارس پر واقع هی اور جس کا ذکر ابوالفدا نے کیا هی اسي قیدر ماه سے مطابقت رکهتا هی *

تمام تلاش اور تفتیش کے بعد جو همنے حضرت اسمعیل کي اولاد کے ابتدائي مقام سکونت کے باب میں کي اُس سے یهه نتیجه پیدا هوا که اُن کے آثار یمن — (حویلاه) سے لیکر شام (شور) تک پائے جاتے هیں اور اسطرح پر حضرت موسی کے اس بیان کي تصدیق هوتی هی جو سفر تکوین باب ۲۵ ورس ۱۸ میں مندرج هی که " وه حویلاه سے شور تک آباد هوئے جو سامنے مصر کے هی جبکه تو اسریا کو روانه هو " *

حضرت اسمعیل سنه ۴۰۹۴ دنیوي مطابق سنه ۱۹۱۰ قبل حضرت مسیح کے پیدا هوئے تهے اور گهر سے نکلے جانے کے وقت اُن کي عمر سوله برس کي تهي — اگر اس مدت عمر پر بیس برس اور اضافه کیئے جاویں تو همارے نزدیک حضرت اسمعیل کے باره بیٹوں کي ولادت کے واسطے کافي مدت هوگیي — پس هم اس بات کو کهه سکتے هیں که سنه ۴۱۳۰ دنیوي یا سنه ۱۸۷۴ قبل حضرت مسیح تک اُن کا کوئي بیٹا پیدا نهیں هوا تها *

ان باره بیٹوں نے کوئي اور بڑي شهرت حاصل نهیں کي بجز اس کے که عرب کي باره مختلف قوموں کے مورث هوئے اور اسي باعث سے یهه قومیں مختلف شعبوں اور فرقوں میں منقسم نهیں هوئیں بلکه یکساں حالت میں رهیں — مگر ایک مدت مدید کے بعد عدنان کی اولاد جو قیدار ابن اسمعیل کي نسل میں تها مختلف شعبوں میں متفرق هوگئي اور کار هاے نمایاں سے شهرت حاصل کي *

مشرقي مورخ متفق الراے هیں عدنان کے دو بیٹے تهے " معد " اور " عک " — عک کي نسبت اُنکا صرف اسقدر بیان هی که وه یمن کو چلا گیا — مگر اُن کتبوں سے جنکو ورنٹ مسٹر فارسٹر نے عاد کي قوم کے کتبوں سے موسوم کیا هی اور جو حضر موت میں بمقام " حصن غراب " دریافت هوئے هیں صاف ثابت هوتا هی که اُس نے کچهه عرصه تک اُس ملک میں بادشاهي کي تهي — یهه کتبے مذکورةالصدر مقام میں سنه ۱۸۳۴ میں آنریبل ایسٹ انڈیا کمپني کے جهاز مسمی " پالي نورس " کے افسروں نے دریافت کیئے تهے — ان کتبوں کا پورا پورا بیان معه کتبوں کي نقل کے ایشیاٹک سوسائٹي آف بنگال کے جرنل کي تیسري جلد میں ملیگا — ورنٹ مسٹر فارسٹر نے جو کچهه لکها هی اُس سے پایا

جاتا ہی کہ اُس زمانہ میں "عک" وہاں کا فرماں روا تھا *

اس شاعرانہ کتبہ کی ٹھیک ٹھیک تاریخ قایم کرنے کی غرض سے ورنڈ مسٹر فارسٹر بیان کرتے ہیں کہ "عک" عدنان کا بیٹا تھا اور بموجب حدیث حضرت ام سلمہ کے جو آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات میں سے تھیں عدنان حضرت اسمعیل سے چوتھی پشت میں تھا جسکا یہہ نتیجہ ہی کہ وہ کتبہ مصر کے قحط سے تھوڑے ہی عرصہ پہلے لکھا گیا ہوگا — لیکن ورنڈ مسٹر فارسٹر نے اس میں بڑی غلطی کی ہی کیونکہ اُنہوں نے اس بات کے ثبوت میں کوئی کافی سند پیش نہیں کی ہی کہ آنحضرت صلعم نے عدنان کا حضرت اسمعیل کی چوتھی پشت میں ہونا کبھی بیان کیا تھا — انساب کی معتبر روایتوں کے بموجب عدنان آنحضرت صلعم سے بائیس پشت پہلے تھا — اب ایک پشت کی قدرتی میعاد پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ عک اُنتالیسویں صدی دنیوی میں یا دوسری صدی قبل حضرت مسیح میں ہوگا *

وائلہ ملقب بہ کلیب ابن ربیعہ بھی جو عدنان کی اولاد میں تھا بادشاہ ہوا تھا اور یمن والوں سے چند لڑائیاں بھی لڑا تھا *

زہیر ابن جذیمہ اور نیز قیس ابن زہیر بھی باری باری سے حجاز کے بادشاہ ہوئے تھے مگر ان لوگوں کی تاریخیں معین کرنے کے واسطے ہمارے پاس کوئی معتبر سند نہیں ہی اس لیئے ہم کسی قدر تیقن کے ساتھہ تاریخیں قرار نہیں دے سکتے لیکن خیال کرتے ہیں کہ یہہ وہی زمانہ ہوگا جبکہ سلطنت یمن اور اَور سلطنتیں حالت زوال میں تھیں *

عدنان کی نسل میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سنہ ۴۵۷۰ دنیوی یا سنہ ۵۷۰ عیسوی میں پیدا ہوئے اور تمام جزیرہ نماے عرب پر دینی اور دنیوی حکومت حاصل کی — عیسائی مصنفوں نے آنحضرت صلعم کے نسب نامہ کی نسبت بہت کچھہ لکھا ہی اور اُسکو غیر مثبت قرار دینے کے لیئے سعی بیحاصل کی ہی اور یہہ مناسب موقع تھا کہ ہم بھی اُس بحث میں شامل ہوتے اور عیسائی مصنفوں کے ہر ایک اعتراض کی تردید کرتے لیکن چونکہ ہمارا ارادہ ہی کہ اس مضمون پر ایک جداگانہ خطبہ لکھیں گے اس لیئے بالفعل اس بحث کا ملتوی کردینا مناسب ہی *

دوم — ابراہیمی یا بنی قطورہ

توریت مقدس میں لکھا ہی کہ "و دیگر ابراہیم زنے گرفت کہ اسمش قطوراہ بود و برایش زمران و یقشان و مدان و مدیان و یشباق و شوح را زائید و یقشان شبا و ددان را تولید نمود و پسران ددان اشوریم و لطوشیم و لومیم بودند و پسران مدیان عیفاہ و عیفر و حنوک و ابیداع و الداعاہ بودند تمامی ایشان پسران قطوراہ بودند — پس ابراہیم تمامی مایملک خود را بہ اسحق داد" (سفر تکوین باب ۲۵ ورس ۱ لغایت ۵) *

پھر سب لوگ عرب کو چلے گئے اور اُس قطعہ میں آباد ہوئے جو حدود حجاز سے خلیج فارس تک منتہی ہوتا ہی اور اُن کے نشانات ابتک جو اُس ملک میں واقع ہیں پائے جاتے ہیں *

انھی ابراھیمیوں میں سے حضرت شعیب نبی کو خداے تعالی نے اقوام عائکہ اور مدیان کو اپنی خالص عبادت کی تلقین اور ہدایت کرنے کے واسطے مبعوث کیا تھا *

مگر ہم ٹھیک نہیں کہہ سکتے کہ یہہ نبی کس زمانہ میں ہوئے تھے - لیکن اگر ہم یثرو کاہن مدیان کو جنکا ذکر سفر خروج باب ۱۸ ورس ۱ و ۲ میں ہی اور شعیب کو ایک ہی شخص خیال کریں جیساکہ عرصہ دراز سے لوگوں کو گمان ہی تو البتہ یہہ کہنا بہت صحیح ہی کہ یہہ نبی اُس وقت میں تھے جبکہ حضرت موسی بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر لائے تھے *

سوم — ادومی یا بنی عیسو

عیسو یعنی ادوم کی تین بیویاں تھیں - عاداہ — اہلیبامہ - باسمث - دختر حضرت اسمعیل و خواھر نبایوث — پہلی بیوی سے " الی فز " پیدا ہوا دوسری بیوی سے یعوش اور یعلام اور قورح پیدا ہوئے تیسری سے رعوئیل پیدا ہوا - الی فز کے بیٹے تیمان — اومر - صفو - گعتم - قنز - عمالیق تھے — رعوئیل کے بیٹے — نحث — زرح — شماہ - مزاہ پیدا ہوئے (سفر تکوین باب ۳۶) *

عیسو کی تمام اولاد قریباً قریباً کوہ سعیر کے قرب و جوار میں آباد ہوئی تھی - بعض نے ان میں سے اپنی سکونت عرب الحجر میں اور حجاز کی شمالی سرحد پر اختیار کی تھی مگر اُن لوگوں کی تعداد اسقدر کم تھی کہ اسوجہہ سے بعض مصنفوں نے بیان کیا ہی کہ عیسو کی اولاد کبھی عرب میں آباد نہیں ہوئی ؛

چہارم — بنی ناحور

سرولیم میور بیان کرتے ہیں کہ " عوص " اور " بوز " (دیکھو سفر تکوین باب ۲۲ ورس ۲۱) پسران ناحور برادر ابراھیم شمالی عرب کی بیشمار قوموں کے مورث تھے اور اس کی سند میں کتاب ایوب باب ۱ ورس ۱ اور نوحات یرمیاہ باب ۴ ورس ۲۱ اور کتاب یرمیاہ باب ۲۵ ورس ۲۰ کا حوالہ دیتے ہیں *

پنجم — بنی ھاران

سرولیم میور لکھتے ہیں کہ " یہہ قوم بہ نسبت دیگر اقوام متذکرہ بالا کے سب سے زیادہ شمال کی جانب رہتی تھی — اُن کے نہایت جنوبی مقامات بحر لوط (تتسی) کے مشرق میں واقع تھے اور اُن میں عمدہ سبزہ زار " بلکا " اور " کرک " کے شامل تھے " *

ھاران کے بیٹے حضرت لوط تھے — حضرت لوط کے بیٹے مواب اور بن عمی تھے - توریت

مقدس میں اُن کے پیدا ہونے کا نہایت ناپاک واقعہ اس طرح پر لکھا ہی " و لوط از صوعر بر آمد و در کوہ ساکن شد و دو دخترانش بہ همراهش زیرا کہ از سکون در صوعر ترسید و او و دو دخترانش در مغارہ ساکن شدند — و دختر بزرگ بہ دختر کوچک گفت کہ پدر ما پیر شد و کسی در زمین نیست کہ موافق عادت کل زمین بما درآید — بیا پدر خود را شراب بنوشانیم و با او بخوابیم و از پدر خود نسلي را زندہ نگاہ داریم — پس در ان شب پدر خویشتن را شراب نوشانیدند و دختر بزرگ داخل شدہ با پدر خود خوابید و او نہ بوقت خوابیدنش و نہ بوقت برخاستنش اطلاع بہم رسانید — و روز دیگر واقع شد کہ دختر بزرگ بہ دختر کوچک گفت کہ اینک دی شب با پدر خود خوابیدم امشب نیز اورا شراب بنوشانیم وتو داخل شدہ با او بخوابی و از پدر خود نسلي را زندہ نگاہ داریم — و آں شب نیز پدر خود را شراب نوشانیدند و دختر کوچک برخاستہ با او خوابید کہ او نہ بوقت خوابیدنش و نہ بوقت برخاستنش اطلاع بہم رسانید — و دو دختر لوط از پدر خود شاں حاملہ شدند — و دختر بزرگ پسرے را زائید و اسمش را مواب نامید کہ تا بحال پدر موابیان او است — ودختر کوچک او نیز پسرے را زائید و اسمش را بن عمی نامید کہ تا بحال پدر بني عمون او است " (سفر تکوین باب ۱۹ ورس ۳۰ لغایت ۳۸) *

حضرت لوط اور اُنکي بیٹیوں کي نسبت جوکچھہ اس مقام میں لکھا هی عیسائي اُس سب کو قبول کرتے هیں اور یقین کرتے هیں کہ حضرت لوط نے اپني صلبي بیٹیوں سے مقاربت کی تهی مگر ایسا یقین کرنا در حقیقت تصدیک کے قابل هی اگر ایسا ہوا ہوتا تو کیا یہہ ایک مقدس شخص کي تہذیب اور متانت کے متناقض نہیں هی ؟ اور کیا حضرت لوط جیسے پاک شخص کے خلاف شان نہیں هی ؟ *

مسلمان اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اور قرآن مجید میں اگرچہ لوط کا قصہ هي مگر اُس میں یہہ بات کہ اُنہوں نے اپني بیٹیوں سے مقاربت کي تهي مذکور نہیں هی *

توریت مقدس میں جو کچھہ بیان هی اُس کي نسبت هم خیال کرتے هیں کہ جو معني عیسائي مصنفوں نے لیئے هیں وہ صحیح نہیں هیں — آٹھویں ورس میں لوط کا قول لکھا هی کہ " مرا دو دختریست کہ مردے را ندانستہ اند تمنا اینکہ ایشاں را بہ شما بیروں آورم و با ایشاں آنچہ در نظر شما پسند است بکنید " *

قرآن مجید میں اس جگہہ تثنیہ کا لفظ نہیں هی بلکہ جمع کا هی جیساکہ سورہ هود میں هی " هٰؤلاء بناتي هن اطهر لکم " اور سورہ حجر میں هی " قال هٰؤلاء بناتي ان کنتم فاعلین " — مسلمان عالموں کا قول مختار یہہ هی کہ لفظ " بنات " سے حضرت لوط کي صلبي بیٹیاں مراد نہیں هیں بلکہ قوم کي عورتیں مراد هیں اور یہہ بات حضرت لوط نے اس مراد سے کہي تهي جیسیکہ کہ وہ همیشہ اُن کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ تم اپني خراب

عادت فعل خلاف فطرت انسانی کو چھوڑو اور عورتوں سے نکاح کرو اور اُن کے ساتھہ رہو کہ وہ تمہارے لیئے پاکیزہ زندگی ہی *

توریت مقدس میں اس مقام پر لفظ بنوث בנות آیا ہی جو بمعنی بنت کے ہی — مگر جس طرح عربی زبان میں بنت کا استعمال سوائے اصلی بیٹیوں کے اور عورتوں پر بھی ہوتا ہی اسی طرح عبری زبان میں بھی عام عورتوں پر بھی ہوتا ہی — ڈاکٹر ولیم اسمتھہ کی عبرانی ڈکشنری میں لفظ "بث" اور لفظ "بنوث" کی نسبت لکھا ہی کہ وہ عام عورتوں پر بھی بولا جاتا ہی جیسا کہ کتاب امثال سلیمان باب ۳۱ ورس ۲۹ میں استعمال ہوا ہی — پس اس مقام میں بھی اس لفظ سے اصلی بیٹیاں مراد نہیں ہیں عورتیں مراد ہیں بلکہ غالباً لونڈیاں — کیونکہ حضرت لوط کی جو بیٹیاں تھیں جیسیکہ سفر تکوین باب ۱۹ ورس ۱۲ میں لکھا ہی اُن کی شادیاں ہوچکی تھیں اور اُن کے شوہر موجود تھے *

جب حضرت لوط سدوم سے فرار ہوئے تو اُن کے داماد اور اُن کی بیٹیاں اُن کے ساتھہ نہیں گئے صرف حضرت لوط کی بیوی اور وہی دو عورتیں جن کا اوپر ذکر ہوا اور جن کو بیٹیاں کرکے تعبیر کیا ہی اور جو غالباً لونڈیاں تھیں ساتھہ گئی تھیں — رستہ میں اُن کی بیوی زندہ نہیں رہی صرف وہی دو چھوکریاں اُن کے ساتھہ تھیں *

قرآن مجید میں اگرچہ اُس مقاربت کا جو مغائرۂ کوہ میں اُن دونوں چھوکریوں نے حضرت لوط کے ساتھہ کیا کچھہ ذکر نہیں ہی — لیکن جو کچھہ کہ توریت مقدس میں لکھا ہی اگر اُس کو صحیح تسلیم کرلیا جاوے تو بھی اُن دونوں چھوکریوں کا حضرت لوط کی اصلی بیٹیاں ہونا اُسی وجہہ سے جو ہم نے اوپر بیان کی قابل یقین کے نہیں ہی — اور جبکہہ وہ لونڈیاں تھیں تو اُن کے ساتھہ مقاربت گوکہ وہ دھوکے ہی سے ہوئی ہو بموجب اُس زمانہ کی شریعت کے ناجایز نہ تھی *

سفر تکوین باب ۱۹ ورس ۳۲ و ۳۴ میں لکھا ہی کہ اُن دونوں چھوکریوں نے حضرت لوط کو باپ کہکر تعبیر کیا ہی اس کہنے سے بھی اُن چھوکریوں کا اصلی بیٹیاں ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ باپ کا لفظ بہت زیادہ عام ہی اور اُس کا اطلاق مالک اور بزرگ شخص پر عموماً ہوتا ہی *

سرولیم میور کے اس بیان کو کہ بنی عمان عرب کے کسی حصہ میں آباد نہیں ہوئے بلکہ شمال ہی میں رہے ہم تسلیم نہیں کرسکتے کیونکہ ہمارے نزدیک بنی عمان خلیج فارس کے برابر برابر بستے تھے اور اُن کا نام اب تک اُس حصہ عمان میں پایا جاتا ہی جو تمام قطعہ کے درمیان موجود ہی — اگر بنی عمان عرب میں آباد نہیں ہوئے تھے جیسیکہ سرولیم میور کی راے ہی تو اُن کو اقوام عرب میں شمار کرنا مناسب نہ تھا *

تمام عرب المستعربہ میں جو نوح کی نسل سے ہیں صرف بنی اسمعیل ہی کی کثرت

ہوئی اور کچھہ عرصہ کے بعد مختلف قوموں اور شعبوں میں منقسم ہوگئے — مگر اُن کے مقابل کی قومیں ایک سکون اور غیر مبدل حالت میں رہیں *

جبکہ ہم ان قوموں کے شعبوں کا شمار اور حال بیان کرینگے تو یہہ بات ظاہر ہوگی کہ ایک قوم کے کسی شخص کو اپنی قوم چھوڑ کر دوسری قوم میں جاملنا اگر بالکل ناممکن نہ تھا تو حد سے زیادہ دشوار تو ضرور تھا خصوصاً اس وجہہ سے کہ اُس زمانہ میں تمدنی حالت نہایت محدود تھی اور لوگ اپنے مورثوں کے کار ہاے نمایاں کی بڑی عظمت کرتے تھے اور اُن کو فخریہ یاد رکھتے تھے اور ہرایک شریف قوم کا آدمی خودسرائی کا بندہ تھا اور بالتخصیص عرب کی مختلف قومیں اپنی قوم کی امتیاز موجودہ کو قایم اور برقرار رکھنے اور اپنی قوم کو اَوْر قوموں کی ملاوٹ سے علحدہ رکھنے میں نہایت درجہ محتاط تھیں *

مندرجہ ذیل فہرست اُن قوموں کی ہی جو سکون اور غیر مبدل حالت میں رہیں *

١ — بنی ناحور ابن ترح سے — بنوا ناحور   ٢ — ہاران ابن ترح سے — بنوا ہاران

٣ — مواب ابن لوط ابن ہاران ابن ترح سے ——— بنوا مواب   ٤ — عمان ابن لوط سے ——— بنوا عمان

٥ — اولاد ابراہیم سواے اولاد اسمعیل سے ——— بنوا ابراہیم   ٦ — اولاد ابراہیم بطن قطورہ سے — بنوا قطورہ

٧ — عیسو عرف ادوم ابن اسحق ابن ابراہیم سے — بنوا ادوم —

مندرجہ ذیل قومیں اسمعیل کی اولاد میں ہیں جو بہ مقابل اور قوموں کے بہت جلد بڑہ گئیں اور عرب کے تمام ملک میں پھیل گئیں *

٨ — اسمعیل ابن ابراہیم سے — بنوا اسمعیل — مگر اسمعیل کے بارہ بیٹوں کے نام سے علحدہ علحدہ بارہ قومیں چلیں —

٩ — نبایوث سے — بنوا نبایوث — ١٠ قیدار سے — بنوا قیدار — ١١ — ادبئیل سے — بنوا ادبئیل — ١٢ — مبسام سے — بنوا مبسام — ١٣ — مشماع سے — بنوا مشماع ١٤ — دوماہ سے — بنوا دوماہ — ١٥ مسا سے — بنوا مسا — ١٦ حدر سے — بنوا حدر ١٧ — تیما سے — بنوا تیما — ١٨ — یطور سے — بنوا یطور — ١٩ نافش سے — بنوا نافش ٢٠ — قیدماہ سے — بنوا قیدماہ *

حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹوں میں سے قیدار کی اولاد نے ایک عرصہ کے بعد شہرت حاصل کی اور مختلف شاخوں میں متفرع ہوگئی — مگر بہت صدیوں تک یہہ بھی اپنی اصلی حالت پر رہی اور مدت تک اُن میں ایسے لائق اور نامی اشخاص جنہوں نے اپنی لیاقتوں اور عجیب و غریب قابلیتوں کی وجہہ سے نامور ہونے کا استحقاق حاصل

کیا ہو یا سلطنتوں اور قوموں کے بانی ہوئے ہوں پیدا نہیں ہوئے اور اسی وجہہ سے قیدار کی اولاد کی تاریخ کے سلسلہ کو مرتب کرنے میں بہت سی صدیوں کا فصل واقع ہوجاتا ہی — مگر یہہ ایک ایسا امر ہی جس سے عرب کی قومی اور ملکی روایت کی جو حضرت اسمعیل کی نسبت چلی آتی ہی کما حقہ تصدیق ہوتی ہی — کیونکہ ایک جلا وطن ماں اور بیٹے کی اولاد کی کثرت اور ترقی کے واسطے جو ایسی بیکس اور مصیبت زدہ حالت میں خانہ بدر کی گئی تھی ضرور بلکہ یقیناً ایک عرصہ درکار ہوا ہوگا — خصوصاً ایسی ترقی کے واسطے جس نے انجام کار اُن کو دنیا کی تاریخ میں ایک نہایت نامور اور ممتاز جگہہ پر پہونچایا اور اُن کی اولاد نے ایسے ایسے کار ہاے نمایاں دیئے جنکی نظیر کسی قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی *

مگر باوجود ان تمام باتوں کے ہم عرب کی تاریخ میں قیدار کی اولاد میں اُس قوم کی ابتدا سے اُس وقت تک کہ اُس کو شہرت ہوئی آٹھہ نام پاتے ہیں یعنی — حمل — نابت — سلامان — الهمیسع — الیسع — اُدد — اُد — عدنان *

یہہ وہی عدنان ہی جس کا بیٹا عک یمن کا بادشاہ ہوا تھا اور جس کا ذکر ہم اوپر کرچکے ہیں *

مندرجہ ذیل قبایل عدنان کی اولا میں ہیں

۲۱ — ایاد ابن معد ابن عدنان سے ایادی ۲۲ — قنص ابن معد سے — قنصی
۲۳ — مضر ابن نضرابن معد سے — بنوا مضر ۲۴ — ربیع ابن نضرابن معد سے — بنوا ربیعہ
۲۵ — اسد ابن ربیع سے — بنوا اسد ۲۶ — ضبیعہ ابن ربیعہ سے — بنوا ضبیعہ

قبایل ذیل ضبیعہ کی اولاد میں ہیں

۲۷ — بنوا ابوالکلب — ۲۸ بنواشحنہ ۲۹ جدیلہ ابن اسد ابن ربیعہ سے — بنواجدیلہ
۳۰ — عنزہ ابن اسد سے — بنوا عنزہ ۳۱ — عمیر ابن اسد سے — بنوا عمیر
۳۲ — عبدالقیس ابن اقصی ابن دومی ۳۳ — الدیل ابن شن ابن اقصی ابن
ابن جدیلہ سے — بنوا عبدالقیس عبدالقیس سے — بنوا الدیل شنی

قبایل ذیل الدیل کی اولاد میں ہیں

۳۴ — بنوا بہثہ ۳۵ — ضوحان ابن وادیہ ابن لکیز ابن
اقصی ابن عبدالقیس وایلہ سے — بنوا وایلہ
۳۶ — انمار ابن عمروابن وادیہ سے — بنوا انمار ۳۷ — عجل ابن عمرو سے — بنوا عجل قیسی
۳۸ — محارب ابن عمرو سے بنوا المحارب ۳۹ — الدیل ابن عمرو سے — بنوا الدیل

قبایل ذیل الدیل کی شاخ ہیں

۴۰ — بنوا صوحان ۴۱ — العوق ابن عمروابن وادیہ سے — بنوا العوق یا عوقی

۴۲ — اولاد بکر ابن حبیب ابن عمرو ابن غنم ابن تغلب ابن وایل ابن قاسط ابن حنب ابن اقصی ابن دومی ابن جدیلہ سے ——— الاراقم ۴۳ — بکر ابن وایل ابن قاسط سے — بنوا بکر ۴۴ — تغلب ابن وایل ابن قاسط سے — بنوا تغلب —

قبایل ذیل تغلب کی اولاد میں ھیں

۴۵ — بنوا عکب — ۴۶ — بنوا عدی — ۴۷ — بنوا کنانہ یا قریش تغلب — ۴۸ بنوازھیر — ۴۹ — بنوا عتاب — ۵۰ — غنم ابن حبیب ابن کعب ابن یشکر ابن وایل سے ——— بنوا غنم

۵۱ — لجیم ابن صعب ابن علی ابن بکر سے — بنوا لجیم —

قبایل ذیل لجیم کی اولاد میں ھیں

۵۲ — بنوا ھفان — ۵۳ بنوا عجل — ۵۴ — اولاد مالک ابن صعب سے — بنوا ازمان ۵۵ — ذہل ابن ثعلبہ ابن عقبہ ابن صعب سے — بنوا ذہل ۵۶ — شیبان ابن ثعلبہ سے — بنوا شیبان

قبایل ذیل شیبان کی اولاد میں ھیں

۵۷ — بنوا الورثہ — ۵۸ — بنوا الجدرہ ۵۹ — بنوا الشقیقہ —

۶۰ — اولاد تیم اللات ابن ثعلبہ سے — اللہازم ۶۱ — سدوس ابن شیبان ابن ذہل سے — سدوسی ۶۲ — تمعہ عرف قیس عیلان ابن الیاس ابن مضر سے — قیس عیلانی یا بنوا قیس ۶۳ — عمرو ابن قیس عیلان سے — بنوا عمرو

قبایل ذیل عمرو کی اولاد میں ھیں

۶۴ — بنوا خارجہ — ۶۵ — بنوا وابش ۶۶ — بنوا یشکر — ۶۷ — بنوا عوف — ۶۸ — بنواوھم ۶۹ — بنوا رباح — ۷۰ — سعد ابن قیس عیلان سے — بنوا سعد

۷۱ — غطفان ابن سعد سے — بنوا غطفان ۷۲ — معن ابن عسر ابن سعد سے — بنوا معن ۷۳ — غنی ابن عسر سے ——— بنوا غنی

قبایل ذیل غنی کی اولاد میں ھیں

۷۴ — بنوا ضبیعہ — ۷۵ — بنوا بھثہ ۷۶ — بنوا عبود

۷۷ — منبہ ابن عسر سے — بنوا منبہ

قبایل ذیل منبہ کی اولاد میں ھیں

۷۸ — بنوا حسر — ۷۹ — بنوا سنان ۸۰ — اشجع ابن غطفان ابن صعب سے — بنوا اشجع

قبایل ذیل اشجع کی شاخ ھیں

۸۱ — بنوا دھمان — ۸۲ — ذبیان ابن بغیض ابن رایس ابن غطفان سے — بنوا ذبیان

قبایل ذیل ذیبان کی اولاد میں ھیں

٨٣ — بنوا فزارہ — ٨٤ — بنوا العشراء ٨٥ — عبس ابن بغیض سے — بنو عبس

٨٦ — سعد ابن ذیبان ابن بغیض سے — بنوا سعد —

قبایل ذیل سعد کی اولاد میں ھیں

٨٧ — بنوا جحاش — ٨٨ — بنوا سبیع — ٨٩ — بنو حشور —

٩٠ — خصفہ ابن قیس عیلان سے — بنوا خصفہ —

قبایل ذیل خصفہ کی شاخ ھیں

٩١ — بنوا جسر — ٩٢ — ابو مالک ابن عکرمہ ابن خصفہ سے — بنوا ابو مالک —

٩٣ — منصور ابن عکرمہ سے — بنوا سلیم

قبایل ذیل منصور کی اولاد میں ھیں

٩٤ — بنوا حرام — ٩٥ — بنوا خفاف ٩٦ — بنوا سمان — ٩٧ — بنوا رعل —

٩٨ — بنوا ذکوان — ٩٩ — بنوا مطرود ١٠٠ — بنوا بهز — ١٠١ — بنوا قنفذ —

١٠٢ — بنوا رفاعہ — ١٠٣ — بنوا شرید ١٠٤ بنوا قبتہ —

١٠٥ — سلامان ابن عکرمہ سے — سلامانی ١٠٦ — ھوازن ابن منصور سے — بنوا ھوازن

١٠٧ — مازن ابن منصور سے — بنوا مازن ١٠٨ — سعد ابن بکر ابن ھوازن سے — بنوا سعد

١٠٩ — نصر ابن معاویہ ابن بکر سے — بنوا نصر ١١٠ — مرہ ابن صعصعہ ابن معاویہ سے — بنوا مرہ یا بنوا سلول —

١١١ — نمیر ابن عامر ابن صعصعہ سے — نمیری ١١٢ — ھلال ابن عامر سے — بنوا ھلال

١١٣ — ربیعہ ابن عامر سے — بنوا مجد — ١١٤ — اولاد عمرو ابن عامر سے — بنوا البکا

١١٥ — معاویہ ابن کلاب ابن ربیعہ سے — بنوا معاویہ ١١٦ — جعفر ابن کلاب سے — بنوا جعفر

١١٧ — اولاد عمرو ابن کلاب سے — بنوا ددان ١١٨ — اولاد عبداللہ ابن کعب ابن ربیعہ سے — بنوا العجلان —

١١٩ — اولاد قشیر ابن کعب سے — بنوا ضمرہ ١٢٠ — اولاد منبہ ابن ھوازن سے — ابو ثقیف

قبایل ذیل ابو ثقیف کی اولاد میں ھیں

١٢١ — بنوا مالک — ١٢٢ — بنوا احلاف ١٢٣ — طابخہ ابن الیاس ابن مضر سے — بنوا طابخہ یا بنوا خندف —

١٢٤ — تیم ابن عبد مناۃ ابن اد ابن طابخہ سے — بنوا تیم

١٢٥ — عدی ابن عبد مناۃ سے — بنوا عدی ١٢٦ — ثور ابن عبد مناۃ سے — ثوری

قبایل ذیل عبد مناۃ کی اولاد میں ھیں

١٢٧ — الرباب — ١٢٨ — بنوا نصر ١٢٩ — بنوا مازن — ١٣٠ — بنوا السید

۱۳۱ - بنوا عایذہ - ۱۳۲ - بنوا تیم اللات ۱۳۳ — بنوا زمان — ۱۳۴ — بنوا عوف
۱۳۵ - بنوا شمُیم - ۱۳٦ - بنوا الزحل ۱۳۷ — بنوا بنجالہ —
۱۳۸ —مزینہ ابن عد ابن طابخہ سے —مزنی ۱۳۹ — مر ابن عد سے — بنوا ظاعنہ —

قبایل ذیل ظاعنہ کی شاخ ھیں

۱۴۰ — بنوا صوفہ — ۱۴۱ — تمیم ابن مر سے — بنوا تمیم —

قبایل ذیل تمیم کی اولاد میں ھیں

۱۴۲ — حبطات — ۱۴۳ - بنوا عصیہ ۱۴۴ — البراجم — ۱۴۵ — بنوا کلیب
۱۴٦ — بنوا ریاح — ۱۴۷ — بنوا مرہ ۱۴۸ — بنوا مقرہ — ۱۴۹ — بنوا حمان
۱۵۰ — بنوا حنظلہ — ۱۵۱ — بنوا دارم ۱۵۲ — بنوا عدویہ — ۱۵۳ — بنوا لطہیہ
۱۵۴ - آل صفوان — ۱۵۵ - آل عطارد — ۱۵٦ - بنوا عوف -
۱۵۷ — مدرکہ ابن الیاس ابن مضر سے بنوا مدرکہ یا بنوا خندف — ۱۵۸ - ھذیل ابن مدرکہ سے — بنوا حذیل یا حذیلی —
۱۵۹ —تمیم ابن سعد ابن حذیل سے —بنوا تمیم ۱٦۰ - حریب ابن سعد سے — بنوا حریب
۱٦۱ - مناعہ ابن سعد سے — بنوا مناعہ ۱٦۲ - خناعہ ابن سعد سے — بنوا خناعہ
۱٦۳ - جہم ابن سعد سے —— جہمی ۱٦۴ — غنم ابن سعد سے —— غنمی
۱٦۵ - حرث ابن سعد سے —— حرثی ۱٦٦ خزیمہ ابن مدرکہ سے —— بنوا خزیمہ
۱٦۷ - الہون ابن خزیمہ سے - بنوا الہون -

قبایل ذیل الہون کی اولاد میں ھیں

۱٦۸ — بنوا القارہ — ۱٦۹ — عضلی ۱۷۰ — الدیشی —
۱۷۱ - اسد ابن خزیمہ سے — بنوا اسد ۱۷۲ - دودان ابن اسد سے —— دودانی
۱۷۳ — کاھل ابن اسد سے — کاھلی ۱۷۴ — حملہ ابن اسد سے —— حملی
۱۷۵ - عمرو ابن اسد سے — عمری -

قبایل ذیل عمرو کی اولاد میں ھیں

۱۷٦ - بنوا فقعس — ۱۷۷ - بنوا الصیدا ۱۷۸ - بنوا نصر — ۱۷۹ — بنوا الزنیہ
۱۸۰ - بنوا عاضرہ — ۱۸۱ - بنوا نعامہ - ۱۸۲ — کنانہ ابن خزیمہ سے — بنوا کنانہ
۱۸۳ - مالک ابن کنانہ سے — بنوا مالک -

قبایل ذیل مالک کی اولاد میں ھیں

۱۸۴ - بنوا فقیم — ۱۸۵ — بنوا فراس ۱۸٦ بنوا بحور -
۱۸۷ — ملکان ابن کنانہ سے - بنوا ملکان ۱۸۸ — عبد منات ابن کنانہ سے — بنوا عبد منات

قبایل ذیل عبد مناۃ کي اولاد میں هیں

۱۸۹ - بنوا مدلج — ۱۹۰ - بنوا جذیمہ ۱۹۱ — بنوا لیث — ۱۹۲ — بنوا الدیل
۱۹۳ - بنوا ضمرۃ — ۱۹۴ — بنوا غفار ۱۹۵ — بنوا عریج -
۱۹۶ — عمرو ابن کنانہ سے — عمریون ۱۹۷ — عامر ابن کنانہ سے — عامریون

قبایل ذیل کنانہ کي شاخ هیں

۱۹۸ — الاحابیش — ۱۹۹ — نضر ابن کنانہ سے — بنوا النضر
۲۰۰ - مالک ابن نضر سے — بنوا مالک ۲۰۱ - الحرث ابن مالک سے — مطیبین

قبایل ذیل الحرث کي شاخ هیں

۲۰۲ — بنوا الخلج — ۲۰۳ - فهر ابن مالک سے - بنوا فهر یا قریش
۲۰۴ - محارب ابن فهر سے — بنوا محارب ۲۰۵ — غالب ابن فهر سے — بنوا غالب
۲۰۶ - تیم ابن غالب سے - بنوا تیم یا بنوا الادرم ۲۰۷ — لوي ابن غالب سے — بنوا لوي
۲۰۸ — عامر ابن لوي سے — بنوا عامر -

قبایل ذیل عامر کي اولاد میں هیں

۲۰۹ — حسل — ۲۱۰ — معیص ۲۱۱ - سامہ ابن لوي سے — بنوا سامہ —
۲۱۲ — سعد ابن لوي سے — بنوا سعد —

قبایل ذیل سعد کي شاخ هیں

۲۱۳ — بنانہ - ۲۱۴ - خزیمہ ابن لوي سے — بنوا خزیمہ

قبایل ذیل خزیمہ کي شاخ هیں

۲۱۵ - بنوا عایذہ — ۲۱۶ - حرث ابن لوي سے - بنوا الحرث
۲۱۷ - عوف ابن لوي سے - بنوا العوف ۲۱۸ - کعب ابن لوي سے - بنوا کعب
۲۱۹ - عدي ابن کعب سے - بنوا عدي ۲۲۰ - هصیص ابن کعب سے - بنوا هصیص

قبایل ذیل هصیص کي اولاد میں هیں

۲۲۱ - بنوا سهم - ۲۲۲ - بنوا جمح ۲۲۳ - مرۃ ابن کعب سے — بنوا مرۃ
۲۲۴ — تیم ابن مرۃ سے — بنوا مرۃ ۲۲۵ — مخزوم ابن مرۃ سے — بنوا مخزوم
۲۲۶ — کلاب ابن مرۃ سے — بنوا کلاب ۲۲۷ — زهرۃ ابن کلاب سے — بنوا زهرۃ
۲۲۸ - قصي ابن کلاب سے - بنوا قصي یا مجمع —

قبایل ذیل کلاب کي اولاد میں هیں

۲۲۹ - نوفلیون — ۲۳۰ - عبدالدار ابن قصي سے — داري -

قبایل ذیل عبدالدار کي شاخ هیں

۲۳۱ - شیبي - ۲۳۲ - امیہ ابن عبدالشمس ابن عبد مناف ابن قصي سے — بنوا امیہ

۲۳۳ - هاشم ابن عبد مناف سے - بنو هاشم ۲۳۴ - عبدالمطلب ابن هاشم سے - بنوا مطلب
۲۳۵ - عباس ابن عبدالمطلب سے - عباسي ۲۳۶ - علي ابن ابوطالب ابن عبدالمطلب سے علوي
۲۳۷ - فاطمه بنت محمد صلی الله علیه وسلم سے - سادات بني فاطمه علیها السلام —

اس مطلب سے که اقوام مذکوره بالا کا سلسله بخوبي ذهن نشين هوجائے اور آساني سے سمجهه میں آجائے اس مقام پر ایک شجره عرب مستعربه کي قوموں کا شامل کیا جاتا هی *

عرب کي قوموں کے بیان کو ختم کرتے وقت اس بات کا بیان کرنا مناسب هی که عرب میں ایک دستور تها که ایک ضعیف قوم یا وه قوم جو زوال کي حالت میں پڑجاتي تهي اکثر اپنے آپ کو کسي زبردست قوم میں ملا دیتي تهي — اس اختلاط کے مقصد کو نه سمجهنے سے غیر ملک کے مورخ بڑي غلطي میں پڑے هیں — کیونکه اُن میں سے بعضوں نے یهه خیال کیا هی اور بعض مورخ اب تک یهي سمجهتے هیں که ایسا اختلاط نسب کے علاقه رکهتا هی اور اُس کے بعد وه دونوں قومیں ایک هي لقب یعني زبردست قوم کے لقب نسبي سے ملقب هوجاتي تهیں اور اسي بنا پر اُن کا مقوله هی که عرب کي قومیں انقلابات اجتماع کے همیشه زیر مشق رهي هیں — لیکن یهه خیال بالکل غلط هی - کیونکه وه دونوں قومیں اس طرح پر مخلوط نهیں هوتي تهیں که ایک هي مورث اعلی کي نسل سے خیال کي جاتي هوں بلکه اُس اختلاط کے یهه معني تهے که زبردست قوم زبردست قوم کے تابع اور اُس قوم کے قوانین اور رسم ورواج کي پابند هوجاتي تهي اور ضرورت کے وقت اور هر ایک امر میں اُس قوم کي ساتهي اور مدد گار هوتي تهي - دونوں قوموں کے آدمي ایک هي نامي سردار کے جهنڈے کے نیچے جمع هوتے تهے اور اگر اُن دونوں قوموں کے کسي آدمي سے کوئي جرم سرزد هوتا تها جسکي عوض تمام قوم سے تاوان اٹهائے جانے کا دستور تها تو وه تاوان برابر دونوں قوموں پر عاید هوتا تها *

لفظ سراسین کي تحقیق

اس خطبه کے ختم کرنے سے پہلے مناسب هی که لفظ " سراسین " کي بابت جو یونانیوں نے زمانه جاهلیت کے بعض عربوں کي نسبت استعمال کیا هی اور جسکا اطلاق انجام کار تمام جزیره نماے عرب کے باشندوں پر قبل ظهور اسلام اور نیز بعد ظهور اسلام هوگیا هی کچهه گفتگو کي جاوے - متعدد مورخوں نے اپني ذهانت کو اس لفظ کے ماخذ کے بیان کرنے کي کوشش میں صرف کیا هی اور هر ایک نے ایک نیا ڈهنگ اُس کے ماخذ تلاش کرنے کا اختیار کیا هی جس نے بارها پرانے تعصبات کو ظاهر کردیا هی *

همارے نزدیک یهه بات کافي هی که ریورنڈ پوکاک صاحب نے اپني کتاب تاریخ عرب میں جو کچهه اُس کي نسبت لکها هی بعینه اُس کو اس مقام پر ترجمه کردیں

وہ لکھتے ہیں کہ اس مضمون پر ہمارے مصنفوں نے ابتک جو کچھہ چھاپا ہی اُس میں کسی جگہہ میں اس امر کی قابل اطمینان دلیل نہیں پاتا ہوں کہ وہ لوگ جو پہلے عرب کہلاتے تھے آخر میں "سراسین" کے نام سے کیوں موسوم ہوئے - جن لوگوں نے کہ اس نام کو "سرح" سے مشتق کیا ہی اُن کی راے کی کماحقہ تردید ہوگئی ہی — اب عموماً یہہ گمان ہی کہ یہہ نام "سرق" (چوری) سے نکلا ہی جس سے ایک وحشی اور لٹیری قوم سے صریح مراد ہی — مگر یہہ نام اُن کو کہاں سے ملا ؟ - اسمیں کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ یہہ نام خود اُنہیں کے ہاں سے نہیں شروع ہوا ہوگا بلکہ کسی اَور قوم کی زبان سے یہہ لفظ لیا گیا ہی - کیونکہ عرب ایسے نام کو جو موجب رسوائی اور ذلت کا ہی اپنے لیئے کب گوارا کرتے — اب عالموں کو یہہ تحقیق کرنا باقی ہی کہ آیا اُن لوگوں کے نام کو جو عام طور پر اور علانیہ قزاقی اور رہزنی کے لیئے مشہور ہیں لفظ "سرق" سے مشتق کرنا جایز ہوسکتا ہی جسکے معنی خفیہ چوری کرنے کے ہیں یا نہیں - اب اگر کوئی "سراسین" کی تحقیق میں میری تبعیت کرنا چاہے تو اُس کو اپنی آنکھیں شرق کی طرف کھولنی چاہیئیں — کسواسطے کہ "سراسینس" اور "سراسی نائے" کی آواز میں "شرقی" اور اُس کی جمع "شرقیوں" اور "شرقیین" کی نسبت کیا فرق ہوگا جس کے معنی اہل الشرق یعنی باشندگان شرقی کے ہیں جس طرح کہ سابق میں عربوں کو علی الخصوص یہودی خیال کرتے تھے کیونکہ اُن کی سر زمین کا شرقی حصہ (حسب قول طاسیطوس) عرب سے محدود ہی — اسیطرح توریت مقدس (سفر تکوین باب ۱۰ ورس ۳۰) یقطان کی اولاد کو جو عرب تھی مشرق میں بیان کرتی ہی یعنی ساحل کے اُس حصہ پر جومابین "میشام" اور "سفار" کے جو مشرق میں ایک پہاڑ ہی واقع ہی - یعنی اگر "آرساتیاس" قابل اعتبار ہو "من مکة الی ان تجئي مدینة الجبال الشرقی" یعنی مکہ سے وہاں تک کہ تم اس مشرقی پہاڑ کے شہر تک آؤ یا جیسا کہ مسودہ "کو ڈیکس" میں مرقوم ہی "اے المدینة الشرقي" — یعنی مشرقی شہر تک (جس سے میری دانست میں مدینہ (منورہ) مراد ہی) جو جانب شرق واقع ہی - حضرت سلیمان کی عقل כָל בְּנֵי־קֶדֶם تمام اہل الشرق کی عقل سے بڑھکر خیال کی گئی ہی یعنی (حسب بیان اُس یہودی کے گو وہ کوئی ہو جس نے کہ صحف ملوک کا عربی میں ترجمہ کیا ہی) "سراسین" یا عربوں کی عقل سے اسطرح یرمیاہ نبی (باب ۴۹ ورس ۲۸) میں اعراب بنی قیدار کو "اہل الشرق" בני קדם کہا ہی - علامہ "ہیو گو گروشیس" بیان کرتا ہی کہ عیسائیان سابق کی یہہ راے تھی کہ وہ عقلا جو حسب بیان متی حواری (باب ۲) یسوعش کو آئے تھے ملک عرب سے آئے تھے اور اُس کا خود بھی یہی عقیدہ تھا - نناسوس (فوتیس میں) لکھتا ہی کہ میںنے اپنی سفارت کی جو بجانب بنی عشرقیہ -

بني حمير - اور سراسين اور ديگر اقوام پرستش كنندة كي تهي تعميل كردي - اس ليئے " سراسينس " كا اور مشرقي اقوام كے زمرة ميں شامل هونا صرف اسي وجهہ سے تها كه وة مشرق ميں آباد تهے - محمد الفيروزآبادي - صفي الدين اور اور لوگوں كا بيان هى كه مشرق كے چند اور مقامات بهي بديں وجهہ كه وة مشرق كے اور حصوں ميں واقع تهے بنام " شرقة " " و شرقيه " موسوم تهے - اور أن كا يهہ بهي بيان هى كه هم نے سنا هى كه ايسے مقامات كے باشندے اهل الشرق كهلاتے هيں - ايسي هي دليل سے أن لوگوں كو بهي جو ايسے ملك ميں بستے هيں كه به لحاظ اور ملكوں كے " الشرق " يعني پورب كهلاتا هو اسي نام سے ملقب كيوں نهيں كرنا چاهيئے ورنه وة اپنے اور أن لوگوں كے درميان جو اپني هي بولي ميں اپنے آپ كو مغربي يعني باشندۂ جزيرۂ ضوري تانيا كهتے هيں كس طرح پوري پوري تميز كر سكتے هيں - اسي طرح سے جيسے كه باشندهاے ملك مغرب " المغاربة " كهلاتے هيں وة لوگ بهي جو عرب ميں متوطن هيں " مشارقة " يا " سراسينس " كهے جاسكتے هيں اور يهہ نام انكي عادات و اوضاع كے لحاظ سے نهيں ركها گيا هى بلكه باعتبار أنكي جاے سكونت كے ركها گيا هى — اسي طرح سے تم أس مشهور و معروف حكيم بوعلي سينا كي أس نامي كتاب كا نام " سراسينك فلاسفي " يعني " الفلسفة المشرقية " كنچهہ أسكي جاهليت كي وجهہ سے نهيں كهتے هو بلكه أس كے مشرقي هونے كے سبب سے — رهي يهہ بات كه عربي حرف ش كا يوناني Σ كي مانند تلفظ هوا هى اس سے كوئي دشواري نهيں هوتي كيونكه وة عبراني حرف ש كا بهي اسي طرح تلفظ كرتے تهے — لفظ " سراسينس " كا ايك اور مادة بهي هوسكتا هى يعني " شرك " اس واسطے كه وة خداے واحد كے شريك قرار ديتے تهے — ليكن يهہ نام جو قديمي عربوں كي نسبت اس قدر موزون هى مسلمان لوگ أن كا اطلاق از راة بے انصافي و ناحق انديشي عيسائيوں پر كرتے هيں اور عيسائي أس سے استغفار پڑهتے هيں مگر يهہ امر همارے مضمون سے علاقه نهيں ركهتا *

همارے اس خطبه كے ساتهه ملك عرب كا ايك نقشه بهي هوگا جس سے أميد هى كه اكثر متنازعه فيه مقامات مختلف قوموں كي سكونت گزيني كا ٹهيك مقام بهت سے بيانوں كا صحيح صحيح موقع - پهاڑوں شهروں وغيرة كي كيفيت واصليت دريافت هوجاويگي *

شايد اس كے پڑهنے والے كو توقع هو كه نامي گرامي شهر مكه معظمه كا مفصل حال — أس كي بنا كي كيفيت — سنگ اسود كي اصليت - اور أن رسوم كي ابتدا اور أن كي حقيقت جو بيت الله ميں كي جاتي هيں يهہ سب باتيں اس خطبه ميں دريافت هونگي ليكن چونكه ايسے عظيم الشان اور دل چسپ مضامين كي كامل تشريح كي اس خطبه ميں گنجايش نه هوتي اس ليئے هم أن كا بيان ايك آخر خطبه ميں كسيقدر تفصيل كے ساتهه كرينگے *

۵۵
۶۰
نقشۂ عرب
جسمین ایسے نام بھی لکھے گئے ہین جو کتب عہد عتیق یعنے توریت وغیرہ
کتب یہود اور اسلامی روایتون مین مذکور ہین
ان نامون کے ساتھہ توریت وغیرہ کتابون کا حوالہ دیا گیا ہے
خلیج عمان

نقشہ متذکرہ بالا میں ہمنے اُن مقامات کو بھی درج کیا ہی جنکا حوالہ توریت مقدس سے دیا ہی اور اُن کے ساتھہ اس پاک کتاب کے مخصوص بابوں اور آیتوں کا بھی حوالہ دیدیا ہی *

ان مقامات کی ٹھیک ٹھیک جگہوں کے متعین کرنے میں ہم نے اُس بے بہا نقشہ عرب سے فائدہ اُٹھایا ہی جس کو رورنڈ کارٹرٹ پی - کیری - ایم - اے - نے مرتب کیا ہی *

النصوص الباهرة في حرية الهاجرة علي مايستفاد من كتب اليهود

افادها

المولوي عنايت رسول چڑيا كوٹي سلمه الله تعالى

ام حضرت اسمعیل علیہ السلام کا نام عبری زبان میں (ہاغار) הָגָר اور عربی میں (ہاجر) ہی یہہ بادشاہ مصر کی بیٹی تھیں *

سفر الیشار میں جو یہودیوں کی ایک معتبر تاریخ ہی لکھا ہی کہ " شہر بابل دارالسلطنت نمرود میں جہاں تارح یعنی آذر اور ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے تمام خاندان کے لوگ رہتے تھے ایک شخص حکیم ہنر مند ذکی الطبع فطین جو اکثر علوم و صنایع میں کمال رکھتا تھا رہتا تھا اُس کا نام رِقیون רְקְיוֹן تھا مگر وہ بہت مفلس ومحتاج و مفلوک تھا تنگدستی و سختی سے وطن میں رہنا نا مناسب سمجھکر مصر کی راہ لی جب وہ وہاں پہونچا اور اُس کی لیاقت و دانشمندی باشندگان مصر پر ظاہر ہوئی تو بادشاہ مصر نے اُس کو براہ قدر دانی اعیان سلطنت میں داخل کیا رفتہ رفتہ بالکل حاوی ہوا بالاخر وہاں کا بادشاہ ہوگیا یہہ پہلا شخص ہی جس کا لقب فرعون ہوا اسی فرعون کے زمانہ بادشاہت میں بوجہہ قحط سالی کے حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے معہ اپنے اہل بیت کے مصر میں تشریف لیگئے *

رقیون רְקְיוֹן اور ہاغار הָגָר دونوں عبری لفظ ہیں اور اس سے استدلال ہوسکتا ہی کہ وہ دونوں عبرانی یعنی بنی عیبر تھے اور کیا عجب ہی کہ اُسی قبیلہ کے ہوں جس قبیلہ کے حضرت ابراہیم تھے اور ظاہرا اسی خیال سے کہ بادشاہ مصر اُن کا ہموطن یا ہم قبیلہ ہی اس قحط و مصیبت میں حضرت ابراہیم نے مصر میں جانے کا قصد کیا ہو جیسا کہ ہرایک انسان کو ایسے موقع پر اس قسم کا خیال ہوسکتا ہی *

جب حضرت ابراہیم مصر میں پہونچے اور اُنہوں نے حضرت سارہ کا اپنی بی بی ہونا ظاہر نہ کیا بلکہ بہن ہونے کا جو رشتہ تھا وہ ظاہر کیا تو فرعون نے حضرت سارہ سے شادی کرنی چاہی اور حضرت ابراہیم کو بہت کچھہ دیکر حضرت سارہ کو بقصد شادی اپنے گھر لے گیا *

اس واقعہ سے بھي استدلال ہوسکتا ہی کہ فرعون بادشاہ مصر کو بسبب ہم قوم ہونے کے زیادہ تر حضرت سارہ سے شادي کرنے کي رغبت ہوئي تھي *

غرضکہ ہنوز شادي نہونے پائي تھي کہ مختلف قسم کے صدمات فرعون پر واقع ہوئے اور اُن کے سبب سے فرعون نے حضرت سارہ کے حال کي زیادہ تفتیش کي تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابراہیم کي بیوي بھي ہیں اسوقت فرعون نے اُن کو حضرت ابراہیم پاس بھیجدیا اور ہاجرہ اپني بیٹي کو بھي اُن کے سپرد کیا *

فرعون نے جو اپني بیٹي ہاجر کو حضرت سارہ کے ساتھہ کردیا ظاہرا اُس کے کئي سبب معلوم ہوتے ہیں — ابراہیم اور سارہ کي نیکي اور بزرگي اور اُن کا اور فرعون و ہاجر کا ہم قوم ہونا اس بات کے لیئے بڑي رغبت ہوئي ہوگي کہ فرعون اپني بیٹي کو اُن کي تعلیم اور تربیت اور صحبت میں سپرد کرے کیونکہ مصري اُس کے قوم و قبیلہ سے نہ تھے — علاوہ اس کے اُس زمانہ میں اور اُس خاندان میں شادي و بیاہ میں ہم کفو ہونے کا بہت خیال تھا مصر میں رقیبوں فرعون مصر کے خاندان کا کوئي شخص نہ تھا اور یہہ بہت بڑي ترغیب اس بات کي تھي کہ ہاجر سارہ کے سپرد کي جاوے تاکہ اُن کي تربیت میں رہے اور کہیں کفو میں اُس کي شادي ہوجاوے - رخصت کے وقت فرعون نے اپنے بیٹي ہاجر کو سمجھایا کہ تیرا رہنا ان کے ساتھہ تیرے لیئے میرے پاس رہنے سے بہتر ہی — اس سمجھانے سے بھي صاف ظاہر ہوتا ہی کہ کس خیال سے فرعون نے اپني بیٹي اُن کے سپرد کي تھي *

بعد اس کے جب حضرت ابراہیم معہ ہاجر فرعون کي بیٹي کے وہاں سے چلے تو فرعون نے اُن کے ساتھہ پیادے مامور کیئے تاکہ بحفاظت پہونچ جاویں چنانچہ یہہ سب لوگ بہ آرام تمام معہ احمال و اثقال و لونڈي و غلام وغیرہ کے جو بادشاہ مصر نے اُن کو دیئے تھے اپنے ملک میں جہاں اُنہوں نے سکونت اختیار کي تھي بخیر و خوبي پہونچ گئے اُس وقت ابراہیم ہاجر کي بدولت بہت دولت مند و مالدار ہوگئے چنانچہ توریت میں لکھا ہی *

וַיַּעַל אַבְרָם מִמִּצְרַיִם הוּא וְאִשְׁתּוֹ וְכָל — אֲשֶׁר־לוֹ וְלוֹט עִמּוֹ הַנֶּגְבָּה׃
וְאַבְרָם כָּבֵד מְאֹד בַּמִּקְנֶה בַּכֶּסֶף וּבַזָּהָב׃

ان لفظوں کو اس مقام پر عربي خط کے حرفوں میں لکھتے ہیں *

وَ یعَل ابرام مِمِّصرایم هُو و اِشتّو وخَل اشرلو و لوط عِمّو هنّغبا

و ابرام کابید مئود بمّقنه و بکسِف و بزاهاب

ترجمہ عربي " نصعد ابرام من مصر هو و زوجته و کل ماله و لوط معه الی القبلة و ابرام عظیم جدا بالماشیة والفضة و الذهب

ترجمہ اُردو " اور کوچ کیا ابراہیم نے مصر سے اُس نے اور اُس کی بی بی نے معہ اپنے کل مال کے اور لوط کے شمال کی طرف کو — کتاب پیدایش باب ۱۳ آیت ۱ و ۲ *

غرضکہ اس مورخ کے بیان سے ظاہر ہی کہ ہاجر بادشاہ مصر کی بیٹی تھیں تعلیم تہذیب کے لیئے سارہ کے سپرد کی گئی تھیں اور اُن کا ہم وطن ہونا بلکہ ادنی تامل سے اہل خاندان سے ہونا پایا جاتا ہی *

مفسرین توریت بھی حضرت ہاجر کو بادشاہ مصر کی بیٹی لکھتے ہیں چنانچہ (ربی شلومو اسحاق) نے کتاب پیدایش کے سولھویں باب کی پہلی آیت کی تفسیر میں جو لکھا ہی اُس کو بعینہ اس مقام پر نقل کرتے ہیں *

בַּת פַּרְעֹה הָיְתָה כְּשֶׁרָאָה נִסִּים שֶׁנַּעֲשׂוּ לְשָׂרָה אָמַר מוּטָב שֶׁתְּהֵא בִתִּי שִׁפְחָה בְּבַיִת זֶה וְלֹא גְּבִירָה בְּבַיִת אַחֵר׃

اس عبارت کو عربی خط کے حرفوں میں لکھا جاتا ہی *

" بَتْ پَرعُه هَايْتَا كِشِرَا نِسِّيم شِنَّعِسُو لِسَارَه آمَر مُوطَاب شِتِّهَا بِتِّي شِفْحَه بِبَيِت زِه ولُو گِبِيرَه بِبَيِت آحِير "

(ترجمہ عربی) هي كانت بنت فرعون لما را آلا يات التي اخرجت بسارة قال ما اطيب ان تكون بنتي خادمة في بيت ذا ولا ان تكون سيدة فى بيت اخر *

(ترجمہ اُردو) " وہ فرعون کی بیٹی تھی جب دیکھا اُن کراماتُ کو جو بوجہہ سارہ واقع ہوئیں تو کہا بہتر ہی کہ رہے میری بیٹی اُس کے گھر میں خادمہ ہوکر اس سے کہ ہو دوسرے کے گھر میں ملکہ " *

اس عبارت کا ترجمہ اس طرح پر بھی ہوسکتا ہی کہ " میری بیٹی کا رہنا اس کے خاندان میں خادمہ ہوکر بہتر ہی دوسرے کے خاندان میں ملکہ ہوکے رہنے سے " *

سنہ ۱۸۵۰ ع میں بمقام کلکتہ اسی بات کا مباحثہ ہوا تھا اور اکثر یہودیوں نے اس بات کو تسلیم کیا تھا کہ حضرت ہاجر لونڈی نہیں تھیں بادشاہ مصر کی بیٹی تھیں *

توریت مقدس سے کسی طرح حضرت ہاجرہ کا لونڈی ہونا ثابت نہیں ہی نہایت صاف اور روشن بات ہی کہ اُسوقت کے حالات پر جو ہم نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہی کہ اُس زمانہ میں لونڈی و غلام دو طرح پر ہوتے تھے شبا سے اور غنیمت سے یعنی یا تو وہ لونڈی و غلام ہوتے تھے جو لڑائی میں اسیر ہوکر آتے تھے اور وہ (شبیوت حرب) שְׁבֻיוֹת חֶרֶב کہلاتے تھے یعنی غنیمت جنگ صیف یا وہ لونڈی اور غلام کہلاتے تھے جو خریدے جاتے تھے اور اُن کو מִקְנַת כֶּסֶף (مقنت کسف) کہتے تھے یا اُن کی اولاد لونڈی و غلام ہوتے تھے

בלת הבית (بيا ت هابيت) وليد البيت يعني خانه زاد مگر حضرت هاجره اُن باتوں سے پاک تھیں پھر وہ کیونکر لونڈي ہوسکتي تھیں اُن کو لونڈي کہنا محض بہتان ھی *

اب رهي یهه بات که یهودیي اُن کو کیوں لونڈي کہتے تھے اس کا بڑا سبب یهه هی که یهودیي بني اسمعیل کی همیشه حقارت کرتے هیں اور ضد و عداوت سے ایسی باتیں جن سے بني اسمعیل به نسبت بني اسرائیل کے حقیر سمجھے جاویں منسوب کرتے هیں اور اسي خیال سے اُن لوگوں نے غلط طور پر توریت مقدس سے بهي حضرت هاجر کے لونڈي هونے پر استدلال کیا هی مگر وہ استدلال سرتاپا غلط اور بالکل تحریف هی جس کو بالتفصیل هم بیان کرتے هیں *

حضرت سارہ ابڈهي هوگئي تهیں اور اُن کے اولاد نهوئي تهي اس لیئے اُنهوں نے حضرت هاجر کو زوجه بنانے کي اجازت دي که اُنهي سے کچهه اولاد پیدا هو چنانچه هاجر سے حضرت اسمعیل پیدا هوئے اس کے چند روز بعد حضرت سارہ بهي حامله هوئیں اور حضرت اسحاق پیدا هوئے حضرت اسحاق کئي برس کے هوگئے تهے اُن کا دودہ بهي چهٹ چکا تها اور حضرت اسمعیل اُن سے عمر میں کچهه بڑے تهے دونوں میں آپس میں کچهه تکرار هوگئي جیسا که دو بچوں میں هوجاتي هی حضرت سارہ کو یهه بات بري معلوم هوئي اور اُس لڑائي جهگڑے میں حضرت ابراهیم سے کہا که اس لونڈي کو اور اُس کے لڑکے کو نکال دو اس مقام پر جو حضرت سارہ نے حضرت هاجر کو لونڈي کہا اس سے یهه استدلال نهیں هوسکتا که وه حقیقت میں لونڈي تهیں بلکه جس طرح عورتیں لڑائي غصه میں خصوصاً جبکه دو عورتیں بلکه دو سوکنیں میں بچوں پر تکرار هوجاوے ایک دوسرے کو تهتک اور حقارت کے کلمے کہه اُتهتي هیں اسیطرح حضرت سارہ نے بهي یهه لفظ امه אמה یعني لونڈي کا حضرت هاجر کي نسبت کہا اس سے کسطرح یهه ثابت نهیں هوسکتا که وه درحقیقت لونڈي تهیں مگر یهودیوں کو اور جو لوگ یهودیوں کي پیروي کرتے هیں اُن کو ایک موقع حضرت هاجر کو لونڈي کهنے کا مل گیا *

حضرت سارہ کی اس بات سے حضرت ابراهیم نهایت ناراض هوئے مگر خدا نے اُن کي تسلي کي اور کہا که اس لونڈي اور بچه کي طرف سے رنج مت کر تو انکو نکال دے میں اس لونڈي کے بچه سے ایک قوم پیدا کرونگا *

اس مقام پر جو خدا نے لونڈي کہا وہ بعینه نقل حضرت سارہ کے قول کی هی یعني سارہ نے جس کو حقارت سے لونڈي اور لونڈي کا بچه کہا هی اُسي سے میں ایک قوم پیدا کرونگا یهه ایسي بات هی که جیسے کوئي شخص کسي لایق آدمي کو کہے که یهه نالایق کیا کام کرتا هی پس اس دوسرے شخص کا بهي اُس کو نالایق کہنا اس بات کي دلیل نهیں هوسکتا که درحقیقت وہ شخص نالایق هی۔ اور جبکه یهه بات ثابت هوچکي هی که حضرت

ہاجر بیٹی رقیون بادشاہ مصر کی بلکہ ہم قوم و ہم وطن ابراہیم کی تھیں اور جو وجوہ رقیبت کی اُس زمانہ میں تھیں اُن سے بھی حضرت ہاجر بری تھیں تو ان الفاظ سے جو لڑائی و جھگڑے و غصہ میں بولے گئے ہیں کسی طرح اُن کا واقعی لونڈی ہونا مراد نہیں ہوسکتا *

علاوہ اس کے لفظ امہ אָמָה مجازاً محاورہ میں زوجہ پر بھی بولا جاتا ہی یہودیوں میں دستور تھا کہ دختر کا باپ بروقت شادی کے بعوض دختر کے پسر کے باپ سے کچھ روپیہ لیتے تھے تب بیٹی دیتے تھے جیسے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی بعض قوموں میں دستور ہی اور اس دستور کو بیٹی کا بیچنا کہتے تھے مگر وہ لونڈی نہوتی تھی بلکہ زوجہ شرعی ہوتی تھی اور تمام حقوق زوجیت کے اُس کو حاصل ہوتے تھے ایسی زوجہ پر بھی لونڈی کا مجازاً اطلاق ہوا ہی چنانچہ توریت مقدس کی دوسری کتاب باب ۲۱ — آیت ساتویں میں لکھا ہی کہ " خدا نے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی لڑکی کو بیچے (امہ) ہونے کے لیئے تو وہ لونڈیوں کی طرح نکل نہ جاویگی اگر وہ اپنے مالک کی نظر میں ناپسند ہو جس سے اُس نے زفاف نہیں کیا تو فدیہ دیگا بوجہہ نا پسند ہونے کے اجنبی قوم کے پاس بیچ نہیں سکتا اور اگر اپنے پسر کی خلوت میں دیا تو لڑکیوں کے دستور کے موافق برتاؤ ہوگا اور اگر اُس کے اوپر دوسری کرلی تو حقوق زوجیت یعنی کھانا کپڑا خلوت کم نکریگا اور اگر یہہ تینوں امر اُس کے ساتھہ نہ کیئے جاویں تو بلا قیمت چھوٹ جاویگی " *

جو کہ ان آیتوں سے مسایل فقہیہ مستنبط ہوتے ہیں اس لیئے علماء یہود نے اس میں بہت غور کی ہی کل مباحثہ لکھنا طول ہی مگر جسقدر کہ اس مقام کے مناسب ہی مختصراً لکھا جاتا ہی *

ان آیتوں میں لفظ امہ אָמָה سے لونڈی مراد نہیں ہوسکتی اول تو انہی آیتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ یہاں لونڈی سے بیوی یعنی زوجہ شرعی مراد ہی دوسرے یہہ کہ یہہ سب آیتیں بنی اسرائیل کی شان میں ہیں جیسا کہ سیاق دلالت کرتا ہی اور بموجب توریت مقدس کے لونڈیوں کیطرح بنی اسرائیل کی بیع و شرا جایز نہیں ہی چنانچہ اس کی تفصیل توریت مقدس کی تیسری کتاب باب ۲۵ ۔ آیت ۴۲ اور دوسری کتاب باب ۲۲ آیت ۳ میں مندرج ہی ۔ بنی اسرائیل چوری کے جرم میں یا دشمن کی قید میں سے چھوڑانے کے لیئے خریدے جاسکتے تھے اور صرف سات برس تک مالک کی بطور غلام کے خدمت کرتے تھے حضرت یوسف کے بھائی بھی چوری کے جرم میں بطور غلام رکھے لیئے گئے تھے مگر وہ غلام نہ تھے *

اور اگر فرض کریں کہ اس آیت میں جو احکام ہیں وہ غیر بنی اسرائیل کے لیئے ہیں تو بھی آیت کے معنی درست نہونگے کیونکہ غیر بنی اسرائیل لونڈی و غلام بنائے جا

برس کو خود آزاد هوجاتے تهے اور آیت میں حکم هی که وه آزاد نهوگي اس مقام پر تفسیر رشي کي عبارت نقل کي جاتي هی جس سے مطلب مذکور ثابت هوتا هی *

אִם רָעָה בְּעֵינֵי אֲדֹנֶיהָ : שֶׁלֹּא נָשְׂאָה חֵן בְּעֵינָיו לְכוֹנְסָהּ : אֲשֶׁר לֹא יְעָדָהּ : שֶׁהָיָה לוֹ לְיַעֲדָהּ לְהַכְנִיסָהּ לוֹ לְאִשָּׁה וּכֶסֶף קְנִיָּתָהּ הוּא כֶּסֶף קִדּוּשֶׁיהָ וְכָאן רָמַז לְךָ הַכָּתוּב שֶׁמִּצְוָה בְיִעוּד וְרָמַז לְךָ שֶׁאֵינָהּ צְרִיכָה קִדּוּשִׁים אֲחֵרִים :

صورت اس کي عربي خط میں تورات *

ام راعه بعيني ادونيها شلا ناسئه حين بعيناو لكونساه : اشر لا يعاداه : شهايا لو ليعاداه لهكنيساه لو لاشا و كسف قنيتاه هو كسف قدوشيها و كان رامز لاخ هكا توب شمصوه بيعود و رامز لاخ شاينا صريخه قدوشيم آحريم

(ترجمه عربي) و ان قبحت بعين بعلها : لانه لخلوتها ماهوي الذي لم يزفها : وكان له ان يزفها و يتخلى بها للتزويج و ثمن شرايها هو ثمن نكاحها و في الاية كناية بامر النكاح و بانه لايجوز مع الغير عرسها *

اُردو ترجمه (توریت) اگر بري هی اپنے خاوند کي نظروں میں (تفسیر) که اُسے رغبت نهوئی اُس کے ساتهه خلوت کي (توریت) جس نے زفاف نکیا (تفسیر) که اُس کو مناسب تها اُس سے زفاف اُس کے ساتهه خلوت کرنا جورو کرنے کے لیئے اور قیمت اُس کي خرید کي قیمت هی اُس کي شادي کي اور یہاں کنایه هی که آیت میں حکم شادي کا هی اور کنایه هی که وه دوسرے سے شادي کرنے کي مجاز نهیں *

اسي موقع پر اس بات کا بهي خیال کرنا چاهیئے که جس طرح ایسي جورو پر جس کي بابت بعوض شادي روپیه دیا گیا هو مجازاً لونڈي کا اطلاق هوا اسي طرح ایسي جورو پر بهي جو بطور دوله کے آئي هو مجازاً لونڈي کا اطلاق هوا هی جیسیکه ابي غایل حضرت داؤد کي بیوي پر لونڈي اور خادمه کا اطلاق هوا هی جس کا ذکر عنقریب آتا هی اور چونکه یهه امر حضرت هاجر کے حال سے بهي نهایت مناسب تها اس لیئے مجازاً اُن کي نسبت بهي امه یعني لونڈي بولا گیا مگر جبکه رقیت کسی طرح ثابت نهیں هی تو اُس لفظ سے حقیقي لونڈي مراد هو نهیں سکتي

اگر یهه کها جاوے که ان مقاموں میں بهي امه سے جورو مراد هی مگر سریه تو یهه

کہنا بہي صحيح نہوگا اس لئے که جب بني اسرائيل کي لڑکياں لونڈياں ہو هي نہيں
سکتي تهيں تو سريه کيونکر هوسکتي هيں *

اور اگر يهه شبهه کيا جاوے که جن مقاموں کا بيان هوا وهاں قرينه هي جس سے امه
سے لونڈي مراد نہيں هوسکتي مگر جہاں حضرت هاجر کي نسبت امه کا اطلاق هوا هي
وهاں کيا قرينه هي جس سے حقيقي معني چهوڑکر مجازي معني لئے جاويں اس شبهه
کے رفع کرنے کو ناظرين کو ذرا توجهه کي تکليف دي جاتي هي *

حضرت ابراهيم عليه السلام کے زمانه ميں بلکه اُن کے بعد بهي يهه دستور تها که لونڈي
ميراث نہيں پاتي تهي چنانچه اسي وجهه سے ليا اور راحيل يعقوب عليه‌السلام کي بيبيوں
نے اُن سے کہا که " کيا اب همارے لئے اپنے باپ کے گهر ميں کچهه حق ميراث هي کيا هم
اجنبيه نہيں شمار کي گئيں کيونکه بيچڈالا همکو اور قيمت بهي کها گيا ' پيدايش باب ۳۱
آيت ۱۴ و ۱۵ *

اور لونڈي کي اولاد جو دوسري سے هو وه بهي لونڈي اور غلام هوتي تهي اُنکے لئے ميراث
نه تهي چنانچه يهه حکم موسی کو بهي ديا گيا اور لونڈي کي اولاد جو مالک سے هو وه
بيوي کي اولاد کے ساتهه ميراث نہيں پاتي تهي جو کچهه اُنکو باپ اپني زندگي ميں
ديديوے وهي اُنکو ملتا تها اور يهي وجهه تهي که ابراهيم عليه السلام نے قطوره کي اولاد کو
اپني زندگي ميں کچهه ديکر الگ کرديا تها جيسا که کتاب پيدايش باب ۲۵ ميں مندرج
هي — جبکه يهه قاعده شرعي معلوم هوگيا تو اب اصل مطلب کي طرف رجوع کرنا چاهيئے
که جب ساره نے حضرت ابراهيم سے کہا که اس لونڈي اور اُس کے لڑکے کو نکال تو اُس کي
وجهه يهه بيان کي که ميراث نه پاوے لونڈي بچه ميرے بيٹے اسحاق کے ساتهه — اس سے
صاف ظاهر هي که ساره کو انديشه يهي تها که اسمعيل اسحاق کے ساتهه ميراث پاوينگے
پس اگر هاجر لونڈي هوتيں يا اسمعيل لونڈي بچه هوتے تو ميراث پانے کا خيال کيونکر
هوتا بلکه اُس وقت کي شريعت ميں يهه حکم تها که زوجه مطلقه ميراث نہيں پاتي تهي
اور جس لڑکے کو باپ عاق يعني ساقط الميراث کرديتا تها وه بهي ميراث سے محروم هوجاتا
تها اس ليئے حضرت ساره نے حضرت ابراهيم سے درخواست کي تهي که هاجر کو اور اُس کے
لڑکے کو نکال دے يعني ايک کو طلاق دے اور ايک کو عاق کرے تاکه دونوں مستحق ميراث
نرهيں يهه قرينه هي که ان آيتوں ميں امه کا لفظ جو خلاف محل واقع هوا هي اُس سے
اُس کے مجازي معني مراد هيں اور حقيقي مراد نہيں هوسکتے علاوه اس کے اور بهي قرينے
قويه هيں جنکا ذکر آگے آتا هي *

ان مقامات کے سوا کسي مقام ميں حضرت هاجر کي نسبت لونڈي کا لفظ توريت
ميں نہيں آيا هي بلکه (شفحه) שִׁפְחָה کا لفظ آيا هي اور "شفحه" کے معني لونڈي کے

تیوں میں انقلوس یہودی نے جس نے توریت کا ترجمہ کالدی زبان میں کیا ہی شفحہ کا ترجمہ امتا جو بمعنی امۃ ہی لکھا ہی اور اس سبب سے اکثر مترجموں نے توریت کے ترجموں میں جو اور زبانوں میں کیئے اُس لفظ کا لونڈی ترجمہ کیا حالانکہ لونڈی کو عبری زبان میں (امہ) אָמָה کہتے ہیں جو عربی لفظ امۃ کا موافق ہی اور شفحہ کے معنی خادمہ کے ہیں ہم تفرقہ بتانے کے لیئے سمول باب ۲۵ کی ۴۱ آیت نقل کرتے ہیں اُس سے امہ اور شفحہ کا فرق ظاہر ہوجاویگا *

וַתֹּאמֶר הִנֵּה אֲמָתְךָ לְשִׁפְחָה לִרְחֹץ רַגְלֵי עַבְדֵי אֲדֹנִי :

اس عبارت کو عربی حرفوں میں لکھا جاتا ہی *

وتومر هنّه اماتخا لشفحه لرحوص رغلي عبدي ادوني *

(ترجمہ عربی) وقالت نعم انا امۃ له خادمۃ تغسل رجل عبيد سيدي *

(ترجمہ اردو) اور کہا ہاں اُس کی لونڈی خادمہ ہی اپنے سردار کے خادموں کا پانوں دھونے کے لیئے *

یہہ قول ابی غایل حضرت داؤد کی بی بی کا ہی جبکہ حضرت داؤد نے اُس کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تھا اور وہ بطور قبولہ کے حضرت داؤد کے ہاں آئی تھیں *

(شفحہ) کے اصلی معنی جیسا اہل لغت لکھتے ہیں قبیلہ کی عورت کے ہیں . علاوہ اس لفظ کا اور (مشپاحہ) מִשְׁפָּחָה کا جس کے معنی قبیلہ کے ہیں ایک ہی لیکن عرف میں اس کے معنی خادمہ کے ہیں پھر اس لفظ سے لونڈی سمجھنا یا غلطی ہی یا تعصب ہی *

تیسرا مقام جہاں سے اُنکے لونڈی ہونے پر استدلال کرتے ہیں پیدایش باب ۲۵ پہلی آیت سے ۶ آیت تک جسکا ترجمہ یہہ ہی" اور ابراہیم نے پھر عورت کی جسکا نام قطورہ تھا اور اُس سے زمران - یقشان - مدان - مدیان - یشباق - شوحہ پیدا ہوئے : اور یقشان کے شبا اور ددان پیدا ہوئے : ددان کی اولاد اشوریم لطوشیم لاممیم : مدیان کی اولاد عیفا عیفر حنوخ ابی دع اور الداعا یہہ سب قطورہ کی اولاد ہیں : اور دیا ابراہیم نے جو کچھہ اُنکے تھا اسحاق کو : اور سریہ کی اولاد کو ابراہیم نے اپنی حیات میں کچھہ دیکر اسحاق کے پاس سے نکال دیا پورب طرف شرقی عرب میں : یہاں چھٹی آیت میں واقع ہی לִבְנֵי הַפִּילַגְשִׁים (لبنی هفیلغشیم) جس سے استدلال کرتے ہیں פִּילֶגֶשׁ (پیلغش) פִּלַּגְשָׁא پلغش جسے کلدی میں פִּלַּגְתָּא (پولقتا) یا פִּלַּקְתָּא پولقتا کہتے ہیں یا לְחֵינָה (لحینا) بولتے ہیں اس کے معنی بے شبہہ سریہ کے ہیں اور اُس کی جمع موافق قاعدہ کے פִּילַגְשִׁים

(پیلغشیم) آئي هی ربي سليمان ابن اسحاق نے لکھا هی נָשִׁים בִּכְתֻבָּה וּבְלֹא כְתֻבָּה اس کے معني يهه هيں که جس کے ليئے کابين صداق يعني کابين نامه هو اُسے ناشيم" کہتے هيں اور جس کے ليئے کابين نامه نهو اُسي "پيلغشيم" کہتے هيں پهر نوع يهه امر ثابت هي که پيلغش سريه هی استدلال يهه هی که آيت ميں "پيلغشم" بلفظ جمع هی اور اُس سے مراد قطورہ اور هاجر هيں کيونکه ساره کے سوا يهي دو بيبياں ابراهيم کی ثابت هيں اسليئے يهه سريه هونگي فقط يهه شبهه "پيلغشم" کے لفظ سے پيدا هوا جال يهه هی که عبري ميں جمع 'يے' اور 'ميم' سے آتي هی لهذا جمع 'پيلغشيم' هونا چاهيئے ليکن توراة ميں اُس مقام ميں پيلغشم بدون يے کے وارد هی پيلغشيم نهيں هی اس لفظ پر مفسرين نے بحث کي هی بعض نے اسکو جمع مانا هی اور يے کے نهونے کي يهه توجيه کي هی که ابراهيم کے ايک هي سريه تهی اس واسطے يے کوگرا ديا * رشي חָסֵר כְּתִיב שֶׁלֹּא הָיְתָה אֶלָּא פִּלֶגֶשׁ אַחַת ؛ مقصور لکها گيا کيونکه ايک هي سريه تهي *. ساتهه هي اس کے اس مفسر نے يهه بهي لکهديا هی که وه سريه هاجر تهيں اور وهي قطورہ هيں يعني هاجر اور قطوره ايک هي کا نام هی يهه بات صحيح نهيں معلوم هوتي جسکا بيان هوگا انشاء الله تعالی اور اسي طرح اکثر مفسرين نے تسليم کيا هی که سريه ابراهيم کي ايک هي تهي لهذا پيلغشم سے جمع مقصود نهيں اور نه بصورت جمع هی تو اسي وجهه سے اونقلوس نے جو قديم مترجم هی اس لفظ کے ترجمه ميں לְחֵינָתָא (لحيناثا) لفظ واحد اختيار کيا هی ايسي حالت ميں اس سے استدلال کيونکر هوسکتا هی کيونکه مدار حجت جمعيت تهي اور وه غير مسلم هی باقي رهي يهه بات که وه سريه جس کي شان ميں يهه آيت وارد هی هاجر هيں اس بيان سے که هاجر هی کا نام قطوره هی دعوی بلادليل هی سياق کلام سے ظاهر هی که اس باب ميں قطوره اور اُن کي اولاد کا ذکر هی اور اُنهيں کو آيت سريه بتاتي هي علاوه اس کے דִּבְרֵי הַיָּמִים سفر التواريخ اول کے پهلے باب کي ٣٢ آيت ميں جهاں سب کے نسب نامے لکهے هيں جو اهل کتاب ميں معتبر هی لکها هی וּבְנֵי קְטוּרָה פִּילֶגֶשׁ אַבְרָהָם ۔ ترجمه يه اور بني قطوره سريه ابراهيم فلاں اور فلاں يهه وهي اشخاص هيں جنهيں پيدايش کے باب ٢٥ ميں قطوره کي اولاد گنايا هی اور فلسطين کے پورب سکونت کی اجازت دي هی يهاں سے قطوره کا سريه هونا بخوبي ثابت هی اور اسی مقام پر ٣٣ آيت کے اخير ميں لکها هی כָּל־אֵלֶּה בְּנֵי קְטוּרָה ؛ يهی سب قطوره کی اولاد هيں اس سے ثابت هی که قطوره هاجر نه تهيں ورنه اسمعيل کو بهی اُن ميں شمار کرتا بلکه اسی باب کی ٢٩ آيت ميں گنايا هی ابراهيم کے بيٹے اسحاق اور اسمعيل اُسوقت يهه دستور تها يعني اکثر يهه محاوره تها که يهاں نسب ميں سريه کي اولاد کو ما کي طرف نسبت کرتے تهے اور بيوي

کی اولاد کو باپ کی طرف — اسی لئے نسب نامہ اسمعیل کو ابراہیم کی طرف منسوب کیا اور قطورہ کی اولاد کی نسبت ابراہیم کی طرف نہیں کی بلکہ قطورہ کی طرف کی — علاوہ اسکے ہاجر کی اولاد پاران میں بسی اور قطورہ کی اولاد فلسطین کے پورب جیسا توریت میں بیان ہوا ہی باوجود ان سب تباین اور تغائر کے دونوں کو ایک کہنا بغاوت ہی علاوہ اس کے ابراہیم نے ہاجر کو طلاق دی تھی اور ائمہ کو زن مطلقہ سے نکاح جایز نہیں چنانچہ موسی کی شریعت میں یہہ حکم منصوص ہی تو اگر یہی شریعت ابراہیم کے وقت میں بھی تھی جیسا یہود دعوی کرتے ہیں تو یہہ کہنا کہ قطورہ ہاجر ایک ہیں بالکل خلاف ہی اور اگر ابراہیم کے وقت میں یہہ شریعت نہ تھی رہی ہو تو خلاف دستور انبیا کے ہی کسی نبی کا سواے پیغمبر آخرالزماں کے زن مطلقہ سے نکاح کرنا ثابت نہیں *

اب ہم رجوع کرتے ہیں پیلغشم کے لفظ اور اُس آیت کے معنی کی طرف اگر تسلیم کیا جاوے کہ یہہ لفظ جمع ہی جیسا اب جو نسخے موجودہ مطبوعہ لندن وامسٹر دام وغیرہ دیکھے گئے اُن میں פִּלַגְשִׁים پیلغشیم ہے اور میم کے ساتھہ لکھا ہوا خلاف بیان مفسرین کے پایا جاتا ہی تو بھی مدعا مستدل کا ثابت نہوگا کیونکہ جایز ہی کہ یہہ جمع פִּלַגְשִׁי پلغشي اسم منسوب کی ہو جیسا کہ اسم منسوب کی جمع اس وزن پر متعارف ہی امثلہ ذیل سے واضح ہوگا — מִצְרִי מִצְרִים : חֹרִי חֹרִים : יִשְׁמְעֵאלִי יִשְׁמְעֵאלִים : وغیرہ بہت لفظ ہیں פִּלַגְשִׁי پیلغشي کے معنی سریہ زا ہیں جسے اس ملک میں پرستار زادہ کہتے ہیں معنی آیت کے یہہ ہیں کہ ابراہیم نے سریہ زا لڑکوں کو کچھہ دیکر وہاں سے رخصت کردیا اور ان کو فلسطین کے پورب بسنے کی اجازت دی — لیکن اُن میں اسمعیل نہ تھے بلکہ اسی باب کی نویں آیت میں لکھا ہی کہ دفن کیا ابراہیم کو اسمعیل اور اسحاق اُن کے لڑکوں نے — توریت اور اُس کی تفسیر دیکھنے والوں پر بخوبی واضح ہوجاویگا کہ ہاجر کا لونڈی ہونا کتب مقدسہ سے ثابت نہیں

الخطبة الثانية

في

مراسم العرب و عاداتهم قبل الاسلام

افحكم الجاهلية يبغون و من احسن من الله حكما لقوم يوقنون

ایام جاهلیت کے عرب بلکہ بالعموم سب عرب بغیر کسي استثنا کے (کیونکہ زمانہ حال کے بدو عرب بھي اپنے مورثوں سے بہت کم اختلاف رکھتے ھیں) ایک نہایت سادہ مزاج قوم تھي أنکي معاشرت کا سادہ اور بے تکلف طریقہ قوانین قدرت کے قریب قریب تھا یا أس سے بالکل مطابقت رکھتا تھا — وجود انساني کا سلسلہ ابتدائي اور ادنی درجہ کي حالت سے رفتہ رفتہ ترقي حاصل کرتا گیا اور آخرکار گلہ باني کے رتبہ پر پہونچ گیا جو بمقابلہ أس کي پہلي حالت کے نہایت عمدہ اور افضل تھا — اس حالت کے تبدیل ھونے سے انسانوں کو آپس میں امن اور صلح سے رھنے اور اپني معدود اور سادہ احتیاجوں کے رفع کرنے کو بہت سا سرمایہ مل گیا — بھیڑوں کي أون سے ایک قسم کا موٹا ٹاٹ بنانا سیکھہ لیا جسکو بذریعہ میخوں کے زمین پر خیمہ کي طرح کھڑا کرکے أسکے اندر رھا کرتے تھے اور جب أنکو اپنے گلہ کو کسي دوسري عمدہ چراگاہ پر لیجانے کي ضرورت ھوتي تھي تو اپنے ڈیروں کو أس جگہہ سے اوکھاڑ کر دوسري جگہہ لیجا کھڑا کرتے تھے اور وھیں رھنے لگتے تھے — أنکي پوشاک صرف ایک لمبي بن سئي ھوئي چادر ھوتي تھي جسکو بطور تہمت کے اپني کمر سے لپیٹ لیتے تھے — أنکا کھانا نیم برشت گوشت اور أونٹ کا دودھ اور کھجوریں ھوتا تھا أنکي تمام ملکیت اور جائداد مویشي گھوڑے اور وہ عرب کا بیش بہا جانور یعني أونٹ اور لونڈي اور غلام ھوتي تھي اور تمام ملکیت میں لونڈي اور غلام سب سے گراں بہا خیال کیئے جاتے تھے *

بدو عرب کي معاشرت جسکو خانہ بدوش اقوام عرب کا نمونہ خیال کرنا چاھیئے ایک چرواہے کے طریقہ معاشرت سے کچھہ زیادہ نہ تھي — خیمہ میں رھا کرتا تھا پاني اور چراگاہ کي جستجو میں پھرا کرتا تھا — مگر بعض جو زیادہ تمدن پسند تھے باھم مجتمع ھوکر اپنے خیموں کو باقاعدہ ترتیب اور انتظام سے دیہات بنا لیتے تھے اور اگر أنکي تعداد اور

بھي بڑھ جاتي تھي تو قصبے اور شہر پیدا ھوجاتے تھے اور وھاں کے باشندے کسي قدر مہذب زندگاني کے فوائد سے جلد متمتع ھوتے تھے — اُنکا وقت کاشتکاري میں کھجوروں اور درختوں کے بونے میں جنکے پھلوں سے اوقات بسري ھو اور مختلف انواع کي دست کاري اور ھرقسم کي تجارت اور سوداگري میں صرف ھوتا تھا — وہ ان اشیاء کي سوداگري کیا کرتے تھے — گرم مصالح - بلسان - مر - لوبان - دارچیني - سنا - لیڈنن - سونا - جواھرات — موتي - ھاتي دانت - آبنوس اور لونڈي اور غلام *

بہت پرانے زمانہ سے یہہ لوگ مصر اور شام اور قرب و جوار کے ملکوں سے بذریعہ کارواں کے تجارت کرتے تھے — توریت سے بھي پایا جاتا ھی کہ یہہ لوگ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کے وقت میں بھي یھي پیشہ رکھتے تھے — مگر ان دونوں قوموں یعني خانہ بدوش اور تجارت پیشہ کا قومي چال چلن ایک ھي سا تھا - کھانے پینے میں کم خرچ اور کفایت شعار ھونا اور اُسپر راضي اور قانع رھنا ایک عمدہ اور بیش بہا وصف خیال کیا جاتا تھا — باھلي ایک نامي شاعر اپنے بھائي کے ایک مرثیہ میں جس میں اُس نے اُسکي موت کا حال لکھا تھا اس طرح پر اپنے بھائي کي تعریف کرتا ھی :—

تکفیہ فلذۃ لحم ان الم بہا * من الشواء و یکفي شربہ الغمر

معتدل نیند کي بھي بہت تعریف کي جاتي تھي - ھذلي ایک نامي شاعر اس عادت کي یوں تعریف کرتا ھی :—

فلھل غرار النوم اکبر ھمہ * دم الثار اویلقي کمیا مسفعا

علي الصباح اُٹھنا بھي ایک عمدہ صفت شمار ھوتي تھي اور اُس آدمي کي قوت اور مستعدي پر دلالت سمجھي جاتي تھي — امرءالقیس خود اپني تعریف اس طرح پر کرتا ھي :—

و قد اغتدي والطیر في وکناتہا

نہایت فیاضي سے مہمان نوازي اُنکا قومي خاصہ تھا اور اُسکو جملہ حسنات اور اوصاف میں اعلی اور افضل سمجھتے تھے — مسافروں اور مہمانوں کي خاطر داري بے انتہا فیاضي سے کرنا اور مہرباني اور اخلاق اور تعظیم کے ساتھہ پیش آنا ایک پاک فرض خیال کیا جاتا تھا اور اگر کوئي اُسکو ترک کردیتا یا غفلت کرتا تو تمام لوگ دل سے اُسکو برا جانتے تھے اور اُسکي حقارت کرتے تھے — ھذلي شاعر خود اپنے پر اس شعر میں بد دعا کرتا ھی اگر وہ مہمان نوازي کے طریقہ میں کچھہ قصور کرے :—

الم تدري ان اطعمت نازلکم * قشرالعشي و عندي البر مکنوز

ھمسایہ کے حال پر مہرباني اور اُسکي خبرگیري کرنا اور اُس کے مکان اور خاندان اور مال کي نگراني اور حفاظت کرنا نیک آدمیوں کے اوصاف میں سے تھا اور اگر کوئي اس

بات میں ذرا بھی بے پرواهی یا سستی کرتا تھا تو اسکو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور اسکا کوئی معیوب لقب رکھہ دیتے تھے بکری شاعر علقمہ کی اس طرح پر ہجو کرتا ہی :—

تبیتون فی المشتا ملاء بطونکم * وجاراتکم غرثی یبتن خماصا

اور ایک اَور شاعر زہیری اس صفت میں ایک شخص کی اس طرح پر تعریف کرتا ہی :-

وجارهم احمی اذا ضیم غیرهم

قیدیوں کو چھوڑانا اور محتاجوں اور بیکسوں کی مدد کرنا تمام نیکیوں میں افضل اور جمیع اوصاف میں سب سے زیادہ قابل ستایش خیال کیا جاتا تھا — ایک شاعر اپنی تعریف اس طرح پر کرتا ہی :—

وفککنا غل اسری القوس منه * بعد ما طال حبسه والعناء

ایک اَور شاعر طرفہ اس صفت کا بیان اس طرح پر کرتا ہی :—

ولکن متی یسترفد القوم ارفد

هذلی شاعر اس صفت کو اس طرح بیان کرتا ہی :—

و احمی المصاب اذا ما دعی

ایک شریف عرب کو اپنی عزت کا لحاظ اور اپنے وعدہ کا خیال ایسا ہی ضروری سمجھا جاتا تھا جیسے کہ مذکورہ بالا اور اوصاف ضروری سمجھے جاتے تھے — عمرو ایک مشہور شاعر اس طرح پر کہتا ہی :—

و نوجد نحن امنعهم ذمارا * و اوفاهم اذا عقدوا یمینا

صاف اور ستھری پوشاک اور خوشبودار چیزیں عمدہ اور پسندیدہ اشیا میں سمجھی جاتی تھیں عدوانی کی بیٹی اپنے شوہر کی تعریف میں اس طرح پر کہتی ہی :—

حدیث الشباب طیب الثوب والعطر

بالوں کو مشک سے معطر کرنا اور خوشبودار چمڑے کی جوتیاں پہننی امارت کی نشانیاں تھیں — ایک شاعر اپنی ممدوحہ کی اس طرح پر مدح کرتا ہی :—

اذا التاجر الداری جاء بفارة * من المسک ارا جت فی مفارقه تجری

پرهیزگاری بھی اوصاف حسنہ میں شمار کی جاتی تھی — حاتم طائی اس طرح پر لکھتا ہی

واغفر عوراء الکریم ادخاره * واعرض عن شتم اللئیم تکرما

فصاحت و بلاغت لطافت ظرافت بھی فضیلت کے دائرہ کی تکمیل کے لیئے ضروری تھیں — عمرو شاعر اپنے بیٹے قرار کی تعریف میں کہتا ہی :—

وان قراراً اربکنی غیر وامح * فانی احب الجون ذا المنطق الدمم

نابغہ شاعر کند زبان ہونے سے اس طرح خدا سے پناہ مانگتا ہی :—

اعذنی رب من حصر وعی

گھوڑے کي سواري کي اگر بچپن هي سے مشق کي جاتي تهي تو نهايت تعريف اور توصيف هوتي تهي اور اگر کوئي بڑا هوکر گھوڑے کي سواري سيکهتا تها تو هجو اور طعنه کا نشانه بنتا تها ايک شاعر نے ايک قوم کي هجو اس طرح پر کي هي *

لم يركبوا الا بعد ماكبروا　　فهم ثقال على اكفا فهم ميل

بهيڑيه کا شکار کرنا بهادر هونے کا عمده ترين ثبوت تها — شامخ شاعر اس طرح پر کهتا هي :—

وماء قد دفعت الذئب عنه

ريگستان کے طول و عرض کا اندازه اُسکي ريت کي ايک مٹهي بهر کر سونگهنے سے دريافت کرتے تهے — امرءالقيس شاعر اس طرح پر بيان کرتا هي :—

اذالفاقة العوف الديافي غرغرا

زمانه جاهليت کے عرب ميں شعر و شاعري نهايت اعلى درجه پر پهونچ گئي تهي *

جهاں يهه خوبياں اُن ميں تهيں اُسيکے ساتهه نهايت بد اخلاقي اور فحش عرب جاهليت ميں پهيلا هوا تها — قصائد کے شروع ميں جو تشبيب کے اشعار هوتے تهے اُن ميں دولتمند اور اميروں کي لڑکيوں اور عورتوں اور بهنوں کا حال نام لے لے کر بيان کرتے تهے اور هرطرح کے عيبوں کو علانيه اُن کي طرف منسوب کرتے تهے — اُن کا يهه اعتقاد تها که هر شاعر کے اختيار ميں ايک جن رهتا هي اور جسقدر بڑا شاعر هوتا هي اُسيقدر زبردست جن اُس کے زير حکم رهتا هي — حسن نامي شاعر اپني تعلي ميں اس طرح کهتا هي :—

و ما نفرت جني و ما فل مبردي

بدکاري اور زنا کاري سے نادم نهيں هوتے تهے اور هر طرح کي غير مهذب نظم ميں از راه بے شرمي اُس کو مشتهر کرتے تهے اور اُس پر فخر کرتے تهے *

سب لوگ شراب اور نهايت قوي منشي عرقوں کے پينے سے بدرجه غايت انس رکهتے تهے اور مدهوشي کي حالت ميں تمام لوگوں سے نهايت خراب اور معيوب باتيں سرزد هوتي تهيں *

قمار بازي سب لوگوں کا بلا استثناء ايک هر دل عزيز کهيل تها اور اگر کوئي خاص مقام قمار بازي کا مشهور هوتا تها تو لوگ دور دراز مسافت سے وهاں جوا کهيلنے کو جايا کرتے تهے سود خواري بهي عام طور سے نهايت درجه مروج تهي *

لونڈيوں کو جو قينات کهلاتي تهيں گانا بجانا اور ناچنا سکهايا جاتا تها اور وه حرام کاري کرنے کي مجاز تهيں اور اس حرام کاري کي آمدني اُن کے آقا اپنے تصرف ميں لاتے تهے *

رهزني اور غارتگري اور قتل روز مره کي باتيں تهيں — انسانوں کا خون بلا خوف اور بغير تاسف کے هر روز هوا کرتا تها — لڑائي ميں جو عورتيں قيد هوتي تهيں اُن کو فتحمند لونڈياں بنالیتے تهے — حارث شاعر اس طرح پر کهتا هي :—

ثم ملنا على تميم فاحرمنا　*　و فيهنا بنات بمر اماء

ٹوٹکوں میں اور شگون لینے میں اُن کو نہایت مضبوط اعتقاد تھا - جب کوئی مصیبت یا تباہی اُن پر نازل ہوتی تھی تو پتھر کی چھوٹی کنکریوں پر کچھہ پڑھ کر پھوکتے تھے اور اُن کو پھینکتے تھے اور ایسا کرنے سے اُس مصیبت کے دور ہونے کی توقع رکھتے تھے - جانوروں کے اُڑنے اور بولنے سے بھی نیک اور بدشگون لیا کرتے تھے — مثلاً اگر کوئی جانور کسی شخص کی بائیں طرف سے دائیں طرف رستہ کاٹ گیا تو اُس کو نیک شگون سمجھتے تھے اور " سانح " کہتے تھے لیکن اگر دائیں جانب سے بائیں طرف رستہ کاٹ گیا تو اُس کو بد شگونی سمجھتے تھے اور " جارح " کہتے تھے — اس قسم کی تفاؤل کا عام نام " طیرہ " تھا *

لبید ابن ربیعۃ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس موقع پر جبکہ اُس کا بھائی بجلی کے صدمہ سے مارا گیا یہہ شعر کہا تھا :—

لعمرک ما تدري الضوارب بالحصي ولا زاجرات الطير ما الله صانع

جاہلیت کے عرب کسی کام کے ہوجانے پر بھیڑ کی قربانی کرنے کی منت مانتے تھے اور جب وہ کام ہوجاتا تھا تو بھیڑ کے بدلے ہرن کو مار دیتے تھے اور اُس ہرن کو عتیرہ کہتے تھے مگر بھیڑ کے بدلے ہرن کو مار دینا ایک معیوب کام خیال کیا جاتا تھا — کعب شاعر اپنے خاندان کی تعریف میں کہتا ہی :—

و ما عتر الظباء بحي كعب

اگر کوئی کسی کو مار ڈالتا تھا تو خون کے عوض خون ہی معزز بدلا گنا جاتا تھا — جو لوگ خون کے بدلے دیت لے لیتے تھے اُن کو اُن کے ہم جنس اور ہم وطن حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے — عمرو ابن معدیکرب کی بہن اپنے بھائی کے خون کا کسی شرط پر تصفیہ کرنے سے منع کرتی ہی :—

و لا تا خذوا منهم افالا و ابكرا

اُن کا اعتقاد تھا کہ اگر کسی آدمی کے خون کا عوض خون سے نہ لیا جاوے تو ایک چھوٹا پردار کیڑا مقتول کے سر میں سے نکل کر آسمان میں چیختا پھرتا ہی - اس عجیب کیڑے کو " ہامہ " اور " صدی " کہتے تھے — لبید شاعر ایک نوحہ میں اس طرح کہتا ہی :—

فليس الناس بعدک في نقير * وما هم غير اصداء وهام

ہر شخص کے مرنے کے بعد دستور تھا کہ اُس کے اُونٹ کو اُسکی قبر سے باندہ دیتے تھے یہاں تک کہ بھوک اور پیاس کے مارے وہ مرجاتا تھا اور اُس اُونٹ کو " بلیہ " کہتے تھے — لبید شاعر اپنے ممدوح کی سخاوت کی اس طرح تعریف کرتا ہی :—

تاوي الى الاطناب كل رذية * مثل البلية قالص اهدامها

جب کوئی مرجاتا تھا تو برس روز تک اُس کا سوگ رکھتے تھے اور اُس کو رویا کرتے تھے لبید شاعر اپنے وارثوں کو یوں وصیت کرتا ھی :—

الی الحول ثم اسم السلام علیکما   و من یبک حولاً کاملاً فقد اعتذر

لڑائی میں عورتیں مردوں کے ھمراہ ھوتی تھیں اور ھر طرح اُن کی مدد کرتی تھیں جبکہ اُن کے شوھر لڑائی میں مصروف ھوتے تھے تو وہ پکار پکار کر کہتی تھیں " آگے بڑھو آگے بڑھو اے ھمارے جری اور بہادر خاوندوں اگر تم کوتاھی کروگے اور ھمکو دشمن سے نہ بچاؤگے تو ھم تمھاری بیویاں نہ ھونگی " *

قحط اور گرانی کے زمانہ میں اپنے اُونٹوں کو مجروح کرکے اُن کا خون پیا کرتے تھے — خشک سالی میں مینہ برسنے کا ٹوٹکا اس طرح پر کرتے تھے کہ پہاڑوں میں ایک گائے کو لے جاتے تھے اور اُس کی دم میں سوکھی ھوئی گھاس اور کانٹے اور جھاڑیاں باندھکر اُسمیں آگ لگا دیتے تھے اور گائے کو پہاڑوں میں چھوڑ دیتے تھے *

گھوڑ دوڑ اور اُسپر بازی لگانا جسکو وہ " رھان " کہتے تھے اُنمیں مروج تھی — دو قوموں اور فریقوں کے باھم جنگ و جدل ایک تھوڑی سی غلط فہمی کی وجہہ سے قایم ھو جاتی تھی — بعض اوقات یہہ لڑائیاں ایک مدت مدید تک جاری رھتی تھیں جیسیکہ عبس اور ذبیان کے باھم پورے سو برس تک لڑائی جاری رھی *

باوجودیکہ کوئی شخص اپنے غلاموں کو آزاد کردیتا تھا تو بھی اُس کی ملکیت کا استحقاق اُس کو باقی رھتا تھا اور اُس استحقاق کو فروخت کردینے کا بھی مجاز تھا اور مشتری اُن غلاموں پر اپنی ملکیت قایم کرتا تھا اور اس طرح سے یہہ بد بخت ھمیشہ کی آزادی سے بالکل محروم تھے *

عورتیں کسی جانور کا دودہ نہیں دوھتی تھیں اور اگر کسی خاندان کی عورتوں کو دودہ دوھتے دیکھہ پاتے تھے تو اُس خاندان کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور وہ خاندان لوگوں کی آنکھوں میں دفعتاً حقیر ھو جاتا تھا *

مجرم کو فوجداری کی سزا میں جلتی ھوئی ریت پر بٹھا دیتے تھے — مردہ جانوروں کا گوشت کھاتے تھے اور اُس کو بہت لذیذ غذا سمجھتے تھے — جو اُونٹنی یا بھیڑ یا بکری دس دفعہ بچہ جن لیتی تھی اُس کو چھوڑ دیتے تھے اور وہ چھوٹی پھرا کرتی تھی اور جب وہ مرجاتی تھی تو اُس کا گوشت مرد کھاتے تھے اور عورتوں کو اُس کا گوشت کھانے کی ممانعت تھی — اگر اُونٹنی یا بھیڑ یا بکری پانچویں دفعہ مادہ بچہ جنتی تھی تو اُس کے کان کاٹ کر اُس کو چھوڑ دیتے تھے اور اُس کو " بحیرہ " کہتے تھے اور اُس کا گوشت کھانا اور دودہ پینا منع تھا *

کسی کام کے ھو جانے پر اُونٹوں کو بطور سائبہ کے چھوڑ دینے کی منت مانتے تھے اور

جب وہ کام ہو جاتا تھا تو اُونٹ کو بطور سائق کے چھوڑ دیتے تھے اور وہ جہاں چاہتا تھا پھرا کرتا تھا *

اگر کوئی اُونٹنی دس بچے دے چکتی تھی اور بکری سات بچے تو عورتوں کو اُسکا گوشت کھانے کی ممانعت تھی اور صرف مرد ہی اُسکا گوشت کھا سکتے تھے

اگر کسی بکری کے مادہ بچہ ہوتا تھا تو مالک اُسکو اپنے لیئے رہنے دیتا تھا، اور اگر نر پیدا ہوتا تھا تو بتوں پر بطور نذر کے چڑھایا جاتا تھا اور اگر دو بچے ایک نر اور ایک مادہ پیدا ہوتے تھے تو مالک دونوں کو اپنے لیئے رکھتا تھا اور وہ "وصیلہ" کہلاتی تھی *

جو اُونٹ کہ دس بچوں کا باپ ہوچکتا تھا وہ چھوڑ دیا جاتا تھا اور جہاں وہ چاہتا تھا پھرا کرتا تھا اور بنام "حامی" موسوم ہوتا تھا *

قسم لینے کا نہایت سنجیدہ قاعدہ یہہ تھا کہ آگ جلاکر اُس میں نمک اور گندھک پیسکر ڈالتے تھے یہہ آگ "ہولہ" کہلاتی تھی اور اُسکا جلانے والا "مہول" کہلاتا تھا — عرض شاعر اس طرح پر کہتا ہی :—

اذا استقبلته الشمس صد بوجهه * کما صد عن نارالمهول حالف

قسم کے مستحکم کرنے کا ایک یہہ بھی طریقہ تھا کہ موزاب خانہ کعبہ کے نیچے چابک کمان اور جوتی رکھدیتے تھے اور اس طرح کرنے سے قسم پختہ ہوجاتی تھی *

اقرار اور وعدہ کے مستحکم کرنے کو اپنے بزرگوں کی اور بتوں کی قسم کھایا کرتے تھے *

بالغ مرد اپنے والدین کی وراثت پانے کے مستحق ہوتے تھے — نابالغ لڑکے اور عورتیں حصہ نہیں پاتے تھیں *

قرضہ پر سود لیتے تھے — ایک قاعدہ یہہ تھا کہ اگر قرضہ وقت معینہ پر ادا نہ ہوتا تھا تو اُسکی تعداد کو دوچند کردیتے تھے اور میعاد ادا کو بڑھا دیتے تھے *

عرب جاہلیت انتقام لینا واجب سمجھتے تھے لیکن مختلف قوموں میں باہم حقوق کی برابری کو نہیں مانتے تھے *

اگر کسی شخص کے قاتل کا سراغ نہ لگتا تھا تو جس قوم کے شخص پر قتل کرنے کا شبہ ہوتا تھا پچاس معزز شخص فرداً فرداً اپنی بیگناہی پر قسم کھاتے تھے *

ہر شخص گو وہ اجنبی ہی ہو دوسرے شخص کے گھر میں درانہ چلے آنے کا مجاز تھا اور اندر آنے سے پہلے اندر آنے کی اجازت طلب نہیں کرتے تھے *

کسی رشتہ دار کے گھر کھانا کھانا معیوب سمجھا جاتا تھا *

دس آدمی بشراکت ایک جانور کو خریدتے تھے اور ہر ایک شخص کے حصہ کو متعین کرنے کے واسطے دس پانسے (جس میں سے ایک سادہ ہوتا تھا اور باقی نو پر حصوں کے اندازہ کا نشان بنا ہوتا تھا) پھینکے جاتے تھے اور جو پانسا جسکے نام کا پڑتا تھا

وهي اُسکا حصه هوتا تها *

خانه کعبه میں سات تیر رکھے هوئے تھے اور هر تیر پر ایک علامت بنی هوئي تهي ـ بعضوں پر کام کرنے کے حکم دینے کي اور بعضوں پر اُس کام کرنے سے منع کرنے کي علامت تهي هر شخص پیشتر اس سے که کوئي کام شروع کرے اُن تیروں سے استخاره کرتا تها اور اُسي کے بموجب کام کرتا تها ان تیروں کو " ازلام " کهتے تھے *

تمام عرب جاهلیت کا شیوه بت پرستي تها اور جن بتوں کي وه پرستش کیا کرتے تھے اُنکي تفصیل یهه هے :—

(۱) هبل — ایک بهت بڑا بت تها جو خانه کعبه کے اوپر رکها هوا تها *

(۲) ود — قبیله بني کلب کا یهه بت تها اور وه قبیله اُسکي پرستش کرتا تها *

(۳) سواع — قبیله بني مذحج کا یهه بت تها اور وه اُسکي پرستش کرتے تھے *

(۴) یغوث — قبیله بني مراد کا یهه بت تها اور وه اُسکي عبادت کرتے تھے *

(۵) یعوق — بني همدان کے قبیله کا یهه بت تها اور وه اُسکو معبود سمجهتے تھے اور عبادت کرتے تھے *

(۶) نسر — یمن کے قبیله بني حمیر کا یهه بت تها اور یمن کے لوگ اُسکي پرستش کرتے تھے *

(۷) عزیٰ — قبیله بني غطفان کا یهه بت تها اور اُسکي پرستش وه قبیله کیا کرتا تها *

(۸) لات (۹) منات — یهه بت کسي خاص قبیله سے علاقه نهیں رکهتے تھے بلکه عرب کي تمام قومیں انکي پرستش کیا کرتي تهیں *

(۱۰) دوار — یهه بت نوجوان عورتوں کي پرستش کرنے کا تها وه چند دفعه اُسکے گرد طواف کرتي تهیں اور پهر اُسکو پوجتي تهیں *

(۱۱) اساف — جو کوه صفا پر تها اور (۱۲) نائله — جو کوه مروة پر تها — ان دونوں بتوں پر هر قسم کي قرباني هوتي تهي اور سفر کو جانے اور سفر سے واپس آنے کے وقت اُنکو بوسه دیا کرتے تھے *

(۱۳) عبعب — ایک بڑا پتهر تها جسپر اُونٹوں کي قرباني کرتے تھے اور ذبیحه کے خون کا اُسپر بهنا نهایت ناموري کي بات خیال کي جاتي تهي *

کعبه کے اندر حضرت ابراهیم کي مورت بني هوئي تهي اور اُنکے هاتهه میں وهي استخاره کے تیر تھے جو " ازلام " کهلاتے تھے اور ایک بهیڑ کا بچه اُنکے قریب کهڑا تها اور حضرت ابراهیم کي بهي مورت خانه کعبه میں رکهي هوئي تهي اور حضرت ابراهیم اور حضرت اسمعیل کي تصویریں خانه کعبه کي دیواروں پر کهنچي هوئي تهیں

حضرت مریم کي بهي ایک مورت تهي اس طرح پر که حضرت عیسی أنکي گود میں هیں یا أنکي تصویر اسي طرح پر خانه کعبه کي دیوار پر کهنچي هوئي تهي *

عرب کي دیسي روایتوں سے معلوم هوتا هی که " ود " اور " یغوث " اور " یعوق " اور " نسر " مشهور لوگوں کے جو ایام جاهلیت میں گذرے هیں نام هیں أنکي تصویریں پتهروں پر منقش کرکے بطور یادگار کے خانه کعبه کے اندر رکهه دي تهیں - ایک مدت مدید کے بعد أنکو رتبۂ معبودیت دیکر پرستش کرنے لگے — اس میں کچهه شک نهیں که عرب کے نیم وحشي باشندے أن مورتوں پر خدا هونے کا اعتقاد نهیں رکهتے تهے اور نه أن لوگونکو جنکي یهه مورتیں تهیں معبود سمجهتے تهے بلکه أنکو مقدس سمجهنے کي مندرجه ذیل وجوهات تهیں *

جیسا که هم نے اوپر بیان کیا عرب جاهلیت أن مورتوں کو أن شخصوں اور أنکي ارواحوں کي یادگار سمجهتے تهے اور أنکي تعظیم اور تکریم اس سبب سے نهیں کرتے تهے که أن مورتوں میں کوئي شان الوهیت موجود هی بلکه محض اس وجه سے أنکي عزت اور تعظیم کرتے تهے که وه أن مشهور اور نامور اشخاص کي یادگار هی جن میں بموجب أنکے اعتقاد کے جمله صفات الوهیت یا کسي قسم کي شان الوهیت موجود هی - أنکے نزدیک أن مورتوں کي پرستش سے أن لوگوں کي ارواحیں خوش هوتي تهیں جنکي وه یادگاریں تهیں *

أنکا یهه اعتقاد بهي تها که خدا تعالی کي جمله قدرتیں بیماروں کو شفا بخشنا - بیتا بیتي عطا کرنا قحط و وبا اور دیگر آفات ارضي و سماوي کا دور کرنا أنکے مشهور و معروف لوگوں کے اختیار میں بهي تها جنکي طرف أنهوں نے صفات الوهیت منسوب کي تهیں اور وه خیال کرتے تهے که اگر مورتوں کي تعظیم اور پرستش کي جاویگي تو أنکي دعائیں اور منتیں قبول هونگي *

أنکا یهه بهي مستحکم عقیده تها که یهه اشخاص خدا تعالی کے محبوب تهے اور اپني مورتوں کي پرستش سے خوش هوکر پرستش کرنے والوں کو خدا تعالی کے قرب حاصل کرانے کا ذریعه هونگے اور أنکو تمام روحاني خوشي عطا کرینگے اور أنکي مغفرت کي شفاعت کرینگے *

أنکا قاعده بتوں کي پرستش کا یهه تها که بتوں کو سجده کرتے تهے أنکے گرد طواف کرتے تهے اور نهایت ادب اور تعظیم سے بوسه دیتے تهے — أونٹوں کي قرباني أنپر کرتے تهے — مویشیوں کا پهلا بچه بتوں پر بطور نذر کے چڑهایا جاتا تها — اپنے کهیتوں کي سالانه پیداوار اور مویشي کي انتفاع میں سے ایک معین حصه خدا کے واسطے اور دوسرا حصه بتوں کے واسطے لوتها رکهتے تهے اور اگر بتوں کا حصه کسي طرح ضایع هوجاتا تو خدا کے حصه میں سے أسکو پورا کردیتے اور اگر خدا کا حصه کسي طرح ضایع هوتا تو بتوں کے حصه میں سے أسکو پورا نهیں کرتے تهے *

حجر اسود اور خانه کعبه کي تعظیم تاریخ عرب کے ابتدائي زمانه سے هوتي چلي آئي

هی اُسکي بنا کو خود حضرت ابراهیم اور حضرت اسمعیل کي طرف منسوب کرتے هیں مگر برخلاف اُن مقدس چیزوں کے جنکا ذکر اوپر هوا خانه کعبه کو کسي شخص کي یادگار نهیں سمجهتے تهے بلکه وه تمام عمارت هي به لقب بیت‌الله معوز اور ممتاز تهي اور اللّه‌تعالی هي کي عبادت کے واسطے مخصوص تهي درحقیقت اسکو ایسا سمجهتے تهے جیسے که یهودي بیت‌المقدس کو اور عیسائي گرجا کو اور مسلمان مسجد کو خدا کي عبادت کرنے کے لیئے اس زمانه میں سمجهتے هیں — قران مجید میں خانه کعبه کو متعدد جگهه مسجد کے نام سے تعبیر کیا هی *

حجر اسود کو بهي مثل ایک بت کے یا کسي مشهور و معروف شخص کي یادگار کے نهیں سمجهتے تهے عام خیال یهه تها که یهه ایک بهشت کا پتهر هی مگر تحقیق نهیں هی که شروع زمانه سے یهه خیال تها یا بعد کو پیدا هوا - جو بات که متحقق هی وه یهه هی که خانه کعبه کي بنا هونے سے پهلے یهه حجر اسود ایک میدان میں اکیلا پڑا هوا تها کوئي عرب کي روایت ایسي نهیں ملي جس سے یهه بات تحقیق هو که یهه پتهر اُس میدان میں کیوں پڑا هوا تها اور جس زمانه میں که وه وهاں پڑا هوا تها اُسکے ساتهه کیا کیا رسمیں متعلق تهیں — مگر یهودیوں کي تاریخ سے هم کسي قدر صحت کے ساتهه بیان کرسکتے هیں که اگر اس حجر اسود کے ساتهه کچهه رسمیں ادا هوتي هونگي تو وه اُنهیں کے مشابه هونگي جنکا برتاؤ حضرت ابراهیم اور حضرت اسحق اور حضرت یعقوب اس قسم کے پتهروں کے ساتهه کیا کرتے تهے دیکهو کتاب پیدایش باب ۱۲ ورس ۷ و ۸ و باب ۱۳ ورس ۱۸ و باب ۲۶ ورس ۲۵ و باب ۲۸ ورس ۱۸ و کتاب خروج باب ۲۰ ورس ۲۵ *

خانه کعبه کي تعمیر اور حجر اسود کے خانه کعبه کے ایک کونه میں نصب هونے کے بعد بهي کسي رسم کا اُسکے ساتهه بالتحقیق هونا پایا نهیں جاتا جو رسم که اب تسلیم کي جاتي هی اور جو حجر اسود کے ساتهه مخصوص خیال هوتي هی وه بوسه دینا هی' مگر یهه رسم بهي کچهه اُسکے واسطے مخصوص نه تهي خانه کعبه کے اور حصے بهي اسي طرح چومے جاتے تهے — خانه کعبه کا حال یهه تها که سب لوگ اُسکے اندر بیٹها کرتے تهے اور خدا تعالی کي عبادت کرتے تهے اور اُسکے گرد طواف بهي کرتے تهے — لیکن عجیب ترین رسم یهه تهي که یهه عبادت و پرستش مطلق برهنگي کي حالت میں هوتي تهي - عرب جاهلیت اس بات کو برا سمجهتے تهے که خدا تعالی کي عبادت کپڑے پہن کر کریں جو هر قسم کے گناهوں سے ملوث هوتے هیں *

خانه کعبه کي همسري کے واسطے دو معبد اور یکے بعد دیگرے بنائے گئے تهے ایک تو قبیله غطفان نے اور دوسرا یمن میں قبائل خثعم اور بجیله نے باشتراک بنایا تها — ان دونوں معبدوں میں بت رکهے هوئے تهے جن کو اُن قبیلوں کے لوگ بطور معبود کے پوجتے تهے -

ان نقلی کعبوں میں سے اول کو تو زهیر بادشاہ حجاز نے چوتھی صدی عیسوی میں بالکل غارت کردیا تھااور دوسرے کو جریر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانہ میں یعنی اُن کے پیدا ہونے کے بعد منہدم کردیا تھا *

حج کی رسم کو عرب کے باشندے زمانہ دراز سے مانتے چلے آتے تھے اور اس میں کچھہ شک نہیں کہ حضرت ابراهیم اور حضرت اسمعیل کے زمانہ تک اُس کا پتہ چلتا هی *

وقت اداے حج کے احرام باندھنے کی رسم بھی اُن میں شایع تھی اور اگر کوئی شخص احرام باندھے ہوئے اپنے گھر میں آنا چاهتا تھا تو دروازہ کی راہ سے نہیں آتا تھا بلکہ پچھواڑے کی دیوار پھلانگ کر اندر آتا تھا *

صفا اور مروة پہاڑوں کے درمیان دوڑنے کی رسم بھی زمانہ جاهلیت سے عرب میں رائج تھی جیسی کہ اب بھی مروج هی *

جو لوگ حج کرنے کو آتے تھے اُس مقدس میدان میں جمع ہوتے تھے جو عرفات کے نام سے مشہور هی لیکن قوم قریش جملہ اقوام عرب میں ذی اختیار تھی اس لیئے قریش معہ اپنے دوستوں کے مقام مزدلفہ پر جو گرد نواح کی زمین کی نسبت زیادہ بلند اور مرتفع هی ٹھہرتے تھے اور باقی گروہ عرفات میں مقیم ہوتے تھے جہانکہ حج کی رسم ادا کی جاتی هی *

حج کی رسم ختم ہونے کے بعد یہہ مجمع ایک مقام کو جو منا کہلاتا هی چلا جاتا تھا اور وهاں اپنے بزرگوں کے نام اور بہادرانہ کاموں کا فخر کے ساتھہ بیان کیا کرتے تھے اور اُن بہادری کے حالات کو اشعار میں پڑھنے سے اور بھی جلاء دیتے تھے *

سال کے چار مہینے متبرک سمجھے جاتے تھے اور حج کی رسم جیسا کہ بالفعل دستور هی انہیں مہینوں میں سے ایک مہینہ یعنی ذالحجہ میں ادا کیجاتی تھی — مگر اُن مہینوں کی حرمت بعض اوقات مبدل اور ملتوی ہوجاتی تھی کس واسطے کہ اگر کوئی لڑائی ان مہینوں میں سے کسی میں واقع ہوتی تھی تو لوگ اُن کی قدرتی ترتیب کو بدلدینے سے گناہ سے بری الذمہ ہوجاتے تھے یعنی موجودہ مہینے کو غیر حرام فرض کرلیتے تھے اور ماہ آیندہ کو حرام کا مہینا سمجھہ لیتے تھے *

عرب جاهلیت ایک میعاد معین تک لڑائی کے موقوف رکھنے کا عہد کرلیتے تھے اور اس رسم کو حج کا همپایہ سمجھتے تھے *

باشندگان عرب کی ایک تعداد کثیر بت پرست تھی مگر وهاں ایک فرقہ موسوم بہ " صابئی " بھی تھا جو ثوابت اور سیاروں کی پرستش کرتا تھا — اُنہوں نے بے شمار هیاکل یعنی ستاروں کی پرستش کے معبد تمام ملک میں تعمیر کیئے تھے اور اُن کو اُن مقدس ستاروں کی پرستش کے واسطے مخصوص کیا تھا — اس وجہہ سے عرب کے لوگ علی العموم یہہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اجرام فلکی انسان کی قسمت پر فرداً فرداً اور نیز بہ هیئت

مجموعی نیک یا بد اثر رکھتے ہیں اور باقی مخلوقات پر بھی موثر ہیں اور بالخصوص اُن کا یہہ اعتقاد تھا کہ مینہہ کا برسنا یا امساک باران کا ہونا انہیں اجرام فلکی کی نیک یا بد تاثیر پر بالکل منحصر ہی — اس کے علاوہ اور مذاہب بھی عرب میں شایع تھے لیکن ہم اس جگہہ اُن کی بحث نہیں کرنے کے کیونکہ یہہ مضمون ہمارے اُس خطبہ سے جو اُس کے بعد آویگا علاقہ رکھتا ہی *

عورتیں حقیقت میں نہایت خراب اور ذلیل حالت میں تھیں — مردوں کو بالکل اختیار تھا کہ جتنی چاہیں اُتنی عورتیں کریں — اگرچہ اس بات کے تعین کے لیئے کوئی قانون منضبط نہ تھا کہ مرد کو کون سی قرابت مند عورتوں سے شادی کرنا جائز ہی اور کونسی سے ناجائز مگر با این ہمہ یہہ رسم شایع تھی کہ اُس عورت سے جو قریب تر رشتہ رکھتی ہو ازدواج نہیں کرتے تھے اور یہہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ایسی عورت کی اولاد عموماً ضعیف اور کمزور ہوتی ہی *

ازدواج کی رسم ادا کرتے تھے اور مہر بھی باندھتے تھے — طلاق بھی دیدیتے تھے ہر شخص اپنی زوجہ کو جس طرح ایک مرتبہ طلاق دینے کے بعد پھر اپنی زوجیت میں لے سکتا تھا اسیطرح ہزار بار طلاق دینے کے بعد بھی پھر اپنی زوجیت میں لے لیتا تھا کیونکہ تعداد طلاق کی کوئی حد مقرر نہیں تھی *

طلاق کے بعد ایک میعاد مقرر تھی جس کے اندر عورت کو کسی اور مرد کے ساتھہ ازدواج کرنے کی ممانعت تھی اور اُس میعاد کے اندر اگر فریقین میں آشتی ہو جاتی تو پھر اپنی زوجیت میں لے لیتے تھے — مرد اس رسم سے بہت ظالمانہ اور وحشیانہ طور سے مستفید ہوتے تھے — وہ اپنی جورو کو کسی بہانہ سے طلاق دیدیتے تھے — بیچاری عورت میعاد معینہ تک منتظر رہتی تھی اور اُس میعاد میں کسی دوسرے سے ازدواج نہ کرسکتی تھی لیکن جب میعاد قریب الانقضا ہوتی تھی تو اُسکا شوہر پھر اپنی زوجیت میں لے لیتا تھا اور تھوڑے عرصہ بعد پھر اُس کو طلاق دیدیتا تھا اور میعاد معینہ کے اختتام کے قریب پھر اپنے ازدواج میں لے لیتا تھا اور اسی طرح بار بار کیا کرتا تھا — عربوں میں ایک یہہ بے رحم رسم رایج تھی کہ ہر شخص اس بات کو ایک قسم کی ذلت خیال کرتا تھا کہ وہ عورت جو ایک مرتبہ اُس کی زوجہ تھی دوسرے شخص کے ازدواج میں آوے *

ایک اَور قسم کی طلاق بھی زمانہ جاہلیت کے عربوں میں جاری تھی جو "ظہار" کہلاتی تھی اور وہ اس طرح پر ہوتی تھی کہ مرد اپنی زوجہ کے ایک عضو کے چھونے سے باز رہتا تھا یہہ کہکر کہ مجھکو اپنی زوجہ کے جسم کے فلاں عضو کا چھونا ایساہی حرام ہی جیسا کہ اپنی ماں یا کسی اَور قریب رشتہ والی عورت کے جس کے ساتھہ ازدواج ناجایز ہی عضو کا چھونا — اس کہنے سے طلاق ہو جاتی تھی *

عرب جاهلیت کي رسموں میں سب سے زیادہ خراب رسم اور سب سے زیادہ بے رحم لڑکیوں کا مار ڈالنا یا اُن کو زندہ دفن کردینا تھا *

تبنیت کي رسم بھي اُن میں شایع تھي اور پسر متبنی اپني والدین کي جائداد کا حقدار اور وارث خیال کیا جاتا تھا *

لڑکے اپني سوتیلي ماؤں کے ساتھہ ازدواج کرنے کے مجاز تھے مگر باپ اپنے بیٹے یا متبنی کي زوجہ کے ساتھہ شادي کرنے کا مجاز نہ تھا اور اس کے خلاف عمل کرنا نہایت معیوب اور گناہ سمجھا جاتا تھا *

شوهر کے مرنے کے بعد اُسکا سوتیلا بیٹا اگر وہ نہ هو تو کوئي قریب کا رشتہدار بیوہ کے سرپر ایک چادر ڈال دیا کرتا تھا اور وہ شخص جو اس طرح چادر ڈالتا تھا اُس سے شادي کرنے پر مجبور هوتا تھا *

عورتیں متوفی شوهروں کا ماتم ایک سال کامل تک کیا کرتي تھیں اور میعاد معینہ کے بعد بیوہ اُونت کي چند خشک مینگنیاں یا تو کسي کتے پر یا کندھے پر سے خود اپنے هي پیٹھہ پر پھینک دیتي تھي جس سے یہہ مراد تھي کہ اب بیوہ کو اپنے متوفی شوهر کا کچھہ بھي خیال نہیں رہا *

عورتوں میں اپنے گھر سے نکلنے اور عام مجمع میں بدون پردہ اور حجاب کے آنے کا دستور تھا اور اپنے جسم کے کسي حصہ کو کھلا رکھنے اور عوام‌الناس کو دکھلانے میں کوئي بے حیائي اور بے شرمي کي بات خیال نہیں کرتي تھیں *

عورتیں مصنوعي بال سرپر لگایا کرتي تھیں اور اپنے جسم کو نیل سے گودا کرتي تھیں *

خاندان کے تمام اشخاص قسم مذکور تمام قسم کي عورتوں کو چھونے سے جبکہ وہ اپنے معمولي ایام میں هوں پرهیز کرتے تھے اور اُن عورتوں کو باقي اشخاص خاندان کے ساتھہ ملنے چلنے کي ممانعت تھي *

مردوں کو قبر میں دفن کرنے کا اعزاب جاهلیت میں رواج تھا اور جس کسي جنازہ کو دفن کرنے کے لیئے لیجاتے هوئے دیکھتے تھے تو اور آدمي مردہ کي تعظیم اور اُس پر افسوس ظاهر کرنے کے لیئے سر و قد اُٹھہ کھڑے هوتے تھے *

اُن کا عقیدہ تھا کہ انسان کا خون بجز انسان کي سانس کے اور کچھہ نہیں هی اور روح محض ایک هوا انسان کے جسم کے اندر هی مگر بعض لوگ جو بہ نسبت اُن کے زیادہ تعلیم یافتہ تھے یہہ عقیدہ رکھتے تھے کہ روح ایک نہایت چھوٹا سا جانور هی جو انسان کے پیدا هونے کے وقت اُس کے جسم میں گھس جاتا هی اور همیشہ اپنے آپ کو بڑھاتا رهتا هی — انسان کے مرنے کے بعد وہ جانور جسم کو چھوڑ کر قبر کے گرد چیختا پھرتا هی یہانتک کہ ایک اُلو کے برابر هو جاتا هی *

زمانہ جاہلیت کے عرب دیوں اور خبیث ارواحوں کو مانتے تھے — تمام خیالی اور وہمی اور فرضی صورتیں جو بیابانوں یا پرانی مسمار اور منہدم عمارتوں میں اُن کو نظر آتیں اور جن کی کہ تنہا آدمی کے خیال میں اکثر صورت بن جاتی ہی اُن سب کو مختلف قسم کی خبیث ارواحیں تصور کرتے تھے *

بعض لوگ ان مغالطات نظری کو مختلف بروج کی تاثیر کی طرف منسوب کرتے تھے اور اُن کی راے اوروں کی راے کے مقابلہ میں افضل تر معلوم ہوتی تھی *

زمانہ جاہلیت کے عرب نیک اور بد جنات میں عقیدہ رکھتے تھے — اُن کی مختلف صورتیں اور شکلیں مقرر کی تھیں اور مختلف نام رکھے تھے — اُن کے نزدیک بعض جنات نصف جسم انسان کا سا اور نصف جسم روحانی رکھتے تھے — زمانہ جاہلیت کے عرب اور قوتوں اور وجودوں میں بھی اعتقاد رکھتے تھے جو انسان کی نظر سے غایب تھے مگر آیندہ کی خبروں کو بآواز بلند ظاہر کر دیتے تھے اور خود ہمیشہ پوشیدہ رہتے تھے — وہ فرشتوں کو اور اور ارواحوں کو بھی جو دکھائی نہیں دیتیں مانتے تھے اور مختلف شکلیں اُن کی طرف منسوب کرتے تھے *

عرب کے زمانہ جاہلیت کی رسم و رواج کو اس مقام پر ہم نے نہایت سرسری طور پر بیان کیا ہی مگر ہم کو اُمید ہی کہ اُن نیم وحشی لیکن عالی دماغ اور آزاد منش باشندگان عرب کے خانگی اور سوشیل عام حالات معلوم ہونے سے ایک منصف مزاج شخص اگر ایسا شخص دنیا میں پایا جاتا ہی اس بات کا فیصلہ کرسکیگا کہ اسلام کے قبل عربوں کا کیا حال تھا اور بعد اسلام کے اُن کا کیا حال ہوگیا اور بالعموم اُن کے اخلاق کس طرح پر تبدیل ہوگئے — اُن کی اگلی اور پچھلی حالت کے مقابلہ کرنے میں ہمارا یہہ سرسری بیان اُس منصف مزاج شخص کو کافی مدد دیگا اور ایسے نتایج مستنبط کرنے کے قابل کریگا جن کی جانب اُس کی انصاف پسندی اُسکو ہدایت کریگی *

تمت

الخطبة الثالثة

فی

الادیان المختلفة التي كانت في العرب قبل الاسلام

ومن يبتغ غيرالاسلام دينا فلن يقبل منه و هو فی‌الاخرة من الخاسرين

اس خطبه میں هم اس امر کي تحقيقات بهي کرينگے که اُن اديان میں سے جو زمانه جاهليت میں مروج تهے اسلام کونسے دين سے مشابه تر هی اور ايا اس مشابهت اور مماثلت کي وجهه سے اسلام ايک دين حق ثابت هوتا هی یا ايک عيارانه بنايا هوا قصه *

توريت مقدس میں جو بيان انسان کے پيدا هونے کا اور اُسکے بعد بابل میں زبانوں کے مختلف هوجانے اور روے زمين پر پراگنده هونے کا ذکر هی اُسي کو هم اپني اُس بحث کا جو اس خطبه میں هی ابتدائي مقام فرض کرتے هيں اور اُسي بنا پر يهه بات کهتے هيں که اگرچه عبادت اور پرستش کي سادگي اور يکرنگي خود بخود اُس وقت تک جاري رهي هوگي جبکه انسان تعداد میں کم اور ايک محدود مقام میں تهے — مگر جبکه وه زيادہ وسيع ملکوں میں پهيل گئے جنکي آب و هوا اور ملک کي بناوت مختلف تهي تو اُس وقت اُنکے دلوں کو نئے اور عجيب خيالات نے قريباً هر ايک بات کي نسبت گهير ليا — خصوصاً اُس وجود کي ماهيت کي نسبت جسکي عظمت کے جلوے نيک يا بد خوف و هراس سے اُنکو تسليم کرنے پڑے *

وه لوگ اُن قدرتي ظهور کے طبعي اسباب سے جنکے ديکهنے سے ايک تربيت يافته آدمي کے دل میں بهي خوف و هراس پيدا هوتا هی جيسے که بهونچالوں کا آنا زمين کا دهنس جانا اور پهٹ جانا — درياؤں کا جوش — سمندروں کا تلاطم پهاڑوں کے عجائبات — درختوں کی کرامات — بادلوں کي گڑگڑاهٹ — بجلي کي کڑک اور چمک — اور اُسکے گرنے سے بربادي — اور خوفناک طوفانوں کي تباهي کے اسباب سے محض ناواقف تهے — اس لئے اُنهوں نے ان سب کاموں کو کسي ايسے وجود کے کام تصور کئے هونگے جسکو وه اپنے آپ سے بدرجها اعلی اور زبردست اور بوجه غير ظاهر هونے اُس وجود کے اور بهي زيادہ خوفناک تصور کرتے هونگے — يهي اسباب هيں جنکے سبب ابتدا میں انسان کے دل میں عبادت کرنے اور قربانياں چڑهانے اور پوجا کرنے کا خيال پيدا هوا — مگر اُن ديوتاؤں کو ان تين

طریقوں سے خوش کرنے یا اُنکا غصہ مٹانے میں بوجہ ملک کی خاصیت اور ملک کی آب و ہوا کے اور اُسکے باشندوں کے عام مزاج اور چال چلن کے ہر ایک ملک کے باشندوں میں اختلاف پیدا ہوگیا — ہمکو اُمید ہی کہ جو کچھہ ہم نے بیان کیا اُس سے اس کتاب کے پڑھنے والے سمجھہ جاوینگے کہ عرب میں عموماً مذہبوں کی ابتدا کس طرح پر شروع ہوئی *

عرب میں جو قومیں قبل اسلام کے موجود تھیں اُنکے حالات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ اپنے زمانہ میں باعتبار مذہب کے چار مختلف فرقوں میں منقسم تھیں — بت پرست — خدا پرست — لامذہب اور معتقدین مذہب الہامی *

بت پرستی

انسان کی جبلت میں جو ہر ایک چیز کے سمجھنے کی طاقت ہی اور جسکو ہم سمجھہ یا عقل سے تعبیر کرسکتے ہیں اُسکا یہہ نتیجہ تھا کہ وہ اپنے وجود کی نہایت ابتدائی منزل میں اولاً بتوں کی پرستش کا اپنے ذہن میں خیال پیدا کرے — اسی سبب سے اولاً اُسکے ذہن میں بتوں کی پرستش کا خیال پیدا ہوا اور پھر رفتہ رفتہ قایم و مستحکم ہوگیا *

ایک مصنف کا قول ہی کہ ” آدمی از روے خلقت اور جبلت کے مذہب کو ماننے والا پیدا ہوا ہی “ — اگر وہ معبود حقیقی سے ناواقف ہوگا تو مجازی معبود اپنے لیئے بنا لیگا — وہ خطروں اور مشکلوں سے گھرا ہوا ہی وہ قدرت کی عظیم‌الشان طاقتوں کو ہر طرف اپنے اپنے کام میں مشغول دیکھتا ہی جنکے سبب سے اُسکو خوف و رجاء پیدا ہوتی ہی اور باوصف اسکے اُنکے کام اُسکے حیز ادراک اور قبضہ قدرت سے باہر ہیں — اس واسطے اُسکے دل میں اپنے سے کسی زیادہ طاقتور شی سے ایک تعلق پیدا کرنے کا جستجو وہ تکیہ اور بھروسہ کرسکے خیال پیدا ہوتا ہی ... قدرت کے ان کاموں کو ذہن نشین کرنے اور اُنکے سمجھہ میں آنے کے لیئے اب اُسکے واسطے صرف ایک طریقہ ہی — طبعی اسباب کا تصور تو بہت تھوڑے عرصہ سے پیدا ہوا ہی — ابتدائی انسان صرف ایک قسم کی علت کا گمان کرسکتا ہی یعنی مثل اپنے ایک با ارادہ طبیعت کا — اس لیئے وہ تمام چیزوں کو جنہیں متحرک اور عمل کنندہ پاتا ہی ذی روح اور ذی فہم وجود ٹھہرا لیتا ہی اور اُنکی طرف مثل انسانوں کے خیالات اور طبایع منسوب کرتا ہی اور اس سے زیادہ کیا قرین قیاس ہوسکتا ہی کہ بذریعہ نذروں اور التجاؤں کے اُنکے مہربان کرنے یا اُنکی بد مزاجی یا غصہ کے دور کرنے کے واسطے کوشش کرے *

جب کہ انسان ہنوز وحشیانہ حالت میں تھا اُسنے قدرت کی بڑی بڑی اشیاء کو اپنے فرحت یا مصیبت کے اسباب کی نظر سے دیکھا اور اسی واسطے اُنکو نہ صرف اپنے زیادہ

طاقتور سمجھا — اور اس نیت سے کہ اپنی دعائیں اور التجائیں اُن سے ایک ظاہری شکل میں کریں اُس کو اپنی خیالی چیزوں کے مجسم کرنے کے واسطے جو اب اُس کے معبود ہوگئے نقاشی یا مصوری گو کیسی ہی ناقص ہو عمل میں لانی پڑی — بت پرستی کی ایک اور بنا کسی قوم کے کسی شخص کی خدمات کی جو اپنے کارہاے نمایاں کی وجہہ سے مشہور و معروف ہوا سفونیت کی خواہش تھی — یعنی ایسے کارہاے نمایاں جو شاعروں کے وحشیانہ گیتوں اور نظموں میں مشہور ہوئے اور مرنے کے بعد اُس شخص کو معبود ہونے کے رتبہ کا صلہ دلایا — یہی امر عرب پر بھی صادق آتا ہی — آفتاب - ماہتاب ستارے اور بروج ملائک اور ارواح جو بقول اُنکے انسانوں کی زندگانی کے واقعات پر حاوی اور قادر تھے اُن سب کو رتبہ الوہیت دے رکھا تھا اور اُنکی پرستش کرتے تھے — اسی طرح اُن آدمیوں کی بھی پرستش کرتے تھے جنھوں نے اپنے شکر گذار ملک کی خدمتیں بجا لا کر نام حاصل کیا تھا *

اس طریقہ پرستش کے اختیار کرنے میں انسانوں کا منشاء محض معلل بہ دنیا تھا * اُن بتوں یا اُن اشیاء اور اشخاص کی پرستش کا باعث جنکے وہ قایم مقام ہیں یہہ اعتقاد تھا کہ اپنے پرستش کنندہ کو ہر قسم کی دنیوی خوشی اور آسایش عطا کرنا اور اُن مصیبتوں اور خرابیوں کو جو اُسپر نازل ہونے والی ہوں رد کردینا اُنکے اختیار میں ہی - اور اُنکی پرستش کو ترک کردینے کی سزا اُنکے اعتقاد میں افلاس - بیماری - لاولدی اور عبرت انگیز موت ہوتی تھی *

جب کہ زمانہ بڑھتا گیا جب کہ تہذیب اور شایستگی کو ترقی ہوتی گئی جبکہ باہمی راہ و رسم کے ذریعے زیادہ شایع اور پر امن ہوتے گئے جبکہ آدمیوں کو ایک دوسرے سے ملاقی ہونے کا زیادہ اتفاق ہوتا گیا یہانتک کہ اپنے خیالات اور اپنی رایوں اور اپنے عقاید کا تبادلہ کرنے کے قابل ہوئے اُنکے دماغ عالی ہوتے گئے اور اُنکی خوشیاں زیادہ شایستہ اور پاک ہوتی گئیں *

* یہی غیر محسوس خیالات کی ترقی عرب میں بھی واقع ہوئی اور اُس ملک کے باشندوں نے اپنے معبودوں کو ہر جسمانی آسایش اور روحانی خوشی کے عطا کرنے کا اُس شخص کی نسبت جس سے وہ راضی ہوں اختیار کل دیدیا *

قدیمی باشندگان عرب کی نسبت یعنی قوم عاد - ثمود - جدیس - جرہم الاولی اور عملیق اول وغیرہ کی اسقدر محقق ہی کہ یہہ لوگ بت پرست تھے مگر ہمارے پاس کوئی ایسی مقامی روایت عرب کی نہیں ہی جو ہمکو اُنکی پرستش اصنام کے طریقوں کی تعیین اور جو قدرتیں کہ وہ اپنے معبودوں کی طرف منسوب کرتے تھے اُنکی تصریح اور جن اغراض اور ارادوں سے کہ وہ مورتوں کو پوجتے تھے اُنکے بیان کرنے میں مطمئن کرے - قریب

قریب تمام حال جو همکو عرب کے بتوں کي نسبت معلوم هی صرف یقطان اور اسمعیل کی اولاد کے بتوں کي نسبت معلوم هی جو عرب العاربه اور عرب المستعربه کے نام سے مشهور هیں
اُنکے بت دو قسم کے تهے — ایک قسم کے تو وہ تهے جو ملائک اور ارواح اور غیر محسوس طاقتوں سے جنپر که وہ اعتقاد رکهتے تهے اور جنکو مونث خیال کرتے تهے نسبت رکهتے تهے — اور دوسري قسم کے وہ تهے جو نامي اشخاص کي طرف جنهوں نے اپنے عمدہ کاموں کي وجهه سے شهرت حاصل کي تهي منسوب تهے *

وہ قدرتي سادگي اور بے تکلفي جو ابتدائي درجه تمدن میں آدمیوں کي نشانیاں هیں اُنکي پرستش کے طریقوں میں قابل تمیز نهیں رهي تهیں — علاوہ اسکے اُنهوں نے بهت سے خیالات غیر ملکوں کے اور نیز اپنے هي وطن اصلي کے الهامي مذهبوں سے اخذ کرلیئے تهے اور ان سب کو اپنے توهمات سے خلط ملط کرکے اپنے معبودوں کو دنیا اور عقبی دونوں کے اختیارات دیدیئے تهے — لیکن اتنا فرق تها که وہ یهه اعتقاد رکهتے تهے که دنیوي اختیارات بالکل اُنکے معبودوں کے هاتهه میں هیں اور عقبی کے اختیارات کي نسبت اُنکا یهه اعتقاد تها که اُنکے بت یعني وہ جنکي پرستش کے لیئے وہ بت بنائے گئے هیں اُنکے گناهوں کي معافي کي خدا تعالی سے شفاعت کرینگے — اُنکي طرز معاشرت اور اُن کي خانگي سوشیل اور مذهبي اطوار اور رسوم نے بهي اسیطرح سے گرد نواح کے ملکوں سے جنکے باشندے الهامي مذهب رکهتے تهے اثر حاصل کیا تها — غرضکه قبل ظهور اسلام کے ملک عرب میں بت‌پرستي کي یهه کیفیت تهي *

لا مذهبي

زمانه جاهلیت میں ملک عرب میں ایک فرقه تها جو کسي چیز کو نهیں مانتا تها نه تو بت پرستي کو اور نه کسي الهامي مذهب کو — اُن کو خدا کے وجود سے انکار تها اور حشر کے بهي منکر تهے اور جو که وہ گناہ کے وجود کے قائل نه تهے اسي لیئے عقبی میں بهي روح کي جزا یا سزا کے قائل نه تهے — وہ اپنے آپ کو جمله قیود قانوني خواہ رسمي سے مبرا تصور کرتے تهے اور اپني هي آزاد مرضي کے موافق کاربند هوتے تهے — اُن کا عقیدہ یهه تها که انسان کا وجود اس دنیا میں ایک درخت یا جانور کي مانند هی — وہ پیدا هوتا هی اور پختگي پر پهنچکر تنزل پکڑتا هی اور مرجاتا هی جس طرح که کوئي ادنی جانور مرجاتا هی اور جانوروں هي کي مانند بالکل نیست و نابود هوجاتا هی *

خدا پرستي

زمانه جاهلیت کے عربوں میں بهي خدا پرست عرب تهے اور وہ دو قسم کے تهے ایک تو ایک غیر معلوم اور پوشیدہ قدرت کو جس کو وہ اپنے وجود کا خالق قرار دیتے تهے مانتے تهے

لیکن باقي امور میں اُن کا عقیدہ لامذھبوں کے عقیدہ کي مانند تھا — دوسري قسم کے فرقہ کے لوگ خدا کو برحق مانتے تھے اور قیامت اور نجات اور حشر اور بقاے روح اور اُس کي جزا اور سزا کے جو حسب اعمال انسانوں کو ملیگي قائل تھے مگر انبیا اور وحي پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے *

اس اخیر فرقہ کا عقیدہ تھا کہ غیر فاني روح کي جزا اور سزا دوسرے جہان میں محض آدمیوں کے نیک اور بد اعمال پر جو اس دنیا میں کیئے ہوں منحصر ھی — اس لیئے ضرور ھوا کہ وہ ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے اُن کو دائمي خوشي حاصل ھو اور اُن کو ابدي تکلیف اور خرابي سے محفوظ رکھے لیکن خود اُن کے پاس کوئي ایسا اصول جس پر وہ کاربند ھوں موجود نہ تھا اس لیئے اُنھوں نے اُن قواعد کي طرف توجہہ کي جن کو اُن کے گرد نواح کي قومیں مانتي تھیں اور اپني سمجھہ کے موافق ھر قوم سے کچھہ کچھہ باتیں اخذ کرکے اختیار کیں — یہي اسباب تھے جن کے سبب سے عرب کے کچھہ لوگ بت پرست ھوگئے اور بعض نے کسي مذھب معینہ کي پابندي نہیں کي بلکہ اپني ھي عقل اور سمجھہ کے بموجب کاربند ھوئے *

الہامي مذھب

اسلام سے پہلے چار الہامي مذھب عرب میں وقتاً فوقتاً جاري ھوئے — (۱) مذھب صائبي (۲) مذھب ابراھیمي اور دیگر انبیاء عرب کا (۳) مذھب یہود (۴) مذھب عیسوي *

مذھب صائبي

اس مذھب کو عرب میں قوم سامري نے رواج دیا تھا جو اپنے آپ کو قدیم مذھب کے پیرو سمجھتے تھے — وہ حضرت شیث اور حضرت اخنوخ یعني ادریس کو اپنے نبي کہتے تھے اور اپنے مذھب کو اُن کي طرف منسوب کرتے تھے — اُن کے ھاں ایک کتاب بھي تھي جسکو وہ صحیفہ شیث کہتے تھے — ھماري راے میں کوئي یہودي یا عیسائي یا مسلمان صائبیوں کے اُس عقیدہ پر جو وہ حضرت ادریس کے ساتھہ رکھتے تھے کسي قسم کا اعتراض نہیں کرسکتا ھی — توریت میں حضرت ادریس کو ایک مقدس اور با خدا شخص لکھا ھی اور وہ آیت یہہ ھی " و اخنوخ با خدا سلوک نمودہ بعد ازان نا پدید شد چہ خدا اورا گرفتہ بود " (کتاب پیدایش باب ۵ ورس ۲۴) وہ شخص جسکو مسلمان ادریس یا الیاس کہتے ھیں اور توریت کا اخنوخ ایک ھي شخص ھیں — صائبیوں کے ھاں سات وقت کي نمازیں تھیں اور وہ اُن کو اُسي طرح ادا کرتے تھے جس طرح کہ مسلمان نماز ادا کرتے ھیں — مردہ کي بھي وہ نماز پڑھا کرتے تھے — مسلمانوں کي طرح وہ بھي ایک

قمري مہینہ کا روزہ رکھا کرتے تھے — مگر جو برائي کہ آھستہ آھستہ اُن کے مذھب میں پھیل گئي تھي وہ یہہ تھي کہ ستاروں کي پرستش کرنے لگے تھے — اُنھوں نے سات ھیاکل یعني معبد سبع سیاروں کے لیئے بنائے تھے اور جس ستارہ کا جو معبد تھا اُسي معبد میں اُس ستارہ کي پرستش کرتے تھے — حرّان کے معبد میں سب لوگ بہ نیت حج جمع ھوا کرتے تھے — خانہ کعبہ کي بھي بڑي تعظیم کرتے تھے — اُن کا سب سے بڑا مذھبي تیوھار اُس روز ھوا کرتا تھا جب کہ آفتاب برج حمل میں جو موسم بہار کا اول برج ھی داخل ھوتا تھا اور چھوٹے چھوٹے تیوھار اُس وقت ھوتے تھے جب کہ پانچ سیارے یعني زحل — مشتري — مریخ — زھرہ — عطارد بعض برجوں میں یکے بعد دیگرے داخل ھوا کرتے تھے — اُن کا اعتقاد تھا کہ ان سیاروں کا سعد اور نحس اثر انسان کي قسمتوں پر اور دنیا کے اور امور پر ھوتا ھی — وہ یقین کرتے تھے کہ بارش یا مینہہ کي کشش انہیں ستاروں کي تاثیر پر منحصر ھی — یہہ خیال اور اسي قسم کے اور خیالات اور عقاید صائبیوں کے سوا عرب کے اور لوگوں میں بھي رائج ھوگئے تھے — اُن میں اعتکاف کرنے کا بھي رواج تھا اور غاروں یا پہاڑوں میں چند روز مراقبہ اور سکوت میں بسر کرتے تھے *

ابراھیمي یا دیگر انبیاء عرب کا مذھب

اسلام سے پہلے پانچ انبیا عرب میں مبعوث ھوئے تھے (۱) ھود (۲) صالح (۳) ابراھیم (۴) اسمعیل (۵) شعیب — یہہ سب نبي حضرت موسی سے اور بني اسرائیل کو احکام عشرہ کے عطا ھونے سے پیشتر گذرے ھیں *

اصل اصول ان جمیع انبیاء کے مذاھب کا خداے واحد کي عبادت تھا — اور دیگر احکام و مسائل جنکو انبیاء مذکور نے بتایا تھا باستثناء احکام و مسائل حضرت ابراھیم اور حضرت اسمعیل کے سب فراموش ھوگئے تھے اور کوئي مقامي روایت ایسي موجود نہیں ھی جو ھمکو اس بات سے واقف کرے کہ وہ احکام کیا تھے اور کتنے تھے *

حضرت ابراھیم اور حضرت اسمعیل کے مذھب کے احکام و مسائل کے لیئے بھي اسیطرح کوئي ایسي کافي سند نہیں ھی جس سے کہ ھم اُن کو تفصیل وار بیان کرسکیں اور ایسے بہت کم مسائل ھیں جنھوں نے باستعانت روایت مذھبي اور روایت مقامي کے ایسا تاریخي رتبہ حاصل کیا ھو کہ ھم اُس کے حوالہ دینے کے لایق ھوں *

حضرت ابراھیم کے تقوے اور پرھیزگاري کا سب سے پہلا کام بت پرستي کا ترک کرنا اپنے باپ کے بتوں کا توڑنا اور خداے برحق پر یقین کرکے صدق دل سے اُسکي پرستش کرنا تھا *

ختنہ اور ڈاڑھي کا رکھنا رسوم مذھبي ھیں جن کے بیان کرنے کي چندان ضرورت نہیں ھی کیونکہ ھر شخص کو معلوم ھی کہ یہہ رسمیں حضرت ابراھیم نے مروج اور معین کي تھیں — خداے پاک کي پرستش کے واسطے قربان گاھوں کے بنانے کي رسم بھي حضرت

ابراهیم نے جاری کی تھی اور منجملہ بیشمار قربان گاہوں کے جو حضرت ابراهیم نے بنائیں ایک قربان گاہ اُس مقام پر بھی بنائی تھی جہاں کہ حجر اسود قبل اس کے کہ دیوار کعبہ میں اور پتھروں کے ساتھہ نصب ہو کھڑا ہوا تھا *

خداے تعالی کے نام پر قربانی کرنا بھی حضرت ابراهیم نے مقرر کیا تھا اور یہہ رسم آجتک اُنکی اولاد میں اور اُنکی اولاد کے پیرووں میں بجنسہ مروج ہی *

خداے تعالی کی عبادت کے واسطے خانہ کعبہ کی تعمیر کی نسبت عرب کی تمام مقامی روایتیں اور تمام مورخ اس امر پر متفق ہیں کہ خانہ کعبہ کو حضرت ابراهیم اور حضرت اسمعیل نے بنایا تھا *

سینٹ پال حواری نے جو گلیشیا والوں کے نام خط لکھا ہی ہماری راے میں اُس سے بھی بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ خانہ کعبہ کو " جو بیت المقدس کا ہم پایہ ہی " حضرت ابراهیم اور حضرت اسمعیل نے بنایا تھا *

خانہ کعبہ میں اول خدا کی عبادت اُسکے اندر اور باہر کیا کرتے تھے اور اُسکے بعد اُسکے گرد طواف کیا کرتے تھے اور طواف کے وقت ساری جماعت پکار پکار کر خدا کا نام لیتی تھی اور خانہ کعبہ کو بوسہ دیتی جاتی تھی *

اس مقام پر خود بہ خود ایک سوال پیدا ہوتا ہی اور وہ یہہ ہی کہ کیا فرق ہی خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے اور اُسکو اور حجر اسود کو بوسہ دینے اور قربان گاہوں کے بنانے اور اُنکی تعظیم کرنے اور حضرت یعقوب کے پتھر کھڑا کرنے اور اُسپر تیل ڈالنے اور نماز میں بیت المقدس یا کعبہ کی طرف سجدہ کرنے غرض کہ اشیاے مجسم کی تعظیم اور حرمت کرنے میں اور بت پرستوں کی اُن رسوم میں جو وہ اپنے بتوں کی نسبت عمل میں لاتے ہیں اور جسکی وجہہ سے اُنکو ہر شخص حقارت اور غصہ کی نظر سے دیکھتا تھا اور اب بھی دیکھتا ہی *

بلا شبہہ ان دونوں کاموں میں بڑا فرق ہی مگر جو امر کہ لوگوں کو ان دونوں کاموں میں صاف صاف تمیز کرنے سے روکتا ہی وہ لفظ " بت پرستی " ہی جس سے یہہ مراد سمجھی جاتی ہی کہ آدمی کسی مجسم اور مصنوعی شی کی تعظیم اور پرستش کرنے میں گنہگار ہوتے ہیں *

مگر یہہ غلطی ہی — بت پرستوں کے مشرک اور گنہگار ہونے کی صرف یہہ وجہہ نہیں ہی کہ وہ مجسم اور مصنوعی اشیاء کی تعظیم اور پرستش کرتے ہیں بلکہ اُس کی وجہہ یہہ ہی کہ وہ چند روحانی یا ذی جسم وجودوں یا طاقتوں یا عظیم الشان قدرتی اشیاء کو اُن سب قدرتوں کا مالک سمجھتے ہیں جو درحقیقت صرف اللہ تعالی ہی کی ذات سے علاقہ رکھتے ہیں اور اُن اشیاء وغیرہ کی اس طرح بندگی بجا لاتے ہیں جو صرف خدا تعالی

هي کو سزا وار هی — اُنکے بت اُن وجودوں کے جو غیر خدا هیں قایم مقام اور یادگار هوتے هیں نه که خدا تعالی کے — اس اعتقاد کي وجهه سے وه مشرک اور گنهگار هوجاتے هیں خواه وه اُن روحاني یا ذي جسم وجودوں یا طاقتوں یا عظیم‌الشان قدرتي اشیاء کے ناموں پر کوئي مورت یا بت قایم کرکے پوجتے هوں خواه صرف اپنے دل هي میں یهه اعتقاد رکهکر اُنکي پرستش کرتے هوں — اور ظاهر میں اُنکا کوئي بت نه بناتے هوں — اُنکو بت‌پرست اس لیئے کہا گیا هی که وه اکثر اُن روحاني یا ذي جسم وجودوں یا طاقتوں یا عظیم‌الشان قدرتي اشیاء کي جنکو وه صفات الهي کا مخزن اور معدن سمجهتے تهے اپنے خیال کے موافق بت اور مورتیں بناکر اُنکے توسل سے اُنکو پوجتے تهے — اگر وه ان ظاهري وسائل پرستش کو اختیار نه کرتے لیکن باطن میں یهي اعتقاد رکهتے تب بهي اُنکو بت پرست کہنا ناموزوں نه هوتا *

حضرت ابراهیم کي بنائي هوئي قربان گاهیں جن میں که حجر اسود بهي شامل هی اور حضرت یعقوب کا کهڑا کیا هوا پتهر اور خانه کعبه اور بیت المقدس یهه سب چیزیں کسي مشهور و معروف اشخاص کي یادگار کے طور پر نهیں بنائي گئي تهیں اور نه وه کسي فرشته یا عظیم‌الشان قدرتي شی کے نام پر قایم کي گئي تهیں بلکه بالتخصیص قادر مطلق کے نام پر جو تمام چیزوں کا خالق هی اور اُسکي پرستش کي غرض سے بنائي گئی تهیں جمله رسوم اور تکلفات جو ان مقاموں پر برتے جاتے تهے صرف خدا تعالی کي عبادت اور پرستش کے مختلف طریقے تهے اور خدا تعالی کي بندگي گو کسي طور پر بجا لائي جاوے جسکو خدا تعالی نے منظور اور مقبول کرلیا هو هرگز گناه یا شرک یا بت پرستي نهیں هوسکتي *

تمام آدمیوں کا میدان عرفات میں جمع هونا جهاں که نه حضرت ابراهیم کا حجراسود هی نه حضرت یعقوب کا سنگ قربان گاه اور نه حضرت اسمعیل کا معبد بلکه محض ایک وسیع میدان هی — اُن لوگوں کا ایک ساتهه شامل هوکر خدا کا نام لیکر پکارنا اور اپنے گناهوں کي معافي چاهنا خاص خدا کي عبادت هی جسکا نام مسلمانوں نے حج رکها هی اور حضرت ابراهیم اور حضرت اسمعیل اس طرح پر عبادت کرنے کے باني هوئے تهے — پس کون شبهه کرسکتا هی که حج اُس واجب الوجود لاشریک له کي خاص الخاص عبادت هی *

افسوس هی که رفته رفته ملک عرب میں بت پرستي کا عام رواج هوگیا تها — مگر باایں همه همکو معلوم هوتا هی که بهت سے اشخاص ایسے بهي تهے جو ان مذاهب الهامي میں سے کسي نه کسي مذهب کے متبع تهے اور خداے واحد کي پرستش کرتے تهے — اُنهیں لوگوں میں سے متعدد نے جدید مذهب هونے کا دعوی کیا اور الله تعالی کے معبود

حقیقي هونے کا مجمع عام میں وعظ کیا اور لوگوں کو بت پرستي چهوڑنے پر ترغیب دي —
وہ لوگ جنهوں نے اپني نسبت مجدد مذهب هونے کي شهرت دي تهي اُنکے نام یهه هیں —
حنظلہ ابن صفوان — خالد ابن سنان — اسعد ابو کرب — قس ابن ساعدہ وغیرہ اور
بعضوں نے عبدالمطلب کو بهي ایک مجدد مذهب قرار دیا هے *

لیکن یهه کیسا هي حیرت انگیز امر کیوں نه معلوم هو که اُس شخص کي اولاد
جسنے اپنے باپ کے بتوں کو توڑا اور اُنکي پرستش سے مونهه موڑا اور خداے برحق کي
پرستش کے لیئے متوجه هوا اور کہا " اني وجهت وجهي للذي فطرالسموات والارض حنیفا
وما انا من المشرکین " — رفته رفته اُسي بت پرستي کي حالت میں ڈوب جاے — مگر
اس سے زیادہ تعجب انگیز اور حیرت آمیز یهه بات معلوم هوتي هے که اُسي کي اولاد میں
ایک ایسا شخص پیدا هوا جسنے پهر اپنے مورثوں کے بتوں کو بلکه تمام عرب کے بتوں کو
غارت کردیا اور جس نے خداے اعظم اور علام الغیوب کي عبادت کو جو تمام چیزوں کا مبداء
اور مرجع هے رواج دیا اور اعلی ترین درجه پر پهونچا دیا — اور جس نے که جهالت اور
کفر کي اُس گهري تاریکي کو جس میں که اُس کے هموطن مبتلا تهے دین حق کے پاک
اور شفاف نور سے منور کردیا *

یهودي مذهب

یهودي مذهب کو شام کے یهودیوں نے عرب کے ملک میں شایع کیا تها جو اُس ملک
میں جاکر آباد هوئے تهے — بعض مصنف ناواجب جرأت کرکے یهه راے دیتے هیں که ایک
قوم بني اسرائیل کي اپنے جتهے سے علحده هوکر ملک عرب میں جابسي تهي اور وهاں اکثر
قوموں کو اپنا مذهب تلقین کیا — مگر یهه راے صحت سے بالکل معرا هے — اصل یهه
هے که یهودي مذهب عرب اُن یهودیوں کے ساتهه آیا تها جو پندرهویں صدي دنیوي میں
یا پانچویں صدي قبل حضرت مسیح کے بخت نصر کے ظلم سے جو اُنکے ملک اور قوم کي
تخریب کے درپے هوا تها بهاگ گئے تهے اور شمالي عرب میں به مقام خیبر آباد هوئے تهے — تب
تهوڑے عرصه بعد جب که اُنکي مضطرب حالت نے کسي قدر سکون اور قرار پکڑا اُنهوں نے
اپنے مذهب کو پهیلانا شروع کیا اور قبیله کنانه اور حارث ابن کعب اور کنده کے بعض لوگوں
کو اپنے مذهب میں لائے — جب که سنه ۳۶۵۴ دنیوي میں یا سنه ۳۵۴ قبل حضرت
مسیح کے یمن کے بادشاه ذونواس حمیري نے مذهب یهود اختیار کیا تب اُس نے اور لوگوں
کو بهي بالجبر اس مذهب میں داخل کرکے اُس کو بهت ترقي دي — اُس زمانه میں
یهودیوں کو عرب میں بڑا اقتدار حاصل تها اور اکثر شهر اور قلعے اُن کے قبضه میں تهے *

اس بات کے یقین کرلے کا قوي قرینه یهه هے که یهودي بت پرستي کو غصه اور حقارت
کي نظر سے دیکهتے هونگے — مگر عرب کي کوئي مقامي روایت اس مضمون کي نهیں پائي

جاتي کہ خانہ کعبہ کي نسبت اُن یہودیوں کي راے عربوں کي راے سے برخلاف تھي — مگر یہہ امر تسلیم کیا گیا ھی کہ ایک تصویر یا صورت حضرت ابراھیم کي جن کے پاس ایک مینڈھا قرباني کے واسطے موجود کھڑا تھا یہودیوں کے ذریعہ سے خانہ کعبہ میں اُس بیان کے مطابق جو توریت میں ھی کھینچي گئي ھوگي یا رکھي گئي ھوگي — کیونکہ یہودي اس قسم کي تصویروں یا صورتوں کے بنانے اور رکھنے کو گناہ نہیں سمجھتے تھے *

اس میں کچھہ شک نہیں کہ یہودیوں کے ذریعہ سے ملک عرب میں خدا تعالی کی معرفت کا علم جیسا کہ قبائل عرب میں بالعموم پیشتر تھا اُس سے بھي دوچند ھوگیا — وہ عرب جنھوں نے یہودي مذھب قبول کرلیا تھا اور وہ لوگ بھي جو اُن سے راہ و رسم رکھتے تھے اُس سے فائدہ مند ھوئے تھے — کیونکہ یہودیوں کے پاس ایک عمدہ قانون شریعت اور سوشیل اور پولیٹیکل کا موجود تھا اور اُس زمانہ کے عرب اس قسم کي چیز سے بالکل بے بہرہ تھے — اس سے ایک معقول طور پر استنباط ھوتا ھی کہ بہت سے خانگي اور سوشیل آئین اور رسوم کو جو اُس قانون میں مذکور ھیں عربوں نے اختیار کرلیا ھوگا خصوصاً یمن کے رھنے والوں نے جہاں کہ اُن کے بادشاہ ذونواس نے یہودي مذھب قبول کرلیا تھا اور اُس نے یہودي مذھب کي ترویج میں کوشش کي ھوگي *

ھمکو اس مقام پر مذھب یہود کے مسائل اور عقاید اور اُنکي رسموں اور طریقوں پر بحث کرنے کي ضرورت نہیں معلوم ھوتي — کیونکہ یہہ سب باتیں توریت میں موجود ھیں اور ھر شخص اُن سے کسي نہ کسي قدر واقف ھی — اور وہ امور جنکا بیان کرنا ھمکو بالتخصیص مد نظر ھی اُس مقام پر بیان ھونگے جہاں کہ ھم مذھب یہود اور اسلام کے تعلق باھمي پر بحث کرینگے *

عیسوي مذھب

یہہ بات محقق ھی کہ عیسوي مذھب نے تیسري صدي عیسوي میں ملک عرب میں دخل پایا تھا جبکہ اُن خرابیوں اور بدعتوں کي وجہہ سے جو آھستہ آھستہ مشرقي کلیسا میں شایع ھوگئي تھیں قدیم عیسائیوں کي تباھي ھوتي تھي اور وہ لوگ ترک وطن پر مجبور ھوئے تھے تاکہ اَور کسي جگہہ جاکر پناہ لیں — اکثر مشرقي اور نیز یورپین مورخ جنھوں نے اس مضمون کو مشرقي مصنفوں سے اخذ کیا ھی اس بات پر متفق الراے ھیں کہ وہ زمانہ ذونواس کي سلطنت کا زمانہ تھا — مگر ھم اس راے سے کسي طرح اتفاق نہیں کرسکتے کیونکہ ھمارے حساب کے موافق جسکا بیان ھم نے خطبہ اول میں کیا ھی ذونواس کا زمانہ قریباً چھہ سو برس پیشتر اس واقعہ کے گذر چکا تھا اور اسي وجہہ سے ھم اُن مصنفوں کي اس راے کو بھي تسلیم نہیں کرتے جنکا بیان ھی کہ ذونواس نے عیسائیوں کي تخریب کي تھي *

اول مقام جہاں کہ یہہ بھاگے ہوئے عیسائی آباد ہوئے تھے نجران تھا اور اُس سے پایا جاتا ہی کہ وہاں کے معتدبہ لوگوں نے عیسوی مذہب قبول کرلیا تھا ـ یہہ عیسائی فرقہ جیکوبائٹ یعنی یعقوبی فرقہ تھا اور اس لقب سے مشرقی فرقہ "مانوفیزیٹیز" کا موسوم کیا جاتا تھا – اگرچہ صحیح طور پر یہہ لقب شام اور عراق اور بابل کے فرقہ "مانوفیزیٹیز" پر اطلاق ہوسکتا ہی – جیکوبائٹ کا لقب ایک شام کے راہب کے نسب سے جسکا نام جیکوبس براڈیس تھا اس فرقہ کا پڑ گیا تھا اور جس نے کہ یونان کے بادشاہ جسٹنی نین کے عہد میں اپنے ملک سے نکلے ہوئے "مانوفیزیٹیز" کا ایک علحدہ فرقہ قایم کرلیا تھا — اُن کا عقیدہ یہہ تھا کہ حضرت عیسی صرف ایک صفت رکھتے ہیں یعنی ایک انسانی صفت نے اُن میں تقدیس کا درجہ حاصل کرلیا ہی *

عیسائی مصنفین نے بیان کیا ہی کہ عیسوی مذہب نے اہل عرب میں بہت ترقی حاصل کی تھی مگر ہم اس باب میں اُن سے اتفاق نہیں کرتے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ باستثناے صوبہ نجران کے جس کے اکثر باشندوں نے عیسوی مذہب اختیار کرلیا تھا قبایل حمیر — غسان – ربیعہ – تغلب – بہرو – تونخ – طي – قودیہ اور حیرہ میں معدود اشخاص نے اُن کی تقلید کی تھی اور کوئی جماعت کثیر یا قوم کی قوم عیسوی مذہب میں نہیں آئی تھی – جس طرح کہ یہودی مذہب میں آگئی تھی — اغلب ہی کہ ان متفرق اعراب متنصرہ کی وساطت سے حضرت مریم کی تصویر خواہ مورت حضرت عیسی کو گود میں لیئے ہوئے خانہ کعبہ کی اندرونی دیواروں پر کھینچی گئی ہو یا اُس کے اندر رکھی گئی ہو *

خانہ کعبہ میں متعدد قوموں کے معبودوں کی یا بزرگوں کی تصویریں یا مورتیں رکھی ہوئی تھیں اور جس فرقہ سے وہ تصویر یا مورت علاقہ رکھتی تھی وہی فرقہ اُس کی پرستش کرتا تھا — جب کہ عرب کے لوگوں نے یہودی اور عیسائی مذہب اختیار کرلیا تو اُسی مذہب کے لوگوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت مریم کی تصویر یا مورت خانہ کعبہ میں رکھی یا کھینچی ہوگی — کیونکہ جس طرح عرب کے اور فرقوں کو اپنے معبودوں یا بزرگوں کی مورتیں رکھنے یا کھینچنے کا کعبہ میں حق تھا اسی طرح اُن عربوں کو بھی حق تھا جو یہودی یا عیسائی ہوگئے تھے — اور کسی کو اُس کی ممانعت کا حق نہ تھا *

اسلام سے پیشتر ملک عرب کی یہہ مذہبی حالت تھی اور ایسے مختلف مذہب جو زمانہ واحد میں وہاں مروج ہوگئے تھے اُس کا ضروری نتیجہ یہہ ہوا ہوگا کہ اُن مذہبوں کے احکام اور مسائل اور رسوم باہم خلط ملط اور اہل عرب میں بالعموم مروج ہوگئے ہونگے – کیونکہ یہہ بات بعید از قیاس ہی کہ اُن نیم وحشی اور جاہل لوگوں کو اس قدر شعور ہو کہ اُنکے مذاہب مختلفہ کے باہمی فرق کو جانچ سکتے ہوں اور ایک کو دوسرے سے علحدہ کرکے حقیقی تفاوت کی تمیز کرتے ہوں *

ان مذاهب کے بھاري بوجھہ کے نیچے ملک عرب ایک مذبوحي حرکت کررہا تھا کہ دفعۃ اسلام نمودار ہوا اور اُس کو حضرت آمیز سرور میں ڈالکر اُس کا غیر متحمل بوجھہ دور کردیا اور دفعۃ جزیرہ عرب کے چاروں کونوں کو صدق کے نور سے بھر پور کردیا اس لیئے اگر یہہ کہنا جایز ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ دین اسلام عرب کے حق میں رحمت ایزدي سے بھي کچھہ زیادہ تھا — اسلام از روے اصول کے بت پرستي کے بالکل متناقض تھا کیونکہ وہ حقایق قدرتي اور ابدي کي تعلیم و تلقین کرکے انسان کو اعلی درجہ پر پہونچانا چاہتا تھا اور بت پرستي انسان کو جہالت کي حالت میں رکھہ کر از روے تمدن اور اخلاق کے دونوں طرح سے غلام بنانا چاہتي تھي — اسلام لا مذہبي سے بھي کچھہ موافقت نہ رکھتا تھا کیونکہ اُسکا ابتدائي اور خاص اصول یہہ ہی کہ خدا تعالی کي وحدانیت پر اور اُس کے وجود پر بیچون و چرا اعتقاد رکھنا چاہیئے جس کے وجود سے لا مذہبوں کو انکار تھا — مذہب اسلام میں اور عرب کے خدا پرستوں کے مذہب کے دونوں فرقوں میں سے دوسرے فرقہ سے کوئي سخت مخالفت نہ تھي کیونکہ اگر اس فرقہ کے عقاید میں وحي کے عقیدہ کو اضافہ کیا جاوے تو مذہب اسلام کے اصلي اصول کے بہت قریب قریب ہوجاتا ہی — مذہب صابیي کے عقاید الہام سے اسلام بالکل مماثل تھا لیکن اُس مذہب میں اجرام فلکي کي پرستش کو رد کرتا تھا اور ستاروں کے نام پر مورتیں بنانے اور معابد قایم کرنے کو بھي جو ایک قسم کي بت پرستي ہی اور جس میں قوم صابیي بوجہہ امتداد زمانہ کے آہستہ آہستہ آپڑي تھي ناروا ٹھہراتا تھا *

ابراھیمي مذہب اور عرب کے اور نبیوں کے مذہب اور یہودي مذہب کے اصول اور احکام اور عقاید اسلام کے اصول اور احکام اور عقاید کے کچھہ بھي متناقض نہ تھے — بلکہ درحقیقت اسلام کے اصول اور احکام ابراھیمي مذہب اور دیگر انبیاے عرب کے مذہب اور یہود کے مذہب کے اصول اور احکام کو مکمل کرتے تھے — اسلام میں اور یہودي مذہب میں صرف یہہ فرق تھا کہ اسلام حضرت عیسی کو تسلیم کرتا تھا مگر یہودیوں اور عیسائیوں کي بعض غلط تفاسیر کو جو وہ توریت اور انجیل کي آیتوں کي کرتے تھے انہیں مانتا تھا — اصول اسلام اُن عمدہ اصول سے جنکي در حقیقت حضرت عیسی نے تلقین کي تھي مطابقت تامہ رکھتا تھا — لیکن زمانہ اسلام میں جو عیسائي تھے اُن کے اصول اور عقاید اور مسائل اور رسوم مذہبي اور اُن کے برتاؤ سے بالکل مخالف تھا اور بجز چند متفرق اور متعدد مسائل اخلاق کے کسي اَور چیز میں ان دونوں مذہبوں میں مشابہت نہ تھي *

اس سے یہہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ مذہب اسلام کیا ہی — ہم جواب دیتے ہیں کہ مذہب اسلام صابیي مذہب کے الہامي اصول اور احکام اور مسایل کي تکمیل اور ابراھیمي مذہب اور عرب کے دیگر الہامي مذہبوں کے اصول اور احکام اور مسایل کي تکمیل اور

قرتھب اور یہودی مذہب کے الہامی اصول اور احکام اور مسائل کی قرار واقعی تکمیل اور الله جل شانہ کی وحدانیت کی ایسے اعلی درجہ پر توضیح جو کسی اور مذہب میں اس تکمیل سے نہیں تھی اور جس کو ہم وحدت فی الذات اور وحدت فی الصفات اور وحدت فی العبادۃ سے تعبیر کرتے ہیں اور اخلاق کے أن اصولوں کی جن کی حضرت عیسی نے در اصل تلقین کی تھی تکمیل ہی - اور أن تمام مذاہب کے الہامی اصول اور احکام اور مسائل کی تکمیل اور اجتماع کا نام اسلام ہی - ہم اپنے اس جواب کو بعض مثالوں کے حوالہ سے مشرح کرتے ہیں *

مذہب اسلام میں دوسرے معبود کی پرستش کا امتناع اور بت پرستی کا استیصال یہودیوں کے مذہب کے اصول کے بالکل مماثل ہی — توریت میں لکھا ہی کہ " در حضور من ترا خدایان غیر نہ باشند " (سفر خروج باب ٢٠ ورس ٣) " بہرچہ شمارا مامور داشتم رعایت نمائید و اسم خدایان غیر را ذکر نہ نمودہ از دہانت شنیدہ نہ شود " (سفر خروج باب ٢٣ ورس ١٣) " بجہت خود صورت تراشیدہ و ہیچ شکل از چیزہائیکہ در آسمان ست در بالا و یا در زمین ست در پائین و یا در آب ہاے کہ در زیر زمین ست مساز — آنہارا سجدہ نہ نمودہ ایشاں را عبادت منما زیرا کہ من خداوند خداے توام (سفر خروج باب ٢٠ ورس ۴ و ۵) " بہ بتہا توجہ منمائید و خدایان ریختہ شدہ از براے خود مسازید خداوند خداے شما منم " (سفر لویان باب ١٩ ورس ۴) " از براے خود تان بتان و اصنام تراشیدہ شدہ مسازید و نصب شدہا از براے خود تان برپا منمائید و در زمین خود تان تصویر ہاے سنگی جہت سجدہ نمودنش مگذارید زیرا کہ خداوند خداے شما منم " (سفر لویان باب ٢٦ ورس ١) " خدایان ایشاں را سجدہ نہ نمودہ بآنہا عبادت مکن و موافق اعمال ایشاں عمل منما بلکہ ایشاں را بالکل منہدم ساختہ و بت ہاے ایشان بالتمام بشکن " (سفر خروج باب ٢٣ ورس ٢۴) *

سب سے بہتر اور اعلی احکام یہودی مذہب میں یہہ ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں اسلام میں بھی احکام بجنسہ موجود ہیں " پدر و مادر خود را احترام نما — قتل مکن — زنا منما — دزدی مکن — بر ہمسایہ ات شہادت دروغ مدہ — بخانہ ہمسایہ ات طمع مورز " — (سفر خروج باب ٢٠ ورس ١٢ — ١٧) *

اوقات نماز جو اسلام میں مقرر ہیں اور جنکی تعداد † سات یا پانچ یا تین ہیں مذہب صابئی اور مذہب یہود کی اوقات نماز سے بہت مشابہ ہیں *

---

† یعنی فجر — ضحی — یعنی چاشت — ظہر — عصر — مغرب — عشا — تہجد — دوسری اور ساتویں نماز مسلمانوں میں فرض نہیں ہی اور باقی پانچ نمازیں فرض ہیں — دوسری اور تیسری کو اور چوتھی اور پانچویں کو ایک وقت میں پڑھ لینے کا اختیار ہی اس صورت میں پانچ نمازیں اور تین وقت رہ گئے —

اسلام میں نماز پڑھنے کا جو طریقہ ہی وہ صابیی مذہب اور یہود کے مذہب کے طریقہ سے نہایت مماثل ہی — نماز دل کی صفائی کےلیئے تھی اور یہی اصلی منشا نماز کے مقرر کرنے کا تھا اور جسم اور پوشاک وغیرہ کی صفائی جس کے واسطے شروع اسلام میں حکم ہی صابیوں اور یہودیوں کی اس قسم کی رسومات سے بہت کچھہ مشابہت رکھتے ہیں — توریت میں خدا تعالی نے موسی سے کہا کہ " نزد قوم روانہ شدہ ایشان را امروز و فردا تقدیس نماے تاکہ جامہاے خود را شست و شو نمایند " (سفر خروج باب ۱۹ ورس ۱۰) " پس موسی ہارون و پسرانش را نزدیک آوردہ ایشان را بہ آب شست و شو داد " (سفر لویان باب ۸ ورس ۶) *

مذہبی امور میں صرف ایک یہی بات اسلام میں نئی ہی جو کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی یعنی نماز کے بلانے کے لیئے یہودیوں کی قرناے بجانے اور عیسائیوں کے گھنٹے بجانے کے بدلے اذان مقرر کی گئی ہی اس نرالے پن کی نسبت ایک عیسائی مصنف اس طرح لکھتا ہی کہ " مختلف اوقات نماز کی اطلاع مؤذن مسجدوں کی میناروں یا ماذنوں پر کھڑے ہوکر اذان دینے سے کرتے ہیں — ان کا لحن جو ایک بہت سادہ مگر سنجیدہ لہجہ میں بلند ہوتا ہی شہروں کی دوپہر کی دوند پکار میں مسجد کی بلندی سے دلچسپ اور خوش آواز معلوم ہوتا ہی لیکن سنسان رات میں اس کا اثر اور بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہی یہاں تک کہ اکثر فرنگیوں کی زبان سے بھی پیغمبر صاحب کی تعریف نکل گئی ہی کہ یہودیوں کی معبد کی قرناے اور کلیساے نصاری کے گھنٹوں کی آواز کے مقابلہ میں انسانی آواز کو پسند کیا " *

تمام قربانیاں جو مذہب اسلام میں جایز ہیں مذہب یہود کی قربانیوں کے مشابہ ہیں گویا یہہ قربانیاں شارع اسلام نے مذہب یہود کی بیشمار قربانیوں سے منتخب کرلی ہیں اور جو تاکیدی حکم مذہب یہود میں ان قربانیوں کے کرنے کی نسبت تھا اسکو نہایت خفیف بلکہ اختیاری کردیا ہی *

مذہب اسلام میں جو روزے مقرر ہیں وہ بھی مذہب یہود اور مذہب صابیی کے روزوں سے مشابہ ہیں بلکہ صابیی مذہب کے روزوں سے بہ نسبت یہودی مذہب کے روزوں کے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں *

ہفتہ کے ایک معینہ دن میں نماز اور دیگر رسوم مذہبی کے مقررہ وقت پر لوگوں کو کارہاے دنیوی سے منع کرنا یہودیوں کی اسی قسم کی رسم سے مطابقت رکھتا ہی لیکن حضرت ابراہیم کے زمانہ سے اہل عرب جمعہ کو متبرک دن سمجھتے آئے ہیں *

ختنہ بھی وہی ہی جسکا یہود اور پیروان حضرت ابراہیم کے ہاں دستور تھا — نکاح اور طلاق کا بھی قریب قریب ویساہی قاعدہ ہی جیسا کہ اور مذاہب الہامی میں تھا —

توریت میں لکھا هی که " اگر کسی زنی را گرفته به نکاح خود در آورد و واقع شود که به سبب چرکهٔی که درو یافت شد در نظرش التفات نه یابد انگاه طلاق نامه نوشته بدستش بدهد و اورا از خانه اش رخصت دهد " (سفر توریه مثنی باب ۲۴ ورس ۱) *

بعض عورتوں سے نکاح کرنے کے جواز یا عدم جواز میں جو احکام مذهب اسلام میں هیں وہ اکثر باتوں میں یہودیوں کے مذهب کے احکام سے مشابه هیں *

جنب مرد اور عورت کو مسجد میں جانے یا قران مجید کے چھونے کا امتناع اُنہیں دستوروں سے مشابہت رکھتا هی جو مذهب یہود میں جاری هیں - مگر فرق اتنا هی که مذهب اسلام میں به نسبت مذهب یہود کے یہه امتناع کم سختی سے هی *

سوئر کے گوشت کھانے کی ممانعت مذهب اسلام میں ویسی هی هی جیسی که بنی اسرائیل کے مذهب میں تھی — توریت میں لکھا هی " وخوک باوجودیکه نی سم چاک و تمام شگاف است اما نوش خوار نمی کند آں برای شما ناپاک ست " (سفر لویان باب ۱۱ ورس ۷) *

جانوروں کے حلال یا حرام هونے اور مرے هوئے جانور کا گوشت نه کھانے کی نسبت جو احکام مذهب اسلام میں هیں وہ موسوی شریعت کے نہایت هی مشابه هیں بلکه علماے اسلام نے وہ تمام مسائل موسوی شریعت سے مستنبط کیئے هیں *

شراب خواری اور دیگر مسکرات کا امتناع بھی موسوی شریعت کے مشابه هی توریت میں هی که " هنگام در آمدن شما به خیمه مجمع شراب و مسکرات را نخورید " (سفر لویان باب ۱۰ ورس ۹) مگر مذهب اسلام نے اس خرابی کی جو شراب سے هوتی هی پوری بندش کردی هی یعنی شراب کو بالکل حرام کردیا هی اور کسی وقت پینے کی اجازت نہیں هی *

مذهب اسلام میں مختلف جرائم اور تقصیرات کی نسبت جو سزائیں مقرر هیں وہ بھی اُن سزاؤں سے جو موسوی شریعت میں هیں نہایت درجه مشابہت رکھتی هیں — زنا کی سزا سو کوڑے مارنا مذهب اسلام میں هی — یہه سزا یہودیوں کے قانون سے مختلف هی - لیکن جو علماے اسلام یہه سمجھتے هیں که مذهب اسلام میں بھی زنا کی سزا سنگسار کرنا هی تو یہه سزا یہودیوں کے مذهب سے بالکل مماثلت رکھتی هی *

مسلمان فقہا نے ارتداد کی سزا قتل قرار دی هی - اگر در حقیقت مذهب اسلام میں ارتداد کی یہی سزا هو وہ بھی موسوی شریعت سے بالکل مماثل هی — توریت میں لکھا هی " و هر کسی که اسم خداوند را کفر بگوید البته باید کشته شود تمامی جماعت باید اورا بے تامل سنگسار نمایند خواہ غریب و خواہ متوطن چونکه اسم خداوند را کفر گفته است کشته شود " (سفر لویان باب ۲۴ ورس ۱۶)

بعض عیسائی مورخوں نے کہا ہی کہ اسلام میں ملائک کا تصور اور اعتقاد یہودیوں کی کتاب تالمد سے اور جنات اور شیاطین کا اعتقاد یہودیوں کی کتاب مدراش اور تالمد دونوں سے اور مرنے کے بعد جسم اور روح کی حالت کا بیان یہودیوں سے اور بہشت اور دوزخ کی کیفیت یہودیوں اور عیسائیوں سے اور قیامت اور روز حشر کے حالات کا یہودیوں کی کتاب مدراش اور تالمد سے اخذ کیا ہی — مگر ہماری راے یہہ ہی کہ اول تو وہ حالات جس طرح پر کہ لوگ خیال کرتے ہیں اُس طرح پر مذہب اسلام سے کچھہ علاقہ نہیں رکھتے — دوسرے یہہ کہ اُن امور میں سے جسقدر کہ مذہب اسلام سے علاقہ رکھتے ہیں وہ اُن ذریعوں سے اخذ نہیں کیئے گئے کیونکہ بجز اتحاد نام کے اور جو کچھہ کہ اسلام میں بیان کیا گیا ہی وہ کتب مذکورہ بالا کے بیان سے بالکل اختلاف رکھتا ہی *

اس خطبہ میں اسقدر گنجایش نہیں ہی کہ ہم اُن امور پر تفصیل کے ساتھہ بحث کریں اور اُن امور میں سے جو امور کہ متعلق اسلام ہیں اور جو امور کہ متعلق اسلام نہیں ہیں اُن میں تمیز کریں اور امور متعلقہ اسلام کی کامل تشریح کریں اس لیئے ہم اس مضمون کو یہہ کہکر ختم کرتے ہیں کہ اگر بالفرض امور مذکورہ بالا مذہب اسلام سے علاقہ رکھتے ہیں جیسے کہ بالعموم مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر کا اعتقاد ہی تو وہ امور بھی مذہب اسلام میں اسی قسم کے تصور کیئے جاوینگے جیسے کہ مذہب اسلام کے اور احکام یہودی مذہب سے مشابہ ہیں *

اسلام نے عیسائی مذہب سے بجز دو مندرجہ ذیل عقیدوں کے اور کوئی عقیدہ اخذ نہیں کیا ہی ایک یہہ کہ " اللہ کو جو تیرا خدا ہی اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے پیار کر " (انجیل متی باب ۲۲ ورس ۳۷) دوسرا یہہ کہ " اور جیسا تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے کریں تم بھی اُن سے ویسا ہی کرو " (انجیل لوک باب ۶ ورس ۳۱) *

اس مقام پر اگر کسی محقق اور صداقت کے متلاشی مزاج آدمی کے دل میں یہہ خیال پیدا ہو کہ اگر یہی حال ہی تو اسلام اصول اور عقائد متفرقہ اور منتشرہ مذاہب سابق کی محض ایک ترتیب اور اجتماع کا نام ہی جو ادہر اودہر سے جمع کرلیئے ہیں اور اسمیں کوئی ایسی چیز نہیں ہی جو اسلام کے ساتھہ خصوصیت رکھتی ہو — لیکن ہر ذی فہم شخص پر یہہ بات ظاہر ہوگی کہ یہہ مشابہت اور مماثلت اصول اور عقائد مذہب اسلام کی دیگر مذاہب الہامی کے اصول و عقاید سے مذہب اسلام کے پاک اور الہامی ہونے کی سبب سے بڑی دلیل ہی — تمام چیزیں جنکا مبدا ایک ہی غیر منتہی اور کامل ذات ہو ضرور ہی کہ ایک ہی قسم کی اور ایک ہی کامل اصول پر ہونگی — جس طرح کہ خدا تعالی سے اپنا مثل پیدا کرنا غیر ممکن ہی — جس طرح کہ اُسکی ذات سے کسی

پیدا کی ہوئی چیز کو اپنی مرضی اور اپنی حکومت کے احاطہ سے خارج کردینا محال ہی اسی طرح سے یہہ بھی ناممکن ہی کہ ایک ہی غرض کے انجام دینے کے لیئے دو متناقض اصول اور احکام اُسکی ذات سے صادر ہوں — مسلمانوں کو بلکہ تمام دنیا کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ ممنون رہنا چاہیئے جنہوں نے ابتداے دنیا سے اپنے زمانہ تک کے تمام نبیوں کی رسالت کو برحق تہرایا — جنہوں نے دنیا کے تمام الہامی مذہبوں کی تکمیل کی — اور جنہوں نے اپنے با ایمان متبعوں کے لیئے بے بہا اور لازوال نور کے دروازے کہول دیئے *

تمت

الخطبة الرابعة

في

ان الاسلام رحمة للانسان وجدّة لاديان الانبياء با وضح البرهان

اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام دينا

مذهب اسلام انسان کے حق میں رحمت هی اور موسوي اور عیسوي مذهب کو اس سے نہایت فائدے پهونچے هیں *

یهه مضمون جسکو اب هم لکهنا چاهتے هیں ایک ایسا مضمون هی که همکو اُس کا لکهنا یا پڑهنا شروع کرنے سے پہلے نہایت بے تعصب دل پیدا کرنا چاهیئے کیونکه طرفدار دل سچے اور صحیح نتیجه تک نہیں پهونچتا — اس الزام کے رفع کرنے سے تو هم مجبور هیں که هم مسلمان هیں اور مسلماني مذهب میں جو فی الواقع خوبي هی اُسکو ظاهر کرتے هیں مگر جهانتک همسے هوسکا هی همنے نہایت ٹهنڈي طبیعت اور ناطرفدار دل اور سیدهی سادي سچي نیت سے یهه مضمون لکها هی اور اسي لیئے همکو یقین هی که اگر هم اپني اس راے پر دوسرے کو یقین نه دلا سکینگے تو اُسکو رنجیده بهي نہیں کرینگے — همارا یهه مضمون چار حصوں پر منقسم هی *

پہلے حصه میں اُن فائدوں کا بیان هی جو مذهب اسلام سے عموماً انسان کي معاشرت کو پهونچے هیں *

گو هم کیسے هي سچے دل اور نیک نیت سے ناطرفدارانه اس مضمون کو لکهیں مگر همکو نہایت افسوس هی که جو بات مذهب اسلام کے متعلق هوتي هی اُسکو عیسائي مصنف همیشه بدظني کي نگاه سے دیکهتے هیں اور نیکی کو چهوڑ کر بدي پر حمل کرتے هیں اسلیئے همکو توقع نہیں هوتي که جو خاص هماري راے اس باب میں هو وه اُسي بدگماني اور بدظني کي نگاه سے نه دیکهي جاوے اسلیئے هم مناسب سمجهتے هیں که اس موقع پر هم اُنهیں راؤں کا بیان کریں جنکو خود بعض عیسائي مصنفوں نے انسان کے حق میں مذهب اسلام کے مفید هونے کي نسبت لکهي هیں *

سر ولیم میور جو ایک نہایت دیندار عیسائي هیں اور جب تک که علانیه اور نہایت روشن بات نه هو اسلام کے حق میں گواهي نہیں دے سکتے اپني کتاب لائف آف محمد میں

جسکے لیئے هم مسلمانوں کو اُنکا شکر کرنا چاهیئے ارتام فرماتے هیں که " هم بلاتامل اس بات کو تسلیم کرتے هیں که اُس نے (یعني مذهب اسلام نے) همیشه کے واسطے اکثر توهمات باطله کو جنکي تاریکي مدتوں سے عرب کے ملک جزیرہ نما پر چها رهي تهی کالعدم کردیا — اسلام کي صداے جنگ کے روبرو بت پرستي موقوف هوگئي اور خدا کي وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص اور هر ایک جگهه احاطه کي هوئي قدرت کا مسئله حضرت محمد کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا هي زنده اصول هوگیا هی جیسے که خاص حضرت محمد کے دل میں تها — مذهب اسلام میں سب سے پہلي بات جو خاص اسلام کے معني هیں یهه هی که خدا کي مرضي پر توکل مطلق کرنا چاهیئے بلحاظ معاشرت کے بهي اسلام میں کچهه کم خوبیاں نهیں هیں چنانچه مذهب اسلام میں یهه هدایت هی که سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتهه برادرانه محبت رکهیں — یتیموں کے ساتهه نیک سلوک کرنا چاهیئے — غلاموں کے ساتهه نهایت شفقت برتني چاهیئے — نشه کي چیزوں کي ممانعت هی — مذهب اسلام اس بات پر فخر کرسکتا هی که اُس میں پرهیزگاري کا ایک ایسا درجه موجود هی جو کسي اَور مذهب میں نهیں پایا جاتا " *

سر ولیم میور کي اس تحریر میں کچهه حاشیه لکهنا چاهتا هوں — میں سمجهتا هوں که صداے جنگ نے بت پرستي کو معدوم نهیں کیا بلکه اُس سچے مسئله وحدانیت کے وعظ نے بت پرستي کو معدوم کیا هی جسکا اثر قران مجید کے نهایت فصیح اور پرتاثیر فقروں سے لوگوں کے دلوں پر هوتا تها اور نه صرف عرب سے بت پرستي کو نیست و نابود کیا بلکه تمام مذهبوں میں جو اُس وقت دنیا میں رائج تهے اور وهاں تک وعظوں کي آواز پهونچتي تهي اس خیال کو پیدا کردیا که بت پرستي نهایت کمینه خصلت اور ایک سخت گناه هی *

برادرانه دیني محبت کا برتاؤ آپس میں مسلمانوں کے ایک خدا کے ماننے والے هونے کي وجهه سے بتایا جو ایک قدرتي رشته دیني بهائي هونے کا هی مگر انساني محبت کا برتاؤ تمام انسانوں سے بلکه هر ایک سے جو جگر تر رکهتا هو برتنے کو فرمایا *

غلاموں کي نسبت اگر صحیح تسلیم کیا جاوے تو اسلام نے غلامي کو بالکل نیست ونابود کردیا هی — اسیران جنگ کے سوا کوئي غلام نهیں هوسکتا تها — وہ بهي زمانه جاهلیت کي رسم کے موافق مگر قران نے " اما منا بعد و اما فداء " کهکر اُس کو بهي نابود کردیا — جو لوگ اسیران جنگ کو احساناً چهوڑ دیتے هیں نهایت اعلی درجه پاتے هیں — اور جو کچهه لیکر چهوڑتے هیں وہ اُن سے کمتر گنے جاتے هیں — اس حکم کے پہلے سے جو لوگ غلام رکهتے تهے اُن کي پرورش کا اسي طرح اُن کو حکم دیا جس طرح که وہ آپ اپني جان کي پرورش کرتے هیں *

ان سب باتوں کی نسبت سر ولیم میور نے مذکورہ بالا فقرہ میں اشارہ کیا ہی مگر اتنی بات اور زیادہ کرنی چاہیئے تھی کہ مذہب اسلام نے قمار بازی کو منع کرنے اور ناشایستہ کلمات کے منہہ سے نکالنے کی ممانعت سے والدین کے ساتھہ محبت اور تعظیم سے پیش آنے کی تاکید سے ایک مناسب اندازہ سے خیرات دینے کی رغبت دلانے سے لوگوں کو اُن کی حاجت میں قرض حسنہ دینے سے وعدہ کے وفا کرنے کی تاکید سے جانوروں کے ساتھہ رحم اور مہربانی برتنے کے حکم سے انسانونکے اخلاق اور اُنکی حسن معاشرت میں بہت کچھہ ترقی دی ہی *

مشہور اور نہایت لایق اور قابل مورخ گبن اپنی کتاب میں جہاں یہہ بحث کرتا ہی کہ حضرت محمد اپنے ملک کی نسبت کیسے تھے اس طرح پر لکھتا ہی کہ "حضرت محمد کی سیرت میں سب سے اخیر جو بات غور کرنے کے لایق ہی وہ یہہ ہی کہ اُن کا عظم و شان لوگوں کی بھلائی اور بہبودی کے حق میں مفید ہوا یا مضر — جو لوگ کہ آنحضرت کے سخت دشمن ہیں وہ بھی اور نہایت متعصب عیسائی اور یہودی بھی باوجود پیغمبر برحق نہ ماننے کے اس بات کو تو ضرور تسلیم کرینگے کہ آنحضرت نے دعوی رسالت ایک نہایت مفید مسئلہ کی تلقین کے لیئے اختیار کیا — گو وہ یہہ کہیں کہ صرف ہمارے ہی مذہب کا مسئلہ اُس سے اچھا ہی (گویا وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سوائے ہمارے مذہب کے اور تمام دنیا کے مذہبوں سے مذہب اسلام اچھا ہی) آنحضرت یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب سماویہ قدیمہ کی سچائی اور پاکیزگی اور اُن کے بانیوں یعنی اگلے پیغمبروں کی نیکیوں اور معجزوں اور ایمانداری کو مذہب اسلام کی بنیاد خیال کرتے تھے — عرب کے بت خدا کے تخت کے روبرو توڑ دیئے گئے اور انسان کے خون کے کفارہ کو نماز روزہ خیرات سے بدل دیا جو ایک پسندیدہ اور سیدھے سادھے طریقہ کی عبادت ہی (یعنی جو انسان کی قربانی بتوں پر ہوتی تھی اُس کو معدوم کیا اور بعوض اُس کے نماز و روزہ و خیرات کو بطور کفارہ قرار دیا) اُن کے عقبی کی جزا و سزا ایسی تمثیلوں میں بیان کی جو ایک جاہل اور ہوا پرست قوم کی طبیعت کے نہایت موافق تھیں — شاید وہ اپنے ملک کا اخلاقی اور ملکی انتظام درستی سے نہ کرسکتے ہوں مگر آنحضرت نے مسلمانوں میں نیکی اور محبت کی ایک روح ڈالدی — آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم و ستم ہونے کو روک دیا — قومیں جو کہ مخالف تھیں اعتقاد میں فرمان برداری میں متفق ہوگئیں — خانگی جھگڑوں میں جو بہادری بیہودہ طور سے صرف ہوتی تھی نہایت مستعدی سے ایک غیر ملک کے دشمن کے مقابلہ پر مائل ہوگئی" *

مسٹر گبن کی یہہ راے بھی کسیقدر حاشیۂ لکھنے کے لایق ہی — اسمیں کچھہ شک

نہیں کہ مسٹر گبن ایک نہایت غیر متعصب مورخ ہی اور مسلمانوں کی تاریخ بھی اُس نے نہایت سچائی اور دیانت داری سے لکھی ہی — مگر بعض مذہبی مسائل جو اُس تو تحقیق نہیں ہوئے یا غلط طور سے اُس تک پہونچے یا جہاں اصلی مسئلہ اور علماء کی راے اور اجتہاد میں اُس نے تمیز نہیں کی اُن مقاموں میں اُس نے نسبت آنحضرت صلعم کے یا مذہب اسلام کے غلط راے قایم کی ہی اور ہمکو اُس نامی مورخ کے نہایت بے تعصب ہونے کی وجہہ سے یقین ہی کہ اگر صحیح مسئلہ اُس تک پہونچتا تو کبھی وہ راے قایم نہ کرتا جو اُس نے دی *

اُنہوں نے یہہ خیال نہیں کیا کہ عقبی کی سزا اور جزا کا بیان غیر ممکن ہی اَن دیکھی، اَن چھوئی اَن چکھی اَن سمجھی چیز کیونکر سمجھہ میں آسکتی ہی — جس چیز کے لیئے لفظ ہی انسان کی زبان میں نہیں وہ کیونکر بیان ہوسکتی ہی — کیفیت جو ایک ذاتی وجدانی چیز ہی وہ دوسرے کو کیونکر بتلائی جاسکتی ہی یہہ تمام امور محالات سے ہیں پس وحی یا الہام اُنکو کیونکر بیان کرسکتا ہی — سچا اور صحیح مسلمانی مسئلہ سزا و جزا کا یہہ ہی کہ " لاعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر " پس کوئی بیان کرنے والا گو کہ وہ الہام ہی کی زبان ہو جزا کو بجز اس کے کہ نہایت ہی محبوب چیز ہی اور سزا کو بجز اس کے کہ نہایت ہی موذی چیز ہی اور کچھہ نہیں بتا سکتا — سو وہ بھی دنیا ہی کی محبوب اور موذی چیزوں پر قیاس ہوسکتا ہی نہ عقبی کی واقعی محبوب و موذی چیز پر — اس لیئے تمام انبیاء نے دنیا ہی کی محبوب و موذی چیزوں کی تمثیل میں عقبی کی سزا و جزا کا بیان کیا ہی — موسی نے بھی فرمایا کیئے کہ نیک کام کروگے تو مینھہ برسیگا غلہ پیدا ہوگا وبا نہوگی گناہ کروگے تو قحط پڑیگا وبا پھیلیگی — اُنہوں نے اپنی تمام زندگی میں عقبی کا نام ہی نہیں لیا کیونکہ اُس زمانہ کے لوگ بجز اُس کے اور کسی چیز پر سزا و جزا کا قیاس کرہی نہیں سکتے تھے *

آنحضرت صلعم نے سزا و جزا کا اُن دنیاوی تمثیلوں میں بیان کیا جسپر اُس ملک کے لوگ سزا و جزا کے محبوب و موذی ہونے کا قیاس کرسکتے تھے نہ یہہ کہ اُس سے وہی حقیقت مراد تھی جو اُن لفظوں کے لغوی معنی تھے — اگر آنحضرت صلعم یورپ کے کسی ٹھنڈے ملک میں پیدا ہوتے تو ضرور بجاے ٹھنڈی نہروں کے گرم پانی کی نہریں اور بجاے موتی کے محلوں کے آتش خانہ والے محل بیان فرماتے اور نہ اُس سے حقیقت مراد ہوتی نہ اس سے بلکہ صرف ایک تمثیل قیاس کرنے کو تھی وہ بھی صحیح قیاس کرنے کو نہیں بلکہ قیاس مع الفارق کرنے کو — جس قدر علماے ربانی گذرے ہیں وہ سب اسی بات کے قائل ہیں تل اعوذئی ملانے بلکہ کٹ ملا ہمیشہ اُن کے برخلاف رہے ہیں مگر جو حقیقت ہی وہ کسی کے مخالف یا موافق ہونے سے تبدیل نہیں ہوتی *

اخلاقي اور ملکي انتظام کي نسبت بهي جو کچهه مسٹر گبن صاحب نے لکها حاشيه چڑهانے کے قابل هي- اخلاق کا لفظ جو اُنهوں نے استعمال کيا وہ اسپريچوئل اور سوشيل يعني روحاني اور تمدني دونوں برتاؤ کو شامل هي — روحاني برتاؤ کي نيکي تمدني برتاؤ کي خوبي کو لازم هي — الا تمدني برتاؤ کو روحاني نيکي يا بدي سے تعلق هونا کچهه ضرور نهيں هي — آنحضرت صلعم کا کام صرف اسپريچوئل ورچو يعني روحاني نيکي کا بتانا تها اور جهاں تک اُسکو تمدن سے تعلق تها بطور لزوم کے تها نه بطور مقصود بالذات کے کيونکه وہ از خود انسان کي حالت ترقي کے ساتهه ترقي پاتي جاتي هي — پس يهه بات که آنحضرت صلعم نے روحاني اخلاق کو کافي ترقي دي خود مسٹر گبن نے تسليم کيا هي — باقي رهي تمدني حالت وہ اُنکے اصلي کام کي جسپر وہ کهڑے هوئے جزو نه تهي گو اُس ميں بڑي بهت کچهه ترقي هوئي *

ملکي انتظام محض ايک دنياوي کام تها اور جهانتک جان و مال کے امن سے متعلق تها وہ اُس زمانه کي حالت کے مطابق بطور ايک دنياوي کام کے نهايت اعلى درجه کي ترقي پر پهونچا تها اور آينده کے ليئے وہ انتظام يهه فرماکر که "انتم اعلم بامور دنياکم" اُن لوگوں کے هاتهوں چهوڑا تها جو آينده زمانه ميں هوں يهه ايک نهايت غلطي هي جو لوگ يهه سمجهتے هيں که دنياوي امور اور انتظام ملکي بهي ايک جزو پيغمبري کا تها *

مسٹر جان ڈيون پورٹ نے اپني کتاب مسمى " اپالوجي فار دي محمد اينڈ قران " ميں يهه راے لکهي هي که " اسبات کا خيال کرنا جيسا که بعضوں نے کيا هي بهت بڑي غلطي هي که قران ميں جس عقيده کي تلقين کي گئي هي اُسکي اشاعت صرف بزور شمشير هوئي تهي کيونکه جن لوگونکي طبيعتيں تعصب سے مبرا هيں وہ سب بلا تامل اس بات کو تسليم کرينگے که حضرت محمد کا دين (جس کے ذريعه سے انسانوں کے خون يعني قرباني کے بدلے نماز اور خيرات جاري هوئي اور جس نے عداوت اور دائمي جهگڑوں کي جگهه فياضي اور حسن معاشرت کي ايک روح لوگوں ميں پهونک دي اور جس کا اسوجهه سے بهت بڑا اثر شايستگي پر هوا هوگا) مشرقي دنيا کے ليئے ايک حقيقي برکت تها اور اس وجهه سے خاصکر اُس کو اُن خونريز تدبيروں کي حاجت نه پڑي هوگي جنکا استعمال بلا استثنا اور بلا امتياز کے حضرت موسى نے بت پرستي کے نيست و نابود کرنے کو کيا تها — پس ايسے اعلى وسيله کي نسبت جس کو قدرت نے بني نوع انسان کے خيالات اور مسائل پر مدت دراز تک اثر ڈالنے کو پيدا کيا هي گستاخانه پيش آنا اور جاهلانه مذمت کرنا کيسي لغو اور بيهوده بات هي — جب ان معاملات پر خواہ اُس مذهب کے باني کے لحاظ سے خواہ اُس مذهب کے عجيب و غريب عروج اور ترقي کے لحاظ سے نظر کي جاوے تو بجز اُس کے اور کچهه چارہ نهيں هي که اُس پر نهايت دل سے توجهه کي جاوے — اس امر

میں بھی کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا کہ جن لوگوں نے مذھب اسلام اور مذھب عیسائی کی خوبیوں کو بمقابلہ ایک دوسرے کے تحقیق کیا ھی اور اُن پر غور کی ھی اُن میں سے بہت ھی کم ایسے ھیں جو اس تحقیقات میں اکثر اوقات تردد اور صرف اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہوں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ھی عمدہ اور مفید مقاصد ہیں — بلکہ اس بات کا اعتقاد کرنے پر بھی مجبور ہوئے ھیں کہ آخر کار مذھب اسلام سے انسان کو فائدہ کثیر پیدا ہوگا " *

جان ڈیون پورٹ نے یہہ بھی لکھا ھی کہ " ہر ایک طرح کی شہادت سے یہہ بات معلوم ہوتی ھی کہ جن شخصوں نے فلسفہ اور علوم و فنون کو سب سے پہلے زندہ کیا جو قدیمی اور زمانہ حال کے علم ادب کے درمیان میں بطور ایک سلسلہ کے بیان کیئے گئے ھیں بلاشبہہ وہ ایشیا کے مسلمان اور اندلس کے مُور تھے جو خلفاے عباسیہ اور بنی اُمیہ کے عہد میں وہاں رہتے تھے — علم جو ابتداء ایشیا سے یورپ میں آیا تھا اُس کا وہاں دوبارہ رواج مذھب اسلام کی دانشمندی سے ھوا — یہہ بات معروف و مشہور ھی کہ اہل عرب میں چھہ سو برس کے قریب سے علوم و فنون جاری تھے اور یورپ میں جہالت اور وحشیانہ پن پھیلا ہوا تھا اور علم ادب قریباً نیست و نابود ہوگیا تھا — علاوہ اس کے یہہ بات بھی تسلیم کرنی چاہیئے کہ تمام علوم طبیعات — ہیئت — فلسفہ — ریاضی — جو دوسری صدی میں یورپ میں جاری تھے ابتداء عرب کے علماء سے حاصل ہوئے تھے اور خصوصاً اندلس کے مسلمان یورپ کے فلسفہ کے موجد خیال کیئے جاتے ھیں " *

جان ڈیون پورٹ نے یہہ بھی لکھا ھی کہ " یورپ مذھب اسلام کا اور بھی زیادہ ممنون ھی کیونکہ اگر اُن جھگڑوں سے جو سلطان صلاح الدین کے وقت میں بیت المقدس کی لڑائیوں میں ہوئے جسکو فریقین جہاد کہتے تھے قطع نظر کی جاوے تو بالتخصیص مسلمانوں کے سبب سے فیوڈل انتظام کی سختیاں اور امیروں کی خود مختاری یورپ سے موقوف ہوگئی جس کے باقی ماندہ اثروں پر ہمارے ملک یورپ کی آزادیوں کی نہایت بڑی عالیشان عمارت کی بنیاد قایم ہوئی — اہل یورپ کو یہہ بات بھی یاد دلانی چاھیئے کہ وہ حضرت محمد کے پیرووں کے (جو قدیمی اور زمانہ حال کے علم ادب کے درمیان میں بطور سلسلہ کے ذریعہ ھیں) اس لحاظ سے بھی ممنون ھیں کہ مغربی تاریکی کی مدت دراز میں یونانی حکماء کی بہت سی کتابیں اُنہی کی کوششوں سے فنون اور علم ریاضی اور طب وغیرہ کے بعض نہایت بڑے بڑے شعبوں کی اشاعت ہوئیں " *

چیمبرز ان سیکلو پیڈیا میں ایک آرٹیکل لکھنے والے نے مذھب اسلام کی نسبت یہہ رائے لکھی ھی کہ " مذھب اسلام کا وہ حصہ بھی جس میں بہت کم تغیر تبدیل ہوئی ھی اور جس سے اُسکے بانی کی طبیعت نہایت صاف صاف معلوم ہوتی ھی اُس مذھب کا

نہایت کامل اور روشن حصہ ہی — اُس سے ہماری مراد قرآن کے علم اخلاق سے ہی —
نا انصافی — کذب — غرور — انتقام — غیبت — استہزا — طمع — اسراف — عیاشی —
بے اعتباری — بد گمانی — نہایت قابل ملامت کی گئی ہیں — نیک نیتی — فیاضی —
حیا — تحمل — صبر — بردباری — کفایت شعاری — سچائی — راست بازی — ادب — صلح
سچی محبت — اور سب سے پہلے خدا پر ایمان لانا اور اُس کی مرضی پر توکل کرنا سچی
ایمانداری کا رکن اور سچے مسلمان کی نشانی خیال کی گئی ہی" *

اُسی مصنف نے یہہ بھی لکھا ہی کہ " ہم اس بات پر غور نہیں کرسکتے ہیں کہ
اسلام نے تمام انسانوں کی بھلائی کے لیئے کیا کیا — لیکن اگر نہایت ٹھیک ٹھیک کہا جاوے
تو یورپ میں علوم و فنون کی ترقی میں اُسی کا حصہ تھا — مسلمان علی العموم نویں
صدی سے تیرھویں صدی تک وحشی یورپ کے لیئے روشن ضمیر معلم کہے جا سکتے ہیں —
خاندان عباسیہ کے خلفاء کے نہایت عمدہ زمانہ سے یونانی خیالات اور یونانی تہذیب کا
از سر نو سرسبز ہونا شمار کیا جاسکتا ہی — قدیم علم ادب ہمیشہ کے واسطے بغیر کسی
علاج کے مفقود ہو جاتا اگر مسلمانوں کے مدرسوں میں اُسکو پناہ نہ ملتی — عربی فلسفہ —
قدرتی چیزونکی تواریخ — جغرافیہ — علم تاریخ — صرف و نحو — علم کلام — اور فن شاعری
کی (جس کی تعلیم پرانے اُستاد دیتے تھے) بہت سی کتابیں پیدا ہوگئیں جن میں سے
اکثر اُس وقت تک جاری رہینگی اور تعلیم دی جاویگی جب تک نسلیں تعلیم
ہونے کے واسطے پیدا ہوتی رہینگی " *

ایک جواب مضمون لکھنے والے نے جس نے یہہ مضمون اختیار کیا تھا کہ " اسلام ایک
ملکی انتظام ہی جو مشرق و مغرب میں جاری ہی " اسلام کی نسبت یہہ لکھا ہی کہ
" اسلام نے بچہ کشی کا انسداد کردیا جو اُس زمانہ میں عرب و جوار کے ملکوں میں جاری
تھی — گو عیسائی مذہب نے بھی اُس کو روکا تھا مگر اسلام کی برابر اُس کو کامیابی نہیں
ہوئی — اسلام نے غلامی کو موقوف کردیا جو اُس ملک کی پرانی جاہلیت کی رسم تھی —
اسلام نے ملکی حقوق کو برابر کردیا اور صرف اُنہی لوگوں کے حق میں انصاف نہیں کیا
جو اُس مذہب کے معتقد تھے بلکہ اُن شخصوں کے ساتھہ بھی برابر انصاف کیا جنکو اُسکے
ہتھیاروں نے فتح کیا تھا — اسلام نے اُس محصول کو جو سلطنت کو دیا جاتا تھا گھٹا کر صرف دسواں
حصہ کردیا — اسلام نے تجارت کو تمام محصولات اور مزاحمتوں سے آزاد کردیا — اسلام نے
مذہب کے معتقدوں کو اسبات سے کہ اپنے مذہبی سرگروہ کو یا مذہبی کام کو جبراً روپیہ
دیں اور تمام لوگوں کو اسی بات سے کہ غالب مذہب کو ہرایک قسم کا مذہبی چندہ دیں
بالکل بری کردیا — اسلام نے فوقہ تقویم کے تمام حقوق مفتوحہ لوگوں میں سے اُن شخصوں
کو دیدیئے جو اُسکے مذہب کے پابند تھے — اُن کو ہرایک قسم کی پناہ دی — اسلام نے

مال کي حفاظت کي — سود لينے کو اور خون کا بدلا بغير حکم عدالت کے لينے کو موقوف
کيا — صفائي اور پرهيز گاري کي حفاظت کي — اور ان باتوں کي صرف هدايت هي
نهيں بلکه اُن کو پيدا کيا اور قايم کرديا — حرام کاري کو موقوف کرديا — غريبوں کو
خيرات دينے اور هرايک شخص کي تعظيم کرنے کي هدايت کي " *

وهي مصنف يهه بهي لکهتا هے که " جو نتيجے اسلام سے هوئے وه اسقدر وسيع اور دقيق
اور مستحکم هيں که اُن کي تکميل کرلينا تو درکنار هم يقين نهيں کرسکتے که وه انسان کے
خيال ميں بهي آسکيں — اسي سبب سے بعوض اس کے که اُس کي نسبت اس طرح
پر دليليں کي جاويں جس طرح که سولن کے قانون يا نپولين کے فتوحات کے نتيجوں کے
اندازه کرنے ميں کي جاتي هيں — يا تو اُن کي نسبت يهه کها جاوے که اتفاقيه هوگئے
هيں يا به مجبوري رباني مرضي کي طرف منسوب کيا جاوے — با اين همه يهه نظم
ايک شخص واحد نے کيا تها جس نے اپنے ملک کے تمام باشندوں ميں اپني روح پهونک
دي اور تمام قوم کے دلوں نهايت تعظيم و تکريم کا خيال جو کسي انسان کے واسطے کبهي ظاهر
نهيں کيا گيا نقش کرديا — جو سلسله قوانين و اخلاق کا اُنهوں نے بنايا وه اعلى درجه
کي ترقي سے بهي اسيطرح موافق تها جيسا که ادنى ترين لوگوں سے اور اُس سلسله نے ايک
قوم سے دوسري قوم ميں گذرکر هرايک قوم کو جس نے اُس کو قبول کيا اُن قوموں اور
سلطنتوں سے فايق کرديا جن سے اُن کا ميل هوا " *

طامس کارلايل نے جو اس زمانه کي دنيا ميں نهايت نامور عالم هيں اپني کتاب ميں
جسکا نام " لکچرز آن هيروز " هے اسي مضمون کي نسبت جسپر هم بحث کر رهے هيں
يهه راے لکهي هے که " اسلام کا عرب کي قوم کے حق ميں گويا تاريکي ميں روشني کا آنا
تها — عرب کا ملک پهلے هي پهل اُسکے ذريعه سے زنده هوا — اهل عرب گله بانوں کي
ايک غريب قوم تهے اور جب سے دنيا بني تهي عرب کے چٹيل ميدانوں ميں پهرا کرتے تهے
اور کسي شخص کو اُنکا کچهه خيال بهي نه تها — اُس قوم ميں ايک اولوالعزم پيغمبر ايسے
کلام کے ساتهه جسپر وه يقين کرتے تهے بهيجا گيا — اب ديکهو که جس چيز سے کوئي واقف
هي نه تها وه تمام دنيا ميں مشهور و معروف هوگئي اور چهوٹي چيز نهايت هي بڑي
چيز بن گئي — اُس کے بعد ايک صدي کے اندر عرب کے ايک طرف غرناطه اور ايک طرف
دهلي هوگئي — عرب کي بهادري اور عظمت کي تجلي اور عقل کي روشني زمانهاے دراز
تک دنيا کے ايک بڑے حصه پر چمکتي رهي — اعتقاد ايک بڑي چيز اور جان ڈالنے والا
هے — جس وقت کوئي قوم کسي بات پر اعتقاد لاتي هے تو اُس کے خيالات بارآور اور روح
کو عظمت دينے والے اور رفيع الشان هوجاتے هيں — يهي عرب اور يهي حضرت محمد اور
يهي ايک صدي کا زمانه گويا ايک چنگاري ايسے ملک ميں پڑي جو ظلمت ميں

کس مہرس ایک ریگستان تھا — مگر دیکھو کہ یہہ ریگستان زور شور سے اوڑ جانے والی باروت نے نولے آسمان تک اوٹھتے ہوئے شعلوں سے دھلي سے غرناطہ تک روشن کردیا " یہہ رائیں ہیں عیسائي مصنفوں کي جو اُنھوں نے اسلام کي نسبت لکھي ہیں — اب ہم اپنے خطبہ کے اس حصہ کو اُنھي کي رایوں پر ختم کرتے ہیں اور دوسرے حصہ پر متوجہ ہوتے ہیں *

دوسرے حصہ میں عیسائي مصنفوں کي اس راے کي کہ اسلام انسانوں کي حالت معاشرت کے حق میں مضر ہوا ہی تردید کي جاتي ہی *

آنریبل سر ولیم میور اپني کتاب لائف آف محمد میں فرماتے ہیں کہ " اگر چھوٹي چھوٹي باتوں سے قطع نظر کي جاوے تو بھي مذہب اسلام سے تین[۱] بڑي بڑي خرابیاں پیدا ہوئي ہیں — اول یہہ کہ اُس میں ایک سے زیادہ جورووں کا ہونا اور طلاق دیدینا اور غلام بنا لینا مستحکم کیا گیا ہی اور رائج ہورہا ہی اور یہہ باتیں عام اخلاق کي بیخ کني کرتي ہیں — عام زندگي کو آلودہ اور ناپاک کرتي ہیں اور حسن معاشرت اور انسان کے گروہوں کي حالت کو درہم برہم کردیتي ہیں — دوم[۲] یہہ کہ مذہبي آزادي یعني یہہ بات کہ لوگ جونسا مذہب چاہیں اختیار کریں اور اُس کے لوازم مذہبي آزادي سے ادا کریں بالکل روکدي گئي ہی بلکہ معدوم کردي گئی ہی — تحمل کا تو نام و نشان بھي نہیں دکھائي دیتا — سوم[۳] یہہ کہ مذہب عیسائي کي ترقي میں اور اُس مذہب کے قبول کرنے میں ایک مزاحمت قایم کي گئي ہی " پس اب ہم اپنے اس خطبہ میں ان تینوں خرابیوں میں سے جنکا ذکر سرولیم نے کیا ہرایک پر علحدہ علحدہ غور کرینگے *

اس بات کا خیال کرنا ایک بڑي غلطي ہی کہ مذہب اسلام میں ایک سے زیادہ جوروان کرني اسلام لانے والوں پر لازمي قرار دي گئي ہیں یا کچھہ زیادہ ثواب کي بات ٹھرائي ہی — بلکہ برخلاف اُس کے عموماً ایک سے زیادہ جو رواں کرنے کي اجازت بھي نہیں دي گئي — صرف اُن لوگوں کو اجازت دي ہی جن کو وجوہات طبعي سے ایسا کرنے کي ضرورت ہو — لیکن اگر یہہ عذر نہو تو ایک سے زیادہ جو رواں کرني اُن نیکیوں اور اخلاق کے بالکل برخلاف ہی جنکي ہدایت اسلام نے فرمائي ہی *

مگر افسوس یہہ ہی کہ جو مخالفت عیسائي مصنفوں اور مسلمانوں کے طور و طریق دستورات و خیالات میں ہی وہ اس امر کا مانع قوي ہی کہ اس معاملہ میں سنجیدگي اور نیک نیتي اور صفائي قلب سے غور کي جاوے — مثلاً کثرت ازدواج کے لفظ سے بھي عیسائي مصنفوں کے دل میں ایسے مکروہ خیالات گذرتے ہیں کہ وہ اس امر میں ہرایک بات کي نسبت پہلے ہي سے مصمم ارادہ کرلیتے ہیں کہ اُس میں عیب نکالیں اور اس امر پر لحاظ نہیں کرتے کہ ملک کي آب و ہوا، اور مرد و عورت کي تعداد اور مختلف طبعي وجوہات اور معاشرت کے لحاظ سے وہ کس حالت میں اور کس حد تک جائز ہوسکتي ہی *

هم اس معاملہ کي نسبت تين امر يعني قانون قدرت اور باهمي معاشرت اور مذهب کے لحاظ سے بحث کرينگے - چنانچہ پہلے امر پر غور کرنے کے ليئے هم اس بات کا دريافت کرنا (بشرطيکہ ممکن هو) ضرور سمجھتے هيں کہ اس امر ميں تمام ذي روح مخلوقات کے پيدا کرنے والے کي مرضي اور ارادہ کيا تها — يعني اُس نے انسان کثير الازواج ذي روح بنايا هی يا نہيں — خالق کائنات کا ارادہ جو کچھہ کہ هو صاف صاف بلا کسي حجت و تکرار کے قدرت کے تمام کاموں سے ظاهر هوتا هی - کيونکہ يہہ امر صريح ناممکن هی کہ اُس کي مرضي اُن چيزوں کے برخلاف هو جو اُس کی مرضي سے پيدا هوئي هيں *

پس هم قانون قدرت کي بے خطا نشانيوں سے پاتے هيں کہ جن ذي روح کي نسبت اُن کے خالق کا يہہ منشاء تها کہ اُن کے صرف ايک هي مادہ هو اُن کي نسل هميشہ جوڑا جوڑا پيدا هوتي هی جن ميں سے ايک نر و ايک مادہ هوتا هی - برخلاف اس کے جن ذي روح کے متعدد مادائيں هوني مقصود هيں اُن کے ايک سے زيادہ بچے پيدا هوتے هيں اور اس بات کا کچھہ لحاظ نہيں هوتا کہ نر و مادہ کي تعداد ميں باهم ايک هي نسبت هو اور يہہ بهي معلوم هوتا هی کہ جو جاندار زمين پر رهنے والے اور چلنے والے هيں وہ اکثر بلکہ تقريباً کل کے اسي قسم کے هيں - پس اس قانون قدرت کے بموجب انسان بهي اسي دوسري قسم ميں داخل هی مگر جو کہ رتبہ ميں بوجہہ اُس بيش بہا و نادر و عجيب قوت کے جسکو عقل يا نطق بمعني مدرک کليات و جزئيات کہتے هيں اور اُس کے خالق نے اُس ميں وديعت کي هی اور تمام مخلوقات سے اشرف هی اسليئے اُسکا فرض هی کہ جو قوتيں اور حقوق مثل اور ذي روحوں کے (جو اُسکے گرد پيش رهتے هيں) قدرت نے اُسکو عطا کيئے هيں اُنکو احتياط سے اور موقع بموقع بلحاظ امورات طبعي اور حسن معاشرت اور انتظام خانہ داري يا نظم ملکي و قوانين حفظان صحت اور ملک کي تاثيرات آب و هوا کے کام ميں لاوے ورنہ اُس ميں اور ديگر حيوانات ميں جو اُس کے آس پاس پهرتے هيں کچھہ فرق نہيں هی اور ايک بکري يا مرغي سے زيادہ کچھہ رتبہ نہيں رکھتا هی پس جيسےکہ کثرت ازواج اکثر حالتوں ميں قابل نفرت هی ويسے هي قطعي التزام ايک سے زيادہ نہ هونے کا خلاف فطرت هی *

دوسرے امر کي نسبت يہہ بات غور کرنے کے قابل هی کہ انسان اپني سرشت سے مدني الطبع پيدا هوا هی — اسي بات کو توريت ميں يوں بيان کيا هی کہ جب کہ خدا تعالی کو يہہ خيال آيا کہ انسان کا اکيلا هونا اُس کے حق ميں اچها نہيں هی تو اُسنے اُس کے واسطے ايک ساتهي پيدا کيا — اور وہ عورت هی جو اسواسطے پيدا کي گئي هی کہ انسان کي زندگي کے تفکرات و ترددات - لطف و فرحت - رنج و راحت ميں شريک هو — اپني مجانست سے اُسکي خوشي کو بڑهاوے اور اپني محبت اور اُلفت کي بهري

هوئي همدردي سے اُسکي تکليف کو کم کرے اور سب سے اخير غرض جسکے ليئے وه پيدا کي گئي هی يهه هی که انسانکے ساتهه شريک هوکر خدا کے اس بڑے حکم کي تعميل ميں که " بڑهو اور پهلو اور زمين کو آباد کرو " مدد دے - مگر جب کبهي يهه مددگار کسی سبب سے اپنے ان قدرتي فرضوں کے ادا کرنے ميں قاصر هو تو اُس دانشمند حکيم خالق زن و مرد نے اس نقصان کے رفع کرنے کي باليقين کوئي تدبير رکهي هوگي اور وه بجز اسکے اَور کوئي نهيں هوسکتي که يا ايسي حالتوں ميں ايک سے زياده مگر کسي حد خاص تک ايک هي وقت ميں جوروان رکهنے کي اجازت هو خواه يهه هو که پهلي زوجه کے طلاق دينے کے بعد دوسري جورو کرے — پچهلا حق عورت کو بهي حاصل هونا چاهيئے چنانچه مذهب اسلام کي رو سے اُس کو حاصل هی — سياست مدن کے لحاظ سے صرف اتنا فرق هی که مرد جب چاهے اس علاج کو کرسکتا هی ليکن عورت کو اول جج (يعني قاضي) کي اجازت حاصل کرني چاهيئے — اگر اس تدارک کي انسان کو اجازت نهوتي جس کي ضرورت هم نے صاف صاف لفظوں ميں ثابت کي هی تو اُس کے سبب سے حسن معاشرت ميں نهايت نقصان پهونچتا کيونکه ايسي سخت قطعي قيد سے نهايت قبيح اور بد ترين برائيوں اور گناهوں کی طرف انسان کو مايل هونا پڑتا — اگرچه اس نقصان کا تعليم و تربيت کي ترقي سے کم هونا ممکن هی ليکن مٹنا محالات سے هی پس جهاں اس کي ضرورت هی وهاں اس کے عمل ميں نه لانے سے وهي تمام نقصان پيدا هوتے هيں جو حسن معاشرت کے ليئے سم قاتل هيں *

مسٹر هگنز صاحب نے جو اپني راے نسبت تعدد ازواج لکهي هی اور جان ڈيون پورٹ نے جو مانٹسکيو کي راے اس باب ميں نقل کي هی اُس کا اس مقام پر بيان کرنا بےموقع نهيں هی — اگرچه يهه بات افسوس کي هی که ان دونوں صاحبوں نے تعدد ازواج پر صرف ايک نظر سے نگاه کي هی يعني امورات طبعي کے لحاظ سے مگر مذهب اسلام ميں يهه خاص اجازت حالات خاص ميں صرف امورات طبعي هي کے لحاظ سے نهيں دي گئي هی بلکه جيسا هم نے اوپر بيان کيا اس غرض سے دي گئي هی که تزوج کي تلخيوں کے واسطے اور مقاصد تزوج کے فوت هوجانيکي حالت ميں ايک تدارک حاصل هو جو عين مرضي آدم و هوا کے پيدا کرنے والے کي اُس کے قدرت کے کاموں کي نشانيوں سے معلوم هوتي هی *

مسٹر جان ڈيون پورٹ نے مانٹسکيو کي يهه راے نقل کي هی که " گرم ملک ميں عورتيں آٹهه نو يا دس برس کي عمر ميں نکاح کے لايق هوجاتي هيں — پس اُن ملکوں ميں بچپن اور نکاح کے لايق جواني گويا ساتهه هي ساتهه هوتي هی — بيس برس کي عمر ميں وه بڑهيا هوجاتي هيں — پس اس ليئے يهه ايک قدرتي بات هی که اُن ملکوں ميں جبکه کوئي قانون مانع نهو انسان ايک جورو کو طلاق ديکر دوسري جورو کرلے اور تعدد

ازواج کا قاعدہ جاري کیا جاوے " *

مسٹر هگنز صاحب لکھتے هیں که " علم قواے انساني اور علم طبعیات کے ماهرین نے بعض وجوهات ایسے دریافت کیئے هیں جو کثرت ازدواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور هوسکتے هیں اور هم شمالي ملکوں کے سرد خون والے میڈک کے سے مزاج کے جانوروں سے متعلق نهیں هوسکتے هیں مگر بني اسمعیل سے جو گرم ریگستان کے رهنے والے هیں متعلق هوسکتے هیں — علاوہ اس کے وہ بیان کرتے هیں که سر ڈبلیو اوسلي صاحب کے مشرقي مجموعه صفحه ۱۰۸ میں یهه بیان کیا گیا هی که ایشیا کے گرم ملکوں کي تاثیر سے دونوں گروہ یعني مرد و عورت میں ایک ایسا اختلاف هوتا هی جو یورپ کي آب و هوا میں نهیں هی جهاں دونوں برابر برابر اور به تدریج عالم ضعیفي کو پهونچتے هیں مگر ایشیا میں صرف مرد هي کو یهه بات حاصل هوتي هی که ضعیفي میں بهي قوي اور طاقتور رهتا هی — اگر یهه بات سچ هی تو باني مذهب اسلام کے لیئے اس بات کي که اُنهوں نے متعدد جوروؤں کي اجازت دي ایک وجهه بڑي تهي اور یهه ایک کافي سبب اس بات کا هی که حضرت عیسی نے اس مضمون کي نسبت اپني کوئي راے ظاهر نهیں کي بلکه اُسکو ملکوں کي گورنمنٹوں کے آئین پر چھوڑ دیا کیونکه جو بات ایشیا کے واسطے مناسب هوگي وہ یورپ کے واسطے نامناسب هوگي " *

اب هم اس مقام پر اُن بدعادتوں اور خراب اخلاق کا جو آنحضرت صلعم سے پهلے ایام جاهلیت میں عموماً جاري تهے اس ناطرفدارانه بحث میں ذکر نه کرنا مناسب نهیں سمجهتے هیں — ملک ایران اپنے اخلاق کي خرابي میں سب سے بڑها هوا تها وهاں قوانین نکاح بالاے طاق رکهدیئے گئے تهے اور رشته داري کا گو وہ کیسي هي قریب هو یا بعید مطلق پاس و لحاظ نهیں تها — بیٹے کو اُس کي ماں ایسي هي مباح تهي جیسے باپ کو اُس کي بیٹي اور بهائي کو اُس کي بهن — غرض که اس معامله میں فيالواقع ایک جانوروں کے گله سے مشابهت رکهتے تهے جو کسي قسم کے قانون کے پابند نهیں هوتے — ایران کے گوشه شمال و مغرب میں یهودي به کثرت آباد تهے — اُن کے هاں کثرت ازدواج کي رسم بلا کسي قید اور حد کے بے روک ٹوک کے جاري تهي — اور زمانه جاهلیت کے عرب کے حالات کو به نظر غور دیکهنے سے جهاں یهودیوں اور ایرانیوں کے دستورات خلط ملط هوگئے تهے معلوم هوتا هی که عرب میں یهه دونوں رسمیں یکساں جاري تهیں — تعدد ازواج کي کچهه انتها نه تهي — لوگ جس عورت کو چاهتے تهے پسند کرتے تهے — اپنے پسند میں کسي قسم کے قانون کے پابند نه تهے — تمام عورتیں بغیر کسي امتیاز و رتبه یا عمر یا رشته داري کے مردوں کي وحشیانه خواهشوں کے پورا کرنے کا کام دیتي تهیں — عورتوں کي نسبت بدذوقي کے وحشیانه خیالات اور اُنکے ساتهه وحشیانه حرکات کا تفاخر صرف بے عیب

هي نہیں گنا جاتا تھا بلکہ شیخی اور عالي همتي اور بڑي بہادري کا کام سمجھا جاتا تھا ــ اُس زمانہ کے عیسائي مذهب پر (اگر وہ مذهب عیسوي کہا جاسکے) جب هم نظر ڈالتے هیں تو اُسکے معتقدوں کو ایک ایسے طریقہ کا پیرو پاتے هیں جو اوپر کے دستوروں سے بالکل برخلاف هی یعني ایک بیوي جورو کرني کچھہ نیکي نہیں گني جاتي تھي بلکہ رهبانیت و تجرد محض کي عام هدایت تھي اور مرد عورت دونوں کے لیئے وهي نیکي گني جاتي تھي ـــ ایسے زمانہ میں جس میں عقل کي اور دل کي تاریکي چھائي هوئي تھي اور رسم و رواج اور اخلاق اور طرز معاشرت اس درجہ خراب هوگیا تھا ـــ باني اسلام نے نہایت خوبي اور دانشمندي سے ایک ایسا عمدہ قانون بنایا جو بہ لحاظ اپني اصلیت کے نہایت کامل اور عقل کامل کے بالکل مطابق اور انسان کي تندرستي اور بہبودي اور حسن معاشرت کي ترقي کا نہایت عمدہ ذریعہ اور زن و مرد کي حالت زوجیت کے حق میں اور دونوں کے لیئے اُسکي تلخیوں کو دور کرنے میں نہایت هي مفید هی *

تیسرے جبکہ هم اس معاملہ پر بہ لحاظ مذهب کے بحث کرنا چاهتے هیں تو هم پہلے یہہ دیکھا چاهتے هیں کہ دو اور الہامي مذهبوں نے یعني یہودي مذهب نے اور خصوصاً عیسائي مذهب نے جسکے پیرو مذهب اسلام کے اس مسئلہ پر نہایت طعن کرتے هیں اس باب میں کیا کہا هی اور اُسکے بعد هم دکھادینگے کہ مذهب اسلام نے کیا کیا اور پھر اهل انصاف سے پوچھینگے کہ مذهب عیسوي نے تعدد ازدواج کو روکا هی یا مذهب اسلام نے *

مذهب یہود تو ایک مخزن هی جس میں بہ کثرت ازدواج اور بلا تعین حد موجود هی عیسائي مذهب نے بھي تعدد ازدواج کي کہیں ممانعت نہیں کي چنانچہ هم اپنے اس قول کي تائید میں چند مشہور و معروف عیسائي عالموں کي رائیں نقل کرتے هیں جنسے تعدد ازدواج کي تائید هوتي هی ـ مسٹر هگنز بیان کرتے هیں کہ " حضرت محمد نے اُس نہایت قدیم موسوي مذهب کے مقنن کي پیروي کرکے اپني قوم کو جو اسمعیل کي اولاد هی (جو مسلمانوں کے باپ کا بیٹا تھا) متعدد بیویوں کي اجازت دي اسواسطے عیسائي همیشہ اُس پر عیب نکالتے هیں اور کہتے هیں کہ اُنھوں نے اپنے پیرووں کي کمینہ خواهش کو پورا کیا لیکن میں نہیں جانتا کہ متعدد بیویوں کي اجازت کي نسبت ایسا سخت طعن کیوں کیا جاتا هی ـــ حضرت سلیمان کي نظیر اور حضرت داؤد کي نظیر پر (جو خدا کي دلي مرضي کے مطابق چلتے تھے اور جنکو خدا نے خاص اپني شریعت کے احکام کي تعمیل کے لیئے بنایا تھا) یہہ امر چنداں اعتراض کے لایق نہیں هی ـــ خصوصاً اس وجہہ سے کہ عیسی مسیح نے بھي اُن بیس انجیلوں میں سے جنکو اُنکے معتقدوں کے گروہ میں سے کسي نہ کسي نے اُنکے احکام کے قلمبند کرنے کے واسطے تحریر کیا تھا کسي انجیل میں اُس کي ممانعت نہیں هی " *

مسٹر ڈیون پورٹ اپنی کتاب میں بائبل کی بہت سی آیتوں کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ " اُن آیتوں سے پایا جاتا ہے کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں ہے بلکہ خاص خدا نے اُسمیں برکت دی ہے" نہایت مشہور و معروف عالم جان ملٹن تعدد ازواج کا ایک مشہور حامی ہے جس نے اس امر کی ثائید میں بائبل میں سے بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد یہہ تحریر کیا ہے کہ " علاوہ اس کے خدا نے ایک تمثیلی صورت (حزقیل) میں مسماتان اہولا و اہولیا سے اپنا نکاح کرنا ظاہر کیا ہے — اور یہہ ایک ایسا طرز بیان ہے کہ اُس کو خداوند تعالی بالتخصیص اس طوالت کے ساتھہ ایک تمثیل میں بھی ہرگز نہ اختیار کرتا اور نہ درحقیقت ایسی بات کا مرتکب ہوتا اگر وہ رسم جسکی دلالت اُس سے ہوتی ہے فی نفسہ معیوب یا مذموم ہوتی — پس جس رسم کا امتناع انجیل میں بھی کسی کو نہیں ہے وہ کیونکر معیوب یا مذموم خیال کی جاسکتی ہے — کیونکہ انجیل میں اُن ملکی آئین میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں کیا گیا ہے جو انجیل سے پیشتر جاری تھے " *

جان ملٹن یہہ بھی کہتے ہیں کہ " میں عبرانیوں کے خط کے باب ۱۳ ورس ۴ سے اس طرز سے جواز تعدد ازواج پر استدلال کرتا ہوں کہ تعدد ازواج کی رسم یا تو نکاح جایز ہے یا فجور ہے یا زنا ہے — پس اُس مقدس رسول نے کوئی چوتھی صورت تسلیم نہیں کی — پس میں یقین کرتا ہوں کہ اُن بہت سے بزرگوں کی تعظیم و توقیر کے لحاظ سے جو کثیر الازواج تھے ہرایک شخص اُس کو فجور یا زنا خیال کرنے سے باز رہیگا — کیونکہ خدا حرام کاروں اور زانیوں کو سزا دیگا حالانکہ اُن بزرگوں پر خدا کی خاص نظر تھی جیسا کہ خود اُس نے فرمایا ہے — پس اگر متعدد نکاحوں کا کرنا ٹھیک ٹھیک نکاح ہو تو وہی جائز ہے اسی حواری کا قول ہے کہ " سب میں نکاح کرنا بھلا ہے اور بستر ناپاک نہیں *

یہہ حال تو تعدد ازواج کی نسبت مذہب موسوی اور عیسوی میں تھا اب ہم کہتے ہیں کہ مذہب اسلام نے تمام مذہبوں سے بڑھکر تعدد ازواج کو نہایت خوبی سے روکا ہے اور صرف ایک ہی بیوی کو پسند کیا ہے تعدد کو صرف ایک نہایت محدود و خاص حالت میں جائز رکھا ہے — ہمکو کچھہ شبہہ نہیں ہے کہ سچا مسئلہ سچے مذہب کا جو اُس کی مرضی کے موافق ہو جس نے مرد و عورت کا جوڑا پیدا کیا ضرور ایسا ہوگا جو قانون قدرت کے تو برخلاف نہ ہو اور حسن معاشرت میں کوئی نقصان نہ پیدا کرے اور وہ یہی ہوسکتا ہے کہ عموماً کثرت ازواج کی ممانعت اور صورت ہاے خاص اور حالات مستثنی میں اجازت ہو اور ٹھیک یہی مسئلہ ٹھیٹ اسلام کا ہے قران مجید نے اس نازک معاملہ اور دقیق اور پر پیچ مطلب کو نہایت فصیح و بلیغ دو لفظوں میں بیان کردیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ " فان خفتم ان لا تعدلو فواحدة " یعنی اگر تمکو خوف ہو کہ متعدد جوروؤں

میں عدل نہ کرسکوگے تو صرف ایک ہی جورو رکھنی چاہیئے - اگر ان لفظوں پر کافی غور نکی جاوے اور صرف اوپری اوپری معنی لیئے جاویں جیسے کہ اکثر علماء اور فقہا نے لیئے ہیں تو بھی اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہی کہ لوگوں کو بے اعتدالی سے باز رکھنے کی غرض سے (جو ہمیشہ بد تر اور بعض دفعہ خطرناک ہوتی ہی) اور اس بات کا یقین ہونے کی نظر سے کہ جس شخص نے ایک سے زیادہ جورواں کیں وہ ایک واقعی ضرورت کے سبب سے مجبور تھا بہت سخت قیدیں اور شرطیں لگائی گئی ہیں مثلاً یہہ کہ سب کو بالکل برابر حق حقوق دینے اور سب کے ساتھہ برابر محبت رکھنی تاکہ عدل کے معنی متحقق ہوں — پس جو لوگ سچے دیندار اور درحقیقت مذہب کے تابع ہیں وہ از خود بجز ضرورت مجوزہ کے ایک سے زیادہ جورواں کرنے سے باز رہتے ہیں کیونکہ وہ یقیناً جانتے ہیں کہ اس اجازت سے بغیر اُس کی شرایط کے پورا کیئے جن کا پورا کرنا نہایت مشکل ہی فائدہ اوٹھانا اپنے مذہبی فرائض کو ٹھیک ٹھیک طور پر ادا کرنا نہیں ہی *

لیکن اگر ان مختصر لفظوں پر بتعمق نظر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ شارع نے ایک سے زیادہ جورو کرنے کی اجازت کو نہایت محدود اور خاص حالت میں مخصوص کردیا ہی کیونکہ اُس نے فرمایا ہی کہ اگر تمکو خوف ہی کہ عدل نہ کرسکوگے تو صرف ایک ہی ہونی چاہیئے لفظ "خوف عدم عدل" ایک ایسا لفظ ہی کہ جب تک "محل عدل" ساقط نہو "خوف عدم عدل" زائل نہیں ہوسکتا — گو اس وقت ہم کیسا ہی سچا ارادہ کرلیں کہ ہم دونوں جوروؤں میں عدل کرینگے (جو درحقیقت بحالت قیام "محل عدل" ناممکن ہی) تب بھی "خوف عدم عدل" اگر "محل عدل" قایم ہی زائل نہیں ہوتا *

دوسری جگہہ قران مجید میں اس کی بخوبی تفصیل ہی جہاں خدا نے اُن لوگوں کی نسبت جن کے پاس متعدد جورواں تھیں صاف صاف فرمادیا ہی کہ تم ہرگز متعدد جوروؤں میں عدل نکرسکوگے گو تم عدل کرنے کی کتنی ہی حرص کرو پس مت جھک پڑو اندھا دھندی سے جھک پڑنا تاکہ چھوڑ دو اُن کو آدھر میں لٹکتے ہوئے کہ نہ وہ بیوہ یا مطلقہ ہی کہ دوسرا شوہر کرسکے اور نہ سہاگن ہی کہ خصم کے ساتھہ خوشی سے زندگی بسر کرے پھر اگر تم صلح کرلو اور پرہیز گاری کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہی اور اگر تم دونوں جدا ہوجاؤ تو اللہ تعالے دونوں کو اپنی وسعت رزق سے بے پرواہ کریگا اور اللہ بڑی وسعت والا حکیم ہی - اس آیت سے صاف ثابت ہوگیا کہ عدل غیر ممکن ہی اور اس لیئے "خوف عدم عدل" کبھی ساقط نہیں ہوسکتا جب تک کہ "محل عدل" باقی ہی اور اسی آیت میں طلاق کو مسقط "محل عدل" بتایا ہی

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة و ان تصلحوا و تتقوا فان الله کان غفورا رحیما - و ان یتفرقا یغن الله کلا من سعته و کان الله واسعا حکیما -
سورہ نساء — آیت ۱۲۹ و ۱۳۰

اگرچہ اور بھي چند امور مثلاً امراض یا نقصان خلقت مسقط "محل عدل" هوسکتے هیں — پس اجازت تعدد ازواج کي " عدم وجود محل عدل " میں منحصر هوگی اور " عدم وجود محل عدل " مستلزم عدم حسن معاشرت هی پس کس دانائي اور احتیاط اور خوبي اور بے انتہا عمدگي سے شارع نے قانون قدرت اور حسن معاشرت دونوں کو قایم رکھہ کر اس باب میں حکم دیا هی اور هر غیر متعصب شخص کا دل قبول کریگا کہ بیشک یہہ حکم اُسي شخص کا هی جس نے مرد و زن کا جوڑا پیدا کیا هی *

هاں بلاشبہہ اس اجازت سے اوباش اور شہوت پرست آدمیوں کو جنکي زندگي کا عین منشاء تنتي کي اوجہاں شکار کھیلنا هی ایک حیلہ هاتھہ آگیا هی مگر اس عمدہ اور مفید قاعدہ کے بیجا عمل درآمد کرنے سے وہ لوگ اُس خدا کے سامنے جوابدہ هونگے جو انسانوں کے دلوں کا محرم راز هی اور وہ یقیناً اُنکو اُس قسم کي سزا دیگا جو اُن کے گناہ کے لحاظ سے واجب هوگي *

ان تمام باتوں کے سمجھنے کے بعد همارے اس خطبہ کے پڑھنے والے یقین کرینگے کہ یہہ جو تعدد ازدواج اس زمانہ میں رائج هی کہ جہاں ذرا دولت هوئي اور دو دو اور تین تین اور چار چار جوڑاں کرنے لگے اور ایک بازار کي عورت کو داؤں پر چڑھایا اور نکاح کرمارا — جہاں مقدس بزرگ مولوي هوئے الله میاں کے سانڈہ بنے اُس مریدني کو لے ڈالا وهاں وعظ کہنے گئے اور سنت نکاح ثاني کو جاري کیا — قران پڑھاتے پڑھاتے دوسرا سبق خطبۃالنکاح کا پڑھانے لگے — اور همارے دوسرے بھائیوں نے ایک حیلہ متعہ کا جو جاهلیت میں تھا اسلام میں پیدا کرکے عورتوں کو ڈھنگالنا شروع کردیا — ان سب باتوں کو مذهب اسلام سے کچھہ تعلق نہیں هی — یہہ سب ایک قسم کي اوباشي کے ڈھنگ هیں جنسے اسلام نفرت کرتا هی اور وہ سب هوا پرست اوباش هیں جنسے اسلام کا نام بد هوتا هی — پس ایسے شخصوں کے افعال پر اسلام کي خوبي و حقیقت سے چشم پوشي کرنا چمگادڑوں کے لیئے آفتاب کا سیاہ کرنا هی *

اَب طلاق کي نسبت همکو گفتگو کرني هی — یہہ ایک ایسا مسئلہ هی کہ جس طرح همنے تعدد ازواج کي نسبت تین طرح پر یعني قانون قدرت — حسن معاشرت — اور مذهب کي رو سے بحث کي هی اس طرح پر بحث نہیں هوسکتي اور اس لیئے هم اس مسئلہ پر صرف بہ لحاظ حسن معاشرت اور مذهب کے بحث کرینگے *

اس میں کچھہ شک نہیں هی کہ تمام قدیم و جدید قوموں و مذهبوں میں نکاح کا عام رواج هی اور وہ علی العموم انسان کي ذاتي و تمدني بہبودي کي بنیاد هی تو جو چیز اُسکو معدوم کرنے والي هی یعني طلاق وہ نہایت هي بد چیز فوائد ذاتي و تمدني کو بربان کرنے والي هوگي — یہي وجہہ هی کہ روم کے گرجا نے بہ نظر اُس کي حفاظت کے نکاح

کو اپنے ساتھہ پاک رسموں میں قرار دیکر اُس کو متبرک ٹھہرایا ہی اور انگلستان کے پروٹسٹنٹوں نے طلاق کا حکم صرف ایک حالت میں جائز رکھا ہی جبکہ ہوس آف لارڈز سے زر کثیر صرف کرنے کے بعد حاصل ہو - یہہ انتظام سنہ ۱۸۵۶ ع تک قایم تھا یعنی اُس وقت تک جبکہ طلاق کے تمام مقدمات کے سننے اور جیوري کي راے سے اُسکي نسبت تجویز ہونے کے لیئے ایک نئي عدالت قایم کي گئي *

عموماً یہہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہی کہ سب سے بڑا دشمن "حسن معاشرت و تمدن کا طلاق ہی اُس کے سبب سے نکاح کي وقعت گھٹ جاتي ہی اور مرد کي محبت کا عورت کے ساتھہ اور عورت کي وفاداري کا مرد کے ساتھہ اعتبار نہیں رہتا — لیکن اسبات سے بھي انکار نہیں ہوسکتا کہ اگر کسي سبب و حالت سے ایسي خرابیاں مرد و عورت میں پیدا ہوجاویں جو کسي طرح اصلاح کے قابل نہوں تو اُن کا بھی کچھہ علاج ہونا چاہیئے اور وہ علاج طلاق ہی - پس کچھہ شک نہیں ہی کہ ایسي حالت میں طلاق سے فائدہ ہی اُس کے باعث سے مُرد و عورت کو آزادي ہوجاتي ہی جن کے مزاج کي مخالفت یا سختي یا بے استقلالي سے دونونکي زندگي تلخ ہوگئي تھي - با این ہمہ اگرچہ طلاق ایک شخص واحد کے حق میں مفید ہو لیکن بلحاظ اُن بد اخلاقیوں کے جو اکثر اوقات نہایت آشکارا طور پر وقوع میں آتي ہیں اور نیز اُس مضرت بخش اثر کي وجہہ سے جو طرفین کي اولاد پر اپنے والدین سے جدا ہونے سے ہوتا ہی تمدن کے حق میں کچھہ کم مضرت پہونچانے والا نہیں ہی — پس جبکہ طلاق کے ساتھہ ایسي خرابیاں لگي ہوئي ہیں تو اُس کو بطور ایک علاج کے سمجھکر اُسي حالت میں اُس کي جانب رجوع کرنا جایز ہوسکتا ہی جبکہ اُسپر عمل کرنے سے ایسي مصیبتوں جو طلاق کي مصیبتوں سے بھي زیادہ ناقابل برداشت ہوں اور ایسے ترددات اور تفکرات میں ڈالنے والي ہوں جو طلاق کے رنجوں سے بھي زیادہ رنج دینے والي اور روز افزوں رنجشیں پیدا کرنے والي اور باہمي حسن معاشرت کے بدلے دن رات کي لعن و طعن جوتي پیزار رکھنے والی ہوں دور ہوسکتي ہوں - اگر ایسي حالت میں طلاق کو جایز رکھا جاوے (جیسے کہ اسلام نے صرف اسي حالت میں اُس کو بے گناہ ٹھیرایا ہی) تو وہ کسي طرح حسن معاشرت کے مخالف نہیں ہی بلکہ اُسکي اصلاح کرنے والي اور ترقي دینے والي ہی *

جبکہ ہم بہ لحاظ مذہب کے طلاق کے مسئلہ پر غور کرتے ہیں تو یہہ پاتے ہیں کہ مذہب اسلام ہي صرف ایک ایسا مذہب ہی جسنے طلاق کے مسئلہ میں سب سے زیادہ حسن معاشرت کي حفاظت اور اصلاح پر نظر رکھي ہی — یہودي مذہب میں طلاق دینا بغیر کسي قید و شرط و حالت کے مرد کے اختیار میں تھا کہ جب وہ چاہے طلاق نامہ لکھکر جورو کے حوالہ کردے اور ایسا کرنے سے کسي حالت میں وہ کسي گناہ کا گنہگار متصور نہیں ہوتا تھا - حضرت

عیسیٰ نے اس حکم کو منسوخ کیا اور جیساکہ حال کے زمانہ کے عیسائی سمجھتے ہیں (اگر وہ صحیح ہو) تو بجز ایک خاص وجہہ کے اَوْر کسی حالت میں طلاق کا دینا جایز نہیں رکھا اور فرمایا کہ " میں تمھیں کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو سواے زنا کے کسی سبب سے طلاق دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہی اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہی " اگر اس فقرہ سے عدم جواز طلاق سمجھا جاوے جیسا نہ حال کے زمانہ کے عیسائی سمجھتے ہیں (اور شاید وہ سمجھہ صحیح نہیں ہی) تو یہہ ایک ایسا سخت حکم تھا جس کی برداشت انسانوں سے قریب نا ممکن کے تھی — چنانچہ حضرت مسیح کے معتقدوں نے حضرت مسیح سے کہا کہ " اگر جورو سے مرد کا یہہ طور ہی تو جورو کرنا خوب نہیں " پس اگر یہہ حکم اسیطرح مانا جاوے جسطرح کہ اس زمانہ کے عیسائی مانتے ہیں تو حسن معاشرت کے لیئے نہایت ہی مضر ہی اور جو رنج دہ امور زن و شوہر میں واقع ہو جاتے ہیں جن سے تمام حسن معاشرت اور اغراض تزوج برباد ہو جاتے ہیں اُس کا کچھہ بھی علاج نہیں ہی اور زن و مرد دونوں کے لیئے اور بہت سی خرابیاں اور خوفناک حالتوں میں پڑنے کا اندیشہ ہی — با ایںہمہ بعض عیسائی عالموں کی یہہ راے ہی کہ اس حکم سے عدم جواز طلاق نہیں پایا جاتا اور اس لیئے وہ عالم عیسائی مذہب کی روسے بھی طلاق کا جایز ہونا سواے زنا کے اور حالتوں میں بھی تسلیم کرتے ہیں — چنانچہ جان ملٹن نے اپنی کتاب مسائل مذہب عیسوی میں یہہ بحث لکھی ہی کہ " نکاح کی جو تعریف کی گئی ہی اُسکی رو سے نکاح نہایت مرتبہ کا ایک اتحاد ہی مگر نا قابل انفکاک یا ناقابل تفریق نہیں ہی — " بعض لوگ اُس کے نا قابل تفریق ہونے کی نسبت متی کی انجیل باب ۱۹ ورس ۵ سے استدلال کرتے ہیں جسمیں لکھا ہی کہ "وہ دونوں ایک تن ہو جاوینگے " اگر ان الفاظ پر مناسب طور سے غور کیا جاوے تو اسکے یہہ معنی نہیں ہیں کہ نکاح قطعاً قابل تفریق نہیں بلکہ اُن سے صرف یہہ بات ثابت ہوتی ہی کہ خفیف خفیف باتوں پر نکاح کو منقطع کرنا نہیں چاہیئے کیونکہ جو کچھہ نکاح کے نا قابل انفکاک ہونے کی نسبت کہا گیا ہی وہ خاص عقد نکاح اور اُس کے تمام مقاصد و لوازمات کی پوری پوری تعمیل ہونے پر منحصر ہی خواہ وہ الفاظ بطور ایک حکم کے یا بطور ایک قدرتی نتیجہ کے خیال کیئے جاویں اور اسی وجہہ سے متی کی انجیل میں اُن لفظوں کے ساتھہ یہہ لفظ بیان کیئے گئے ہیں کہ " مرد اپنے ما باپ کو چھوڑیگا اور اپنی جورو سے ملا رہیگا * * * اور وہ دونوں ایک تن ہونگے " یعنی بشرطیکہ نکاح کی اصلی نوعیت کے مطابق (جیسکا بیان کتاب پیدایش باب ۲ ورس ۱۸ لغایت ۲۰ میں ہی) عورت خاوند کے واسطہ ایک مددگار ہو یا یہہ کہ جانبین کے باہم خیر خواہی اور محبت اور آرام و وفاداری میں کچھہ فرق نہ آوے کیونکہ عرف عام کے بموجب یہی اصلی وضع نکاح کی

هی لیکن اگر اصل منشاء نکاح کا منقطع ہوجاوے تو اس سے لازم آتا ہی کہ نکاح بھی در اصل منقطع ہوگیا *

دوسری آیت میں جو بیان ہوا ہی اور جسپر بڑا زور دیا گیا ہی یعنی " جو کچھہ خدا نے ملایا ہی اُسے آدمی جدا نہ کرے " لحاظ کے قابل ہی - مگر نکاح ہی کے عقد سے یہہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ خدا نے کس چیز کو ملایا ہی ؟ خدا نے صرف اُس چیز کو ملایا ہی جو ملاپ کے قابل ہی اور جو مناسب ہی بہتر ہی اور محترم ہی - اُس نے انسان کی قدرتی طبیعت کے خلاف اور نا مناسب حالت کے ملاپ کا حکم نہیں دیا جس میں صرف بے عزتی اور تکلیف اور عداوت و مصیبت بھری ہوئی ہو - خدا تعالی کچھہ اس قسم کے ملاپ نہیں کرتا ہی جو درحقیقت ملاپ نہیں ہوں - بلکہ جبر یا ناعاقبت اندیشی یا غلطی یا بدسلیقگی کے اثر سے ہوئے ہوں — پس ایسی ناگوار خانہ داری کی برائی سے اپنے تئیں نجات دینا کس وجہہ سے ناجایز ہی — علاوہ اس کے ہمارا مسئلہ اُن شخصوں کو جدا نہیں کرتا جنکو خدا تعالی نے اپنے مقدس آئین کے بموجب ملایا ہی بلکہ صرف اُن شخصوں کو علحدہ کرتا ہی جنکو خود خدا نے اپنے ایسے ہی مقدس آئین کی روسے جدا کردیا ہی - اور یہہ ایک ایسا حکم ہی جسکا اثر ہم پر اب ایسا ہونا چاہیئے جیساکہ سابق میں اُسکی اُمت پر ہوتا تھا - مذہب عیسوی کے کمال کو جسکی ترقی بعض لوگ نکاح کے ناقابل انفکاک ہونے کی ایک دلیل بیان کرتے ہیں اُسکی نسبت ہم کہتے ہیں کہ اُس ترقی کو جبر اور قوانین تعزیری کے ذریعہ سے ہم میں زبردستی اس کا رواج نہیں دینا چاہیئے بلکہ اگر ہو تو اُسکو ترغیب اور عیسائی پند و نصایح کے ذریعہ سے جاری کرنا چاہیئے - کسی شخص کی نسبت صرف اُس حالت میں یہہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اُسنے اُس نکاح کو قطع کیا جو شرعاً منعقد ہوا تھا جبکہ وہ احکام الہی میں اُسبات کو زیادہ کرکے جو خاص اس حکم میں شامل نہ ہو مذہب کے حیلہ سے اُس شخص سے جدا ہوجاوے جو اُسکی منشاء کے موافق ہو کیونکہ یہہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ خدا تعالی نے اپنے منصفانہ اور پاک اور مقدس قانون میں صرف مختلف وجہوں پر طلاق کی اجازت ہی نہیں دی ہی بلکہ بعض صورتوں میں اُسکو جایز قرار دیا ہی اور بعض صورتوں میں اُس کی ہدایت کی ہی اور بہ حالت خلاف ورزی سخت سزائیں قرار دی ہیں دیکھو کتاب خروج باب ۲۱ ورس ۴ و ۱۰ و ۱۱ اور کتاب استثنا باب ۲۱ ورس ۱۴ و باب ۲۴ ورس ۱ و کتاب عزرا باب ۱۰ ورس ۳ نحمیا باب ۲۳ ورس ۲۰ *

توریت کتاب استثنا باب ۲۴ ورس ۱ میں لکھا ہی کہ "جب کہ کوئی شخص ایک بیوی کرلے اور اُس سے نکاح ہوجاوے اور ایسا اتفاق ہو کہ وہ اُس کو پسند نہو کیونکہ اُس میں کچھہ ناپاکی ہی تو اُسکو چاہیئے کہ ایک طلاق نامہ لکھہ کر اُس کے ہاتھہ میں دیکے

اور اُسکو اپنے گھر سے نکال دے " پس اگر فرض کیا جاوے کہ جو سبب طلاق بتایا گیا ھی وہ سچا ھی اور مصنوعي نہیں تو اس مقام میں خداوند تعالے نے ایک بڑي ابتدا ھي میں اس غرض سے دي کہ وہ اُسکي مدد اور تسلي و خوشي کا باعث ھو جیسا کہ خود آئین نکاح سے ظاھر ھوتا ھی تو اگر بعد کو جیسا کہ اکثر اتفاق ھوتا ھی وہ بڑي رنج و رسوائي اور تباھي اور اذیت اور مصیبت کي باعث ھو تو ھمکو کیونکر یہہ خیال کرنا چاھیئے کہ خدا ھم سے ایسي عورت کے طلاق دینے سے ناخوش ھوگا — میں دلکي سختي کو اُس شخص سے منسوب کرتا ھوں جو اُس عورت کو اپنے پاس رھنے دے نہ کہ اُس شخص سے جو اُسکو ایسي صورتوں میں گھر سے نکالدے اور صرف میں ھي نہیں بلکہ خود حضرت سلیمان یا شاید خود خدا کي روح نے حضرت سلیمان کے منہہ سے یہي بات کہي ھی چنانچہ توریت کتاب امثال سلیمان باب ۳۰ ورس ۲۱ و ۲۳ میں لکھا ھی کہ " تین چیزوں سے دنیا کو بے چیني حاصل ھوتي ھی بلکہ چار چیزیں ھیں جنکو وہ برداشت نہیں کرسکتي ھی × × × اور ایک مکروہ عورت سے جبکہ اُس کا نکاح ھوجاوے " اس کے برخلاف کتاب واعظ باب ۹ ورس ۹ میں بیان ھوا ھی کہ " تو اُس عورت کے ساتھہ ھنسي خوشي سے بسر کر جسکو اُسنے (خدا) نے تجھے دیا ھی اور جسکو تو اپني فاني زندگي کے تمام زمانہ میں پیار کرتا ھی " پس جو عورت اُس نے تجھکو دي ھی وہ عورت ھی جس کو تو پیار کرتا ھی نہ کہ وہ جس سے تو نفرت کرتا ھی — اور کتاب ملاخي باب ۲ ورس ۱۶ میں بیان ھوا ھی کہ " جو شخص نفرت کرتا ھی (یا اُس وجہہ سے کہ وہ نفرت کرتي ھی) اُسکو چاھیئے کہ اُس کو چھوڑ دے " چنانچہ یونیوس سے پہلے سب نے اس فقرہ کا ایسا ھي ترجمہ کیا ھی † پس معلوم ھوتا ھی کہ خدا تعالی نے اس حکم کو حضرت موسی کي معرفت اس غرض سے صادر نہیں فرمایا اور نہ اس نبي کی معرفت اُس پر اُسکو اس غرض سے دوھرایا کہ شوھر کو اپني سنگدلي کے برتاؤ کا موقع ملے بلکہ اس غرض سے صادر کیا ھی کہ جہاں ضرورت ھو اس بد نصیب عورت کو اس کے اثر سے بچاوے کیونکہ اس میں کوئي سنگدلي نہیں ھی کہ اس عورت کو عزت سے اور بلا تکلف رخصت کردے جس کا خود ھي یہہ قصور ھی کہ وہ محبوب نہیں ھوئي — ایسي عورت جو نہ صرف یہي ھی کہ محبوب نہیں ھوئي بلکہ وہ معلق چھوڑ دي گئي ھو اور اُس سے نفرت اور عداوت کي جاتي ھو — غرضکہ جس عورت کا یہہ حال ھو اُس کو ایک نہایت تکلیف دہ قانون کا اتباع کرکے

---

† صحیفہ ملاخي باب ۲ کي آیتوں کے ترجمے اسطرح پر ھوئے ھیں ۔

ترجمہ عربي سنہ ۱۸۱۱ ع میں ھی " و امراة شبابک لاتترک لکن ان ابغضتها سرحها " اور ترجمہ عربي مطبوعہ سنہ ۱۸۷۱ ع میں " و زوجة فلاستک لاتزدلها اذا بغضت فاطلق — اور ایسا ھي رومن کیتھلک بیبل میں ھی اور انگریزي ترجمہ پروٹسٹنٹ کے حاشیہ پر بھي یہي عبارت ھی جس سے ملٹن نے استدلال کیا ھی ۔

اُس کے شوہر کے نہایت بھاری غلامي کے جوئے میں رکھنا (کیونکہ نکاح بے محبت ایسا هي ہوتا ھی) جسکو نہ تو اسکے ساتھہ اُلفت ہو اور نہ دوستي ہو یہی در حقیقت ایسي سختي ھی جس میں ہرایک قسم کي طلاق سے زیادہ بیرحمي ھی — اسیوجہ سے خداوند تعالی نے طلاق کي اجازت دیدي ھی جسکا اگر مناسب طور سے عمل درآمد کیا جاوے تو وہ نہایت منصفانہ اور رحیمانہ ھی بلکہ اُس نے اُس کے فائدوں کو اُن شخصوں تک بھي وسعت دي ھی جن کي نسبت وہ یہہ جانتا تھا کہ یہہ اپني سنگدلي کي وجہہ سے اسکا بیجا عملدرآمد کرینگے اور اُسي نے بدکار آدمیوں کي سنگدلي گوارا کرنا اس سے بہتر تصور فرمایا کہ نیک آدمیوں کي تکلیف رفع کرنے سے باز رہے — یا جس رسم کا ایک ربانی برکت سے ایک بدترین مصائب ہوجانے کا اندیشہ تھا خود اسي کو درہم برہم کردے *

خود حضرت عیسیٰ نے نویں آیت میں زنا کي وجہہ سے طلاق کي اجازت دي ھی اور یہہ بات نہوتي اگر خدا تعالی کو یہہ بات منظور ہوتی کہ جن شخصوں کو خدا نے ایک مرتبہ عقد نکاح میں باندہ دیا ھی وہ ہرگز آیندہ جدا نہیں — مگر مشرقي زبانوں کے محاورہ کے بموجب اُس لفظ سے جس کا ترجمہ زنا کیا گیا ھی صرف زنا هي مراد نہیں ہوتا بلکہ یا تو اس سے وہ چیز مراد ھی جس کو " ناپاک چیز " کہا گیا ھی یا کسي ایسے امر کا نقصان مراد ھی جو جس امر کا ایک بیوي کي ذات میں ہونا واجباً ضروري ھی جو کتاب استثنا کے ۲۴ باب کي پہلي آیت میں مذکور ھی — جیسا کہ سیلڈن نے سب سے پہلے اپني کتاب اُکزور ھبریا میں ایسے محاورہ کو بہت سي ربانیون یہود کي شہادت سے ثابت کیا ھی — اور یا اس سے وہ شی مراد ھی جو محبت — وفاداري — باہمي اعانت یا معاشرت یعني اصلي آئین نکاح کے مقصد کے خلاف ہو کہ ہرگز اس سے موافقت نہوسکے جیسا کہ سیلڈن نے ثابت کیا ھی اور میں نے بھي ایک دوسرے رسالہ میں ثابت کیا ھی کیونکہ جسوقت فریسیوں نے یہہ سوال کیا تھا کہ آیا ایک بیوي کو ہر ایک وجہہ سے طلاق دینا جایز ھی یا نہیں تو یہہ جواب دینا لغو ہوتا کہ سواے زنا کے اَور کسي حالت میں جایز نہیں ھی کیونکہ یہہ بات تو بخوبي مشہور و معروف تھي کہ زنا کي حالت میں وہ جایز هي نہیں تھي بلکہ ایک زانیہ کو نکالدینا ضروري تھا اور وہ بھي طلاق کے ذریعہ سے نہیں بلکہ قتل کردینے سے — پس اسمقام پر اُس لفظ سے بہ نسبت محض زنا کے زیادہ تر وسیع معني سمجھنے چاہئیں جیساکہ کتاب اقدس کے اکثر مقامات سے خصوصاً قاضیوں کي کتاب باب ۱۹ آیت ۲ سے ظاہر ھی جہاں لکھا ھی کہ " اُسکی بیوي زنا کرکے چلي گئی " یہاں زنا کے عرفي معني نہیں ہوسکتے کیونکہ ایسي حالت میں اُسکو جرأت نہ ہوتي کہ وہ اپنے باپ کے گھر چلي جاوے بلکہ یہہ مراد ھی کہ وہ اپنے شوہر سے تمردانہ (نشوز) برتاؤ کرکے چلي گئي — اور نہ ایسي صورت میں (یعني جبکہ بجز زنا کے طلاق جایز نہ تھي) پولوس مقدس

کسي کافر مرد یا عورت کے جدا ہو جانے کے سبب سے طلاق کي اجازت دیتے † اگر یہہ بھي ایک قسم کا زنا نہ ہوتا - اس بحث سے یہہ امر کچھہ متعلق نہیں ہی کہ یہہ مسئلہ کافر مرد یا عورت کے متعلق ہی کیونکہ جو شخص خاندان کو ترک کردے وہ کافر سے بدتر ہی (پولوس کا پہلا خط تموتي کے نام باب ٥ آیت ٨) اور نہ نکاح کے اصلي منشاء کے حق میں کوئي بات اس سے زیادہ تر ضروري اور پسندیدہ ہوسکتي ہی کہ جو عقد محبت اور تمام عمر کي باهمي اعانت کي توقع اور نیک ارادوں سے کیا گیا ہو وہ کینہ اور سنگین عداوت اور طرفین کي جانب سے ناپسندیدہ برتاؤ کے سبب سے قطع کردیا جاوے — پس خدا تعالے نے انسان کے لیئے جب کہ وہ بہشت میں معصومیت کي حالت میں تھا دنیا میں گناہ کے آنے سے پہلے یہہ حکم دیا کہ نکاح نا قابل انفکاک ہونا چاہیئے - گناہ کے بعد حالات کے تغیر کے موافق اور نیز اس نظر سے کہ معصوم آدمي بدکار آدمیوں کے هاتهہ سے همیشہ کے ضرر سے محفوظ رہے اُس نے نکاح کے انفکاک کي اجازت دي اور یہہ اجازت قانون قدرت اور موسوي شریعت کا ایک جزو ہی اور حضرت مسیح نے بھي اسکي ممانعت نہیں کي پس ہر ایک معاهدہ سے جبکہ ابتداءً عمل میں آوے اُسکا دوامي اور نا قابل انفکاک ہونا مقصود ہوتا ہی گو وہ کسي فریق کي بد عهدي کے سبب سے کیسي ہي جلد کیوں نہ ٹوٹ جاوے اور نہ اب تک کوئي معقول وجہہ اس بات کي بیان کي گئي ہی کہ نکاح کي نوعیت اس باب میں اور تمام معاهدوں سے مختلف ہوني چاهیئے خصوصاً اُس حالت میں جبکہ پولوس مقدس نے یہہ بات بیان کي ہی کہ کوئي بھائي یا بہن ایسي باتوں میں مقید نہیں ہی — یہہ نہ صرف چھوڑ دینے کي نسبت بلکہ ایسي تمام صورتوں میں جو ایک نالایق قید پیدا کرنے میں ہوتي ہی جیسا کہ قرنتیوں نے پہلے خط میں لکھا ہی (باب ٧ آیت ١٥) کہ ” کوئي بھائي یا بہن ایسي باتوں میں مقید نہیں کہ خدا نے ملاپ کے لیئے بلایا ہی “ پس خدا تعالے نے همکو اس غرض سے نہیں بلایا کہ هم دائمي نزاع اور تردداٹ کے باعث سے پریشان خاطر رہیں کیونکہ همارے بلانے کا مقصد امن اور آزادي ہی نہ کہ نکاح چہ جا کہ دائمي نزاع اور ایک ناخوش ازدواج کي غلامانہ قید جسکو رسول نے تمام چیزوں سے زیادہ ایک آزاد آدمي اور عیسائي کے نا قابل بتلایا ہی — یہہ نہ خیال کرنا چاهیئے کہ حضرت مسیح نے موسوي شریعت سے کوئي ایسا حکم خارج کردیا جس سے مظلوم اور مصیبت زدہ شخصوں پر رحم کرنے کا موقع ملتا تھا اور نہ اس موقع پر حضرت مسیح کو یہہ منظور تھا کہ اُنکا یہہ قول حکم عدالت سمجھا جاوے یا اس معاملہ کي نسبت کوئي نیا اور سخت حکم دیا جاوے بلکہ قانون کے بیجا عملدرآمدوں کے بیان کرنے کے بعد اُنہوں نے اپنے حسب معمول ایک زیادہ تر کامل دستور معاشرت کا بتلایا اور اس موقع

---

† اس مقام پر پولوس کے خط موسومہ قرنتیاں کے ساتویں باب کي ١٥ آیت پر اشارہ ہی -

پر مثل اور تمام موقعوں کے منصب قضا کا دعوی نہیں کیا اور امر حق کو محض نصیحت کے طور پر بیان فرمایا نہ کہ جبریہ احکام سے - پس انجیل کی نصیحتوں کو ملکی آیتیں قرار دینا اور احکام تعزیری کے ذریعہ سے اُس کو نافذ کرنا ایک سخت غلطی ہی " *

یہہ تمام تقریر جان ملٹن کی تھی جو اُنہوں نے ایک محققانہ اور عالمانہ طور پر بیبل کے احکام سے استنباط کی ہی - ہماری راے میں یہہ مطلب نہایت مختصر تقریر سے ختم ہوتا ہی — یہودیوں نے حضرت عیسی سے پوچھا کہ جورو کو ہر ایک طرح پر طلاق دینی درست ہی یا نہیں اُن کا جواب یہہ ہی کہ بجز افعال ذمیمہ کے اور کسی صورت میں جایز نہیں — جس لفظ کا ترجمہ حرام کاری یا زنا کیا گیا ہی وہ عام لفظ ہی اور سب قسم کی برائیاں اُس میں داخل ہیں اور اُس کا ٹھیک ترجمہ افعال ذمیمہ ہوسکتا ہی پس جو کچھہ کہ حضرت عیسی نے فرمایا اُس سے امتناع طلاق نہیں نکلتا بلکہ بلاتصور صرف اپنی نفسانی بد خواہشوں کے لیئے طلاق دینا ناجایز بتایا گیا ہی *

اب دیکھنا چاہیئے کہ مذہب اسلام نے نسبت طلاق کے کیا کہا ؟ اُس کو بطور علاج ایک مرض لا علاج کے جایز اور مباح بتایا — مگر زن و شوہر کا معاملہ ایک ایسا نازک اور ایک عجیب قسم کے ارتباط و اختلاط کا معاملہ ہی کہ اُس میں جو بیماری پیدا ہو سواے اُن ہی دونوں کے اور کوئی دوسرا شخص اس بات کی تشخیص نہیں کرسکتا کہ آیا وہ اس حد تک پہونچ گئی ہی جس کا علاج بجز طلاق کے اور کچھہ نہیں اس لیئے بانی اسلام نے اُس کی تشخیص نہ کسی (جج) کی یعنی قاضی کی راے پر منحصر کی ہی نہ کسی مفتی کے فتوے پر بلکہ صرف اُس کی راے اور اخلاق پر جس کی تسلی اور موانست کے لیئے ابتدا میں عورت بطور انیس دلنواز اور مونس غمگسار کے پیدا ہوئی تھی *

اب اسبات کی بندش کہ وہ علاج بے محل اور بے موقع نہ استعمال کیا جاوے صرف مرد کے حسن اخلاق اور دلی نیکی اور روحانی تربیت پر منحصر تھی جو نہایت اعلی درجہ پر خاص اسی معاملہ میں مذہب اسلام نے اپنے سچے مریدوں اور تمام مسلمانوں کو کی ہی *

ماخلق الله شيئا على وجه الارض ابغض اليه من الطلاق (رواه الدار قطني) -

بانی اسلام نے اسلام کے سچے پیرووں کو بتایا کہ " بجز طلاق کے اور کوئی چیز خدا تعالی نے زمین کے پردہ پر پیدا نہیں کی جو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب ہو " *

ابغض الحلال الى الله الطلاق (رواه ابو داؤد) *

پھر ایک دفعہ یوں فرمایا کہ " مباح چیزوں میں سب سے زیادہ خدا کو غضب میں لانے والی چیز طلاق ہی *

یہہ ہدایت تو مردوں کی نسبت تھی اور عورتوں کو جو طلاق لینا چاہتی ہیں یہہ فرمایا ہی کہ " جو عورت اپنے خاوند سے بغیر ضرورت شدید اور بغیر حالت سختی کے طلاق چاہے اُس پر خوشبو جنت کی حرام ہی یعنی جنت میں نہ جاویگی

ایما امراة سالت زوجہا طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیہا رایحة الجنة (رواہ احمد والترمذی و ابوداود وابن ماجہ والدارمی) -

ہمارے پیغمبر خدا صلعم طلاق دینے والے سے ایسے ناراض ہوتے تھے جس سے بعض لوگوں کو یہہ خیال ہوگیا کہ جو شخص اپنی جورو کو دفعتاً طلاق دیدے وہ قتل ہونے کے لایق ہی چنانچہ ایک دفعہ رسول خدا صلعم کو اطلاع ہوئی کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو دفعتاً تین طلاقیں دیدی ہیں یہہ سنکر آنحضرت صلعم غصہ کے مارے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کیا خداے بزرگ کے حکم کو کھیل بنایا ہی ایسی حالت میں بھی کہ میں تم میں موجود ہوں یہہ سنکر ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ اے رسول خدا کے کہا میں اُس کو قتل کرڈالوں یعنی وہ شخص آنحضرت کے غصہ ہونے سے یہہ سمجھا کہ اُس شخص نے قتل کیئے جانے کے لایق کام کیا ہی *

اخبر رسول اللہ صلعم عن رجل طلق امرتہ ثلث تطلیقات جمیعا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عزوجل و انا بین اظہرکم حتی قام رجل فقال یارسول اللہ الاقتلہ (رواہ النسائی)

بانی اسلام نے انہی ہدایتوں اور تہدیدوں ہی پر طلاق کے روکنے میں بس نہیں کیا بلکہ نکاح اور ملاپ کے قایم رکھنے کی اور بھی نہایت عمدہ تدبیر رکھی ہی یعنی پوری تفریق واقع ہونے کو تین دفعہ طلاق دینا معتبر رکھا ہی اور پھر اس کی ممانعت فرمائی ہی کہ دفعتاً تین طلاقیں نہ دی جاویں بلکہ سونچ سونچ اور سمجھہ سمجھہ کر مناسب مناسب فاصلہ سے طلاق دی جاوے کہ ہرایک میں قریباً پچیس روز کا فاصلہ ہوجاتا ہی اور پھر بھی اجازت دی کہ پہلی طلاق کے بعد اگر آپس میں صلح ہوجاوے اور رنجش مٹ جاوے اور دونوں کی محبت تازہ ہوجاوے تو پھر بدستور جورو خصم رہیں ـــ دوسری طلاق کے بعد بھی اسیطرح وہ پھر آپس میں مل سکتے ہیں اور بدستور جورو خصم رہ سکتے ہیں ـ لیکن پھر اگر تیسری دفعہ طلاق دی جاوے تو ثابت ہوگیا کہ یہہ بیل منڈے چڑھنے والی نہیں پھر بہتر ہی کہ پوری تفریق ہوجاوے *

ان ہدایتوں کے سوا ایک اور نہایت عمدہ ہدایت یہہ فرمائی ہی کہ ایسی حالت میں جبکہ عورت کو مرد سے کنارہ کش رہنا پڑتا ہی طلاق نہ دی جاوے اس سے مطلب یہہ ہی کہ شاید زمانہ مقاربت میں محبت و اُلفت کی ایسی تحریک ہو کہ خیال طلاق کا اُن دونوں کے دل سے جاتا رہے *

علاوہ اُن ہدایتوں کے ہمیشہ عورتوں کے ساتھہ محبت رکھنے اور اُن کے ساتھہ مہربانی اور خاطر داری سے پیش آنے اور اُن کی سختی اور بد مزاجی کو تحمل کے ساتھہ برداشت

کرنے کي نہايت تاکيد سے ہدايت فرمائي ہے اور يہہ سب باتيں أسي مکروہ چيز يعني طلاق کے روکنے کو ہيں *

ان سب احکام سے بخوبي ثابت ہوتا ہے کہ باني اسلام نے صرف أسي حالت ميں طلاق کي اجازت دي ہے جبکہ وہ ايک نہايت بيش بہا نعمت ثابت ہونے ميں ذرا بھي خطا نہ کرے اور جبکہ أسکے ذريعہ سے حالت زوجيت کے ترددات اور تکليفيں اور تلخياں يا تو بالکل رفع ہوجاويں يا بہرکيف کچھہ کم ہوجاويں اور اگر طلاق کو کام ميں نہ لاياجاوے تو حالت معاشرت روز بروز زيادہ تکليف دہ ہوتي جاوے - ايسي صورت ميں طلاق حسن معاشرت کے نقصان کا باعث نہيں ہوسکتي بلکہ برخلاف أسکے وہ دونوں کے حق ميں ايک برکت اور حالت معاشرت کي ترقي کا کامل ذريعہ ہوتي ہے — ہاں ميں اس بات کو قبول کرونگا کہ مسلمانوں نے اس عمدہ حکم کو نہايت قابل نفرت طريقہ پر استعمال کيا ہے - پس أنکے افعال کي نفرين أنہيں پر ہوني چاهيئے نہ مذہب اسلام پر — ہمکو أميد ہے کہ تمام منصف مزاج لوگ جب تہمت اسلام کے اس مسئلہ پر غور کرينگے تو قبول کرينگے کہ جو عمدہ طريقہ اس باب ميں اسلام نے اختيار کيا ہے وہ عقل انصاف معاشرت کي نظر سے ايسا عمدہ ہے کہ أس سے بہتر ہو ہي نہيں سکتا اور صاف صاف يقين دلاتا ہے کہ يہہ مسئلہ أسي أستاد کا بتايا ہوا ہے جسنے انسان کو پيدا کرکے أسکے ليئے أسکا جوڑا پيدا کيا تاکہ أس کي تسلي اور دل کي خوشي کا باعث ہو — اگر غور کيا جاوے تو يہہ کہنا کچھہ بيجا نہ ہوگا کہ جان ملٹن نے اپني بحث ميں جو کچھہ روشني بيمبل کے ورسوں پر ڈالي ہے وہ سب اسلام کي روشني سے لي گئي ہے کيونکہ اسلام نے بارہ سو برس پيشتر بتا ديا تھا کہ طلاق نہ بطور معجون مفرح کے استعمال کرنے کو ہے بلکہ صرف ايک مرض لاعلاج کا علاج ہے *

اب ہم غلامي کے الزام کي طرف متوجہہ ہوتے ہيں جو ايک سب سے بڑا الزام أسکے جائز رکھنے کا مذہب اسلام کي نسبت لگايا گيا ہے اور بيان ہوا ہے کہ قوانين حسن معاشرت اور اخلاق کے بالکل برخلاف ہے — قوانين حسن معاشرت کي قيد ہم نے اسليئے لگائي ہے کہ اگر اس معاملہ پر مذہبي طور پر نظر کي جاوے تو نہ يہوديوں کو اور نہ عيسائيوں کو اسقدر جرأت ہوسکتي ہے کہ وہ أس ميں کچھہ عيب نکاليں يا أس کي نسبت کچھہ اعتراض کريں کيونکہ توريت کا ہر صفحہ ايسے مضامين سے بھرا ہوا ہے جس ميں غلامي کا جواز تسليم کيا گيا ہے (خواہ أس کو خدا کا حکم مانو يا حضرت موسى کا أس زمانہ کے رسم و رواج کا قانون) اور انجيل ميں کسي مقام پر ايک مضمون بھي نہيں پايا جاتا جس ميں أس بے رحم دستور کي ممانعت ہو — قبل اس کے کہ ہم اس معاملہ ميں اپني رائے بر بناء مذہب اسلام ظاہر کريں گاڈفري ہگنز صاحب نے جو کچھہ اس کي نسبت لکھا ہے أس کو بيان کرتے ہيں *

گاڈفری هگنز صاحب لکھتے هیں که " انسان کے حق میں یهه ایک بدقسمتی کی بات معلوم هوتی هی که نه تو حضرت عیسی نے اور نه حضرت محمد نے غلامی کا موقوف کرنا مناسب خیال کیا — یهه بات کهی جاسکتی هی که جب حضرت عیسی اور حضرت محمد دونوں نے اپنے معتقدوں کو یهه هدایت کی که اُن کو اوروں کے ساتهه وہ کرنا چاهیئے جیسا که اوروں سے اپنے ساتهه کرنا چاهتے هیں تو اُنهوں نے درحقیقت غلامی موقوف کردی * یهه بات ظاهر میں تو بهت اچهی معلوم هوتی هی مگر افسوس هی که عمل میں ایسا نهیں هی — مسلمانوں کی خانگی غلامی بلاشبهه ناقابل حمایت هی لیکن افریقه کی بردہ فروشی اور ویست انڈیز کے کار خانه باغات میں غلاموں پر کی سختیوں اور بےرحمیوں کے مقابله میں (جو عیسائی ملکوں میں مروج تهیں) کچهه بهی حقیقت نهیں رکهتیں هم نهایت اعتقاد سے روم کے پوپ اور کینٹر بری کے آرچ بشپ اور کونسلوں اور مجلسوں اور پوپ کے احکام اور عقاید اور مذهبی قوانین اور معاهدوں کا ذکر سنتے هیں مگر هم نے کب یهه بات سنی هی که اُن لوگوں نے کوئی عام تدبیر اس خوف ناک تجارت کے انسداد کے لیئے کی (واضح هو که اُس زمانه میں تمام فرنگستان میں غلامی کی تجارت رائج تهی) ورنه اُس کی نسبت همکو پوپ کا کوئی حکم دکهاؤ یا کسی مجلس کا کوئی قانون بتاؤ روم اور کینٹر بری کے بشپ خود اس خطاب کے مستحق هیں که وہ اپنے معتقدوں کی خواهشوں کے پورا کرنے کے کام دیتے تهے جو خطاب که اُنهوں نے حضرت محمد کو اس وجهه سے دیا هی — جبکه روم کے پوپوں کو اس تجارت کا فساد عظیم صاف صاف ثابت هوگیا تها تو اُنهوں نے اُن شخصوں کو قوم سے خارج نهیں کیا جو اُس تجارت میں مصروف تهے — جیسا که کیوکارس یعنی پیر وان جارج فاکس نے کیا تها *

میں اس بات سے واقف هوں که وہ یهه ظاهری عذر کریں گے که وہ کسی شخص کو اس وجهه سے که غلاموں کا مالک هی قوم سے خارج نهیں کرسکتے تهے — کیونکه انجیل اور حواریوں کے ناموں کے هر صفحه میں غلاموں کا جواز تسلیم کیا گیا هی مثلاً جهاں کهیں لفظ " سروس " یا " دو لوس " پایا جاتا هی اور اُس کا ترجمه خدمتگار کیا گیا هی — وهاں اُس کا ترجمه غلام هونا چاهیئے - لفظ " سروس " کے لغوی معنی اُس شخص کے هیں جو بازار میں خریدا گیا هو یا فروخت کیا گیا هو اور " فریدیمین " همارے اُجورہ دار اور خدمتگار کے قیم معنی هیں - لیکن اگر بد قسمتی سے عیسائیوں کو خانگی غلامی کی اجازت دی جاوے تو اس سے کسی طرح پر یهه بات ثابت نهیں هوتی هی که افریقه کی بردہ فروشی جائز هی جسکی زیادتی کا زمانه اگلے لوگوں کے گمان میں بهی نه تها اور جو هر طرح پر اُن کی خانگی غلامی سے مختلف هی *

اگرچه پیغمبر صاحب نے اس مکروہ دستور کو موقوف نهیں کیا جیسا که اُن کو کرنا

چاهئے تھا تاهم اُنھوں نے بالکل بغیر ذکر کئے هوئے نهیں چھوڑا — بلکه اس بات کے فرمانے سے که تمام مسلمان آپس میں بھائی هیں اور کسی شخص کو اپنے بھائی کو غلامی میں رکھنا نهیں چاهیئے — اُنھوں نے انسانوں کے ایک گروہ کثیر کو آزاد کردیا — جس وقت کوئی یہه کهدے که میں ایمان لے آیا تو وہ فوراً آزاد هے — اگر حضرت محمد نے اسباب میں جیسا که چاهیئے تھا ویسا نهیں کیا تو اُنھوں نے کچھه تو کیا جو بالکل نهونے سے (جیسیکه انجیل میں کچھه نهیں هے) بهتر هے اور اس سبب سے غالباً کچھه لوگ بلا تصدیق قلبی بھی مسلمان هوگئے هونگے گو که اس امر کو کوئی پکا دیندار عیسائی جس کا گرم ایمان مذہب کے دهکتے هوئے انگارے سے زیادہ تر گرما گرم هے عیب لگاوے اور اُس کو بد نیتی پر حمل کرے — لیکن تاهم اس تدبیر نے لاکھوں آدمیوں کو مصیبت سے بچایا هے — ایک اور تدبیر غلامی کی ترمیم یا اُس کی قباحتوں کی تخفیف کرنے کی پیغمبر صاحب کے اس حکم سے ملتی هے جہاں یہه فرمایا هے که غلاموں کے فروخت کرنے میں ماں سے بچے جدا نکئے جاویں — همارے ویسٹ انڈیز والے هر روز یہی جرم کرتے هیں — مجھکو ایسا کوئی حکم انجیل میں نهیں ملا اس لیئے حضرت محمد نے اُس کو انجیل میں سے نهیں لیا هے *

گاڈفری هگنز صاحب لکھتے هیں که " هم عیسائی اکثر اوقات بیچارے حبشیوں کو عیسائی بنانے کی خواهش کرتے هیں مگر میں انهی مشنری سوسئیٹیوں کو یہه صلاح دیتا هوں که وہ اپنی دولت کثیر کو اس باب میں صرف کریں که جس وقت حبشیوں کا مذهب تبدیل هوجاوے تو اُن کو فوراً آزاد کردیں اور اُن کو اپنا بھائی قرار دیں جیسا که مسلمان کیا کرتے هیں اور میں اُن کو یقین دلاتا هوں که اُن کے تمام وعظوں سے اسقدر لوگ اُن کے معتقد نهونگے جیسیکه اس بات سے هونگے " *

گاڈفری هگنز صاحب نے ویسٹ منسٹر ریویو کا یہه فقرہ نقل کیا هے که اُنکا مسئله قانون غلامی کے باب میں یہه هے که " اگر غلام تمهارے پاس آویں تو تم اُن کو قید اور اُس کے بعد اُن کو سر بازار مت فروخت کرو گو کوئی دعویدار اُن کا موجود نهو (جیسا که اُنیسویں صدی میں عیسائی انگلستان کا قانون اُس کے صوبوں میں جاری هے) بلکه اُن کو آزاد کردو اور تمکو مناسب نهیں که اُن کو نکالدو مگر حضرت محمد (جنھوں نے غلامی کے مٹانے کی نسبت نهایت عمدہ تدبیریں کیں) وہ تھے جو ساتویں صدی میں عرب کے بیابانوں میں کھڑے هوئے تھے " *

حضرت محمد فرماتے هیں که " ایسے غلاموں کو جو هم سے اس مضمون کی ایک تحریری سند چاهیں که جس وقت وہ ایک رقم معین ادا کردیں تو وہ اپنے تئیں آزاد کرلیں تو تم همیشه یہه دستاویز اُن کو لکھدو — اگر تم اُن میں کوئی بھلائی جانو تو تم خدا

کی دولت میں سے جو اُس نے تمکو دی" هی اُن کو دو " گاڈفری هگنز کہتے هیں که مجھکو
انجیل میں ایسا کوئی حکم نہیں ملا *

یہہ جو کچھہ لکھا گیا گاڈفری هگنز کا استدلال تھا مگر یہہ استدلال کسیقدر حاشیہ
لکھنے کا محتاج هی اُن کا یہہ بیان که " حضرت محمد نے غلامی کو موقوف کرنا مناسب
خیال نکیا " صحیح نہیں هی — جو لوگ تقلید کی تاریکی میں اندھے هو رهے هیں وہ
بھی اس بات کو تسلیم کرتے هیں که آنحضرت صلعم کی مرضی اور خوشی غلاموں کے آزاد
کرنے کی تھی اور همیشه هر حکم میں غلاموں کی آزادی پر رغبت دلاتے تھے — اور جو
لوگ خاص آنحضرت صلعم کو اپنا هادی اور پیشوا جانتے هیں اور زید اور عمرو کی رائے
اور اجتهاد کی کچھہ پرواہ نہیں کرتے وہ تو صاف صاف قرآن مجید میں پاتے هیں که بانی
اسلام نے آیندہ کی غلامی کو بالکل قطعاً موقوف کردیا هی جیسا که هم آگے بیان کرینگے —
پس یہہ فخر صرف مذهب اسلام هي کو هی که اُس نے غلامی کو معدوم کیا هی اور هر انسان
کو آزاد قرار دیا هی *

اسلام لانے سے غلامی ساقط هوجانے پر جو استدلال گاڈفری هگنز نے کیا هی هم کو دل سے
اُس پر اتفاق هی — خدا تعالے نے سورہ حجرات میں صاف فرمایا هی که " انما المومنون
اخوۃ " یعنی سب ایمان لانے والے آپسمیں بھائی هیں اور سورہ آل عمران میں فرمایا هی که

واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا (سورہ آل عمران) —

سب لوگ اکھٹے هوکر خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو اور جدی جدی راهوں میں مت بھٹکو اور تمکو جو نعمت خدا نے دی هی (یعنی اسلام) اُسکا شکر کرو — ایک وقت تھا که تم ایک دوسرے کے دشمن تھے — پھر تمہارے دلوں میں خدا نے محبت ڈالدی پھر تم هوگئے الله کی نعمت
(یعنی اسلام) کے سبب آپس میں بھائی " پس کون شخص اس سے انکار کرسکتا هی که
تمام مسلمان آپس میں بھائی هیں اور اس لیئے کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کا غلام نہیں
هوسکتا — یہی " اخوت " اس امر کا باعث هی که جب کوئی مسلمان بغیر وارث قریب
کے مرجاتا هی تو اُسکا مال بیت المال میں اُسکے سب مسلمان بھائیوں کے لیئے چلا جاتا
هی مگر جب همارے پیغمبر نے علانیہ صاف صاف لفظوں میں آیندہ کی غلامی کو عام طور
پر معدوم کردیا هی تو همکو اس قسم کی خاص خاص باتوں پر استدلال کی حاجت نہیں
هی *

کتابت کا جو ذکر گاڈفری هگنز صاحب نے کیا هی وہ حکم صرف ایسا هی نه تھا که
اُسکا کرنا یا نه کرنا مالک کی مرضی پر موقوف هو بلکه اُسکا کرنا واجب تھا اور انکار کرنا
قابل سزا کے تھا — چنانچہ بخاری کی ایک حدیث سے (اگر وہ صحیح هو) معلوم هوتا

هی کہ ابن سیرین نے جب حضرت انس کے کتابت کي درخواست کي تو اُنھوں نے انکار کیا — ابن سیرین نے وہ مقدمہ حضرت عمر کے سامنے پیش کیا اور حضرت عمر نے حضرت انس کو اُس انکار کرنے پر دروں سے پٹوا دیا اور کتابت یعني خط آزادي بمعاوضہ روپیہ کے بجبر حضرت انس سے لکھوا دیا — گو یہہ حدیث قابل شبہہ ہو مگر خود قران مجید سے پایا جاتا هی کہ کتابت کي درخواست کرنے پر خط آزادي بمعاوضہ روپیہ کے لکھدینا لازم هی *

بہر حال جو حمایت اس عالم اور فاضل مصنف نے نہایت قابلیت اور بڑي سرگرمي سے مذہب اسلام کي کي هی اُسکا واجب شکریہ ادا کرنے کے بعد هم یہہ کہتے هیں کہ اس مصنف نے غلامی کي ترمیم یا اُسکي خرابیوں کي تخفیف میں جو بچوں کو ماں سے جدا نہ کرنے کا ذکر کیا هی اُس کے ساتھہ چند اور اسي قسم کے احکام زیادہ کرنے چاهیئیں جو غلامي کي ترمیم اور اُس کي خرابیوں کي تخفیف کے حق میں ویسي هي مفید هیں چنانچہ آنحضرت صلعم نے † غلاموں کے حق میں فرمایا هی کہ " وہ تمہارے بھائي هیں (بوجہہ انسان هونے کے) جو تمہاري خدمت کرتے هیں تمہارے کاموں کو سنوارتے هیں اللہ نے اُنکو تمہارے " تابع کردیا هی — پس جو شخص کہ اُسکا بھائي اُسکے تابع هو تو اُسکو چاهیئے کہ جو آپ کھاتا هی اُس میں سے اُسکو کھلاوے اور جو آپ پہنتا هی اُس میں سے اُسکو پہناوے اور اُنسے ایسي تکلیف کے کام جو اُنکو تھکادیں نہ لے اور اگر ایسي تکلیف کا کام اُنکو دیا جاوے جو اُنکو تھکادیگا تو خود اُنکي مدد کرے " اس حکم کا لوگوں کے دلوں پر اسقدر اثر هوا

قال (ای النبي صلعم فی حق العبید) ان اخوانکم خولکم جعلهم الله تحت ایدکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل ویلبسہ مما یلبس ولاتکلفوهم مایغلبهم فان کلفتموهم مایغلبهم فاعینوهم (بخاري باب قول النبي صلعم العبید اخوانکم صفحہ ٣٤٦) —

کہ تمام شخص اُس زمانہ میں اپنے غلاموں کو ویسا هي کپڑا پہناتے تھے جیسا کہ خود پہنتے تھے اور ایک خوان میں اپنے ساتھہ وهي کھانا اُنکو کھلاتے تھے جو آپ کھاتے تھے اور جب سفر میں جاتے تھے تو غلام کو اپنے ساتھہ اونٹ پر بٹھاتے تھے اور اگر ایک کو نکیل پکڑ کر چلنے کي ضرورت هوتي تو باري باري سے سوار هوتے تھے اور باري باري سے نکیل پکڑ کر پیادہ چلتے تھے *

خلیفہ عمر عین اپني خلافت کے عروج کے زمانہ میں (خواہ اُنکے عالي مرتبہ کو پیغمبر کا جانشین هونے کي وجہہ سے خیال کرو خواہ ایک ایسي سلطنت کا بادشاہ تصور کرنے سے

† اس حدیث میں بوجہہ اسلام کے بھائي هونے کا ذکر نہیں هی اور آیت قران مجید میں جو اوپر مذکور هوئي بوجہہ اسلام بھائي هونے کا ذکر هی اسلیئے اسلام سے غلامي ساقط هونے پر گاڈفري هگنز صاحب نے استدلال کیا هی —

جو دنیا میں سب سے زیادہ وسیع اور باعظمت تھی) اپنی باری میں اُس اونٹ کی مہار پکڑ کر جسپر اُنکا غلام اپنی باری میں سوار ہوتا تھا عرب کی جلتی ہوئی ریگستان اور جھلستی ہوئی گرم ہوا میں نہایت خوشی اور فخر آمیز خیالات اور نیکی بھرے ہوئے دل سے پیادہ پا اونٹ کو گھسیٹتے ہوئے چلنا کمال خوشی سمجھتے تھے — فاطمہ پیغمبر کی بیٹی اپنی لونڈی کے ساتھہ بیٹھکر چکی پیستی تھیں کبھی اُنکا دست مبارک ہتی کو نیچے سے تھامتا تھا اور کبھی لونڈی کا تاکہ دونوں کو برابر محنت پڑے — پس اگر یہی وہ غلامی ہی جسکو سر ولیم میور حسن معاشرت کو ابتر کرنے والی بتاتے ہیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ برابری کے حقوق میں اور کیا ہوتا ہی — ایسی غلامی (اگر اُسکو غلامی کہہ سکو) در حقیقت حسن معاشرت کی بے انتہا خوبی اور عام اخلاق کی زاید از حد ترقی متصور ہی — پس مذہب اسلام کی غلامی کو ویسٹ انڈیز کی غلامی پر جو عیسائیوں میں مروج تھی قیاس کرنا محض غلطی ہی — آنحضرت صلعم نے صرف اسی بات پر بس نہیں کیا بلکہ اُنکی نسبت لونڈی و غلام کے لفظ کے استعمال کو بھی جس سے اُنکی رقت اور حقارت نکلتی تھی منع فرمایا اور نہایت شایستہ و مہذب و شفقت آمیز الفاظ سے مخاطب کرنے کی ہدایت فرمائی یعنی یہہ فرمایا کہ " اُن کو لڑکا " اور " لڑکی کہکر پکارا کرو جسکو بگاڑ کر ہندوستان کے ناخدا ترسوں نے " چھوکرا " اور " چھوکری " بمعنی لونڈی و غلام کہنا شروع کیا ہی — مسلم کی اس حدیث کے لفظوں کو دیکھو اور سمجھو کہ تمہارے پیشوا محمد رسول صلعم نے کیا فرمایا ہی کیا اس فرمانے کے بعد بھی ایک انسان دوسرے انسان کو اپنا غلام بنا سکتا ہی — پیارے پیغمبر رحمۃللعالمین نے فرمایا کہ " کوئی تم میں سے میرا غلام اور میری لونڈی ہرگز نکہے تم سب خدا کے غلام ہو اور سب تمہاری عورتیں خدا کی لونڈیاں ہیں مگر یوں کہو کہ میرا بچا اور میری بچی اور میرا لڑکا اور میری لڑکی " علاوہ اس کے آنحضرت صلعم نے غلاموں کے آزاد کرنے پر ہمیشہ رغبت دلائی ہی اور فرمایا ہی کہ کوئی کام خدا کے نزدیک غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ ثواب حاصل کرنیکا نہیں ہی *

ان رسول اللہ صلعم قال لایقولن احدکم عبدی و امتی کلکم عبید اللہ وکل نساء کم اماء اللہ ولکن لیقل غلامی و جاریتی و فتائی و فتاتی (مسلم کتاب الالفاظ من الادب)

اب ہم تھوڑا مذہب اسلام کی روسے غلامی کی نسبت کچھہ لکھنا چاہتے ہیں — اسمیں کچھہ شک نہیں کہ اسلام نے آیت حریت کے نازل ہونے سے پہلے جسقدر لوگ بموجب قدیم رسم جاہلیت کے غلام ہوچکے تھے اُن کی آزادی کا احساناً بلالیئے زر معاوضہ کے حکم نہیں دیا وہ بدستور اُن لوگوں کے ملک رہے جن کے وہ غلام ہوچکے تھے — اگر کوئی ناسمجھہ یہہ الزام مذہب اسلام پر دے کہ اُن کو بھی دفعتاً کیوں نہ آزاد کردیا تو اُس کی اس ناسمجھی کا ہمارے پاس کچھہ علاج نہیں ہی — مگر اس ناسمجھہ کے دل کو اُن تمام باتوں کے جاننے

سے جو ہم نے اوپر بیان کیں اسقدر تو ضرور تسلی ہوگی کہ اُن بد نصیبوں کی بہی حالت غلامی کی ترمیم اور تخفیف میں جو کچھہ اسلام نے کیا وہ کچھہ کم نہیں ہی اور ایسا رحم و شفقت جو اسلام نے اُن کی نسبت کیا بے مثل و بے نظیر ہی اور متعدد تدبیریں اور تاکیدیں اور ہدایتیں اُن کی آزادی کی نسبت کیں اور طرح طرح سے آزاد کرنے پر رغبتیں دلائیں ہاں بلاشبہہ جو سمجھدار اور دانشور لوگ ہیں وہ سمجھینگے کہ آیت حریت کے نازل ہونے سے پہلے جسقدر لوگ غلام ہوچکے تھے اُن کی آزادی کا دفعتاً حکم دیدینا محالات عملی سے تھا اور غلامی کے معدوم کرنے کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہ تھی کہ آیندہ سے غلاموں کا ہونا بند کردیا جاوے اور پچھلے غلاموں کی آزادی اور غلامی کی حالت کی ترمیم کی تدبیر کی جاوے — پس یہی کام اسلام نے کیا جس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہہ کام کسی انسان کا نہیں ہی بلکہ اُسی کا ہی جسنے انسان میں حسن معاشرت کو پیدا کیا ہی ٭

بقول مسٹر ہگنز کے گو حضرت مسیح نے غلامی کو موقوف نہ کیا ہو مگر ہم نہایت خوشی اور فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارے پیارے حضرت محمد رحمۃ للعالمین نے غلامی کو بالکل موقوف کردیا تمام قواعد اور قوانین غلامی کے جنکی رو سے ایک شخص دوسرے کا مملوک ہوجاتا تھا اور جو قدیم زمانہ کے بت پرستوں اور اُس وقت کی تمام دنیا میں بطور ایک ملکی رسم کے جاری تھے اور جن رسموں کو اُس بڑے مقدس پیغمبر موسیٰ نے بھی بطور ملکی قانون کے اپنی مقدس کتاب میں داخل کیا تھا اور جنکو حضرت مسیح نے بھی نہیں توڑا تھا اور جنکو حضرت مسیح کے حواریوں نے بھی تسلیم کیا تھا دفعتاً منسوخ کردیا اور تمام پرانی رسموں اور مطول قانونوں کو ایک دو لفظ کے فرمانے سے کہ " اما منا بعد و اما فداء " مٹا دیا —

بیتیمی کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

صلی اللہ علیہ وسلم — بابی انت وامی یا رسول اللہ ٭

اُس رسول مقبول ہادی دم الرقیت ناصر الانسان رحمۃ للعالمین نے اپنے مبارک ہونٹوں سے فرمایا کہ خدا تعالی یہہ حکم دیتا ہی کہ جب تم مقابلہ ہو کافروں کے تو گردنیں کاٹو جبکہ تم اُنپر گھمسان کرچکو تو اُنکو قید کرلو پھر قید کرنے کے بعد یا تو اُن پر احسان رکھہ کر یا اُن سے فدیہ یعنی چھوڑائی لیکر چھوڑ دو ٭

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء (سورۂ محمد آیت ۴) —

اس آیت سے پایا جاتا ہی کہ کافروں کے مغلوب ہوجانے پر جو اُن کے قید کرنے کا حکم ہی اُس سے مقصد اُن کی جان بچانا ہی اور قید کرنے کے بعد جو حکم اُنکی نسبت ہی

وہ دو امر میں منحصر ہی — ایک تو احسان رکھہ کر چھوڑنے میں اور دوسرے اُن سے چھوڑائی لیکر چھوڑنے میں — جب دو حکم دیئے جاتے ہیں تو اُن لوگوں کو جنکی نسبت وہ حکم ہیں اسقدر تو ضرور اختیار رہتا ہی کہ اُن دونوں میں سے جونسے حکم کی چاہیں تعمیل کریں مگر دونوں میں سے ایک کا بجالانا واجب ہوتا ہی — اُنکو یہہ اختیار نہیں ہوتا کہ دونوں میں سے کسی کو بھی نہ کریں بلکہ کوئی اور امر اختیار کریں - پس قیدیوں کے ساتھہ ان دونوں حکموں میں سے ایک کا عملدر آمد کرنا واجب ہی — ان احکام دوگانہ سے جو خدا نے دیئے رقیت یعنی قیدیوں کا لونڈی اور غلام بنانا بالکل نیست و نابود ہوگیا ہی - ہاں یہہ بات ہوسکتی ہی کہ اگر کوئی شخص قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑنا چاہے تو جبتک فدیہ ادا نہو اُسوقت تک اُسکو قید رکھے - مگر وہ قیدی بدستور ایک قیدی ہوگا اور رقیت و مملوکیت کسی حالت میں اُسپر طاری نہ ہوگی — اور جب قیدی سے فدیہ کا ادا ہونا ناممکن ہوگا تو درحقیقت تعمیل ایک حکم کی ناممکن ہوگی اور اسی لیئے اُس پہلے حکم کی تعمیل واجب ہوگی *

ہمارے ہاں کے عالموں کی راے میں اس امر کی نسبت اختلاف ہی کہ کن صورتوں میں قیدیوں کو احسان رکھہ کر چھوڑنا چاہیئے - بعض کی یہہ راے ہی کہ اُنکو صرف اُس حالت میں چھوڑنا چاہیئے جبکہ وہ مسلمانوں کی رعایا ہوکر مسلمانوں کے ملک میں رہنا قبول کریں - اور بعضوں کی یہہ راے ہی جو بظاہر معقول بھی معلوم ہوتی ہی کہ قیدیوں کو بغیر کسی شرط کے چھوڑ دینا چاہیئے اور کوئی شرط اُنپر نہ لگائی جاوے اور چھوٹ جانے کے بعد اُنکو اختیار ہی کہ چاہیں مسلمانوں کے ملک میں رعیت ہوکر رہیں اور چاہیں اپنے خاص ملک کو چلے جاویں — قران مجید کی مذکورہ بالا آیت میں احسان رکھہ کر چھوڑ دیئے کی حالت میں کوئی قید و شرط نہیں لگائی ہی اور اسی لیئے ہمارے نزدیک پچھلی راے اُن عالموں کی پہلی راے سے زیادہ مستند و معتبر و صحیح ہی *

دیکھو کتابت یعنی بمعاوضہ روپیہ کے خط آزادی لکھہ دینے اور فدیہ لیکر چھوڑنے میں چنداں فرق نہیں ہی اگلے غلاموں کی نسبت جو کتابت کا حکم ہی وہ اگلے غلاموں کی آزادی کی نہایت معتبر دستاویز ہی *

جس نالایق اور خراب اور قابل افسوس حالت سے غلامی کا رواج مسلمان ریاستوں میں (بعض عیسائی ملکوں میں بھی) ہوتا ہی اُس کو دیکھکر ہمکو کچھہ کم رنج نہیں ہوتا مگر ہم اس خطبہ کے پڑھنے والوں کو یقین دلاتے ہیں کہ جو شخص خون اُسکا برتاؤ کرتا ہی یا اوروں کو کرنے دیتا ہی وہ تہمت اسلام کے حکم اور اُس کے عالی اصولوں کے برخلاف عمل کرتا ہی اور وہ ضرور ایک دن اُس حقیقی شہنشاہ کی ہیبت ناک عدالت میں بطور ایک گنہگار کے حاضر ہوگا خواہ مکہ میں جاکر یہہ کام کرے یا مدینہ میں *

سروليم ميور اسلام ميں ايک يہہ نقص بتلاتے هيں که "اسلام ميں مذهب کے معامله ميں راے کي آزادي روک دي گئي هے بلکه بالکل معدوم کردي هے" *

مگر سروليم ميور کي اُس راے کا جس سے وه مذهب الاسلام ميں مذهبي راے کي آزادي نهونے کا نقص نکالتے هيں ٹهيک ٹهيک مطلب سمجهنا نهايت مشکل هے - کيونکه هم نهيں جانتے که اسلام ميں ايسي کونسي چيز هے جو مذهبي معاملات ميں آزادي راے کو روکتي اور معدوم کرتي هے اور اور مذهبوں ميں کونسي ايسي بات هے جو اُس آزادي کي اجازت ديتي هے *

يهودي جن کي کتب مقدسه گويا مذهب اسلام اور مذهب عيسائي دونوں کي بنياد هيں يہہ پکا عقيده رکهتے هيں که توريت کا هرايک لفظ معه اُس کے تاريخي مضمون کے باوجوديکه اُن کے مصنف بهي معلوم نهيں هيں وحي آسماني هيں اور اس ليئے سهو و خطا و غلطي سے بالکل مبرا هيں اور هرايک انسان کو بغير ذرا سے بهي تامل کے اور بغير کسي حجت کے اور بغير استعمال کرنے اپنے قواے عقليه کے اُن کے حق هونے کا اعتقاد کرنا چاهيئے *

عيسائيوں کا يہہ حال هے که بلحاظ اعتقاد نسبت کتب مقدسه کے وه دو فرقے هوگئے هيں ايک وه جو يہہ يقين کرتے هيں که کتاب مقدس تمام و کمال وحي من السماء هے - دوسرا وه جو صرف اُس کے ايک حصه کو وحي سمجهتا هے جو مسائل و احکام سے متعلق هے اور دوسرے حصه يعني تاريخي حالات کو وحي نهيں سمجهتا *

مگر قطع نظر اُس اختلاف سے جو عيسائيوں کو کتب مقدسه کے اعتقاد اور اُن کے وحي هونے کي نسبت هے اُن کو دو ايسے بڑے بڑے مذهبي مسائل پر يقين کرنا فرض هے جن کے سبب سے مذهبي معاملات ميں آزادي راے کامل طور سے بالکليه نيست نا بود هوجاتي هے اور اس ليئے عيسائي خدا کي برگزيده قوم (يعني يهود) سے بهي زياده خراب حالت ميں هيں اور وه دو مسئلے يہہ هيں *

ايک مسئله "توحيد في التثليث اورتثليث في التوحيد" کا هے - يہہ ايک نهايت عجيب طور کا مسئله هے جس کي نسبت عقل کو کام ميں لانا منع هے - لفظ تثليث کا خدا کے تين مقدس جسموں کے ظاهر کرنيکو حضرت عيسى کي دوسري صدي تک يعني اُسوقت تک جبکه تهيوفلس بشپ آف اينٹيوک نے اُسکو ايجاد کيا جاري نهيں هوا تها اور يہہ تثليث کا مسئله مذهبي کونسل نائس يا نائسيا ميں بهي جو ۳۲۵ برس بعد حضرت عيسى کے هوئي تهي اور جس ميں ايريس کے مسائل کي نسبت اعتراض کيا گيا تها طے نهيں هوا تها اور کچهه اسي پر موقوف نهيں هے کيونکه پارسن اور اور مشهور و معروف يوناني عالموں کي تحقيقات سے يہہ بات ثابت هوگئي هے که اصل عبارت متن انجيل کي جمهور خاص

اس مسئلہ کا استدلال کیا جاتا ہی الحاقی ہی — پس اگر اعتقاد کی خوبی نہایت عجیب و مشکل و خلاف عقل مسائل پر اعتقاد لانے میں ہو تو بلاشبہہ عیسائیوں کا اعتقاد بہت بڑا اعتقاد متصور ہوگا - قبل اس کے کہ کوئی شخص عیسائی کہلاوے اور اُسکو عیسائیوں کے حقوق خدا کی بارگاہ میں حاصل ہوں اُسکو اس مسئلہ عجیب و غریب پر پکا اعتقاد لانا چاہیئے - تمام عیسائی یہہ بات کہتے ہیں کہ اگرچہ یہہ مسئلہ قانون قدرت اور آئین عقل کے بالکل برخلاف ہی تاہم آنکھہ بند کرکے اور عقل کو محض بیکار و معطل چھوڑکر نہایت اصرار و تعصب سے اُسپر اعتقاد کرنا چاہیئے - دلیل و عقل کو اُس میں دخل دینا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہی *

دوسرا مسئلہ فدیہ کا یعنی حضرت عیسی کا تمام بنی نوع انسان کے پچھلے اور حال کے اور آیندہ کے گناہوں کے عوض صلیب پر چڑھنے اور جان دینے کا ہی — اور یہہ ایک ایسا مسئلہ ہی جو قدرت اور عقل دونوں کے برخلاف ہی اور یہہ مسئلہ بھی ایسا مسئلہ ہی جس سے معاملات مذہبی میں آزادی راے بالکل معدوم ہوجاتی ہی — اگرچہ یہہ بھی کہا جاسکتا ہی کہ مسئلہ فدیہ کا ایک ایسا مسئلہ ہی جس کے سبب سے انسان اپنے اعمال کا جوابدہ نہیں رہتا اور بدی اور بد اخلاقی کے دروازہ کو کھولدیتا ہی کیونکہ جس قدر کثرت سے کوئی گناہ کرے گا اُسیقدر زیادہ نجات دینے والے کی نیکی کا ثبوت ہوگا بقول شخصے *

" گناہ من ار نامدے در شمار * ترا نام کے بودے آمرزگار "

پس جو کوئی زیادہ گناہ کریگا وہی شخص زیادہ رحمت کا مستحق ہوگا جو حق ایک بڑے ولی کو ہونا چاہیئے — اس لیئے سب سے بڑا گنہگار سب سے بڑا ولی ہوگا — مگر ہم ایسی راے کو پسند نہیں کرتے اور سچے ایمانداروں کو جو وہ کسی معبود حق یا باطل پر یقین رکھتے ہوں اُن کا نیکو کار ہونا لازم سمجھتے ہیں - مگر افسوس یہہ ہی کہ فدیہ کے بعد بھی دوزخ بالکل خالی نہوگی کیونکہ عیسائی مذہب کے موافق بھی تمام کافر جو بیشمار گروہ ہیں اور جن کے بیشمار نام ہیں سب دوزخ میں جاوینگے اور اُس کے تنگ و تاریک مکانوں میں قید رہینگے *

ایک مسئلہ مذہب عیسوی کا جو سرنوشت کے نام سے مشہور ہی حسن معاشرت کے حق میں ویسا ہی مضرت بخش ہی اگر اُس مسئلہ کا معتقد نیک طبیعت اور صاف دل ہو تو بآسانی اُس کو یقین ہوجاتا ہی کہ خداوند تعالے نے ازل سے اُس کا نام کتاب حیات میں لکھہ رکھا ہی اور اسیوجہہ سے وہ خیال کرتا ہی کہ اگر اُس کی برائیاں اور اُس کے گناہ سمندر کے کناروں کے ریت کے برابر بھی ہوجاویں تب بھی اُس کا نام صفحہ کتاب حیات سے نہ مٹاسکینگے اور اگر وہ کم بخت بے نصیب بیچدار اور بد خصلت خشک

طبیعت عبوس صورت هی تو وه سمجهتا هی که اُس کا نام صفحهٔ کتاب حیات میں مندرج نهیں هی اور اس لیئے وه اپنے قدرتی مزاج کے خراب میلان کو روکنے کي کچهه پرواه نهیں کرتا اور نیکي کیطرف رجوع کرنے کو اُسے کوئي ترغیب نهیں رهتي *

مذهب اسلام کي نسبت یهه بات بڑے اطمینان اور بهروسه سے کهي جاسکتي هی که سرولیم میور نے جوراے اُس کي نسبت لکهي هی وه تهمت اسلام کے بالکل برخلاف هی — بلکه مذهبي عقیده اور مذهبي معاملات میں جو آزادي راے اسلام نے دي هی وه بے نظیر هی اور شاید دنیا میں کوئي مذهب اس معامله میں اُس سے فایق نهیں هی *

هم اس مقام پر ایک مشهور و معروف فرانسیسي عالم یعني آیم تني سنٹ هلیئر کي راے نقل کرتے هیں جس سے یهه بات معلوم هوتي هی که هم اپني اس تحریر کي تائید میں صرف اپنے هم مذهبوں هي کي شهادت کو پیش نهیں کرتے بلکه اور مذهب اور خصوصاً مذهب عیسائي کے فیاض اور دانشمند بے تعصب معتقدوں کي بهي شهادت پیش کرسکتے هیں *

مصنف موصوف نے لکها هی که " اسلام میں کوئي بات مشتبهه یا قدرت کي باتوں سے بڑهکر بطور اعجوبه کے نهیں هی — مذهب اسلام خود اس بات کے مخالف هی که وه کسي پرده میں پوشیده کیا جاوے اور اگر اب تک اُس میں چند شبهات موجود هیں تو اُس کا الزام مذهب اسلام پر نهیں هی کیونکه وه ابتدا هي سے ایسا صاف اور سچا هی جتنا که هونا ممکن هی " *

اب مذهب اسلام کي آزادي راے کا حال مذهبي معاملات کي نسبت غورکرو — دین محمدي صلعم کي روسے تمام مذهبي روایتوں اور حدیثوں کي نسبت هرایک شخص آزادانه راے دے سکتا هی راویوں کي نسبت — روایت کے مضمونکي نسبت — نهایت آزادانه تحقیقات و تفتیش کرنے کا اور اُن تمام روایتوں اور حدیثوں کو جو اُس کي آزادانه تحقیقات اور بے تعصب راے میں تحقیق کے بعد نامعتبر ٹهریں نامقبول کرنے کا هر ایک شخص کو کلیةً اختیار حاصل هی — جو روایتیں اور حدیثیں که غور و فکر اور تحمل سے تحقیقات کرنے کے بعد عقل اور قدرت کے برخلاف ثابت هوں یا اَوْر کسي طرح موضوع قرار پاویں یا جو روایتیں اور حدیثیں بے سند هوں اُن سب کو رد کردینے کا کلیةً مجاز هی — مولوي شاه عبدالعزیز صاحب نے لکها هی که " حدیث بے سند گوز شتر است " یهه قول ایک ایسے بڑے شخص کا هی جسکو لوگوں نے نبي سے کچهه هي کم مان رکها هی *

قران مجید کي نسبت بهي جس کے هر ایک لفظ کو مسلمان وحي سے مانتے هیں مذهب اسلام میں' جسقدر آزادي حاصل هی کسي دوسرے مذهب میں نهیں هی — هم نے قران مجید کے سچے هونے کو بهي اُسکے سچے هونے سے مانا هی — تهمت مذهب اسلام کي

هو سے هر ایک شخص کو آزادي هی که خود قران مجید کے احکام پر غور کرے اور جو هدایت اُس میں پاوے اُسپر عمل کرے — کوئي شخص کسي دوسرے کي راے اور اجتهاد اور سمجهه کا پابند نهیں هی — مذهب اسلام میں ایسي قوت کسي کو نهیں هی که دوسرے کو خواه نخواه برخلاف اُسکی سمجهه کے اپني اطاعت اور اپنے اجتهاد کي پیروي پر مجبور کرے — هر شخص آپ اپنے لیئے مجتهد هی — صحابه جنکو هم بعد پیغمبر کے بزرگ سمجهتے هیں اُنکي نسبت بهي اکابر مذهب اسلام کا یهه قول هی که " نحن رجال وهم رجال " پس اس سے زیاده اور کیا مذهبي معاملات میں آزادي راے هوسکتي هی *

مگر هم یهودي اور عیسائي مذهب میں اس قسم کي آزادي راے معاملات مذهبي میں نهیں دیکهتے — مذهب اسلام میں یهه بهي هدایت نهیں هی که اُسکا جو سب سے بڑا اصول هی یعني خدا کے وجود اور اُسکي وحدانیت کا ماننا وه بهي اندها دهوندي کے اعتقاد اور بے مداخلت عقل اور بے سمجهے غلامانه طور پر تسلیم کرلیا جاوے — کیونکه خود قران مجید هي اس بڑے مسئله کو جبر و سختي و نا سمجهي سے تسلیم کرنے کو نهیں کهتا بلکه دلیلوں اور قدرتي نشانیوں سے اُسکو سکهاتا هی — قران مجید میں سب سے پہلے خدا تعالی کے وجود اور اُسکي وحدانیت کو تمام قدرتي چیزوں کے وجود سے ثابت کیا هی اور اُسکے بعد اُس لازوال هستي اور همه راستي پر یقین کرنے کي هدایت کي هی — چنانچه اُس پاک کتاب میں لکها هی که " خدا کے هونے کي نشانیوں میں سے یهه بهي ایک نشاني

ومن آیاته ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون —

هی که تمکو مٹي سے پیدا کیا پهر تم چلتے پهرتے آدمي هوئے — خدا کے هونے کي نشانیوں میں سے هی که تمکو پیدا کیا اور تمهي میں سے تمهارے لیئے جوڑا بنایا که اُس سے تمکو چین هو اور آپس میں تمهاري محبت و شفقت پیدا کي اسي میں اُن لوگوں کے لیئے جو غور کرتے هیں خدا کے هونے پر بهت سي نشانیاں هیں — خدا

ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة و رحمة ان في ذلک لایات لقوم یتفکرون —

هونے کي نشانیوں میں سے هی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمهاري نرالي نرالي بولیوں کا اور تمهارے بهانت بهانت کے رنگوں کا هونا ان چیزوں میں تمام دنیا کے لوگوں کے لیئے خدا کے هونے پر بهت سي نشانیاں هیں

و من آیاته خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان في ذلک لایات للعالمین —

خدا کے هونے کي نشانیوں میں سے هی تمهارا رات میں اور دن میں سو رهنا اور اُس کي مهرباني سے رزق کا تلاش کرنا اسي میں اُن لوگوں کے لیئے جو بات کو سنتے یعني

و من آیاته منامکم باللیل والنهار و ابتغاؤکم من فضله ان في ذلک لایات لقوم یسمعون —

و من آیاته یریکم البرق خوفا وطمعا وینزل من السماء ماء فیحیي

به الارض بعد موتها ان في ذلک
لايات لقوم يعقلون —
ومن آياته ان تقوم السماء والارض بامره
و من آياته ان يرسل الرياح
مبشرات وليذيقکم من رحمته
ولتجري الفلک بامره —
الله الذي يرسل الرياح فتثير
سحابا فيبسطه في السماء کيف
يشاء ويجعله کسفا فتري الودق
يخرج من خلاله —
الله الذي خلقکم من ضعف ثم جعل
من بعد ضعف قوة ثم جعل من
بعد قوة ضعفا وشيبة (سورة روم)
الم تر ان الله انزل من السماء ماء
فاخرجنا به ثمرات مختلفا الوانها
و من الجبال جدد بيض و حمر
مختلف الوانها و غرابيب سود
و من الناس والدواب و الانعام
مختلف الوانه کذالک (سورة فاطر)
ان في السموات والارض لايات
للمومنين وفي خلقکم وما يبث من
دابة آيات لقوم يوقنون واختلاف
الليل والنهار و ما انزل الله من
السماء من رزق فاحيا به الارض بعد
موتها و تصريف الرياح آيات
لقوم يعقلون — تلک آيات الله
نتلوها عليک بالحق فبای
حديث بعد الله وآياته يومنون
(سورة جاثيه) —
هوالذي انزل من السماء ماء
فاخرجنا به نبات کل شي فاخرجنا
منه خضرا نخرج منه حبا متراکبا و
من النخل من طلعها قنوان دانية
وجنات من اعناب و الزيتون و
الرمان مشتبها وغير متشابه انظروا
الی ثمره اذا اثمر وينعه ان في ذلکم

سمجھتے هيں خدا کے هونے پر بہت سي نشانياں هيں —
خدا کي هونے کي نشانيوں ميں سے هی بجلي کي چمک
اور کڑک کا تمکو دکھلانا جس سے تم ڈر جاتے هو اور مينهه
برسنے کے لالچ کرتے هو اور برساتا هی آسمان سے مينهه پھر
مري هوئي يعني خشک زمين کو زندہ يعني هرا کرديتا
هی اسميں اُن لوگونکے لئے جو سمجھدار هيں خدا کے هونے
پر بہت سي نشانياں هيں " خدا کے هونے کي نشانيوں
ميں سے هی کہ اُسيکے حکم سے آسمان و زمين کھڑے هيں —
خدا کے هونيکي نشانيوں ميں سے هی کہ مينهه کي خوش
خبري لانے والي هوا کو چلاتا هی تاکہ اُس کي رحمت کا تم
مزا چکھو اور اُس کے حکم سے پاني سے کشتياں چليں —
خدا وہ هی کہ هوا چلاتا هی پھر وہ بادلوں کو هانک لاتي
هی پھر جس طرح چاهتا هی آسمان ميں پھيلا ديتا هی
اور پھر بادلوں کا دل کرديتا هی پھر اُن ميں سے بونديں
ٹپکاتا هی — خدا وہ هی جس نے تمکو پہلے نہايت هيچ
ناتواں پيدا کيا پھر تمکو ناتواني سے قوي کيا پھر قوي سے
ضعيف کرديا اور بڑھاپے سے تمهارے بال بھي سفيد کرديئے —
کيا تونے نہيں ديکھا کہ الله نے آسمان سے پاني برسايا پھر
اُس سے رنگ برنگ کے پھل پيدا کئے اور پہاڑوں ميں
سفيد و سرخ اور سياہ بھجنگ تهيں نکاليں اور اسي طرح
آدميوں اور جانوروں اور چوپايوں ميں طرح به طرح کے
رنگ بنائے — آسمانوں ميں اور زمين ميں خدا کے هونے
پر يقين والوں کے لئے بہت سي نشانياں هيں اور تمهارے
پيدا کرنے ميں اور جانوروں کو بهتايت سے پهيلا نے
ميں يقين والوں کے لئے بہت سي نشانياں هيں
اور رات کے جانے اور دن کے آنے اور اُن کے بڑا هونے
اور چھوٹا هونے اور آسمان سے مينهه کے برسنے پھر
مردہ زمين کے زندہ کرنے اور هوا کے ادل بدل کرنے ميں
سمجھدار لوگوں کے لئے بہت سي نشانياں هيں — يہہ
الله کي نشانياں هيں جو ٹهيک تجهکو بتلاتي هيں —

لايٰت لقوم يومنون (سورۃ انعام) —
هوالذي مدالارض وجعل فيها رواسي وانهاراومن كل الثمرات فيها جعل زوجين اثنين يغشي الليل النهار ان في ذلك لايات لقوم يتفكرون (سورۃ رعد) —
وفي الارض قطع متجاورات و جنات من اعناب وزرع ونخيل صنوان وغير صنوان يسقي بماء واحد ونفضل بعضها على بعض في الاكل ان في ذلك لايات لقوم يعقلون (سورۃ رعد) —
الذي جعل لكم الارض مهدا و سلك لكم فيها سبلا و انزل من السماء ماء فاخرجنا به ازواجا من نبات شتي كلوا وارعوا انعامكم ان في ذلك لايات لاولي النهي (سورۃ طه) —
والانعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تاكلون ولكم فيها جمال حين تريحون وحين تسرحون وتحمل اثقالكم الي بلد لم تكونوا بالغيه الابشق الانفس (سورۃ نحل)
وان لكم في الانعام لعبرۃ نسقيكم مما في بطونها من بين فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربين (سورۃ نحل) —
و من آياته الجوار في البحر كالاعلام ان يشاء يسكن الريح فيظللن رواكد على ظهره ان في ذلك لايات لكل صبار شكور (سورۃ شوري) —
والله اخرجكم من بطون امهاتكم لاتعلمون شيأ وجعل لكم السمع والابصار والافئدۃ لعلكم تشكرون —

پھر کونسي بات هے جسپر الله کي اور أسکي نشانيوں کے بعد ایمان لاوینگے — خدا وہ هی جو برساتا هی آسمان سے پاني پھر پاني کے سبب هم نے تمام اوگنے والي چيزيں پائيں پھر هم نے أس سے سبز پودے نکالے جس ميں سے دانوں کے گچھے نکلتے هيں اور کھجور کے درختوں ميں أنکي پھننگ ميں سے پھل کے بوجھہ سے زمين کو جھکے هوئے گابھے نکلتے اور انگور اور زيتونوں اور انار کے باغ ایک سے اور الگ طرح کے اُگتے هيں دیکھو أس کے پھل کو جبکه وہ پھلے اور پکے أس ميں بھي بلاشبهه أن لوگوں کے ليئے جو ایمان والے هيں خدا کے هونے کي نشانياں هيں — الله وہ هی جس نے زمين کو ایسا بڑا بنایا اور أس ميں پھاڑ اور دریا بنائے اور أس ميں تمام پھلوں کو دو دو بنایا — رات سے دن کو چھپا دیتا هی اس ميں بھي بے شک أن لوگوں کے لیئے جو غور کرتے هيں خدا کے هونے پر نشانياں هيں — اور زمين کے مختلف ٹکڑے آپس ميں ملے هوئے هيں اور انگور کے باغ هيں کھيت هيں اور کھجور کے درخت هيں کسي کي بهت گھني شاخيں هيں اور کسي کي چھدري جو ایک سے پاني سے سيراب هوتے هيں اور کھانے ميں ایک دوسرے سے مزيدار هيں اس ميں بھي بيشک أن لوگوں کے لیئے جو سمجھتے هيں خدا کے هونے پر نشانياں هيں — وہ خدا هی جس نے تمهارے لیئے زمين کو پنگوڑھا بنایا اور تمهارے لیئے أس ميں رستے جاري کیئے اور آسمان سے مينهه برسایا پھر هم نے پاني کے سبب مختلف أگنے والي چيزوں کے جوڑے نکالے کھاؤ اور اپنے جانوروں کو چراؤ اس ميں بھي عقل والوں کے لیئے خدا کے هونے پر نشانياں هيں اور تمهارے لیئے مويشي کو پيدا کيا أن ميں گرم هونے کا سامان اور بهت سے منافع هيں اور أن هي ميں سے تم کھاتے هو اور تمکو أن سے زيبائش هی جبکه شام کو چرا کر لاتے هو اور چرانے کو لے جاتے هو اور تمهارا بوجهه کسي شهر کو

الم یروا الی الطیر مسخرات في جوالسماء مایمسکهن الا الله ان في ذلک لایات لقوم یومنون (سورہ نحل) —

اوتھا لیجاتے ھیں جہاں تم بغیر اذہ موئے ہوئے نہ پہونچ سکتے تھے — اور تمہارے لیئے مویشی میں ایک بڑی نصیحت ھی ہم تمکو وہ چیز پلاتے ھیں جو اُن کے پیٹ میں گوبر و لہو کے سبب بنتی ھی یعنی اچھا خاصا دودھ جو پینے والوں کے حلق میں آسانی سے اوتر جاتا ھی — اور خدا کے ہونے کی نشانیوں میں ھیں پہاڑوں کی مانند جہاز سمندر میں چلنے والے اگر خدا چاہے ہوا بند کردے وہ سمندر کی پیٹھ پر تھہر جاویں اس میں بھی بیشک اُن لوگوں کے لیئے جو صابر و شاکر ھیں خدا کے ہونے پر نشانیاں ھیں — اور اللہ نے تمکو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا تم کچھہ نہیں جانتے تھے بنایا تمہارے لیئے سننا تاکہ تم شکر کرو کیا تم پرندوں کو نہیں دیکھتے جو ادھر آسمان کی وسعت میں ھیں کون اُن کو تھامے ہوئے ھی بجز خدا کے اس میں بھی بیشک اُن لوگوں کو جو ایمان والے ھیں خدا کے ہونے پر نشانیاں ھیں " *

اگر چند آیتوں کے مضامین کو مختصراً ایک جگہہ جمع کردیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ کس خوبی اور فصاحت و بلاغت سے خدا کے ہونے پر قدرتی چیزوں سے استدلال کیا گیا ھی — دنیا کو دیکھو کہ وہ کیسی عجیب چیز ھی — تاروں بھرا آسمان — اندھیرے کو اوجالا کرنے والا سورج — گھٹنے بڑھنے والا — اندھیری رات میں چاندی کے سے پترے بچھا دینے والا چاند — دریا کی موجوں اور بے نشان رستوں میں رستہ بتانے والے ستارے خدا کی طرح بہ طرح کی صنعتیں کھلی ہوئی آنکھوں والوں کو خدا کے ہونے کی بڑی نشانیاں ھیں — یہہ زمین خدا نے تمہارے لیئے بنائی اُس میں ہر طرف کو جانے آنے کے رستے رکھے تم اُس پر رہتے ہو اور ادھر اودھر پھرتے ہو — بادلوں کے بے انتہا دل اس نیلے گھیرے کے سینہ میں پیدا ہوتے ھیں کھڑے رہتے ھیں تولتے پھرتے ھیں پھر غایب ہوجاتے ھیں کہاں سے آتے ھیں اور کہاں چلے جاتے ھیں — یہہ پہاڑوں کی صورت کے اجگر بادل روئی کے پھوئے کی طرح ہوا کے جھوکے سے اوڑتے پھرنے والے دل کے دل موسلا دھار مینھہ برساتے ھیں پژمردہ زمین کو سرسبز کرتے ھیں — گھاس اوگتی ھی اونچے اونچے کھجور کے درخت پتوں کی خوشنما چھتریوں سمیت اوگتے ھیں جن کے گرد کھجوروں کے گچھے لٹکتے ھیں کیا یہہ اُس کے پیدا کرنے والے ہونے کی نشانیاں نہیں ھیں — تمہاری مویشی بھی کیا عجیب نہیں ھی — تمہارے لیئے گھانس کو دودھ بنا دیتی ھی اُس کے اُون سے تم اپنی پوشاکیں بناتے ہو — دن بھر جنگل میں چرتی ھیں شام کو صف باندھکر تمہارے گھر آتی ھیں — پھر اُن بڑے بڑے پہاڑوں یعنی جہازوں کو دیکھو جو اپنے کپڑے کے پر پھیلائے سمندر کی لہروں پر دوڑتے اوڑتے پڑے پھرتے ھیں — پر پھیلاتے ھیں جست کرتے ہوئے جاتے ھیں ہوا اُن کے لیئے پھرتی ھی ۔ مگر جب خدا نے ہوا بند کرلی تو وہ مردہ کی طرح پڑے ھیں

پھر ہل تک نہیں سکتے کیا یہہ ایک کرشمہ نہیں ہی - تم کیا کرشمہ چاہتے ہو تم خود کیا کچھہ کرشمہ نہیں ہو - چند برس پہلے تمہارا وجود نہ تھا - تمکو خدا نے مٹی سے پیدا کیا - چھوٹے سے بڑا کیا - خوبصورت بنایا — طاقت تمکو دي — خیالات کي قوت تم میں رکھي — تمکو ایک دوسرے پر رحم آتا ہی - اگر تمکو ایسا نہ بناتا تو تمہارا کیا حال ہوتا - پھر تمہارے بال سفید ہوتے ہیں - تمہاري طاقت گھٹ جاتي ہی - ناتواں ہوجاتے ہو - پھر تمہارا وجود نہیں رہتا - یہہ سب چیزیں اُس کے بنانے والے ہونے کي نشانیاں ہیں *

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار * ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

تمام قرآن اسي قسم کے قدرتي مضامین سے بھرا ہوا ہی جن سے اُس علۃالعلل یعني خدا کے ہونے پر استدلال کیا ہی - پھر خدا کي وحدانیت کي دلیلیں عام فہم طریقہ پر بیان کي ہیں اور یوں فرمایا ہی کہ " کسنے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور کس نے تمہارے لیئے آسمان پر سے مینہہ برسایا پھر ہمنے اُس سے فرحت بخش باغ اوگائے تم اُن کے درخت نہیں اوگا سکتے تھے کیا خدا کے ساتھہ کوئي اور خدا ہی مگر کافر وہ لوگ ہیں جو سیدھي راہ سے پھر جاتے ہیں — کس نے زمین کو ٹھہرنے کي جگہہ بنایا اور کس نے اُس میں دریا بنائے اور کس نے زمین کے پہاڑ بنائے اور کس نے دو سمندروں میں جزیرہ بنایا - کیا خدا کے ساتھہ کوئي اور خدا ہی مگر بہت کافروں میں سے نہیں جانتے — اگر آسمان وزمین میں دو خدا ہوتے تو دونوں برباد ہوجاتے "*

امن خلق السموات والارض وانزل لکم من السماء ماء فانبتنا بہ حدایق ذات بہجۃ ماکان لکم ان تنبتوا شجرھا ءالہ مع اللہ بل ھم قوم یعدلون - امن جعل الارض قراراً و جعل خلالھا انھارا وجعل لھا رواسي و جعل بین البحرین حاجزا ءالہ مع اللہ بل اکثر ھم لایعلمون (سورۃ نمل) -

ہر گیاہیکہ از زمین روید * وحدہ لا شریک لہ گوید

پس امور مذہبي میں جیسي آزادي راے اسلام میں ہی اس سے زیادہ اور کیا ہوگي *

یہہ کہنا کہ اسلام کے نہ قبول کرنے کي لازمي سزا تلوار ہی مذہب اسلام پر منجملہ اُن سخت اور جھوٹے الزاموں کے ایک الزام ہی جو غیر مذہب والوں نے ناانصافي سے اُس پر کیئے ہیں یا وہ مذہب اسلام سے ناواقف ہیں یا دیدہ و دانستہ حق پوشي کي نظر سے باندھے ہیں - اسلام صرف دلي یقین اور قلبي تصدیق پر منحصر ہی اور دلي یقین جبر و زبردستي سے پیدا ہي نہیں ہوسکتا - پس کیونکر یہہ بات خیال میں آسکتي ہی کہ جس چیز سے وہ بات پیدا ہي نہیں ہوسکتي جس کي ضرورت اسلام کے لیئے ہی اُس کے کرنے کو خود اسلام ہي ہدایت کرے - جو لوگ مذہب اسلام سے کچھہ بھي واقفیت رکھتے ہیں اور خدا کے کلام کو ایک ادنی توجہہ سے ہي دیکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہہ خیال کہ اسلام زبردستي و تلوار کے زور سے قبلوایا جاتا ہی قرآن مجید کے اس صاف

اور روشن حکم کے بالکل برخلاف ہی جہاں خدا نے فرمایا ہی کہ " دین پر لانے میں کچھہ دباؤ ڈالنا نہیں ہی کیونکہ سیدھی راہ یعنی اسلام گمراہی یعنی کفر سے علانیہ کھل گئی ہی پھر جو کوئی بتوں کا منکر ہو اور الله پر ایمان لائے تو بیشک اُس نے نہایت مضبوط کنگورہ پکڑ لیا ہی جو ٹوٹنے کے قابل نہیں ہی اور الله سننے والا جاننے والا ہی " — ایک اور جگہہ خدا نے فرمایا ہی کہ " اگر چاہتا الله تیرا پروردگار تو سب جو زمین میں ہیں اکھٹے ایمان لے آتے پھر کیا تو دباؤ ڈال سکتا ہی لوگوں پر تاکہ مسلمان ہوجاویں (یعنی دباؤ سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا) کسی شخص کو یہہ بات ممکن نہیں ہی کہ بغیر حکم خدا کے ایمان لاوے اور الله اُن لوگوں پر ناپاکی ڈالتا ہی جو نہیں سمجھتے " *

لا اکراه فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن بالله فقد استمسک بالعروة الوثقی لا انفصام لها والله سمیع علیم (سورۂ بقر آیت ۲۵۷) —

ولو شاء ربک لامن من فی الارض کلهم جمیعا افانت تکره الناس حتی یکونوا مومنین و ما کان لنفس ان تومن الا باذن الله و یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون (سورۂ یونس آیت ۹۹ و ۱۰۰) —

جس اصول پر کہ حضرت موسی نے کافروں پر تلوار کھینچی تھی اور یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک خدا کے حکم سے وہ تلوار کھینچی گئی تھی کہ تمام کافروں اور بت پرستوں کو بغیر کسی استثنا کے قتل و غارت و نیست و نابود کردیں — اُس اصول پر مذہب اسلام نے کبھی تلوار کو میان سے نہیں نکالا — اُس نے کبھی تمام کافروں اور بت پرستوں کے نیست و نابود کرنے کا یا کسی کو تلوار کی دھار سے مجبور کر کے اسلام قبلوانے کا ارادہ نہیں کیا — ہاں بلاشبہہ اسلام نے بھی تلوار کو نکالا مگر دوسرے مقصد سے یعنی خدا پرستوں کے امن اور اُنکی جان و مال کی حفاظت اوراُنکو خدا پرستی کا موقع ملنے کو اور یہہ ایک ایسا منصفانہ اصول ہی جس پر کوئی شخص کسی قسم کا الزام نہیں لگا سکتا *

اسلام میں سب سے بڑا مقصد جیسا اُس لازوال ہستی پر خود یقین لانا ہی ویسا ہی اُس کے وجود اور اُسکی وحدانیت کا علی العموم مشتہر کرنا ہی — شروع اسلام کے زمانہ کے مسلمانوں پر بہت بڑا فرض تھا اور حال کے زمانہ کے مسلمانوں پر بھی بقدر اُس حاجت اور ضرورت کے جو اب باقی ہی فرض ہی کہ کافروں میں اور کافروں کے ملک میں جاویں اور ایسے خداے واحد کے وجود کا یقین جو دکھائی نہیں دیتا اپنے وعظ و نصیحت سے لوگوں کے دلوں میں بٹھلاویں — جن ملکوں میں اس مقصد کے ادا کرنے میں کوئی مانع ومزاحم نہیں ہی اُس ملک پر اسلام نے تلوار نکالنے کی اجازت نہیں دی — مگر جب کافر خدا کے نام کی منادی کے مانع ہوں اور خدا پرستوں کو جان و مال کے امن سے نہ رہنے دیں جیسے کہ مکہ کے کافروں نے کیا اور پھر جہاں گئے وہ بھی تعاقب میں دوڑے اُس وقت بلاشبہہ اپنا

بچاؤ کرنے کا اور خدا کے نام کو بلند کرنے کی غرض سے اسلام نے تلوار نکالنے کی اجازت دی ہی مگر اُسی وقت تک جہاں تک کہ یہہ مقصد حاصل ہو جاوے تاکہ مسلمانوں کو جان و مال کی حفاظت ہو اور بذریعہ وعظ و تلقین و پند و نصایح کے خداے واحد ذوالجلال کا جلال لوگوں کے دل میں بٹھاویں تاکہ اُسی واحد حقیقی کی پرستش دنیا میں جاری ہوے مسلمان کافروں میں بہ امن و امان رہیں اور اپنے چال چلن اور عادت و عبادت اور اخلاق و ہمدردی سے خود اپنے تئیں مجسم اسلام بناویں تاکہ کافر لوگ اسلام کو اُس مجسم اسلام میں دیکھیں اور اسلام پر دل سے یقین لاویں *

ہمارے اس قول کی تصدیق کہ وہ تلوار صرف اُسی مقصد کے حاصل ہونے تک نکالی جاتی ہی نہ کافروں کے زبردستی مسلمان ہونے کے مقصد سے وہ اسبات سے ہوتی ہی کہ بمجرد حاصل ہونے اس مقصد کے تلوار میان میں رکھہ لی جاتی ہی گو کہ ایک بھی کافر مسلمان نہ ہوا ہو *

یہہ مقصد یعنی یہہ کہ مسلمان امن سے رہیں اور خداے واحد کی پرستش کیا کریں اور خدا کا نام لوگوں میں بلند کریں اور اپنے چال چلن اور عادت و عبادت و اخلاق و محبت و ہمدردی سے اسلام کی مجسم صورت لوگوں کو دکھلاویں تین طرح سے حاصل ہوتا ہی یا یہہ کہ ایک مذہب ہو جاوے اور وہاں کے لوگ مسلمان ہوجاویں جیسا کہ مدینہ میں ہوا *

یا یہہ کہ صلح رہے یعنی یہہ کہ کفار اداے فرایض مذہبی سے متعرض نہ ہوں جیسیکہ ابتداءً مکہ میں تھا یا جن مسلمانوں نے حبشہ میں ہجرت کی تھی اُن کا حال تھا یا کافر لڑائی کی حالت میں مسلمانوں کو ملک میں رہنے اور آمد و رفت کرنے اور اُن کی جان و مال کی حفاظت اور اداے فرایض مذہبی سے متعرض نہ ہونے پر صلح کرلیں *

یا یہہ کہ ملک فتح اور کفار مغلوب ہو جاویں تاکہ اُن کو طاقت تعرض کی مسلمانوں سے اداے فرایض مذہبی اور اعلاے کلمۃ اللہ کی نہ رہے *

ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت سے مقصد حاصل ہونے کے بعد فوراً تلوار میان میں رکھہ لی جاتی ہی گو کہ ایک کافر بھی مسلمان نہ ہوا ہو اور اگر پچھلے دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ میں امن قایم ہوا ہو تو کسی کو کسی کی مذہبی رسومات میں دست اندازی کا اختیار حاصل نہیں ہوتا — ہر شخص کو آزادی رہتی ہی کہ بغیر اس کے کہ کوئی شخص اُس کو ایذا پہونچائے اپنے مذہب کی تمام رسومات کو ادا کرے *

اس بیان سے اُن مصنفوں کی بھی سخت غلطی صاف صاف ظاہر ہوتی ہی جنھوں نے لکھا ہی کہ "اسلام میں دوسرے مذہب کو آزادی سے رہنے دینا مطلق نہیں ہی" ہاں

هم اس* بات سے انکار نہیں کرتے کہ مسلمان فتحمندوں میں سے بعضوں نے نہایت بے رحمی کی اور دوسرے* مذہب کی آزادی کو برباد کردیا — مگر مذہب اسلام کا اندازہ اُن کے افعال سے نہ کرنا چاہیئے بلکہ ہم کو یہہ بات تحقیق کرنی چاہیئے کہ آیا اُنہوں نے مذہب اسلام کے مطابق عمل کیا یا نہیں اور اُس وقت ہم کو صاف یہہ بات معلوم ہوجاویگی کہ اُن کے افعال مذہب اسلام کے بالکل برخلاف تھے- مگر اسی کے ساتھہ ہمکو یہہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ وہ مسلمان فتحمند جو اپنے مذہب کے بھی پابند تھے دوسرے مذہب کی آزادی میں خلل انداز نہ تھے اور اپنی تمام رعایا کو بلا لحاظ قوم و مذہب کے ہر طرح کا امن اور آزادی بخشتے تھے — تواریخ سے ہمکو بے شمار مثالیں مسلمان فتحمندوں کی دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھنے کی ملتی ہیں اور ہم اس مقام پر چند رایوں کو نقل کرتے ہیں جو اس باب میں عیسائی مصنفوں نے لکھی ہیں اور جن سے ثابت ہوتا ہی کہ دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھنا اسلام کی خاصیت میں سے ہی *

چیمبرز سائکلو پیڈیا میں ایک عیسائی مصنف نے جس کی ذات سے بہت کم توقع ہوسکتی ہی کہ وہ اسلام کا طرفدار ہو اسپین کے علم تواریخ پر ایک آرٹیکل لکھا ہی اور اُس نے اُس معاملہ میں یہہ لکھا ہی کہ " اسپین کے بنی اُمیہ خلفاء کی حکومت کی ایک مشہور و معروف بات قابل بیان کے ہی کیونکہ اُس سے اسپین کے ہمعصر (یعنی عیسائی) اور پچھلے مسلمان بادشاہوں کے مقابلہ میں بلکہ اس اُنیسویں صدی کے زمانہ تک اُن بادشاہوں کی بڑی عمدگی پائی جاتی ہی یعنی اُن کا عام طور سے دوسرے مذہب کو مذہبی معاملات میں آزادی کا دینا " *

گاڈ فری ہگنز صاحب نے اس معاملہ کی نسبت یہہ لکھا ہی کہ " کوئی بات ایسی عام نہیں ہی جیسا کہ عیسائی پادریوں کی زبانی مذہب اسلام کی مذمت اس وجہہ سے سننے میں آتی ہی کہ اُس میں تعصب زیادہ ہی اور اُس میں دوسرے مذہب کو آزادی نہیں ہی - یہہ عجیب زعم اور محض ریاکاری ہی - وہ کون تھا - (عیسائی) جس نے مُور مسلمان باشندگان اسپین کو اسپین سے بایں وجہہ جلا وطن کر دیا تھا کہ وہ عیسائی مذہب قبول نہیں کرتے تھے اور وہ کون تھا (عیسائی) جس نے میکسیکو اور پیرو کے لاکھوں باشندوں کو قتل کیا تھا اور اُن سب کو بطور غلام کے دیدیا تھا اس وجہہ سے کہ وہ عیسائی نہ تھے — مسلمانوں نے بمقابلہ اس کے یونان میں کیا کیا — کئی صدیوں سے عیسائی امن و امان کے ساتھہ اپنی ملکیت پر قابض چلے آتے ہیں اور اُن کے مذہب — اُن کے پادریوں — اُن کے بشپ - اُنکے بزرگوں - اُن کے گرجاؤں کی نسبت دست اندازی نہیں کی گئی ہی - جو لڑائی بالفعل (یعنی بزمانہ تحریر کتاب) یونانیوں* اور ترکوں میں ہو رہی ہی وہ بہ نسبت اُس لڑائی کے جو حال میں دیمرارا کے حبشیوں اور

انگریزوں میں ہوتي تھي کچھہ زیادہ مذھب کي وجھہ سے نہیں ھی — یوناني اور حبشي اپنے فتحمندوں کي اطاعت سے آزاد ہوا چاھتے ھیں اور اُنکا ایسا کرنا واجب ھی — جب کبھي خلیفہ فتحیاب ہوتے تھے اور وھاں کے باشندے مسلمان ھوجاتے تھے تو فوراً اُنکا رتبہ بالکل فتحمندوں کے برابر ھوجاتا تھا — ایک نہایت دانشمند مگر غیر معتقد عالم نے سوراسوین یعني مسلمانوں کے ذکر میں بیان کیا ھی کہ "وہ کسي شخص کو ایذا نہیں دیتے تھے اور یہودي اور عیسائي سب اُن میں خوش و خورم تھے" *

"لیکن اگرچہ معلوم ہوتا ھی کہ مور اس وجھہ سے جلا وطن کیئے گئے تھے کہ وہ عیسائي مذھب قبول نہیں کرتے تھے مگر مجھکو گمان ھی کہ اسکا سبب اور ھي تھا یعني میں خیال کرتا ھوں کہ وہ اپني دلیلوں سے عیسائیوں پر اسقدر غالب آگئے تھے کہ نادان عیسائي مانگ یعني دیندار سمجھتے تھے کہ اُن کي دلیلوں کا جواب صرف مذھبي عدالت سے سزا دینا اور تلوار سے ھوسکتا ھی — اور مجھکو کچھہ شبہہ نہیں ھی کہ جہانتک اُن کي ناقص قوت جواب دینے کے باب میں تھي وھاں تک اُنکا یہہ خیال صحیح تھا — جن ملکوں کو خلیفہ فتح کرتے تھے وھاں کے غریب باشندے خواہ یوناني — ایراني — اسپین خواہ ھندو قتل نہیں کیئے جاتے تھے جیسا کہ عیسائیوں نے بیان کیا ھی بلکہ فتح ہوتے ھي وہ سب بہ امن و امان اپني ملکیت اور اپنے مذھب پر قابض چھوڑدیئے جاتے تھے — اور اس پچھلے حق کي بابت ایک محصول † دیتے ھیں جو اسقدر خفیف ہوتا ھی کہ کسي کو گراں نہیں معلوم ہوتا — خلفاء کي تمام تاریخ میں کوئي بات ایسي نہیں مل سکتي ھی جو ایسي رسوائي کا باعث ھو جیسیکہ (عیسائیوں میں) مذھبي عدالت سے سزا دینا تھا اور نہ ایک مثال بھي اس بات کي پائي جاتي ھی کہ کوئي شخص اپنا مذھب نہ چھوڑنے کے سبب جلایا گیا ھو — نہ مجھکو یہہ یقین ھی کہ زمانہ امن میں صرف اس وجھہ سے قتل کیا گیا ھو نہ اُس نے مذھب اسلام قبول نہیں کیا — اس میں کچھہ شبہہ نہیں ھی کہ پچھلے مسلمان فتحمندوں نے اپني فتوحات میں بڑي بڑي بے رحمیاں کي ھیں جنکا الزام عیسائي مصنفوں نے بھي جد و جہد سے مذھب اسلام پر لگایا ھی مگر یہہ واجب نہیں

† مسٹر ھگنز نے یہاں غلطي کي ھی — کافروں سے جو مفتوح ہوجاتے ھیں اس معاوضہ میں کہ اُن کو اُن کے مذھب پر چھوڑ دیا گیا ھی جزیہ نہیں لیا جاتا بلکہ اس وجھہ سے کہ مثل مسلمانوں کے بلا مزد یا قلیل مزد پر فوجي خدمت کرنے پر مجبور نہیں کیئے جاتے اور گورنمنٹ کي پرورش قایم رکھنے حکومت اسلامي اور بحال رکھنے امن و آمان کے کوئي خدمت بجا نہیں لاتے بلکہ گورنمنٹ اُن کے حفظ و امن کي ذمہ دار ہوتي ھی — ان سب باتوں کے معاوضہ میں اُن سے جزیہ لیا جاتا ھی اور یہہ بھي لازمي نہیں ھی بلکہ خلیفہ کو بہ نظر مصلحت ملکي بالکل اختیار ھی چاھے لے چاھے نہ لے — پس یہہ امر سیاست مدن سے متعلق ھی نہ مذھب سے — مسلمانوں پر اس سے بہت زیادہ سخت محصول ھی یعني ھر سال چالیسواں حصہ اپنے مال کا *

هی — در حقیقت مذہبی تعصب کے باعث لڑائی کی خرابیاں زیادہ ہوگئیں — مگر اس باب میں مسلمان فتحمند کچھہ عیسائیوں سے زیادہ بدتر نہ تھے " *

اس کے بعد مسٹر گاڈفری ہگنز صاحب نہایت شایستہ ملکوں میں بھی دوسرے مذہب کی آزادی کے باب میں شبہہ کرتے ہیں اور ایک دلچسپ تقریر لکھتے ہیں کہ " عیسائی پادریوں کی کوشش کو اگرچہ بہ حسب ظاہر بہت بڑی وسعت دی گئی ہی مگر معلوم ہوتا ہی کہ اُس میں کچھہ بڑی کامیابی نہیں ہوئی " وہ لکھتے ہیں کہ " مجھکو اس امر کی نسبت کسی قدر شبہہ ہی کہ اس شایستہ زمانہ میں بھی جیسا کہ وہ مشہور ہی اُس وقت کیا ہو اگر سلطان روم (جس طرح کہ ہمارے پادریوں نے مسٹر تریمفنٹ نامی کو اپنے خاص مذہب کی تلقین کے لیئے جزیرا میں بھیجا تھا) اپنے ایک نہایت عالم مفتی کو لندن میں ایک مسجد بنانے اور قران کا وعظ کرنے کو بھیجے — مجھکو اندیشہ ہی اور میرا یہہ اندیشہ معقول وجہہ پر مبنی ہی کہ اُس کے سبب سے جو آگ سنہ ۱۸۰ع میں یا حال میں بمقام برمنگھم مشتعل ہوئی تھی وہ پھر پادریوں کی بدولت بھڑک اوٹھے اور ہمارے وزیر اُس کا جواب ایک ایڈمرل یعنی امیرالبحر کے منھہ سے دیں جس کی یہہ راے ہوگی کہ قسطنطنیہ پر گولہ اندازی کرنا ممکن ہوگا " *

مگر مجھکو مسٹر ہگنز کی راے کے ساتھہ ایک بات کا ذکر کرنا مناسب ہوگا — میں سمجھتا ہوں کہ لندن کی شایستگی مسٹر ہگنز کے زمانہ سے اب ترقی پر ہی — جب میں لندن میں تھا تو ایک شخص مسمی ڈاکٹر پرفکت نے عین لندن میں ایک مکان لیا تھا اور ہر اتوار کو اُس مکان میں برخلاف مذہب عیسائی کے لکچر دیا کرتا تھا اور جو لوگ چاہتے تھے وہاں جاکر اُس کا لکچر سنتے تھے — میں بھی کئی دفعہ اُس کا لکچر سننے گیا تھا اور ایک دفعہ اُس نے قران اور اسلام پر بھی لکچر دیا تھا — اچھا لکچر تھا مگر جو عام غلطیاں قران اور اسلام کی نسبت انگریزوں میں پھیلی ہوئی ہیں وہ اُس کے لکچر میں بھی تھیں — میں نے سنا کہ پادریوں نے اُس کا لکچر بند کرنے میں بڑی کوشش کی مگر پارلیمنٹ سے کچھہ کامیابی نہیں ہوئی *

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب مسمی اپالوجی میں لکھا ہی کہ " نائیسا کی کونسل میں یہہ امر واقع ہوا تھا کہ کانسٹنٹائین نے پادریوں کی جماعت کو وہ اختیار دیا تھا کہ جس سے نہایت ہیبت ناک نتیجے پیدا ہوئے تھے جنکا خلاصہ ان چند سطروں میں موجود ہی — خونریزی اور بربادی اُن احمقانہ نو جہادوں کی جو عیسائیوں نے قریب دو سو برس کے عرصہ تک ترکوں پر کیئے تھے اور جس میں نئی لاکھہ آدمی ہلاک ہوئے — قتل کرنا اُن شخصوں کا جو اِس عقیدہ کو نہیں مانتے تھے کہ انسان کا دو بارہ اصطباغ ہونا چاہیئے — لوتھر کے پیرووں اور رومن کیتھلک مذہب والوں کا دریاے رائن سے لیکر انتہاے شمال تک قتل ہونا —

وہ قتل جسکا حکم هنري هشتم اور اُسکي بيٹي ميري نے ديا - فرانس میں سينٹ بارتهولوميو کا قتل هونا - چالیس برس تک اور بہت سي خونريزيوں کا هونا - فرانسس اول کے عهد سے هنري چهارم کے پیرس میں داخل هونے تک — عدالت مذهبي کے حکم سے قتل کا هونا جو اب تک قابل نفرين هى کيونکه وہ عدالت کي راے سے هوا تها — علاوہ اس کے اور بے انتها بدعتوں کا اور اُس بیس برس کي خرابیوں کا تو کچهه ذکر هي نہيں هى جبکه پوپ پوپ کے مقابلہ میں اور بشپ بشپ کے مقابلہ میں تهے - زهر خوراني اور قتل کي وارداتوں کا هونا اور تيرہ چودہ پوپ کي بے رحم لوٹ اور گستاخانه دعوے جو هر قسم کے گناہ اور عيب اور بدکاري میں جو ایک نيرو یا ایک کيليگيولا سے نہايت فوق لے گئے تهے - آخرکار اس خوفناک فہرست کا خاتمه هونے کے لیئے ایک کروڑ بيس لاکهه نئے دنيا کے باشندوں کا صليب هاتهه میں لیئے قتل هونا - يقيناً يهه بات تسليم کرني چاهيئے که ایک ایسا مکروہ اور قريباً ایک غير منقطع سلسلہ مذهبي لڑائيوں کا چودہ سو برس تک سواے عيسائيوں کے اور کہيں هرگز جاري نہيں رہا — اور جن قوموں کي نسبت بت پرست هونے کا طعن کيا جاتا هى ان میں سے کسي قوم نے ایک قطرہ خون کا بهي مذهبي دلایل کي بنا پر نہيں بہایا " *

مشہور و معروف مورخ مسٹر گبن جو زمانه حال کے مورخوں میں سب سے بڑا مورخ هى اور جس کي سند نہايت معتبر گني جاتي هى اس امر کي نسبت اپني کتاب میں يهه لکهتا هى که " مسلمانوں کي لڑائيوں کو اُنکے پيغمبر نے مقدس قرار ديا تها مگر آنحضرت نے جو اپني حيات میں مختلف نصيحتيں کيں اور نظيريں قايم کيں اُن سے خليفاؤں نے دوسرے مذهب کو آزادي دينے کي نصيحت پائي جس سے اسلام کے غير معتقدوں کي مخالفت رفع هوجاوے - ملک عرب حضرت محمد کے خدا کي عبادت گاہ اور اُس کا مملوک تها — مگر وہ دنيا کي قوموں کو محبت سے اور بہت کم رشک سے ديکهتا تها - بہت سے ديوتاؤں کے ماننے والے اور بت پرست جو اُن کو نه مانتے تهے شرعاً نيست و نابود کيئے جاسکتے تهے - مگر انصاف کے فرايض سے نہايت عاقلانه تدبير اختيار کي گئي - هندوستان کے مسلمان فتحمندوں نے بعض کام دوسرے مذهب کي آزادي کے برخلاف کرنے کے بعد اُس مرتاض اور آباد ملک کے مندروں کو چهوڑ ديا هى - حضرت ابراهيم اور حضرت موسى اور حضرت عيسى کے معتقدوں سے بہ متانت يهه استدعا کي گئي هى که وہ حضرت محمد کے الهام کو جو زيادہ تر کامل هى قبول کريں ليکن اگر اُنہوں نے نه مانا پهر ایک معتدل خراج يعني جزيه دينا قبول کرليا تو وہ اپنے عقيدہ میں اور مذهبي پرستش میں آزادي کے مستحق تهے " *

ایک مصنف نے اپنے ایک آرٹيکل میں جو ايست اور ويست اخبار میں چهپا تها اور جس کا عنوان يهه تها که " اسلام بطور ایک ملکي نظام کے تهي " اسلام میں آزادي مذهب

كي نسبت يهه لكها هى كه " صرف حضرت محمد هي ايسے باني مذهب كے تهے جو ايك دنيوي بادشاه بهي تهے اور سپاهي بهي تهے اور يهه دونوں قوتيں خاصكر اسليئے تهيں كه تشدد اور اولوالعزمي كو روكا جاوے اور اولوالعزمي كي جانب وه مائل تهے اور تلوار أنكے اختيار ميں تهي اسليئے خيال هوتا هى كه جبكه أنهوں نے مذهب كو دنيوي حكومت كا وسيله قرار ديا اور اپنے معتقدوں كي طبيعتوں پر وه غلبه حاصل كيا جسكے سبب سے وه لوگ شرع اور حق أسي بات كو سمجهتے تهے جو آپ جاري كرنا چاهتے تهے تو چاهيئے كه أنكا مجموعه احكام شرعي أور تمام مجموعوں سے مختلف هو بلكه يهه خيال هوتا هى كه أن احكام انصاف سے بهي مختلف هو جو هر ايك انسان كي طبيعت ميں پڑے هوئے هيں — اب اگر هم يهه بات ديكهيں كه آنحضرت كے احكام كا مجموعه ايسا نهيں هى بلكه أس كے برخلاف يهه ديكهيں كه حضرت محمد نے قومي معاملات ميں حق رساني اور فتح كرنے ميں رحم اور حكمراني كرنے ميں اعتدال اور سب سے مقدم دوسرے مذهب كي عدم مزاحمت كے احكام قرار ديئے هيں تو همكو يهه بات تسليم كرني چاهيئے كه آنحضرت اپنے همجنسوں ميں ايسي هي تعظيم كا استحقاق ركهتے تهے " *

پهر أسي مصنف نے أسي آرٹيكل ميں دوسرے مقام پر لكها هى كه " اسلام نے كسي مذهب كے مسائل ميں دست اندازي نهيں كي كسيكو ايذا نهيں پهونچائي كوئي مذهبي عدالت خلاف مذهب والوں كو سزا دينے كے ليئے قايم نهيں كي اور كبهي اسلام نے لوگوں كے مذهب كو بجبر تبديل كرنے كا قصد نهيں كيا — هاں أسنے اپنے مسائل كا جاري هونا چاها مگر أسكو جبراً جاري نهيں كيا — اسلام قبول كرنے سے لوگوں كو فتحمندوں كے برابر حقوق حاصل هوتے تهے اور مفتوحه سلطنتيں أن شرايط سے بهي آزاد هوجاتي تهيں جو هر ايك فتحمند نے ابتداے دنيا سے حضرت محمد كے زمانه تك هميشه قرار دي تهيں " *

أسي مصنف نے لكها هى كه " اسلام كي تاريخ ميں ايك ايسي خاصيت پائي جاتي هى جو دوسرے مذهب كو غير آزاد ركهنے كے بالكل برخلاف هى " — اسلام كي تاريخ كے هر ايك صفحه ميں اور هر ايك ملك ميں جهاں أس كو وسعت هوئي دوسرے مذهب سے مزاحمت نه كرنا پايا جاتا هى يهاں تك كه فلسطين ميں ايك عيسائي شاعر لامارٹين نے أن واقعات كا جنكا هم ذكر كر رهے هيں باره سو برس بعد علانيه يهه كها تها كه " صرف مسلمان هي تمام روے زمين پر ايك قوم هيں جو دوسرے مذهب كو آزادي سے ركهتے هيں " اور ايك انگريز سوانح سلطنت نے مسلمانوں پر يهه طعنه كيا هى كه " وه حد سے زياده دوسرے مذهب كو آزادي ديتے هيں " اب ديكهو كه يهه سب رائيں بهت سي بے طرفدار اور فياض طبع عيسائي مصنفوں كي سر وليم ميور كے اس بے سند دعوے كے كه اسلام ميں دوسرے مذهب كو آزاد ركهنے كا نام بهي نهيں هى كيسي برخلاف هيں *

تیسرے حصہ میں ہم اُن فائدوں کا بیان کرتے ہیں جو یہودی اور عیسائی مذہب کو اسلام کی بدولت حاصل ہوئی ہیں *

مذہب یہود اور عیسائی مذہب کے شامل بیان کرنیکی یہہ وجہہ ہی کہ مجھے اسبات کا یقین ہی کہ حضرت عیسیٰ نے شریعت موسوی کے کسی حکم یا مسئلہ کو تغیر و تبدیل نہیں کیا بلکہ حضرت موسیٰ کی شریعت کو بدستور جاری رکھا — خود حضرت عیسیٰ کے اس قول سے جو متی کی انجیل باب ۵ ورس ۱۷ میں مندرج ہی کہ " یہہ مت خیال کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا - میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنیکو آیا ہوں " - ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہی پس اسوجہہ سے ضرور بالضرور یہہ بات کہی جاسکتی ہی کہ جو فائدے یہودی مذہب نے مذہب اسلام سے اوٹھائے ہیں مذہب عیسوی نے بھی لزوماً وہ فائدے حاصل کئے ہیں — مذہب یہود بلاشبہہ ربانی مخرج سے پیدا ہوا تھا اسنے اُس لازوال مسئلہ یعنی وحدانیت خدا کی تلقین اُس حد تک کی جسقدر کہ نجات ابدی کے حاصل کرنے کو ضروری اور اُس زمانہ کے لوگوں کی سمجھہ کے لایق تھی - مگر اُس وحدانیت کو کاملیت سے اسلام نے شایع کیا جس سے مذہب یہود کا مسئلہ بھی کامل ہوگیا *

تین چیزوں میں وحدت کے یقین کرنے سے خدا کی وحدانیت پر کامل طور سے یقین ہوسکتا ہی — وحدت فی الذات - وحدت فی الصفات — وحدت فی العبادت — وحدت فی الذات کے یہہ معنی ہیں کہ خدا کے ساتھہ کوئی دوسرا شخص یا کوئی شی شریک نہیں ہی وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہی اور نہ کوئی شی اُس کے مشابہ ہی نہ آگ نہ پانی نہ ہوا — وحدت فی الصفات کے یہہ معنی ہیں کہ جو صفتیں خدا کی ہیں وہ دوسرے میں نہیں اور نہ دوسرے میں ہوسکتی ہیں اور نہ دوسرے سے متعلق ہوسکتی ہیں - وحدت فی العبادت کے یہہ معنی ہیں کہ نہ کسی دوسرے کی عبادت کرنا نہ کسی دوسرے کو عبادت کے لایق سمجھنا اور نہ وہ افعال جو خاص خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں کسی دوسرے کے لئے بجالانا جیسے سجدہ کرنا روزہ رکھنا نماز پڑھنا وغیرہ — ان تینوں وحدتوں میں سے پہلی دو وحدتوں کو اور تیسری وحدت کے پہلے حصہ کو اوسط طور پر (جو نہ ناقص تھا کیونکہ نجات کے لئے کافی تھا اور نہ کامل طور پر تھا کیونکہ وحدت کا پورا کمال اُس زمانہ کے لوگوں کی سمجھہ کے لایق نہ تھا) یہودی مذہب نے بیان کیا اور تیسری وحدت کے اخیر حصونکو جنسے درحقیقت اُس وحدت کا کمال ہی مطلق ذکر ہی نہیں کیا - اسلام نے پہلی دو وحدتوں کو بھی " لیس کمثلہ شئی " فرماکر کامل کیا - پس نہ آگ جو موسیٰ نے دیکھی خدا تھا اور نہ وہ آواز " انی انا اللہ " کی جو موسیٰ نے سنی خدا تھا اور نہ وہ نیک اور برگزیدہ شخص جس کو یہودیوں نے صلیب پر چڑھایا خدا ہوسکتا تھا - اسلام نے تیسری وحدت کو ایسے کمال پر پہونچایا جسکے سبب ایمان والوں کے دلوں میں بجز خدا کے اور کچھہ نہیں

وہ جس کی تصدیق " ایاک نعبد و ایاک نستعین " سے ہوتی ہی — اسلام میں یہی کمال ہی اور اسی کمالیت کی وجہہ سے خدا نے فرمایا " الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا " *

موسیٰ کی پانچوں کتابوں میں نہ قیامت کا ذکر ہی نہ مرنے کے بعد روح کی حالت کا کچھہ بیان ہی — نیکی کی جزا — دشمن پر فتح پانا — عمر کا بڑا ہونا — مفلسی سے نجات پانا بیان ہوا ہی اور گناہ کی سزا — مرنا — قحط پڑنا — وبا کا ہونا — مفلسی کا ہونا اور اسی قسم کی اور مصیبتوں کا آنا — موسیٰ کے بعد اور پیغمبروں اور نبیوں نے اُن کا کچھہ کچھہ ذکر کیا مگر جس تفصیل اور کاملیت سے اسلام نے اُس کو بتایا جس کے لیئے خدا نے گویا عمداً یہہ کام رکھہ چھوڑا تھا کسی نے نہیں کیا تھا — مگر جو کہ روحانی حالتوں کو یعنی گنہگاروں کی ارواحوں کی تکلیفوں کا اور نیک آدمیوں کی ارواحوں کی راحت اور خوشی کا بیان کرنا اور تصویر کھینچدینا بجز اس کے اور کسی طرح ہو نہیں سکتا تھا کہ اُس کو ایسی چیزوں اور حالتوں کے پیرایہ میں تشبیہاً بیان کیا جاوے جن کو انسان اپنی اس زندگی میں اپنے حواس سے محسوس کرتے ہیں اور یہی سبب ہی کہ اُنکا حال بہشت و دوزخ کے نام سے اور خوشی و ایذا و تکالیف اُٹھانے کے مختلف طریقوں اور سامانوں سے بیان کیا گیا ہی *

اسلام سے پہلے یہودی اور عیسائی اکثر پیغمبروں اور پاک شخصوں سے نہایت بداخلاقی کے افعال قبیحہ منسوب کرتے تھے اگرچہ ہماری دانست میں اُن تحریروں کو الہام ربانی سے کچھہ تعلق نہ تھا مگر تمام یہودی اور عیسائی اُن تمام تحریروں کو الہام ربانی اور اُن نبیوں اور مقدس لوگوں کو اُن افعال قبیحہ کا مرتکب یقین کرتے ہیں *

اسلام نے اُن معصوم نبیوں اور خدا پرست شخصوں اور پاک خصلت بزرگونکو اُن تہمتوں سے بچایا اور جو اتہام یہودیوں اور عیسائیوں نے اُنپر لگائے تھے اُنکو فتحمندی سے دفع کیا اور تمام پیغمبروں اور نبیوں اور بہت سے مقدس بزرگونکے معصوم اور بےگناہ ہونیکا دنیا کے بہت بڑے حصہ پر یقین کرا دیا — مسلمان عالموں نے اسلام کے اس مسئلہ پر یقین دلانے سے کہ انبیاء و پیغمبر سب پاک و معصوم ہیں توریت کو بڑے غور سے پڑھا اور عیسائیوں اور یہودیوں کی تمام غلطیوں کو ظاہر کردیا اور اُنہوں نے دریافت کیا کہ یہہ غلطیاں کچھہ تو اس سبب سے پڑی ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے توریت کی عبارت اور الفاظ کی غلط طور پر تعبیر کی اور کچھہ اس سبب سے وہ غلطیاں ہوئیں کہ خود توریت کے قدیمی نسخوں میں جو کوڈیسس کہلاتے تھے اور جو قلمی تھے متعدد وجوہ سے غلطیاں تھیں اور پھر جن لوگوں نے مقابلہ کرکے اُن کو صحیح کیا اُن کی تصحیح بھی غلطیوں سے خالی نہ تھی اور سب سے بڑا سبب اُن غلطیوں کا یہہ ہوا کہ تاریخی واقعات جو انسانوں نے بغرض تسلسل مطلب حضرت موسیٰ کے کلام تک ساتھہ ملاکر لکھے تھے اور جن میں بلا شک بہت سی غلطیاں ہیں اُن کو بھی

یہودیوں اور عیسائیوں نے مقدس تحریر سمجھا تھا - پس اگر اسلام نہوتا تو اُن پیغمبروں اور نبیوں اور خدا کے پاک بندوں یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت لوط اور اُن کی بیٹیوں اور حضرت اسحاق اور یہودا اور حضرت یعقوب کی بیویوں اور بیٹوں اور ہارون اور داؤد و سلیمان کی دنیا میں ایسی ہی مٹی خراب رہتی جیسی ایک بدکار آدمی کی خراب ہوتی ہی — تمام دنیا کی نظروں میں ویسے ہی حقیر ہوتے جیسےکہ ایسے جرموں کے مجرم حقیر ہوتے ہیں جن کو دائم الحبس کرکے کالے پانی بھیجتے ہیں یا اُن کے گناہوں کی سزا کے لیئے اُن کو سولی پر لٹکاتے ہیں - صرف یہہ اسلام ہی کا احسان ہی جس نے اُن تمام بزرگوں کی بزرگی دنیا میں اُس حد تک پہونچائی جس کے وہ مستحق تھے *

چوتھے حصہ میں ہم اُن فائدوں کو بیان کرتے ہیں جو اسلام کی بدولت خاص عیسائی مذہب کو پہنچے ہیں *

دنیا میں مذہب اسلام سے زیادہ کوئی مذہب عیسائی مذہب کا دوست نہیں ہی اور اسلام نے کسی مذہب کو اس قدر فائدے نہیں پہنچائے ہیں جس قدر کہ عیسائی مذہب کو پہنچائے ہیں — مذہب عیسائی کی بنیاد اُس نیک اور حلیم شخص سے ہی (یعنی حضرت یحییٰ پیغمبر سے) جو خدا کا رستہ درست کرنے آیا تھا اور پھر بالکل دار و مدار اُس عجیب شخص پر ہی جس کو اُنہوں نے اتنا بزرگ و مقدس سمجھا کہ خدا یا خدا کا بیٹا مانا (یعنی حضرت عیسیٰ پر) مذہب اسلام ہی کا یہہ احسان عیسائی مذہب پر ہی کہ وہ نہایت مستقل ارادے اور نڈر دل اور نہایت اُستوار ثابت قدمی سے عیسائی مذہب کا طرف دار ہوا اور یہودیوں سے مقابلہ کیا اور غلانیہ اور دلیرانہ اسبات کا اعلان کیا کہ ؏ جان دی بایدنست ؏ یعنی حضرت یحییٰ بلاشبہہ سچے پیغمبر اور حضرت عیسیٰ بیشک عبد الله اور کلمة الله و روح الله تھے پس کون سا مذہب اس بات کا دعویٰ کرسکتا ہی کہ وہ عیسائی مذہب کے حق میں اسلام سے زیادہ تر مفید ہی اور اُس نے عیسائی مذہب کی حمایت میں اسلام سے زیادہ کوشش کی ہی — جو سب سے بڑی خرابی حواریوں کے بعد عیسائی مذہب میں پیدا ہوگئی وہ تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کا مسئلہ تھا اور یہہ ایک ایسا مسئلہ تھا جو اُس لازوال سچ کے بھی متناقض تھا اور اُن خاص نصیحتوں کے بھی برخلاف تھا جو حضرت عیسیٰ نے فرمائی تھیں اور حواریوں نے انجیل میں لکھی تھیں — یہہ امر اسلام کی لازوال عظمت کا باعث ہی کہ اُسی نے خداے واحد ذوالجلال کی پرستش کو پھر جاری کیا اور اُس خالص مذہب کو پھر سرسبز کیا جس کی خاص تلقین حضرت عیسیٰ نے کی تھی — اسلام ہمیشہ اُس زمانہ کے عیسائیوں کو اُنکی غلطیوں سے متنبہہ کرتا رہا اور اب بھی کرتا رہتا ہی — اسلام نے عیسائیوں سے اُسی سچے مذہب کے قبول کرنے کی استدعا کی جس کا وعظ حضرت مسیح

نے کہا تھا جیسا کہ قران میں آیا ہی " قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئاً " بہت سے عیسائیوں کی اسلام کی روشنی سے آنکھیں کھل گئیں اور اُس ذلیل حالت سے خبردار ہوئے جس میں وہ مبتلا تھے اور اُنہوں نے پھر اُسی رتبہ کے حاصل کرنے کی کوشش کی جو پہلے اُن کو حاصل تھا — یعنی اُنہوں نے صرف قران کی ہدایت سے تثلیث کے عقیدہ کو غلط سمجھا اور خدا کو وحدہ لا شریک لہ اور عیسی مسیح کو خدا کا مقدس بندہ مانا جو عین مسئلہ مذہب اسلام کا ہی چنانچہ وہ فرقہ اب موجود ہی اور نہایت معزز لقب "یونیٹیرین" یعنی موحدین عیسائی سے معزز ہی *

اگر یہہ عقیدہ تھوڑی دیر کے لیئے دنیا میں سے اُٹھا لیا جاوے تو مسٹر گبن کی یہہ راے عیسائیوں کے حال پر بالکل مطابق ہوجاویگی کہ " اگر سینٹ پیٹر یا سینٹ پال ویٹیکن یعنی پوپ کے محل میں آجاویں تو غالباً وہ اُس دیوتا کا نام دریافت کرینگے جسکی پرستش ایسی پر اسرار رسومات کے ساتھہ اُس عظیم الشان عبادت گاہ میں کی جاتی ہی — اکسفور یا جنیوا میں جاکر اُن کو چندان حیرت نہوگی مگر گرجا میں جاکر سوال و جواب کا پڑھنا اور جو کچھہ صادق القول مفسروں نے اُن کی تحریرات اور اُن کے مالک کے کلمات کی تفسیر کی ہی اُس پر غور کرنا پڑیگا " *

جو فائدے اسلام نے عیسائی مذہب کو پہنچائے اُس میں سب سے بڑا فائدہ یہہ ہی کہ اُسنے عیسائیوں کو پوپ کے بے انتہا اختیارات ناجائز سے نجات دی اور عیسائیوں میں ایک زندگی کی روح پھونک دی — تمام عیسائی پوپ کو حضرت عیسی کا پورا بااختیار نایب سمجھتے تھے اور اُس کو معصوم جانتے تھے جیسے کہ اب بھی بہت سے فرقے عیسائیوں کے سمجھتے ہیں — اُنکا یقین تھا اور بہتوں کا اب بھی یقین ہی کہ دوزخ اور اعراف اور بہشت کے دروازوں کے کھولنے کا پوپ کو بالکل اختیار ہی — پوپ گنہگاروں کے گناہوں کے بخشش دینے کا دعوے رکھتا ہی — پوپ کو پورا اختیار تھا کہ جس ناجایز چیز کو چاہے جایز کردے — در حقیقت پوپ بلحاظ اُن اختیارات کے جو اُس کو حاصل تھے اور جن اختیاروں کو وہ کام میں لاتا تھا کسی طرح حضرت عیسی سے کم نہ تھا بلکہ دو چار قدم آگے بڑھا ہوا تھا — قران ہی نے عیسائیوں کو اس خرابی سے مطلع کیا اور جو برائیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں اُن کو بتلایا اور جا بجا عیسائیوں کو اس غلامانہ اطاعت پر ملامت کی اور اُن کو سمجھایا کہ اس رسوائی اور بے عقلی کی اطاعت کو چھوڑیں اور خود آپ اپنے لیئے سچ کی جستجو کریں — چنانچہ خدا نے قران مجید میں فرمایا — " اے کتاب والوں یعنی عیسائیوں آؤ ایک بات پر کہ ہم میں اور تم میں یکساں ہی اور وہ بات یہہ ہی کہ ہم خدا کے سوا اور کسی کو نہ پوجیں اور نہ ہم کسی چیز کو اُس کے ساتھہ شریک

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا

يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله (آل‌عمران آيت ۵۷)

کریں اور نہ بناویں ہم ایک دوسرے کو (یعني پوپوں اور بڑے بڑے پادریوں کو) پروردگار خدا کے سوا" ٭

اور پھر دوسري جگہہ فرمایا کہ "عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو پروردگار

اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله والمسيح ابن مريم و ما امروا الا ليعبدوا الها واحدا لااله الا هو سبحانه عما يشركون- (سورة توبه آيت ۳۱)

بنا لیا خدا کے سوا اور مسیح ابن مریم کو بھي اور اُن کو سواے اسکے اور کچھہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ خداے واحد کي عبادت کریں کہ صرف وھي خدا ھی اور نہ اورکوئي - خدا پاک ھی اُس چیز سے کہ † شریک کرتے ھیں" ٭

جب یہہ آیت نازل ھوئي تو عدي بن حاتم جو اُس وقت عیسائي تھے آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور اُن کے گلے میں سونے کي صلیب پڑي ھوئي تھي انحضرت نے فرمایا کہ اے عدي اس بت کو اپنے گلے سے نکال پھینک چنانچہ اُنہوں نے نکال ڈالي جب وہ پاس آئے تو آنحضرت قران کي یہہ آیت پڑھتے تھے کہ عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو پروردگار بنا لیا خدا کے سوا جب آنحضرت پڑہ چکے تو عدي نے عرض کیا کہ ھم تو اُن کي پرستش نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ کیا یہہ نہیں ھی کہ وہ حرام کردیتے ھیں اُس چیز کو جسے خدا نے حلال کیا پھر اُسکو حرام سمجھتے ھو عدي نے کہا ھاں یہہ تو ھی آنحضرت نے فرمایا کہ بس یہي اُنکا پوجنا ھی ٭

روي عن عدي بن حاتم رضی الله عنه قال اتيت رسول الله صلعم و في عنقي صليب من ذهب فقال لي يا عدي اطرح هذا الوثن من عنقك فطرحته فلما انتهيت اليه و هو يقرأ اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله حتى فرغ منها قال فقلت له انا لسنا نعبدهم قال اليس يحرمون ما احل الله فتحرمونه و يحلون ما حرم الله فتستحلونه قال فقلت بلى قال فتلك عبادتهم - (معالم التنزيل)

ایک مدت تک عیسائي اسلام کو عداوت سے دیکھا کیئے اور اُس کے ہر ایک مسئلہ سے بے سمجھے نفرت کرتے رھے ـــ مگر بعض نیک دل عیسائیوں نے کچھہ تھوڑے بہت غور سے اُس کو دیکھا اور کالون اور لوتھر مقدس کے دل پر اُس کا کچھہ کچھہ اثر ھوا جبکہ ان دونوں نے قران مجید کي اس قسم کي آیتوں کو پڑھا جس میں پوپ کو اور پادریوں کو خدا کے سوا دوسرا خدا یا چھوٹا خدا ماننے کي مذمت تھي تو وہ سمجھے اور اُس سچے مسئلہ نے اُنکے دل پر اثر کیا اور جیسے کہ قران نے ھدایت کي تھي وہ سمجھے کہ ھر شخص فی الواقع آپ اپنا پوپ اور اپنا پادري ھی وہ چلا اُٹھے کہ پالیا پالیا اور اُسي وقت پوپ کي غلامي سے آزاد ھوئے اور غلامانہ اور ذلیل حالت سے جس میں وہ خود اور اُن کے تمام ھم مذھب مبتلا تھے نکل آئے اور صاف صاف اُس کے برخلاف وعظ کرنے کو کھڑے ھوگئے ٭

---

† جارج سیل نے قران کے ترجمہ میں (جلد ۱ صفحہ ۲۳) لکھا ھی کہ یہودیوں اور عیسائیوں پر بت پرستي اور دیگر الزاموں کے سوا حضرت محمد نے یہہ الزام لگایا ھی کہ وہ اپنے قسیسوں اور رھبانوں کي حد سے زیادہ اطاعت کرتے ھیں جنہوں نے اس بات کا قرار دیدیا کہ کونسي چیز حلال ھی اور کونسي چیز حرام اور خدا کے احکام کي تعمیل کو ملتوي کردینا اپنے اختیار میں لیا ھی ـ

جس کي بدولت هم لاکهوں عيسائيوں کو پروتستنت مذهب ميں ديکهتے هيں اگر اسلام مذهب عيسائي کو يهه نعمت نه بخشتا تو آج تمام دنيا کے عيسائي ايسے هي بت پرست هوتے جيسے که اب تک رومن کيتهلک فرقه کے لوگ بت پرست هيں اور حضرت مسيح کي مجسم مورت صليب پر لٹکي هوئي کے آگے سجده کرتے هيں پس عيسائي مذهب پر يهه کتنا بڑا احسان اسلام کا هی ٭

جو که درحقيقت لوتهر مقدس نے مذهب اسلام سے يهه هدايت پائي تهي اسليئے اُسکے مخالف علانيه اُسپر يهه الزام لگاتے تهے که وه دل سے † مسلمان تها — تاهم اُسنے اپني کوششوں کو نهيں چهوڑا اور آخرکار اُس عظيم‌الشان اصلاح کرنے پر کامياب هوا جو عموماً مذهب پروتستنت يا رفارميشن کے نام سے مشهور هی اور طبيعت انساني کو تمام غلاميوں کي بدترين غلامي سے (جو ايک مرشدانه غلامي تهي) آزاد کرديا — همکو يقين هی که اگر لوتهر مقدس اور زنده رهتے تو ضرور وه مسئله تثليث کے بهي مخالف هوتے اور اسلام کي هدايت سے خدا کي وحدانيت کے مسئله کو بهي جو درحقيقت حضرت عيسى نے بهي بهي مسئله تلقين کيا تها لوگوں ميں پهيلاتے اور آخر اُس نبي آخرالزماں پر يقين کرتے جسنے ايسي ايسي بڑي غلطيوں سے عيسائي مذهب کو بچايا تها — پس مذهب عيسوي کو هميشه اسلام کا احسانمند رهنا چاهيئے ٭

---

† جيني برارڈ نے يورپ کي طرف سے جرمني کے رفارمروں کے اور خصوصاً لوتهر مقدس کے ذمه يهه الزام لگايا تها که وه عيسائيوں ميں مذهب اسلام کو جاري کرنے اور تمام پادريوں کو اُس مذهب ميں لانے کي کوشش کرتے هيں — مراسي کي يهه راے هی که مذهب اسلام ميں اور لوتهر کے عقيده ميں کچهه بهت فرق نهيں هی — چنانچهه دونوں کا جو ميل بت پرستي کے برخلاف هی اُس پر غور کرو — مارتينس الفانسس و والتس کهتا هی که تيره نشانياں اس بات کے ثابت کرنے کو موجود هيں که اسلام ميں اور لوتهر کے مذهب ميں ايک رتي بهر کا بهي تفاوت نهيں هی — حضرت محمد نے بهي اُنهي باتوں کي طرف اشاره کيا هی جو يهه موتد (يعني پيروان لوتهر) کرتے هيں — اُنهوں نے (يعني حضرت محمد نے) روزوں کا وقت تبديل کرديا اور يهه لوگ (يعني پيروان لوتهر) تمام روزوں سے نفرت کرتے هيں (ايک شخص نے اسکي تائيد ميں يهه کها تها که قرآن ميں بهي روزوں کي چنداں تاکيد نهيں هی بلکه بعرض روزه کے غريبوں کو کهانا کهلا دينا لکها هی — اُسکي پيروي سے لوتهر نے روزوں سے نفرت اختيار کي تهي — پس لوتهر کا مذهب اور اسلام کا مسئله درحقيقت ايک هي تها) اُنهوں نے اتوار کي جگهه جمعه کو سبت قرار ديا اور يهه اسي تهوار کو نهيں مانتے (اُسي شخص نے اُسکي تائيد ميں کها که اسلام نے بهي درحقيقت سبت کا کوئي دن نهيں ٹهيرايا وه جمعه کو بهي سب کام کرتے هيں پس اُسيکي پيروي لوتهر نے کي تهي) اُنهوں نے وليوں کي پرستش کو رد کيا اور لوتهر کے فرقه کے لوگ بهي ايسا هي کرتے هيں — حضرت محمد صلعم کسيکو اصطباغ نهيں ديتے تهے اور کالون بهي اُس کو ضروري نهيں سمجهتا اُن دونوں نے طلاق کو جائز رکها هی و على هذا القياس (انتخاب از کوارٹرلي ريويو نمبر ۲۵۴)

الخطبة الخامسة

في

حالات كتب اسلامية

حسبنا كتاب الله

جس زمانہ سے کہ خداے مجید کي توحید کے سب سے بڑے مجدد نے لاالہ الاالله کا وعظ فرمایا اُس زمانہ سے تمام مسلمان خداے پاک بیچوں و بے نموں پر دلي مضبوطي اوٗ متزلزل اعتقاد اور ایمان رکھنے میں همیشہ اور هر جگہہ ممتاز اور سرفراز رهے هیں اور دیني علوم کي طرف بھي بہت بڑي توجهہ کي هی مگر جب تک کہ خلفاے بني عباس کي خلافت کو جو بني اُمیہ کے بعد هوئي تهي پوري مضبوطي نہ هولي مسلمانوں میں دنیاوي علوم و فنون کا رواج جیسا کہ چاهئے ویسا نہ هوا — آتھویں صدي عیسوي کے درمیان میں خلفاے عباسیہ کي سرپرستي سے مسلمانوں میں هر ایک قسم کے علوم و فنون کا چرچا هوا — اُنکے سینہ میں علم کي محبت بھي قران مجید کي ترویج کے شوق کي همسري کرنے لگي — عرب کے لوگوں کے چال چلن میں بلاشبہہ یہہ ایک عجیب و غریب وصف هی کہ جب اسمعیل کي اولاد کو مناسب تحریک هوئي تو اُنھوں نے هرقسم کے علم کي دولت کو بھي اُسي آساني سے لوٹ لیا جس طرح کہ اُنھوں نے مشرق میں بے مثل فتوحات حاصل کي تھیں — اُنکے قلم کي فتوحات بھي اُنکي تلوار کي فتوحات کي مانند معروف و مشہور لیکن اُن سے زیادہ دیرپا هوئیں — پراني دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ اپني موجودہ شایستگي اور روشن دماغي میں مسلمانوں کا مرهون منت هی — کیونکہ یورپ کي مغربي حدود کے مرکز سے علم کي وہ شعاعیں نمودار هوئیں جنھوں نے خدا تعالے کي کروڑها مخلوق کے دلوں کو منور کردیا *

ایک غیر متعصب عیسائي مصنف کا قول هی کہ " اگر زیادہ تصریح سے بیان نہ کیا جاوے تو بھي یہہ کہا جاسکتا هی کہ مسلمان نویں صدي سے تیرھویں صدي تک جاهل یورپ کے روشن دماغ معلم بنے هیں — عربي علم حکمت — علم طب — تاریخ طبعي — جغرافیہ — تواریخ عام — صرف نحو — بلاغت اور دل آویز فن شاعري میں بہ کثرت تصنیفیں

عمل میں آئیں اور اکثر اُن میں سے تا قیام سلسلہ بني آدم جاري رھینگي اور اپنے مفید مطالب سے اُنکو فیض بخشینگي." *

مگر حال کے زمانہ کے نکتہ چینوں کو اگلے زمانہ کے علماے دین کي تصانیف کے عیب و ھنر جانچنے کے وقت اُن تصانیف کے اصلي حالات پر خیال نہیں رھتا — اُنکو یاد رکھنا چاھیئے کہ اُن مصنفوں نے وہ تصنیفیں اُس زمانہ میں کي تھیں جب کہ " علم تحقیق " کے مسلم قواعد کا عرب میں وجود بھي نہ تھا — اسي وجہہ سے جس طرح کہ اُن مصنفوں کے خیالات کي بلند پروازي اور اُنکے استعارات کي وسعت کي کچھہ روک ٹوک نہ تھي اسي طرح قواعد ترتیب اور خوش اسلوبي سے اتفاقیہ انحراف کي بھي کوئي چیز اُنکے مانع اور مزاحم نہ تھي *

یہہ بات بھي ظاھر ھی کہ کسي مصنف کے عیب و ھنر کي نسبت کوئي صحیح راے قایم نہیں ھوسکتي اور نہ کسي شخص کو اُسکے منشاء کا ٹھیک علم ھوسکتا ھی بجز اُنکے جنکو مصنف کے زمانہ کے قواعد انشا پردازي اور خیالات کے ڈھنگ سے یا اُن امور سے جو کسي نہ کسي طرح پر اُس مضمون سے جس میں وہ کتاب تصنیف ھوئي ھی علاقہ رکھتے ھیں پوري واقفیت اور کامل مہارت حاصل ھو — اسي عدم مہارت اور عدم واقفیت کا سبب ھی کہ غیر ملک کے محققین نے جب ھمارے مذھب کي خوبیوں پر کوئي راے قایم کرنیکا حوصلہ کیا ھی تو اُس میں فاش فاش غلطیاں کي ھیں *

اس کے سوا اور اُمور بھي ایسے ھیں جو کسي مصنف کي لیاقت کا صحیح صحیح اندازہ کرتے وقت دھوکے میں ڈال دیتے ھیں — مثلاً ایک ھي مصنف کي دو تصنیفوں میں سے ایک تو بہت بڑا اعلی درجہ رکھتي ھی اور دوسري محض بے حقیقت ھوتي ھی اور اُس کا سبب دونوں تصنیفوں کے موضوع کا مختلف ھونا ھوتا ھی — محمد اسمعیل بخاري مسلمانوں میں بہت بڑا عالم اور مقدس مصنف ھی — ایک کتاب اُس کي صحیح بخاري ھی جو بلحاظ اُس حیثیت کے جس حیثیت سے کہ وہ تصنیف ھوئي ھی نہایت معتبر اور مستند خیال کي جاتي ھی گو کہ دوسري حیثیت سے وہ ویسي نہو — دوسري کتاب اُس کي تاریخ بخاري ھی جو کچھہ بھي قدر کے لایق نہیں ھی — اس کا سبب یہي ھی کہ اُن دونوں کتابوں کي تصنیف کا موضوع مختلف ھی — اسي طرح نام کي مشابہت بھي دھوکے میں ڈال دیتي ھی اور سمجھا جاتا ھی کہ یہہ کتاب اُسي شخص کي ھی جو ایک مشہور مصنف ھی حالانکہ وہ اُس کي تصنیف نہیں ھوتي بلکہ اُس کے ھم نام دوسرے شخص کي تصنیف ھوتي ھی — کبھي اس طرح پر دھوکا پڑجاتا ھی کہ ایک کتاب میں اُسکے مصنف نے کسي مشہور شخص کي روایتیں کثرت سے نقل کیں لوگوں نے سمجھا کہ وھي مشہور شخص اُس کا مصنف ھی اور اس خیال سے اُس کتاب کو اُس

مشہور شخص کي طرف منسوب کیا اور مستند قرار دیا ــ رفتہ رفتہ اُس کي ایسي قدر ہوگئي جس کي وہ ہرگز مستحق نہ تھي جیسےکہ کہ تفسیر ابن عباس کا حال ہی *

یہہ باتیں تو صرف تمہید کي تھیں جن کو ہم لکھہ چکے اب ہم اس طرف متوجہہ ہوتے ہیں کہ کتب مذہبي کي تصنیف کے فن کا نرالا ڈھنگ جو مسلمانوں نے اختیار کیا تھا سب لوگوں کے ذہن نشین ہوجاوے اور اس مقصد کے لیئے مصنفین نے جو مختلف طریقے دینیات کے متعدد شعبیں مثل حدیث ــ سیر ــ تفسیر ــ فقہ کي کتابوں کي تصنیف میں اختیار کیئے ہیں اُن کو بیان کریں ــ اس سے ہماري غرض یہہ ہی تہ ہمارے مذہب کے آیندہ نکتہ چینوں کی ہدایت کے لیئے ایک سیدھا رستہ بن جاوے کیونکہ اکثر لوگوں نے جو ہماري دینیات کي کتابوں کے حالات سے ناواقف تھے ہماري کتب دینیات کو دیکہہ کر نہایت ناسزا اور درشت کلمات کہے ہیں اور اُن کے بعد جو لوگ گذرے ہیں اُنہوں نے بھي بارہا اندھوں کیطرح اُن کي تقلید کي ہی *

اول کتب حدیث

جناب پیغمبر خدا اور صحابہ کرام اور نیز تابعین کے زمانہ میں حدیثوں کے قلمبند نہونے کي دو وجہیں تھیں ــ ایک یہہ کہ اُس زمانہ میں لوگوں کو اُس کي چنداں ضرورت نہ تھي اور اگر ٹھیک اور اصلي وجہہ بیان کي جاوے تو یہہ تھي کہ حدیثوں کے لکھنے اور جمع کرنے کے اکثر صحابہ کرام شدید مخالف تھے اور ہمارے نزدیک اُنہیں صحابہ کرام کي راے نہایت صحیح اور بہت درست تھي - دوسرے یہہ کہ اُس زمانہ میں فن تصنیف عرب میں محض ایک ابتدائی حالت میں تھا اُس وقت میں ایسي باتوں کے لیئے حافظہ بہترین مخزن خیال کیا جاتا تھا ــ ان اسباب سے نبوت سے دو سو برس تک اور ہجرت سے دو سو برس کے قریب تک حدیثوں کا قلمبند ہونا عمل میں نہیں آیا تھا ــ جب حدیثوں کا لکھنا شروع ہوا تو اُس وقت یہہ مشکل پیش آئي کہ مختلف سببوں سے احادیث موضوعہ جو صحیح حدیثوں میں مخلوط ہوگئي تھیں اسقدر زمانہ کے بعد صحیح حدیثوں کو موضوع حدیثوں سے تمیز کرنا ایک امر اہم معلوم ہوا - مگر با این ہمہ بہت سے شخصوں نے جنکي استعداد اور علم کے اعلی درجہ میں کسي کو کلام نہ تھا صحیح حدیثوں کو موضوع حدیثوں سے علحدہ کرنے کا بوجھہ اپنے سر پر اوٹھایا اور اپنے کام میں بہت کچھہ کامیابی حاصل کي *

ان علماء نے جو محدثین کہلاتے ہیں حدیثوں کے اعتبار کا اندازہ کرنے کو چند قواعد قرار دیئے جنکو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں *

اول ــ حدیث کے ہرایک راوي کو جملہ راویوں کے نام جنکے ذریعہ سے اُس کو حدیث پہونچي ہو سلسلہ وار پیغمبر خدا تک یا جہاں تک وہ جانتا ہو بتلا دینا لازمي قرار دیا *

دوم — یہہ امر ضروري قرار دیا کہ خود راوي اور نیز وہ سب لوگ جنکے ذریعہ سے سلسلہ وار وہ حدیث اُس تک پہونچي ہو راست گو اور معتبر ہوں — اگر اُس سلسلہ راویوں میں سے ایک راوي بھي ایسا نہ خیال کیا جاتا تو وہ حدیث معتبر نہیں سمجھي جاتي تھي بلکہ سلسلہ حدیث سے خارج کردي جاتي تھي *

سوم — حدیثوں کے لکھنے کے وقت اس بات کو بھي لازمي کیا تھا کہ جملہ راویوں کے نام جن تک اُس حدیث کا سلسلہ پہونچتا ھے حدیث کے ساتھہ لکھہ دیئے جاویں — تاکہ اگر اُن راویوں کے عام چال چلن کي بابت اور لوگوں کو کسي قسم کي آگاھي ہو تو اُس سے مطلع کردیں اور یہہ بھي معلوم ہوجاوے کہ وہ راوي کس درجہ تک اعتبار کے لایق ھے *

چہارم — مذکورہ بالا قواعد کے سوا بعض محدثوں نے اپني تصنیفات میں حدیثوں کے درجہ اعتبار کے قلم بند کرنے کي رسم اختیار کي تھي *

جملہ حدیثیں مختلف اوقات میں ان اصولوں پر لکھي گئي تھیں رفتہ رفتہ کتب احادیث کي اسقدر کثرت ہوگئي ھے کہ اگر سب کي سب ایک جگہہ جمع کي جاویں تو اُن کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانے کو اونٹوں کي ضرورت ہو — ان بیشمار کتب احادیث میں سے کتب مندرجہ ذیل بمقابلہ اوروں کے زیادہ مستند ہیں *

(۱) صحیح † بخاري (۲) صحیح مسلم (۳) ترمذي (۴) ابو داؤد (۵) نسائي (۶) ابن ماجہ (۷) موطا امام مالک *

ابو عبدالرحمن نے احمد نسائي سے پوچھا کہ تمہاري کتاب کي سب حدیثیں صحیح ہیں تو اُس نے انکار کیا — صراط المستقیم میں لکھا ھے کہ " از وے پرسیدند کہ کتاب سنن تو ہمہ صحیح است گفت لا " *

---

† محمد اسمعیل بخاري سنہ ۱۹۴ ھجري مطابق سنہ ۸۱۰ع میں پیدا ہوئے اور سنہ ۲۵۶ ھجري مطابق سنہ ۸۷۰ع میں انتقال فرمایا —

مسلم سنہ ۲۰۴ ھجري مطابق سنہ ۸۱۹ع میں پیدا ہوئے اور سنہ ۲۶۱ ھجري مطابق سنہ ۸۷۵ ع میں انتقال فرمایا —

ابو عیسی محمد ترمذي سنہ ۲۰۹ ھجري مطابق سنہ ۸۲۴ع میں پیدا ہوئے اور سنہ ۲۷۹ ھجري مطابق سنہ ۸۹۲ ع میں انتقال فرمایا —

ابو داؤد سنہ ۲۰۲ ھجري مطابق سنہ ۸۱۷ ع میں پیدا ہوئے اور سنہ ۲۷۵ ھجري مطابق سنہ ۸۸۸ ع میں انتقال فرمایا —

ابو عبدالرحمن احمد نسائي نے سنہ ۳۰۳ ھجري مطابق سنہ ۹۱۵ ع میں انتقال فرمایا —

ابو عبداللہ محمد ابن ماجہ نے سنہ ۲۹۳ ھجري مطابق سنہ ۹۰۶ ع میں انتقال فرمایا —

امام مالک سنہ ۹۵ ھجري مطابق سنہ ۷۱۳ ع میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۷۹ ھجري مطابق سنہ ۷۹۵ ع میں انتقال فرمایا —

اِن کتب احادیث کی اور کتابوں پر ترجیح کی وجہہ یہہ ہی کہ اُن میں وہی حدیثیں منقول ہیں جو حتی الامکان صرف معتبر اشخاص سے مروی ہوئی ہیں اور اور کتب احادیث میں یہہ قید نہیں ہی — مگر یہہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طرح کتب مذکورہ بالا میں بعض مشتبہ یا موضوع حدیثوں کے ہونے کا احتمال ہوسکتا ہی اسی طرح اور کتب حدیث میں بعض احادیث صحیح کا ہونا بھی ممکن ہی *

مگر پہلی قسم کی کتابوں کے استثناء کی نسبت یہہ درجہ اشتباہ کا ایسا ضعیف ہی کہ علماء کو اُنپر اعتماد کامل رکھنے سے (بشرطیکہ وہ اعتقاد صرف مذہبی بنا پر نہو) تاوقتیکہ اُن کی تکذیب میں کوئی صریح دلیل نہ پیش ہو باز نہیں رکھتا — مگر دوسری قسم کی کتابوں کی نسبت یہہ اعتقاد نہیں ہی — جو حدیثیں کہ اُن میں منقول ہیں وہ جبھی قابل اعتبار خیال کی جاتی ہیں کہ اُنکی صحت کے لیئے کوئی شہادت موجود ہو یا اُنکے نامعتبر ہونے کے لیئے کوئی دلیل نہ ہو *

جس زمانہ میں یہہ کتب حدیث زبانی روایتوں سے لکھی گئی تھیں راویوں نے اس بات کا التزام نہیں کیا (اور یقیناً ویسا کرنا بھی ناممکن تھا) کہ وہی الفاظ بجنسہ جو پیغمبر خدا کی زبان مبارک سے نکلے تھے بیان کریں بلکہ اپنے الفاظ میں پیغمبر خدا کا مدعا ادا کرتے تھے *

اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ جو کوشش کسی حدیث کے مخصوص الفاظ کے معنی معین کرنے سے بعض احکام یا واقعات کے قایم کرنے میں کی جاوے اُس میں بڑی احتیاط چاہیئے کیونکہ ہمکو اطمینان کامل نہیں ہی کہ در حقیقت جناب پیغمبر خدا نے اُنہیں الفاظ کو استعمال کیا تھا *

بہت سی حدیثیں ایک ہی باب میں ایک دوسری سے مختلف ہیں — پس اُن میں سے ایک کو صحیح مان لینا اور باقیوں کو غلط بہت مشکل کام ہی — اس مشکل کے حل کرنے کو عالموں نے چند قواعد وضع کیئے ہیں اور اُن کا نام اُصول علم حدیث رکھا ہی — ممکن ہی کہ بعض اُن میں کے کسی خاص حالت میں اُس مدعا کے انجام دینے کے لیئے وضع کیئے گئے ہیں قاصر ہوں *

تمام بیہودہ قسم کی حدیثیں مشتبہ خیال کی گئی ہیں اور ایسی حدیثیں جو مطالب قران مجید سے متناقض ہیں غلط قرار دینے کے لایق ہیں — جسطرح کہ حضرت عایشہ نے حدیث " سماع موتی " کی نسبت کیا تھا — کیونکہ وہ حدیث قران مجید کے اس بیان سے بالکل مخالف تھی " و ما انت بمسمع من فی القبور " حضرت عایشہ کے اس قول سے ہر ایک مسلمان واقف ہی *

ایسے لوگ جو بہ کثرت حدیثیں بیان کرتے تھے صرف اُنکے کثیرالروایت ہونے کی وجہہ سے اُنکی روایتوں کی صحت میں کلام ہوتا تھا — اور اگر کسی شخص کی روایت کی ہوئی

کوئی حدیث غلط ثابت ہوجاتی تھی تو اسکی اور تمام روایتوں کے مشتبہ ہونے کے لیئے کافی ثبوت سمجھا جاتا تھا اسی لیئے راویوں کے باب میں بہت سی کتابیں اسماء الرجال کی مرتب ہوئیں تاکہ معتبر اور غیر معتبر راویوں کا حال معلوم ہوجاوے - مجدالدین فیروزآبادی نے جو ایک مشہور محدث اور بہت بڑا عالم ہی اپنی کتاب مسمی بہ سفرالسعادت میں ترانوے مضمون شمار کیئے ہیں اور بیان کیا ہی کہ تمام حدیثیں جو ان مضمونوں میں سے کسی مضمون کے باب میں ہیں سب غیر معتبر ہیں - علاوہ اس کے اور بہت سے ذی لیاقت محدثین نے احادیث موضوعہ پر بحث کی ہی اور کتابیں لکھی ہیں *

پس اُن لوگوں کو جو ہمارے دین کے اصول پر راے دیتا یا ہمارے علماء نے جو واقعات سیر اُن کتابوں میں لکھے ہیں اُن پر یا ہمارے دین کے مختلف مسائل پر بحث کرنا چاہیں تو اُنکو اپنی راے اور خیال کی تائید میں صرف اُن حدیثوں کے حوالہ دینے پر اکتفا کرنا نہیں چاہیئے جنکا اوپر ذکر ہوا - بلکہ مثل ایک محقق کے سب سے پہلے اُس ذریعہ کے صدق و صحت کی تحقیق کرنی چاہیئے جہاں سے وہ حدیثیں پہونچی ہوں *

ان ضروری اصول کی فراموشی یا ناواقفیت کی وجہہ سے غیر ملک کے بعضے مصنفوں سے (شاید نادانستہ) جناب پیغمبر خدا کی سوانح عمری یا تاریخ لکھتے وقت بڑی ناانصافی کا جرم سرزد ہوا ہی - علی الخصوص اُس وقت جبکہ باقاعدہ اور غیر متعصبانہ تحقیق کی جائز دلیلوں کے عوض اُنہوں نے اپنی نالائقی سے ٹھیک تضحیک اور ہجو اختیار کی ہی *

دوم کتب سیر

مصنفین کتب احادیث نے تو یہہ بھی خیال کیا تھا کہ جس مضمون پر وہ کتابیں لکھتے ہیں اور حدیثیں جمع کرتے ہیں اُنکو مذہب سے تعلق ہی اور وہ مذہبی مسائل کی بنا قرار پاوینگی اور اُنکی بنیاد پر بے انتہا مسائل اور جدید عقائد اور مناظرات مذہبی پیدا ہونگے - اگر اُنمیں احتیاط نکی جاوے تو مذہب اسلام کو نقصان پہنچے گا — اسی خیال سے اُنہوں نے راویوں کے معتبر اور غیر معتبر ہونے پر نہایت کوشش کی اور جس کو معتبر سمجھا اُس کی روایت لکھی مگر اہل سیر نے سیر کی کتابیں تصنیف کرتے وقت اس کا کچھہ خیال نہیں کیا - کیونکہ اُن کو اس قسم کا مطلق اندیشہ نہ تھا اور کبھی اُن کو یہہ خیال نہیں تھا کہ اُن کی لکھی ہوئی کتابیں کسی عقیدہ یا مذہبی مسئلہ کی بنیاد قرار پاوینگی اور مذہبی اختلافات اور بدعات کا مادہ ہونگی — اس لیئے اُنہوں نے مثل اہل حدیث کے اُن مضامین کی صحت پر جو اُنہوں نے اُس میں لکھے اور اُن راویوں کے اعتبار پر جن سے وہ حالات اُن کو پہونچے بہت ہی کم التفات کیا - اُن کی تحریرات کا سب سے بڑا خزانہ زبانی روایتیں تھیں — جس کسی نے جو قصہ اُن سے بیان کیا اُنہوں نے نہایت اشتیاق

اُس کو سنا اور اُس قصہ کي اصليت اور راوي کے چال چلن کي نسبت ذرا بهي تفتيش نہيں کي اور اُس قصہ کو اپني کتاب ميں لکهہ ليا *

ان مصنفوں کي غرض نہ تو کسي قصہ کي تصديق تهي اور نہ کسي روايت کي اصليت کي تحقيق بلکہ اُن کا مقصد يہہ تها کہ جو کچهہ هرايک واقع کي نسبت مشهور اور زبان زد هی اُس کو لکهہ ليں اور ايک جگهہ جمع کرديں اور اُن قصوں کي صحت يا لغويت کي چهان بين پڑهنے والے کي جاں فشاں تحقيق اور راے پر چهوڑ ديں - يهہ رسم بہت جلد عام هوگئي — اول اول تو راويوں کے نام بهي لکهے گئے اور پهر رفتہ رفتہ راويوں کے نام لکهنے کو بهي متروک کرديا - ان کتابوں ميں اکثر ايسي روايتيں بهي مندرج هيں جنکے راوي مصنف کے زمانہ سے بہت پہلے گذر چکے تهے اور کچهہ پتا نہيں معلوم هوتا کہ مصنف نے کس طرح پر اُس روايت کو اپني کتاب ميں لکهديا — ان کتابوں ميں اکثر انبياے سابقين کے قصے بهي مندرج هيں اور وہ وهي قصے هيں جو ايک زمانہ ميں يہوديوں ميں مشهور اور زبان زد تهے اور جن کي اصليت بالکل محض تاريکي ميں ڈوبي هوئي تهي اور اُن کا رتبہ ديو و پري کے قصوں سے کچهہ زيادہ نہ تها اس لئے مسلمانوں کے جملہ علوم ميں سے وہ علم جو سب سے زيادہ غور اور تحقيق کا محتاج هي وہ علم سير هی اور جس پر تمام علماء کو نہايت عميق توجهہ کرني لازم هی *

پس اُن کتابوں کو صرف يهہ امر کہ وہ مشهور اور معروف علماے سابقين کي تصنيفات سے هيں اعتبار کا مستحق نہيں کرتا هی — مذهب اسلام پر نکتہ چيني کرنے والوں کو اُنکے اعتبار کو بلحاظ اُس اصول کے جس پر خود اُن کے مصنفوں نے اُنکو تصنيف کيا هی ساقط سمجهنا چاهئے اور جب تک کہ اُن کتابوں کي مندرجہ روايات کي صحت في نفسہ نہ ثابت هولے اور اصول تحقيقات سے اُن پر طمانيت نہ هولے اُن روايتوں کا اُن کتابوں ميں مندرج هونا اعتبار کے لئے کافي نہيں هی

ان وجوہ سے تاريخ محمد اسمعيل بخاري -، تاريخ محمد جرير طبري - سيرت ابن سعد کاتب الواقدي - اور ديگر علماے متبحر کي مشهور و معروف تصنيفيں جيسے مدارج النبوت - قصص الانبياء - معراج نامہ - شهادت نامہ — مولد نامہ وغيرہ اور اور اسي قسم کي کتابيں سب کي سب يکساں حالت ميں هيں *

همارے جناب پيغمبر خدا کي سوانح عمري لکهنے ميں اور کتب سير سے اُن حالات کو منتخب کرنے ميں يوروپين مصنفوں نے اسقدر متحملانہ تحقيقات کو اختيار نہيں کيا هی جو اُس مضمون کي عظمت کے شاياں هی بلکہ برخلاف اس کے از راہ تعصب اور بغض کے اُنہوں نے ديدہ و دانستہ اُس روشني سے آنکهہ چرائي هی جس کي شعائيں اُن کے چهرہ پر پڑ رهي تهيں اور اس طرح پر اُنهوں نے اپنے حق ميں اس مثل کي تصديق کي هی کہ

؛؛ کوئي شخص ایسا اندها نہیں ہی جیسے کہ وہ لوگ جو ارادتاً نہیں دیکھتے ؛؛ *

سوم کتب تفسیر

اکثر لئیق شخصوں نے قرآن مجید کي تفسیر لکھي ہی — بعض نے اُس کے بلاغت اور فصاحت آمیز کلام اور خوبصورت اور بے نظیر طرز بیان کي تفسیر کي ہی - بعض نے اُس کے پڑھنے کا خاص طریقہ معہ قرات اور لہجہ کے بتلایا ہی — بعضوں نے صرف آیات احکام کي جو قرآن مجید میں ہیں تفسیر کي ہی — بعض نے اپنا وقت اور اپني محنت آیات کے شان نزول دریافت کرنے میں صرف کي ہی — بعض نے اپني تفسیروں میں واعظوں کے لیئے دلچسپ اور عجیب و غریب اور حمقا کے خوش کرنے کے لیئے دور از عقل و قیاس مضامین جو یہودیوں کے ہاں مروج تھے جمع کردیئے ہیں — بعضوں نے ایسي تفسیریں لکھي ہیں جو ان تمام مضامین پر حاوي ہیں *

ان مفسرین نے اپني تفسیریں لکھنے میں کتب سیر اور احادیث کي طرف رجوع کیا تھا جنکا بیان ہم ابھي کرچکے ہیں — یہہ بات نہایت افسوس کے قابل ہی کہ یہہ مفسرین اُن بیشمار جھوٹي روایتوں اور مصنوعي قصوں ہي کو جنکا موجود ہونا اُن کتابوں میں ابھي بیان ہوچکا ہی کام میں نہیں لائے — بلکہ ایسي روایتیں اور حدیثیں بھي اُنھوں نے اپني تفسیروں میں لکھدیں جو صرف اُنھیں تفسیروں میں پائي جاتي ہیں *

حدیث کي کتابوں میں بھي جو بعض حیثیات سے درجہ اعتبار کا رکھتي ہیں اور جو صحاح ستہ یا صحاح سبعہ کے نام سے مشہور ہیں اور جنکے نام ہم اوپر لکھہ آئے ہیں قرآن مجید کي تفسیر کے لیئے خاص ابواب مخصوص ہیں جو کتاب التفسیر کے نام سے موسوم کیئے جاتے ہیں اگر اُن کل کتابوں کے مضامین کو جو قران مجید کي تفسیر سے متعلق ہیں ایک جگہہ جمع کیا جاوے تو معدودے چند صفحوں سے زیادہ نہ ہونگے - مگر مفسرین نے نہایت موتي موتي جلدیں ایسي بیہودہ اور نامعتبر روایتوں سے بھرلي ہیں جنکو دیکھہ کر تعجب ہوتا ہی غرضکہ ایسي تفسیریں اور علي الخصوص وہ جو واعظوں کے فائدہ کے لیئے لکھي گئي ہیں اور جن میں خیالي اور بیہودہ قصے انبیاء علیہم السلام کے بھرے ہوئے ہیں اور ملائک اور بہشت اور دوزخ اور اُنکے اوصاف و خواص کے بیان کرنے کا دعوی کرتے ہیں اور کتب سیر سے خلاف قیاس بیانات کو پیش کرتے ہیں سراسر غیر معتبر روایات سے مملو ہیں اور وہ روایتیں صرف یہودیوں کے ہاں جاري تھیں مگر خود مذہب یہود میں اُن کے معتبر ہونے کا کوئي ثبوت موجود نہیں ہی — ان تفسیروں میں اکثر ایسي روایتیں بھي موجود ہیں جو علماے دین کي طرف منسوب کي گئي ہیں مگر اس امر کا تحقیق کرنا کہ وہ روایتیں درحقیقت اُنھیں عالموں کي روایتیں ہیں ایسا ہي مشکل ہی جیسے کہ اُس بات کا دریافت کرنا کہ وہ روایتیں ان مفسرین تک کیونکر پہونچیں *

ان تفسیروں کے وہ حصے جن میں قرآن شریف کی بلاغت اور فصاحت اور اُس کے طرز بیان کی خوبصورتی اور اُسکی قرأت کے خاص لہجوں کا بیان ہی بلاشبہہ نہایت عمدہ اور قابل قدر کے ہیں مگر ان حصوں کے سوا تمام روایتیں اور قصے جو ان تفسیروں میں شامل ہیں وہ ایسے نہیں ہیں کیونکہ وہ مثل سچے اور جھوٹے موتیوں کے باہم مخلوط ہیں اور یہہ کام خریدار کا ہی کہ اُن میں سے سچے موتیوں کو منتخب کرلے — اس کا نتیجہ یہہ ہی کہ جو شخص بدون مناسب چھان بین اور کافی تحقیقات کے کسی ایسی تفسیر کے قصوں کا حوالہ دیکر ہمارے پاک مذہب پر خوردہ گیری اور عیب چینی کی بنیاد قایم کرتا ہی جیسے کہ اکثر یورپ کے مصنفین نے کیا ہی وہ نہایت غلطی اور دہوکہ میں پڑتا ہی *

غرض کہ یہہ تینوں قسم کی کتابیں جنکا اوپر ذکر ہوا مذہبی امور پر لکھنے والے اور بحث کرنے والے کے لیئے نہایت بیش بہا اور نہایت بیقدر مادہ کو آن واحد میں جمع کرتی ہیں علماے محققین اسلام نے بہت سے طریقے اختیار کیئے ہیں جنکے وسیلہ سے وہ اس مخلوط مادہ سے معتدبہ فائدہ اُٹھاتے ہیں مگر یورپ کے مصنفین اُس سے محروم ہیں *

اکثر عالم ایسے گذرے ہیں جو خدا تعالی کی قدرت کاملہ میں اپنی نیک دلی سے نہایت سچا اور مضبوط اعتقاد رکھتے ہیں — وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالی کو اپنی قدرت کاملہ سے ہر ایک امر کرنے کا پورا اختیار ہی گو وہ کام عقل اور قوانین فطرت کی رو سے کیسے ہی متناقض کیوں نہ ہوں — اس مسئلہ کا اُنکو ایسا دلی اعتقاد ہی کہ جو کوشش اُنکے اس اعتقاد کے سست اور متزلزل کرنے میں کی جاوے وہ یقیناً ناکام ہوگی — وہ ہر حجت اور دلایل کے سننے سے یا اُسپر ذرا سی بھی غور کرنے سے جو اُنکے دلنشین عقیدہ کے مخالف ہو ضد سے انکار کیئے جاوینگے — ایسے سادہ مزاج اور صاف باطن آدمیوں کو بہشتی آدمیوں کا لقب دیا گیا ہی " کما قیل اھل الجنة بلہ " ان مقدس اور بزرگوار لوگوں نے اپنی تصنیفات میں یہہ طریقہ اختیار کیا ہی کہ بلا کسی تمیز کے جملہ روایتوں کو معتبر خیال کرتے ہیں اور ہر واقعہ کو جو اُس میں مندرج ہی صحیح سمجھتے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی روایت مختلف صورتوں میں اُن کے پاس پہونچے یا ایک ہی واقعہ کی نسبت متعدد روایتیں جو آپس میں متناقض ہوں اُن تک پہونچیں تو وہ اُنکو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ واقعہ متعدد دفعہ اور متعدد صورتوں میں واقع ہوا ہوگا جنکا الگ الگ بیان ہر ایک روایت میں ہی *

پس ایسے لوگوں کی تصنیفات جنھوں نے صحیح اور کامل غور و فکر کے ساتھہ اُس مضمون کو نہیں لکھا ہی بلکہ اندھا دھندی سے مذہبی جوش و حرارت کی بنا پر لکھہ ڈالا ہی غیر ملک کے اُن علماء کی نکتہ چینی کے قابل نہیں ہی جو اپنی دلائل کو اُن کتابوں کی روایات مندرجہ پر مبنی کرکے اُن سے ایسے نتائج مستنبط کرنے کی کوشش کرتے ہیں

جو مذہب اسلام کے حق میں مضر ہیں *

اقسام مذکورہ بالا کے سوا ایک اَور قسم کي کتابیں بھي ہیں جو محض ان لوگوں نے لیئے لکھي گئي تھیں جو مذہب اسلام پر بغیر کسي وسوسہ کے قوي اعتقاد رکھتے ہیں — یہہ کتابیں اس غرض سے لکھي گئي تھیں کہ اُن لوگوں کا مذہبي اعتقاد زیادہ ہو اور اُنکي حرارت مذہبي زیادہ مشتعل ہوجاوے جیسي کتاب شفاء قاضي عیاض ہی جسکي سند پر ہم اُسی کتاب سے عبارت پیش کرتے ہیں *

" قال القاضي ابوالفضل حسب المتامل ان یحقق ان کتابنا هذا لم نجمعه لمنکر نبوة نبینا ولا لطاعن في معجزاته فنحتاج الی نصب البراهین علیها و تحصین حوزتها حتی لاتتوصل المطاعن الیها و نذکر شروط المعجزة والتحدي وحده وفساد قول من ابطل نسخ الشرایع ورده بل الفناه لاهل ملة الملبین لدعوته والمصدقین لنبوته لیکون تاکیداً في محبتهم وسماة لاعمالهم ولیزدادوا ایماناً مع ایمانهم " *

ان مصنفین نے اپني تصنیفات میں واقعات کا ذکر بلا تمیز اُن کی صحت اور عدم صحت کے اور بدون کوشش اُن واقعات کے اصلي معني دریافت کرنے کے کیا هی - پس اگر کوئي محقق نکتہ چین اپني دلیل کو کسي جھوٹي روایت پر جو ایسي کتاب میں منقول ہوں مبني کرتا هی تو وہ ایمانداري اور راست بازي سے ہمارے مذہب کي تحقیق اور تدقیق نہیں کرتا *

اسي قسم کے بعض بزرگوار ذي علم لوگوں نے جو اسی قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں اپني تصنیف کے دایرہ کو اور بھي وسیع کردیا هی — وہ هرچیز کے امکان کو خدا تعالے کي قدرت کاملہ کي طرف منسوب کرکے اس بناء پر هرایک واقعہ کو صحیح خیال کرتے هیں اور اُس کے وقوع کے امکان کو منطقي دلیلوں سے تائید کرکے اپنے مذهب کے مخالف عیب چینوں کو جواب باصواب دینے کي کوشش کرتے هیں *

یہہ کتابیں درحقیقت ایسي مصرح اور مدلل لکھي گئي هیں کہ کوئي شخص جو کسي مذهب کو مانتا هو اور مذهبي معجزات کا قایل هو کسي عقیدہ مندرجہ کتب مذکور پر بدون اس کے کہ اپنے مذهب کو بھي ویسے هي الزامات اور اعتراضات کا مورد بنانے حرف گیري نہیں کرسکتا *

لیکن اُس شخص کے نزدیک جو قوانین قدرت کے برخلاف کسي امر کے هونے پر اعتقاد نہیں رکھتا اور وحي اور الهام کو بھي نہیں مانتا ان کتابوں کی دلیلیں جن کي نصف کي بناء مذهب کے اوپر هی اُس آدمي کي مانند هیں جس کي صرف ایک ٹانگ هو اور چلنے پھرنے سے عاري هو *

اُن علماء نے جو اوروں کي نسبت زیادہ ذي علم تھے اپني تصانیف میں ایک فلسفیانہ

قاعدہ اس امر کے ثابت کرنے کے لیئے اختیار کیا ہی کہ مذہب علم سے مطابقت رکھتا ہی
اُنہوں نے ہر روایت کی صحت کی تحقیق کی ہی اور ہرایک لفظ کے معنوں پر بحث
کی ہی اور بتایا ہی کہ ان الفاظ سے کیا مراد ہی - شاہ ولی‌الله دهلوی رحمۃالله علیہ ان
عُلماے فلسفی میں سب سے پچھلے خیال کیئے جاتے ہیں — مگر افسوس کی بات ہی کہ
ایسی تصنیفات جیسی کہ اُن کی ہیں کچھہ زیادہ مطبوع اور مروج نہ ہوئیں — کچھہ تو
اس وجہہ سے کہ اُن کے مضامین عام لوگوں کے احاطۂ فہم و ادراک سے باہر ہیں اور کچھہ
اس سبب سے کہ وہ اُن بزرگوار مصنفوں کے مطبوع خاطر نہیں ہیں جو عقاید مذہبی پر
فلسفی دلیلیں لانے پر اعتراض کرتے ہیں — اور اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ مذہب
کے ثبوت پر حکمت سے استمداد کی جاوے *

پہلی قسم کے علماء کو جنہوں نے اپنے مذہب کے واسطے فلسفی دلایل پیش کرنے میں
جاں فشانی کی ہی دوسری قسم کے علماء اُن کو دین حق کا دشمن قرار دیتے ہیں اور اُن
کو گمراہ کہتے ہیں جس اتہام سے خود شاہ ولی الله صاحب بھی نہیں بچے *

لیکن ان کتابوں میں ایک اور نقص بھی پایا جاتا ہی یعنی وہ دلیلیں جو اُن میں
مستعمل ہوئی ہیں فلسفہ قدیم کے اصول پر مبنی ہیں جن میں سے اکثر تو رواج سے ساقط
یا غلط ثابت ہوگئی ہیں یا علوم جدیدہ میں مختلف طور پر بیان ہوئی ہیں - مگر یہہ
نقص صرف علماے دین اسلام ہی پر موقوف نہیں ہی بلکہ اور مذہبوں کے عالموں میں
بھی جو دین کی بحث اصول فلسفہ پر کرتے ہیں موجود ہی - اس لیئے ہر مذہب و ملت
کے عالموں کا جو اُسکو پاک اور بے لوث رکھنا چاہتے ہیں یہہ فرض ہی کہ اُن کتابوں کی جو
فلسفہ قدیم کے اصول پر لکھی گئی ہیں نظر ثانی کریں اور فلسفہ جدید کے اصول پر نئی کتابیں
لکھیں اور اپنے مذہب کے اصول کو اصول قانون قدرت کے مطابق بحث کرنے کے قابل کریں *

چہارم کتب فقہ

جب کہ حدیثوں کا یہہ حال تھا جو ہمنے اوپر بیان کیا تو اُن لوگوں کا کام جنہوں نے
احکام شرعی کو مستنبط کرنا چاہا نہایت ہی مشکل تھا اور جبکہ کتب حدیث لکھی
جاچکیں اُس وقت یہہ کام اور بھی زیادہ مشکل ہوگیا جو عالم کہ سب سے زیادہ لایق تھا
اُس نے صرف † قرآن مجید کو اپنا رہنما سمجھا جس کی صحت و صداقت علی العموم

† جناب پیغمبر خدا کے زمانہ میں قران مجید جیسا کہ بالفعل موجود ہی تمام و کمال یکجا
لکھا ہوا نہ تھا بلکہ وہ علحدہ علحدہ حصوں میں لکھا ہوا تھا اور کچھہ آیتیں ایسی تھیں جو صرف
لوگوں کو یاد تھیں اور بعض آدمی ایسے بھی تھے جنکو تمام و کمال حفظ تھا — حضرت ابوبکر کے زمانہ
میں اُن لوگوں نے اُن تمام متفرق حصوں کو ایک جگہہ جمع کیا جس طرح کہ اب موجودہ حالت قران
مجید کی ہی اور اُن تمام لوگوں نے جنہوں نے اُس کو خود پیغمبر خدا کی زبانی سنا تھا اُس مجموع کی
صحت اور درستی کو تسلیم کیا *

مسلم تھي اور اور بڑے بڑے عالموں نے جو مجتہد کہلاتے ہیں قرآن اور احادیث کو جو دستیاب ہوئیں (اور کچھہ شک نہیں جو افادہ ظن سے زیادہ اور کوئي بات اُن سے حاصل نہ ہوتي تھي) احکام شرع کے لیئے ماخذ قرار دیا — اول قران مجید کو اور بعد اُس کے اُن حدیثوں کو جنکي صحت پر اُن لوگوں کو یقین تھا جنھوں نے اُنکو جمع کیا تھا درجہ دیا جاتا تھا اُسکے بعد صحابہ کے اقوال اور کاموں کو اور بعض عالم تابعین کے اقوال اور کاموں کو بھي اس کام کے لیئے فایدہ مند خیال کرتے تھے *

جو لوگ کہ اس کام پر متوجہہ ہوئے مجتہد اور فقیہ اُن کا لقب تھا — اکثر ایسي صورتیں بھي فقہاے اسلام کے سامنے پیش کي گئیں یا درحقیقت واقع ہوئیں جو قران مجید یا احادیث میں نہیں پائي گئیں اور اسیوجہہ سے بادي النظر میں کوئي قطعي فیصلہ اُن صورتوں کا قران مجید یا کتب حدیث میں نہیں پایا گیا — اس مجبوري کي حالت میں فقہاے اسلام نے قران مجید اور احادیث میں ایسے اصول کي تلاش کي جو اُن صورتوں پر بھي حاوي ہوں اور خوش قسمتي سے وہ اُس پر کامیاب ہوئے اور الفاظ کے استعمال اور طرز بیان سے اور ایک حکم کے جو کسي واقعہ میں ہوا تھا اُس کے مشابہ ایک دوسرے واقعہ پر قیاس کرنے سے اُس مطلب کو حاصل کیا *

ان علماء نے بعض اوقات قران مجید کے ایسے حکم کو جو کسي صورت خاص سے متعلق تھا عام ٹھہرایا اور کبھي قران مجید کے ایسے حکم میں جو ظاہر میں عام ہوتا تھا مستثنیات قایم کیئے — انھیں علماء نے بعض ایسے اصول و قواعد منضبط کیئے جن پر عمل کرنے سے عجیب و غریب مقدمات میں بھي قران مجید اور حدیث سے احکام مستخرج ہوسکیں اور یہہ ایک نئي شاخ علم دین کي علوم دینیہ میں قایم ہوگئي جو بنام اصول فقہ موسوم ہے — اسي بنیاد پر انسان کے تمام افعال کي نسبت احکام استخراج کیئے گئے اور اس میں کتابیں لکھي گئیں جو کتب فقہ کہلاتے ہیں — ان کتابوں میں سب سے پچھلي کتاب جو فرقہ حنفیہ کے اصول پر لکھي گئي وہ فتاوے عالمگیري ہے جو شہنشاہ عالمگیر کے حکم سے مرتب ہوئي تھي — فقہ کي تمام کتابوں کے مصنفین کا نہایت شکر گذار ہونا چاہیئے کہ اُنھوں نے اسقدر محنت اور جاں فشاني سے اُن کو لکھا ہے اور جسقدر تعظیم و اکرام اُن مصنفین کي شایاں ہے اوتني ہي قدر و منزلت اُن کتابوں کي سزاوار ہے — لیکن باستثناے اُن احکامات کے جو خاص قران مجید سے جن میں کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا اخذ کیئے گئے ہیں اور اُن احکامات کے جو اُن احادیث سے لیئے گئے ہیں جن میں روایتاً اور درایتاً دونوں طرح پر صحیح و معتبر ہونے کا ظن غالب ہے باقي احکامات کو گو کہ فقہا نے قران مجید اور احادیث ہي سے مستنبط کیا ہو یہہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ مثل نصوص صحیحہ کے مذہبي احکام ہیں — غیر ملک کے مصنفین اور نکتہ چین محققین نے ایسے مستخرجہ

احکام کو اصلي ارکان دين اسلام سمجھنے ميں اکثر مغالطه کھايا هی *

اس ميں کچھه شک نهيں هی که وه ذي لياقت علماء جنهوں نے اُن احکامات کو اسلام کے اصول اصلي سے مستخرج کيا هی به نسبت همارے بهت بڑے عالم تھے — مگر اس اصول پر که " الانسان مرکب من الخطاء والنسيان " يهه نهيں کها جاسکتا که اُن ميں کچهه خطا نهيں هی اور وه سب احکامات مستخرجه خطاء و غلطي سے بالکل مبرا هيں — اس بيان سے ثابت هوتا هی که هماري کتب فقه دو قسم کے اصول و احکامات سے بھري هوئي هيں — ايک اُن احکامات اصلي سے جو بغير کسي شبهه کے منصوص هيں دوسرے وه جنکو علماء مجتهدين نے مستنبط اور مستخرج کيا هی اور جو اسي وجهه سے ممکن الخطا خيال کيئے جاسکتے هيں — پس اُن لوگوں کا جو همارے احکام شرعي کي تحقيق و تدقيق کرنا چاهيں فرض هی که اول قسم کے احکام کو دوسري قسم کے احکام سے تميز کريں کيونکه اگر دوسري قسم کے احکام ميں کوئي نقص پايا جاوے تو اُسکو مذهب اسلام پر عايد کرنا نهيں چاهيئے بلکه اُسکا الزام اُس عالم کے سرپر هی جسنے اُن احکامات کو استخراج کيا هی اور جو مذهب اسلام کے ايک فقيه هونے سے کچهه زياده رتبه کا مستحق نهيں هی

مذهب اسلام ميں جو چار بڑے بڑے فقيه اور مجتهد گذرے هيں جنکي تمام مسلمان پيروي کرتے هيں اُنکي بھي يهي راے هی † *

قال الشيخ عبدالوهاب الشعراني في اليواقيت كان ابو حنيفة رحمه الله اذا افتى يقول هذا راى النعمان ابن ثابت يعني نفسه و هو احسن ما قدرنا عليه فمن جاء باحسن منه فهو اولى بالصواب *

وقال كان الامام مالک رحمه الله تعالى يقول مامن احد الاهو ماخوذ من كلامه و مردود عليه الا الرسول صلى الله عليه وسلم *

ثم قال وكان الامام احمد رحمه الله يقول ليس لاحد مع الله و رسوله صلى الله عليه وسلم كلام وقال ايضا للرجل لا تقلدني ولا تقلدن مالكا ولا الاوزاعي ولا النخعي ولا غيرهم وخذوا الاحكام من حيث اخذوا من الكتاب والسنة وروى الحاكم والبيهقي من الشافعي رحمه الله انه قال يوماً للمزني يا ابراهيم لا تقلدني في كل ما اقول وانظر في ذلک بنفسک فانه دين وكان رحمه الله يقول لا حجة في قول احد دون رسول الله صلى الله عليه وسلم *

---

† امام ابو حنيفه سنه ۸۰ هجري مطابق سنه ۶۹۹ع ميں پيدا هوئے اور سنه ۱۵۰ هجري مطابق سنه ۷۶۷ع ميں وفات پائي —

امام مالک سنه ۹۵ هجري مطابق سنه ۷۱۳ع ميں پيدا هوئے اور سنه ۱۷۹ هجري مطابق سنه ۷۹۵ع ميں وفات پائي —

امام احمد حنبل سنه ۱۶۴ هجري مطابق سنه ۷۸۰ع ميں پيدا هوئے اور سنه ۲۴۱ هجري مطابق سنه ۸۵۵ ع ميں وفات پائي —

امام شافعي سنه ۱۵۰ هجري مطابق سنه ۷۶۷ ع ميں پيدا هوئے اور سنه ۲۰۴ هجري مطابق سنه ۸۱۹ ع ميں وفات پائي —

الخطبة السادسة

فی

الروایات المرویات فی الاسلام

یا ایها الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین

مذہب اسلام کی روایتوں کی اصلیت اور اُن کے رواج کی ابتدا

تاریخ اسلام کے ابتداء زمانہ سے آج تک قرآن مجید شرع محمدی کا لا زوال منبع رہا ہی اور ہمیشہ تک رہیگا — ہر مسلمان کا یہہ اعتقاد ہی کہ خود جناب پیغمبر خدا ہمیشہ قرآن مجید کے موافق کار بند ہوئے ہیں یعني جو احکام قرآن مجید میں بہ نص صریح مندرج ہیں خواہ استدلالاً اُس سے نکلتے ہیں اُنہیں کے مطابق عمل فرمایا ہی — یہہ اصول ہر قرن میں ملحوظ رہا اور کوئی قول بر خلاف قرآن مجید کے تسلیم نہیں کیا گیا — یہی اصول ہمکو حضرت عایشہ نے سکھایا ہی جبکہ اُنہوں نے سماع موتے کی حدیث کو قرآن مجید کے برخلاف ہونے کی وجہہ سے رد کردیا — پس جو حدیث کہ قرآن مجید کے منشاء کے متناقض ہو اُسکو یک لخت غیر معتبر اور موضوع خیال کرنا چاہیئے *

لیکن جبکہ ہم وحی "غیر متلو" میں بہي یعني ایسي وحي میں جس کا مطلب آنحضرت پر القا ہوا ہو اور اُس مطلب کو آنحضرت نے اپنے لفظوں میں بیان فرمایا ہو جسپر حدیث کا اطلاق ہوتا ہی اعتقاد رکھتے ہیں تو بلاشک ہمپر واجب ہی کہ احادیث نبوی کو جمع کرکے جہانتک ممکن ہو اُن کي تحقیق اور تدقیق کریں — مگر جبکہ ہمارا عقیدہ یہہ ہی کہ کوئي صحیح حدیث قرآن مجید کے منشاء کے خلاف نہیں ہوسکتي تو ہمکو اُس تحقیقات میں معلوم ہوگا کہ صحیح حدیثیں صرف تین قسم کي ہوسکتي ہیں — اول وہ جو قرآن مجید کے مطابق ہیں اور اُس کي تائید کرتے ہیں — دوسري وہ جن سے قرآن مجید کي آیتوں کي تفسیر ہوتي ہو — اور تیسري وہ جو ایسے امور سے متعلق ہوں جنکا قرآن مجید میں کچھہ ذکر نہیں ہی *

لیکن خود جناب پیغمبر خدا نے ہمکو ہدایت کی ہی کہ سوائے قرآن مجید کے اُنکا تمام کلام وحی نہیں ہی بلکہ وحی وہی ہی جو تبلیغ رسالت سے علاقہ رکھتی ہی اور جس کی نسبت خود جناب پیغمبر خدا نے اُن کا وحی سے ہونا بیان فرمادیا ہی یا اُن میں ایسے امور بیان ہیں جو عقاید مذہبی — اخلاق — عالم عقبی اور روح کے حالات سے علاقہ رکھتے ہیں جن کی نسبت خیال کیا جاتا ہی کہ بغیر وحی کے معلوم نہیں ہوسکتے — مذکورہ بالا اقسام کے سوا باقی کلام آنحضرت کا وہ ہی جو تبلیغ رسالت سے کچھہ علاقہ نہیں رکھتا اور جسکی نسبت خود آنحضرت نے فرمایا ہی کہ " اس کے سوا کچھہ نہیں کہ میں ایک انسان ہوں

انما انا بشر اذا امرتکم بشئی من امر دینکم فخذوہ واذا امرتکم بشئی من رائی فانما انا بشر —

جب میں تمکو تمہارے دین کی کسی چیز میں حکم کروں تو اُسکو پکڑلو اور جب میں تمکو اپنی راے سے کسی چیز میں حکم کروں تو میں بھی انسان ہوں *

اور حدیث تابیر النخل میں فرمایا ہی کہ " میںنے ایک طرح کا گمان کیا تھا اور گمان کرنے

فانی انما ظننت ظنا ولا تواخذونی بالظن ولکن اذا حدثتکم عن اللہ شیئا فخذوا بہ فانی لم اکذب علی اللہ —

میں تم مجھہ سے کچھہ جھگڑا مت کرو لیکن جب میں تمکو خدا کی طرف سے کوئی بات کہوں تو اُس کو پکڑ لو کیونکہ میں خدا پر جھوٹ نہیں کہتا *

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے جو بیماریوں کا علاج بتایا یا کسی رنگ کے گھوڑے کو پسند یا نا پسند کیا یا کوئی کام آنحضرت نے بطریق عادت کیا نہ بطور عبادت کے یا اتفاقیہ کوئی کام بغیر قصد کے ہوگیا یا آنحضرت کی ایسی باتیں جیسی کہ لوگ آپسمیں کیا کرتے ہیں اور نیز ایسے کام جو سردار کو لشکروں کے معین کرنے اور اُن کے لیئے نشانوں کے قرار دینے اور متخاصمین کے درمیان فیصلہ کرنے کے ہیں یہہ سب اسی دوسری قسم میں داخل ہیں — زید ابن ثابت نے کہا کہ میں آنحضرت کے ہمسایہ میں رہتا تھا پھر جب وحی آتی تھی تو مجھکو یاد فرماتے تھے اور میں اُسکو لکھدیتا تھا — پھر جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تھے تو آنحضرت بھی ہمارے ساتھہ اُسکا ذکر کرنے لگتے تھے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تھے تو ہمارے ساتھہ اُسکا ذکر کرنے لگتے تھے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تھے تو کھانے ہی کا ذکر فرماتے تھے — پس سواے ذکر آخرت کے باقی تمام باتیں تبلیغ رسالت سے کچھہ علاقہ نہیں رکھتیں — با این ہمہ ہم آنحضرت کے تمام افعال و اقوال کا نہایت ادب کرتے ہیں اور اُن کو مقدس اور نہایت نیک اور پاک اقوال اور افعال سمجھتے ہیں — مگر رسالت سے اُن کو کچھہ تعلق نہیں *

غرضکہ چار قسم کے اقوال آنحضرت کے ایسے ہیں جن پر ہمکو غور کرنی لازمی ہی (۱) وہ جو ہمارے دین سے علاقہ رکھتے ہیں (۲) جو جناب پیغمبر خدا کے مخصوص حالات سے علاقہ رکھتے ہیں (۳) ایسے اقوال جو تمام لوگوں کے حالات پر موثر ہیں (۴) وہ

احکام جو سیاست ملکی اور انتظام مدنی سے متعلق ہیں *

ان میں سے پہلی قسم تو کچھہ غور طلب نہیں ہی مگر صرف پچھلی تین قسمیں اس قابل ہیں کہ اُن کی نسبت اس قسم کی تحقیق و تدقیق کی جاوے کہ کونسے اُن میں کے ازروے وحی کے ہیں اور کونسے اُن میں کے ازروے وحی کے نہیں ہیں اور ہمکو لازم ہی کہ صرف اُنہیں احادیث کو وحی سمجھیں جنکی نسبت ہمکو ایسا سمجھنے کے لیئے کافی دلیل اور ثبوت ہو *

اگرچہ جناب پیغمبر خدا نے ہمکو بہ تصریح اُن کے قدم بقدم چلنے بلکہ صحابہ اور تابعین کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہی مگر یہہ حکم محض متعلق بہ معاملات دین سمجھا گیا ہی — ہم مسلمانوں نے بھی حتی الامکان مذکورہ بالا امور میں اُن کی پیروی کی کوشش کی ہی مگر اخیر کے تین امروں کی پیروی کرنے میں اتنا فرق ہی کہ پہلی صورت میں یعنی اگر اُنکا وحی سے ہونا ثابت ہو تو اُسکی اطاعت اور پیروی ہمپر فرض ہی اور دوسری صورت میں ہم اپنی خوشی سے عالم عقبیٰ میں ثواب حاصل کرنے اور اپنے پیغمبر کی محبت اور اُنکی تعظیم اور عقیدت کی وجہہ سے ایسا کرتے ہیں اور اگر ہم چاہیں یا حالات زمانہ اُس کے ترک پر ہمکو مجبور کریں تو بغیر اس کے کہ مذہب میں کچھہ نقصان عاید ہو یا کسی گناہ کے مرتکب ہوں اُسکو ترک کرسکتے ہیں *

اسی قسم کی خیالات نے ہمکو جناب پیغمبر خدا کی جملہ احادیث کے جمع کرنے اور اُن کی تحقیق کرنے پر مجبور کیا — جناب پیغمبر خدا کی حیات ہی میں اسلام کی سلطنت جزیرہ عرب میں وسیع ہوگئی تھی اور بیشمار لوگوں نے دین اسلام قبول کرلیا تھا — ہر مسلمان کی جناب پیغمبر خدا تک رسائی محال تھی اس لیئے جناب پیغمبر خدا کے اقوال اور افعال اور عادات کا علم اُن مسلمانوں تک پہونچانا جو اقطاع دور دراز میں رہتے تھے لازم ہوا اور اسی وجہہ سے پیغمبر خدا نے اس امر کو پسند کیا جیسا کہ حدیث ذیل میں مذکور ہی پس اُسی زمانہ سے روایتوں کے بیان کرنے کا رواج ہوا *

ابن مسعود کہتے ہیں کہ میںنے رسول اللہ صلعم سے سنا آپ نے فرمایا کہ خدا اُس شخص کو سیراب کرے جس نے مجھسے کوئی بات سنی اور اُسکو اُسی طرح دوسروں کو پہونچایا جیسے کہ مجھسے سنا تھا — سو اکثر پہونچائی گئی سننے والے سے زیادہ اُس کو یاد رکھنے والے ہیں *

عن ابن مسعود قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول نضر اللہ امرأ سمع منا شیأ فبلغہ کما سمعہ فرب مبلغ اوعی لہ من سامع (رواہ الترمذی وابن ماجہ ورواہ الدارمی عن ابی الدرداء) —

اگرچہ یہہ ثابت ہوتا ہی کہ جناب پیغمبر خدا کی حیات ہی میں چند اشخاص بعض متفرق احادیث کو بھی قلمبند کرلیا کرتے تھے اور آنحضرت کی وفات کے بعد سے اس رواج کو زیادہ ترقی ہوتی گئی مگر ان دونوں زمانوں میں یہہ رسم اسقدر محدود تھی کہ

کسي خاص غور اور توجهه کے لائق نہیں هی — اُس زمانہ میں بہت سے لوگ زندہ موجود تھے جنہوں نے خود جناب پیغمبر خدا کا کلام سنا تھا اور جو ایسے نہ تھے اُنکو جناب پیغمبر خدا کے اقوال اور افعال اورعادات کي نہایت آساني سے واقفیت هوسکتي تھي اور اس لیئے احادیثا کے جمع کرنے کي چنداں ضرورت نہ تھي *

مگر رفتہ رفتہ جبکہ وہ سن رسیدہ آدمي جنہوں نے جناب پیغمبر خدا کا زمانہ دیکھا تھا یکے بعد دیگرے انتقال کرتے گئے اُس وقت لوگوں کو احادیث کے جمع کرنے کي اشد ضرورت معلوم هوئي یہاں تک کہ دوسري صدي هجري کے شروع میں چند دیندار اور پرهیزگار آدمیوں نے جنہوں نے اس دنیاے دون پر لات ماري تھي اور اپني جان کو محض راہ خدا میں وقف کردیا تھا احادیث کے جمع کرنے کا بوجھہ اپنے سر پر اُٹھالیا کتابیں لکھني شروع کیں اور رفتہ رفتہ صحیح اور غیر صحیح کتابوں کا ایک انبار هوگیا *

اُس سزا کا بیان جس کا مستحق جھوت حدیث بیان کرنیوالے کو جناب پیغمبر خدا نے قرار دیا هی

هم نے ابھي بیان کیا هی کہ جناب پیغمبر خدا کي حیات هي میں اور آنحضرت کے ارشاد کے مطابق حدیثوں کے اور لوگوں تک پہونچانے کي رسم شروع هوگئي تھي مگر اس بات کا بھي بیان کرنا ضروري هی کہ ایک شخص کے دوسرے شخص تک حدیث پہونچانے میں کس قدر احتیاط کرنے کا منشاء آنحضرت کا تھا اور اُس منشاء کے ظاهر کرنے کو ترمذي اور مسلم کي حدیثوں کا اس مقام پر ذکر کردینا کافي هوگا *

ترمذي کي حدیث میں هی کہ ابن عباس سے روایت هی وہ کہتے هیں کہ

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلعم اتقوا الحديث عني الا ما علمتم فمن كذب علي متعمدا فليتبوء مقعدہ من النار (رواہ الترمذي) —	رسول الله صلعم نے فرمایا کہ مجھسے حدیث روایت کرنے میں پرهیز کرو مگر اُس قدر جتنا کہ تم جانتے هو — سو جو شخص قصداً مجھپر جھوت کهیگا اُسکو اپنا ٹھکانا آگ میں بنانا چاهیئے — (ترمذي) *

مسلم کي حدیث میں هی کہ رسول الله صلعم نے فرمایا جو شخص مجھسے کسي

عن سمرة بن جندب والمغيرة بن شعبة قالا قال رسول الله صلعم من حدث عني بحديث يرى انه كذب فهو احد الكاذبين (رواہ مسلم) —	حدیث کو یہہ جانکر روایت کرے کہ وہ جھوت هی تو وہ خود جھوتوں میں کا ایک جھوتا هی (مسلم) *

مگر باوجود اسي احتیاط کے هم دیکھتے هیں کہ مذهب اسلام میں جھوتي اور بے بنیاد روایتیں بعینہ اسي طرح پر پھیل گئیں جس طرح کہ جھوتي روایتیں اور موضوع کتابیں یہودیوں اور عیسائیوں میں مروج هوگئي تھیں — لیکن اتنا فرق هی کہ علماے اسلام نے

مقدس جھوٹ کو کبھي اپنے مذھب کے عقاید میں قرار نہیں دیا بلکہ وہ ایسے کام کو ھمیشہ گناہ عظیم سمجھتے رھے اور اس لیئے اُنھوں نے ایسي جھوٹي روایتوں کے بنانے والوں کو کیسے ھي پاک اور نیک ارادہ سے اُنھوں نے ایسا کیا ھو جہنم کے سوا اور کہیں جگہہ نہیں دي اور اُن کو اُسي آگ سے بچانے میں کبھي کوشش نہیں کي — مگر برخلاف اس کے علماے مذھب عیسوي نے مثل آرجن وغیرہ کے صریح اپنے باطني عقاید کے خلاف معاملات مذھبي میں مقدس جھوٹ کو کچھہ جائز ھي نہیں رکھا بلکہ اللہ تعالے کے نزدیک مقبول خیال کیا ●

سرولیم میور صاحب اپني اُردو تاریخ دین مسیحي میں بیان کرتے ھیں کہ " دوسري صدي میں مسیحیوں میں گفتگو رھي کہ جب بت پرست فیلسوف اور حکیموں کے ساتھہ دین کا مباحثہ کیا جاوے تو اُنھیں کي بحث کا طرز اور طریقہ اختیار کرنا جائز ھی کہ نہیں — آخرکار آرجن وغیرہ کي راے کے بموجب طریقہ مذکور تسلیم ھوا — اس سے البتہ مسیحي بحثاؤں کي تیز عقلي نکتہ سنجي نے بحث میں زیادہ رونق پائي لیکن راستي اور صفائي میں کچھہ خلل پڑا — پھر اسي سبب سے بعض لوگ یہہ بھي جانتے ھیں کہ وہ جعلي تصنیفات پیدا ھوئیں جو کہ اس زمانہ کے بعد کثرت سے لکھي گئیں اس طرح سے کہ فیلسوف لوگ جب کسي طریقہ کي پیروي کرتے تھے تو کبھي کبھي اُسکے حق میں کتاب لکھہ کے کسي معروف حکیم کے نام سے اجرا کرتے تھے کہ اس حیلہ سے لوگ اُسپر متوجہ ھوکر اُسکي باتیں زیادہ مانینگے — اگرچہ اُسکي باتیں برملا خود مصنف کي ھوتیں سو اسي طرح مسیحي جو فیلسفیں کي طرح بحث کرتے تھے کتاب لکھہ کے کسي حواري یا خادم حواري یا معروف اُسقف کے نام سے رواج دیتے تھے — ایسا دستور تیسري صدي میں شروع ھوا اور کئي سو برس تک رومي کلیسیا میں جاري رھا — یہہ بات بہت ھي خلاف حق اور قابل الزام شدید کے تھي " (میور صاحب کي تاریخ دین مسیحي حصہ دوم باب ۳) ●

موشیم نے اپني کتاب تاریخ مذھبي میں اس طرح پر لکھا ھی کہ " افلاطوني اور فیسا غورثي حکماء نے صدق اور پاکبازي کي حمایت میں فریب دینے اور جھوٹ بولنے کو جایز ھي نہیں قرار دیا تھا بلکہ مستحسن ٹھرایا ھی — یہودیاں ساکن مصر نے اس عقیدہ کو قبل سنہ مسیحي کے اُنؑ سے سیکھا — اس میں اُس شخص کو کچھہ کلام نہ ھوگا جس کو کہ کتابوں کو مشہور آدمیوں کي طرف منسوب کرنے کي بیشمار جعل سازیاں نظمیں پیشین گوئیاں اور اسي قسم کي واھیات چیزیں جن کي ایک بڑي مقدار اس صدي اور آیندہ صدیوں میں ظاھر ھوئي تھي یاد ھیں — میں نہیں کہتا کہ پکے عیسائیوں نے اس قسم کي سب کتابوں کو موضوع کیا تھا برخلاف اس کے اغلب یہہ ھی کہ ان کے ایک جزو اعظم کے موجد فرقہجات نسطلق بانی ھوگے تھے مگر اس بات سے کہ پکے عیسائي اس قصور سے منطف

مبرا نه تهے صريح انکار نهيں هوسکتا (ايکليزيا سٹکل هسٹري بب ٠ صفحه ۷۰ مطبوعه سنه ۱۸۹۰ع) " ـ

ايک اور مقام پر موشهم نے اسي مضمون کو اس طرح پر لکها هی " ليکن اس کا اسقدر جلد عمل ميں آنا مختلف اسباب پر موقوف تها بالخصوص يهه امر که حضرت مسيح کے صعود کے بعد بهي اُن کي سوانح عمري اور احکامات کي بهت سي تواريخيں جن ميں جهوٹے قصے اور کهانياں بهري هوئي تهيں ايسے لوگوں نے شايد مرتب کي تهيں جن کے ارادے شايد برے نه تهے بلکه وه وهمي ساده مزاج اور مقدس جهوٹ کے عادي تهے اور بعدازاں مختلف موضوع تصنيفات بنام نهاد حواريان مقدس سارے جهان ميں مشتهر کي گئيں " (ايکليز يا سٹکل هسٹري (سوت) حصه دوم باب ۲ صفحه ۳۹) ٭

اُس طرز تحرير کے بيان ميں جو روايات کے لکهنے ميں مستعمل کيا گيا تها

اس بات کے ظاهر کرنے کو که حديث ايک شخص سے دوسرے تک کس طرح پهونچي محدثوں نے چند کلمات بطور اصطلاح کے مقرر کيئے تهے اور اسي ليئے حديث کے هر ايک راوي پر واجب تها که اُنهيں کلمات مخصوص سے جو اُس حديث کے واسطے موزوں هوں حديث کو شروع کرے اور يهه اسليئے کيا گيا تها که هر حديث پر بلحاظ بيان کے اُسيقدر اعتبار کيا جاوے جس درجه اعتبار کي وه سزا وار هو ٭

کلمات مذکوره يهه هيں (۱) " حدثنا " يعني اُس نے مجهسے کہا (۲) " سمعته يقول " يعني ميں نے اُس کو کہتے سنا (۳) " قال لنا " يعني اُس نے مجهسے کہا (۴) " ذکرنا " يعني اُس نے مجهسے ذکر کيا (۵) " اخبرنا " يعني اُس نے مجهکو خبر دي (۶) " انبانا " يعني اُس نے مجهکو آگاه کيا (۷) " عن فلان " يعني اُس سے ٭

اول کے چار کلمے صرف اُس صورت ميں استعمال کيئے جاتے تهے جبکه کوئي راوي دوسرے شخص سے حديث کے الفاظ بجنسه بيان کرديتا تها — پانچواں اور چهٹا کلمه اُس مقام پر استعمال کيا جاتا تها جبکه کوئي راوي اپنے سے اوپر کے راوي سے کسي امر يا واقعه کي صحت يا عدم صحت کي نسبت دريافت کرتا تها — اخير کلمه ايک مبهم کلمه هی اور اسي وجهه سے يهه امر منقح نهيں هوسکتا که اخير راوي نے جو دوسرے راوي کا نام ليا هی وه حديث درحقيقت اُس راوي نے بيان کي هی يا اُس کے اور اخير راوي کے درميان اور لوگ روايت کرنے والے بهي چهوٹ گئے هيں — اس اشتباه کے رفع کرنے کو خارجي امور کي تحقيقات ضرور هوتي هی مگر اُن کي نسبت علماء کي مختلف رائيں هيں ٭

ايک راے يهه هی که اگر يهه متحقق هوجاوے که وه راوي سلسله روايت ميں اور راويوں کے نام بفريب چهوڑ ديني ميں متهم نهيں هی اور وه ايسے زمانه ميں اور ايسے مقام پر رهتا

تھا کہ اُن کا ایک دوسرے سے ملاقی ہونا ممکن تھا گو کہ اُس ملاقات کا ثبوت نہو تو بھی یہہ فرض کرلیا جاسکتا ہی کہ اُن دونوں کے درمیان کوئی اور راوی نہیں چھوٹا ہی *

دوسری راے جو بعض علماے مستند کی راے ہی یہہ ہی کہ اس امر کا ثابت ہونا بھی ضرور ہی کہ وہ دونوں اپنی تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی ملاقی ہوئے ہوں *

تیسری راے جو بعض علماء کا قول ہی یہہ ہی کہ اس امر کا ثبوت بھی ضروری ہی کہ وہ اتنے عرصہ تک یکجا رہے ہوں جو اُن کے ایک دوسرے سے حدیث سیکھنے کے واسطے کافی ہو *

چوتھی راے بعض عام عالموں کی یہہ ہی کہ اس امر کا ثبوت بھی ضرور ہی کہ ایک نے دوسرے سے درحقیقت حدیث سیکھی بھی تھی *

درجات احادیث کے بیان میں ایک راوی سے دوسرے تک پہونچنے کے لحاظ سے

جب کبھی کوئی حدیث بیان ہوتی ہی اُس کا رتبہ سلسلہ روایت سے جانچا جاتا ہی اور اُس کی شناخت کے لیئے الفاظ مصطلح مقرر کیئے گئے ہیں *

اول — " مسند یا مرفوع " — یہہ لقب اُس حدیث کو دیا جاتا ہی جب کہ راوی صاف صاف بیان کرتا ہی کہ فلاں بات خود پیغمبر خدا نے بیان فرمائی تھی یا خود کی تھی یا اوروں نے اُن کے روبرو کی تھی اور آپ نے منع نہیں فرمایا تھا *

دوم — " مرفوع متصل " — اگر ایسی حدیث کے راویوںکا سلسلہ پیغمبر خدا تک لگاتار یعنی بلا فصل پہونچتا ہو تو اُسکو یہہ لقب دیا جاتا ہی *

سوم — " مرفوع منقطع " — اگر ایسی حدیث کے راویوں کا سلسلہ بلا فصل پیغمبر خدا تک نہ پہونچے تو اُس حدیث کو یہہ لقب دیا جاتا ہی *

چہارم — " موسل یا موقوف " — یعنی وہ حدیث جس کو پیغمبر خدا کے اصحاب نے بیان کیا ہو مگر پیغمبر خدا سے منسوب نہ کیا ہو *

پنجم — " موسل یا موقوف متصل " — اگر راویوں کا سلسلہ اُس صحابی تک جس نے اُس کو بیان کیا ہی بلا فصل چلا گیا ہو تو اُس حدیث کو یہہ لقب دیا جاتا ہی *

ششم — " مرسل یا موقوف منقطع " — لیکن اگر راویوں کا سلسلہ اُس صحابی تک مسلسل نہ ہو تو اُس حدیث کا یہہ لقب ہوتا ہی *

اس بات میں کہ آیا حدیث " موسل یا موقوف متصل " کو معتبر اور قابل استدلال خیال کرنا چاہیئے یا نہیں علماء میں اختلاف راے ہی — لیکن صحابہ کی ایسی حدیث جس میں ایک ایسے واقعہ یا مقام کا مذکور ہو جہاں وہ خود موجود نہیں تھے تو اُس حدیث کو کسی طرح بغیر اور کسی سند کے حدیث نبوی کے ہم پایہ نہیں سمجھنا

جاسکتا — اُن علماء کي راے نہايت صحيح اور قرين انصاف هی جو دربارۂ نزول وحي کے حضرت عايشہ کي روايات کو قابل سند نہيں خيال کرتے کيونکہ وہ اُس زمانہ ميں موجود نہ تهيں *

هفتم — " مقطوع " يعني وہ حديثيں جو تابعين نے بيان کي هيں اور اپنے سے اوپر کے صحابہ کي طرف منسوب نہيں کيا هی *

هشتم — " مقطوع متصل " — اگر ايسي حديث کے راويوں کا سلسلہ اُس تابعي تک برابر چلا جاوے تو اُس حديث کا يہہ نام هی *

نہم — " مقطوع منقطع " - اگر اُس کا سلسلہ اُس تابعي تک نہ پہونچے تو اُس حديث کو اس نام سے پکارتے هيں *

دهم — " روايت " - يہہ اقسام مندرجہ بالا سے بالکل علحدہ هی — يہہ نام اُن حديثوں کا هی جو اس طرح پر شروع هوتي هيں — " يہہ بيان کيا گيا هی " يا فلان شخص نے يوں روايت کي هی " — اس قسم کي روايتيں بازاري گپ سے کچہہ زيادہ قابل اعتبار نہيں هيں — ايسي هي روايتوں سے همارے مفسرين و مورخين نے اپني تصنيفات کا حجم بڑها ليا هی اور ايسي هي واهيات اور بيهودہ باتوں سے هشامي طبقات کبير — کاتب الواقدي وغيرہ کتابيں سير و تواريخ کي پايہ اعتبار سے ساقط گني جاتي هيں اور جو مايہ افتخار و ناز اُن عيسائي مصنفوں کا هی جو مذهب اسلام کے برخلاف کتابيں لکهتے هيں

درجات احاديث کے بيان ميں بلحاظ راويوں کے چال و چلن يعني اُنکے ثقہ اور غير ثقہ هونے کے

جب کبهي کسي حديث کے درجہ صحت کا امتحان راويوں کے ثقہ اور غير ثقہ هونے کے لحاظ سے کيا جاتا هی تو اُسکا درجہ بہ ترتيب ذيل قرار پاتا هی

اول — " صحيح " - اس نام سے وہ حديث موسوم هوتي هی جسکے تمام راوي اول سے آخر تک پکے ديندار اور متقي اشخاص هوں اور کبهي کسي قسم کي برائي کے ساتهہ متہم نہ هوئے هوں بلکہ تدين اور صدق مقال کے واسطے مشہور اور سب لوگوں کے نزديک مسلم هوں

ايسي حديثوں کا درجہ اعتبار اس سبب سے اور بهي بڑہ جاتا هی جب کہ اسي قسم کے راويوں نے علحدہ علحدہ بلا کسي اختلاف کے اُسي حديث کو بيان کيا هو مگر ايسي حديثيں نہايت هي قليل هيں

دوم — " حسن " - اس لقب سے وہ حديثيں ملقب هوتي هيں جنکے تمام راوي اور اوصاف حميدہ ميں اول قسم کي حديث کے راويوں کي کوئي همسري نہ کرسکتے هوں مگر

باایں ہمہ پرہیزگاری اور عام ثقاہت کے ساتھہ متصف ہوں اور اُس حدیث کی اصلیت بھی غیر مشتبہ ہو — اس قسم کی بیشمار حدیثیں ہیں جنسے معتبر کتب احادیث مملو ہیں *

سوم — " ضعیف " — یہہ نام اُن حدیثوں کو دیا جاتا ہی جنکے تمام راویوں میں سے ایک شخص بھی اول یا دوم قسم کے راویوں کی مانند نہ ہو — ان احادیث کے ضعف کا درجہ دیگر اسباب سے بھی زیادہ یا کم ہوجاتا ہی — ہمارے ہاں کی کتب احادیث جو دوسرے درجہ کی کہلاتی ہیں اسی قسم کی احادیث سے بھری پڑی ہیں *

چہارم — " غریب " — یہہ لقب اُن حدیثوں کا ہی جنکے راویوں میں سے کسی نے بجز ایک آدہ حدیث کے اور کوئی حدیث نقل نہ کی ہو جس سے یقین ہوتا ہی کہ وہ فن حدیث میں کچھہ تبحر نہیں رکھتا *

راویوں کے درجۂ اعتبار کے بیان میں اُنکے تفقہ فی الدین کے لحاظ سے

تمام صحابہ کبار اور تابعین اور تبع تابعین جب کوئی حدیث آنحضرت کی بیان کرتے تھے تو اُنکے الفاظ بعینہ وہی نہیں ہوتے تھے جو آنحضرت نے فرمائے ہیں اور ایسا کرنا امکان سے بھی خارج تھا مہذا یہہ خیال کیا گیا ہی کہ بعض دعائیں ایسی ہیں جنکے الفاظ بجنسہ محفوظ ہیں — غرضکہ تمام حدیث کے راویوں میں حدیث کو بالمعنی روایت کرنے کا رواج تھا — پس یہہ بات قرین قیاس ہی کہ جو لوگ زیادہ علم رکھتے تھے اور تفقہ فی الدین کا اُنکو زیادہ ملکہ تھا وہ آنحضرت کے کلام کا بہ نسبت اوروں کے اچھی طرح پر مطلب سمجھتے ہونگے اور اوروں کو بھی ٹھیک طور پر بخوبی سمجھا سکتے ہونگے اسواسطے راویوں کے باعتبار اُنکے علم کے سات درجے کیئے گئے ہیں *

اول — وہ جو علم اور تفقہ میں زیادہ تر ممتاز تھے اور حافظہ بھی قوی رکھتے تھے — ایسے اشخاص ائمہ حدیث کہلاتے ہیں *

دوم — وہ جو پہلوں سے کم درجہ رکھتے تھے اور جن سے شاذ و نادر ہی کسی غلطی کے سرزد ہونے کا احتمال تھا *

سوم — وہ جنہوں نے مسائل مذہبی میں اختلاف کیا تھا مگر اُنکو اسقدر تعصب نہیں ہوگیا تھا کہ اعتدال سے متجاوز ہوگئے ہوں اور نیز اُنکے تدین اور صدق کلام میں کسی طرح کا شک و شبہہ نہیں تھا *

چہارم — وہ جنکے حالات کی نسبت کچھہ اچھی طرح سے آگاہی نہیں ہی *

پنجم — وہ جنہوں نے مسائل مذہبی میں اختلاف کیا تھا مگر اُنکا تعصب حد اعتدال سے متجاوز ہوگیا تھا *

ششم — وہ جنکي طبيعت ميں شک اور وہم بڑھا ہوا تھا اور اُنکا حافظہ بھي قابل اعتبار کے نہ تھا *

ہفتم — وہ جو جھوٹي حديثيں بنانے ميں مشہور اور بدنام تھے *

علماے دين کي يہہ راے ہي کہ اول تين درجے کے لوگوں کي بيان کي ہوئي حديثوں کو باعتبار اُن کے مراتب کے صحيح خيال کرنا چاہيئے اور اخير کے تين درجے کے لوگوں کي بيان کي ہوئي حديثوں کو بلا تامل رد کرديني چاہيئے — باقي رہ گئے چوتھے درجے کے لوگ اُن کي بيان کي ہوئي حديثوں کو جب تک کہ اُن کے راويوں کا حال معلوم نہو قابل اعتبار سمجھنا نہ چاہيئے *

جو روايتيں کہ يہوديوں کے ہاں مذکور تھيں اُن کے بيان کرنے سے مسلمانوں کو ممانعت نہ تھي

آنحضرت نے فرمايا تھا کہ يہوديوں کے ہاں جو روايتيں ہيں اُن کے بيان کرنے ميں کچھہ حرج نہيں ہي — چنانچہ اس کي تصديق اُس حديث سے ہوتي ہي جو بخاري ميں مذکور ہي اور اسي وجہہ سے مسلمان يہوديوں کي روايتوں کے بيان کرنے ميں کچھہ مضائقہ نہيں سمجھتے تھے اور وہ حديث يہہ ہي *

عبدالله بن عمر کہتے ہيں کہ رسول الله صلعم نے فرمايا کہ پہونچاؤ مجھسے اگرچہ ايک ہي آيت ہو — اور حديث بيان کرو بني اسرائيل سے اس ميں کچھہ حرج نہيں ہي — اور جو شخص قصداً مجھہ پر جھوٹ بوليگا تو اُس کو اپنا ٹھکانا آگ ميں بنانا چاہيئے — (بخاري) *

عن عبدالله ابن عمر قال قال رسول الله صلعم بلغوا عني ولو آية وحدثوا عن بني اسرائيل ولا حرج ومن كذب علي متعمدا فليتبوء مقعده من النار (رواه البخاري)

روايات ميں اختلاف ہونے کے اسباب

جب کبھي ہم راويوں کي روايتوں ميں اختلاف ديکھيں تو ہمکو يہہ نتيجہہ نکالنا نہيں چاہيئے کہ يہہ روايتيں راويوں کي بناوٹ ہي جيسا کہ عيسائي مورخ عموماً خيال کرتے ہيں — اس لئے کہ احاديث موضوعہ کے سوا اور بھي قدرتي اسباب ايسے موجود ہيں جن کي وجہہ سے روايات ميں اختلاف پڑنا ممکن الوقوع ہي — چنانچہ ہم اُن قدرتي اسباب کو بيان کرتے ہيں جن کے سبب روايتوں ميں اختلاف پڑتا ہي *

اول — حديث کے مطلب کي غلط فہمي *

دوم — حديث کے معني سمجھنے ميں دو راويوں کے باہم اختلاف — يعني ايک ہي حديث کے ايک نے کچھہ معني سمجھے اور ايک نے کچھہ *

سوم — حديث کا مطلب لوگوں سے صاف صاف بيان کرنے کي عدم قابليت *

چہارم — راوي کے حافظہ کا قصور کہ يا تو اُس نے کسي حديث کا کوئي جزو چھوڑ ديا

یا دو مختلف حدیثوں کو باهم خلط ملط کردیا ٭

پنجم — راوی کا کسی جزو حدیث کی تفصیل کا بیان کرنا اس غرض سے که سننے والا بآسانی اُس کو سمجھه جاے لیکن سننے والے نے از راہ غلطی اُس تفصیل کو بھی حدیث کا جزو سمجھا ٭

ششم — راوی نے اپنی گفتگو میں جناب پیغمبر خدا کے چند کلمات بیان کیئے اور سننے والوں نے اُس کے تمام کلام کو حدیث سمجھه لیا ٭

هفتم — کسی راوی نے یہودیوں کی روایتیں بیان کیں اور سننے والوں نے اُنکو غلطی سے حدیث سمجھه لیا اور اسی ذریعه سے یہودیوں کی روایتوں کا اختلاف مسلمانوں کے هاں منتقل هو آیا — اگلے نبیوں اور بزرگوں کے قصے جن سے همارے هاں کی تاریخیں اور تفسیریں سیاہ هیں سب انهیں ذریعوں سے پیدا هوئے هیں ٭

هشتم — وہ اختلاف جو زبانی روایات کے سلسله سے خود بخود عارض هوتا هی اور اسی ذریعه سے معمولی باتیں معجزات اور کرامات کی صورت پیدا کرلیتی هیں ٭

نهم — مختلف حالات جن میں که راوی نے آنحضرت کو دیکھا تھا یا کچھه فرماتے سنا تھا یا کرتے دیکھا تھا ٭

یهه تمام اسباب ایسے هیں جن کے سبب سے بغیر ارادہ تصنع کے قدرتی طور پر روایتوں میں اختلاف پڑجاتا هی — منجمله ان کے نویں قسم ایسی هی که باوجود اختلاف کے کل روایتوں کا سچا هونا ممکن هی ٭

موضوع حدیثوں کا بیان

اس میں کچھه شک نهیں هی که بهت سی حدیثیں جناب پیغمبر خدا کے نام سے جھوٹی اور موضوع بنائی گئیں اور جو لوگ که ایسی شرمناک جعلسازی کے مرتکب هوئے تھے وہ مختلف قسم کے لوگ تھے ٭

اول — وہ لوگ تھے جو عوام الناسؔ میں کسی نیک رسم یا کسی ثواب کے کام کی ترویج کے خواهاں تھے اور اپنے کامیاب هونے کی غرض سے اُنهوں نے کوئی حدیث بنالی — اس قسم کی جعلسازی زیادہ تر اُن حدیثوں سے متعلق هی جن میں چھوٹے چھوٹے نیک کاموں کے کرنے میں بڑے بڑے ثواب بیان کیئے هیں اور نوافل کے پڑھنے میں گناهوں کے بخشے جانے اور قیامت میں اعلی درجے ملنے کے وعدے کیئے گئے هیں — قران کی سورتوں کے پڑھنے کی عجیب عجیب خاصیتیں بیان کی گئی هیں — بیماریوں سے شفا پانے اور رزق میں فراخی هونے کی خاصیتیں یا بعض قران کی سورتوں کا قیامت میں گناہ بخشوانے کے لیئے شفیع هونا بیان هوا هی — ان موضوع حدیثوں کے بنانے والوں کا منشاء یهه تھا که لوگ نیک کاموں میں اور قران مجید کی تلاوت اور نوافل کے ادا کرنے پر زیادہ رجوع متوجهه

هیں - لیکن مذہب اسلام اس قسم کے فریبوں اور جھوٹوں کو پناہ نہیں دیتا بلکہ اُنکو جہنم کی آگ میں ڈالتا ہی *

دوم — واعظوں نے اس غرض سے کہ اُنکے گرد بہت سے لوگ جمع ہوجاویں اور سننے والے عجیب و غریب باتوں کے سننے سے خوش ہوں اور نیز اس غرض سے کہ سننے والوں کے دل میں نرمی اور رحم اور خدا ترسی اور رقت قلب اور نیک کاموں کی رغبت پیدا ہو اور برے کاموں کی دہشت اُنکے دل میں پیدا ہو اور خدا کا خوف اور نجات کی اُمیدیں اُن کے دل میں بھڑک اوٹھیں بہت سی حدیثیں موضوع کرلیں — مگر افسوس ہی کہ اُنکو یہہ خیال نہیں کہ اُنکے ان افعال سے مذہب اسلام بالکل نفرت کرتا ہی - یہہ حدیثیں زیادہ تر دوزخ اور بہشت اور ملائک کے حالات وغیرہ سے علاقہ رکھتی ہیں

سوم — وہ لوگ ہیں جنہوں نے مذہب کے مسائل میں اختلافات کیئے اور اُس تعصب میں جادۂ اعتدال سے بڑھ گئے اور اپنی دلیلوں میں غلبہ حاصل کرنے کی غرض سے اس قسم کی حدیثیں وضع کرلیں جو اُنکے مفید مطلب ہوں

چہارم — مخالفین مذہب اسلام نے جو اُس زمانہ میں زیادہ تر یہودی اور مشرکین تھے بہت سی باتیں سچ اور جھوٹ آنحضرت کی نسبت مشہور کی تھیں اور وہ عرب میں پھیل گئی تھیں — رفتہ رفتہ بطور روایت کے بیان ہونے لگیں اور لوگوں نے غلطی سے اُنکو حدیثوں میں شمار کیا *

ہمارے علماء نے احادیث موضوع اور غلط روایات مروجہ کے دریافت کرنے میں از حد کوشش کی ہی اور اس باب میں اکثر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں اور صحیح اور باطل روایتوں کی تحقیق اور تمیز کرنے کے لیئے قواعد اور اصول منضبط کیئے ہیں *

مقدم اصول جو اس امر کی تحقیق کے لیئے علماء نے قرار دیئے ہیں وہ یہہ ہیں کہ احادیث کے الفاظ اور طرز عبارت کا امتحان کیا جاوے — ہر حدیث کے مضمون کو قرآن مجید کے احکام اور عقاید و مسائل مذہبی مستخرجہ قرآن اور احادیث مستند سے مقابلہ ہو — احادیث کے منشاء اور بیان کی تحقیق اور تدقیق کی جاوے کہ اُس میں کوئی ایسا تاریخی واقعہ تو نہیں ہی جو از روے تاریخ کے غلط ہو یا اُس میں ایسے عجائبات تو نہیں بیان ہوئے جن کو عقل تسلیم نہ کرتی ہو — جن حدیثوں میں اس قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں وہ موضوع خیال کی جاتی ہیں *

مختصر طور پر اس کتاب کے پڑھنے والے جان لینگے کہ جن احادیث کو ہم مسلمان قابل سند خیال کرتے ہیں اُن میں کم سے کم مندرجہ ذیل امور کا ضرور بالضرور ہونا چاہیئے یعنی راوی نے صاف اور مصرح طور پر بیان کردیا ہو کہ فلاں بات پیغمبر خدا نے فرمائی تھی یا کی تھی — سلسلۂ راویوں کا پیغمبر خدا تک غیر منقطع ہو — پیغمبر خدا سے لیکر

اخیر راوی تک جملہ راوی تقوے اور تدین اور نیک اعمال کے لیئے مشہور ہوں ۔ ہر راوی کو اپنے ماسبق راوی سے ایک سے زیادہ حدیثیں پہونچی ہوں ۔ ہر راوی لیاقت علمی اور تفقہ میں ممتاز ہو تاکہ یہہ امر متحقق ہوجاوے کہ اُس نے حدیث کے صحیح معنی کو سمجھہ لیا ہوگا اور اوروں کو بھی ٹھیک طور سے سمجھا دیا ہوگا ۔ حدیث کا منشاء احکام مندرجہ قران مجید یا عقاید مذہبی مستخرجہ قران یا حدیث مستند سے متناقض نہو ۔ اُس میں عجائبات و غرائبات دور از عقل بیان نہوں بلکہ منشاء حدیث کا اس قسم کا ہو جس کے تسلیم کرنے میں لوگوں کو کلام نہو *

کوئی حدیث جس کی صحت اس طرح ثابت ہوجاوے کسی عقیدہ مذہبی کی بناء ہوسکتی ہی مگر با ایں ہمہ اُس میں ایک اور شبہہ کا عارض ہونا باقی رہ جاتا ہی یعنی وہ حدیث اس لیئے کہ صرف ایک ہی شخص کی روایت ہی مفید یقین نہیں ہوسکتی بلکہ افادہ ظن کرتی ہی *

اس شبہہ کے سبب سے احادیث مستندہ کے بھی تین درجے قایم کیئے گئے ہیں اور وہ یہہ ہیں (۱) متواتر (۲) مشہور (۳) خبر احاد *

متواتر وہ حدیثیں کہلاتی ہیں جن کو جناب پیغمبر خدا کے زمانہ سے لیکر جملہ صحابہ کبار اور علماے دین نے ہر ایک زمانہ میں پے در پے بالاتفاق صحیح اور مستند تسلیم کرلیا ہو اور اُن میں کسی نے کبھی کوئی جرح و قدح نہ کی ہو ۔ ہر زمانہ کے علماء کا قول ہی کہ صرف قران مجید ہی حد تواتر کو پہونچا ہی ۔ مگر بعض حدیثوں کو بھی متواتر بتاتے ہیں اور اُن کی تعداد پانچ سے متجاوز نہیں ہوتی ۔ ایسی احادیث پر بلا تکلف اعتبار کرنا اور اُن پر معتقدانہ عمل کرنا واجب ہی

مشہور ۔ اُن حدیثوں کو کہتے ہیں جو تواتر کے درجہ تک نہ پہونچی ہوں مگر ہر زمانہ کے عالموں نے اُنکو صحیح تسلیم کیا ہو ۔ یہہ وہ حدیثیں ہیں جو ہماری کتب حدیث میں جو معتبر گنی جاتی ہیں منقول ہیں اور اس باعث سے اُنکی صحت بالعموم مسلم ہی اور ہمارے بعض عقاید مذہبی بھی اُنپر مبنی ہیں گوکہ وہ درایتاً تنقیح اور تنقید کے امتحان سے بری نہیں ہیں *

خبر احاد اُن حدیثوں کا نام ہی جو مذکورہ بالا حدیثوں کے اوصاف تک نہیں پہونچیں اور اسی قسم کی حدیثیں بہت کثرت سے حدیث کی کتابوں میں ہیں ۔ علماے اسلام اس باب میں کہ اِس پچھلی قسم کی حدیثوں پر کوئی عقیدہ مذہبی مبنی ہوسکتا ہی یا نہیں مختلف الراے ہیں *

جن لوگوں نے کہ احادیث کے جمع کرنے کا بوجھہ اُٹھایا تھا اُن میں سے جو سب سے اعلی اور افضل اور ائمہ حدیث کہلاتے تھے اُنہوں نے اپنی ہمت صرف اس بات پر مصروف

کی تھی کہ راویوں کے اعتبار کی کماحقہ تحقیق کرنے کے بعد حدیثوں کو لکھیں اور اُنھیں لوگوں کی لکھی ہوئی کتابیں صحاح میں داخل ہیں — اور بعضوں نے اس بات پر ہمت مصروف کی تھی کہ جسقدر حدیثیں اُنکو ملیں وہ جمع کرلیں اُنھیں کی لکھی ہوئی کتابیں دوسرے درجہ کی گنی جاتی ہیں — اس میں کچھہ شک نہیں کہ جامعین حدیث نے ایسی کسی حدیث کو نہ اختیار کیا ہوگا جو علانیہ بادی النظر میں غلط ہو مگر جسقدر کہ حدیثیں اُنہوں نے منتخب کرکے جمع کرلیں اُسپر اُنکو از روے درایت کے تحقیق اور تدقیق کرنے کا موقع نہیں ملا — اُنہوں نے یہہ کام اپنے سے بعد کے لوگوں پر چھوڑا تھا افسوس ہی کہ اُنکے بعد اُنکی حدیثوں کی ایسی وقعت لوگوں کے دلوں میں بیٹھہ گئی تھی کہ اُنکو بجز خاص علماے محققین کے درایتاً اُن حدیثوں کی تنقیح اور تنقید کی جرأت نہیں ہوئی — مگر از روے مذہب اسلام کے ہر ایک مسلمان کا حق ہی کہ اُن حدیثوں کی درایتاً تنقیح اور تنقید کرے — ہمارے مورخین نے اور مفسرین نے جو کام اختیار کیا ہی وہ یہہ ہی کہ تمام دلدر اور ناقص اور ضعیف حدیثوں کو اپنی تصنیفات میں جگہہ دیتے ہیں *

عیسائی عالم جو کسی حدیث کے درجہ صحت اور تحقیق کے اُن قواعد سے جو علماے اسلام نے مقرر کیے ہیں محض ناواقف ہوتے ہیں اور درایت کے تو نام سے بھی وہ واقف نہیں ہیں جب کوئی ایسی کتاب پڑھتے ہیں جس میں بجز بدترین احادیث اور روایات کے اور کچھہ نہیں ہوتا تو اپنے دل میں سمجھہ لیتے ہیں کہ جزئیات اسلام سے واقف ہوگئے اور ہمارے مذہب کی نکتہ چینی اور تضحیک شروع کرتے ہیں اور جبکہ اُنکی یہہ مایۂ افتخار تصنیفیں مسلمانوں کی نظر سے گذرتی ہیں تو اُسکا نتیجہ صرف یہہ ہوتا ہی کہ مصنفین کی بے علمی اور تعصب پر جو اُن کی تصانیف سے مترشح ہوتی ہی ہنستے ہیں اور اُنکی بے فائدہ صرف اوقات پر افسوس کرتے ہیں *

سر ولیم میور اور دیگر عیسائی مصنفوں کی شبہات کی تردید

اگرچہ ہمنے مسلمانوں کی روایتوں کا پورا پورا اور بہ تفصیل بیان کیا ہی تاہم بہ نظر مزید تحقیق اُس آگاہی کو نظر انداز نہیں کرسکتے جو ہمکو اپنے نبی کی سوانح عمری لکھنے والے دو لائق عیسائی مصنفوں سے حاصل ہوئی ہی یعنی اے اسپرنگر ایم ڈی اور سر ولیم میور ایل ایل ڈی سی *

ڈاکٹر اسپرنگر نے مسلمانوں کی روایتوں اور راویوں کی نسبت بہت تھوڑا بیان کیا ہی اور اُس تھوڑے ہی بیان سے اُنکے اس مضمون سے بہت کم واقفیت ظاہر ہوتی ہی — یہانتک کہ اُنکی مثال ٹھیک ٹھیک اُس شخص کی سی ہی جو نہایت تاریکی میں پڑ ہو اور غور کی حقیقت کی تلاش میں تعصب اور کم فہمی سے جھوٹے شبہوں سے دھوکہ کھاکر

راہ گم کرگیا ہو اور بے اصل چیزوں کی پیروی میں اصل چیز کو بھی ہاتھہ سے کھو دیا ہو۔ مگر اُنکا ایک بیان قابل غور ہی وہ کہتے ہیں کہ کتب دینیات میں اہل سنت و جماعت کے ہاں چھہ کتابیں سب سے معتبر ہیں یعنی صحیح بخاری — مسلم — سنن ابو داؤد — ترمذی — نسائی — ابن ماجہ — انکے علاوہ اور بھی کتابیں ہیں جو اکثر کتب سابق پر مبنی ہیں جنکی سندوں کے ہاں بہت قدر ہی — مثلاً (واضح ہو کہ بعض ناموں کی صحت جو انگریزی میں لکھے ہوئے تھے نہیں ہو سکی) دارمی — دارقطنی — ابن عیینہ — اصمعی — برقانی — احمد سلفی — بیہقی — حمیدی — خطابی — بغوی — رزین — جزری ابن الاثیر مبارک — ابن جوزی — نووی *

اب اول تو یہہ اخیر کی چودہ کتابیں اُن میں سے جسقدر سے کہ ہم واقف ہیں پہلی چھہ کتابوں پر مبنی نہیں ہیں سوائے مشکواۃ کے جو بغوی کی ہی اور اکثر ان میں کی غیر معتبر اور غیر مستند ہیں اور اُن میں جو حدیثیں مذکور ہیں وہ اُن چھہ کتابوں میں نہیں ہیں — دوسرے یہہ کہ کوئی حدیث ہو خواہ وہ پہلی قسم کی کتابوں میں ہو خواہ دوسری قسم کی کتابوں میں نہ کسی مذہبی عقیدہ کی بناء قرار پاتی ہی نہ صحیح اور مستند تسلیم ہوتی ہی جب تک کہ وہ اُن قواعد سے جو اوپر مذکور ہوئے صحیح نہ ثابت ہوئی ہو *

سر ولیم میور نے کسقدر طوالت کے ساتھہ اسلام کی روایتوں اور راویوں کی نسبت بحث کی ہی مگر ہم بافسوس بیان کرتے ہیں کہ اُن کے طرز تحریر سے صاف منکشف ہوتا ہی کہ قبل اس کے کہ ایک غیر متعصبانہ اور آزادانہ تحقیق اور جائز نور منصفانہ دلیل سے کوئی نتیجہ مستخرج کریں اُن کے دل میں یہہ بات سمائی ہوئی تھی کہ یہہ سب روایتیں جھوٹی اور لوگوں کی محض بناوٹیں اور ایجادیں ہیں اور اول ہی سے اس بات کا قصد کرلیا ہی کہ ان سب روایتوں کو ایسا ہی ثابت کریں — وہ امر حق کی تحقیق کرنا نہیں چاہتے گو وہ امر حق کچھہ ہی کیوں نہو جس کی تحقیق ہر بے غرض مصنف کا اصلی منشاء ہوتا ہی یا کم سے کم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہونا چاہیئے — اُن کے طرز استدلال ہی سے اُن کی غرض ظاہر ہوجاتی ہی — وہ اس فقرہ سے مطلب کو آغاز کرکے کہ "اگلے مسلمانوں کی عادتیں روایت کے رواج کی مؤید تھیں" فرماتے ہیں کہ "اپنے نبی کے کاموں اور باتوں سے زیادہ اور کس مضمون پر مسلمانان سابق سرگرمی سے بحث کرتے" اس کے بعد صاحب موصوف یہہ رائے بیان کرتے ہیں کہ "ان روایات ہی نے امتداد زمانہ کی وجہہ سے محمد (صلعم) کو عجیب و غریب اوصاف سے متصف کردیا۔ اُن کے پیروؤں کے دل میں نا دانستہ یہہ خیال گذرا کہ محمد (صلعم) کو انسانی طاقت سے بڑھکر قدرتیں حاصل ہیں پس اسی مادہ سے اِسقدر کثیر روایتیں وجود میں آئیں — جب

کبھی اِن بیانات کے امتحان کے لیئے واقعات کا کوئی اندازہ سر دست موجود نہوتا تو حافظہ کو قوت واہمہ کی بے روک کوششوں سے مدد دی جاتی " - " صحابہ کبار کی روایتوں کی تعظیم اور حرمت جو زمانہ ما بعد میں لوگوں کو تھی " وہ بقول صاحب موصوف " امتداد ایام کا اثر تھا جو لوگوں کے دلوں میں اور روایتوں پر خود بخود ہوا ہوگا " *

اب کہ سر ولیم میور اس طرح پر استدلال کرتے ہیں تو یہہ سوال پیش آتا ہی کہ دنیا میں سب سے زیادہ نیک اور پرہیزگار شخص کا کیا حال ہوگا اگر اُس کی ہر بات اور حرکت کو دغا بازی اور ریا کاری کی دھندلی اور خراب عینک سے دیکھیں اور اُس کے جملہ کلمات اور افعال کی غلط تاویل کریں اور جسقدر خراب معنی ہمارا تعصب اور حسد ایجاد کر سکے اُن کے اوپر عاید کریں *

کیا حضرت موسی کے تمام معجزات " اُن کے عصا کا سانپ کی شکل میں ہوجانا " - " اُن کا ید بیضا " — " دریا کا خون کی مانند ہوجانا " - " مینڈکوں کی وبا " اور اور معجزات جو اُن سے مصر میں ظہور پذیر ہوئے تھے - " بحر احمر میں بنی اسرائیل کے لیئے رستہ کا کھل جانا " - من وسلوے کا آسمان سے نازل ہونا " - " پتھر کی منقش لوحوں کا ملنا جن پر خدا تعالے نے اپنی انگشت مبارک سے لکھا تھا خدا تعالے کا بنی اسرائیل کو تمام قوموں پر ترجیح دینا اور اُن کو " میری منتخب قوم " کے خطابات سے سرفراز کرنا اور اسقدر برکتیں اُن کو عطا فرمانا اور حضرت اسرائیل کو " میرا پہلونٹا بیٹا " کہکر ممتاز کرنا کیا ان سب باتوں کو دل لگی کے قصے اُس طرز استدلال کے طور پر جسکو سر ولیم میور نے اختیار کیا ہی نہیں کہہ سکتے — جن کو اُس نبی کے سرگرم پیروں یعنی بنی اسرائیل نے ایجاد اور وضع کیا ہو — جنہوں نے بسبب " متشکیانہ تعظیم " اور " شائقانہ تکریم " کے امتداد زمانہ میں اپنے نبی کو " عجیب و غریب اوصاف سے " متصف کردیا - کیا یہہ بات بھی حضرت موسی پر اسی طرح صادق نہیں آسکتی ہی کہ " اُن کی وضع کی شان کو دھیان اور مراقبہ سے عروج حاصل ہوا اور جسقدر دور زمانہ اُن کے پیروں سے اُن کو کرتا گیا اُس عجیب و غریب انسان کا نقشہ جو آسمان کے فرشتوں (بلکہ خود خدا ہی سے) بے تکلف پیغام و سلام رکھتا تھا زیادہ دھندلا لیکن زیادہ بڑا تناسب حاصل کرتا گیا - دل میں نادانستہ یہہ خیال گذرا کہ اُن کو انسانی طاقت سے زیادہ قدرتیں حاصل ہیں اور ایسے سامانوں سے جو انسان کے امکان سے باہر ہیں گھرے ہوئے ہیں " - حضرت عیسی اور اُن کے با اعتقاد اور سرگرم متبعین کا اُس وقت کیا حال ہوتا اگر ہر شخص اُن روایات کو محض بناوٹی ایجادیں سمجھہ کر مضحکہ میں ڈال دیتا جن میں حضرت عیسی کی کراماتی پیدایش اور حضرت عیسی کا از سرنو زندہ ہونا اور اپنے مجروح ہاتھہ اپنے متبعین کو دکھانا اور اُن کا آسمان پر چڑھ جانا اور اللہ تعالے کے دست

راست کي طرف بيٹھنا يعني حسب قانون وحدت في التثليث کے اپنے هي دست راست کي طرف بیٹھنا مذکور هی *

ليکن عقل و فهم کي تعظيم همکو اُن لوگوں کي احاديث اور افعال پر عيب رکھنے اور اُن کي بدترين تاويل کرنے سے مانع آتي هی جنھوں نے تقوي اور نيک اعمال کي وجهه سے شهرت اور عظمت حاصل کي هو اور اس امر سے بھي البته انکار نهيں هوسکتا که هرمصنف کو لازم هي که جب اوروں کي تحريرات اور تصنيفات کي چھان بين کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے آپ کوتعصب اور کمظرفي سے پاک اور صاف کرلے *

محمد رسول الله کے اصحاب اور خلفاء ایسے لوگ تھے جنھوں نے اپنے آپ کو محض خدا تعالی کي طرف مصروف کردیا تھا وہ امر حق کو مانتے تھے اور اس جهان فاني کونظر حقارت سے دیکھتے تھے — وہ ایماندار صادق القول اور نيک طينت تھے اور همارے احاديث کے جمع کرنے والوں نے بدیں غرض که احاديث نبوي کا ايک مجموعه هو جاوے دور دراز کے سفر اختيار کئے تھے — اُنھوں نے حکام وقت کے هاتھه سے سخت تکليفيں برداشت کي تھيں — اُن کو بے شمار دقتيں پيش آئيں اور ايسي ايسي مصيبتيں اور اذيتيں سهني پڑیں جو به مشکل خيال ميں آسکتي هيں — بايں همه اُنھوں نے کبھي اپنے کام سے پهلو تھي نهيں کي اور اُن کو انجام تک پهونچايا جس سے صريح ثابت هی که اُن کو ديني اور نيک نيت وجهوں سے اس امر کي تحريک هوئي تھي اور هم کسي طرح مجاز نهيں هوسکتے که اُن کے افعال کو رياکاري اور فريب کي طرف منسوب کریں اور اُن کي تصنيفات کي اس بے بنياد بيان پر که محض بناوٹي ايجاديں هيں بیجا تحقير کریں *

سر وليم ميور بيان کرتے هيں که " ترقي پذير سلطنت کي احتياجيں قران کے مجموعه سياست کي افزايش کي خواهاں هوئيں — جو چيز که پهلے عربوں کي سادہ وضعي اور محدود نظام مدني کے واسطے بخوبي کفايت کرتي تھي اُنکي اولاد کي روز افزوں احتياجوں کے واسطے غير مکتفي هوگئي " — وہ کهتے هيں که " يهه اور اسي قسم کے اسباب قران کے محدود اور معرا مسائل کي توسيع اور اُس کے اخلاق کے غير مکمل مجموعه کي تکميل کے متقاضي هوئے " *

اس بيان ميں سر وليم ميور نے دو طرح پر غلطياں کي هيں — ايک تو يهه که جامعين حديث کو ترقي سلطنت اور مجموعه سياست سے کچهه سروکار نه تھا يهه لوگ محض دين کي طرف متوجهه تھے — اُنھوں نے احاديث نبوي کو محض باغراض ديني جمع کيا تھا — اُن کي جمع کي هوئي حديثوں ميں دين هي کو بهت بڑي نسبت هی يعني اُن کا بيسواں حصه بھي امور سياست سے متعلق نهيں هی — دوسرے يهه که کوئي زمانه ايسا نهيں گذرا که مسلمانوں نے امور متعلق سياست کو الهامي سمجھا هو — خود

جناب پیغمبر خدا اپنے زمانہ میں ایسے امور میں صحابہ سے صلاح لیتے تھے اور اُس صلاح کے مطابق کاربند ہوتے تھے - اُس زمانہ کے بعد بھی اُن روایتوں کو جو سیاست سے متعلق تھیں کسی نے الہامی نہیں سمجھا چنانچہ اس کی تفصیل ہم اوپر بیان کرچکے ہیں قرآن مجید اور نیز جناب پیغمبر خدا نے ہر چیز متعلق سیاست اور انتظام مدن کو باستثناے چند اصول عام کے بالکل فرمانرواؤں کی راے پر چھوڑ دیا ہی اور صرف یہہ حکم دیا ہی کہ ذی فہم لوگوں سے مشورہ کرکے کام کریں جو زمانہ کے حالات اور ڈھنگ کے واسطے ضروری ہیں — پس مسلمانوں کو اور اُن کی اولاد کو اپنی روز افزوں احتیاجوں کے واسطے قرآن کی تکمیل کے لیئے حدیثوں کے تلاش کرنے کی کچھہ ضرورت نہ تھی — ہاں بلا شبہہ مسلمانوں میں یہہ خواہش تھی کہ ہر امر میں خواہ وہ دین سے متعلق ہو یا دنیا سے اُسی طرح پر کارروائی کریں جس طرح کہ پیغمبر خدا نے کی تھی اور یہہ اُس محبت و عشق کا تقاضا تھا جو ہم مسلمان اپنے پیغمبر کے ساتھہ رکھتے ہیں اور اسی لیئے ہر قسم کی احادیث کو جمع کرتے تھے - پس یہہ عشق اور محبت نہایت قابل ستایش تھی — مگر افسوس ہی کہ سر ولیم میور نے مسلمانوں کی اس عمدہ صفت کو بھی بد ترین تاویل میں بیان کیا ہی *

اس کے بعد سرولیم میور صاحب یہہ فقرہ لکھہ کر کہ " اولاً قرآن ہی چال و چلن کا نافذ قانون تھا " یہہ بیان کرتے ہیں کہ " پھر وہ اپنی غرض اصلی کے واسطے مکتفی نہ ہوا اور اس نقص کی تلافی سنت یعنی پیغمبر صاحب کے احکام اور افعال سے کی گئی " اسکے بعد لکھتے ہیں کہ " اُنہوں نے (یعنی پیغمبر خدانے) کبھی اپنے آپ کو خطا سے مبرا نہیں قرار دیا بجز اُس صورت کے جبکہ اللہ تعالی کی طرف سے القاء ہوتا تھا - مگر اس نئے عقیدہ نے یہہ بات تراش لی کہ پیغمبر صاحب کے ہر قول و فعل میں ایک الہی اور غیر خاطی ہدایت منضم ہی " *

ہم مسلمانوں کا معاملات دینی و دنیوی میں اپنے پیغمبر کی تقلید کی کوشش کرنا خواہ وہ امور دین سے علاقہ رکھتے ہوں خواہ امور دنیا سے خواہ امور سیاست مدن سے اور خواہ امور متعلق عادت اور عبادت سے دوسری چیز ہی - اور اس بات کا اعتقاد کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کونسا قول اور فعل از روے وحی کے غیر قابل خطا کے تھا اور کونسے افعال صحابہ کے مشورہ سے کیئے گئے تھے جنکو وحی سے کچھہ تعلق نہ تھا دوسری چیز ہی — سرولیم میور نے لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لیئے خواہ خود غلطی میں پڑکر ہماری نسبت نا انصافی سے یہہ اعتقاد منسوب کیا ہی کہ جناب پیغمبر خدا کے ہر قول و فعل میں ایک الہی اور غیر خاطی ہدایت منضم ہی — ہاں اس میں کچھہ شک نہیں کہ ہم مسلمان تمام قول و فعل اپنے پیغمبر کو اُسی ادب اور عظمت سے دیکھتے ہیں

جیسے کہ ایک نبي اولوالعزم کے اقوال و افعال ادب اور عظمت کے مستحق ہیں *

سر ولیم میور بیان کرتے ہیں کہ روایتوں کي بناوٹ اور اشاعت کا " کام عوام الناس کے قائدوں اور سلطنت کے ملکی حالات پر اسقدر موثر تھا کہ بطور خود لوگوں کي سرگرمی پر بالکل چھوڑ دینے کے قابل نہ تھا " - اور اپنے بیان کي تائید میں ڈاکٹر اسپر نگر کے مندرجہ ذیل فقرہ کو نقل کرتے ہیں جو قسطلاني شرح بخاري سے اُن کو ہاتھہ لگا تھا اور وہ فقرہ یہہ ہی :-" چونکہ پیغمبر صاحب کے ہر معتبر اور صحیح بیان کي جو دستیاب ہوسکے قلمبند کرنے کي ضرورت اشد تھي اسلیئے خلیفہ عمر نے ایک گشتي حکم اس باب میں جاري کیا اور بالتخصیص ابوبکر بن محمد کو روایات کے جمع کرنے پر مامور کیا " *

اگر قسطلاني نے یہہ مضمون لکھا ہی تو محض غلط ہی — حضرت عمر حدیثوں کے جمع کرنے کے خود مخالف تھے جسکو سر ولیم میور نے بھي قبول کیا ہی اور جو عنقریب معلوم ہوگا - کسي خلیفہ یا کسي مسلمان حاکم نے اُن لوگوں کے کام میں جو بطور خود حدیثیں جمع کرتے تھے کبھي دخل نہیں دیا - ہم علانیہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ جنکا یہہ بیان ہی کہ " خلیفہ عمر نے تمام احادیث موجودہ کے با قاعدہ جمع کرنے کا گشتي حکم جاري کیا تھا " ہمکو حدیث کي کوئي ایک کتاب بھي تمام کتب احادیث میں سے ایسي نشان دیں جو کسي خلیفہ یا حاکم کے حکم سے جمع کی گئي ہو - برخلاف اس کے ہم اعتماد سے کہتے ہیں کہ یہہ کل کتابیں بلا استثناء ایسے مقدس لوگوں نے مرتب کي تھیں جو اپنے زمانہ کے خلفاء کے دربار میں جانے سے بھي از حد پرہیز کرتے تھے — اُس زمانہ کے خلفاء جناب پیغمبر خدا کے خلیفہ نہ تھے بلکہ سلاطین اور بادشاہ تھے کیونکہ سلسلہ خلافت کا جناب رسالت مآب کي وفات کے تیس برس بعد ختم ہوگیا تھا *

سر ولیم میور اپني کتاب کے حاشیہ میں نہایت ضعیف اور نہایت غیر مستند روایتیں واقدي سے نقل کرتے ہیں - اُن روایتوں میں اخیر روایت یہہ ہی کہ خلیفہ عمر جانشین ابوبکر نے سنت کے قلمبند کرنے کا ارادہ کیا اور ایک مہینہ تک اس باب میں اللہ جلشانہ سے دعا کي — لیکن آخر کار جب اس کام کے شروع کرنے پر آمادہ ہوئے تب یہہ فرماکر باز رہے کہ " مجھکو ایک قوم کا ذکر یاد ہی جنہوں نے اسي قسم کي تحریرات قلمبند کي تھیں اور کتاب رباني کو چھوڑ کر اُنپر عمل کیا تھا " *

یہہ روایت جس طرز بیان میں واقدي نے نقل کي ہی وہ ایسي ہے جیسي کہ اس قسم کي روایتوں میں ایک افواھي باتیں شامل ہوجاتي ہیں - در اصل صرف اتني بات ہی کہ حضرت عمر احادیث کے جمع کرنے کے برخلاف تھے اور اُنکو یقین تھا کہ حدیثوں کا ٹھیک ٹھیک طور پر جمع ہونا نہایت مشکل ہی اور اُنکے جمع ہونے سے بالشبہہ ایسي ہي خرابي پیدا ہوگي جیسي کہ یہود کے ہاں پیدا ہوگئي *

اختلاف روایات کے اسباب یعني انسان کے حافظہ کا عام ضعف - غلطیاں - مبالغہ — تعصب - حمایت اور نیز وہ تفرقہ اور فساد جو بعد شہادت حضرت عثمان کے اسلام میں پھیل گیا تھا سر ولیم میور نے بیان فرمایا ہی - اُسکے بعد لکھتے ہیں کہ " اسي صدي میں روایات نے جڑ پکڑي اور مستقل شکل حاصل کي - اختتام صدي پر روایات موجودہ کي باقاعدہ تلاش شروع ہوئي اور باضابطہ لکھي گئیں - وہ نمونہ جو اُسوقت ڈھالا گیا تھا کم سے کم اپنے مخصوص ہیئت پر برابر چلا آیا " *

ہمکو اس مقام پر اختلاف روایات پر بحث کرنے کي ضرورت نہیں ہی کیونکہ ہم اُس کو اوپر بیان کرچکے ہیں — لیکن ہمکو اس بات کے دیکھنے سے نہایت تعجب آتا ہی کہ اگرچہ سرولیم میور کے نزدیک قریب قریب تمام موجودہ روایات اسلام محض بناوتي ہیں با این ہمہ اُنہوں نے اپنے سب بیانات کو واقدي کي روایت پر مبني کیا ہی جس میں ضعیف ترین روایات منقول ہیں اور طرفہ یہہ ہی کہ ان سب روایتوں کو ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں — حالانکہ تحقیق اور غیر متعصبانہ تصنیف کے مسلمہ قوانین کي روسے اور نیز مطابق اپنے عقیدہ کے اُن کو لازم تھا کہ اول احادیث صحیحہ اور موضوعہ کي تحقیق اور تمیز کرتے اور پھر مذہب اسلام اور باني اسلام کي نسبت معترض ہوتے — تمام عیسائي مصنفوں کي تصنیفات میں جنہوں نے دین اسلام کي نسبت لکھا ہی اسيؔ امر ضروري کي کوتاہي پائي جاتي ہی مگر وہ اپنے عیبوں کو نہایت خوش گواري سے ہضم کرجاتے ہیں اور دوسروں کي نسبت عجیب و غریب پیرایہ میں نکتہ چیني کرنے کو موجود ہوتے ہیں *

اگر سرولیم میور کي محض یہہ غرض ہی کہ روایات اسلام کا لغو اور غیر معتبر اور موضوع ہونا لوگوں کو معلوم ہوجاوے تب بھي مذہب اسلام کي کچھہ بیحرمتي اور ذلت نہیں ہی — مسلمانوں نے اس امر کو کچھہ چھپا نہیں رکھا - کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر کتابیں احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ میں تمیز کرنے کي غرض سے لکھي گئي ہیں اور اُن کي صحت اور درجہ اعتبار کے جانچنے کے لیئے اصول و قواعد اور سخت امتحانات قرار دیئے گئے ہیں — جھوٹي حدیثوں کے بنانے والے گنہگار ٹھہرائے گئے ہیں اور اسي قسم کي اور باتیں اسي غرض سے کام میں لائے گئے ہیں - ہم اس بات کے بیان کرنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ اس باب میں یہود کے مذہب کا حال بدتر اور عیسائي مذہب کا حال بدترین ہی — مذہب عیسوي میں موضوعہ کتابوں اور بیشمار رسالوں کي وجہہ سے کتب دیني جو روزانہ ہر کلیسا میں مستعمل ہوتي تھیں بہت بڑہ گئي تھیں اور دیندار لوگوں کے باہم بے انتہا مناقشوں اور قضیوں کي باعث ہوگئي تھیں - جبکہ قسطنطین اعظم نے دین عیسوي قبول کیا تو منجملہ اور اغراض کے جن کے واسطے اُس نے

مجلس نیس (نسیا) کو سنه ٣٢٠ع میں جمع کیا تھا ایک یہہ بھي غرض تھی که صحیح اور موضوع اناجیل میں تمیز کي جاوے *

والتهر لکھتا هی که " عیسائیان سابق اس بات سے مورد نفرین تھے که اُنھوں نے عیسی کے نام پر صنعت توشیح میں چند اشعار لکھکر ایک پرانے کاهنه کیطرف منسوب کیئے تھے اور حضرت عیسی کي طرف سے بادشاہ اوڈیسا کے نام جعلي خطوط بنائے جس زمانه میں که کسي ایسے بادشاہ کا وجود بھي نه تھا - حضرت مریم کے خطوط — سینیکا کي جانب سے پلوس کے نام کے خطوط - پلاط کے خطوط اور افعال - مصنوعي اناجیل - جھوٹے معجزات - اور اور هزاروں جعلسازیاں اور فریبوں کے الزامات بھي لگائے گئے تھے یہاں تک که حضرت عیسی کے بعد دو یا تین صدیوں کے اندر اس قسم کي کتابوں کي تعداد کثیر هوگئي تھي *

وہ اهم مسئله دربارہ الوهیت مسیح' جس نے که کلیساے نصاری میں هل چل ڈالدي تھي مجلس نیس میں جو روم کے بادشاہ قسطنطین نے سنه ٣٢٥ ع میں منعقد کي تھي طی هوا — اس مجلس میں اتھارہ بشپ اور دو هزار پادریوں نے حضرت مسیح کي الوهیت سے انکار کیا اور اُسپر حجت کي لیکن سب سے سخت مباحثوں اور مناظروں کے بعد یہہ بات قرار پائي که حضرت مسیح خدا کے اکلوتے بیٹے هیں — خداے پدر سے پیدا هوئے هیں (نعوذ باللہ منها) ایریس جو منجمله اتھارہ بشپہاے معترضین کے تھا فرقه یونیٹیرین (موحدین) کا سرغنه هوا یعني اُن لوگوں کا جو حضرت مسیح کي الوهیت کے منکر تھے اور اسي بناء پر بالزام بیدیني جلا وطن کیا گیا — لیکن تھوڑے هي عرصه کے بعد اُس کو قسطنطنیه میں پھر بلالیا اور اپنے عقاید کو فوقیت بخشنے میں کامیاب هوا حتی که تمام صوبجات روم میں اُنھوں نے رواج پایا - باوجود اس کے که اُس کے سخت مخالف آثاناسیوس نے جو فرقه تثلیثیه کا سرگروہ تھا از حدکوشش کي-اسي مجلس نیس کي کارروائیوں کے تتمه میں مرقوم هی که آباے کلیسا نے اس امر کي تحقیق میں نہایت حیران اور ششدر هوکر که توریت اور انجیل میں کونسے صحیفے صحیح اور کونسے غیر صحیح هیں اُن سب کو بلا تمیز و لحاظ ایک قربان گاہ پر رکھدیا - سنا هی که جو صحیفے لایق تفسیخ تھے زمین پر گر پڑے *

دوسري مجلس سنه ٣٨١ ع میں قسطنطنیه میں منعقد هوئي تھي جن میں اُن امور کي جو روح‌القدس کے بارہ میں مجلس نیس نے غیر منفصل چھوڑ دیئے تھے تشریح کي گئي تھي اور اسي موقع پر یہہ عقیدہ قرار پایا که روح‌القدس بلاشک وہ رب هی جو باپ سے نفاذ پاتا هی اور باپ اور بیٹے کے ساتھہ باهم مخلوط هوکر اُس نے احترام حاصل کیا هی — سنه ٤٣١ ع میں تیسري عام مجلس نے جو بمقام افیسس مجتمع هوئي تھي یہہ فیصله کیا که حضرت مریم بلاشک ام‌اللہ تھیں - خلاصه یہہ که حضرت عیسی میں

دو صفتیں تھیں اور ایک وجود – نویں صدی میں کلیسائے روم اور یونان کے مابین وہ اختلاف و تفرقہ عظیم واقع ہوا جس کے بعد شہر روم میں تخمیناً اُنتیس خونریز مشاجرات کرسی پوپ کے حصول کے واسطے واقع ہوئے " *

سر ولیم میور اُن مضرت آمیز اسباب کا ذکر کرکے جو خلیفہ مامون الرشید کی متعصبانہ عملداری میں اپنی کارروائی کررہے تھے اور یہہ بیان کرکے کہ " روایتوں کا عام طور سے جمع ہونا ایسے ہی اسباب کی وجہہ سے عمل میں آیا " یہہ فرماتے ہیں کہ " خراب اور بے اصل مادہ کی کثرت خود مسلمانوں ہی کی چھان بین کے اندازہ سے قیاس کی جاسکتی ہی اُن کا قول ہی کہ اس باب میں ڈاکٹر ویل کی رائے قابل اعتماد اور تعریف ہی – ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ ایسے وقت میں روایات زبانی پر اعتماد کرنے نے جبکہ وہ حافظہ سے منتقل ہوتی آئی تھیں اور ہر روز نئے نئے اختلافات اسلام میں پیدا کرتی تھیں اختراع اور بغاوت کے لیئے ایک وسیع رستہ کھولدیا جبکہ کسی دینی یا دنیوی معاملہ کی حمایت کی ضرورت ہوتی تو اس سے سہل کوئی بات نہ تھی کہ پیغمبر صاحب کی کسی زبانی روایت کا حوالہ دیتے — اس قسم کی روایات کی اصلیت اور جس طور سے کہ محمد (صلعم) کے نام کو تمام دروغ اور بیہودہ ممکنات کی تائید میں بدنام کرتے تھے اس امر سے صاف صاف ذہن نشین ہوسکتا ہی کہ بخاری نے جو علما سے روایات حاصل کرنے کے واسطے ملکوں ملکوں پھرا تھا بہت سے برسوں کی چھان بین کے بعد اس بات پر قرار پکڑا کہ منجملہ چھہ لاکھہ روایات کے جنکا اُس زمانہ میں مروج ہونا تحقیق ہوا تھا صرف چار ہزار معتبر اور مستند تھیں اور اس منتخب تعداد میں سے یورپین محقق کم سے کم نصف کے خارج کرنے پر بلا وسواس مجبور ہوتا ہی — اُس زمانہ کے با لیاقت جامعین کے تجربہ سے بھی یہی منکشف ہوتا ہی – اسی طرح ابو داؤد کی نسبت بھی سنا گیا ہی کہ پانچ لاکھہ روایتوں میں سے جو اُس نے جمع کی تھیں چار لاکھہ چھیانوے ہزار کو خارج کردیا اور صرف چار ہزار کو مستند قرار دیا " *

اس جگہہ ہم اس بات پر کہ تعداد روایات خارج شدہ کی کیا اصلیت ہی اور کس اصول پر خارج شدہ روایتیں خارج کی گئی تھیں اور آیا اُس سے اُن کل روایتوں خارج شدہ کا موضوع ہونا لازم آتا ہی یا نہیں بحث کرنی نہیں چاہتے بلکہ ہم ڈاکٹر ویل اور سر ولیم میور دونوں کی رائے سے متفق ہو جاتے ہیں – لیکن اس کے ساتھہ ہم اس بات کا بھی افسوس کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ویل کے اس بیان کے بموجب کاربند ہونے کے بجائے کہ " چار ہزار روایات منتخبہ بخاری میں سے یورپین محقق کم سے کم نصف کے خارج کرنے پر بلا وسواس مجبور ہوتا ہی " یورپین محققوں نے جن میں سر ولیم میور سب سے نمبر اول ہیں بخاری کی چار ہزار روایات پر بھی قناعت نہ کرکے اپنی تصنیفات کو

واقدي - هشامي — مولود نامه - معراج نامه اور اور کتابیں ہیں جن میں بجز بیہودہ باتوں کے اور کچھ نہیں ہی اور جن کو خود مسلمانوں ہي نے خارج کردیا ہی مبني کرنے کي جانب مايل ہوئے ہیں *

سر وليم ميور بیان کرتے ہیں کہ " جامعین نے گو کہ وہ غیر معتبر روایات کے اخراج میں بیدھڑک تھے روایات معتبر کي تميز میں کسي عمدہ قانون کا برتاؤ نہیں کیا " اس کي تشریح وہ اگلے جملہ میں اسطرحپر کرتے ہیں کہ " مضمون روایت سے کچھہ بحث نہ تھي بلکہ محض نام ہي جن کي طرف وہ روایت منسوب ہوتي تھی مسئلہ اعتبار کو حل کردیتے تھے — اگر یہہ نام الزام سے مبرا ہوتے تو روایت مستند قرار پاتي - کوئي بیہودگي کیسي ہي صریح کیوں نہ ہو کسي روایت کو جو اس امتحان میں پوري ہوتي روایات مستندہ کے رتبہ سے خارج نہیں کرسکتي تھي " *

سر وليم ميور کا یہہ بیان ہمارے نزدیک بالکل صحیح ہی مگر اُنہوں نے اُس موضوع سے جسپر جامعین حدیث نے حدیثوں کو جمع کیا غور نہیں کي - جس وقت کہ حدیثیں جمع نہیں ہوئي تھیں اور اول اول اُن کے جمع ہونے کا کام شروع ہوا تو پہلا کام جامعین حدیث کا یہہ تھا کہ جہاں تک ممکن ہو صرف اُن کے راویوں کي معتبري تحقیق کرکے اُن حدیثوں کو قلمبند کرلیں بشرطیکہ بادي النظر میں کوئي ایسا امر جو اُس حدیث کي صحت میں مخل ہو موجود نہ ہو - دوسرا کام اُن حدیثوں کي معتبری اور نامعتبري کا بلحاظ اُن کے مضامین کے تھا اسکا وقت اُن جامعین کو نہیں ملا تھا کیونکہ پہلا ہي کام جو اُنہوں نے کیا وہي نہایت سخت اور مشکل تھا — اگرچہ پچھلے لوگوں کے دلوں میں اُن بزرگوں کي جنہوں نے حدیثوں کو باعتبار راویوں کے جمع کیا تھا ایسا ادب اور ایسي عظمت جم گئي تھي کہ اکثروں نے اُس دوسرے کام کي نسبت جو باقي رہا تھا توجہہ نکي لیکن بہت سے علماء محققین ایسے گذرے ہیں جنہوں نے اس دوسرے فرض کو بھي ادا کیا ہی اور اُسکے لیئے قواعد بھي منضبط کیئے ہیں اور اصول حدیث کي کتابیں تصنیفیں کي ہیں اور بلحاظ مضامین حدیث کے حدیث کي معتبري اور نا معتبري قرار دینے کو فن درایت سے موسوم کیا ہی — قطع نظر اس کے اسوقت ہر ایک مسلمان کے اختیار میں ہی کہ بلحاظ اصول درایت کے جس کتاب کي حدیث پر چاہے اُس کے معتبر اور نا معتبر ہونے کي بحث کرے اور جسکو نا معتبر سمجھے اُسکو نہ مانے *

سر وليم ميور اپنے بیان کے ضمن میں راویوں کے ایماندار ہونے کو تسلیم کرتے ہیں مگر ساتھہ ہي اُسکے یہہ بھي کہتے ہیں کہ موضوع روایتیں معتبر روایتوں کے ساتھہ مخلوط ہوگئي ہیں اور بغرض تمیز مابین صحیح اور موضوع روایتوں کے اسطرحپر لکھتے ہیں - کہ " وہ امور جن پر کسي روایت کي اعتبار کا غلبہ بالخصوص منحصر ہونا چاہیئے یہہ معلوم ہوتے

هیں کہ آیا مسلمانوں میں بالعموم مضمون مروی کی جانب رعایت اور طرفداری پائی جاتی تھی یا نہیں دوم یہہ کہ آیا راویوں میں کسی خاص غرض - تعصب — یا کسی غرض کے آثار پائے جاتے هیں یا نہیں اور سوم یہہ کہ آیا راوی کو واقعات کے علم کا بذات خود موقع ملا تھا یا نہیں " *

ان تین قواعد معینہ سر ولیم میور میں اخیر کے دو قواعد کے تسلیم کرنے میں همکو کچھہ کلام نہیں هی کیونکہ یہہ دو بھی منجملہ أنہیں قواعد کے هیں جنکا همنے اوپر ذکر کیا هی — قاعدہ اول کی نسبت هم حیران هیں کہ بغیر زیادہ کسی تفصیل کے هم أس کو اس بات کے لیئے کہ آیا فلاں حدیث صحیح هی یا غلط اور کسقدر صدق یا کذب أس میں موجود هی کس طرح پر قاعدہ قرار دیں *

اس حیرانی کے رفع کرنے کو همنے أس تفصیل کی طرف رجوع کی جو أس کی نسبت سر ولیم میور نے تحریر فرمائی هی — وہ مذکورہ بالا امر پر دو طرح سے نظر ڈالتے هیں یعنی زمانہ کے لحاظ سے اور مضمون کے لحاظ سے - زمانہ کو وہ چار حصوں میں تقسیم کرتے هیں — پہلا حصہ أس وقت تک شمار کرتے هیں " جب تک کہ محمد (صلعم) کی شہرت شروع نہیں هوئی تھی " وہ بیان کرتے هیں کہ " پیغمبر صاحب کے اس زمانہ کے حالات کے شاهد یا تو عمر میں أن سے چھوٹے یا أن کی برابر هیں اس واسطے پیغمبر صاحب کی ولادت سے پیشتر کے واقعات یا أن کی طفولیت کے حالات کے باب میں أن کی شہادت معتبر نہیں هی اور أن کی نوجوانی کے سوانح بھی ان میں سے بہت کم اشخاص نے مشاهدہ کیئے هونگے " *

بظاهر یہہ بیان لوگوں کے خیال میں صحیح معلوم هوتا هوگا - لیکن اس میں غلطی یہہ هی کہ سر ولیم میور نے سب سے اول یہہ فرض کرلیا هی جیسا کہ أنہوں نے خود لکھا هی کہ " روایت کی سب سے پہلی ترویج کا زمانہ پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد هوا تھا " مگر اس رائے کے برخلاف محکم ترین دلائل موجود هیں اور ثابت هی کہ روایات کے بیان کرنے کی رسم جناب پیغمبر خدا کی حیات میں شروع هوئی تھی — دوم یہہ کہ صاحب موصوف نے اس بات کو ایک امر واقعی تسلیم کرلیا هی کہ جملہ اصحاب اور وہ بھی جنھوں نے جناب پیغمبر خدا کی حیات میں وفات پائی تھی یا تو جناب پیغمبر خدا سے چھوٹے تھے یا أن کی هم عمر تھے اور یہہ امر تاریخی واقعہ کے برخلاف هی اور صحابہ بھی بلحاظ عمر کے اتنے تو ضرور هی تھے کہ جناب پیغمبر خدا کی ولادت سے ذرا پیشتر کے واقعات اور نیز أن کے بچپن اور جوانی کے حالات کو بچشم خود مشاهدہ کیا هو اور أن کو صحیح صحیح یاد رکھہ کر اوروں سے بے کم و کاست نقل کیا هو اور ایسے هی لوگوں کے بیان کو هم مستند قرار دیتے هیں *

علاوہ اس کے کسی واقعہ کے صدق کی تحقیق کو محض گواہان معائنہ کی موجودگی پر موقوف رکھنا شہادت کے قواعد معینہ سے جن کو تمام شایستہ اور مہذب قوموں نے تسلیم کرلیا ہی سراسر انحراف کرنا ہی — گواہان معائنہ کے سوا اور بھی چند امور ہیں جنکا عمل ایسا ہی مستحکم ہوتا ہی اور کسی واقعہ کے صدق یا کذب کو ضرور قایم کردیتے ہیں — صرف اسقدر فرق ہی کہ ہر واقعہ جس کی نسبت کوئی معتبر گواہ معائنہ تصدیق کرے فی الفور تسلیم کرلیا جاتا ہی اور صورت ثانی میں تواتر اور کثرت رایوں کی اُس کی صحت کو بتلاتی ہیں — پس جناب پیغمبر خدا کے کسی زمانہ کے واقعات کی تصدیق میں ہم اس سے زیادہ اور کچھہ نہیں کرسکتے کہ اُن مسلمہ قوانین کی شہادت کے بموجب جو انسان کے قوائے عقلی نے بدون لحاظ کسی مذہب کے مرتب کئے ہیں گواہ کے بیان کے صدق کا امتحان کریں *

سرولیم میور بیان کرتے ہیں کہ " اگر کسی واقعہ کی جانب توجہہ بالتخصیص مائل نہو تو اُس کی نسبت کامل اور ٹھیک بیان کی اُمید رکھنی بے فائدہ ہوگی اور بہت سے برسوں کے گذرنے کے بعد ایسے گواہ سے زیادہ سے زیادہ یہہ توقع ہوسکتی ہی کہ واقعات قابل الذکر کا عام طور پر بیان کردے " — اس اصول کو صاحب موصوف جناب پیغمبر کی سوانح عمری کے اُس زمانہ تک جبکہ بقول اُن کے جناب پیغمبر خدا ایک فریق کے سرگروہ ہوگئے نہایت شدومد سے مستعمل کرتے ہیں اور اُس کو اُس زمانہ کے پیشتر تک وسعت دیتے ہیں جبکہ بقول اُن کے " آنحضرت نے علانیہ دعوے نبوت کیا تھا اور شرک سے ممانعت کی تھی اور اہالیان مکہ سے کھلم کھلا لڑائی اختیار کی تھی " — اور اس بیان سے یہہ نتیجہ پیدا کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا کے اُن حالات کا ٹھیک ٹھیک اور قرار واقعی دریافت ہونا جب تک کہ اُنہوں نے عام شہرت حاصل نہیں کی تھی غیر ممکن ہی *

سرولیم میور کے اس فرضی اصول کو جو اُنہوں اپنی ذہانت سے اختراع کیا ہی ہم بلا وسواس مان لیتے اگر ہم اس تردد میں نہوتے کہ اگر یہہ اصول مان لیا جاوے تو حضرت موسی اور حضرت عیسی کی اُس سوانح عمری کی نسبت جو اُن کی شہرت حاصل کرنے سے پیشتر وقوع میں آئی تھی کیا کہا جاوے گا — کیا " اُن کی نسبت بھی کامل اور ٹھیک ٹھیک بیان کی اُمید رکھنی بے فائدہ ہوگی " اور کیا اُن حالات کا ٹھیک ٹھیک اور قرار واقعی دریافت ہونا غیر ممکن ہوگا *

ہمکو جناب پیغمبر خدا کے اُس زمانہ کی سوانح عمری کی بہ نسبت حضرت موسی اور حضرت عیسی کے حالات قبل پیدایش اور وقت پیدایش اور اُنکے ایام طفولیت اور ایام جوانی کی سوانح عمری سے زیادہ تر غرض ہی — کیونکہ ہم جناب پیغمبر خدا کے کسی واقعہ ماقبل ولادت اور اُنکی کسی سوانح عمری ایام طفولیت کو ایسا نہیں پاتے جسکی صحت پر آنحضرت کی نبوت کی صحت کا

مدار هو اور همکو آنحضرت کے تمام حالات زندگي میں ایک امر بهی ایسا نہیں دکھائي دیتا جسکي اصلیت آنحضرت کي عمر کے غیر مشہور زمانہ کے کسي واقعہ کي صحت پر موقوف ہو — مگر حضرت موسی اور حضرت عیسی کے باب میں ایسا نہیں هی — اُن دونوں انبیاء علیہم السلام کي عمر کے تمام مشہور زمانہ کي اصلیت اُنکي عمر کے غیر مشہور زمانہ کي صحت پر منحصر هی — همکو کس طرح اس امر کا یقین هوسکتا هی کہ وہ لامعلوم بچہ جسکو فرعون کي بیٹي نے دریاے نیل میں ایک صندوق میں بہتا هوا پایا تها عمران کا حقیقي بیٹا تها جسکو کہ تمام دنیا حضرت موسی کہتي هی — اور همکو کس طرح اسبات کا یقین کلي هوسکتا هی کہ وہ بچہ جسکو هم " کلمة اللہ " اور " روح اللہ " اور عیسائی " ابن اللہ " کے خطابوں سے مخاطب کرتے هیں اور جسکي نسبت یقین هی کہ بن باپ کے پیدا هوا تها داؤد کي نسل میں سے تها اور وہ وهي تها جسکو اب عیسی مسیح کے نام سے تعبیر کرتے هیں — یہہ دونوں امر جو موسوي اور عیسوي مذهب کي بنیاد هیں ایسے اسرار سے بهرے هوئے هیں جنکا ثابت کرنا ایسا محال اور ایسا غیر ممکن هی جیسا کہ دنیا میں کسي چیز محال اور غیر ممکن کا ممکن ثابت کرنا هی — اگر هم سر ولیم میور صاحب کے اصول مندرجہ بالا کو صحیح تسلیم کرلیں تو همکو اندیشہ هی کہ مبادا همارے مذهب کے حق میں مضر هو کیونکہ هم بهي حضرت موسی اور حضرت عیسی پر اعتقاد کامل رکھتے هیں — چونکہ اس خیال سے همارا دل تهراتا هی اسلیئے هم سے یہہ اُمید هرگز رکھني نہیں چاهیئے کہ هم ایسے ضرر رساں اصول کو منظور کریں *

همکو صرف اس زباني بیان سے کہ سر ولیم میور کا اصول غیر صحیح هی تسکین نہیں هوتی بلکہ هم زیادہ بحث کرکے اُس سقم کو دریافت کرینگے جس سے محمد رسول اللہ اور حضرت عیسی اور حضرت موسی کي زندگي کے غیر مشہور زمانہ کے حالات کو صحیح ماننے میں حیراني هوتي هی *

یہہ سقم جسکو هم دریافت کرنا چاهتے هیں سر ولیم میور کے الفاظ " بہت سے برسوں کے گذرنے کے بعد " کے غیر مصرح هونے سے واقع هوا هی اور ایسا کلام شہادت کے مسلمہ قوانین کے برخلاف هی اُنکو بجاے اُن الفاظ کے اس طرح کہنا چاهیئے تها کہ " ایسے زمانہ کے انقضاء کے بعد جو ایک جائز تحقیق اور نتیجہ کي صحت کے احتمال کو غیر ممکن کردے " لیکن جناب پیغمبر خدا کے غیر مشہور زمانہ حیات کو اسقدر عرصہ نہیں گذرا تها زمانہ رواج روایت میں بہت سے آدمي زندہ موجود تهے جنہوں نے جناب پیغمبر خدا کي پیدایش اُنکا بچپن اُنکا لڑکپن اور اُنکی نوجواني دیکھي تهي اور گو بقول سر ولیم میور کے " اُن کا حافظہ اور خیال پیغمبر صاحب کي زندگي کے حالات کو بالتخصیص ذهن نشین کرنے میں مصروف نہ تها " تاهم اس سے یہہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ تمام چشم دیدہ

باتوں کو بھول گئے ہوں *

برخلاف اس کے جبکہ " ایک بیکس یتیم بچہ — ایک محض بے شر باشندہ " ایک ایسا شخص " جس کی نسبت تمام سکنائے مکہ میں سب سے کم یہہ گمان ہوسکتا تھا کہ اُس کے پروسیوں کی آنکھیں اُس کی طرف متوجہہ ہوں " اور جبکہ ایسا غیر مشہور شخص ایسا عام چال و چلن اختیار کرے جو اپنی نوعیت میں نہایت جلیل القدر ہو اور جو اُس کے خاندان اُس کے ہمسایوں اور اُس کے ہم وطنوں پر بالعموم شاق ہو تو قیاس اس کا مقتضی ہی کہ ہر شخص جو اُس سے قربت رکھتا ہوگا اُس کی زندگی کے غیر مشہور زمانہ کے حالات اور خفیہ طرز معاشرت اور افعال کی سخت چھان بین کریگا اور اُس کی خفیہ معاشرت کے ہر واقعہ کا اُسی طرح کے اُن واقعات سے مقابلہ کریگا " جو اُن سب کے روبرو واقع ہوئے ہوں اور جن کی نسبت وہ سب معائنہ کے گواہ ہوں *

سرولیم میور آگے چلکر بیان کرتے ہیں کہ " اس سے ضرور یہہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ جملہ صورتوں میں جن پر کوئی قاعدہ منجملہ قواعد متذکرہ صدر کے موثر ہوتا ہو صراحت ایک بڑی علامت بناوٹ کی ہوگی اور عیسائیوں کے لیئے فن تحقیق اور تدقیق کے اسی قسم کے قانون کا اختیار کرنا بہتر ہوگا کہ ہر روایت جس کی ابتدا واقعات مرویہ کے درحقیقت ہمعصر نہیں ہی حسب اندازہ صراحت بیان کے بیہودہ ہی — اس سے ہمارا (یعنی عیسائیوں کا) بیہودہ قصوں کی ایک تعداد کثیر سے پیچھا چھوٹ جاویگا جن میں کہ گندھے ہوئے بیان اور منجھے ہوئے کلام کی جزوی علامات نقلی کل کی تازگی کے ساتھہ موجود ہیں " *

جبکہ ہم نے یہہ ثابت کردیا ہی کہ سرولیم میور کے مذکورہ بالا قواعد شہادت کے اصول مسلمہ کی روسے سراسر غلط ہیں تو اس کے یہہ معنی ہیں کہ جو نتیجہ اُن قواعد سے مستنبط کیا ہی کہ " صراحت ایک بڑی علامت بناوٹ کی ہوگی " وہ بھی غلط ہی اور جناب پیغمبر خدا کی زندگی کے زمانہ غیر مشہور پر ٹھیک ٹھیک صادق نہیں آتا ہی — اُن کا یہہ بیان کہ " ہر روایت جس کی ابتدا واقعات مرویہ کے درحقیقت ہمعصر نہیں ہی حسب اندازہ صراحت بیان کے بیہودہ ہی " قانون شہادت کے خلاف ہی — اگر وہ اس طرح پر کہتے کہ " وہ روایت جس کا راوی — نہ یہہ کہ جس کی ابتدائے روایت — واقعات مرویہ کے درحقیقت ہم عصر نہیں ہی حسب اندازہ صراحت بیان بیہودہ ہی " تو گنجایش تھی *

وہ نتیجہ جو سرولیم میور نے عیسائیوں کے فن تحقیق وتدقیق کے قانون کو روایات اسلام پر مستعمل کرنے سے حاصل کیا ہی یہہ ہی کہ " بیہودہ قصوں کی ایک تعداد کثیر سے اُن کا پیچھا چھوٹ جاوے گا جن میں کہ گندھے ہوئے بیان اور منجھے ہوئے کلام کی علامتیں

نقلي كل كي تازگي كے ساتهه موجود هوں و ليكن همكو اس بات كے كهنے سے نهايت افسوس هوتا هى كه صاحب موصوف نے اس استنباط ميں بهي غلطي كي هى كيونكه يهه استنباط بري شهادت كے مسلمه قوانين كے سراسر خلاف هى جب كبهي كوئي ايسي روايت بيان كي جاتي هى جسميں كه تمام جزوي علامتيں كل كي تازگي كے ساتهه موجود هوں اور جو امتداد زمانه كي وجهه سے غير ممكن معلوم هوتي هيں تو اس بناء پر جو شبهه پيدا هوتا هى راوي كي نسبت هوتا هى كه اُسكو كيونكر يهه تفصيل ياد رهي نه مضمون روايت كي نسبت كيونكه اُسكا صحيح هونا حيز امكان سے خارج نهيں هى اور اس لئے اس سے يهه نتيجه پيدا هوتا هى كه جب جامعين روايات كو قواعد منضبطه كے بموجب راوي كا چال چلن هر طرح بے لوث ثابت هو جاوے اور اُس كے حافظه پر اعتماد هو اور اُن واقعات كے ياد رهنے كا بهي امكان هو تب مضمون روايت كو بهي صحيح تسليم كرنے ميں كچهه شك او شبهه نهيں رهتا *

اس كے بعد سروليم ميور دوسرے زمانه كي طرف رجوع كرتے هيں "يعني" وه جداگانه حصه زمانه كا جو — محمد (صلعم) كے مشهور حصه عمر اور فتح مكه كے مابين حائل هوتا هى " — اُنكے كل بيان كا لب لباب يهه هى كه هم اُن روايات كو معتبر تسليم نهيں كرسكتے جنميں " بغاوت كے افعال " — " بے بنياد اتهامات " اور مبالغه آميز الزامات جو محمد (صلعم) كے مخالفوں كيطرف عايد هوتے هيں منقول هيں كيونكه تمام كفار نے جو مكه كے رهنے والے خواه مدينه كے رهنے والے تهے سب نے اسلام قبول كرليا تها اور تمام يهودي عيسائي اور مشركين نكالديئے گئے تهے اور اب كوئي ايسا شخص وهاں نه رها تها جو ايك طرفه بيان كي ترديد كرتا اور چونكه خود محمد (صلعم) كفار پر لعنت كيا كرتے تهے تو كب ممكن تها كه كسي مسلمان كو اُنكي حمايت كي جرأت هوتي اور اسي وجهه سے " اهل روايت بهي كفار سے نفرت كرتے تهے " اور مورخين هميشه " اُس شهادت كي طرز پر جو اُن كے خلاف هوتي تهي آنكهه لگائے رهتے تهے *

بغير اس كے كه هم اس مقام پر بيان كو طول ديں يا يهه كهيں كه صاحب موصوف كا يهي قول اور انبياء عليهم السلام اور اُن كے متبعين پر بهي صادق آتا هى خصوصاً اُس زمانه پر جب كه حضرت موسى نے نهايت بيرحم لڑائيوں كے بعد تمام كفار كو نيست و نابود كرديا تها اور جب كه قسطنطين اعظم كے زور سے تمام لوگوں نے عيسائي مذهب قبول كرليا تها — مگر هم اس امر كو اس كتاب كے پڑهنے والوں كي منصفانه راے پر چهوڑتے هيں اور يهه سوال كرتے هيں كه آيا يهه ممكن هى كه نيكي — ايمانداري — اور صداقت كے كل آثار يعني قانون قدرت كے وه بيش بها جوهر جو انسان كے قواے اخلاقي كا ماده هيں لاكهوں ذي فهم اشخاص كے سينوں سے يك لخت محو هوگئے هوں اور وه سب يكدل اور يك زبان هوكر بدترين افعال كي طرف مائل هوئے هوں يعني دروغ گوئي اور واقعات كي غلط بياني

کي طرف جو اُن سب کے روبرو واقع هوئے هوں اور جنکو اُن سب نے بچشم خود مشاهده کيا
هو - يهي امر يعني اُن واقعات کے گواهاں معائنه کي تعداد کا هزاروں اور لاکهوں کو پهونچنا
اُن واقعات کے غلط بياني کي عدم امکان پر دلالت کرتا هی *

ذاتي سوال پر غور کرنے کے وقت سر وليم ميور فرماتے هيں که " راوي کي اس هوس نے
که محمد صاحب کي صحبت ميں بار پاوے " کيونکه اُنکے نام کے ساتهه " شرافت و حرمت
مربوط تهي اور اُنکي دوستي حصول مدارج اور عزت کي باعث تهي " اور اس هوس نے که
" محمد صاحب کے کسي فرضي الهام يا معجزه سے علاقه قريبه حاصل کرے " کسواسطے که
"وحي ميں مذکور هونا سب سے بڑي ممکن الحصول عزت شمار کي جاتي تهي خلاف فطرت
واقعات کے اختراع يا مبالغه پر " جرأت بڑهائي اور " روايات کے مبالغه غلط بياني اور نيز
ايجاد کي باعث هوئي " *

جب کوئي مصنف ايسے سوال راے اور تعصب کي وجهه سے بالکل طرفدار بنجائے
تو اس ميں کچهه چاره نهيں — يهه کس طرح خيال ميں آسکتا هی کسي مذهب کے
ابتدائي زمانه کے معتقدين جو اپنے مذهب پر سچا اعتقاد رکهتے هوں اور جنکے دلوں کے
مخفي سے مخفي کونوں ميں بهي يهه اعتقاد هو که پيغمبر خدا کي سنت کا اتباع هماري
نجات کا يقيني اور محفوظ رسته هی اور اُنکے احکام سے سرتابي کرنا ضلالت ابدي کا موجب
هی يهه کس طرح ممکن هی که ايسے پاک اور پرهيزگار آدمي سب کے سب اپنے نبي کے
فرمانے کو بالاے طاق رکهکر اور اپني مقدس کتاب کے احکام اور نصايح سے آنکهه بند کرکے
دروغ گوئي - فريب دهي - اور رياکاري ميں يک لخت مبتلا هوگئے هوں - خلاصه يهه
که هر طرح کي بداعمالياں اور گناه اُن سے سرزد هوئے هوں - بطور مثال کے کسي مذهب
کو لو - هندو مذهب کو - بوده مذهب کو - ديگر مشرکوں کے مذهب کو - يهودي مذهب
کو - عيسوي مذهب کو معه اُس کے بهت سے فرقوں کيتهلک - پروتستنت - يوني ٹيرين -
ٹرينيٹيرين - ويزليئنز — بپٹسٹ — جمپرز - مورمنز وغيره کو تو تم ان ميں سے هر مذهب
کے ابتدائي زمانه کے معتقدين ميں نيکي — صداقت - ايمانداري — راست بازي —
سرگرمي — راسخ الاعتقادي — اور جان نثاري کي بو پاؤگے اور اپنے نبي کے احکامات
اور اپنے مذهب کے قوانين سے انحراف کرنے کے خيال هي سے اُنکو خائف اور هراساں
پاؤگے — همکو اپنے بيان کي تائيد اور تصديق کے لئے منجمله هزاروں مثالوں کے صرف
ايک هي مثال کافي هوگي اور وه يهه هی که جبکه زيد ابن ثابت سے حضرت ابوبکر
نے قران مجيد کے اجزاے منتشره کو ايک جگهه جمع کرنے کا ارشاد کيا تو کچهه عرصه
تک زيد ابن ثابت خوف کے مارے عالم سکوت ميں رهے اور پهرجب هوش و حواس
درست هوئے تو حضرت ابوبکر سے خوف اور غصه اور بے صبري کے ملے هوئے جوش

سے استفسار کیا کہ ایسے کام کرنے کی جو خود پیغمبر خدا کی موجودگی میں نہیں کیا گیا آپ کیونکر جسارت کرتے ہیں — پھر یہہ کسطرح ذہن میں آ سکتا ہی کہ اُن لوگوں نے جو پیغمبر خدا سے اسقدر خوف اور اُنکی اسقدر تعظیم کرتے تھے اور جو بجز صداقت کے اور کسی چیز کو نہیں جانتے تھے فی‌الفور ایسی برائیوں کے اختیار کرنے سے اپنے آپ کو ذلیل اور خوار کردیا ہو اور ایسے گناہ عظیمہ اُن سے سرزد ہوئے ہوں *

اسی طرح کی متعصبانہ طبیعت سے سرولیم میور آگے چلکر یہہ بیان کرتے ہیں کہ "ہم اس باب میں غیر مشتبہہ شہادت رکھتے ہیں کہ رعایت اور جانب داری نے روایت پر ایک گہرا اور مستقل نقش کردیا" اس کے بعد صاحب موصوف روایات موضوعہ کے رواج کے بہت سے اسباب کے ضمن میں یہہ کہتے ہیں کہ "قومی میلان عموماً تمام اسلام میں پھیلا ہوا ہی اس وجہہ سے اور بھی زیادہ مضر ہی" — اسی‌طرح "محمد صاحب کی توقیر اور اُنکو عجیب و غریب اوصاف سے متصف کرنے کی خواہش" سر ولیم میور کے نزدیک تمام قصوں کی ابتدا آنحضرت ہی سے ہوئی تھی — کیونکہ سر ولیم میور بموجب اپنے اعتقاد کے ذرا بھی شک نہیں رکھتے کہ "اصلی واقعات ایک وہمناک خیال کی رنگ آمیزی سے اسطرح آراستہ یا مبدل ہوگئے ہیں" — اسکے بعد سر ولیم کہتے ہیں کہ "محمد صاحب کی توقیر کی اسی عام خواہش کیطرف اُن مسلم معجزات کو بھی منسوب کرنا چاہیئے جن سے کہ اُن کی سب سے ابتدائی تاریخیں بھی مملو ہیں" — اس کے بعد سر ولیم میور نے اپنی بے انتہا خفگی اُن یہودی اور عیسائی عالموں پر ظاہر کی ہی جنہوں نے آنحضرت صلی‌الله علیہ وسلم اور اسلام کی بشارات کا ذکر کیا ہی — سر ولیم میور آنحضرت صلی‌الله علیہ وسلم کے نسب نامہ کو بھی موضوع اور بے اصل اس وجہہ سے بتلاتے ہیں کہ "پیغمبر اسلام کو حضرت اسمعیل کی اولاد میں خیال کرنے کی خواہش اور شاید ثابت کرنے کی کوشش اُن کی حیات ہی میں شروع ہوئی تھی" بعد اس کے وہ کہتے ہیں کہ "دلیل خلف سے بھی یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہی یعنی وہ روایتیں جو عمدہ شہادت پر مبنی اور مسلم تھیں اس لیئے کہ اوائل اسلام میں مشہور تھیں عموماً بے اعتبار یا بالکل خارج ہوگئیں کیونکہ اُن سے محمد صاحب کی تحقیر یا کسی فاسد عقیدہ کی تائید معلوم ہوئی" — پھر وہ کہتے ہیں کہ "اس معاملہ کی حالت کی وجہہ سے اس مقام کو اسقدر کامل طور سے ثابت کرنا جیسا کہ مقامات گذشتہ کو ثابت کیا گیا غیر ممکن ہی کیونکہ اب ہمکو اُن روایتوں کا جو اوائل میں ترک کردی گئی تھیں کچھہ پتا نہیں معلوم ہوتا" *

یہہ خلاصہ ہی سرولیم کے ایک طول طویل بیان کا جس سے صریح ثابت ہوتا ہی کہ وہ کوئی محققانہ تحریر نہیں ہی بلکہ *ایک* مخالف مذہب کی تحریر ہی اور ایسے طرز میں لکھی گئی ہی جو ایک متعصب مخالف کے مناسب اور موزوں ہی جو اپنے

بیانات اور اپنی زبان اور جائز تحقیق کی رعایت میں محتاط نہیں ہی اور جو اپنے مذہب کے سوا اور مذاہب کی باتوں پر اور بالخصوص اُس مذہب کی باتوں پر جس سے اُس کے مذہب کو کسی نہ کسی طرح پر مضرت پہونچتی ہو نہایت حقارت اور بے اصل شبہہ کی نظر سے دیکھتا ہی — اگر ہمسے ایسے بے موقع اور غیر معتدل بیانات کی نظیر طلب کی جاوے تو ہم اُن سخت اور کفر آمیز کلمات کا حوالہ دیں جو یہودی حضرت عیسی علیہ السلام اور اُن کے مذہب کے بارہ میں استعمال کیا کرتے تھے *

سر ولیم میور فرماتے ہیں کہ "روایتیں جو عمدہ شہادت پر مبنی تھیں کیونکہ اوائل اسلام میں مشہور تھیں عموماً بے اعتبار یا کل خارج ہوگئیں کیونکہ اُن سے محمد صاحب کی تحقیر یا کسی فاسد عقیدہ کی تائید معلوم ہوئی" *

مگر یہہ کیسا غلط بیان ہی اور یہہ کیسی عجیب بات ہی کہ جس امر کو وہ خود اسقدر اعتماد اور گھمنڈ کے ساتھہ نہایت صاف اور بے لاگ زبان میں بیان کرتے ہیں گویا کہ وہ درحقیقت ایک مسلم تاریخی واقعہ ہی اور شک و شبہہ کی گنجایش نہیں رکھتا ہی اُس کی نسبت کوئی سند نہیں پیش کرتے ہیں بلکہ نہایت دلجمعی سے اس معاملہ کو محض یہہ کہکر دفعتاً طی کرتے ہیں کہ " اس معاملہ کی حالت کی وجہہ سے اسمقام کو اسقدر کامل طور سے ثابت کرنا ... غیر ممکن ہی کیونکہ اب ہمکو اُن روایتوں کا جو اوایل میں ترک کردی گئی تھیں کچھہ پتا معلوم نہیں ہوتا " — کیا اسطرحؔ پر دلیل لانا ایک تعصب کا اثر نہیں ہی ؟ معہذا سر ولیم میور کا یہہ بیان بھی صحیح نہیں ہی کیونکہ وہ تمام اتہامات اور تحقیر کے الفاظ جو مشرکین اور یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کیا کرتے تھے مسلمانوں کی کتابوں میں بلکہ قرآن مجید میں بھی بیان ہوئے ہیں اور کوئی بات نہ خارج کی گئی ہی اور نہ مخفی کیگئی ہی — رہی یہہ بات کہ مسلمانوں کی روایات میں اختلافات واقع ہوئے تھے ہم تسلیم کرتے ہیں مگر ہم اُنکے اس تہمت آمیز اسباب کی طرف منسوب ہونے سے جو سر ولیم میور صاحب نے بیان کئے ہیں اعتماد کے ساتھہ انکار کرتے ہیں کیونکہ یہہ اختلافات محض اُن وجہوں سے عارض ہوئے ہیں جنکا ہم ذکر کرچکے ہیں *

ہمکو اس بات کے دریافت ہونے سے کہ عیسائی مصنفوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف غلط اور بیجا اتہامات ہی نہیں لگائے ہیں بلکہ بدون کسی وجہہ کے اپنے دل میں یہہ سمجھکر خوش ہوئے ہیں کہ ہمارے پیغمبر کے نام پاک پر اُنہوں نے دھبہ ثابت کیا ہی کچھہ بھی تعجب اور ملال نہیں ہوا ہی — کیونکہ بے اصل بات کچھہ بھی تعجب اور ملال کے لایق نہیں ہوتی مگر ان بے اصل خیالات کی بناء اسے اسپرنگر ایم ڈی سے معلوم ہوتی ہی جنہوں نے ایشیاٹک سوسئیٹی بنگال کے ایک جرنل یعنی ایک رسالہ میں اور

اور بعد ازاں اپنی کتاب لائف آف محمد میں اس مضمون پر بحث کی تھی — سر ولیم میور کی عمدہ خصلت اور لیاقتوں کی قدر سے جو ہمارے دل میں تھی اور نیز اُن کی بہت بڑی مہارت مشرقی علم ادب کی وجہہ سے ہمکو قوی اُمید ہوئی تھی کہ وہ ڈاکٹر اسپرنگر کے یکطرفہ بیانات اور الزامات کی کما حقہ موشگافی کرینگے اور ایک سنجیدہ تحقیقات اور منصفانہ رائے سے رسول عرب کی معصومیت کی حمایت کرینگے مگر افسوس کہ وہ اُمید کیسی بے اثر نکلی *

ڈاکٹر اسپرنگر سورہ " والنجم " کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ محمد صاحب نے قریش کے بتوں اور معبودوں کی نہایت تعریف کی اور اُن کو تسلیم کرلیا ' — اور جبکہ وہ سجدہ میں گئے قریش نے بھی سجدہ کرنے میں اُن کا اتباع کیا — اس تمام قصہ کی صحت کو وہ مصنف مواہب لدنیہ کے حوالہ پر مبنی کرتے ہیں *

سر ولیم میور اس مضمون پر یوں بحث کرتے ہیں کہ " بظاہر ایک خوب معتبر قصہ موجود ہی جس سے محمد صاحب کا کفار مکہ کے ساتھہ ایک عارضی موافقت اور مصالحت کرنا ثابت ہوتا ہی — وہ اپنے بیان کو واقدی اور طبری کے بیان پر مبنی کرتے ہیں اور خاصکر ایک دلچسپ عبارت پر جو اس قصہ کی اسناد کی تشریح میں مصنف مواہب لدنیہ نے لکھی ہی " جو اعتراضات وشکوک کو اسلام کی ضرر اور فساد عقیدہ کے خوف کی طرف منسوب کرتا ہی *

مصنف مواہب لدنیہ نے اپنی کتاب میں اس مضمون پر تمام مختلف روایتوں اور علماء کی رایوں کو لکھدیا ہی اور اسلیئے ہم اس مقام پر اُس کتاب کی عبارت کا بجنسہ نقل کردینا کافی سمجھتے ہیں اور اُسکے ساتھہ اُس کی کامل تشریح بھی کرینگے اور اس غرض سے کہ مطلب سمجھنے میں آسانی ہو مواہب لدنیہ کی عبارت کو جداگانہ دفعات میں منقسم کرتے ہیں *

اول — چند لوگ حبش کے ہجرت کرنے والوں میں سے آئے جبکہ رسول اللہ صلعم نے یہہ آیت پڑھی " والنجم اذا ھوی " (قسم ہی ستارہ کی جب نیچے کو آتا ہی) یہاں تک کہ جب آنحضرت اس آیت پر پہونچے " افرئیتم اللات والعزی و منات الثالثة الاخری " (کیا تم نے دیکھا لات اور عزی کو اور پھر منات کو جو تیسرا ہی) تو شیطان نے اُن کی تلاوت میں یہہ الفاظ ڈالدیئے " تلک الغرانیق العلی و ان شفاعتھن لترتجی " (یہہ بڑے بڑے ہیں اور اُنکی شفاعت کی اُمید ہی) پس جب آنحضرت نے سورة ختم کی تو سجدہ کیا مشرکوں نے بھی اُنکے

وقدم نفر من مہاجرة الحبشة حین قراء علیہ السلام و النجم اذا ھوی حتی بلغ افرائیتم اللات والعزی و منات الثالثة الاخری القی الشیطان فی امنیتہ ای فی تلاوتہ تلک الغرانیق العلی و ان شفاعتھن لترتجی فلما ختم السورة سجد صلی اللہ علیہ وسلم وسجد معہ المشرکون لتوھمھم انہ

ذکر آلهتهم بخیر و فشی ذلک بالناس واظهره الشیطان حتی بلغ ارض الحبشة ومن بها من المسلمین عثمان ابن مظعون واصحابه وتحدثوا ان اهل مکة قد اسلموا کلهم وصلوا معه صلی الله علیه وسلم وقد امن المسلمون بمکة فاقبلوا سراعاً من الحبشة —

ساتهہ سجدہ کیا کیونکہ اُن کو یہہ گمان ہوا تھا کہ رسول اللہ نے اُن کے خداؤں کو بھلائی سے یاد کیا — اور یہہ بات لوگوں میں پھیل گئی اور شیطان نے اُسکو مشہور کیا — یہانتک کہ ملک حبش میں اور اُن مسلمانوں میں جو وہاں تھے یعنی عثمان بن مظعون اور اُنکے ساتھیوں میں یہہ خبر عام ہوئی — اُن لوگوں نے آپسمیں گفتگو کی کہ مکہ کے سب لوگ اسلام لائے اور آنحضرت کے ساتھہ نماز پڑھی اور مسلمانوں کو مکہ میں امن ہوگیا — وہ لوگ بڑی تیزی سے حبش سے روانہ ہوئے

ولما تبین المشرکین عدم ذلک رجعوا الی اشد ماکانوا علیه —

دوم — اور جب مشرکین کو معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہی تو پہلے سے زیادہ سختی پر مایل ہوئے

وقد تکلم القاضی عیاض رضه فی الشفاء علی هذه القصة و توهین اصلها بما یشفی و یکفی لکن تعقب فی بعضه کما سیاتی —

سوم — قاضی عیاض نے "شفاء" میں اس قصہ پر اور اُسکی اصل کے سست ہونے پر کافی و شافی گفتگو کی ہی — لیکن اُس کے بعض حصوں پر گرفت کی گئی ہی — جیساکہ آتا ہی

وقال الامام فخر الدین الرازی مما لخصته من تفسیره هذه القصة باطلة و موضوعة لایجوز القول بها قال الله تعالی وما ینطق عن الهوی ان هو الاوحی یوحی وقال تعالی سنقرئک فلا تنسی —

چہارم — امام فخر الدین رازی نے کہا ہی — جیسا کہ میں نے انکی تفسیر کا ملخص سمجھا ہی کہ یہہ قصہ جھوٹ ہی اور گڑھا ہوا ہی — اُس کا بیان کرنا جایز نہیں ہی خدا نے کہا ہی کہ "آنحضرت اپنی خواہش نفسانی سے نہیں بولتے — وہ نہیں ہی مگر وحی جوکہ وحی بھیجی گئی" اور خدا نے کہا "ہم تمکو پڑھا دینگے سو تم نہ بھولوگے"

وقال البیهقی هذه غیر ثابتة من جهة النقل ثم اخذ یتکلم فی ان رواة هذه القصة مطعونون —

پنجم — بیہقی نے کہا یہہ ثابت نہیں ہی روایت کی روسے — پھر بیہقی نے اسبات پر گفتگو کی ہی کہ اس قصہ کے راوی مطعون ہیں

وایضا فقد روی البخاری فی صحیحه انه علیه السلام قرا سورة النجم و سجد معه المسلمون والمشرکون والانس والجن ولیس

ششم — نیز بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلعم نے سورہ نجم پڑھی اور اُن کے ساتھہ مسلمانوں اور مشرکوں اور آدمی اور جن نے سجدہ کیا — اس روایت میں غرانیق کی حدیث نہیں ہی — بلکہ یہہ حدیث بہت سے طریقوں

فيه حديث الغرانيق بل روي هذا الحديث من طرق كثيرة وليس فيها البتة حديث الغرانيق

سے مروي هی مگر کسی میں غرانیق کی حدیث مذکور نہیں ہی *

ہفتم — اور کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ جو شخص اسبات کو جایز رکھے کہ رسول اللہ نے

و لا شک ان من جوز علی الرسول تعظیم الاوثان فقد کفر لان من المعلوم بالضرورة ان اعظم سعیه کان في نفي الاوثان و لو جوزنا ذلک ارتفع الامان عن شرعه و جوزنا في کل واحد من الاحکام والشرایع ان یکون کذلک و یبطل قوله تعالی یاایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالته فانه لا فرق فی الفعل بین النقصان في الوحي والزیادة فیه فبهذه الوجوه عرفنا علی سبیل الاجمال ان هذا القصة موضوعة و قد قیل ان هذه القصة من وضع الزنادقة لا اصل لها انتهی

بتوں کي تعظیم کی تو وہ کافر ہی — کیونکہ یہہ تو بداهۃ معلوم ہی کہ آں حضرت کي بڑي کوشش بتوں کا مٹانا تہا — اور اگر ہم اس بات کو جایز رکہیں تو شریعت پر کچھہ اعتبار نہ رہیگا — اور ہمکو کل احکام و شریعتوں میں ایسا ہي جایز خیال کرنا لازم آئیگا اور خدا کا یہہ قول باطل ہو جائیگا کہ " اے رسول خدا کي طرف سے جو تجہپر اُتارا گیا ہی اُسکو لوگوں کو پہونچا اور اگر تونے ایسا نہ کیا تو تونے اپني رسالت کو نہیں پہونچایا " — کیونکہ کام کے اعتبار سے وحي کے گھٹانے میں اور زیادہ کردینے میں کچھہ فرق نہیں ہی — پس ان دلیلوں سے ہمنے مجملاً جان لیا کہ یہہ قصہ گڑھا ہوا ہی — اور کہا گیا ہی کہ یہہ قصہ زندیقوں کے موضوعات سے ہی جس کي کچھہ اصل نہیں ہی *

ہشتم — اور ایسا نہیں ہی بلکہ اُسکي ایک اصل ہی — کیونکہ اُسکو روایت کیا ہی

ولیس کذلک بل لها اصل فقد اخرجها ابن ابي حاتم والطبري وا بن المنذر من طرق عن شعبة عن ابي بشر عن سعید ابن جبیر و کذا ابن مردویه والبزار و ابن اسحاق في السیرة وموسی ابن عقبة في المغازي و ابو معشر في السیرة کما نبه علیه الحافظ عماد الدین ابن کثیر وغیره

ابن ابي حاتم و طبري و ابن المنذر نے متعدد طریقوں سے شعبہ سے اُنہوں نے ابو بشر سے اُنہوں نے سعید بن جبیر سے اور اسي طرح ابن مردویہ اور بزار اور ابن اسحق نے سیرت میں اور موسی ابن عقبہ نے مغازي میں اور ابو معشر نے سیرت میں جیسا کہ حافظ عماد الدین ابن کثیر وغیرہ نے بیان کیا ہی

نہم — لیکن کہا ہی کہ اُس کے سب طریقے مرسل ہیں اور یہہ کہ وہ صحیح طور

لکن قال ان طرقها کلها مرسلة وانه لم یرها مسندة من وجه صحیح و هذا متعقب بما سیاتي

سے مسند نہیں کي گئي ہی — اور اس پر اعتراض کیا گیا ہی جیسا کہ آگے آتا ہی

دہم — اور اسي طرح اُس کے اصل کے ثابت ہونے پر شیخ الاسلام اور حافظ ابوالفضل

کذا نبه علی ثبوت اصلها شیخ عسقلاني نے تنبیہ کي ہی سو کہا کہ روایت کیا ہی ابن ابي

الاسلام و الحافظ ابو الفضل
العسقلاني فقال اخرج ابن ابي
حاتم والطبري وابن المنذر من طرق
عن شعبة عن ابي بشر عن سعيد
بن جبير قال قرأ رسول الله صلى
الله عليه وسلم بمكة والنجم فلما بلغ
افرأيتم اللات والعزى ومنات الثالثة
الاخرى القى الشيطان على لسانه
تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن
لترتجى فقال المشركون ما ذكر
الهتنا بخير قبل اليوم فسجد
وسجدوا فنزلت هذه الاية وما ارسلنا
من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا
تمنى القى الشيطان في امنيته الاية -

حاتم اور طبري اور ابن المنذر نے متعدد طریقوں سے شعبہ سے
اُنہوں نے ابو بشر سے اُنہوں نے سعید بن جبیر سے کہا اُنہوں نے
کہ پڑھا رسول اللہ صلعم نے مکہ میں " والنجم " کو پس
جب پہونچے اس آیت پر " افرأیتم اللات والعزی و منات
الثالثة الاخری " شیطان نے آنحضرت کي زبان پر یہہ
الفاظ ڈال دیئے " تلک الغرانیق العلی و ان شفاعتهن
لترتجی " پس کہا مشرکوں نے آج سے پہلے کبھي محمد
نے همارے خداؤں کو بھلائي سے یاد نہیں کیا تھا — پھر
آنحضرت نے سجدہ کیا اور مشرکوں نے بھي سجدہ کیا پس
یہہ آیت اوتري وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبي
الا اذا تمنى القي الشيطن في امنيته اخیر آیت تک *

یازدهم — اور روایت کیا هی اُس کو بزار نے اور ابن مردویہ نے امیہ بن خالد کي

واخرجه البزار و ابن مردويه من
طريق امية بن خالد عن شعبة
فقال في اسناده عن سعيد ابن
جبير عن ابن عباس فيما احسب
ثم ساق الحديث وقال البزار
لا يروى متصلا الا بهذا الاسناد تفرد
بوصله امية بن خالد و هو ثقة
مشهور -

روایت سے امیہ نے شعبہ سے - پس کہا " اُس کے اسناد
جہاں تک میں جانتا هوں سعید بن جبیر کي روایت
ابن عباس سے هی " - پھر حدیث بیان کرنے لگے اور بزار نے
کہا - یہہ حدیث اتصال کے ساتھہ صرف اسي اسناد سے
مروي هی - اُس کے وصل کرنے میں امیہ بن خالد متفرد
هی اور وہ مشہور ثقہ هی *

دوازدهم — اور کہا کہ یہہ روایت کی گئي هی کلبي کے طریقہ سے اُسنے ابو صالح سے اُسنے

وقال انما يروى هذا من طريق
الكلبي عن ابي صالح عن ابن عباس
انتهى. والكلبي متروك لا يعتمد
عليه -

ابن عباس سے انتهی - اور کلبي چھوڑ دیا گیا هی اس پر
بھروسا نہیں کیا جاسکتا *

سیزدهم — اور اسي طرح اُس کو نحاس نے ایک دوسري سند سے روایت کیا هی،

و كذا اخرجه النحاس بسند
آخر فيه الواقدي و ذكرها ابن
اسحاق في السيرة مطولا و
اسندها عن محمد ابن كعب
وكذلك ابن عقبة في المغازي
عن ابن شهاب عن الزهري و

جس میں واقدي هے اور اُسکو ابن اسحاق نے کتاب سیرت
میں تفصیلاً ذکر کیا هی اور اُس کو محمد بن کعب سے
اسناد کیا هی اور اسي طرح ابن عقبہ نے مغازي میں ابن
شہاب سے اُس نے زهري سے اور اسي طرح ابو معشر نے سیرت
میں محمد بن کعب قرظي کے طریقہ سے و محمد بن

كذا ابو معشر في السيرة له عن محمد ابن كعب القرظي و محمد ابن قيس و اورده من طريقه الطبري واورده ابن ابي حاتم من طريق اسباط عن السدي و رواه ابن مردويه من طريق عباد ابن صهيب عن يحيى ابن كثير عن الكلبي عن ابي صالح وعن ابي بكر الهذلي و ايوب عن عكرمة و سليمان التيمي عن من حدثه ثلاثتهم عن ابن عباس واوردها الطبري من طريق العوفي عن ابن عباس و معناهم كلهم في ذلك و احد وكلها سوى طريق سعيد بن جبير اما ضعيف واما منقطع لكن كثرة الطرق تدل على ان للقصة اصلا —

قيس كے طريقه سے — اور طبري أسي كے طريقه سے لايا هى — اور ابن ابى حاتم لايا هى اسباط كے طريقه سے وه سدى سے — اور ابن مردويه نے أس كو روايت كيا هى طريقه عباد بن صهيب سے وه يحيى بن كثير سے وه كلبي سے وه ابو صالح سے اور ابوبكر هذلى سے اور ايوب سے وه عكرمه سے اور سليمان تيمي نے أن تين شخصوں سے جنهوں نے ابن عباس سے روايت كيا — اور طبري أس كو عوفي كے طريق سے لايا هى اور وه ابن عباس سے — اور سب كا مطلب ايك هي هى اور وه سب طريقے سواے سعيد بن جبير كے طريقه كے يا ضعيف هيں يا منقطع هيں — ليكن بهت سے طريقوں كا هونا اس بات پر دلالت كرتا هى كه قصه كي كچهه اصل هى *

چهار دهم — باوجود اس كے كه أس كے دو اور طريقے هيں جو مرسل هيں — اور أن

مع ان لها طريقين اخرين مرسلين رجا لهما على شرط الصحيح احدهما ما اخرجه الطبري من طريق يونس ابن يزيد عن ابن شهاب حدثني ابو بكر ابن عبدالرحمن بن الحرث عن ابن هشام فذكر نحوه و الثاني ما اخرجه ايضا من طريق المعتمر ابن سليمان وحماد ابن سلمة كلاهما عن داؤد ابن ابي هند عن العاليه —

كے راوي صحيح كي شرط كے موافق هيں — ايك تو وه جسكو طبري نے روايت كيا هى يونس بن يزيد كے طريقه سے يونس نے ابن شهاب سے كه حديث بيان كي مجهسے ابوبكر بن عبدالرحمان بن الحرث نے بن هشام سے پس أسي طرح ذكر كيا اور دوسرے وه جسكو طبري نے روايت كيا معتمر بن سليمان كے طريقه سے اور حماد بن سلمه كے طريقه سے دونوں نے داؤد بن ابى هند سے داؤد نے عاليه سے *

پانز دهم — كها حافظ بن حجر نے جرأت كي ابن العربي نے اپني عادت كے موافق

قال الحافظ ابن حجر و قد تجراء ابن العربي كعادته فقال ذكر الطبري في ذلك روايات كثيرة لا اصل لها وهو اطلاق مردود عليه و كذا قول القاضي عياض هذا الحديث لم يخرجه اهل الصحة ولا رواه ثقة بسند سليم متصل

پس كها كه " ذكر كيا طبري نے اس باب ميں بهت سي روايتوں كو جنكي كچهه اصل نهيں هى " — اور يهه مطلقا حكم لگانا رد كيا گيا هى اور اسي طرح قاضي عياض كا قول كه " اس حديث كو صحت والوں نے نهيں روايت كيا اور نه كسي ثقه نے كسي سند متصل صحيح سے روايت كيا — اس كے ساتهه أس كي نقل كرنے والے ضعيف هيں

مع ضعف نقلہ و اضطراب روایاتہ و انقطاع اسانیدہ وکذا قولہ ومن حکیت عنہ ہذہ القصۃ من التابعین والمفسرین لم یسندہا احد منہم و لا رفعہا الی صاحب واکثر الطرق عنہم فی ذلک ضعیفۃ واہیۃ —

اور اُس کی روایتوں میں اضطراب ہی اور اُس کی سندیں منقطع ہیں" اور اسیطرح قاضی عیاض کا یہہ قول کہ تابعین و مفسرین میں سے جن سے اس قصہ کی حکایت کی گئی ہی کسی نے اُسکو سند کے ساتھہ نہیں بیان کیا اور نہ کسی نے اُس کو کسی صاحب کی طرف مرفوع کیا اور اکثر طریقے جو اُنسے مروی ہیں ضعیف اور واہی ہیں *

شانزدہم — کہا کہ بزار نے بتادیا کہ یہہ حدیث کسی ایسے طریقہ سے مروی نہیں ہی

قال وقد تبین البزار انہ لا یعرف من طریق یجوز ذکرہ الا طریق ابی بشر عن سعید بن جبیر مع الشک الذی وقع فی وصلہ واما الکلبی فلا یجوز الروایۃ عنہ لقوۃ ضعفہ ثم ردہ من طریق النظر بان ذلک لو وقع لارتد کثیر ممن اسلم قال ولم ینقل ذلک انتہی —

جس کا ذکر کرنا جایز ہو بجز اس طریقہ کے جو ابو بشر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہی — لیکن با اینہمہ اُس کے وصل میں شک واقع ہوا ہی — لیکن کلبی تو اُس سے روایت کرنی جایز نہیں ہی بوجہہ اُس کے نہایت ضعف کے — پھر اس حدیث کو عقلاً رد کیا ہی کہ اگر یہہ واقعہ ہوا ہوتا تو بہت سے مسلمان مرتد ہوجاتے — حالانکہ یہہ کہیں منقول نہیں — انتہی *

ہفتدہم — اور یہہ سب باتیں قواعد حدیث کے مطابق نہیں چل سکتیں کیونکہ جب

وجمیع ذلک لا یتمشی علی القواعد فان الطرق اذا کثرت و تباینت مخارجہا دل ذلک علی ان لہا اصلا و قد ذکرنا ان ثلاثۃ اسانید منہا علی شرط الصحیح وہی مراسیل یحتج بمثلہا من یحتج بالمرسل وکذا من لا یحتج بہ لاعتضاد بعضہا ببعض (مواہب) —

حدیث کے بہت سے طریقے ہوں اور اُنکے مخرج جدا گانہ ہوں تو اس بات کی دلیل ہوگی کہ اُس کی کچھہ اصل ضرور ہی — اور ہمنے بیان کیا کہ تین سندیں اُن میں سے صحیح کی شرط کے موافق ہیں — اور وہ مرسل ہیں اُن کی مثل سے دلیل لاتے ہیں وہ لوگ جو مرسل سے دلیل لاتے ہیں — اور اسیطرح وہ لوگ بھی جو مرسل سے نہیں دلیل لاتے — کیونکہ بعض طریقہ کو بعض سے تقویت ہوتی ہی *

اس قصہ کی نسبت مصنف مواہب لدنیہ نے جو طول طویل بیان کیا ہی وہ اس مقام پر ختم ہوتا ہی — مگر مصنف مواہب لدنیہ نے اخیر کو جو یہہ بات بیان کی ہی کہ " روایت کے متعدد مخرج ہونے سے اس بات کی دلیل ہوسکتی ہی کہ اُس کی کچھہ اصلیت ہی اور تین سندیں جن کا سلسلہ آنحضرت تک نہیں پہنچا صحیح تصور کرنے کے لایق ہیں اور جو لوگ نہ ایسی روایتوں کو جنکا سلسلہ آنحضرت تک نہ پہنچا ہو صحیح تصور نہیں کرتے وہ بھی اُس کے متعدد ہونے کے سبب اُس کو تسلیم کرینگے " —

یہہ بیان اُس کا محض غلط ہی - جو روایتیں کہ اس باب میں ہیں اور جو خود اُس نے بیان کی ہیں باہم مختلف ہیں اور روایات مختلفہ کی نسبت یہہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس کے متعدد مخارج ہیں — اور روایت مرسل یعنی جسکا سلسلہ آنحضرت تک نہ پہونچا ہو گو اُسکو متعدد لوگوں نے بیان کیا ہو قابل سند نہیں ہی جب تک کہ اُس کی تائید کے لیئے کوئی روایت مستند موجود نہو اور نیز وہ روایت قران مجید کے مخالف نہ ہو — لیکن جب کہ کوئی روایت مثل روایت مذکورہ بالا کے قران مجید کے احکام کے برخلاف ہو اور جبکہ وہ جناب پیغمبر خدا کے اُن تمام حالات کے برخلاف ہو جو شرک کے مٹانے اور خداے واحد کی عبادت کرنے سے متعلق ہیں اور جب کہ وہ اسلام کے اصلی اصول سے اتفاق نہ رکھتی ہو اور معہذا ایسی مختلف اور مشتبہ ہو جس کا مدار صرف اسباب پر ہو کہ وہ الفاظ کسنے کہے تھے اور کہنے والا بھی محقق نہ ہوا ہو تو ایسی روایت از روے عقل اور انصاف کے کس طرح اُن قواعد میں داخل ہوسکتی ہی جن میں اس روایت کے داخل کرنے کو مصنف مواہب لدنیہ نے کوشش کی ہی *

وہ لوگ بھی جو اس روایت کے حامی ہیں اس بات کا صاف صاف اقرار کرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اُس کی تائید میں کوئی کافی ثبوت اور کوئی قابل اعتماد سند موجود نہیں ہی اب یہہ سوال ہوسکتا ہی کہ سر ولیم میور اس قدر اعتماد کے ساتھہ کس بنا پر یہہ بیان فرماتے ہیں کہ " بظاہر ایک خوب مستند قصہ موجود ہی جس سے محمد صاحب کا مشرکین مکہ کے ساتھہ ایک عارضی موافقت اور مصالحت کرلینا ثابت ہوتا ہی " *

اس روایت کی صحت کی نسبت راے قایم کرنا اس کتاب کے پڑھنے والوں پر چھوڑتے ہیں - خود مصنف مواہب لدنیہ نے جو روایتیں اس کی نسبت لکھی ہیں اُنہیں سے اُس کی صحت اور عدم صحت کا سراغ لگاتے ہیں — ہم کہتے ہیں کہ فقرہ " تلک الغرانیق العلی و ان شفاعتہن لترتجی " ہرگز جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی زبان سے نہیں نکلا تھا کیونکہ خود مصنف مواہب لدنیہ نے لکھا ہی جیساکہ فقرہ دوم میں ہم نے نقل کیا ہی کہ " جب مشرکوں کو یہہ بات معلوم ہوئی کہ پیغمبر خدا نے یہہ لفظ نہیں فرمائے تھے تو اُنہوں نے پہلے سے بھی زیادہ دشمنی اختیار کی " *

جناب پیغمبر خدا کی زندگی میں ایک ایسا زمانہ گذرا ہی یعنی جب آنجناب مکہ میں تشریف رکھتے تھے کہ کفار مکہ آنحضرت کے ساتھہ نہایت جفا اور بے رحمی سے پیش آتے تھے اور ہر طرح پر جو اُن کا وحشیانہ بغض ایجاد کرسکتا تھا آنحضرت کو ایذا اور تکلیف دیتے تھے — کفار مکہ جناب پیغمبر خدا کے وعظ میں خلل انداز ہونے کے کسی موقع کو ہاتھہ سے نہیں دیتے تھے - آنحضرت کو نماز پڑھتے وقت تنگ کرتے تھے اور جبکہ آنحضرت

خداے واحد کي حمد و ثنا بیان فرماتے تھے مشرکین بھی اپنے جھوٹے معبودوں کي تعریف
کیا کرتے تھے — پس مذکورہ بالا روایت سے جو منصفانہ نتیجہ برآمد ہوتا ھی وہ صرف
اسقدر ھی کہ جب آنحضرت سورہ نجم نماز میں پڑہ رہے تھے کفار مکہ حسب عادت مخل
ہوئے اور اپنے بتوں کي تعریف کي *

یعني جبکہ جناب پیغمبر خدا سورہ نجم پڑہ رہے تھے اور اس آیت پر پہونچے " افرئیتم
اللات و العزی و مناة الثالثة الاخری " تو مشرکین میں سے کسي نے اپنے بتوں کي تعریف
کي غرض سے یہہ جملہ کہا " تلک الغرانیق العلي و ان شفاعتهن لترجي " اور جبکہ جناب
پیغمبر خدا نے سجدہ کیا تو مشرکین نے بھي براہ برابري اپنے بتوں کو سجدہ کیا — مشرکین
میں اسبات کا اختلاف ہوا کہ وہ جملہ کسنے کہا — کچھہ عجب نہیں کہ مشرکین سمجھے
ہوں کہ وہ جملہ پیغمبر خدا ھي نے فرمایا تھا — مگر اُن کو بہت جلد معلوم ہوگیا کہ
پیغمبر خدا نے وہ جملہ نہیں کہا اور اسلیئے آنحضرت سے زیادہ دشمني پر مستعد ہوگئے —
اُس وقت کے مسلمان ہرگز یقین نہیں کرسکتے تھے کہ آنحضرت نے وہ جملہ فرمایا ہو اور
کہنے والا بھي متحقق نہیں ہوا اس لیئے اُنہوں نے کہا کہ شیطان نے کہا تھا بعد اُس کے
جب روایات کے بیان کرنے اور لکھنے کي نوبت پہونچي تو مسلمان عالموں میں اختلاف
ہوا — جو لوگ شیطان کے زیادہ معتقد تھے اور اسبات پر یقین کرتے تھے کہ شیطان پیغمبروں
کے کلام میں اسطرحپر اپنا کلام ملادے سکتا ھی کہ پیغمبر ھي کي زبان سے نکلتا ہوا معلوم ہو
اُنہوں نے کہا کہ پیغمبر ھي کي زبان سے وہ لفظ نکلے تھے — کیونکہ شیطان نے وہ لفظ ملادیئے
تھے — مگر دونوں فریق اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ پیغمبر صاحب نے وہ لفظ کہے تھے —
بااینہمہ اس میں کچھہ شک نہیں ھی کہ جناب رسول خدا کے اصحاب میں سے کسي نے
ان الفاظ کا کسي نہج پر پیغمبر خدا کي زبان مبارک سے نکلنا نہیں خیال کیا کیونکہ کوئی
روایت ایسي نہیں ھی جس سے معلوم ہو کہ اُن صحابہ میں سے جو اُسوقت ایمان لاچکے
تھے کسي نے اس بات کو بیان کیا ہو — بلکہ نہ کسي نے صحابہ میں سے اور نہ کسي نے کبار
تابعین میں سے اُس کو بیان کیا ھی — یہي بے سر وپا روایتیں ہیں جنکا ذکر طبري اور
واقدي اور ابن اسحاق نے اپني کتابوں میں بیان کیا ھی *

جو کچھہ ہم نے اوپر بیان کیا ھی کہ وہ جملہ مشرکین میں سے کسي نے کہا تھا اُسکي
تشریح خود مواهب لدنیہ کي ایک روایت میں مندرج ھی جسکو ہم بعینہ اس مقام پر
نقل کرتے ہیں *

اُس روایت کا ترجمہ یہہ ھی " اور کہا گیا ھی کہ رسول‌الله جب اس آیت پر
پہونچے " و مناة الثالثة الاخری " تو مشرکوں کو ڈر ہوا کہ — و قیل انه لما وصل الی قوله ومناة
اس کے بعد کچھہ ایسي چیز نہ پڑھیں جسمیں اُن کے — الثالثة الاخری خشي المشرکون

خداؤں کی مذمت بیان کریں — پس وہ لوگ فوراً یہہ کلام کرنے لگے اور رسول اللہ کی تلاوت میں ملادیا اپنی اُس عادت کے موافق جیسا کہ وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اس قرآن کو سنو مت اور اُس میں گڑبڑ کردو — اور یہہ بات منسوب ہوگئی شیطان کی طرف — کیونکہ اُس نے اُن لوگوں کو اُسپر امادہ کیا تھا یا شیطان سے مراد آدمیوں کی شیطان ہیں (یعنی شریر آدمی) *

ان یاتي بعدها بشئي یذم آلہتہم بہ فبادروا الی ذالک الکلام فخلطوہ في تلاوۃ النبي صلعم علی عادتہم في قولہم لاتسمعوا لہذا القرآن والغوا فیہ و نسب ذالک الی الشیطان لکونہ الحامل لہم علی ذالک او المراد بالشیطان شیطان الانس (مواہب) —

روایات کے معتبر قرار دینے کے لیئے سر ولیم میور نے ایک اور قاعدہ ایجاد کیا ہی — وہ فرماتے ہیں کہ " جب کسي روایت میں محمد صاحب کے تحقیر کے کلمات ہوں مثلاً بعد ہجرت کے اگر اُن کے متبعین میں سے کسي نے بے ادبی یا اُن کے دشمنوں نے گستاخي کی ہو یا کارخیر میں نا کام ہونا یا کسي واقعہ یا عقیدہ میں اصول اور منشاء اسلام سے اختلاف اور انحراف پایا جاوے تو اُس کے تسلیم کرنے کو قوي دلیلیں ہیں کیونکہ یہہ قیاس میں نہیں آتا کہ ایسي روایتیں اختراع کرلي جاویں یا مخترع ہوکر محمد صاحب کے متبعین میں رواج پاسکیں " *

درحقیقت کسي روایت کي صحت کے اثبات کا یہہ ایک عجیب طرز ہی ! کیا ہمکو اُن تمام روایات کو صحیح اور مستند مان لینا چاہیئے جن کو مخالفین اسلام نے موضوع اور مخترع کہا تھا اور جن کو مسلمان عالموں نے اپني کتابوں میں اس غرض سے نقل کیا ہی کہ اُنکي تردید کریں اور اُنکو موضوع اور بے اصل ثابت کریں یا وہ کسي غلطي کے سبب سے مسلمانوں میں رواج پا گئي تھیں اور جن کي نسبت علماء نے تحقیق کي اور بتایا کہ یہہ روایتیں ملحدوں اور کافروں کي پھیلائي ہوئي روایتیں ہیں — در اصل یہودیوں نے اور بالخصوص عیسائیوں نے اس قسم کي بیہودہ روایتیں اور قصے آنحضرت کی نسبت اور دین اسلام کی نسبت اس حاسدانہ ارادہ سے کہ نئے مذہب اور اُس کے باني پر عیب لگائیں اختراع کرلیئے تھے — پس اُن کا مذکورہ بالا وجوہات سے مسلمانوں کي کتابوں میں مذکور ہونا کوئي دلیل اُن کي صحت کی نہیں ہوسکتی *

تعجب ہی کہ سر ولیم میور اُن روایات کے معتبر ہونے کي یہہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ " قیاس میں نہیں آتا کہ ایسي روایت اختراع کرلي جاوے یا مخترع ہوکر متبعین محمد صاحب میں رواج پاسکے " — یہي اُن کي دلیل اس بات کي کافي دلیل ہی کہ وہ روایتیں جھوٹي اور مخالفین اسلام اور یہودیوں اور عیسائیوں کي مخترع ہیں *

سر ولیم میور ایک اور نیا قاعدہ ایجاد کرتے ہیں اور اُسکا نام " تلون آمیز اختراع " قرار دیتے ہیں اور اُس کي مثالیں اس طرحپر بیان کرتے ہیں کہ " مثلاً بیس گواہ تو یہہ

بیان کرتے هیں که محمد صاحب خضاب کیا کرتے تھے اور خضاب کي دوا کا نام بھي بتاتے هیں — بعض صرف اسقدر دعوی نہیں کرتےهیں که هم نے بچشم خود اس امر کو پیغمبر صاحب کي زندگي میں مشاهده کیا تھا بلکه اُن کي وفات کے بعد آپکا بال جس پر که رنگ محسوس هوتا تھا دکھلا دیا تھا — اور بیس گواه جنکو ایسے هي عمده ذریعے واقفیت کے حاصل تھے بیان کرتے هیں که پیغمبر صاحب نے کبھي خضاب نہیں کیا اور اُنکو خضاب کرنے کي ضرورت هي نه تھي کیونکه اُنکے سفید بال اسقدر تھوڑے تھے که شمار میں آسکتے تھے *

اس میں کچھه شک نہیں که جناب پیغمبر خدا کے سفید بال نہایت کم تھے که گنتي میں آسکتے تھے اور آنحضرت نے تمام عمر کبھي خضاب نہیں کیا — جو لوگ که همیشه حاضر باش رهتے تھے اُنکا بھي بیان هی — جو که سفید بال هونے سے پہلے اکثر بال بھورے هوجاتے هیں تو جن لوگوں نے اُن بھورے بالوں کو دیکھا خیال کیا که خضاب کیئے هوئے هیں اور اُنھوں نے آنحضرت کا خضاب کرنا بیان کیا اور اُسي بھورے بال کو دکھاکر استدلال کیا — خضاب کي دوا کا ذکر کسي معتبر حدیث میں نہیں هی بلکه حدیث میں اُس شی کا ذکر هی جس کو پیغمبر خدا بر وقت غسل کے اپنے سر پر ملتے تھے — پس هر شخص سمجھه سکتا هی که ان روایات کا اختلاف حالات مذکوره بالا کے سبب قدرتي اسباب سے وقوع میں آ سکتا هی اُن کو دیده و دانسته عیارانه بناوٹیں نہیں کہه سکتے اور نه اُن روایتوں و اور نه اُسي قسم کي اور روایتوں کو جن کا ذکر سر ولیم میور نے اپني کتاب کے حاشیه میں کیا هی متناقض روایتیں کہه سکتے هیں *

بعد اس کے سر ولیم میور اس قسم کي ایک اور مثال پیش کرتے هیں اور لکھتے هیں که " خاتم نبوي کے باب میں جس میں کوئي جانب داري مطالب خانداني یا عقیده کے مضر نه تھي نہایت متناقض روایتیں هیں — ایک فریق کا قول هی که اپنے مراسلات پر مہر لگانے کي ضرورت سے پیغمبر صاحب نے خالص چاندي کي ایک انگشتري بنوائي تھي — دوسرے فریق کا بیان هی که خالد ابن سعید نے اپنے واسطے ایک لوهے کي انگوٹھي جسپر چاندي کا خول چڑھا هوا تھا بنوائي تھي اور محمد صاحب نے اُس انگوٹھي کو پسند کرکے اپنے پاس رهنے دیا — ایک تیسري روایت هی که اس انگشتري کو عمرو ابن سعد حبش سے لائے تھے اور چوتھي روایت یهه هی که معاذ ابن جبل نے اُس مہر کو اپنے لیئے یمن میں کھدوایا تھا — بعض روایتوں میں منقول هی که محمد صاحب اس انگشتري کو سیدھے هاتھه میں پہنا کرتے تھے اور بعض میں لکھا هی که اُلٹے هاتھه میں — بعض روایات میں مندرج هی که مہر کا رخ اندر کي طرف رکھا کرتے تھے اور بعض میں یهه هی که باهر کي طرف کو — بعض روایات سے ثابت هوتا هی که اُس مہر پر جمله " صدق الله " منقش تھا اور بعض سے

واضح ہوتا ہی کہ جملہ " محمد رسول الله " تھا - اب یہہ سب روایتوں ایک ہی انگشتری
کی طرف اشارہ کرتی ہیں کیونکہ یہہ متواتر بیان کیا گیا ہی کہ محمد صاحب کی وفات
کے بعد اُسی انگشتری کو ابوبکر اور عمر اور عثمان نے زیب انگشت کیا تھا اور عثمان کے ہاتھہ
سے چاہ غریس میں گر پڑی تھی- ایک روایت یہہ بھی ہی کہ نہ تو پیغمبر صاحب نے اور
نہ کبھی اُن کے خلفاے راشدین نے کوئی انگشتری پہنی تھی " *

جس طبیعت سے ان روایتوں کو بیان کیا ہی بلاشبہہ نہایت افسوس کے قابل ہی اور
سر ولیم میور کی طبیعت سے نہایت بعید معلوم ہوتا ہی — یہہ بیان سر ولیم میور کا کہ
" یہہ سب روایتیں ایک ہی انگشتری کی طرف اشارہ کرتی ہیں " محض غلط ہی اور
جو دلیل اُس کے بیان کی ہی وہ اُس سے بھی زیادہ غلط ہی — کیا یہہ ممکن نہیں ہی
کہ چاندی کے خول کی انگشتری کو کسی دیکھنے والے نے نری چاندی کی انگوٹھی خیال
کی ہو ؟ یا چاندی کی انگوٹھی علحدہ اور خول والی انگوٹھی علحدہ ہو — کیا یہہ بات
ممکن نہیں ہی کہ معاذ ابن جبل والی انگوٹھی پر جملہ " صدق الله " اور جناب پیغمبر
خدا کی بنوائی ہوئی انگوٹھی پر جملہ " محمد رسول الله " کندہ ہو ؟ کبھی انحضرت نے
انگوٹھی کو سیدھے ہاتھہ میں پہنا ہو اور کبھی اُلٹے ہاتھہ میں اور کبھی اسطرح پہنا ہو کہ
مہر کا رخ اندر کی طرف ہو اور کبھی باہر کی طرف - اُس انگوٹھی کو آنحضرت اور
خلفاے راشدین ہمیشہ اور ہر وقت پہنے نہیں رہتے تھے — جس شخص نے اُن کو ایسی
حالت میں دیکھا اُس نے بیان کیا کہ کبھی انگوٹھی نہیں پہنی تھی - جو کہ سر ولیم میور
نے غلطی سے یا دانستہ اُن سب روایتوں کو ایک ہی انگشتری سے متعلق کیا ہی اسلیئے
اپنی دلیل میں بلا تفصیل بیان کرتے ہیں کہ وہی انگشتری صحابہ تک پہونچی تھی
حالانکہ وہ صرف وہ انگشتری تھی جسپر جملہ " محمد رسول الله " کندہ تھا - پس اُن
روایتوں میں سے کوئی روایت بھی متناقض نہیں ہی — بڑے افسوس کی بات ہی کہ
سر ولیم میور نے اپنے فرضی اور دل نشین نقوش و خیالات کو اس قدر آزادی دیدی ہی
کہ اُن کو حجت و برہان کی صراط مستقیم سے منحرف کردیا ہی اور ہر شی متعلق
باسلام کو گو کیسی ہی سادہ اور قرین قیاس کیوں نہو شک و شبہہ کی نظر سے دیکھنے پر
مایل کیا ہی اور اُس کو جعلسازی اور ایجاد اور اختراع وغیرہ ناموں سے بدنام کرتے ہیں
سر ولیم میور کی تجربہ کاری سے بحیثیت ایک اعلی درجہ کے عالم ہونے کے یقینی اُمید
تھی کہ اُن کو اس بات سے مطلع کردیگی کہ محض بیانات جنکی تائید میں کوئی دلیل
و ثبوت نہو ہمیشہ اُسی مقصد کی خرابی کے باعث ہوتے ہیں جس کی حمایت کی اُن سے
توقع کی گئی ہو *

ہر صحیح دماغ اور ذی ہوش شخص کو اس بات کے معلوم ہونے سے ملال ہوگا کہ

سر ولیم میور نے قواعد فن تصنیف سے اس قدر انحراف اختیار کیا ہی کہ دین اسلام پر الفاظ ذیل میں ایک بیجا اتہام عاید کرتے ہیں یعنی وہ فرماتے ہیں کہ " مقدس جھوٹ کی رسم اصول اسلام سے منحرف نہیں ہی — مروجہ دینیات اسلام کی رو سے فریب بعض حالتوں میں روا ہی خود پیغمبر صاحب نے اپنے احکام و نظیر سے اس عقیدہ کی ترغیب دی ہی کہ بعض مواقع پر جھوٹ بولنا جائز ہی " اس عبارت کے حاشیہ میں وہ بیان کرتے ہیں کہ " مسلمانوں کے ہاں عام اعتقاد یہہ ہی کہ چار موقعوں پر جھوٹ بولنا جایز ہی — اول - کسی شخص کی جان بچانے کے واسطے — دوم - صلح اور اتفاق کرانے کے واسطے — سوم - عورت کی ترغیب دینے کے واسطے — چہارم - سفر یا مہم کے وقت میں " *

ان کی مثالیں بھی صاحب موصوف لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ " اول کی نسبت تو پیغمبر صاحب کی صریح منظوری موجود ہی — عمار ابن یاسر کو کفار مکہ نے بہت اذیت پہونچائی اور اسلام سے انکار کرنے پر اُنھوں نے رہائی پائی — پیغمبر صاحب نے اس فعل کو پسند کیا اور فرمایا کہ " اگر وہ پھر ایسا کریں تو پھر اسی طرح انکار کردینا " (کاتب الواقدی صفحہ ۲۲۷½) — ایک اور روایت خاندان یاسر میں چلی آتی ہی اور وہ یہہ ہی کہ مشرکین نے عمار کو پکڑ لیا اور جب تک کہ اُن سے محمد صاحب کی مذمت اور اپنے معبودوں کی تعریف نہ کرالی اُن کو نہ چھوڑا — جب وہ پیغمبر صاحب پاس آئے اور اُنھوں نے حال پوچھا تو کہا کہ یا نبی اللہ بڑی خرابی کی بات ہوئی — جب تک کہ میں نے آپ کی مذمت اور اُن کے معبودوں کی تعریف نہ کی مجھکو نہ چھوڑا — پیغمبر صاحب نے پوچھا کہ تو اپنے دل کا کیا حال پاتا ہی تو جواب دیا کہ ایمان میں مستقل اور مطمئن ہی — اُس وقت محمد صاحب نے فرمایا کہ اگر وہ پھر ایسا کریں تو تو پھر یہی کہدینا — محمد صاحب نے یہہ بھی فرمایا کہ عمار کا جھوٹ ابو جہل کے سچ سے بہتر ہی " *

سرولیم میور کی نکتہ چینی ہرایک شخص کو تعجب میں ڈالتی ہوگی - شکسپیر کا قول ہی " دیکھو نہ کسطرح ایک سادہ قصہ تمکو دھوکا دیدیگا " - اول تو اُن روایتوں کی جسکو سرولیم میور نے بیان کیا ہی معتبر سند درکار ہی دوسرے جن الفاظ میں صاحب موصوف نے ان مضمونوں کو بیان کیا ہی وہ درست اور ٹھیک نہیں ہیں یعنی زیادہ تر عام اور غیر معین ہیں - سرولیم میور اول موقع جھوٹ بولنے کے جواز کا " کسیکی جان بچانا" بیان کرتے ہیں — اول تو یہی غلط ہی — کیونکہ بموجب اُن روایتوں کے جو اُنھوں نے بیان کی ہیں اُن کو لازم تہا کہ " اپنی جان بچانا " لکھتے اور اس بے دھڑک اور پر جرأت بیان کے بجاے سرولیم میور کو لازم تہا کہ جملہ شرایط اور قیود اور مواقع کی جو صدق سے

اس طرح انحراف کرنے کو جایز ٹھہراتے ھیں تصریح کردیتے — جس فریبندہ اور معیوب پوشاک میں سرولیم میور نے اس مضمون کو ملبوس کیا ھی اگر وہ اوتار لی جائے تو وہ اصلی نتائج جو بذریعہ جائز اور منصفانہ دلایل اور صحیح مقدمات سے مستنبط ہونگے یہہ ھونگے کہ " اگر کفار یا کوئي اور بےرحم و جفا کار اشخاص جبر اور اذیت یا قتل کي دھمکي سے کسي ایسے آدمي سے اُس شی کا انکار کروالیں جس کو کہ وہ اپنے دل سے اور ایمان سے برحق سمجھتا ھو اور جس کے اوپر وہ ایسي مصیبت میں بھي دلي اعتقاد رکھتا ھو تو ایسے حال میں اگر وہ اُس سے انکار کرے تو سزاے ارتداد کا ھرگز مستوجب نہیں ھی " *

جبریہ مواعید سے انحراف کے جواز کي تصدیق فرانسس اول بادشاہ فرانس کي مشہور و معروف نظیر سے بھي ھوتي ھی یعني اس بادشاہ کو چارلس خامس نے جنگ پاویا (سنہ ۱۵۲۵ ع) میں مقید کرکے مادرڈ کے پر ذلت صلحنامہ کا بالجبر اقبال کرا کے دستخط کرا لئے تھے — بادشاہ فرانسس نے مخلصی پاتے ھی اپنے قول و قرار پر قایم رھنے سے بعذر اجبار انکار کیا اور پوپ کلیمنٹ سابع نے درحقیقت اُس کو اس جبریہ حلف سے بري کردیا *

آدمي کے افعال کے جرم اور بےجرمي کا مدار نیت اور اختیار پر ھوتا ھی اور اسي بنا پر تمام لوگ افعال کو نیک و بد قرار دیتے ھیں — کیا وہ کلمات اور حرکات جو کسي شخص سے بسبب اذیت اور قتل کي دھمکیوں کے لکھوا اور کرا لئے گئے ھوں اُسي درجہ اور ویسي سزا کے مستوجب ھیں جیسے اُس شخص کے کلمات اور حرکات جو بلا اجبار و اکراہ اُس سے سرزد ھوئے ھوں *

یہہ اصول جس سے کہ اسلام کي پاکیزگي اور سچائي ظاھر ھوتي ھی اور جو محض ایک بے خطا اور قدرتي فطرت کا بے کم و کاست سچا نمونہ ھی اور جس کو سرولیم میور نے البتہ اس قابل الاعتراض اور خراب صورت میں بیان کیا ھی قران مجید میں نہایت سادہ اور صریح طور پر بالفاظ ذیل بیان کیا گیا ھی کہ جس نے خدا کے ساتھہ کفر کیا بعد ایمان لانے کے — مگر وہ جو

من کفر بالله من بعد ایمانه الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیهم غضب من الله ولهم عذاب عظیم (سورۃ النحل آیت ۱۰۸)—

مجبور کیا گیا ھو اور اُس کا دل ایمان کے ساتھہ مطمئن ھو — لیکن جس نے کفر کے ساتھہ سینہ کھولا پس اُن پر خدا کا غصہ ھی اور اُن پر بڑا عذاب ھی " *

اس آیت پر فقہا نے غور کي ھی اور اُس کے حکم کا مقصد دو طرحپر قرار دیا — اول عزیمت — یعني باوصف اذیتوں اور تکلیفوں اور قتل کے خوف کے جو کفار اُس پر روا رکھیں وہ ظاھرا میں بھي اُسي سچ پر قایم رھے جسپر وہ ایمان رکھتا ھی — دوم — رخصت

یعنی ایسی حالت میں اُس کو اپنے بچانے کے لیئے اجازت هی که ظاهر میں اُس ایمان کا جس کی تصدیق اُس کے دل میں هی بطور تقیه کے انکار کرے اور دشمنوں کی ایذا سے نجات پاوے — البته یهه ایک عجیب بات هی که سرولیم میور نے اس حقیقت کو اُس مقدس جهوت پر محمول کیا هی جسکا رواج عیسائیوں میں تها اور اسپر بهی همکو نهایت تعجب آتا هی که اُنهوں نے اپنے مدعا کو عجیب اختصار اور اقتصار کے ساتهه ادا کیا هی یعنی ان چند لفظوں میں که " کسی کی جان بچانے کے واسطے " جس کے بیان کے لیئے قران مجید میں بهی باوجود اُس کی مشهور و معروف مختصر البیانی کے ایک پوری آیت درکار هوئی هی *

دوسرا موقع جواز کذب کا بقول سرولیم میور کے وه هی جبکه کوئی شخص صلح و آشتی کرانا چاهے اور وه فرماتے هیں که یهه امر روایت ذیل سے بخوبی ثابت هی — اس روایت کا ترجمه انگریزی زبان میں جو اُنهوں نے تحریر فرمایا هی وه حسب مندرجه ذیل هی *

" وه شخص جو دو شخصوں کے مابین صلح کرائے اور اُنکے رفع نزاع کے واسطے کلمات خیر کہے جهوتا نهیں هی گو وه کلمات دروغ هوں " *

مگر یهه ترجمه جو سرولیم میور نے کیا هی محض غلط هی — اصل حدیث جو بخاری اور مسلم میں هی اور جس کو مشکوة میں بهی نقل کیا گیا هی هم بجنسه اس مقام پر لکهتے هیں *

اسکا صحیح ترجمه یهه هی که " ام کلثوم نے کہا که رسول خدا صلی الله علیه و سلم نے فرمایا که نهیں هی جهوتا وه شخص جو صلح کراوے درمیان آدمیوں کے پس کہے بهلائی اور پهونچاوے بهلائی " *

عن ام کلثوم قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فیقول خیرا وینمی خیرا (متفق علیه مشکواة) —

قاضی بیضاوی نے اس کی شرح اس طرحپر کی هی که " پهونچاوے وه باتیں جو مفید هیں اُسکو اور چهوڑدے شر کی باتوں کو " *

قال القاضی البیضاوی ای یبلغ ما یسمعه ویدع شره (کرمانی) —

سر ولیم میور کی عربی علمیت کو خیال کرکے همکو افسوس هوتا هی که بجائے اسکے که وه خود اصل حدیث پر غور کرتے اور خود اُس کا صحیح ترجمه لکهتے اُنهوں نے کپتان ای این میتهیو کے غلط ترجمه مشکوة کو اختیار کیا اور کپتان میتهیو نے دانسته یا نادانسته کیسی غلطی کی هی که الفاظ " گو وه کلمات دروغ هوں " اپنے ترجمه میں بڑها دیئے هیں اور وه الفاظ حدیث میں نهیں هیں *

همارے مذهب میں اگر کوئی شخص کسی ماجرے کے حالات پورے پورے نه بیان کرے اور

قصداً کسي بد نیتي سے اُس ماجرے کي کوئي بات کہے اور کوئي بات نہ کہے اُس پر بھي کذاب کا اطلاق ہوتا ہی اسلیئے جناب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر صلح کروانے کي حالت میں صرف اچھي ہي باتوں کا تذکرہ کرے تو وہ کذابوں میں داخل نہیں ہی — یعني جو سزا کہ ایسے شخص کے لیئے ہی جس نے بدنیتي سے کچھہ باتوں کو چھوڑ دیا ہی اُس سزا کا مستحق نہیں ہی *

تیسرا اور چوتھا موقع جس میں سر ولیم میور اسلام میں جھوٹ بولنا جایز قرار دیتے ہیں وہ یہہ ہی "کسي عورت کو ترغیب دینے میں" اور "سفر یا مہم میں" — سر ولیم میور فرماتے ہیں کہ "بلحاظ تیسرے موقع کے ہمارے پاس ایک افسوس آمیز نظیر موجود ہی کہ محمد صاحب نے ماریہ قبطیہ کے معاملہ میں اپني ازواج سے جھوٹے وعدے کرنے معیوب نہ سمجھے اور بلحاظ چوتھے موقع کے اُن کا معمول تھا کہ بوقت ترتیب مہمات (باستثناے مہم تبوک) اپنے مدعاے اصلي کو پوشیدہ رکھتے تھے اور کسي سمت غیر کي جانب روانگي کا عزم مشتہر کردیتے تھے" *

سر ولیم میور نے تیسرے موقع کي جو نظیر پیش کي ہی وہ محض غلط ہی — کوئي صحیح روایت اس معاملہ میں قابل اعتبار موجود نہیں ہی اور حدیث کي معتبر کتابوں میں اُس کي بابت ایک لفظ بھي نہیں پایا جاتا — اور چونکہ بنیاد کے استحکام اور ضعف ھي سے اوپر کي عمارت کے استحکام اور ضعف کا حال کہل جاتا ہی پس کوئي بات قابل اعتبار نہیں ہوسکتي جبکہ اُس روایت کي صحت کا جسپر وہ مبني ہو کافي ثبوت نہ ہو *

ترتیب مہمات کے وقت غیر سمت کے عزم کو مشتہر کرنے کي تائید میں بھي کوئي معتبر روایت نہیں ہی لیکن اگر ہم اُسکو صحیح بھي تسلیم کرلیں تو کیا سر ولیم میور قوانین جنگ سے بھي واقف نہیں ہیں جو اسپر نکتہ چیني کرتے ہیں ؟ جب تک کہ کسي فریق سے عزم جنگ مشتہر نہیں کیا گیا ہی اُسوقت تک کوئي ایسا کام کرنا جس سے طرفثاني کو دھوکا ہو بلاشبہہ خلاف اخلاق اور خلاف صداقت کے ہی — لیکن جب جنگ کا اشتہار دیدیا جاوے تو اُس وقت کوئي ایسا حیلہ کرنا جس سے فریق ثاني مغلوب ہو صداقت کے خلاف نہیں ہی *

تعجب یہہ ہی کہ سر ولیم میور اُس الزام کو جو عیسائي مذہب پر قدیم سے چلا آتا ہی مسلماني مذہب پر عاید کرنا چاہتے ہیں — مقدس جھوٹ کا تو مسلمانوں کو خواب میں بھي خیال نہیں آیا ہوگا کیونکہ اسکا تصور ہي اُس صدق حقیقي کي نقیض ہی جو قران مجید کا لب لباب اور جوہر ہی اور اُسکي ہرسطر میں جلوہ نما ہی — برخلاف اسکے یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاں جیسا کہ تاریخ سے صاف صاف ثابت ہوتا ہی منجملہ ارکان مذہبي

کے مقدس جھوٹ بھی ایک رکن تھا اور ھمکو اسبات کے سننے سے تعجب آتا ھی کہ مقدس پال حواری نے اُسکو برا بھی نہیں سمجھا تھا گندہ سمجھنا تو درکنار جیسےکہ خود عیسائی عالم اس امر کو مقدس پال کے اس کلام سے ثابت کرتے ھیں جہاں اُنہوں نے فرمایا ھی کہ " اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی ظاھر ھوئی اور اُس کی بزرگی زیادہ ھوئی تو کسلیئے میں گنہگار گنا جاتا ھوں " (پال کا خط رومیوں کو باب ۳ ورس ۷) *

اب ھم تاریخ کی کتابوں سے اُس مقدس جھوٹ کا ذکر کرتے ھیں جو عیسائی مذھب میں مروج تھا – کتاب کرشچین مایتھو او جی ان ویلد میں مرقوم ھی کہ " کلیسیا کا وہ شریف و راست باز فرزند یعنی موشیم جسکی سند اور مسلمہ صداقت میں پادریوں کو بھی کبھی کلام نہیں ھوا ھی امر ذیل کی تصدیق کرتا ھی – پیروان افلاطون وفیثاغورث نے اس امر کو ایک اصول قرار دیا تھا کہ صدق و پرھیزگاری کے مطالب کی ترقی کی غرض سے دھوکا دینا اور نیز بروقت ضرورت جھوٹ کا استعمال کرنا صرف جایز ھی نہیں بلکہ مستحسن ھی – یہودیان سکنائے مصر نے حضرت عیسی کے آنے سے پیشتر اس اصول کو اُن سے (یعنی پیروان افلاطون وفیثاغورث سے) سیکھا اور اخذ کیا تھا جیسا کہ بیشمار تحریرات سابقہ سے بلا حجت و اعتراض ثابت ھی اور عیسائیوں پر اس مضر غلطی نے ان دونوں ذریعوں سے اثر کیا جیسا کہ اُن بیشمار کتابوں سے جنکو نامی و گرامی اشخاص کی طرف اتہاماً منسوب کیا ھی ظاھر ھی – خلاصہ صدر صرف دوسری صدی کی طرف اشارہ کرتا ھی جبکہ بیشمار اناجیل و خطوط وغیرہ حسب بیان موشیم غلط موضوع ھوئی تھیں اور غلط منسوب کی گئی تھیں – مگر چوتھی صدی میں اس مروجہ اصول میں کہ دینی مطالب کی ترقی کے واسطے دھوکا دینا اور جھوٹ بولنا نہایت ثواب کا کام ھی بہت کم استثناء وقوع میں آئے ھیں ... بلانڈل دوسری صدی کے ذکر میں بیان کرتا ھی کہ خواہ مزوروں اور کذابوں کی اشد بیحدگی خواہ معتقدین کی قابل افسوس سریع الاعتقادی کے لحاظ سے یہہ ایک نہایت خراب زمانہ تھا اور مقدس جھوٹ میں اور سب زمانوں سے سبقت لیگیا تھا ... کسو بن اس طرحپر شاکی ھی کہ مجہکو دین عیسوی کے ابتدائی زمانہ میں اس بات کے دریافت ھونے سے رنج ھوا کہ بہت سے لوگ کلام ربانی کو اپنے اختراعات سے مدد دینے سے نا روا نہ سمجھتے تھے بدیں غرض کہ ھمارے نئے عقیدہ کو عقلائے کفار گوش دل سے سنیں " (صفحہ ۸۰ — ۸۲) *

اسی کتاب میں یہہ بھی بیان ھی " اور جب کبھی معلوم ھوتا تھا کہ انجیل ھر امر میں اهل دین کے مطالب یا حکام ملکی کے اغراض کے جو اُن سے ساز رکھتے تھے موافق نہیں ھی تو ضروری تحریفات کرلی جاتی تھیں اور طرح طرح کے مقدس جھوٹ اور جعلسازیاں کچھہ مروج ھی نہ تھیں بلکہ بہت سے پادریوں نے اُنکو جایز قرار دیا تھا " (صفحہ ۵۴) *

اس کتاب میں ایک اور مقام پر یہہ بیان هی " اول کی تین صدیوں کے لحاظ سے همکو اپنے دین کی صحیح تاریخ کا کچھہ علم نہیں بجز اُس کے جو نہایت خراب اور بگڑے ہوئے ذریعوں سے حاصل هوتا هی کسواسطے که اُن اهل سیر کی روایتیں اور حکایتیں جو اُس زمانه میں گذرے تھے ذرا بھی اعتبار کے قابل نہیں هیں یہه محض مقدس جھوٹ اور جعلسازیوں کی وجہه سے مشہور هیں مگر ان موروثی کرتبوں اور هنروں میں بھی یوسی، بیس بشپ قیصریه صدی آینده میں اُن سے بھی سبقت لے گیا جسکا کلام حق کو چھانٹ چھونٹ کر دین کے عام مطالب سے موافق کردینے میں کوئی همسر نه تھا — وه خود براه فخر بیان کرتا هی که ' جس سے همارے دین کی عظمت و نام آوری بڑھے میں نے بیان کردیا هی اور جو اُس کی تحقیر و تذلیل کی طرف مائل هو میں نے سب چھوڑ دیا هی " صفحه (٦٦) *

" متعدد اهل سیر کی تحریرات میں عدیم الامکان ریاضت اور عام سفله پن کی جو عیاشی و بدوضعی کی طرف مائل هی ایک عجیب ملاوٹ پائی جاتی هی - شہوات جسمانی اور خوف ایمانی کے مابین غلبه حاصل کرنے کی صریح کوششیں اکثر قابل تصدیک معلوم هوتی هیں گو بعض اُنمیں کی لذات دیرینه سے ثابت هوئی هوں لذات جدیده کی خواهش اُنمیں مستتر معلوم هوتی هی - مگر یہه صرف طبیعت انسانی کی ضعف کی وجہه هی اور همکو صرف اُسی وقت رنج آمیز حیرت هوتی هی جبکه وه صفات ملکوتی کے حصول کا دعوی کرتے هیں — اُن کے خام اور بیہوده عقاید جو لاطینی زبان میں بیان هیں پادریان کیتھلک کے هر وعظ و خطبه میں مخلوط هیں اور حواریان ذی الهام کے عقائد اور نیز حضرت مسیح کے ملفوظات کی نسبت زیاده تر مقبول هوتے هیں لیکن یہه اُمید هی که ترتولین کے خیالات لاطائل " دی هابی تیوموولیریس '' اور سنت باسل کی " دی ویرا ورجی نی تی تی '' نوجوان عورتوں کو نہیں دکھلائی جائینگی - تمام بے اعتقاد مصنف جنہوں نے احکام الهی کا فلسفه کی رو سے امتحان کیا هی دین عیسوی کو کفر بتاکر مضرت پہونچانے میں اسقدر ساعی نہیں هوئے هیں جسقدر که حضرات اهل سیر هوئے هیں - اُنہوں نے چشمه آب هی کو زهریلا کردیا هی اور ان بے اعتقاد مصنفین نے اُسکا پانی پینے سے لوگوں کو باز رکھا هی - اُنکی سریع الاعتقادی نے جو اسوجہه سے عارض هوئی تھی که وه طبایع و معاملات انسانی سے محض نا تجربه کاری اور علوم طبعی سے بالکل ناواقفیت رکھتے تھے انجیل کی بے شرمانه تحریفات و تصرفات کی استعانت سے کلیساے روم میں عجیب و غریب بیہودگیوں اور بدعتوں کا ایک جم غفیر شایع کردیا جنکو باوجود داد و فریاد عقل کے خوش اعتقادی اب بھی هضم کرجاتی هی — صرف اسیقدر مضرت اُن سے نہیں پہونچی هی — اُنہوں نے اخلاق کی بنیاد کو کھوکلا کردیا — اُنہوں نے اس مقوله کی (جسکو میں موشیم کے الفاظ میں لکھتا هوں)

تلقین کی کہ ' دھوکا دینا اور جھوٹ بولنا جبکہ ان ذریعوں سے مطالب دین ترقی پذیر ہوں ثواب ہی ' — کچھہ تعجب کی بات نہیں ہی کہ اس مطلق العنان اصول نے دروغ گوئیوں اور جعلسازیوں کے چشمہ کا دہانا کھول دیا جسکا پانی ابتداے دین عیسوی کی سر زمین پر مثل طوفان کے چھاگیا اور اُن فریبوں اور باطنی ذخیروں کو جو فی زماننا عیسائیان رومن کیتھلک کو انگشت نما اور بدنام کرتے ہیں رواج دیا — اہل سیر میں اول سے لیکر آخر تک سب سے بڑا خاصہ یہہ پایا جاتا ہی کہ کفر آمیز سفلگی — سریع الاعتقادی — تعصب — اور فریب، دہی کے حامی تہے — باایں ہمہ ایسے لوگوں کو جانشینان پطرس حواری نے پاک اور مقدس لوگوں کی فہرست میں لکھا ہی " *

سر ولیم میور کو مناسب تھا کہ ان حالات پر خیال کرکے اسلام کی نسبت مقدس جھوٹ کے بیجا طور پر تہمت لگانے کی کوشش نہ فرماتے — اسلام سر تاپا صدق ہی — وہ نہایت درجہ کی صدق اور راست بازی کا دین ہی اور اسی حیثیت سے اور سب دینوں پر جنمیں کسی نہ کسیقدر جھوٹ کی آمیزش پائی جاتی ہی فوقیت کے دعوے کا مجاز ہی *

تہمت

الخطبة السابعة

في

القران و هو الهدى والفرقان

انه لقرآن كريم في كتاب مكنون لايمسه الاالمطهرون

قران جناب پیغمبر خدا پر کسطرح نازل هوا

قرآن مجید جناب پیغمبر خدا پر حضرت موسیٰ کی طرح پتھر کی تختیوں پر کھدا هوا نازل نہیں هوا تها اور نه اس بات کی ضرورت پڑی تهی که اُن کے توٹ جانے کے سبب اُس کے ضایع هونے کا خوف هوا هو اور پهر آنحضرت کے اصحاب کے لیئے اُس کی دوبارہ نقل پتھر کی تختیوں پر کهودنے کی ضرورت پڑی هو — اُس کے نزول کی نسبت کوئی امر عجائبات سے بهرا هوا نه تها کیونکه محمد صلی الله علیه وسلم کا دل سینا کا پهاڑ تها اور مسلمانوں کے دل پتھر کی لوحیں تهیں - خدا فرماتا هی که " بیشک وہ اوتارا هوا هی عالموں کے پروردگار کا — اُس کو اوتارا هی روح الامین نے اوپر تیرے دل کے تاکه تو هو ڈرانے والوں میں سے (اُس کو اوتارا هی) عربی زبانؔ واضح میں اور بیشک وہ هی اگلوں کے صحیفوں میں *

وانه لتنزیل رب العلمین نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین و انه لفي زبر الا ولین (سورہ شعراء) -

حضرت عایشه صدیقه نزول وحي کي کیفیت اس طرح بیان کرتی هیں که حارث بن هشام نے آنحضرت سے پوچها که یا رسول الله آپ پر وحی کیونکر آتی هی - آپ نے فرمایا که کبهي تو گهنته کي آواز کي طرح آتي هی اور وہ مجهپر بہت سخت هوتي هی پس پهر مجهسے منقطع هوجاتي هی اور میں نے یاد رکها جو کہا — اور کبهي فرشته آدمي کي صورت میں مجهه سے کلام کرتا هی پس میں یاد رکهتا هوں جو کہتا هی *

عن عایشة ان الحارث بن هشام سال رسول الله صلعم فقال یا رسول الله کیف یاتیک الوحي فقال رسول الله صلعم احیانا یاتیني مثل صلصلة الجرس و هواشدعلي فيفصم عني وقد وعيت عنه ماقال و احیانا یتمثل لي الملک رجلا فیکلمني فاوعي مایقول ...... (متفق علیه) -

جو طریقہ نزول وحی کا اس حدیث میں رسول خدا نے بتایا اُسمیں کوئی عجیب امر یا اسرار نہیں ہی لیکن بالفعل ہم اسمضمون کو اور وحی کی حقیقت کے بیان کو چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ہمارا ارادہ ہی کہ جب پیغمبر خدا کی سوانح عمری کے اُس مقام پر پہونچیں جب کہ آنحضرت پر اولاً وحی نازل ہوئی تھی اُس وقت ہم اُس کو شرح و بسط سے بیان کریں گے *

وحی یعنی قرآن مجید جب نازل ہوتا تھا لکھا جاتا تھا یا نہیں

آنحضرت کے زمانہ سے پیشتر اور نیز آنحضرت کے زمانہ میں ملک عرب میں کوئی معین یا باقاعدہ طریقہ تعلیم کا جاری نہیں تھا — عربوں میں صرف دو شاخیں علم کی تھیں یعنی قدرتی فصاحت و بلاغت اور علم الانساب — اُنکی تحصیل کے لیئے کسی مکتب یا مدرسہ میں تعلیم کے پانے کی ضرورت نہ تھی وہ صرف زبانی تعلیم پر منحصر تھے اسی وجہہ سے اُس زمانہ میں بیشمار آدمی لکھنا اور پڑھنا نہیں جانتے تھے اور جو لوگ لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے اُن کی تعداد نہایت محدود تھی — پہلے یعنی جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے پچھلوں کے مقابلہ میں امی کہلاتے تھے اگرچہ ان دونوں قسموں کے لوگوں میں بہت ہی کم فرق تھا *

اس میں کچھہ شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہیں آتا تھا نہ وہ خود کچھہ لکھہ سکتے تھے اور نہ اوروں کا لکھا پڑھ سکتے تھے اور اسی سبب سے آنحضرت کا لقب امی ہوگیا تھا — ہمارے اس بیان کی تصدیق بیشمار معتبر اور مستند روایات اور احادیث سے ہوتی ہی اور اُسکے برخلاف ایک بھی ایسی روایت نہیں پائی جاتی جو کسی قدر بھی معتبر ہو — درحقیقت اگر آنحضرت کو لکھنا پڑھنا آتا ہوتا تو اُنکے صحابہ رفقا اور متبعین اس امر میں کسی طرح سکوت اختیار نہ کرتے اور اُن کی ازواج مطہرات اور اُن کے عزیز اور اقربا اور بالخصوص اُن کے چچا جنہوں نے اُن کو پالا تھا بے خبر نہیں رہ سکتے تھے — اور نہ ایسی جرأت ہوسکتی تھی کہ اپنے قبیلہ کے سامنے خلاف واقعہ اپنے آپ کو امی فرماتے اور قران مجید میں بھی اسی لقب سے اپنے تئیں ظاہر کرتے — کیونکہ ایسی صورت میں مخالفین کو اُس کی گرفت کا آسان موقع ہاتھہ آجاتا اور عقاید اسلام کی تصدیق پر اُن کو ہرگز یقین نہ آتا — قطع نظر اس کے ایک ایسی خفیف بات کے چھپانے سے جناب پیغمبر خدا کو کیا فائدہ تھا — اُن کا لکھا پڑھا ہونا منصب نبوت کے کسی طرح مخالف نہ تھا اور نہ اُس سے قران مجید کی شان اور اُسکے معجزہ میں اور بے مثل فصاحت و بلاغت میں کچھہ فرق آسکتا تھا — کیونکہ حروف کے لکھہ لینے یا پڑھ لینے سے کوئی انسان فصیح و بلیغ نہیں ہوسکتا خصوصاً ایسا فصیح و بلیغ جسکا مثل عرب کے بڑے بڑے فصحا میں سے کوئی بھی نہ تھا *

اسلام کے مورخوں میں سے کسي کو اس بات کا انکار نہیں ہی کہ اُس زمانہ میں فن تحریر کا عرب میں رائج تھا اور کچھہ لوگ لکھنا جانتے تھے اور اوروں کا لکھا ہوا پڑہ سکتے تھے - اُس زمانہ کے بڑے بڑے شاعر اپنے قصیدوں کو کعبہ کے دروازوں اور دیواروں پر آویزاں کرتے تھے چنانچہ قصائد سبعہ معلقہ اسي نام سے مسلمانوں میں معروف و مشہور ہیں — اُنکا قول صرف اسقدر ہی کہ فن تحریر کا رواج تھا مگر بہت کم لوگ اُسکو جانتے تھے اور بہ مقابلہ نہ جاننے والوں کے اُنکي تعداد بہت قلیل تھي *

هم مسلمانوں کا عقیدہ ہی کہ وحي جو آنحضرت پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتي تھي دو قسم کي تھي — اول وہ تھي جس کے بجنسہ الفاظ پیغمبر خدا پر نازل ہوتے تھے اور بجنسہ وهي الفاظ پیغمبر خدا پڑہ سناتے تھے — دوسري وہ جسکا مطلب پیغمبر خدا پر القا ہوتا تھا اور پیغمبر خدا اپنے الفاظ میں اُسکو بیان فرماتے تھے - اول قسم کي وحي کو هم اصطلاحاً وحي متلو یا قران یا کلام الله کہتے ہیں — اور دوسري قسم کي وحي کو وحي غیر متلو یا حدیث *

جبکہ قران مجید کي کوئي آیت پیغمبر خدا پر نازل ہوتي تھي تو آنحضرت کسي کاتب کو بلواتے تھے اور بجنسہ وهي الفاظ جو بذریعہ وحي کے القا ہوتے تھے لکھوا دیتے تھے تاکہ لوگ بخوبي اُس کو یاد کرلیں اور وہ محفوظ رہیں — خود قران مجید کي اکثر آیتیں جیسے کہ " الم ذلک الکتاب " اور آیت " لا یمسہ الاالمطہرون " اس پر دلالت کرتي ہیں گو کہ پچھلي آیت کي دوسري حقیقت ہی *

معلوم ہوتا ہی کہ قران مجید کي آیات نازلہ کے لکھہ لینے کي رسم اوایل ایام نزول وحي سے اختیار کي گئي تھي کیونکہ یہہ بات ثابت ہوئي ہی کہ آنحضرت کے مکہ سے هجرت کرنے سے پیشتر یعني اُس زمانہ میں جبکہ اسلام کا آغاز تھا اور ایک ضعف کي حالت میں تھا اُن معدود لوگوں کے پاس جو ایمان لے آئے تھے اُن وحیوں کي نقلیں موجود تھیں اور حضرت عمر کے خاندان میں بھي اُن کے مسلمان ہونے سے پہلے اُس کي ایک نقل تھي اس لیئے کہ اُن کي بہن مسلمان ہوگئي تھیں *

جب کوئي قران کي آیت ایسي نازل ہوتي تھي کہ اُس کے پہلے " بسم‌الله الرحمن الرحیم " ہوتي تھي تو سمجھا جاتا تھا کہ نئي سورۃ شروع ہوئي ہی چنانچہ ابو داؤد نے ابن عباس کي روایت سے لکھا ہی کہ آنحضرت صلعم سورۃ کا علحدہ ہونا نہیں جانتے تھے جب تک کہ " بسم‌الله الرحمن الرحیم " نازل ہو *

عن ابن عباس قال کان رسول الله صلعم لایعرف فصل السورۃ حتی ینزل علیه بسم‌الله الرحمن الرحیم (رواہ ابو داؤد) —

پوري سورۃ وقت واحد میں نازل نہیں ہوتي تھي بلکہ بعض آیتیں کسي وقت اور بعض آیتیں کسي وقت نازل ہوتي تھیں اور اسي وجہہ سے کسي سورۃ کي آیتیں بہ ترتیب

لکھی نہیں جاتی تھیں بلکہ جدا جدا چمڑوں یا اونٹ کی ہڈیوں یا کھجور کی چھال پر لکھی جاتی تھیں *

اس بات کے ثبوت میں کہ جو کچھہ چمڑوں یا ہڈیوں یا کھجور کی چھال وغیرہ پر لکھا گیا تھا وہ بالکل محفوظ اور متعدد لوگوں کے قبضہ میں تھا — چار معتبر حدیثیں موجود ہیں *

پہلی حدیث ابن عباس کی ہی جو بخاری میں منقول ہی "ابن عباس نے کہا کہ میں نے محکم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمع کیا — میں نے اُن سے کہا کہ محکم کیا — اُنہوں نے کہا مفصل" *

عن ابن عباس قال جمعت المحکم فی عہد رسول اللہ صلعم فقلت لہ وما المحکم قال المفصل (بخاری باب تعلیم الصبیان القرآن) —

دوسری حدیث قتادہ کی بھی بخاری میں موجود ہی قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے پوچھا کہ آنحضرت کے زمانہ میں قرآن کس نے جمع کیا کہا چار شخص نے جو چاروں انصار تھے — ابی بن کعب — معاذ بن جبل — زید بن ثابت — ابو زید *

حدثنا قتادۃ قال سئلت انس بن مالک من جمع القران علی عہد النبی صلعم قال اربعۃ کلہم من الانصار أبی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید (بخاری باب القراء) —

تیسری حدیث انس کی بخاری میں موجود ہی انس کہتے ہیں کہ آنحضرت نے وفات کی اور چار شخصوں کے سوا کسی نے قران نہیں جمع کیا — ابو الدرداء — معاذ بن جبل — زید بن ثابت — ابو زید *

عن انس قال مات النبی صلعم و لم یجمع القران غیر اربعۃ ابو الدرداء معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابوزید (بخاری باب القراء) —

اور چوتھی وہ حدیث ہی جس میں بیان ہی کہ حضرت ابو بکر کی خلافت میں زید ابن ثابت نے جب قرآن مجید کو ایک جگہہ جمع کرنا چاہا تو قران مجید کی تمام آیتیں جو مختلف وقتوں میں نازل ہوئی تھیں اور مختلف چیزوں پر لکھی ہوئی تھیں اور مختلف اشخاص کے قبضہ میں تھیں اُن سب کو منگاکر اکھٹا کیا — اس سے ثابت ہوتا ہی کہ جو کچھہ تحریرات تھیں سب موجود اور محفوظ تھیں *

سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کیونکر ہوئی اور کسنے کی

ہمکو واضح ہوتا ہی کہ قران مجید کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیب خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور اُن کی ہدایت اور حکم کے موافق عمل میں آئی تھی جیسے کہ ابن عباس کی حدیث سے ثابت ہوتا ہی ابن عباس نے حضرت عثمان سے کہا کس چیز نے تمکو آمادہ کیا

و عن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علی ان عمد تم الی الانفال وھی من المثانی والی البراۃ وھی من المائین فقرنتم بینہما ولم تکتبوا بسم اللہ

الرحمن الرحيم و وضعتموا ها
في السبع الطوال ما حملكم على
ذلك قال عثمان كان رسول الله
صلعم مما ياتي عليه الزمان
ينزل عليه السور ذوات العدد
وكان اذا نزل عليه شيء دعا بعض
من كان يكتب فيقول ضعوا هولاء
الايات في السورة التي يذكر فيها
كذا وكذا وكانت الانفال من اوايل
ما نزل بالمدينة وكانت براة من
آخر القران نزولا وكانت قصتها
شبيهة بقصتها فقبض رسول الله
صلعم ولم يبين لنا انها منها فمن
اجل ذلك قرنت بينهما ولم
اكتب سطر بسم الله الرحمن
الرحيم ووضعتها في السبع الطوال
(رواه احمد والترمذي و ابو
داؤد) —

انفال کی طرف کہ وہ مثانی میں سے هی اور براۃ کیطرف کہ
وہ مائین میں سے هی — تمہارے اس ارادہ کا پھر اُن دونوں کو
ملادیا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہیں لکھا — اور اُن دونوں
کو سبع طوال میں رکھا — اس بات پر تمکو کس چیز نے
آمادہ کیا — عثمان نے کہا — حضرت پر بہت سی آیتوں والی
سورتیں ایک مدت میں اوترتی تھیں — اور جب آپ پر کچھہ
اُترتا تھا تو آپ اُنمیں سے کسیکو جو لکھا کرتے تھے بلاکر فرماتے
تھے کہ ان آیتوں کو اُس سورۃ میں رکھو جسمیں ایسا ایسا
ذکر کیا گیا هی — اور انفال اُن میں سے هی جو اول
مدینہ میں اوتری — اور براۃ سب سے اخیر میں اوتری —
اور اُسکا قصہ اُسکے قصہ سے ملتا ہوا تھا — پھر آنحضرت کا
انتقال ہوگیا اور آپ نے بتایا نہیں کہ وہ اُس سے هی — پس
اسی وجہہ سے میں نے اُن دونوں کو ملادیا اور بسم اللہ الرحمن
الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور اُن دونوں کو سبع طوال
میں رکھا *

بخاری کی ایک اور روایت سے ظاہر ہوتا هی کہ عبداللہ ابن مسعود نے ستر سورتیں

عن شقيق بن سلمة قال خطبنا
عبدالله فقال والله لقد اخذت
من في رسول الله صلعم بضعا
و سبعين سورة (بخاري باب
تاليف القران) —

خود آنحضرت کے منہہ سے سنکر یاد کرلی تھیں چنانچہ
اُس میں لکھا هی کہ عبداللہ نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ بخدا
میں نے آنحضرت کے منہہ سے کچھہ اوپر ستر سورتیں لیں
(یعنی سیکھیں) *

ایک اور روایت میں بخاری اُن لوگوں کے نام بیان کرتا هی جنہوں نے قران مجید
کو حفظ کرلیا تھا اور اُن کے نام یہہ هیں — عبداللہ ابن مسعود — سالم — معاذ ابن
جبل — ابی ابن کعب — اور ایک اور روایت میں آیا هی کہ منجملہ مقتولین جنگ
یمامہ کے جو پیغمبر خدا کی وفات کے تھوڑے هی دن بعد ہوئی تھی ستر شخص ایسے
شہید ہوئے تھے جنکو قران مجید بالکل حفظ تھا *

ان تمام روایتوں سے دو امر بخوبی ثابت ہوتے هیں — اول یہہ کہ گو جناب پیغمبر خدا
کی حیات میں قرآن مجید چمڑے وغیرہ پر کیسی هی بے ترتیبی سے لکھا ہوا موجود ہو
مگر جن لوگوں نے کہ پوری سورتیں یاد کرلی تھیں اُن میں آیتوں کی بالکل ترتیب تھی
اور وہ ترتیب یقینی آنحضرت کی ہدایت اور حکم کے موافق تھی — دوسرے یہہ کہ
جن لوگوں نے کہ قران مجید کو ترتیب وار حفظ کرلیا تھا اُس سے یہہ دلیل مستنبط

هوتي هی که قرآن مجید کي سورتوں کي ترتیب بهي آنحضرت هي کے فرمانے سے لوگوں کو معلوم هوگئي تهي *

جناب پیغمبر خدا خود بهي قرآن مجید کي تلاوت فرمایا کرتے تهے اور مسلمانوں کو بهي اُسکے پڑهتے رهنے کي همیشه هدایت کرتے تهے

اس مضمون کي نسبت همکو کچهه زیاده بحث کرنے کي ضرورت نهیں هی بلکه صرف اُن معتبر اور مستند حدیثوں کا نقل کردینا کافی هی جن سے امر مذکوره کا ثبوت هوتا هی اور جن سے پایا جاتا هی که قرآن مجید کے پڑهنے اور یاد رکهنے میں جس ترتیب سے که پیغمبر خدا نے فرما دیا تها کس قدر لوگوں کو توجهه تهي اور وه حدیثیں یهه هیں *

پهلي حدیث بخاري کي هی — اُسمیں بیان کیا هی که حضرت عثمان سے روایت

عن عثمان رضي الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم خیرکم من تعلم القران و علمه (رواه البخاري) —

هی که فرمایا رسول الله صلی الله علیه و سلم نے تم میں اچها وه شخص هی جس نے قرآن سیکها اور سکهایا *

دوسري حدیث مسلم کي هی که عقبة بن عامر کهتے هیں که رسول الله صلی الله علیه

عن عقبة بن عامر قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم و نحن في الصفة فقال ایکم یحب ان یغدو کل یوم الی بطحان اوالعقیق فیاتي بناقتین کو ما وین في غیر اثم و لا قطع رحم قلنا یا رسول الله کلنا نحب ذلک قال افلا یغدو احدکم الی المسجد فیعلم اویقرا آیتین من کتاب الله خیر له من ناقتین و ثلث خیر له من ثلث و اربع خیر له من اربع و من اعدادهن من الابل (رواه مسلم) —

و سلم باهر تشریف لائے اور هم لوگ صفه میں تهے پس فرمایا که تم لوگوں میں سے کسکو یهه پسند هی که هر روز صبح کو بطحان یا عقیق جاے اور دو اونٹنیاں لائے بغیر اسکے که مرتکب جرم هو یا قطع رحم کرے — هم لوگوں نے کها یا رسول الله یهه تو هم سب لوگ چاهتے هیں — آپنے فرمایا کها پس تم لوگ مسجد میں هر صبح کو آکر دو آیتیں کتاب الله کي نهیں سیکهتے یا نهیں پڑهتے — جو دو اونٹنیوں سے اُس کے لئے بهتر هیں اور تین تین سے بهتر هیں اور چار چار سے بهتر هیں — اور جتني هیں اُتني اونٹنیوں سے بهتر هیں *

تیسري حدیث مسلم اور بخاري دونوں کي هی عایشه سے روایت هی که رسول الله

عن عایشه قالت قال رسول الله صلعم الماهر بالقران مع السفرة الکرام البررة و الذي یقرء القران و یتتعتع فیه وهو علیه شاق له اجران (متفق علیه) —

صلی الله علیه وسلم نے فرمایا جو قرآن کا ماهر هو وه پاکیزه بزرگ نیک لوگوں کے ساتهه هوگا اور جو شخص قران پڑهتا هی اور اُس میں دقت اُٹهاتا هی اور وه اُسپر شاق هی اُس کو دوهرا ثواب هی *

چوتھی حدیث بھی مسلم اور بخاری دونوں میں موجود هی ابن عمر کہتے هیں که

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلعم لا حسد الا علی اثنین رجل آتاه الله القران فهو یقوم به اناء اللیل و اناء النهار و رجل آتاه الله مالا فهو ینفق منه اناء اللیل و اناء النهار (متفق علیه) —

رسول الله صلم نے فرمایا رشک کے قابل صرف دو شخص هیں ایک وہ جس کو خدا نے قران دیا هو (یعنی اُس کو قران پڑھنا آتا هو) اور وہ برابر دن رات تلاوت کرتا رهے اور ایک وہ جس کو خدا نے مال دیا هو اور وہ برابر دن رات خرچ کیا کرے (یعنی خیرات دیا کرے) *

پانچویں حدیث کو بھی مسلم اور بخاری دونوں نے نقل کیا هی ابو موسی کہتے هیں

عن ابی موسی قال قال صلعم مثل المومن الذی یقراء القران مثل الاترجة ریحها طیب و طعمها طیب و مثل المومن الذی لا یقراء القران مثل التمرة لا ریح لها و طعمها حلو و مثل المنافق الذی لا یقراء القران کمثل الحنظلة لیس لها ریح و طعمها مر و مثل المنافق الذی یقراء القرن مثل الریحانة ریحها طیب و طعمها مر (متفق علیه)

که آنحضرت نے فرمایا جو مسلمان قران پڑھتا هی اُسکی مثال ترنج کی سی هی اُس کا مزا بھی اچھا اور خوشبو بھی اچھی — اور جو مسلمان قران نہیں پڑھتا اُس کی مثال چھوارے کی سی هی — خوشبو نہیں اور مزا میٹھا هی اور جو منافق قران نہیں پڑھتا اُس کی مثال اندراین کی هی خوشبو کچھہ نہیں اور مزا کڑوا — اور جو منافق قران پڑھتا هی اُس کی مثال ریحانه کی هی خوشبو اچھی اور مزا کڑوا *

چھٹی حدیث کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجه نے نقل کیا هی — ابو هریرہ کہتے

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلعم تعلموا القران فاقروٗاه فان مثل القران لمن تعلم فقراء و قام به کمثل جراب محشو مسکا تفوح ریحه کل مکان و مثل من تعلمه فرقد و هو فی جوفه کمثل جراب اوکی علی مسک (رواه الترمذی والنسائی و ابن ماجة) —

هیں فرمایا رسول الله صلی الله علیه وسلم نے سیکھو قرآن اور پڑھاؤ — کیونکه جو شخص قران سیکھے اور پڑھے اور اُس پر قایم رهے اُس کے لیئے قران ایسا هی جیسے ایک کیسه مشک سے بھرا هوا — اُس کی خوشبو هر جگهه پھیلتی هی — اور جو شخص قران سیکھکر سو گیا هو اور وہ اُس کے پیٹ میں هو وہ مثل ایک کیسه کے هی جو مشک بھر کر بند کردیا هو *

ساتویں حدیث کو بیهقی نے نقل کیا هی — ابن عمر کہتے هیں رسول الله صلی الله علیه

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلعم ان هذه القلوب تصداء کما یصداء الحدید اذا اصابه الماء قیل یا رسول الله و ما جلاءها قال کثرة ذکر الموت و تلاوة القران (رواه البیهقی)

وسلم نے فرمایا که دلوں کو بھی مورچه لگجاتا هی جس طرح لوهے کو لگتا هی لوگوں نے کہا یا رسول الله پھر وہ صاف کیونکر هو فرمایا موت کو بہت یاد کرنے اور قرآن کی تلاوت کرنے سے *

آٹھویں حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں هی — عبدالله بن مسعود کہتے هیں که

عن عبدالله بن مسعود قال قال منبر پر سے مجھسے رسول الله صلعم نے فرمایا که قرآن سناؤ

لي رسول الله صلعم على المنبر اقرا علي قلت اقرا عليك و عليك انزل قال اني احب ان اسمعه من غيري فقرات سورة النساء حتى اتيت الى هذه الاية فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد و جئنا بك على هولاء شهيدا قال حسبك الان فالتفت اليه فاذا عيناه تذرفان (متفق عليه) —

میں نے کہا آپ کے آگے میں پڑھوں اور آپ پر تو نازل ہوا ہے — آپنے فرمایا کہ مجھے یہہ دلپسند ہے کہ دوسرے سے سنوں — پس میں نے سورہ نساء پڑھي یہانتک کہ میں اس آیت پر آیا " فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہولاء شہیدا " (یعني پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لاوینگے اور تجہکو ان سب گواہوں پر گواہ لاوینگے) آپنے فرمایا اچھا بس — میں نے جو آنکہہ اُٹھا کر دیکھا تو آپ کي آنکھیں آنسو گرا رہي تھیں *

نویں حدیث ابو داؤد میں بیان ہوئي ہے ابو سعید کہتے ہیں کہ میں ضعیف مہاجروں

عن ابي سعيد الخدري قال جلست في عصابة من ضعفاء المهاجرين و ان بعضهم ليستتر ببعض من العرى و قاري يقرء علينا اذ جاء رسول الله صلعم فقام علينا فلما قام رسول الله صلعم سكت القاري فسلم ثم قال ما كنتم تصنعون قلنا كنا نستمع الى كتاب الله تع فقال الحمد الله الذي جعل من أمتي من أمرت ان اصبر نفسي معهم قال فجلس و سطنا ليعدل بنفسه فينا ثم قال بيده هكذا فتحلقوا و برزت وجوههم له فقال ابشروا يا معشر صعاليك المهاجرين بالنور التام يوم القيمة تدخلون الجنة قبل اغنياء الناس بنصف يوم و ذلك خمسمائة سنة (رواه ابو داؤد) —

کے ایک گروہ میں بیٹھا تھا — اور اُن میں سے بعض بعض سے بوجہہ عریاني چھپتے تھے — اور ایک قاري ہم پر قران پڑھتا تھا — اتنے میں رسول الله صلعم تشریف لائے اور کھڑے ہوئے — رسول الله صلعم جب کھڑے ہوئے تو قاري چپ ہوگیا — آپنے سلام کہا اور فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے — ہم لوگوں نے کہا خدا کي کتاب سن رہے تھے — آپنے فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے میري اُمت میں سے ایسے لوگوں کو کیا جن کے ساتھہ مجھے صبر کرنے کا حکم ہے — کہا ابو سعید خدري نے کہ پھر آنحضرت ہم لوگوں کے بیچ میں بیٹھہ گئے تاکہ اپنے کو ہم لوگوں کي برابر کریں — پھر ہاتھہ سے اشارہ کیا کہ یوں پس لوگ گرداگرد بیٹھہ گئے اور سب کا مونہہ آنحضرت کي طرف تھا پس فرمایا کہ اے مفلس مہاجرین تمکو خوشخبري ہو نور کامل کي قیامت کے دن — تم لوگ جنت میں مالداروں سے آدھے دن پہلے جاؤگے اور یہہ پانچ سو برس کا ہوگا *

نازل ہونا قرآن کا سات قرائتوں میں یا قرأت مختلفہ میں

اختلاف قرأت ایک ایسي اصطلاح ہے جس کے سبب سے عیسائي مصنفوں کو نہایت دھوکا پڑا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عہد عتیق اور عہد جدید کي کتابوں میں اختلاف قراءت ہے اُسي طرح کا اختلاف قرات قران مجید میں بھي ہے — حالانکہ وہ

دونوں بالکل مختلف ہیں اور جو اسباب کہ عہد عتیق اور عہد جدید میں قراءت مختلفہ کے پیش آئے ہیں اُس سے اور قرآن مجید کی قراءت سبعہ سے زمین و آسمان کا فرق ہے — اگر ہم قرآن مجید کی قراءت سبعہ یا اختلاف قراءت کو اُنہیں معنوں میں لیں جن معنوں میں کہ عیسائیوں نے لیا ہے تو بہ آسانی کہا جاسکتا ہے کہ ہم مسلمانوں کے قرآن مجید میں اختلاف قراءت مطلق نہیں ہے *

عہد عتیق اور عہد جدید میں جو اختلاف قراءت ہے اُس کی بنیاد اور اُس کے اسباب اور اُسکے نتائج ریورنڈ مسٹر ہارن نے یہہ بیان کئے ہیں کہ " دو یا زاید قراءت مختلفہ میں صرف ایک ہی قراءت صحیح ہوسکتی ہے اور باقی یا تو کاتب کی عمداً تحریفات یا غلطیاں ہونگی " مگر قرآن مجید میں یہہ بات نہیں ہے — کیونکہ تمام اختلاف قراءت اُس معنے میں جس میں کہ مسلمانوں نے اس اصطلاح کو قرار دیا ہے جسقدر قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں وہ سب صحیح اور سب درست ہیں گو ظاہر میں یہہ امر کیساہی متناقض معلوم ہوتا ہو *

ریورنڈ مسٹر ہارن نے عہد عتیق اور عہد جدید میں قراءت مختلفہ کے واقع ہونے کے یہہ اسباب بیان کئے ہیں (۱) " ناقلوں کی چوک اور غلطیاں (۲) منقول عنہ میں سقم اور غلطیوں کا موجود ہونا (۳) کاتبوں کا بدون کسی کافی سند کے متن کی عبارت کی اصلاح کی خواہش کرنا (۴) قصداً تحریفات کا کرنا جو کسی فریق کے حصول مدعا کے واسطے کی گئی ہوں " — ان اسباب کو قرآن مجید کی اختلاف قراءت سے کچھہ بھی علاقہ نہیں ہے — بلکہ قرآن مجید میں جو اختلاف قراءت ہیں اُن کے اسباب حسب تفصیل ذیل ہیں : —

اول — تمام قرآن مجید یا اُس کی سورتیں ایک وقت میں نازل نہیں ہوئی تھیں — بلکہ کوئی آیت کسی سورت کی کسیوقت میں اور کوئی آیت کسیوقت میں نازل ہوئی تھی — ایک سورۃ ابھی ختم ہونے نہیں پائی تھی کہ دوسری سورۃ نازل ہونی شروع ہوئی اور ایسی چند آیتیں نازل ہوئیں جن کا مضمون اُس سورۃ کی آیتوں سے جو پہلے نازل ہوچکی تھیں محض مختلف تھا اور یہہ سورۃ بھی نا مکمل رہ کر ایک اور سورت نازل ہونی شروع ہوگئی اور اسی طرح سلسلہ جاری رہا — تمام آیتیں جس طرح پر نازل ہوئیں علحدہ علحدہ چمڑوں کے ٹکڑوں پر اور بے ترتیبی سے لکھی ہوئی رہیں — اگرچہ پیغمبر خدا نے تمام آیتوں اور سورتوں کی ترتیب لوگونکو بتلا دی تھی تاہم تمام لوگوں کو جنکے پاس قرآن مجید کی آیتوں کی نقلیں منتشر حالت میں موجود تھیں اُن سب کو اُس کا علم نہیں ہوا تھا اس سبب سے آیتوں کو بہ ترتیب پڑھنے میں اختلاف واقع ہوا — بعض لوگوں نے بعض آیتوں کو اُن آیتوں کے ساتھ ملاکر پڑھا جن سے وہ ٹھیک طور پر علاقہ نہیں رکھتی تھیں *

دوم — نقطوں کا اختلاف — قدیم تحریر میں جس کے نمونے اب بھی ہمارے پاس موجود ہیں نقطوں کے دینے کا بہت کم رواج تھا — فعل مضارع کے پہلے حرف " ي " غائب کے صیغہ پر اور حرف " ت " حاضر کے صیغہ پر آتی ہی لکھنے میں ان دونوں حرفوں کی ایک ہی صورت ہی صرف فرق یہہ ہی کہ پہلے حرف کے نیچے دو نقطے ہوتے ہیں اور دوسرے حرف کے اوپر دو نقطے ہوتے ہیں — نقطوں کے لکھنے کا قدیم تحریر میں رواج نہونے سے کسی نے اُس حرف کو " ي " پڑھا اور کسی نے " ت " — اور علماء نے اُس کو اختلاف قرأت قرار دیا *

سوم — عرب کی مختلف قوموں میں جو مختلف اقطاع میں رہتی تھیں مختلف لہجے تھے اور ہرایک قوم اپنے لہجہ میں قران مجید کی آیتوں کو پڑھتی تھی اور اس اختلاف لہجہ کو بھی علماء نے اختلاف قرأت میں داخل کیا ہی *

چہارم — اعراب کا اختلاف — قدیم تحریر میں لفظوں پر اعراب دینے کا بھی دستور نہ تھا اور نہ اہل عرب کو کہ عربی خود اُن کی مادری زبان تھی اعراب دینے کی ضرورت تھی — مگر بعضی دفعہ جملوں کے دو طرح پر ربط دینے سے اعراب میں اختلاف ہوجاتا ہی اس سبب سے لوگ بعض الفاظ کے اعراب میں اختلاف رکھتے تھے مثلاً وضو کی آیت میں جو لفظ " ارجلکم " واقع ہی بعضوں نے خیال کیا کہ اُس کا عطف " وجوہکم " پرہی جو اُسی آیت میں واقع ہی اور اس سبب سے اُنھوں نے " ارجلکم " کے " ل " کو مفتوح پڑھا اور بعضوں نے اُس کا عطف " رؤسکم " پر خیال کیا اور " ارجلکم " کے " ل " کو مکسور پڑھا — اگرچہ ایسی مثالیں بہت کم ہیں مگر علماء نے اُسکوبھی اختلاف قرأت میں داخل کیا — حالانکہ درحقیقت یہہ ایک بحث نحو کے قواعد سے متعلق ہی نہ اختلاف قرأت سے *

پنجم — عربی زبان سے جو لوگ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک ہی مادہ کے افعال کے لیئے عربی زبان میں متعدد ابواب ہوتے ہیں اور اُن ابواب سے ایک ہی مادہ کے مختلف طرح پر صیغے مشتق کرئیے جاتے ہیں اور گو وہ لکھنے میں ایک ہی صورت کے ہوں مگر اُن کا تلفظ مختلف ہوجاتا ہی اس وجہہ سے بعض لفظوں کو قران مجید کے کسی شخص نے کسی باب سے مشتق سمجھہ کر کسی تلفظ سے پڑھا اور کسی نے دوسرے باب سے مشتق سمجھکر کسی تلفظ سے پڑھا — عرب میں بعض قومیں اُن ابواب میں سے کسی باب کا استعمال کرتی تھیں اور بعض قومیں کسی باب کا — اور اسی سبب سے اُن الفاظ کے تلفظ میں اختلاف ہوجاتا تھا — اس قسم کا اختلاف بھی بہت ہی شاذ و نادر قرآن مجید میں ہی — علماء اسلام نے اُس کو بھی اختلاف قرأت میں داخل کیا حالانکہ وہ صرف عربی زبان کے قواعد صرف سے متعلق ہی *

اس بیان سے واضح ہوگا کہ کتب عہد عتیق اور عہد جدید پر عیسائی عالموں نے جن معنی کو اختلاف قرأت کا اطلاق کیا ہی اور جو اسباب اُس کے بیان کیئے ہیں اُس سے اور قران مجید کے اختلاف قرأت سے کچھہ بھی تعلق نہیں ہی — اگر اختلاف قرأت کے وہی معنی قرار دیں جو عیسائی عالموں نے قرار دیئے ہیں تو اُس کا قران مجید کی نسبت استعمال کرنا صریح غلطی اور خطا ہی *

جو امور کہ ہم نے اوپر بیان کیئے ہیں اُن کی توضیح کے لیئے ہم چند حدیثوں کو اس مقام پر نقل کرتے ہیں *

پہلی حدیث ابو داؤد اور بیہقی کی ہی اُس نے جابر سے بیان کیا ہی کہ جابر کہتے

عن جابر قال خرج علينا رسول الله صلعم ونحن نقراء القران وفينا الاعرابي والعجمي فقال اقرؤا فكل حسن وسيجيء اقوام يقيمونه كما يقام القدح يتعجلونه ولا يتاجلونه (رواه ابوداود و البيهقي في شعب الايمان) —

ہیں کہ انحضرت ہم لوگوں کے سامنے تشریف لائے اور ہم لوگ قران پڑھ رہی تھے اور ہم میں عربی و عجمی دونوں قسم کے لوگ تھے پس فرمایا کہ پڑھو سب اچھا ہی — اور آیندہ ایسی قومیں آئینگی کہ اُس کو سیدھے سے پڑھینگی تیر کے سیدھے کی مانند جلدی کرینگے اور ٹھہر کر نہ پڑھینگے *

دوسری حدیث ترمذی کی ہی اُسنے ابی ابن کعب سے بیان کیا ہی ابی بن کعب نے

عن ابي ابن كعب قال لقي رسول الله صلعم جبرئيل فقال يا جبرئيل اني بعثت الى امة اميين منهم العجوز والشيخ الكبير والغلام و الجارية والرجل الذي لم يقراء كتابا قط قال يا محمد ان القران انزل على سبعة احرف (رواه الترمذي) —

کہا کہ رسول الله صلعم جبرئیل سے ملے پس فرمایا کہ اے جبرئیل میں مبعوث ہوا ایک جاہل اُمت کی طرف جس میں بڑھے اور بڑھیا اور لڑکا و لڑکی اور ایسے آدمی ہیں جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی جبرئیل نے کہا اے محمد قران سات حرفوں پر نازل ہوا ہی *

تیسری حدیث بخاری اور مسلم کی ہی اُن دونوں نے ابن عباس سے بیان کیا ہی

عن ابن عباس ان رسول الله صلعم قال اقرأني جبرئيل على حرف فراجعته فلم ازل استزيده ويزيدني حتى انتهى الى سبعة احرف قال ابن شهاب بلغني تلك السبعة الاحرف انما هي في الامر يكون واحدا لا يختلف في حلال ولاحرام (متفق عليه) —

کہ رسول الله صلعم نے فرمایا مجھکو جبرئیل نے قرآن پڑھایا ایک حرف پر پھر میں نے اُن سے دوہراکر پڑھوایا پس میں برابر زیادہ پڑھواتا رہا اور وہ زیادہ کرتے گئے یہاں تک کہ سات حرف (یعنی قرأت) تک پہونچے — ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھکو یہہ ساتوں حرف معلوم ہوئے سو مطلب ایک ہی رہتا ہی — کسی حلال و حرام میں اُن سے اختلاف نہیں پڑتا *

چوتھي حديث بخاري اور مسلم كي هى أن دونوں نے حضرت عمر سے بيان كيا هى

عن عمر بن الخطاب رضه قال سمعت هشام بن حكيم بن حزام يقرء سورة الفرقان على غير ما اقرأنيها وكان رسول الله صلعم اقرأنيها فكدت ان اعجل عليه ثم امهلته حتى انصرف ثم لببته بردائه فجئت به رسول الله صلعم فقلت يارسول الله اني سمعت هذا تقرأ سورة الفرقان على غير ما اقرأتنيها فقال رسول الله صلعم ارسله اقرأ فقرأ القرأة التي سمعته يقرأ فقال رسول الله صلعم هكذا انزلت ثم قال لي اقرأ فقرأت فقال هكذا انزلت ان القران انزل على سبعة احرف فاقرؤا ما تيسر منه (متفق عليه و اللفظ لمسلم) —

عمر بن خطاب نے كہا كه ميں نے هشام بن حكيم بن حزام كو سورة فرقان پڑھتے سنا خلاف أس كے جسطرح ميں پڑھتا هوں — اور مجھكو رسول الله صلعم نے پڑھايا تھا پس قريب تھا كه ميں أن پر جلدي كروں پھر ميں نے أن كو چھوڑ ديا يہاں تک كه وه پھركر چلے پھر ميں أن كو چادر پكڑكر رسول الله صلعم كے پاس لايا اور كہا كه يا رسول الله ميں نے ان كو سورة فرقان اور طرح سے پڑھتے سنا — أس طرح سے نهيں جسطرح آپنے مجھكو پڑھايا تھا — رسول الله صلعم نے فرمايا أن كو چھوڑدو كه پڑھيں — پس أنهوں نے أسي طرح پڑھا جيسا ميں أن سے سن چكا تھا — پس رسول الله صلعم نے فرمايا اسيطرح أتري هى — پھر مجھه سے كہا پڑھو — ميں نے پڑھا تو فرمايا كه اسيطرح أتري هى — قران سات حرفوں پر أترا هى جسطرح آسان هو پڑھو *

پانچويں حديث بخاري كي هى أنهوں نے ابن مسعود سے بيان كيا هى كه — ابن

عن ابن مسعود قال سمعت رجلا قرء وسمعت النبي صلعم يقرء خلافها فجئت به النبي صلعم فاخبرته فعرفت في وجهه الكراهة فقال كلا كمايحسن فلا تختلفوا فان من كان قبلكم اختلفوا فهلكوا (رواه البخاري) —

مسعود كہتے هيں كه ميں نے ايک شخص كو قران پڑھتے سنا اور رسول الله صلعم كو أس كے خلاف پڑھتے سنا پس ميں أس كو نبي صلعم كے پاس لايا اور اسبات كي اطلاع كي — پس ميں نے حضرت كے چہرة پر ناگواري ديكھي پھر آپنے فرمايا تم دونوں ٹھيک پڑھتے هو سو اختلاف مت كرو — تمسے پہلوں نے اختلاف كيا تو هلاک هوئے *

جو كچھه همنے اوپر بيان كيا أس سے هو شخص كو معلوم هوا هوگا كه قران مجيد كے اختلاف قرأت اور توريت اور انجيل كے اختلاف قرأت ميں بہت بڑا فرق هى اور وه اختلاف قرأت جسكو هم نے مد اول ميں داخل كيا هى يعني آيتوں كا آگے پيچھے اور الٹ پلٹ پڑھنا وه اختلاف حضرت ابو بكر كے زمانه خلافت ميں قريب قريب معدوم هوگيا تھا — جبكه زيد ابن ثابت نے قران مجيد كے مختلف حصوں كو ايک جگهه جمع كرديا تھا اور جب حضرت عثمان كي خلافت كے عهد ميں جنهوں نے زيد ابن ثابت كے جمع كيئے هوئے قران مجيد كي نقليں مسلمانوں ميں تقسيم كردي تهيں أس اختلاف كانام و نشان بھي باقي نهيں رها تھا *

حاضر اور غایب کے صیغوں کا اختلاف جو صرف ي اور ت کے نقطوں کے سبب سے تھا وہ باقي رہا — موجودہ قرانوں میں جن میں اختلاف قرأت بھي لکھا جاتا ھی نہایت احتیاط سے حاشیہ پر اُن اختلافات کو لکھدیا جاتا ھی مگر قران مجید کے پڑھنے والوں کو ظاھر ھی کہ وہ اختلافات نہایت قلیل اور شاذ و نادر ھیں اور معہذا اُن سے اصلي مطلب اور احکام قران مجید میں کچھہ فرق نہیں ھوتا *

تلفظ کا اختلاف بھی قریب قریب معدوم ھوگیا ھی — کیونکہ قریش کے تلفظ کو سند قرار دینے میں کوششیں کامیاب ھوئي ھیں — قریش ھي کے لہجہ اور زبان میں قران مجید نازل ھوا تھا اور اُسی لہجہ اور زبان میں جناب پیغمبر خدا اُس کو پڑھا کرتے تھے — لیکن جو کہ اس زبان میں بعض حروف ایسے ھیں جن کا تلفظ اور قوموں سے ادا نہیں ھوسکتا اس سبب سے اس اختلاف سے بالکل پیچھا نہیں چھوٹتا مثلاً اگر ھم کسي ایک عجمي اور کسي بدو اور کسی تربیت یافتہ عرب کو قران پڑھتے ھوئے سنیں تو فوراً پہچان لینگے کہ یہہ اختلاف اب بھی موجود ھی مگر یہہ اختلاف صرف قران مجید کے پڑھنے میں محسوس ھوگا نہ اُس کے املا میں اور اسي لیئے وہ اختلاف ضبط تحریر میں نہیں آسکتا اُس کا اندازہ کرنے کو اُن لوگوں سے قران مجید کے سننے کي ضرورت ھی *

اعراب کا اختلاف بھي چند مقام میں جو بلحاظ قواعد صرف و نحو کے وقوع میں آیا ھی اب تک موجود ھی — اور اُسي قسم کے قران مجید کے حاشیوں پر لکھہ بھي دیا جاتا ھی اور قران مجید کي تفسیروں میں اُس کي نسبت ھرایک امر کي تشریح کي جاتي ھی — ابواب کے اختلاف سے جو صیغوں میں تلفظ کا اختلاف ھی وہ بھي بعض بعض جگہہ موجود ھی — اُس کي بھي تصریح اُسی قسم کے قران مجید کے حاشیوں پر کي جاتي ھی اور تفسیروں میں اُن پر پوري بحث ھی *

مگر جیسا کہ ھم بیان کرچکے ھیں ان اختلافات سے قران مجید کے اصلي معني اور مقصد میں کچھہ اثر واقع نہیں ھوتا اور جو الزام کہ عیسائیوں پر اپني کتابوں میں تحریف کرنے کا ھی اُس قسم کا الزام مسلمانوں پر قران کي آیات میں تصرف کرنے اور کمي و بیشي کرنے کا یا اپني کتاب مقدس میں قصداً غلط اصلاحیں کرنے کا یا کسي فریق کے مدعا کے حاصل کرنے کے لیئے تحریف کرنے کا یا کسي آیتوں کو چھپا ڈالنے کا الزام عاید نہیں ھوسکتا — علم ادب کي ایک شاخ ھی جو بالتخصیص قران مجید کي عبارت پڑھنے سے علاقہ رکھتي ھی اور جس کا نام علم تجوید ھی — اُس پر بہت کتابیں لکھي گئي ھیں اور علماء نے شرح و بسط سے اُس کي شرحیں کي ھیں *

قران مجید میں آیات و ناسخ و منسوخ ھونے کا بیان

عیسائي عالموں نے الفاظ ناسخ و منسوخ کے معني سمجھنے میں جس کا اطلاق علماے

اسلام نے بطور اصطلاح کے آیات قرانی پر کیا ہی بہت بڑی غلطی کی ہی — اُنہوں نے غلطی سے یہہ سمجھا ہی کہ ناسخ آیتوں نے منسوخ آیتوں کو اس وجہہ سے کہ اُن میں کچھہ نقص یا کسی قسم کا اشتباہ تھا بیکار کردیا ہی - مگر اُن کا یہہ خیال بالکل غلط ہی کیونکہ علماے اسلام نے جو دینیات کے مسائل کے محقق ہیں اُن معنوں سے جو عیسائی عالم سمجھتے ہیں مختلف معنی قرار دیئے ہیں — مسلمانوں کا اس بات پر ایمان رکھنا ایک مذہبی فرض ہی کہ خدا تعالے علیم اور علام الغیوب ہی — یعنی اُس کو ماضی اور حال اور استقبال کا یکساں علم ہی پس اگر ناسخ و منسوخ کے یہہ معنی سمجھے جاویں کہ الله تعالے نے ایک اپنے حکم سابق کو کسی حکم ما بعد سے بدیں وجہہ کہ اُس پہلے حکم میں کچھہ نقصان تھا منسوخ کردیا تو اُس کے یہہ معنی ہونگے کہ حکم سابق کے وقت خدا تعالے کی صفت علم کامل میں کچھہ نقصان تھا اور ایسا عقیدہ اسلام کی رو سے کفر ہی — پس ظاہر ہی کہ علماے اسلام نے جن معنوں میں لفظ ناسخ و منسوخ کو استعمال کیا ہی اُس کا یہہ مطلب نہیں ہی جو عیسائی عالم سمجھتے ہیں *

ناسخ و منسوخ کا لفظ اصطلاحاً دو چیزوں پر اطلاق ہوتا ہی - ایک نبی سابق کی ایسی شریعت پر جو دوسرے نبی کی شریعت سے تبدیل ہوگئی ہو - مثلاً حضرت موسیٰ کی شریعت سے پہلے ایک مرد اپنی زوجہ کی حیات میں اُس کے بہن یعنی اپنی سالی سے شادی کرسکتا تھا - حضرت موسیٰ نے اس حکم کو منسوخ کردیا اور فرمایا کہ کوئی آدمی اپنی زوجہ کی زندگی میں اُس کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا — لیکن اُس کے مرنے کے بعد کرسکتا ہی - حضرت موسیٰ نے مرد کو کامل اختیار دیا تھا کہ جب چاہے اپنی زوجہ کو طلاق دیدے اور گھر سے باہر نکالدے اس حکم کو بقول عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ نے تبدیل کردیا اور حکم دیا کہ مرد اپنی زوجہ کو کسی صورت سے طلاق نہیں دے سکتا — جب تک کہ اُسنے کسی سے زنا نہ کیا ہو — آنحضرت نے بھی طلاق دینے کو مرد کے اختیار میں رکھا لیکن اُسپر یہہ قید لگائی کہ اگر بغیر کسی اشد ضرورت اور معقول وجہہ کے ایسا کرے تو وہ ایک گناہ کا مرتکب ہوگا *

الفاظ ناسخ و منسوخ کا استعمال جو علماے اسلام نے شریعت انبیاے سابقین کی نسبت کیا ہی اور جسکا یہہ مقصود ہی کہ ناسخ سے وہ شریعت مراد ہی جو شریعت نبی سابق کو غیر واجب العمل کردے اور منسوخ سے وہ شریعت سابق مراد ہی جو غیر واجب العمل ہوگئی ہو — ان معنوں میں تو قرآن مجید کی آیتوں پر لفظ منسوخ کا اطلاق نہیں ہو سکتا — کیونکہ قران مجید کے بعد کوئی ایسی شریعت نازل نہیں ہوئی اور نہ نازل ہوگی جو شریعت اسلام کو غیر واجب العمل کردے - مگر ہم انبیاے سابقین کی شریعت کے منسوخ ہونے پر زیادہ بحث نہیں کرینگے بلکہ صرف اس مختصر بیان پر ختم کرینگے کہ علماے

اسلام نے شریعت انبیاے سابقین پر بھی ناسخ و منسوخ ہونے کا اطلاق اُن معنوں میں نہیں کیا ہی جو عیسائی خیال کرتے ہیں *

جو کچھہ کہ ہم نے اوپر بیان کیا اُس سے ظاہر ہوگا کہ قران مجید کی وہ آیت جسکو ہم ذیل میں لکھتے ہیں قران مجید کی ایک آیت کے دوسری آیت کے منسوخ ہونے سے کچھہ علاقہ نہیں ہی اور نہ اُس سے اس بات پر استدلال کیا جاسکتا ہی کہ قران مجید کی ایک آیت قران مجید کی دوسری آیت کو منسوخ کرتی ہی — کیونکہ اُس آیت میں جو کچھہ بیان ہی وہ انبیاے سابقین کی شریعت کے ناسخ و منسوخ ہونے سے متعلق ہی نہ قران مجید کی ایک آیت کے دوسری آیت سے —

ما یودالذین کفروا من اهل الکتاب ولاالمشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم والله یختص برحمته من یشاء والله ذوالفضل العظیم — ماننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها الم تعلم ان الله علی کل شئی قدیر (سورہ بقر ایت ۹۹ و ۱۰۰) —

اور وہ آیت یہہ ہی — اہل کتاب جو کافر ہوئے اور مشرکین یہہ نہیں چاہتے کہ تمپر تمہارے خدا کی طرف سے کوئی بھلائی اُترے — اور خدا خاص کرتا ہی اپنی رحمت کے ساتھہ جسکو چاہتا ہی اور خدا بڑی فضیلت والا ہی — ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلادیتے ہیں تو اُس سے اچھی لاتے ہیں یا اُس کی برابر — کیا تو یہہ نہیں جانتا کہ خدا ہر شی پر قدرت رکھتا ہی *

مذکورہ بالا آیتوں سے کوئی ذی فہم شخص یہہ نہیں سمجھہ سکتا کہ اُن سے قران مجید کی ایک آیت کا قران مجید کی دوسری آیت سے منسوخ ہونا پایا جاتا ہی بلکہ صاف اُس میں اہل کتاب کا ذکر ہی اور اہل کتاب جو اس بات کے مخالف تھے کہ اُن کی شریعت کے برخلاف کوئی حکم نہو اُس کی نسبت خدا نے کہا کہ ہم جس آیت یعنی حکم شریعت اہل کتاب کو منسوخ کرتے یا بھلاتے ہیں تو اُس سے بہتر یا اُسی کی مانند حکم بھیج دیتے ہیں *

ہمارے نزدیک اس آیت سے کسی طرح یہہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ قران مجید کی ایک آیت دوسری آیت کو منسوخ کرتی ہی بلکہ اُس کو صریح شریعت اہل کتاب یا رسوم مشرکین سے علاقہ ہی جنکی طرف خاص اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہی — جنکی شریعت کے احکام میں شریعت محمدی سے کسی قدر کمی و بیشی ہوگئی ہی *

دوسرے ناسخ و منسوخ کی اصطلاح کا اطلاق علماء نے قران مجید کی آیتوں اور احادیث نبوی پر بھی کیا ہی — لیکن نہ اُن معنوں میں جو عیسائی سمجھتے ہیں *

قران مجید اور احادیث نبوی میں ایسے احکام ہیں جو امر واحد سے علاقہ رکھتے ہیں — مگر وہ احکام مختلف حالات اور مواقع پر صادر ہوئے ہیں اور جب کہ وہ حالت باقی نہیں رہتی تو وہ حکم جو اس حالت سے متعلق تھا غیر واجب التعمیل ہو جاتا ہی اور

دوسرا حکم جو حالت تبدیل شدہ سے مناسب ہو صادر ہوتا ہی — ایسی حالت میں علماے اسلام حکم اول پر منسوخ اور حکم ثانی پر ناسخ کا اطلاق کرتے ہیں — مگر اس کے یہہ معنی کسی طرح نہیں ہوسکتے کہ حکم اول میں کسی قسم کا نقص تھا بلکہ وہ حالت خاص جس کے واسطے وہ حکم مناسب تھا باقی نہیں رہی اس لیئے وہ حکم بھی واجب التعمیل نہیں رہا لیکن در حقیقت منسوخ نہیں ہوا کیونکہ اگر احیاناً وہی حالت پھر ظہور پذیر ہو تو وہی پہلا حکم واجب‌التعمیل ہوگا اور دوسرا حکم واجب‌التعمیل نہ رہے گا *

مثلاً جب شراب پینے کی امتناع کا حکم نازل ہوا تو آنحضرت نے سبز رنگ کے پیالوں کے استعمال کا بھی جو عرب میں بالتخصیص شراب پینے کے لیئے مخصوص تھے منع فرمایا — مگر جب شراب پینے کی امتناع کا حکم عموماً سب لوگوں کو معلوم ہوگیا اور اُس کا رواج بھی اُٹھہ گیا اُسوقت آنحضرت نے سبز رنگ کے پیالوں کے استعمال کی اجازت دیدی — اسی قسم کی ایک یہہ مثال ہی کہ جب تک مسلمان مکہ میں رہے جہاں کفار قریش کی حکومت تھی اور مسلمان اُن کے محکوم تھے اُسوقت تک اُن کو اپنے حکام کے ہات سے ہر قسم کی تکلیفوں اور سختیوں کو صبر اور استقلال کے ساتھہ برداشت کرنے کا حکم رہا — لیکن جب کہ مسلمان اُن کی عملداری کو چھوڑکر دوسرے ملک میں چلے گئے تو اُسوقت جہاد کرنے کے احکام صادر ہوئے — ان دونوں مثالوں میں علماے اسلام نے اصطلاحاً حکم اول کو منسوخ اور حکم ثانی کو ناسخ سمجھا ہی — لیکن اگر پہلی صورتیں پھر پیش آویں تو وہی پہلے حکم واجب‌التعمیل ہونگے *

مختلف امور میں بعض احکام شریعت حضرت موسی کے ایسے تھے کہ جب تک خاص احکام اُن کی نسبت آنحضرت پر نازل نہیں ہوئے آنحضرت نے اُنہیں حکموں پر عمل کیا — مگر جب خاص حکم نازل ہوئے تو اُن کے مطابق کاربند ہوئے — اور علماء نے اُن احکام موسوی پر بھی منسوخ اور اُن احکام خاص پر ناسخ کا اطلاق کیا — ان بیانات سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ الفاظ صرف اصطلاحیں ہیں جو علما نے مقرر کی ہیں — محققین علماے اسلام کا عقیدہ ہی کہ الفاظ ناسخ و منسوخ اپنے اصلی اور لغوی معنوں میں قران مجید کی نسبت مستعمل نہیں ہوئے ہیں *

جعفر کی حدیث میں جو یہہ روایت ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ "میرا کلام قران مجید کو منسوخ نہیں کرتا ہی مگر قران مجید کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہی اور قران مجید کی ایک آیت ایک آیت کو منسوخ کرتی ہی" — اور ابن عمر کی حدیث میں جو یہہ روایت ہی کہ "میرا ایک کلام میرے دوسرے کلام کو منسوخ کرتا ہی جس طرح کہ قران کی بعض آیتیں قران کی بعض آیتوں کو منسوخ کرتی ہیں" — ان حدیثوں کی معتبر سند نہیں ہی اس لیئے تسلیم کے قابل نہیں ہیں *

اس باب میں ابن ماجہ کی حدیث نہایت صحیح اور معتبر ہی جو اُن دونوں حدیثوں کے برخلاف ہی اور جس سے اُن لوگوں کی راے کی جو قران کی ایک آیت سے دوسری آیت کے منسوخ ہونے کے قایل ہیں بخوبی تردید ہوتی ہی اور وہ حدیث یہہ ہی :- رسول اللہ صلعم نے ایک قوم کو سنا کہ قران میں جھگڑا کرتے ہیں پس فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے وہ اسی سے ہوئے خدا کی کتاب کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے لڑایا (یعنی رد کیا) اور خدا کی کتاب تو اس لیئے اُتری ہی کہ بعض سے بعض کی تصدیق ہو — پس بعض کی بعض سے تکذیب مت کرو — اُس میں سے جو جانو وہ کہو اور جو نہ جانو اُس کو اُس کے واقف کار پر چھوڑ دو *

عن عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال سمع النبی صلعم قوما یتدارؤن فی القران فقال انما هلک من کان قبلکم بهذا ضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض وانما نزل کتاب اللہ یصدق بعضہ بعضا فلا تکذبوا بعضہ ببعض فما علمتم منہ فقولوا بہ و ما جہلتم فکلوہ الی عالمہ (رواہ احمد و ابن ماجۃ) —

اس حدیث سے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ قران مجید کی آیتوں میں سے کوئی آیت بھی کسی آیت کی ناسخ ہی نہ کوئی آیت منسوخ ہی *

مگر عالموں کا یہہ اختلاف محض لفظی بحث پر مبنی ہی کیونکہ دونوں فریق یعنی وہ لوگ جو ناسخ و منسوخ کے ہونے کے قایل ہیں اور جو لوگ اُس کے قایل نہیں ہیں دونوں کے مباحثوں سے ایک ہی نتیجہ پیدا ہوتا ہی اس لیئے ہم اس مقام پر اُن پہلی دو حدیثوں کے نامعتبر اور غیر مستند ہونے پر بحث کرنی بے فائدہ سمجھتے ہیں — کیونکہ دونوں فریقوں کا بہ لحاظ حقیقت حال کے ایک ہی عقیدہ ہی

ایک زمانہ کے بعد جبکہ فقہاے اسلام نے قران مجید سے اوامر اور نواہی کا استنباط شروع کیا اور کتب فقہ کا تالیف ہونا شروع ہوگیا تو اُنہوں نے الفاظ ناسخ و منسوخ کو اور بھی زیادہ وسیع اصطلاح میں استعمال کرنا شروع کیا جس پر نہ تو اُن الفاظ کے لغوی اور لفظی معنی کا اور نہ اُن معنوں کا جو ہم نے اوپر بیان کیئے ہیں ٹھیک ٹھیک اطلاق ہوسکتا ہی *

مثلاً اُنہوں نے دیکھا کہ قران مجید کی ایک آیت میں کسی معاملہ کی نسبت ایک عام حکم ہی اور پھر کوئی خاص آیت اُن کو ایسی ملی کہ جس سے اُس عام حکم میں کسی حالت میں استثناء پایا جاتا تھا تو اُنہوں نے اس خیال سے کہ وہ پہلی آیت اپنی عمومیت پر باقی نہیں رہی اُس کو منسوخ اور دوسری آیت کو اُس کا ناسخ قرار دیا حالانکہ یہہ صرف ایک فرضی اصطلاح ہی چنانچہ ہم ایک مثال سے اس امر کی زیادہ تر تشریح اور توضیح کرتے ہیں

قرآن مجید میں ایک یہہ آیت ہی کہ — اور جو لوگ تم میں سے وفات پاتے ہیں

والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا وصیة لازواجهم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسهن من معروف والله عزیز حکیم (سورہ بقر آیت ۲۴۲ —

اور چھوڑ جاتے بیبیاں — وصیت کرجاویں اپنی بیبیوں کے لیئے فائدہ دینا ایک برس تک بن نکالے۔ پس اگر نکل جاویں پس نہیں گناہ ہی تمپر اُس چیز میں کہ کریں وہ اپنے حق میں کچھہ بہتری اور اللہ غالب دانا ہی *

اس آیت کے صاف اور سیدھے معنی یہہ ہیں کہ جو لوگ اپنے مرنے کے بعد ازواج چھوڑ جاویں اُنکے ایک برس کے نان و نفقہ کے لیئے وصیت کرجاویں تاکہ عورت (جو کہ اس جہان میں اپنے تمام حوائج ضروری میں اپنے خاوند کی محتاج ہوتی ہی) اپنے رنج و مایوسی کے ایام میں خاوند کے مرجانے سے مصیبت اور تکلیف میں نہ پڑے — ہمارے فقہاء نے بیان کیا کہ اس آیت سے تین حکم نکلتے ہیں (۱) شوہر پر واجب ہی کہ زوجہ کے سال بھر کے نان و نفقہ کی وصیت کرجاوے (۲) زوجہ شوہر متوفی کی جائداد میں سے ایک سال سے زیادہ کے نان ونفقہ کی مستحق نہیں ہی (۳) زوجہ شوہر کی وفات کی تاریخ سے سال بھر تک کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی *

جب کہ فقہا نے اپنی ذہانت سے یہہ قرار دیا کہ اس آیت سے یہہ تین مسئلے نکلتے ہیں

و الذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا فاذا بلغن اجلهن فلاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسهن بالمعروف و الله بما تعملون خبیر ولاجناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء او اکننتم فی انفسکم علم الله انکم ستذکرونهن ولکن لا تواعدوهن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا (سورہ بقر آیت ۲۳۴ و ۲۳۵)—

تو اُنکو ایک اور آیت نظر پڑی جو ذیل میں مندرج ہی۔ اور جو لوگ تم میں سے وفات پاتے ہیں اور بی‌بیاں چھوڑ جاتے ہیں — تو انتظار کر آئیں (یہہ عورتیں) اپنی جانوں کو چار مہینے اور دس دن — پس جب پہونچیں اپنی مدت کو پس تم پر کچھہ گناہ نہیں ہی اُس چیز میں کہ وہ اپنے حق میں بھلائی سے کوئی بات کریں اور خدا اُس چیز سے خبر رکھتا ہی جو تم کرتے ہو اور نہیں گناہ ہی تم پر اسبات میں کہ اشارتاً تمنے عورتوں سے پیغام نکاح کیا ہو یا تمنے اپنے دل میں چھپا رکھا ہو — خدا جانتا ہی کہ تم اُنکو یاد کروگے مگر اُن سے خفیہ وعدہ مت کرلو بجز اس کے کہ اچھی بات کہو *

اس آیت میں اُنہیں فقہا نے اُس میعاد کی تصریح اور تعیّن پائی جس میں عورت کو شوہر کے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کرنا نہیں چاہیئے اور اُنہوں نے سمجھا کہ یہہ تعیّن میعاد پہلی آیت کے تیسرے حکم سے جو اُنہوں نے از خود اپنی ذہانت سے قرار دے لیا تھا مختلف ہی تو اُنہوں نے پہلی آیت کے تیسرے حکم کو بہ لفظ منسوخ تعبیر کیا اور پچھلی آیت کو اُسکا ناسخ قرار دیا *

اُس کے بعد اُنکو ایک اور آیت نظر پڑی جو ذیل میں مندرج ہے — اور اُن کے لئے

ولهن الربع مما ترکتم ان لم يکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم من بعد وصية توصون بها او دين (سورة نساء آيت ۱۴) —

چوتھائی حصہ ہے تمہارے ترکہ میں سے اگر تمہارے کوئی اولاد نہو پس اگر کوئی ہو تو اُن کے لئے آٹھواں ہے تمہارے ترکہ میں سے بعد وصیت کے جو تمنے کی ہو یا قرضہ ہو *

اس آیت سے اُنہوں نے یہہ دیکھا کہ بیوہ عورت کے لئے اس آیت میں صاف صاف معین حصہ شوہر کے ترکہ میں سے معین ہے تو اُنہوں نے یہہ نتیجہ نکالا کہ پہلی آیت سے جو اُنہوں نے پہلا اور دوسرا حکم استخراج کیا تھا وہ دونوں حکم بھی اس آیت سے منسوخ ہوگئے اور یہہ آیت اُن کی ناسخ ہے *

ہر سمجھہ دار آدمی یہہ بات جانتا ہے کہ مذہب اسلام میں فقہاء کا ایسا درجہ نہیں ہے جیسا کہ عیسائی مذہب میں پوپ کا درجہ ہے جسکو عیسائی خطا اور نسیان سے مبرا سمجھتے ہیں مسلمانوں کے مذہب میں قران مجید ہر شخص کی دسترس میں ہے اور ہر شخص کو اُس میں حق بات تلاش کرنے کا اختیار ہے — ہر مسلمان اسبات کا مجاز ہے کہ اگر وہ چاہے تو مذکورہ بالا تینوں مسئلوں کو جو فقہا نے مذکورہ بالا آیت سے اخذ کیئے ہیں اور جو درحقیقت ایک مسئلہ بھی اُن مسئلوں میں سے اُس آیت سے اخذ نہیں ہوسکتا نہ مانے اور صاف کہدے کہ اُن آیتوں میں سے کوئی آیت بھی ایک دوسرے کی ناسخ و منسوخ نہیں ہے — پس کسی آیت کو ناسخ اور کسی کو منسوخ قرار دینا صرف فقہا کی راے ہے جو اُنہوں نے اپنے مسایل کے استنباط کے طریقہ کی تسہیل کے لیئے اختیار کی ہے مگر اُس سے یہہ بات کہ درحقیقت قران میں ناسخ و منسوخ ہے لازم نہیں آتی *

مگر افسوس یہہ ہے کہ عیسائی عالموں نے جو سمجھا ہے اُس میں دانستہ یا نا دانستہ غلطی کی ہے — مشہور و معروف مورخ گبن اور ہمارے زمانہ کے بڑے عالم سر ولیم میور نے ناسخ و منسوخ کی اصطلاحوں کے صحیح اور اصلی معنوں سے جن میں ہمارے فقہا نے اُنکو مستعمل کیا تھا ناواقفیت کی وجہہ سے صریح مغالطہ کھایا ہے اور وہ خیالات بیان کیئے ہیں جن کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں *

گبن اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ " مرضی الہی کے دائمی اور کامل اندازہ کی بجاے آیات قران (مجید) محمد (صلعم) کی سمجھہ کے مطابق مرتب ہوئی تہیں — ہر وحی اُن کی حکمت عملی یا خواہش کے مناسب ہے اور آیتوں کا تناقض اس وسیع قول سے کہ کسی پہلی آیت میں کسی پچھلی آیت سے تبدیل یا ترمیم ہوگئی ہے رفع ہوگیا ہے " *

سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمد میں لکھتے ہیں کہ " اگرچہ تنسیخ کا آسان عقیدہ قران میں تسلیم کیا گیا ہے مگر مسلمان اس اجتماع ضدین کی تطبیق کی

حتی الامکان کوشش کرتے هیں — تاهم به مجبوری اُن کو معترف هونا پڑا هی که قران میں کم سے کم دو سو پچیس آیتیں منسوخ هیں " *

اس خطبه کے شروع میں همنے بیان کیا هی که آنحضرت صلعم پر دو قسم کی وحی نازل هوتی تهی — اول وحی متلو یعنی کلام الله – دوم وحی غیر متلو یعنی حدیث — یهه ممکن هی که بعض شخصوں نے غلطی سے دوسری قسم کی وحی کو پہلی قسم کی وحی سمجھا هو اور اُن کو قران مجید میں نه پاکر یهه گمان کیا هو که بعض آیتیں منسوخ هوگئی هیں اور جو که اُن کے پڑھنے کی اجازت نه تهی اس لیئے قران مجید میں مندرج نهوئیں مگر ظاهر هی که ایسا خیال جس کو هوا خود اُس کی غلطی هی — علاوه اس کے اس بات کے فرض کرلینے کے لیئے که کوئی آیت ایسی تهی جس کے پڑھنے کی اجازت نه تهی اور اس لیئے قران مجید سے خارج رکهی گئی تهی کوئی سند نهیں هی — چنانچه هم اس امر کی نسبت اس خطبه کے اخیر میں پوری بحث کرینگے *

کیا جناب پیغمبر خدا قران مجید کی کوئی آیت بهول گئے تهے

هم مسلمانوں کا اعتقاد هی که جناب پیغمبر خدا کو تمام قران من اوله الی آخره جو نازل هوا تها یاد تها اور کبهی کوئی آیت آنحضرت نهیں بهولے نه آپ کے دل سے محو هوئی – اور تمام آیتیں جو آپ پر نازل هوتی تهیں آپ کاتبوں سے لکھوا دیتے تهے – اس کی سند میں قران مجید کی ایک آیت کا اور بخاری کی ایک حدیث کا لکهدینا کافی هی قران کی آیت یهه هی که " هم تجهکو پڑها دینگے سو تو نه بهولیگا مگر جو خدا چاهے *

سنقرئک فلاتنسی الاماشاء الله (سورة سبح اسم آیت ۶) —

بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر اس طرح پر کی هی (هم تجهکو پڑهاوینگے) جبرئیل کی زبان سے یا تجهکو قاری کرینگے قرأت کے الهام سے (پس تو نه بهولیگا) هرگز حافظه کی قوت سے باوجود اس کے که تو ان پڑه هی تاکه یهه ایک نشانی هو دوسری تیرے لیئے – (مگر جو خدا چاهے) اُن کا بُهلا دینا اس طرح پر که اُس کی تلاوت منسوخ کردی اور کہا گیا هی که اس سے مراد کم هونا اور نادر هونا هی اس لیئے که روایت هی که آنحضرت نے ایک آیت نماز میں چهوڑ دی – پس ابی رض نے سمجھا که وه منسوخ هوگئی سو حضرت سے پوچها – آپ نے فرمایا که میں بهول گیا – یا بهولنے کی مطلقاً نفی مراد هی – کیونکه قلت کا لفظ نفی کے لیئے بهی استعمال هوتا هی

(سنقرئک) علی لسان جبرئیل او سنجعلک قاریا بالهام القراة (فلاتنسی) اصلا من قوة الحفظ مع انک أمی لیکون ذلک ایة اخری لک ... (الاماشاء الله) نسیانه بان نسخ تلاوته وقیل المراد به القلة و الندرة لما روی انه علیه السلام اسقط اية فی الصلوة فحسب أبی رض انها نسخت فساله فقال نسیتها اونفی النسیان راسا فان القلة تستعمل للنفی (بیضاوی) —

بیضاوی نے اول تو یہہ لکھا ہی کہ "فلاتنسی" سے یہہ مطلب ہی کہ پیغمبر صاحب قران کو ہرگز نہیں بھولینگے — "الا ما شاء الله" کے لفظ میں اُس نے تین رائیں قایم کی ہیں — ایک یہہ کہ منسوخ شدہ آیت کو بھول جاوینگے — یہہ صرف اُس کی رائے ہی قران مجید سے اس پر کوئی نص نہیں ہی — دوسری رائے اُس نے ایک حدیث پر قایم کی ہی کہ آپ ایک آیت پڑھنی بھول گئے تھے — اگر ہم اُس حدیث کو صحیح تسلیم کرلیں تو بھی اُس سے بھول جانا کسی آیت کا یعنی دل سے محو ہوجانا ثابت نہیں ہوسکتا — تیسری رائے اُسکی نسیان سے قطعی انکار کی ہی — یہہ رائے صحیح ہی گو کہ جو وجہہ اُس نے لکھی ہی وہ خود اُس کے دل کی پیدا کی ہوئی ہی جس کے لیئے کوئی دلیل نہیں ہی *

قران مجید کا طرز بیان یہہ ہی کہ خدا تعالی اپنے قادر مطلق ہونے کے اظہار کے لیئے ہر ایک حکم اور ہر ایک امر کے ساتھہ جملہ استثنائیہ فرماتا ہی مگر اُس سے درحقیقت یہہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ واقع بھی ہوگا بلکہ اُس سے محض اظہار قدرت مراد ہوتا ہی اس کی سیکڑوں مثالیں قران مجید میں موجود ہیں — پس اس مقام پر بھی جملہ استثنائیہ سے یہہ مراد نہیں ہی کہ درحقیقت آنحضرت کسی آیت کو بھول گئے تھے یا بھول جاوینگے — بلکہ صرف اظہار قدرت کے لیئے الله تعالی فرماتا ہی کہ تم قران کا کوئی جزو نہیں بھولوگے لیکن جس کو کہ خدا چاہے — زمخشری جو علم عربیت کا بہت بڑا عالم ہی یہی بات لکھتا ہی کہ اس جملہ سے استثناء مراد نہیں ہی اور اُس کی مثل اس طرح پر دی ہی — کہ مثلاً کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے کہ جو کچھہ میری ملکیت میں ہی اُس میں تو بھی شریک ہی مگر جو خدا چاہے — تو اس طرح کہنے سے کسی چیز کا استثناء کرنا شریعت سے مقصود نہیں ہوتا — اسی طرح اس مقام پر بھی جملہ استثنائیہ سے کسی آیت کا مستثناء کرنا مقصود نہیں ہی *

في الكشاف كما تقول لصاحبك انت سهيمي فيما املك الا ما شاء الله لايقصد استثناء شي (کشاف)

بخاری میں اسی کے متعلق دو حدیثیں حضرت عایشہ سے مذکور ہیں — پہلی حدیث یہہ ہی کہ عایشہ سے روایت ہی کہ نبی صلی الله علیہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں پڑھتے سنا پس کہا کہ خدا اُس پر رحم کرے مجھکو یہہ یہہ آیتیں اُس سورۃ سے یاد دلائیں *

عن عايشة سمع النبي صلعم رجلا يقراء في المسجد فقال يرحمه الله لقد اذكرني كذا وكذا اية من سورة كذا (بخاري باب نسيان القران)

دوسری حدیث یہہ ہی کہ حضرت عایشہ سے روایت ہی کہ رسول الله صلعم نے ایک شخص کو ایک سورۃ پڑھتے سنی رات کو پس فرمایا کہ خدا اُس پر رحم کرے مجھکو فلاں فلاں آیتیں یاد دلائیں

عن عايشة قالت سمع رسول الله صلعم رجلا يقراء في سورة بالليل فقال يرحمه الله لقد

اذکرنی کذا و کذا اية کنت أنسیتها من سورة کذا (بخاري باب نسیان القران) جنکو میں فلاں سورۃ سے بھول گیا تھا •

اول تو ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم هوتا هی کہ یہہ واقعہ مسجد میں هوا تھا اور اس بات پر یقین نہیں هوسکتا کہ حضرت عایشہ خود موجود تھیں — کیونکہ اس کا کوئی اشارہ اُن حدیثوں میں نہیں هی اور اس لیئے یہہ حدیثیں قابل استدلال نہیں — دوسری وجہہ ان حدیثوں کے قابل استدلال نہونے کی یہہ هی کہ اُن میں سے کسی میں نہیں بیان کیا کہ وہ آیت کونسی تھی جس کو آنحضرت بھول گئے تھے اور نہ یہہ بیان کیا هی کہ کس سورۃ کی وہ آیت تھی — قطع نظر اس کے مسلمان جو نسیان سے انکار کرتے هیں اُس کا یہہ مقصد هی کہ کوئی آیت آنحضرت کے سینہ مبارک سے محو نہیں هوگئی تھی کہ همیشہ کے واسطے معدوم هوگئی هو اگر اُس نسیان کو جو ان حدیثوں میں مذکور هی تسلیم بھی کرلیں تو اُس کا نتیجہ صرف اتنا هی کہ جس وقت اُس شخص نے وہ آیت پڑھی اُس وقت آنحضرت کو اُس کا خیال نہیں تھا — آپ نے فرمایا کہ خوب یاد دلایا — یہہ امر بمقتضاے بشریت هوسکتا هی کیونکہ هم بشریت سے آنحضرت کو مبرا نہیں کرتے هیں — اُس آیت کا یاد آ جانا خود اس بات کی دلیل هی کہ آنحضرت کے سینہ مبارک سے وہ آیت محو نہیں هوئی تھی •

قرآن مجید حضرت ابو بکر کی خلافت میں کسطرح جمع هوا

قران مجید کے جمع هونے کا صحیح اور کامل بیان حضرت ابو بکر کی خلافت میں بخاری کی ایک صحیح اور معتبر حدیث میں مذکور هی جس کو هم اس مقام پر نقل کرتے هیں اور وہ حدیث یہہ هی — زید بن ثابت کہتے هیں کہ مجھکو ابو بکر نے اهل یمامہ کے قتل کے زمانہ میں بلا بھیجا — عمر بن خطاب بھی وهاں موجود تھے ابو بکر نے کہا کہ عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ یمامہ کے دن قران کے قاری کثرت سے قتل هوگئے اور میں ڈرتا هوں کہ اور موقعوں میں بھی قاری کثرت سے مقتول هوں تو قران بہت سا جاتا رهیگا — اور میری یہہ راے هوتی هی کہ تم قران کے جمع کرنے کا حکم کرو — میں نے عمر سے کہا تم وہ کام کیونکر کروگے جس کو رسول الله صلعم نے نہیں کیا — عمر نے کہا خدا کی قسم یہہ عمدہ بات هی — عمر اسی طرح مجھہ سے اصرار کرتے رهے یہانتک کہ خدانے میرا سینہ اس کے لیئے کھولدیا اور میںنے بھی اس کام میں وہ فایدہ

عن زید ابن ثابت قال ارسل الی ابو بکر رضه عنه مقتل اهل الیمامة فاذا عمر بن الخطاب عنده قال ابو بکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القران وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذهب کثیر من القران و انی اری ان تامر بجمع القران قلت لعمر کیف تفعل شیئاً لم یفعله رسول الله صلعم قال عمر هذا والله خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح الله صدری لذلک ورایت فی ذلک الذی راے عمر

قال زيد قال ابو بكر انك رجل شاب عاقل لانتهمک وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتتبع القران فاجمعه والله لوكلفوني نقل جبل من الجبال ماكان اثقل على مما امرني به من جمع القران قال قلت لابي بكر كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم قال هو والله خير فلم يزل ابوبكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح له صدر ابي بكر وعمر فتتبعت القران اجمعه من العسب واللخاف و صدور الرجال حتى وجدت اخر سورة التوبة مع ابي خزيمة الانصاري لم اجدها مع احد غيره " لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم " حتى خاتمة براءة وكانت الصحف عند ابي بكر حتى توفاه الله ثم عند عمر حياته ثم عند حفصة بنت عمر (رواه البخاري) -

ديكها جو عمر نے سوچا تها - زيد كہتے هيں كه ابو بكر نے كہا تم جوان عاقل آدمي هو تمپر هم بدگماني نهيں كرسكتے - اور تم رسول الله صلعم كے ليئے وحي لكها كرتے تهے - پس قران كي جستجو كر كے اُسكو جمع كرو — سو خدا كي قسم اگر كسي پہاڑ كے هٹا ديئے كو كہتے تو مجهپر اتنا گراں نهوتا جتنا كه قرآن كے جمع كرنے كا حكم گراں معلوم هوا ميں نے ابوبكر سے كہا تم لوگ وه كام كيونكر كروگے جسكو رسول الله صلعم نے نهيں كيا — ابو بكر نے كہا خدا كي قسم يهه اچها كام هى — ابوبكر اسي طرح اصرار كرتے رهے يہاں تک كه خدا نے ميرا سينه اُس كے ليئے كهولديا جس كے ليئے ابوبكر و عمر كو خيال دلايا تها — پس ميں قرآن كو تلاش كركے جمع كرنے لگا هڈيوں اور سفيد پتهر كي تختيوں سے اور لوگوں كے سينه سے يہاں تک كه سورة توبه كا اخير مجهے ابو خزيمه انصاري كے پاس پايا اور كسي كے پاس نهيں پايا " لقد جاء كم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم " سے براءة كے اخير تک — اور سب قرآن ابوبكر كے پاس تهے يہاں تک كه خدا نے اُنكو وفات دي - پهر عمر كے پاس تهے اُن كي زندگي تک پهر حفصه كي پاس جو عمر كي بيٹي تهيں *

مذكورة بالا حديث سے تين امر كي قرار واقعي تصريح هوتي هى — اول حضرت عمر كے اس كہنے سے كه يمامه ميں بہت سے قران كے قاري قتل هوگئے هيں اور مجهكو انديشه هى كه اگر اور مقاموں ميں سخت لڑائي هو اور قران كے قاري بهت مارے جاويں تو اكثر حصه قران كا ضايع هوجاويگا — اس قول سے پايا جاتا هى كه اُسوقت تک بہت سے قاري جن كو قران مجيد جس قدر كه آنحضرت پر نازل هوا تها بخوبي ياد تها موجود تهے *

دوم — هم كو بدرجه يقين ثابت هوتا هى كه بہت سے لوگوں كو قران مجيد حفظ ياد تها *

سوم — اس ميں كچهه شبهه نهيں رهتا كه قران مجيد كي كوئي آيت ايسي نهيں تهي جو تلاش كے بعد چمڑے يا هڈيوں يا اَوْر كسي چيز پر لكهي هوئي نه ملي هو *

ان تمام بيانوں سے جو اوپر مذكور هوئے اور نيز عبدالعزيز بن رفيع كي حديث سے جسكو هم ابهي نقل كرينگے يهه بات بخوبي ثابت هوتي هى كه زيد ابن ثابت نے كل قران

مجید کو بے کم و کاست جمع کرلیا تھا اور یہہ قرآن جو بالفعل ہمارے ہاتوں میں موجود ہی بجنسہ وہي ہی — کوئي چیز اس میں چھوٹي ہوئي نہیں ہی *

عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ میں اور شداد بن معقل ابن عباس کے پاس گئے - شداد نے اُن سے کہا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے کچھہ چھوڑا - ابن عباس نے کہا کچھہ نہیں چھوڑا مگر دو دفتیوں کے درمیان میں (یعني قرآن) کہا اور گئے ہم محمد بن حنفیہ کے پاس اور اُن سے بھي پوچھا اُنہوں نے کہا کچھہ نہیں چھوڑا مگر دو دفتیوں کے درمیان میں *

عن عبدالعزیز بن رفیع قال دخلت انا و شداد بن معقل علی ابن عباس فقال له شداد بن معقل اترک النبي صلعم من شي قال ما ترک الا مابین الدفتین قال ودخلنا علی محمد بن الحنفیة فسالنا فقال ما ترک الا مابین الدفتین (بخاري) —

حضرت عثمان جامع الناس علي القرآن کي خلافت میں قرآن مجید کي نقلوں کا تقسیم ہونا

وہي قرآن جسکو زید ابن ثابت نے جمع کیا تھا حضرت عثمان کي خلافت تک محفوظ چلا آتا تھا حضرت عثمان نے اپني خلافت میں اُسکي متعدد نقلیں مختلف ممالک میں بھیجیں — چنانچہ یہہ امر نہایت تفصیل کے ساتھہ بخاري کي حدیث میں مذکور ہی اور وہ حدیث یہہ ہی :—

حذیفة بن یمان عثمان کے پاس آئے اور وہ عراق والوں کے ساتھہ اہل شام سے لڑے تھے آرمینیہ و اذربیجان کی فتح میں - تو حذیفہ کو اُن لوگوں کا قراءة قرآن میں مختلف ہونا رنج دہ ہوا - حذیفة نے عثمان سے کہا اے امیرالمومنین اس اُمت کي خبر لو قبل اس کے کہ قرآن میں مختلف ہو جسطرح یہود و نصاریٰ مختلف ہوئے — عثمان نے حفصہ کے پاس آدمي بھیجا کہ صحیفے ہمارے پاس بھیجدو - ہم نقل کرکے واپس بھیجدینگے حفصہ نے عثمان کے پاس وہ صحیفے بھیجدیئے - عثمان نے زید بن ثابت و عبداللہ بن الزبیر و سعد بن العاص و عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام کو حکم دیا سو ان لوگوں نے اُن کو مصحفوں میں نقل کیا — اور عثمان نے تین قریشی گروہوں سے کہا کہ جب تم لوگ اور زید بن ثابت قرآن کي کسي چیز میں اختلاف کرو (اور ایک حدیث میں ہی کہ قرآن کي کسي عربیت کے متعلق

عن انس بن مالک ان حذیفة بن الیمان قدم علی عثمان وکان یغازي اهل الشام في فتح ارمینیة و اذربیجان مع اهل العراق فا فزع حذیفة اختلافهم فی القراءة فقال حذیفة لعثمان یا امیر المومنین ادرک هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود و النصاري فارسل عثمان الی حفصة ان ارسلي الینا بالصحف ننسخها في المصاحف ثم نردها الیک فارسلت بها حفصة الی عثمان فامر زید ابن ثابت وعبدالله ابن الزبیر و سعد بن العاص و عبدالرحمن بن الحارث بن هشام فنسخوها في المصاحف و قال عثمان للرهط

القرشيين الثلاثة اذا اختلفتم انتم و زيد ابن ثابت في شي من القران (وفي حديث " في عربية من عربية القران " باب نزل القران بلسان قريش) فاكتبوه بلسان قريش فانما نزل بلسانهم ففعلوا حتى اذا نسخوا الصحف في المصاحف رد عثمان الصحف الى حفصة و ارسل الى كل افق بمصحف مما نسخوا و امر بما سواه من القران في كل صحيفة او مصحف ان يحرق قال ابن شهاب واخبرني خارجة بن زيد بن ثابت انه سمع زيد بن ثابت قال فقدت اية من الاحزاب حين نسخنا المصحف و قد كنت اسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرا بها فالتمسناها فوجدنا مع خزيمة بن ثابت الانصاري " من المومنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه " فالحقناها في سورتها في المصحف (رواه البخاري) —

اختلاف کرو دیکھو باب نزول القران بلسان قریش) تو اُسکو قریش کي زبان میں لکھو کیونکہ قرآن اُنہیں کي زبان میں اوترا هی — پس اُن لوگوں نے ایسا هي کیا یہاں تک کہ جب صحیفوں کو مصحفوں میں نقل کرلیا تو عثمان نے صحیفے حفصہ کے پاس واپس بھیجدیئے — اور جو قرآن کے نسخے نقل ہوئے اُن کو ملک کے هر ایک حصہ میں بھیجدیا اور حکم دیا کہ اُس کے سوا جو کچھہ کہ کسي صحیفہ یا مصحف میں ہو سب جلا دیا جاوے — ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھکو خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دي کہ اُنہوں نے زید بن ثابت سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے " احزاب " کي ایک آیت نہیں پائي قرآن کي نقل کرتے وقت — اور میں نے رسول اللہ صلعم سے اُس کو پڑھتے سنا تھا — پس ہمنے اُس کي جستجو کي پس خزیمہ بن ثابت انصاري کے پاس یہہ آیت پائي " من المومنین رجال صدقو اماعاهدو الله علیه " پس اُس کو اُس کي سورۃ میں مصحف میں ملا دیا *

یاد رکھنا چاهیئے کہ جملہ " اختلافہم في القرءت " سے وهي اختلاف قراءت مراد هی جسکا بیان شرح و بسط سے اوپر هوچکا هی اور جملہ " في عربیۃ من عربیۃ القران " جس کو هم نے دو خطوط هلالي میں لکھا هی اور جو ایک اور حدیث کا ٹکڑا هی اس مطلب کو زیادہ تر واضح کرتا هی — حضرت عثمان کي خلافت میں جو نقلیں هوئي تھیں وہ بالکل مطابق اصل کے تھیں اور اُن میں کسي طرح تغیر و تبدل یا کمي و بیشي نہیں کي گئي تھي — لہجہ یا صیغوں کے تلفظ کا جو اختلاف عرب کي زبانوں میں تھا اُس کا بھي کچھہ نشان نہ تھا *

زید ابن ثابت کي پہلي روایت سے معلوم هوتا هی کہ سورۃ توبہ کا اخیر حصہ خزیمہ انصاري کے پاس سے ملا تھا لیکن اس روایت میں بیان هی کہ سورۃ احزاب کي ایک آیت خزیمہ الانصاري کے پاس سے نکلي تھي — ان دونوں بیانوں میں کچھہ اختلاف نہیں هی کیونکہ جس زمانہ میں زید ابن ثابت نے قران کو جمع کیا تھا اُس زمانہ میں سورۃ توبہ کا آخري حصہ بھي خزیمہ کے پاس سے ملا هوگا اور سورۃ احزاب کي آیت بھي اُنہیں کے پاس نکلي هوگي — اس اخیر کي روایت سے یہہ سمجھنا کہ احزاب کي آیت بروقت نقل کرنے قران کے دستیاب هوئي تھي یہہ غلطي هي کیونکہ یہہ ذکر بھي اس روایت میں

اُسي وقت کا هی جبکه حضرت ابوبکر کے وقت میں زید ابن ثابت نے قران جمع کیا تھا — اور اگر فرض کریں که یهه ذکر اُس وقت کا هی جبکه قران کي نقلیں هوتي تهیں تو بهي ممکن هی که اُس جمع کیئے هوئے قران میں سے وہ آیت کسي طرح خراب هوگئي هو اور پهر تلاش سے خزیمه پاس ملي هو — یا ابن شهاب کو یا حضرت انس کو اس روایت کے بیان کرنے میں کچهه اشتباہ واقع هوا هو *

قران مجید کا اپنے طرز میں کامل هونا اُس کے الهامي الاصل هونے کو ثابت کرتا هی

اس موقع پر هم بشپ مڈلٹن کے بیان کو جو ایک عالم اور فاضل آدمي تها نظر انداز نهیں کرسکتے — وہ بیان کرتا هی که " یوناني توریت اور انجیل سے بالکل جهالت اور وحشیانه پن ظاهر هوتا هی اور جمله عیوب سے جن کا کسي زبان میں پایا جانا ممکن هی بهري هوئي هیں — مگر همکو از روے فطرت کے خود بخود یهه توقع هوتي هی که الهامي زبان کا سلیس اور لطیف عمدہ پر اثر هونا چاهیئے اور اُس کا عام کلام کي قوت اور اثر سے بهي متجاوز هونا ضرور هی — کیونکه الله تعالی کے هاں کوئي چیز ایسي نهیں هوسکتي جس میں کسي قسم کا نقص هو — خلاصه یهه هی که همکو افلاطون کي سي لطافت اور سسرو کي سي بلاغت کا متوقع هونا چاهیئے " *

اب چونکه قران مجید اپني طرز میں کامل هی اس واسطے اُس کا الهامي الاصل هونا لازم آتا هی اور اسیطرح سے اُسکا الهامي الاصل هونا اُس کے کامل النوع هونے پر دلالت کرتا هی کیونکه انسان سے جوخود ضعیف البنیان اور مرکب من الخطاء والنسیان هی کوئي کامل اور بے عیب شی پیدا نهیں هوسکتي — اسي امر کي نسبت قرآن مجید کي مندرجه ذیل آیتیں دعوی کرتي هیں *

پهلي آیت یهه هی خدا فرماتا هی که " اور اگر تم شک میں هو اُس چیز سے جو همنے اپنے بندے پر اُوتاري پس لاؤ اُسکي سي ایک سورۃ اور بلاؤ اپنے گواهوں کو خدا کے سوا اگر تم سچے هو — پس اگر نکرو اور هرگز نکرسکوگے تو بچو اُس آگ سے جس کے ایندهن آدمي اور پتهر هیں — جو کافروں کے لیئے طیار کي گئي هی *

وان کنتم في ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة اعدت للکافرین (سورہ بقر آیت ۲۱ و ۲۲) —

دوسري آیت یهه هی خدا فرماتا هی که " کهدے که اگر تمام انسان اور جن اسبات پر اتفاق کریں که اس قران کا مثل لائیں تو نه لاسکینگے گو ایک دوسرے کے مددگار هوں *

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتو ا بمثل هذا القران لایاتون بمثله ولوکان بعضهم لبعض ظهیرا (سورہ بني اسرائل آیت ۹۰) —

ان آیتوں کا مقصد و مدعا وهي هی جو اوپر بیان هوا که انسان ضعیف البنیان کی بنائي هوئي کوئي چیز کامل النوع نهیں هوسکتی بلکه صرف الله تعالی هي جو خود ذات کامل هی هر شی کامل النوع کا مخرج هی اور یهه امر اس بات پر غور کرنے سے اور بهي زیاده واضح اور غیر مشتبه هو جاتا هی که قدرت کی سب سے زیاده ساده اور سب سے کم پیچیده اشیاء میں سے ایک چیز کی بهي کسي مصنوعي شی نے همسري نهیں کي هی سبقت لیجانا تو در کنار *

اگرچه یهه بات ممکن هی که انسان کوئي ایسي چیز بناوے جو اور مصنوعي چیزوں کے وسیع دائره میں یکتائي کا دعوی کرے اور باوجود اس کے که اور اشخاص اُس کي خوبي تک پهونچنے کے لیئے بهت کچهه جد و جهد کریں اور اُس تک نه پهونچ سکیں تاهم اُس کو کامل النوع کهنا ٹهیک اور جائز نهیں هوسکتا – قران مجید کي خوبي چار چیزوں سے ثابت هوتي هی (۱) اُس کے نهایت صاف اور شسته دل پر اثر کرنے والي اور رجهانے والي فصاحت و بلاغت سے (۲) اُس کے اصول متعلق به دینیات سے (۳) اُس کے اخلاقي اصول سے (۴) قانون سیاست اور انتظام مدن کے اصول سے جو اُسمیں مندرج هیں —— ان چار چیزوں میں سے پهلي چیز تو محض اهل عرب سے متعلق تهي کیونکه قران مجید اُنهیں کي زبان میں نازل هوا تها اور وهي دعوی بے مثلي کررهے تهے باقي تین چیزیں تمام جهان کي طرف خطاب کي گئي تهیں اور هم اپنے مخالفوں اور حریفوں کے روبرو جرأت اور اعتماد سے دعوے کرتے هیں که کسی غیر الهامي شخص نے اُسکا مثل نه تو پیدا کیا هی اور نه کوئي قیامت تک پیدا کرسکیگا *

جو اصول که هم نے اوپر بیان کیئے اُن سے مشهور مورخ گبن محض نا واقف تها اور اسي نا واقفي کے سبب سے اُس نے مغالطه کهایا هی جهاں اُس نے یهه بیان کیا هی که ” پیغمبر خدا حرارت مذهبي یا جوش کي حالت میں اپني رسالت کي صداقت کو اپنے قران کي خوبي پر منحصر کرتے هیں اور انسان اور ملائک دونوں کو اپنے قران کے ایک صفحه کي بهي خوبیوں کي برابري کرنے کے لیئے قسم دلاتے هیں اور جوش سے دعوے کرتے هیں که ایسا بے نظیر کلام صرف الله تعالی هي کا هوسکتا هی — یهه دلیل نهایت استحکام کے ساتهه ایک سرگرم عرب کي طرف خطاب کي گئي هی جسکا دماغ ایمان اور کیفیت کے واسطے موزوں هی اور جسکا کان سریلي آوازوں سے مسرت اندوز هوتا هی اور جسکي بے علمي انساني ذهانت کے ایجادوں کا مقابله کرنے سے قاصر هی – طرز بیان کي فصاحت اور بلاغت ترجمه کے ذریعه سے یورپ کے کافروں تک نهیں پهونچ سکتي وه اُس کے قصص اور احکام اوربیان کي اُس بے انتها ناموزوں بے ربطي کو جس سے کسي قسم کا تصور و خیال بهت کم پیدا هوتا هی جو کبهي تو خاک پر غلطاں هوتا هی اور کبهي بادلوں کے پار هوجاتا

هی نہایت بے صبری کے ساتھہ پڑھتے هیں " مگر هم بیان کرچکے هیں کہ قران مجید کی
بے مثل فصاحت و بلاغت کا دعوے محض اهل عرب کے واسطے مخصوص تھا نہ اور ملک کے
لوگوں کے لیئے اسلیئے مسٹر گبن کا بیان کچھہ اُس دعوے کے مخالف نہیں هوسکتا *

پھر یہی مصنف بیان کرتا هی کہ " اگر قران کی تحریر استعداد انسانی سے متجاوز
هی تو هومر کی ایلیڈ اور ڈی موستھینز کی فلپکس کس برتر عقل کی طرف منسوب کرنی
چاهیئے " مگر هم کسی ایسی مصنوعی شے کے وجود کے امکان کا اوپر اقرار کرچکے هیں
جسکی خوبی سے کوئی اور چیز همسری نہ کرسکے اور جو اُسی نوع کی اور مصنوعی اشیاء
کے تمام دائرہ میں همیشہ دعوی یکتائی کرتی رہے بااینہمہ یہہ کچھہ ضرور نہیں هی کہ
وہ اپنی نوع میں کامل هو *

یہی مورخ پھر بیان کرتا هی کہ " اوصاف الهی کا بیان رسول عرب کی قوت مدرکہ
کو اعزاز بخشتا هی — لیکن اُن کے بلند ترین خیالات صحیفہ ایوب کی ذی شان سادگی کے
سامنے جو اُسی ملک میں اور اُسی زبان میں بہت مدت پہلے لکھا گیا تھا پست
هیں " *

هم مسٹر گبن کے اُس دعوے کو تسلیم نہیں کرسکتے کیونکہ مسٹر گبن میں قران
مجید اور صحیفہ ایوب کے باهمی تفرق کی نسبت کے حکم دینے کا مادہ نہیں هی — لیکن
هم بدون خوف اعتراض کے کہہ سکتے هیں کہ نہایت ذی علم عربی دانوں نے قران مجید
کو بہ لحاظ فصاحت و بلاغت کے بے مثل قرار دیا هی اور اس بات پر متفق هیں کہ
کوئی تحریر اُس سے سبقت نہیں لے گئی اور نہ لے جا سکیگی — لبید سا بڑا شاعر قران
مجید کی سورہ بقر کی چند آیتوں کو سنکر متحیر هوگیا اور اُس کی بلاغت کا انسانی
قوت سے برتر هونے کا اقرار کیا اور آنحضرت کی رسالت کو قبول کرلیا *

چند اور عیسائی عالموں نے بھی اِسی کے مؤید رائیں قران مجید کی نسبت لکھی هیں
جنکو هم اس مقام پر نقل کرتے هیں *

مسٹر کارلائل کا بیان هی کہ " میرے نزدیک قران مجید میں سچائی کا جوهر اُسکے
تمام معانی میں موجود هی جس نے کہ اُس کو وحشی عربوں کی نظروں میں بیش بہا
کردیا تھا — سب سے اخیر یہہ کہا جاسکتا هی کہ یہہ کتاب یعنی قران سب سے اول اور
سب سے اخیر جو عمدگیاں هیں وہ اپنے میں رکھتا هی اور هر قسم کے اوصاف کا بانی هی
بلکہ در اصل هر قسم کے وصف کی بنا صرف اُسی سے هوسکتی هی " *

مسٹر گاڈ فری هگنز لکھتے هیں کہ " حضرت مسیح کی انجیل کی طرح قران مجید
غریب آدمی کا دوست اور غمخوار هی — بڑے آدمیوں اور دولتمند آدمیوں کی نا انصافی
کی هر جگہہ مذمت کی گئی هی وہ آدمیوں کی باعتبار مدارج کے توقیر نہیں کرتا هی —

یہہ امر اُس کے مصنف کی لازوال نیک نامی کا موجب ہی (خواہ وہ محمد عرب کے نامی پیغمبر ہوں یا اُس کے دوسرے خلیفہ عثمان) — (واضح ہو کہ کاؤ فری ہگنز کا یہہ اعتقاد تھا کہ قران حضرت عثمان کا تصنیف کیا ہوا ہی) کہ اُس میں ایسا ایک بھی کوئی حکم نہیں بتلایا جا سکتا ہی جس میں پولیٹکل خوشامد و رو داری کی طرف ذراسا بھی میل ہو اور جس طرح کہ ویسٹ منسٹر ریویو نے منصفانہ رائے دی ہی کہ اگر کسی خود مختار مشرقی حاکم کو کوئی چیز کبھی روک سکتی ہو تو وہ غالباً قران مجید کی ایک بے تکلف آیت کسی با جرأت مظلوم کی زبانی ہوگی " *

ایک اور مصنف نے کوارٹرلی ریویو میں قران مجید کی نسبت یہہ مضمون لکھا ہی کہ " اُن تبدیلات مضامین میں جو مثل برق کے تیز و طرار ہیں اس کتاب کی ایک نہایت بڑی خوب صورتی پائی جاتی ہی اور گیتھہ کا یہہ قول بجا ہی کہ جس قدر ہم اُس کے قریب پہنچتے ہیں یعنی اُس پر زیادہ غور کرتے ہیں وہ ہمیشہ دور کھچتی جاتی ہی یعنی زیادہ اعلی معلوم ہوتی ہی وہ بہ تدریج فریفتہ کرتی ہی پھر متعجب کرتی ہی اور آخرکار فرحت آمیز تحیر میں ڈالدیتی ہی " *

وہی مصنف ایک اور مقام پر لکھتا ہی کہ " شادی اور غم محبت اور بہادری اور جوش کے وہ عظیم‌الشان اظہارات جنکی محض ضعیف آواز ہاے بازگشت اب ہمارے کانوں پر اثر کرتی ہیں محمد کے وقت میں پوری پوری آواز رکھتے تھے اور محمد کو سب سے زیادہ نامی اور گرامی لوگوں سے کچھہ ہمسری ہی کرنی نہیں پڑتی تھی بلکہ اُنپر فوقیت حاصل کرنی تھی اور اپنے کلام کو اپنی رسالت کی علامت اور دلیل گردانا پڑا تھا " *

ایک اور مقام پر یہی مصنف لکھتا ہی کہ " ہم دفعتاً از راہ توجہ اس عجیب کتاب کی ماہیت کی طرف متوجہہ ہوتے ہیں جسکی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہاں سے بڑا جہاں اور روم کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کرلی اور جسقدر زمانہ کہ روم کو اپنی فتوحات حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا اُسکا دسواں حصہ بھی اُنکو نہلگا — ایسی کتاب جسکی اعانت سے جملہ بنی سام میں یہی لوگ بہ حیثیت سلاطین یورپ میں آئے تھے جہاں کہ اہل فنیشیا تاجروں کی حیثیت سے اور یہود پناہ گیروں یا قیدیوں کی طرح پر آئے تھے — یہی لوگ معہ ان پناہ گیروں کے یورپ کو انسانیت کی روشنی دکھلانے کے واسطے آئے تھے — یہی لوگ جبکہ تاریکی محیط ہو رہی تھی یونان کی مردہ عقل اور علم کو زندہ کرنے اور اہل مغرب اور اہل مشرق کو فلسفہ ۔ طب — ہیئت اور نظم لکھنے کا خوش نما اور دلچسپ فن سکھلانے اور علوم جدیدہ کے بانی مبانی ہوئے تھے — اور ہم لوگوں کو غرناطہ کی تباہی کے دن پر ہمیشہ کے واسطے رولانے کو آئے تھے " *

مسٹر سیل اس طرح پر لکھتے ھیں کہ " یہہ بات علی العموم مسلم ھی کہ قران قریش
کي زبان میں جو جملہ اقوام عرب میں شریف ترین اور مھذب ترین قوم ھی انتہا کي
لطیف اور پاکیزہ زبان میں لکھا گیا ھی لیکن اور زبانوں کي بھي کسیقدر آمیزش ھی
گو وہ آمیزش بہت ھي قلیل ھی — وہ لاکلام عربی زبان کا نمونہ ھی اور زیادہ پکے عقیدہ
کے لوگوں کا یہہ قول ھی اور نیز اس کتاب سے بھي ثابت ھی کہ کوئي انسان اسکا مثل
نہیں لکھہ سکتا (گو بعض فرقوں کي مختلف رائے ھی) اور اسي واسطے اُسکو لا زوال
معجزہ قرار دیا ھی جو مردہ کے زندہ کرنے سے بڑہ کر ھی اور تمام دنیا کو اپني ربانی الاصل
ھونے کا ثبوت دینے کے لیئے اکیلا کافي ھی اور خود محمد نے بھي اپني رسالت کے ثبوت کے
لیئے اسي معجزہ کي طرف رجوع کیا تھا اور بڑے بڑے فصحاے عرب کو (جہاں کہ اُس
زمانہ میں اس قسم کے ھزارھا آدمي موجود تھے جنکا محض یہہ شغل اور حوصلہ تھا کہ طرز
تحریر اور عبارت آرائي کي لطافت میں لایق اور فایق ھوجاویں) علانیہ کہلا بھیجا تھا کہ
اسکے مقابلہ کي ایک سورۃ بھي بنا دو — اس بات کے اظہار کے واسطے کہ اس کتاب کي
خوبي تحریر کي اُن ذي لیاقت لوگوں نے در اصل تعریف و توصیف کي تھي جنکا اس
کام میں منحصر ھونا مسلم ھی منجملہ بے شمار مثالوں کے ایک مثال کو بیان کرتا ھوں —
لبید ابن ربیعہ کا ایک قصیدہ جو محمد کے زمانہ میں سب سے بڑے زبان آوروں میں تھا
خانہ کعبہ کے دروازہ پر چسپاں تھا (یہہ رتبہ نہایت اعلی تصنیف کے واسطے مرعي تھا)
اور کسي شاعر کو اُسکے مقابلہ میں کسي اپني تصنیفات کو پیش کرنے کي جرءت نہ ھوتي
تھي — لیکن جبکہ تھوڑے ھي عرصہ کے بعد قران کي دوسري سورۃ کي آیتیں اُسکے مقابلہ
میں لگائي گئیں تو خود لبید (جو اُس زمانہ میں مشرکین میں سے تھا) شروع ھي
کي آیت پڑہ کر بتحیر تحیر میں غوطہ زن ھوا اور فی الفور مذھب اسلام قبول کرلیا اور
بیان کیا کہ ایسے الفاظ صرف نبي ھي کي زبان سے برآمد ھوسکتے ھیں ... قران کا طرز
تحریر عموماً خوش نما اور رواں ھی بالخصوص اُس جگہہ جہاں کہ وہ پیغمبرانہ وضع اور
توریتي جملوں کو نقل کرتا ھی — وہ مختصر اور بعض مقامات میں مبہم ھی اور مشرقي
ڈھنگ کے موافق پرحھوت صنعتوں سے مرصع اور روشن اور پر معني جملوں سے مزین ھی
اور اکثر جگہہ اور علی الخصوص اُس مقام پر جہاں کہ اللہ تعالی کي عظمت اور اوصاف کا
بیان ھی نہایت عالي درجہ اور رفیع الشان ھی " *

سر ولیم میور اور دیگر عیسائي مورخوں کي غلطیاں
نسبت قران مجید کے

عیسائي عالموں نے قران مجید کي نسبت جو کچھہ لکھا ھی اگرچہ وہ صریحا لغو

اور بیہودہ ہی تاہم اُسپر نظر ڈالنے اور اُن غلطیوں کو بیان کرنے سے درگذر نہیں کی جاسکتی *

مسلمان بادشاہوں یا عالموں کو تو خدا نے توفیق نہیں دی کہ قران مجید کو خود دوسری زبانوں میں ترجمہ کرتے اور مختلف ملکوں میں شایع کرتے — یورپ کی زبان میں جسقدر اُس کے ترجمے ہوئے وہ غیر مذہب کے لوگوں یعنی عیسائیوں نے کیئے — ابتدا میں جس طرح پر بذریعہ ان ترجموں کے قران مجید کا رواج یورپ میں ہوا اُسکا بیان گاڈفری ہگنز نے عمدہ طرح پر ان الفاظ میں کیا ہی کہ " اگر عبرانی توریت کا ترجمہ اس طرح پر شایع ہوتا کہ ہر لفظ قابل تبدیل متین اور شایستہ معنی سے ذلیل اور غیر مہذب معنی میں بدل دیا جاتا اور ہر آیت پر جسکا مضمون کسی جوڑ توڑ اور ناقابل برداشت غلط ترجموں اور غلط تاویلوں کے ساتھہ مصنف پر معیوب معنی پہنانے کا ذریعہ بنایا جاتا اور ایک بیقدر اور خراب شرح اُسکے ساتھہ لگی ہوتی تو اُس ذریعہ کا کسیقدر تصور بندھہ سکتا ہی جسکی وساطت سے یورپ میں قران مجید کی اشاعت ہوئی " *

مگر ہم بعض عیسائی مصنفوں کے جیسے کہ مستر سیل ہیں شکر گذار ہیں کہ اُنہوں نے قران مجید کے انگریزی میں ترجمہ کرنے میں بہت کوشش کی ہی — اگر اُس میں کہیں غلطی ہی تو مفسرین کی صحیح اور غلط تفسیر میں تمیز نہ کرنے کے سبب سے ہی جو در حقیقت مستر سیل کے لیئے ایک نہایت مشکل کام تھا *

مگر اُن عیسائی عالموں پر تعجب ہوتا ہی جنہوں نے عجیب عجیب خیالات اور ایسے خیالات جنکی کچھہ بنیاد نہیں معلوم ہوتی قران مجید کی نسبت ظاہر کیئے ہیں همفری پریڈ و ڈین آف ناروچ نے لکھا ہی کہ " محمد (صلعم) لوگوں کو سکھاتے تھے کہ اس کتاب (یعنی قران) کا اصلی مسودہ آسمانی دفتر میں رکھا ہوا ہی اور جبرئیل میرے پاس ایک ایک سورۃ کی نقل جسکی لوگوں میں شایع کرنے کی حسب موقع ضرورت ہوا کرتی ہی لایا کرتے ہیں " *

یہہ بیان ایک ایسا بیہودہ بیان ہی جسکی تردید لکھنی بھی بے فائدہ ہی — جب کبھی مسلمانوں کی نظر سے ایسا بیان گذرتا ہی تو وہ متعجب اور متحیر رہ جاتے ہیں کہ یہہ کہاں سے اور کیونکر لکھا گیا ہی *

مشہور مورخ مستر گبن نے اسی طرح کی جہالت کی باتیں لکھنے میں کچھہ تامل نہیں کیا ہی وہ لکھتے ہیں کہ " وجود قران بقول آنحضرت کے یا اُنکے متبعین کے غیر مخلوق اور ابدی ذات الہی میں موجود ہی اور نور کے قلم سے لوح محفوظ پر لکھا ہوا ہی — اُس کی ایک نقل کاغذ پر لکھی ہوئی ریشم اور جواہرات کی جلد میں حضرت جبرئیل فلک اول پر لے آئے تھے " *

لوح محفوظ کا نام مسٹر گبن نے انگریزی ترجمہ میں دیکھہ لیا اور اُس کی حقیقت کچھہ بھی نہیں سمجھی اور یہہ بات کہ قرآن مجید مخلوق ہی یا غیر مخلوق ایک فلسفی مسئلہ ہی جسکے سمجھنے تک مسٹر گبن کا خیال بھی نہیں پہنچا *

ڈین پریڈو کی نادرست مگر دلچسپ ایجادیں جو ذیل میں لکھی جاتی ہیں کچھہ کم تعجب انگیز اور تحقیر آمیز نہیں ہیں — اُن کا بیان ہی کہ " محمد (صلعم) پاس کاغذ پر لکھی ہوئی پوری نقل، قرآن مجید کی لائی گئی تھی اور اُنہوں نے اُس کو ایک صندوق میں رکھا دیا جسکا نام صندوق رسالت تھا اور ابو بکر نے جو اُن کے جانشین ہوئے سب سے اول اُسکو جمع کیا کیونکہ جب مسیلمہ نے اُنہیں کی طرح اخیر زمانہ میں نبوت کا دعوی کیا تھا تو ایسی ہی کامیابی کی اُمید میں اسی طرح اُس نے ایک قرآن مرتب کیا اور اُس کی ایک کتاب بناکر اپنے متبعین میں شایع کی — اُس وقت ابو بکر نے محمد (صلعم) کے قرآن کو بھی اسی طرح مشہور کرنا ضروری سمجھا " *

یہہ چند مثالیں منجملہ اُن سیکڑوں بیہودہ باتوں کے ہیں جو عیسائی مصنفوں کی جملہ تحریرات میں اسلام کی نسبت پائی جاتی ہیں — سر ولیم میور نے ایک معقول قاعدہ مصنفی کا برتا ہی اور اپنے استدلات میں مسلمانوں کی دینیات سے کسقدر واقفیت ظاہر کی ہی لیکن اس بات کا افسوس ہی کہ اُنہوں نے بحث کے واسطے صرف اُن روایتوں کو منتخب کیا ہی جنکو خود مسلمان بھی سب سے زیادہ ضعیف سب سے زیادہ مشکوک اور سب سے زیادہ ناقابل اعتبار خیال کرتے ہیں یا اُن کے مطلب اور مقصد میں مختلف الراے ہیں *

اُنہوں نے اولاً اپنی تمام لیاقتوں کو اسبات کے ثابت کرنے میں صرف کیا ہی کہ محمد صلعم کے عہد میں نوشت و خواند عرب میں معدوم نہ تھی اور " وحی بالعموم کھجور کے پتوں یا چمڑے یا پتھروں یا اور ایسی بے جوڑ اشیا پر جو سر دست دستیاب ہوتیں ... ... لکھہ لی جایا کرتی تھی " — مگر اس امر سے ہم نے خود اقرار کیا ہی اور کسی مسلمان کو اس سے کبھی انکار نہیں ہوا بلکہ اس کو تو ہم قران مجید کے لفظ بہ لفظ محفوظ ہونے کا جیسا کہ پیغمبر خدا پر نازل ہوا تھا سب سے قوی دلیل خیال کرتے ہیں *

سر ولیم میور آیات کے منسوخ ہونے کی نسبت کسیقدر طوالت کے ساتھہ بحث کرتے ہیں جو نہ حسب قاعدہ اسلام درست نہیں ہی اور اُسکی تائید میں کوئی شہادت بھی نہیں ہی — مثلاً اُنکا بیان ہی کہ " اکثر حصہ قرآن کا صرف عارضی مدعا تھا جو ایسے حالات کی وجہہ سے عارضی ہوا تھا جسکی عظمت بہت جلد جاتی رہی اور یہہ امر مشتبہ معلوم ہوتا ہی کہ آیا پیغمبر صاحب کا منشاء اس قسم کی آیات سے اُن کی عام عظمت یا اُن کی ترویج تھی یا نہیں — قرینہ اس کو نہیں چاہتا کہ اُن حضور کے نگاہ

رکھنے کي اُنھوں نے کوشش کي ھو "

یہہ غلطي جو سروليم میور کو ھوئي اکثر عیسائي مصنفوں کو لفظ منسوخ کے معني نہ سمجھنے کے سبب یا غلط سمجھنے کے سبب ھوئي ھی اور ھم کہہ سکتے ھیں کہ لفظ منسوخ کے جو معني عیسائي مصنف سمجھے ھیں اُن معنوں میں قران مجید کي مطلق کوئي آیت منسوخ نہیں ھی — اور اگر اُس لفظ کے وہ معني لئے جاویں جسمیں مسلمان فقیہوں نے اُس لفظ کو اصطلاحاً استعمال کیا ھی تب کوئي آیت عارضي مدعا کي قران مجید میں موجود نہ تھي اور سب سے دائمي ترویج مقصود تھي *

سروليم میور اپني کتاب کے حاشیہ میں مار کسي اور ویلس سے مندرجہ ذیل روایتیں نقل کرتے ھیں " ایک روایت ھی کہ عبداللہ ابن مسعود نے محمد صلعم کي زباني ایک آیت کو لکھہ لیا اور صبح کو اُس کو کاغذ پر سے اوڑا ھوا پایا جسکي نسبت پیغمبر صاحب نے بیان کیا کہ وہ آسمان پر اُڑگئي - اس کے بعد کي روایتوں میں اس واقعہ میں یہہ معجزہ نما مضمون اور اضافہ کردیا گیا کہ اُس آیت کا اُڑجانا بہت سے مسلمانوں کے قرانوں میں آن واحد میں واقع ھوا تھا " *

ھم کہتے ھیں کہ یہہ روایت جس کے راوي کا بھي نام معلوم نہیں گروشیس کے کبوتر کي مانند ایک صریح ایجاد ھی اور ھم اس بات سے خوش ھیں کہ سر ولیم میور نے بھي کہا ھی کہ اس روایت کي کچھہ اصلیت نہیں ھی اور " بلا شک بناوت ھی " *

سر ولیم میور نے ایک نئي اصطلاح " وحي کامل " کي مسلمانوں کے مذھب میں قایم کي ھی اور لکھتے ھیں کہ یہہ مسلمانوں کے محاورہ کے موافق ھی اور پھر اُسکي تشریح اس طرح کرتے ھیں کہ " وحي کامل سے میري مراد بلاشک اُس وحي سے ھی جو محمد (صلعم) کے اخیر زمانہ میں موجود اور مروج تھي علاوہ اُس کے جو شاید ضایع یا غارت یا غیر مستعمل ھوگئي ھو " *

اِس اصطلاح سے ھم لوگ واقف نہیں ھیں - شاید " آیات محکم " کا ترجمہ سر ولیم میور نے " وحي کامل کیا ھو لیکن آیات محکم " کے وہ معنے نہیں ھیں جو سر ولیم میور نے بیان کیئے ھیں - لیکن اگر ھم سر ولیم میور کي اصلاح کو تسلیم کریں تو وحي کامل کا اطلاق اُن سب وحیوں پر ھوگا جو جناب پیغمبر خدا پر نازل ھوئي تھیں اور ھم اس بات کا یقین دلاتے ھیں اور آگے چلکر ثابت بھي کرینگے کہ کبھي کوئي وحي ضایع یا غارت یا غیر مستعمل نہیں ھوئي ھی ؛

قرآن مجید کي ترتیب کي نسبت سر ولیم میور صاحب فرماتے ھیں کہ " قرآن جس طرح کہ ھمارے زمانہ تک چلا آتا ھی اپنے مختلف حصوں کي ترتیب اور بندش میں مضمون

یا وقت کی کسی معقول ترتیب اور نظام کا پابند نہیں ہی اور یہہ قیاس میں نہیں آتا کہ محمد (صلعم) نے اُس کے ہمیشہ اسی تسلسل میں پڑھنے کے واسطے فرمایا ہو — مضامین کی ابتر ملاوٹ زمانہ اور معنی کے لحاظ سے جابجا بے ربطی — کسی جزو کا جو مدینہ میں نازل ہوا ہو بعض اوقات اُس آیت سے پیشتر واقع ہونا جو بہت عرصہ پہلے مکہ میں نازل ہوئی ہو — کسی احکام کا ایسے احکام کے پیچھے ملحق ہونا جو اُسکی تنسیخ یا ترمیم کرتا ہو — یا کسی داخل کا دفعتاً ایسے فقرہ کے حائل ہو جانے سے منقطع ہوجانا جو اُس کے مقصد کے موافق نہ ہو یہہ سب باتیں ہمکو اس امر کے یقین سے باز رکھتی ہیں کہ ترتیب موجودہ یا درحقیقت کوئی کامل ترتیب محمد (صلعم) کی حیات میں مستعمل اور مروج تھی " *

ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہی کہ موجودہ قرآن مجید کی ترتیب اُس طرز میں جس میں کہ قرآن مجید ہی ایسی با قاعدہ ہی اور بہ لحاظ معنی کے اپنی طرز خاص میں ایسی منظوم ہی کہ اُس سے زیادہ ہونا ممکن نہیں ہی — بہت سی کتابیں محض اُس علاقہ کی تشریح کی غرض سے تصنیف ہوئی ہیں جو سب سورتوں اور آیتوں کے مابین موجود ہی — قرآن مجید کی عبارت ایسی موجز اور مختصر ہی کہ دو آیتوں کے علاقہ باہمی کی جن کے معنی بادی النظر میں ایک دوسرے سے بیگانہ معلوم ہوتے ہیں کسی قدر تشریح کی ضرورت معلوم ہوتی ہی اور اُن لوگوں کو جو اُس سے نا واقف ہوتے ہیں" گونجنے والی اور سامعہ خراش — ابتر — خام — بے سری — مکرر بیانی — طول کلام — اولجھاوٹ نہایت خام اور مہمل " جیسا کہ سر ولیم میور نے بیان کیا ہی معلوم ہوتی ہی *

اس بات کو سمجھنا چاہیئے کہ قران مجید کسی مصنف کی تصنیف کی ہوئی کتاب نہیں ہی وہ خدا کا کلام ہی اور بجنسہ وہی الفاظ لکھے لیئے گئے ہیں — کلام جب مخاطبین سے کیا جاتا ہی تو بہت سے امور مخاطبین کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں اور متکلم اپنے کلام سے اُنکو محذوف رکھتا ہی مگر جو شخص کوئی کتاب تصنیف کرتا ہی وہ ایسا نہیں کرتا — عیسائی مصنف اس باریکی پر خیال نہیں کرتے اور نہ شان نزول آیتوں کی اُن کے ذہن میں ہوتی ہی — اس لیئے اُن کو آیات کے ربط میں مشکل پڑتی ہی مگر مسلمانوں کو ایسا نہیں ہوتا *

ہم افسوس سے بیان کرتے ہیں کہ سر ولیم میور کے اعتراضات اسقدر عام ہیں کہ جواب کے قابل نہیں ہیں — اگر وہ کسی مخصوص آیتوں کا نشان دیتے جن میں اُن کے نزدیک زمانہ اور معنی کے اعتبار سے جا بجا بے ربطی ہو یا اُن براہین کا جو اُن کے نزدیک دفعتاً کسی ایسے فقرہ کے حائل ہوجانے سے منقطع ہوگئے ہوں جو اُن کے مدعا سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو اُس وقت ہم یقیناً صاحب موصوف کی دقتوں کو حل کردیتے اور آیات

کے واقعي علاقہ باھمي کا نشان دینے کي ذمہ داري اپنے اوپر لیتے — یہ لحاظ سر ولیم میور کے اُس بیان کے " جو کسي احکام کے پیچھے کسي ایسے احکام کے ملحق ھونے کے باب میں ھی جو اُس کي ترمیم یا تنسیخ کرتا ھو " بارھا ھم لکھہ چکے ھیں کہ اُن اصلي معنوں کي ناواقفیت جن میں کہ علماء اسلام نے اصطلاحات ناسخ و منسوخ کو در اصل استعمال کیا تھا ایسے لائق مصنف کے قلم سے ایسا بیان نکلا ھی *

حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں قرآن مجید کے یکجا جمع ھونے کے طریقہ کو بیان کرکے سر ولیم میور حضرت عثمان کي خلافت کي طرف رجوع کرتے ھیں اور فرماتے ھیں کہ " اصلي جلد جو پہلي دفعہ مرتب ھوئي حفصہ کے گھر میں دستیاب ھوئي اور ایک پر غور نظر ثاني عمل میں آئي — اگر زید اور اُن کے ساتھیوں میں کوئي اختلاف پایا گیا تو ساتھیوں کي رائے کو ترجیح دي گئي اس وجہ سے کہ محاورہ قریش سے واقف تھے اور اس نئے مجموعہ کي اس طرح سے مکي زبان میں تطبیق کردي جس میں کہ پیغمبر صاحب نے اپنے الہامات کو بیان کیا تھا " *

سر ولیم میور نے جو کچھہ کہ بیان کیا ھی اُس کا مخرج دریافت کرنے میں ھم نہایت حیران ھیں — مسلمانوں کے ھاں تو کسي کتاب میں ایسي حدیث یا کوئي روایت نہیں ھی — مذکورہ بالا بیان میں تین جملے علانیہ اعتراض کے قابل ھیں — (۱) نظر ثاني (۲) اس طرح سے تطبیق کردي (۳) نیا مجموعہ — کسي قسم کي روایت سے ھم کو ثابت نہیں ھوتا کہ زید کے جمع کیئے ھوئے قران مجید پر کبھي نظر ثاني ھوئي ھو — جس حدیث میں کہ اس امر کا تذکرہ ھی اور جس کا ھم اوپر ذکر کرچکے ھیں اُس میں یہہ الفاظ ھیں " فنسخوا ھا في المصاحف " یعني اُنھوں نے اُس کي چند نقلیں کرلیں — مگر اُس میں پر غور نظر ثاني کا کچھہ ذکر نہیں *

اس حدیث میں یہہ عبارت بھي ھی کہ " اذا اختلفتم انتم و زید ابن ثابت في شئ من القران " یعني جبکہ تم میں اور زید ابن ثابت میں قران مجید کے اندر کسي چیز میں اختلاف واقع ھو — اگرچہ وہ چیز جس میں کہ اُن کو اختلاف واقع ھو بہت سے احتمالات کي گنجایش رکھتي ھی لیکن ھم اُس کے بعد ھي اُس کي تشریح پاتے ھیں جہاں کہ یہہ بیان کیا گیا ھی کہ " فاکتبوہ بلسان قریش " یعني اُس کو قریش کي زبان میں لکھو — اب یہہ صریح ظاھر ھی کہ وہ چیز اختلاف تلفظ کے سوا اور کچھہ نہ تھي — بخاري کي حدیث سے جو نقل کي گئي ھی یہہ امر اور بھي زیادہ واضح ھو جاتا ھی جس میں مذکور ھی کہ " في عربیة من عربیة القران " یعني اگر تمکو قران کي عربیت کي کسي عربیت میں اختلاف ھو — اُن لفظوں سے زیادہ تر تلفظ اور مد اور ادغام اور نونھاے تنوین سے علاقہ معلوم ھوتا ھی جو عربي عبارت کے پڑھنے میں مختلف قومیں عرب کي استعمال کرتي

هیں — اس جملہ کے کہ " اس طرح سے مکی زبان سے تطبیق کردی " یہہ معنی هیں کہ کچھہ اختلاف واقع هوا تھا اور جامعین نے اُس کو بدلدیا مگر حدیث سے یہہ بات نہیں پائی جاتی - بے شک جامعوں کو کہا گیا تھا کہ اگر کچھہ اختلاف تم میں هو تو قریش کے محاورہ میں لکھو لیکن اس بات کا ثبوت نہیں هی کہ درحقیقت اُن میں اختلاف واقع هوا تھا پس سر ولیم کا یہہ کہنا کہ " اُنہوں نے مکی زبان سے تطبیق کردی " صحیح نہیں هی *

هم نہیں جانتے کہ سر ولیم میور نے لفظ " نیا مجموعہ " کس بنا پر استعمال کیا هی اور کس جگہہ سے اُن کو یہہ بات معلوم هوئی هی — اس امر کی نسبت وہ اپنی کتاب کے حاشیہ میں اسطرح پر تحریر فرماتے هیں کہ " اس معاملہ کی خرابی اور ناموزونیت سے بچنے کے واسطے کہا گیا هی کہ قران اپنے بیرونی لباس کے لحاظ سے زبان عربی کی سات مختلف زبانوں میں نازل هوا تھا - یہہ بعید از قیاس نہیں هی کہ خود محمد (صلعم) هی اس قسم کے خیال کے بانی اور مؤید هوئے هوں بدیں غرض کہ ایک هی آیت قرانی کی مختلف الالفاظی کی دقت رفع هو جاوے " یہہ عبارت ایک ایسی طرز اور تعصب سے لکھی گئی هی جس پر هم افسوس کرتے هیں — ایسے لوگوں پر جو تقوی — نیکی - صداقت - صاف باطنی - راست بازی کے واسطے ممتاز هوں دغا — فریب - اور ریا کاری کا الزام لگانا برهان جایز کے معینہ قوانین اور اخلاق اور تہذیب کے مسلم اُصول کے خلاف هی — هم اس امر کو اس کتاب کے پڑھنے والوں کی راے پر چھوڑتے هیں اور اُس پر زیادہ بحث نہیں کرتے کیونکہ همارا عقیدہ هی کہ وہ لوگ جو سچے پاک باز اور تقوی شعار هیں گو وہ کسی مذهب اور ملت کے کیوں نہ هوں ویسی هی تعظیم اور تکریم کے مستحق هیں جیسیکہ خود اپنے هاں کے بزرگ اور مقدس لوگ — معہذا کیا سر ولیم میور اس بات سے نا واقف هیں کہ عربی زبان میں الفاظ کو مد اور بغیر مد اور ادغام اور بغیر ادغام اور با نون تنوین اور بغیر نون تنوین پڑھنے سے جو عرب کی مختلف قوم کے مختلف طریقے تھے تلفظ میں کس قدر فرق هو جاتا هی لیکن درحقیقت لفظ میں یا معنی میں کچھہ نہیں هوتا — یا لفظ کا ایک هی مادہ مختلف صورت سے بلا تبدیل اصلی مادہ لفظ اور معنی کے پڑھا جاسکتا هی جیسیکہ سورۂ الحمد میں لفظ " مالک " کا هی قدیم تحریر میں اُس کی یہہ صورت هی " ملک " یہہ لفظ ملک بھی پڑھا جاتا هی ملاک بھی پڑھا جاسکتا هی لام کی تشدید سے — اور مالک بھی پڑھا جاسکتا هی پس اگر اس لفظ کو کسی عرب نے کسی طرح پڑھا هو باوصف اختلاف تلفظ کی کوئی تبدیل مادہ لفظ یا معنی میں نہیں هی لیکن قریش کی زبان میں مالک کا لفظ جاری تھا اُس کا قایم رکھنا کون سے اعتراض کا مقام هی *

سر ولیم میور نے جو کچھہ لکھا وہ مقتضا اُس مقصد کا تھا جس مقصد سے اُنھوں نے کتاب لکھی ھی مگر سب سے زیادہ سچی بات جو اُن کے قلم سے نکلی ھی وہ یہہ ھی کہ "دنیا میں غالبا کوئی اور ایسی کتاب نہیں ھی جو بارہ سو برس تک ایسے خالص متن کے ساتھہ رھی ھو" اور ھمارا اعتقاد یہہ ھی کہ وہ ھمیشہ تک ایسی رھیگی اور اس امر کی تصدیق اُس پیشین گوئی سے ھوتی ھی جو قران مجید میں موجود ھی — خدا فرماتا ھی "انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون" یعنی تحقیق ھم نے قران مجید کو نازل کیا ھی اور ھم بالتحقیق اُسکی حفاظت کرینگے *

سر ولیم میور اپنے بیانات کے اثنا میں فرماتے ھیں کہ "اگر ابوبکر کے قران کا متن خالص ھوتا تو ایسی جلدی وہ کیونکر خراب ھوجاتا اور اپنے اختلافات کی وجہہ سے ایک کامل نظر ثانی کا محتاج ھوتا" ھم نہایت صاف طور سے اوپر ثابت کرچکے ھیں کہ حضرت ابوبکر کا قران نہ خراب ھوا تھا اور نہ وہ کسی نظر ثانی کا محتاج ھوا تھا اور نہ اُس میں نظر ثانی کی گئی تھی بلکہ صرف اُس کی نقلیں کی گئی تھیں *

قران مجید میں اختلاف کے اسباب جو سر ولیم میور نے بیان کیئے ھیں وہ صحت سے بالکل معرا ھیں — ھم قرأت مختلفہ کے ذیل میں جسقدر کہ اس مضمون کی نسبت بیان کرنا ممکن تھا شرح و بسط کے ساتھہ بیان کرچکے ھیں *

سر ولیم میور آگے چلکر بیان فرماتے ھیں کہ "لیکن جبکہ یہہ بیان کرتے ھیں کہ قران مجید جس حیثیت سے کہ اُسکو پیغمبر صاحب نے چھوڑا تھا اب بجنسہ ویسا ھی موجود ھی اس دعوی کے واسطے کہ خود پیغمبر صاحب ھی نے بعض آیات کو جو ایک مرتبہ وحی ظاھر کی گئی ھوں بعد کو تبدیل یا خارج نہ کردیا ھو کوئی دلیل نہیں ھی" *

مگر ھم کہتے ھیں کہ جب تک یہہ بات ثابت نہ ھو کہ در حقیقت بعض آیتیں ایسی تھیں کہ پیغمبر خدا نے اُنکو خارج کردیا تھا اُس وقت تک بلا شبہہ یہہ بات کہ جس حیثیت سے قران پیغمبر صاحب نے چھوڑا تھا بجنسہ ویسا ھی موجود ھی جیسا کہ حدیث عبدالعزیز سے اوپر بیان ھوچکا ھی اور تمام وحی قرانی جو آنحضرت پر نازل ھوئی تھیں قران میں موجود ھیں اسبات کی کافی دلیل ھی کہ پیغمبر خدا نے نہ کسی آیت کو تبدیل کیا ھی اور نہ کسی آیت کو خارج کیا ھی — مگر ھم کسی جگہہ وعدہ کرچکے ھیں کہ اس مضمون پر کسیقدر طوالت کے ساتھہ بحث کرینگے پس اس جگہہ اُس وعدہ کو پورا کرتے ھیں *

سر ولیم میور اپنے مذکورہ بالا دعوی کی تصدیق پر مندرجہ ذیل سندیں پیش کرتے ھیں اور اُن بیانات کو کاتب الواقدی سے نقل کرتے ھیں کہ "عمر نے اُبي ابن کعب کی تعریف کی اور فرمایا کہ وہ قران مجید کا سب سے کامل قاری ھی ھم بہ تحقیق بعض

آیات کو جو اُبی کے پڑھنے میں شامل ہیں چھوڑ دیا کرتے ہیں کیونکہ اُبی کہا کرتا ہی کہ میں نے پیغمبر صاحب کو یوں فرماتے سنا ہی اور میں ایک لفظ بھي جو پیغمبر صاحب نے قران مجید میں درج کیا ہی نہیں چھوڑتا ہوں مگر اصل یہہ ہی کہ قران مجید کے وہ حصے اُبي کي عدم موجودگي میں نازل ہوئے تھے جو بعض آیتوں کو جن کو وہ پڑھتا ہی تنسیخ یا ترمیم کرتے ہیں " *

سر ولیم میور نے جیسا کہ اُن کي تمام تحریر سے پایا جاتا ہی اس مضمون کو توڑ مروڑ دیا ہی اور جو کچھہ اُنہوں نے بیان کیا ہی اُس اصل حدیث کے مضمون سے جو حضرت عمر سے منقول ہی سراسر خلاف ہی اور اس عبارت کا کہ " بعض آیات کو جو اُبي کے پڑھنے میں شامل ہیں چھوڑ دیا کرتے ہیں " اُس حدیث میں پتہ بھي نہیں ہی — ہم اُس حدیث کو بجنسہ بے کم و کاست ذیل میں مندرج کرتے ہیں اور وہ حدیث یہہ ہی *

ابن عباس سے روایت ہی کہ حضرت عمر نے کہا ہم لوگوں میں ابي بڑے قاري ہیں اور علي بڑے قاضي ہیں اور ہملوگ ابي کا قول چھوڑ دیتے ہیں اور وہ یہہ بات ہی کہ ابي کہتے ہیں میں کوئي چیز جو رسول اللہ صلعم سے سن چکا ہوں نہ چھوڑونگا اور حالانکہ اللہ تعالی نے کہا ہی " ما ننسخ من آیۃ اوننسہا " *

حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا یحیی قال حدثنا سفیان عن حبیب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال عمر اقرانا ابي واقضانا علی وانا لندع من قول ابي وذلک ان ابیا یقول لادع شیئا سمعتہ من رسول اللہ صلعم وقد قال اللہ تعالی ماننسخ من ایۃ اوننسہا (بخاري کتاب التفسیر) —

اُس حدیث سے ظاہر ہی کہ کسي جگہہ اُس میں یہہ ذکر نہیں ہی کہ حضرت عمر بعض آیات قراني کو جن کو اُبي پڑھا کرتے تھے چھوڑ دیا کرتے تھے — یہہ حدیث قران مجید سے احکامات استخراج کرنے سے متعلق ہی — ابي قران مجید کي ہرایک آیت سے جو حکم مستخرج ہوتا تھا استخراج کرتے تھے اور جملہ احکامات مستخرجہ کو صحیح خیال کرتے تھے — اُن کي راے یہہ تھي کہ ظواہر آیات سے جو معني یا احکام نکلتے ہوں اُن کے استخراج میں دوسري آیت پر نظر رکھنا ضرور نہیں جیسیکہ اہل ظواہر کا مذہب ہی لیکن حضرت علي مرتضی کي راے اس کے برخلاف معلوم ہوتي ہی — اسپر حضرت عمر نے کہا کہ ابي سب سے عمدہ قران پڑھنے والا ہی اور حضرت علي ہم میں سب سے بڑے قاضي ہیں یعني سب سے بہتر حکم دینے والے ہیں اور ہم سب سے زیادہ قران مجید سے احکام و قوانین مستخرج کرسکتے ہیں اسواسطے ہم چھوڑ دیتے ہیں ابي کے قول کو یعني جو ابي نے قران سے حکم کا استخراج کیا ہی اُس کو چھوڑ دیتے ہیں اور حضرت علي سے اتفاق کرتے ہیں — ہماري اس تشریح کي تصدیق خود اسي حدیث کے اس جملہ سے ہوتي ہی کہ " اقضا نا علي " کیونکہ اگر یہہ حدیث محض قرأت مختلفہ سے

متعلق هو تو یهہ جملہ اُس کے بقیہ حصہ سے کچھہ علاقہ نہ رکھیگا *

همارے اس بیان کا بڑا ثبوت یہہ هی کہ بخاري نے جو مسلمانوں کے هاں نہایت نامي اور مقدس اور مستند محدثین میں سے هی اس حدیث کو اُسمقام پر بیان کیا هی جہاں کہ وہ احکامات ناسخ و منسوخ سے بحث کرتا هی نہ اُس جگہہ جہاں کہ اُس نے قراءت مختلفہ کا بیان کیا هی — مگر بخاري نے اسي حدیث کو کسي قدر ترمیم شدہ صورت میں اُس مقام پر بھي بیان کیا هی جہاں کہ اُس نے قاریوں کے باهمي اختلاف پر بحث کي هی چنانچہ اُس حدیث کو بھي هم نقل کرتے هیں اور اس بات پر بھي بحث کرینگے کہ ان دونوں حدیثوں میں سے کونسي حدیث صحیح هی اور وہ حدیث یہہ هی *

ابن عباس سے روایت هی کہ حضرت عمر نے کہا علي هم لوگوں میں سب سے بڑے قاضي هیں اور ابي هم لوگوں میں سب سے بڑے قاري هیں اور هم لوگ ابي کي قرأت کو چھوڑ دیتے هیں اور ابي کہتے هیں کہ میں نے اُس کو رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے مونہہ سے لیا هی پس اُسکو کسي طرح نہ چھوڑونگا الله تعالی نے کہا ماننسخ من آیة اوننسها نات بخیر منها اومثلها (یعني جب هم کوئي آیت منسوخ کرتے هیں یا بھلادیتے هیں تو اُس سے اچھي یا اُسکي برابر لاتے هیں) *

حدثنا صدقة بن الفضل قال اخبرنا یحیی عن سفین عن حبیب بن ابي ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال عمر علی اقضانا و ابي اقرانا وانا لندع من لحن ابي و ابي یقول اخذته من في رسول الله صلی الله علیہ وسلم فلا اترکه لشي قال الله تعالی ماننسخ من آیة اوننسها نات بخیر منها اومثلها (بخاري باب القراء) —

اس حدیث میں وہ لفظ جس کا ترجمہ هم نے قراءت کیا هی " لحن " هی مگر جو کہ قرآن مجید اور اُس کي آیتوں کا ایک هي لحن هی اس لیئے آیات قرانیي کي تلاوت پر بھي لحن کا اطلاق هوتا هی *

یہہ پچھلي حدیث دو وجہہ سے مشکوک هی — اول یہہ کہ گو اس حدیث کے اور نیز حدیث ماسبق دونوں کے راوي ایک هیں مگر پہلے میں لفظ " قول " اور دوسرے میں لفظ " لحن " مستعمل هوا هی اس لیئے همارا عقیدہ هی کہ صدقہ ابن فضل اس حدیث کے راوي نے لفظ " لحن " کو بجاے " قول " کے براہ غلطي استعمال کیا هی — دوسرے یہہ کہ اس حدیث میں دو جملے هیں ایک " علي اقضانا " اور دوسرا " ما ننسخ من آیة او ننسهانات بخیر منها " او مثلها " — ان دونوں جملوں کو قرآن کي قراءت مخصوص سے قابل قیاس کوئي علاقہ نہیں هی اسواسطے هماري راے هی کہ صدقہ نے پہلي حدیث کے سمجھنے میں اور اس دوسري حدیث کے بیان کرنے میں علانیہ غلطي کي هی لیکن هم بغرض اختتام حجت تھوڑي دیر کے لیئے فرض کرلیتے هیں کہ یہہ پچھلي حدیث بھي صحیح هی تو اس سے زیادہ اُس کے اور کچھہ معني نہیں هوسکتے کہ حضرت عمر نے

حضرت علی مرتضی کے لحن کو ابی کے لحن پر ترجیح دی — پھر کیف سر ولیم میور نے براہ زبردستی اس سے یہہ نتیجہ مستنبط کیا ہی کہ " حضرت عمر نے کہا کہ ہم بالتحقیق بعض آیات کو جو ابی کے پڑھنے میں شامل ہیں چھوڑدیا کرتے ہیں " *

سر ولیم میور واقدی سے ایک اور روایت نقل کرتے ہیں اور وہ یہہ ہی کہ " ابن عباس نے کہا کہ مجھکو عبداللہ ابن مسعود کا پڑھنا پسند ہی کیونکہ محمد (صلعم) ہر رمضان میں ایک مرتبہ قران جبرئیل سے پڑھوایا کرتے تھے اور اپنی وفات کے سال میں اُس کو دو مرتبہ پڑھوایا تھا اور عبداللہ دونوں مرتبہ حاضر تھے اور جو چیز کہ منسوخ ہوئی تھی اور جس چیز میں ترمیم ہوئی تھی اُس کو مشاہدہ کیا تھا " *

اس روایت کے اخیر حصہ کی کوئی معتبر سند نہیں ہی اور نہ ہم اُس کو کسی مستند اور صحیح حدیث میں پاتے ہیں اور اگر بالفرض وہ واقدی میں موجود بھی ہو جس میں کہ ہمکو ہمیشہ شک رہیگا تب بھی وہ اعتبار کی مستحق نہیں ہی کیونکہ تمام نامعتبر اور بے سند روایتیں جو واقدی میں ہیں تمام سور کے قصہ لالہ رخ سے کچھہ زیادہ اعتبار کی مستحق نہیں ہیں — اور اگر ہم صرف بغرض اتمام حجت اُس کی اصلیت تسلیم کرلیں تو بھی سر ولیم میور کا فرض کیا ہوا یہہ عقیدہ کہ " قران مجید میں شاید بعض ایسی آیتیں نہ موجود ہوں جو ایک زمانہ میں نازل ہوئی ہوں مگر بعد کو منسوخ یا ترمیم ہوگئی ہوں " کیونکر ثابت ہوتا ہی — باقی رہی یہہ آیت کہ " ماننسخ من آیة او ننسہانات بخیر منہا او مثلہا " اُس پر ہم پہلے بحث کرچکے ہیں اور بتاچکے ہیں کہ وہ شریعت یہود سے علاقہ رکھتی ہی نہ آیات قرآن سے *

سر ولیم میور اپنی کتاب کے حاشیوں کے ضمن میں بعض روایات کو قران مجید کی آیتوں کے اخراج یا عدم اندراج کی تمثیلات کے طور پر نقل کرتے ہیں *

اول بیر معونہ کی روایت کو لکھا ہی کہ " بیر معونہ پر ستر مسلمانوں کے شہید ہونے پر محمد (صلعم) نے اللہ تعالی کی وساطت سے اُن لوگوں کے پیغام کے پہونچنے کا دعوی کیا جس کو مختلف راویوں نے (کسی قدر اختلاف کے ساتھہ) اس طرح پر نقل کیا ہی ' بلغوا قومنا عنا انا لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنه ' (کاتب الواقدی) تمام مسلمان اس کو کچھہ مدت تک آیت قرانی کے طور پر پڑھتے رہے اس کے بعد یہہ منسوخ یا خارج کردی گئی " *

اول تو اس روایت کی صحت ہی میں کلام اور انکار ہی — مزیدے بیاں سرولیم میور کا یہہ فرضی بیان کہ " تمام مسلمان اُس کو کچھہ مدت تک آیت قرانی کے طور پر پڑھتے رہے اس کے بعد یہہ منسوخ یا خارج کردی گئی " محض بے بنیاد ہی اور کسی معتبر اور مستند روایت میں پایا نہیں جاتا — اور اگر بالفرض ہم اُس کو صحیح تصور

کرلیں تو اُس کا نتیجہ صرف یہہ هی کہ مسلمانوں نے اپنی غلطي سے وحي غیر متلو یعني حدیث کو وحي متلو یعني قران سمجھا تھا اور درحقیقت وہ قران کي آیت نہ تھي *

دوسري روایت سرولیم میور نے متعلق احکام زنا کے لکھي هی کہ " عمر کی نسبت کہا گیا هی کہ اپني خلافت میں اهل مدینہ سے اس طرح گفتگو کي ' اے لوگوں اس بات کي احتیاط رکھو کہ اُس آیت کو نہ بھول جاؤ جو زنا کي نسبت سنگساري کا حکم دیتي هی اور اگر کوئي یہہ کہے کہ هم دو سزاؤں کو یعني بیاهے اور بے بیاهے اشخاص کے زنا کاري کي بابت کتاب اللہ میں نہیں پاتے هیں تو اُس کا میں یہہ جواب دیتا هوں کہ میں نے پیغمبر صاحب کو زنا کي پاداش میں سنگسار کرتے هوئے دیکھا هی اور اسي پر همنے اُنکے بعد عملدر آمد کیا هی اور واللہ اگر یہہ امر مانع نہ هوتا کہ لوگ کہینگے کہ عمر نے ایک نئي بات قران میں درج کردي تو میں نے اُس کو قران میں درج کردیا هوتا کیونکہ میں نے بہ تحقیق اس آیت کو پڑھا هی کہ ' والشیخ والشیخة اذا زنیا فارجمو هما البتة' (کاتب الواقدي اور ویلس) *

اول تو اس بیان میں جو واقدي نے لکھا هی اصلي حدیث کي غلط بیاني اور غلط نمائي هی اس سے هماري مراد یہہ هی کہ یہہ فقرہ کہ " والشیخ والشیخة اذا زنیا فارجمو هما البتة " اصل حدیث میں نہیں هی اور نہ اس بات کي کوئي سند هی کہ کبھي مسلمانوں نے اُس کو قراني آیت سمجھا هو دوسرے اس فقرہ کي عبارت ایسي ناقص اور خراب هی کہ قطع نظر عربوں سے کوئي عجمي ادنی درجہ کا عربي داں بھي اُس کو نہ لکھے گا چہ جاے اس کے کہ وہ خدا کا کلام هو — مگر هم اس امر کو ابتدا سے بیان کرینگے اور اس بیان کے اثناء میں اصلي حدیث کو بھي نقل کرینگے جس سے ثابت هوگا کہ عربي فقرہ مذکورہ بالا اُسمیں نہیں هی *

قران مجید میں زنا کي سزا یہہ هی — اور تمہاري عورتوں میں سے جو زنا کریں تو اُن پر چار گواہ لؤ پس اگر وہ گواهي دیں تو اُن کو گھروں میں روک رکھو یہانتک کہ وہ اپني موت سے مریں یا خدا اُن کے لیئے کوئي راہ نکالے *

و اللاتي یاتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم فان شهدوا فامسکوهن في البیوت حتی یتوفاهن الموت اویجعل اللہ لهن سبیلا (سورہ نساء آیت ۱۹) —

دوسري آیت جس میں زنا کي سزا کي تفصیل هی وہ یہہ هی

زاني اور زانیة هر ایک کو اُن میں سے سو کوڑے مارو *

الزاني والزانیة فاجلدوا کل واحد منهما مایة جلدة (سورہ نور آیت ۲) —

بعد اسکے پیغمبر خدا نے زنا کے باب میں اس طرح فرمایا جو ذیل کی روایت میں بیان ہوا ہی *

عن عبادة بن الصامت قال... قال خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا الثيب بالثيب والبكر بالبكر الثيب جلد مائة ثم رجم بالحجارة والبكر جلد مائة ثم نفي سنة . (مسلم باب حد الزنا) —

عبادہ بن صامت سے روایت ہی کہ کہا ...... لو مجھسے خدا نے اُن کے لیئے رستہ نکالا — ثیب ثیب کے ساتھہ اور باکرہ باکرہ کے ساتھہ ثیب کو سو کوڑے مارے جائینگے پھر سنگسار کیا جاتا ہی — اور باکرہ کو سو کوڑے مارے جائینگے پھر ایک برس جلا وطن کردینا ہی *

اور اس میں کچھہ شک نہیں کہ خود پیغمبر صاحب نے یہودي مرد اور عورت کو جو زناکاري کے مجرم قرار پائے تھے یہودي شریعت کے موافق سنگسار کرنے کي اجازت دي تھي اور اگر یہہ بھي تسلیم کرلیں کہ یہودي کے سوا اَوْر کسي کو بھي آنحضرت نے سنگسار کیا تھا تو بھي اس بات کا ثابت کرنا غیر ممکن ہی کہ بعد نزول اُس آیت کے جس میں زنا کي سزا کا حکم ہی آنحضرت نے ایسا حکم دیا ہو — اسي طرح مسلم کي اس حدیث کي نسبت جو اوپر مذکور ہی ثابت کرنا مشکل ہی کہ وہ حدیث سورہ نور کي آیت کے بعد کي ہی *

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کي وفات کے بعد زنا کي سزا کي نسبت اختلاف راے ہوا جسکا ہونا ضرور تھا اور معلوم ہوتا ہی کہ اُن دونوں آیتوں اور ایک حدیث کي بنا پر جو اوپر مذکور ہوئیں تین مختلف رائیں پیدا ہوئیں *

اول — سورہ نساء کي آیت میں بیان کیا گیا ہی، کہ " اُنکو اپنے مکانوں سے باہر نہ جانے دو یہانتک کہ موت اُنکو ٹھکانے لگائے یا اللہ تعالی اُن کے واسطے کوئي سبیل نکالدے " اس آیت کے اخیر لفظوں سے بعض لوگ یہہ سمجھے کہ وہ سبیل یہي ہی جو مسلم کي حدیث میں بیان ہوئي ہی کہ بیاہے ہوئے اشخاص کو بجرم زنا سو درے لگانے چاہیئیں اور سنگسار کرنا چاہیئے اور کوارے شخصوں کو سو درے لگانے چاہیئیں اور ایک سال کے واسطے جلا وطن کردینا چاہیئے — کچھہ عجب نہیں ہی کہ لوگوں نے اُس حکم کو ایک جزو قرآن سمجھا ہو *

دوم — بعض لوگوں کي یہہ راے ہوئي کہ سورہ نساء کي آیت سورہ نور کي آیت سے منسوخ ہوگئي ہی اور زنا کي سزا خواہ اُس کا مرتکب کوئي بیاہا ہوا شخص ہو خواہ کوارا سو درے قرار پائے ہیں — معلوم ہوتا ہی کہ ان لوگوں نے مسلم کي حدیث کي کچھہ وقعت نہیں کي اور اُسکي دو وجہیں معلوم ہوتي ہیں — (۱) یہہ کہ یہہ محقق نہیں ہی کہ وہ قول آنحضرت کا جو مسلم کي حدیث میں ہی سورہ نور کي آیت کے بعد کا ہی (۲) یہہ کہ جب تک کسي امر میں کوئي خاص حکم نازل نہیں ہوتا تھا تو آنحضرت

جهوں کي شريعت کے موافق عمل فرمايا کرتے تھے اور اس ليئے مسلم کي حديث حجت کے قابل نہيں هوسکتي *

سوم — بعض لوگ اس بات کو تو تسليم کرتے تھے کہ سورہ نساء کي آيت تو سورہ نور کي آيت سے منسوخ هوگئي هی مگر جو کہ سورہ نساء کي آيت ميں کوئي قطعي سزا مذکور نہيں هی اس ليئے مسلم کي حديث ميں جو سزا هی وہ بواهے هوئے شخصوں کے ليئے سزا هی اور سورۂ نور کي آيت ميں جو سزا هی وہ کوارے لوگوں کے لئے سزا هی — ووبي کي بهي اسي قسم کي راے معلوم هوتي هی *

يہہ اختلاف راے آج تک چلا آتا هی کيونکہ معتزلي اور خارجي جو مسلمانوں کے دو بڑے فرقے هيں اور معتزلي فرقہ کے لوگ عزت ميں بہت بڑا عالي درجہ رکھتے هيں اب بهي يهي کہتے هيں کہ زنا کي سزا سنگسار کرنا نہيں هی اور اس خطبہ کے راقم کي بهي گو وہ اُن دونوں فرقوں سے کچھہ علاقہ نہيں رکھتا هی بلکہ سني مذهب کي بهي يهي راے هی — معلوم هوتا هی کہ حضرت عمر وہ راے رکھتے تھے جس کا هم نے تيسري قسم ميں بيان کيا هی اور اس ليئے جبکہ وہ مسند آراے خلافت هوئے تو اکثر اشخاص کے سامنے يهي بيان کيا اور شايد اپني تمام سلطنت ميں يهي حکم ديا هو *

واقدي نے اس حديث کو زيادہ افراط و تفريط کے ساتھہ لکھا هی اور سروليم ميور نے اپني کتاب ميں اُس کو بجنسہ نقل کيا هی — اصل حديث جو مسلم ميں منقول هی هم ذيل ميں معہ ترجمہ کے لکھتے هيں *

عمر بن الخطاب رض نے جبکہ رسول الله صلعم کے منبر پر بيٹھے تھے يہہ کہا کہ الله نے محمد صلعم کو برحق بهيجا — اُنپر — قرآن کيئے هوئے حکم اوتارے سو اُن چيزوں ميں سے جو اُنپر الله نے اوتاريں رجم کا حکم تها — همنے اُس کو پڑها اور سمجها کيا اور خيال کيا — سو رجم کيا رسول الله صلی الله عليه وسلم نے اور همنے اُنکے بعد رجم کيا — ميں ڈرتا هوں کہ زيادہ زمانہ گذر جانے پر کوئي کہنے والا کہے کہ هم رجم کو خدا کے مقرر کيئے هوئے احکام ميں نہيں پاتے پس توگمراہ هونگے اُس فرض کے چهوڑنے سے جس کو خدا نے اوتارا اور رجم حق هی خدا کے مقرر کيئے هوئے حکم ميں اُس شخص پر جسنے زنا کيا هو اور بياها هوا هو — مردوں اور عورتوں ميں سے — جب دليل قايم هوجاوے يا حمل رهگيا هو يا خود اُنکو اقرار هو — (مسلم باب حدالزنا) *

قال عمر بن الخطاب وهو جالس علی منبر رسول الله صلی الله عليه وسلم ان الله بعث محمد صلعم بالحق انزل عليه الکتاب فکان مما انزل الله عليه اية الرجم قراناها و وعيناها و عقلناها فرجم رسول الله صلعم و رجمنا بعده فاخشی ان طال بالناس زمان ان يقول قايل ما نجد الرجم في کتاب الله تعالی فيضلوا بترک فريضة انزلها الله وان الرجم في کتاب الله حق علی من زنا اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البينة او کان الحبل او الاعتراف (مسلم باب حد الزنا) —

اما قوله صلعم قد جعل الله لهن سبيلا فاشارة الى قول الله تعالى فامسكوا هن في البيوت حتى يتوفاهن الموت او يجعل الله لهن سبيلا فبين النبي صلعم هذا هو ذلك السبيل واختلف العلماء في هذه الاية فقيل هي محكمة و هذا الحديث مفسر لها وقيل منسوخة بالاية التي في اول سورة النور وقيل ان اية النور في البكرين و هذه الاية في الثيبين (نووي) —

قوله فكان مما انزل الله عليه اية الرجم قراناها و وعيناها و عقلناها اراد باية الرجم "الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة" (نووي) —

و في ترك الصحابة كتابة هذه الاية دلالة ظاهرة ان المنسوخ لايكتب في المصحف (نووي)

قوله فاخشى ان طال بالناس زمان ان يقول قائل ما نجد الرجم في كتاب الله فيضلوا بترك فريضة هذا الذي خشيه قد وقع من الخوارج و من وافقهم (نووي) —

و اجمع العلماء على وجوب جلد الزاني البكر مائة و رجم المحصن و هو الثيب ولم يخالف في هذا واحد من اهل القبلة الا ما حكى القاضي عياض وغيره عن الخوارج و بعض المعتزلة كالنظام و اصحابه فانهم لم يقولوا بالرجم (نووي) —

لیکن آنحضرت کا قول کہ "خدا نے اُنکے لیئے رستہ نکالا" الله کے اس قول کیطرف " فامسکو ھن فی البیوت حتی یتوفاھن الموت او یجعل الله لھن سبیلا " (یعنی پس اُنکو روک رکھو گھروں میں یہاں تک کہ موت اُنکو اُٹھالے یا خدا اُنکے لیئے رستہ نکالے) اشارہ ھی پس نبی صلعم نے اُس رستہ کا بیان کردیا — اور عالم لوگ مختلف ہوئے ھیں اس حکم میں پس کہا گیا کہ وہ محکم ھی اور یہہ حدیث اُسکی مفسر ھی — اور کہا گیا وہ منسوخ ھی اُس حکم سے جو سورۂ نور کے اول میں ھی — اور کہا گیا کہ " نور " کا حکم باکرہ کے باب میں ھی اور یہہ حکم ثیبہ کے باب میں ھی — (نووی) *

حضرت عمر کا یہہ قول کہ " اُن چیزوں میں سے جو خدا نے اُن پر اُتاریں رجم کا حکم تھا ہمنے اُس کو پڑھا اور متعین کیا اور خیال کیا " — اس سے مراد رجم کا یہہ حکم ھی " الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما البتة " (یعنی جب بوڑھا اور بوڑھی زنا کریں تو اُن کو ضرور سنگسار کرو) (نووی) اور صحابہ نے جو اس حکم کا لکھنا چھوڑ دیا تو اس بات کی صاف دلیل ھی کہ منسوخ قران میں نہیں لکھا جاتا (نووی) حضرت عمر کا یہہ قول کہ " میں ڈرتا ہوں کہ جب زیادہ زمانہ گذر جاوے تو کوئی کہنے والا کہے کہ ھم رجم کو خدا کے مقرر کیئے ہوئے حکم میں نہیں پاتے پس لوگ گمراہ ہونگے ایک فرض کے چھوڑنے سے " یہہ ڈر جو حضرت عمر کو تھا خارجیوں اور اُن کے موافقوں سے اُس کا ثبوت بھی ہوگیا (نووی) *

اور اجماع کیا ھی عالموں نے اس پر کہ جو زانی بکر ہو اُس کو کوڑے پیٹنا واجب ھی اور بیاہا ہو اور ثیب ہو اُس کو سنگسار کرنا واجب ھی اور اس امر میں اہل قبلہ میں سے ایک شخص نے بھی اختلاف نہیں کیا سواے اُس کے کہ قاضی عیاض وغیرہ نے خارجیوں اور بعض معتزلہ سے جیسے نظام اور اُس کے متبعین سے نقل کیا ھی کیونکہ یہہ لوگ رجم کے قایل نہیں ھیں (نووی) *

اس ترجمہ میں ھم نے لفظ " آیت " اور " کتاب " کے ترجمہ میں " حکم " کا

لفظ مستعمل کیا هی هم اس باب میں بہت سی مثالیں پیش کر سکتے هیں که یهه الفاظ
خود قرآن مجید اور احادیث میں ان معنوں میں مستعمل هوئے هیں مگر همارا مخالف
اس ترجمه پر معترض هونے کا مجاز هی اور کهه سکتا هی که الفاظ " آیت " اور
" کتاب " هی کیوں نه مستعمل کیئے اس لیئے هم دوسرا ترجمه ذیل میں درج کرتے هیں
جس میں " آیت " کا ترجمه " آیت " اور " کتاب " کا ترجمه " قرآن " کیا هی —
اُس ترجمه کے پڑهنے والوں پر ظاهر هوگا که اگر اس طرح پر ترجمه کیا جاوے تو حدیث
کیسی مہمل اور بے معنی هوجاتی هی *

دوسرا ترجمه

عمر بن الخطاب رضه نے جبکه رسول الله صلعم کے منبر پر بیٹھے تھے یهه کہا که الله نے
محمد صلعم کو برحق بھیجا اُن پر قرآن اوتارا — سو اُن چیزوں میں سے جو اُن پر الله
نے اوتاریں رجم کی آیت تھی — هم نے اُس کو پڑها اور متعین کیا اور خیال کیا — سو رجم
کیا رسول الله صلعم نے اور هم نے اُن کے بعد رجم کیا — میں ڈرتا هوں که زیاده زمانه گذر
جانے پر کوئی کہنے والا کہے که هم رجم کو قرآن میں نہیں پاتے پس تو گمراه هونگے اُس فرض
کے چھوڑنے سے جس کو خدا نے اوتارا اور رجم حق هی قرآن میں اُس شخص پر جس نے
زنا کیا هو اور بیاها هوا هو — مردوں اور عورتوں میں سے جب دلیل قایم هو جائے یا حمل
رهگیا هو یا خود اُن کو اقرار هو — (مسلم) *

کیا اس حدیث کے یهه دو فقرے که " هم قرآن میں رجم کا حکم نہیں پاتے " اور یهه
فقره که " بیشک رجم قرآن میں هی " ایک دوسرے کے نقیض نہیں هیں ؟ *

اس لفظی بحث کو چھوڑ کر اب هم اصل مطلب کی طرف متوجهه هوتے هیں اور
سوال کرتے هیں که اس حدیث میں یهه عبارت جسکو سرولیم میور واقدی سے نقل کرنا
بیان کرتے هیں که " اور والله اگر یهه اندیشه نه هوتا که لوگ کہینگے که عمر نے ایک نئی
چیز قرآن میں درج کردی تو میں اُسکو قرآن مجید میں درج کردیتا کیونکه به تحقیق
میں نے اس آیت کو سنا هی ' والشیخ والشیخة اذا زنیا فارجمو هما البتة ' *

اپنی تصنیفات کا حجم بڑهانے کی نیت سے اور نیز اپنی کامل آگہی کی غرض سے
همارے مفسرین اور اهل سیر نے تمام مہمل اور بیهوده افسانوں کو جو عوام الناس میں
مشہور تھے به کمال آرزو جمع کرکے اپنی کتابوں میں درج کرلیا هی اور هم اس کتاب کے
پڑهنے والوں کو یقین دلاتے هیں که تمام محققین مسلمان اُن کو محض مہمل تصور کرتے
هیں اور اسلام اُن کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا هی *

نووی مسلم کی شرح میں لکھتا هی که لفظ " حکم " سے جس کی طرف اس عبارت
میں اشاره هی منجمله اُن احکامات کے جو پیغمبر خدا پر نازل هوئے تھے آیت رجم بھی

تھي اور هم نے اُس آیت کو دیکھا پڑھا اور سمجھا تھا اور وہ آیت الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة هی — اس کے بعد نووي یهه بیان کرتا هی که چونکه آیت مذکورہ کا قران مجید میں کہیں پتہ نہیں هی اِس لیئے تیقن کے ساتهہ یهہ کہا جاسکتا هی که آیات منسوخ شدہ قران مجید میں درج نہیں کي گئي تهیں *

مگر هر ذي فہم شخص سمجهتا هی که نووي کا یهہ بیان نه تو کوئي حدیث نبوي هی اور نه کوئي حکم مذهبي هی بلکه ایک مفسر کي محض رائے هی — معہذا یهہ راے بهي تسکین بخش نہیں هی کیونکه اُسپر یهہ اعتراض عاید هوتے هیں — (۱) یهہ که نووي نے اس امر کے ثبوت کي کوشش بهي نہیں کي که آیت مذکورہ درحقیقت قراني آیت تهي (۲) یهہ که وہ اسبات کي بهي کوئي دلیل نہیں پیش کرتا که حضرت عمر کي مراد اسي آیت سے تهي (۳) اُس نے اُن دونوں باتوں کو بلا دلیل غلطي سے صحیح تصور کرکے یهہ نتیجه باطل مستنبط کیا هی که آیات منسوخ شدہ قران مجید میں درج نہیں هوتي تهیں — افسوس هی که هماري اکثر کتب سیر و تفاسیر ایسي هي روایات اور احادیث سے مملو هیں جو مفروضات باطل پر مبني هیں اور بجز مصنف هي کے قیاسات کے اَوْر کسي چیز سے اُن کي تائید نہیں هوتي — عیسائي مصنف اُن کي تحقیق سے ناواقف هوتے هیں اور اُن کو صحیح حدیثیں تصور کرلیتے هیں اور بکمال شوق اسلام کي نسبت بے اصل الزامات اُن پر مبني کرتے هیں — اس مقام پر همکو اس امر سے که رجم کا حکم اسلام میں هی یا نہیں زیادہ بحث نہیں هی — بحث صرف اسقدر هی که جسکو آیت رجم کہا جاتا هی وہ کبهي قران کي آیت نہیں تهي اور نه کبهي قران مجید سے خارج کي گئي تهي *

آیتوں کے اخراج اور عدم اندراج کي بابت سر والیم میور نے تیسري مثال مار کهي کي قتل کي هوئي روایت بیان کي هی جو سونے کي گهاتي کے باب میں تهي اور جو قرآن میں مندرج هونے سے رہ گئی هی — چوتهي تمثیل میں وہ عبدالله ابن مسعود کے اُس قصه کو پیش کرتے هیں جس میں که اُنہوں نے بیان کیا هی که میں نے رات کو اپنے ورقوں میں سے ایک آیت کو غایب پایا — پانچویں تمثیل میں اُس آیت کا ذکر کرتے هیں جو مکه کے معبودان مجازي کے بارہ میں تهي لیکن هم اُن کے نہایت شکرگذار هیں که اُنہوں نے خود یهہ بات کہکر که یهہ سب روایتیں غلط اور موضوع هیں اس جهگڑے کو چکا دیا هی — پس همکو مردہ کے مارنے کي کچهہ ضرورت نہیں رهي *

الخطبة الثامنة

في

احوال بيت الله الحرام و السوانح اللتي مضت فيها قبل الاسلام

ان اول بيت وضع للناس ببكة مباركا وهدى للعالمين

عرب کے ملک میں جو نہایت قدیم روایت اُس زمانہ سے جبکہ قران مجید کا ذکر بھی نہ تھا برابر چلی آتی ہی اور جس کو عرب کی تمام قوموں بغیر کسی شبہہ اور اختلاف کے پشت در پشت مانتی چلی آئی ہیں اُس سے ثابت ہوتا ہی کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا اور اُن کے بیٹے حضرت اسمعیل اُن کے شریک تھے *

قران مجید میں اس گھر کے بننے کی جو خبر آئی ہی وہ بھی اسیقدر ہی خدا تعالے فرماتا ہی کہ " جبکہ ابراہیم اور اسمعیل نے اس گھر کی بنیادیں اُٹھائیں تو اُنھوں نے یہہ دعا مانگی کہ اے ہمارے پروردگار اس گھر کو ہم سے قبول کر بے شک تو اس دعا کو سنتا اور دلی نیت کو جانتا ہی " اس دعا سے جو اُس کے بنانے والوں نے کی اور قران مجید کی اور بہت سی آیتوں سے جو اس کے بعد ہیں بخوبی ظاہر ہی کہ یہہ خدا کے واسطے یعنی اُس کی عبادت کے لیئے بنایا گیا تھا جیسیکہ اس زمانہ میں لوگ مسجد بناتے ہیں *

> اذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت واسمعيل ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم (سورة بقر آيت ۱۲۱) –

قران مجید میں کعبہ کو بالتصریح مسجد کہا گیا ہی ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی کہ " مشرک ناپاک عقیدہ کے ہیں وہ اس برس کے بعد سے اس بزرگ مسجد (یعنی کعبہ) کے پاس نہ آویں " اور ایک اَور جگہہ خدا نے فرمایا کہ خدا نے اپنے رسول کو یہہ سچا خواب دکھلایا بالکل ٹھیک کہ بے شک تم داخل ہوگے اس بزرگ مسجد (یعنی کعبہ) میں انشاءالله " جس زمانہ میں یہہ آیتیں نازل ہوئی ہیں اُس زمانہ میں کعبہ کے گرد وہ مکانات نہیں تھے جو اب ہیں اور جو حرم کہلاتے ہیں اور جنکا مطلب یہہ ہی کہ مسجد داخل حد حرم ہی لیکن خاص کعبہ وہ مسجد ہی جس

> انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا سورة (توبه آيت ۲۸) –
>
> لقد صدق الله رسوله الرويا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاءالله (سورة فتح آيت ۲۷)

کو حضرت ابراهیم نے بنایا اور اُسی خاص عمارت کو قران مجید میں مسجد الحرام کہا
هی *

قران مجید میں کوئی خاص زمانه کعبه کی تعمیر کا نہیں بتایا هی صرف دو صفتیں
اُس کی بیان هوئی هیں ایک " بیت العتیق " یعنی نہایت پرانا قدیم گھر دوسرے
" اول بیت وضع للناس " یعنی سب سے پہلا گھر جو آدمیوں کے لیئے خدا کی عبادت
کرنے کو بنایا گیا جس قاعدہ پر حال کے زمانه کے مورخ پرانے زمانه کا حساب لگاتے هیں
اُس حساب سے معلوم هوتا هی که دنیوی سنه کی بیالیسویں صدی میں یعنی حضرت
عیسی سے اُنیسویں صدی ماقبل میں کعبه بنا تها پس اگر اسی حساب کو صحیح مانا
جاوے تو بهی ثابت هوتا هی که دنیا میں جہاں تک که اُس کا حال معلوم هوا هی
کعبه سے پہلے کوئی گھر خدا کی عبادت کے لیئے نہیں بنایا گیا تها بلکه سب سے اول کعبه
بنا تها *

هم صرف عرب کی روایت اور قران مجید کی آیت هی کو اس بات کے ثبوت کے
لیئے که کعبه حضرت ابراهیم کا بنایا هوا هی پیش کرنے پر اکتفا کرنا نہیں چاهتے بلکه اُس
کے ثبوت کے لیئے ایسی دلیلیں بهی هیں جو واقعی ایک حقیقت هیں اور جن کو اُن
لوگوں نے لکها هی جن کو مذهب اسلام سے کچهه تعلق نه تها — چنانچهه امر مذکورہ کا
ثبوت مفصله ذیل مقدمات کے ملانے اور اُن سے نتیجه نکالنے سے بخوبی حاصل هوتا هی

مقدمه اول ابراهیم نے اپنے بیٹے اسمعیل کو اسی نواح میں یعنی حجاز میں بسایا جہاں اب کعبه هی

هم اس کے ثبوت کے لیئے ایسی مذهبی یا تاریخی روایتوں پر جو متنازعه هیں اور
جن کے الفاظ کے معنی یا مصداق پر بحث هی توجهه کرنا نہیں چاهتے بلکه ایسے واقعات
پر استدلال کرتے هیں جو سب کو تسلیم هیں یا جو جغرافیه کی تحقیقات سے ثابت هوئے
هیں اور اُن کو ایسے لوگوں نے تحقیق کیا هی جن کو اسلام سے کچهه تعلق نه تها *

یهه بات سب کو تسلیم هی که حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹے تهے ۱ — نبایوت ، ۲ —
قیدار ، ۳ — ادبئیل ، ۴ — مبسام ، ۵ — مشماع ، ۶ — دوماہ ، ۷ — مسا ، ۸ — حدر ، ۹ —
تیما ، ۱۰ — یطور ، ۱۱ — نافیس ، ۱۲ قیدماہ ، اور یهه سب حجاز میں آباد تهے جہاں مکه
هی *

پہلا — بیٹا حضرت اسمعیل کا نبایوت عرب کے شمالی مغربی حصه میں آباد هوا
ریورنڈ کاٹری بی کاری ایم اے نے اپنے نقشه میں اُس کا نشان ۳۸ و ۳۰ درجه عرض شمالی
اور ۳۶ و ۳۸ درجه طول شرقی کے درمیان میں لگایا هی *

دوسرا — بیٹا حضرت اسمعیل کا قیدار نبایوت کے پاس جنوب کی طرف حجاز میں آباد ہوا ریورنڈ مسٹر فاسٹر کہتے ہیں کہ اشعیاہ نبی کے بیان سے بھی صاف صاف قیدار کا مسکن حجاز ثابت ہوتا ہی جس میں مکہ و مدینہ بھی شامل ہیں اور زیادہ ثبوت اسکا حال کے جغرافیہ میں شہرالحدر اور نبت سے پایا جاتا ہی جو اصل میں القیدار اور نبایات ہیں اہل عرب کی یہہ روایت کہ قیدار اور اُس کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اُس کی تائید اسبات سے ہوتی ہی کہ عہد عتیق میں قیدار کا مسکن عرب کے اسی حصہ میں یعنی حجاز میں بیان ہوا ہی دوسرے یہہ کہ یہہ بات بخوبی ثابت ہی کہ پوریفوس اور بطلمیوس اور پلینی اعظم کے زمانوں میں یہہ قومیں حجاز کی باشندہ تھیں گیدری یعنی قیدری دری یعنی مخفف قیدری اور گدرونائتی یعنی قیداری کدریتی یعنی قیدری چنانچہ اسکا ذکر ہسٹری جغرافیہ جلد اول صفحہ ۲۲۸ میں مندرج ہی پس بخوبی ثابت ہی کہ قیدار حجاز میں آباد تھا *

ریورنڈ گاٹری پی کاری نے اپنے نقشہ میں قیدار کی آبادی کا نشان ۲۶ و ۲۷ درجہ عرض شمالی و ۳۷ و ۳۸ درجہ طول شرقی کے درمیان لگایا ہی *

تیسرا — بیٹا حضرت اسمعیل کا ادبئیل ہی بموجب سند جوزیفس کے ادبئیل بھی اپنے اُن دونوں بھائیوں کے ہمسایہ میں آباد ہوا تھا *

چوتھا — بیٹا حضرت اسمعیل کا مبسام ہی مگر اُسکی سکونت کے مقام کا پتہ نہیں ملتا *

پانچواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا مشماع ہی ریورنڈ مسٹر فاسٹر کا یہہ قیاس صحیح ہی کہ عبرانی میں جس کو مشماع لکھا ہی اُسکو یونانی ترجمہ سبتو ایجنٹ میں مسما اور جوزیفس نے مسماس و بطلمیوس نے مسمیز لکھا ہی اور عرب میں اُسکی اولاد بنی مسما کہلاتی ہی پس کچھہ شبہہ نہیں کہ یہہ بیٹا قریب نجد کے اولاً آباد ہوا تھا *

چھٹا — بیٹا حضرت اسمعیل کا دوماہ تھا مشرقی اور مغربی جغرافیہ داں قبول کرتے ہیں کہ یہہ بیٹا تہامہ میں آباد ہوا تھا *

ساتواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا مسا تھا ریورنڈ مسٹر فاسٹر بیان کرتے ہیں کہ یہہ بیٹا مسوپو ٹیمیا میں آباد ہوا مگر یہہ صحیح نہیں ہی کچھہ شبہہ نہیں کہ یہہ بیٹا جب حجاز سے نکلا تو یمن میں آباد ہوا اور یمن کے کھنڈرات میں اب تک مسا کا نام قایم ہی ریورنڈ گاٹری پی کاری نے اپنے نقشہ میں اس مقام کا نشان ۱۳ درجہ اور ۴۰ دقیقہ عرض شمالی اور ۴۳ درجہ اور ۳۰ دقیقہ طول شرقی میں قایم کیا ہی *

آٹھواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا حدر تھا اور عہد عتیق میں حداد بھی اُسکا نام

هی یمن میں شہر حدیدہ اب تک اُسی کا مقام بتلا رہا هی اور قوم حدیدہ جو یمن کی ایک قوم هی اُسکے نام کو یاد دلاتی هی زهدری مورخ کا بهی یهی قول هی اور ریورنڈ مسٹر فاسٹر بهی اُسکو تسلیم کرتے هیں *

نواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا تیما تها اُنکی سکونت کا مقام نجد هی اور بعد کو رفتہ رفتہ خلیج فارس تک پہونچ گئے *

دسواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا یطور هی ریورنڈ مسٹر فاسٹر بیان کرتے هیں کہ اسکا مسکن جدور میں تها جو جبل کسیونی کے جنوب اور جبل الشیخ کے مشرق میں واقع هی *

گیارهواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا نافیش تها ریورنڈ مسٹر فاسٹر توریت اور جوزیفس کی سند سے لکھتے هیں کہ عربیا دزرتا میں اُنکی نسل اسی نام سے آباد تهی *

بارهواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا قیدماہ تها اُنہوں نے بهی یمن میں سکونت اختیار کی تهی غرضکہ اهل جغرافیہ کی تحقیقاتوں سے ثابت هوتا هی کہ اسمعیل اور اُنکی اولاد کا مسکن حجاز تها *

مقدمہ دوم حجر اسود اور قربانی کی رسم کو اور کعبہ کا بیت اللہ نام هونے کو خاص ابراهیم سے تعلق هی

خود حضرت ابراهیم اور تمام اُن کی اولاد میں یہہ رواج تها کہ خدا کی عبادت کی جگہہ پر بطور ایک نشان کے لئیا بن گهڑا پتهر کهڑا کرلیتے تهے اور اُسکو مذبح یعنی قربانی گاہ اور بیت اللہ قرار دیتے تهے اور وهاں خدا کی عبادت بجالاتے تهے اور اُس کے نام پر قربانی کرتے تهے پس کعبہ میں اسی رسم کا برابر جاری چلا آنا اس بات کو ثابت کرتا هی کہ اس معبد کی اصل ابراهیم سے هی *

اس بات کا ثبوت کہ پتهر اور قربانی اور بیت اللہ نام رکهنے کی رسم ابراهیم سے چلی آئی هی توریت مقدس سے جس کی قدامت میں کوئی شبہہ نہیں کرسکتا ثابت هوتی هی *

کتاب پیدایش باب ۱۲ ورس ۷ میں لکها هی کہ " تب خداوند نے ابراهام کو دکهلائی دیکر کہا کہ یهی ملک میں تیری نسل کو دونگا اور اُس نے وهاں خداوند کے لیئے جو اُس پر ظاهر هوا ایک مذبح بنایا " اور اسی باب کی آٹهویں آیت سے ظاهر هوتا هی کہ پهر وهاں سے ابراهیم نے کوچ کیا اور آگے جاکر پهر ایک مذبح بنایا اور خدا کے نام سے یعنی خدا کے گهر کے نام سے اُس کو موسوم کیا *

اسی کتاب کے تیرهویں باب کی آٹهویں آیت میں هی کہ بلوطستان ممری میں جو حبرون میں هی ابراهیم جا رہا اور وهاں خداوند کے لیئے ایک مذبح بنایا *

ان تینوں آیتوں سے ثابت هی که خدا کے لیئے مذبح تعمیر کرنا اور خدا کے نام سے اُس کو پکارنا اور وهاں خدا کے نام پر قربانی کرنا حضرت ابراهیم کا طریقه تها *

یهه طریقه اُن کی اولاد میں بهی جاری تها چنانچه کتاب پیدایش باب ۲۶ ورس ۲۵ میں لکها هی که بیرشبع میں اسحاق پسر ابراهیم کو خدا دکهلائی دیا اور اُس نے وهاں مذبح بنایا اور خدا کے نام سے اُس کو موسوم کیا " *

اب همکو یهه بتانا رها که یهه مذبح کس طرح بنایا جاتا تها اس کی تفصیل بهی توریت مقدس میں موجود هی *

کتاب خروج باب ۲۰ میں لکها هی که " اگر میرے لیئے پتهر کا مذبح بناوے تو تراشے هوئے پتهر کا مت بنائیو کیونکه اگر تو اُسے اوزار لگاویگا تو اُسے ناپاک کریگا *

اور اسی کتاب کے باب ۲۴ ورس ۴ میں لکها هی که " اور موسیٰ نے خداوند کی ساری باتیں لکهیں اور صبح کو سویرے اُٹها اور پہاڑ کے تلے ایک مذبح بنایا اور اسرائیل کے بارہ سبطوں کے موافق بارہ ستون بنائے گئے " *

اور کتاب پیدایش باب ۲۸ ورس ۱۸ و ۱۹ و ۲۲ میں لکها هی که " یعقوب صبح سویرے اُٹها اور اُس پتهر کو جسے اُس نے اپنا تکیه کیا تها لیکے ستون کی مانند کهڑا کیا اور اُس کے سر پر تیل ڈالا " *

اور اُس مقام کا نام بیت ایل (یعنی بیت الله خدا کا گهر) رکها " *

اور کها که " یهه پتهر جو میںنے ستون کی مانند کهڑا کیا خدا کا گهر یعنی بیت الله هوگا " *

ان آیتوں سے بخوبی ثابت هی که ابراهیم اور اُس کی اولاد کا یهه طریقه تها که خدا کی عبادت کے لیئے مذبح ایک بن گهڑا پتهر کهڑا کرکر بناتے تهے کبهی اُس کے ساتهه کوئی مکان بهی بنا دیتے اور کبهی پتهر کهڑا کرنے کے بعد بناتے تهے اور اُس کو بیت الله کہتے تهے ' *

بالکل یهی حالت کعبه کی اور حجر اسود کی هی جو ایک بن گهڑا لنبا پتهر هی پہلے صرف حجر اسود کهڑا کیا تها پهر جب وهاں کعبه بنایا تو اُس کے کونه میں اُس کو لگا دیا ' *

توریت میں صرف بنی اسرائیل کے حالات اور واقعات بیان هوئے هیں اور بنی اسمعیل کا اُس میں ذکر نهیں هی مگر ملکی روایتوں یا جاهلیت کے اشعار میں اُن کا ذکر پایا جاتا هی — ارزقی کی کتاب اخبار مکه سے پایا جاتا هی که بن گهڑا پتهر کهڑا کرکر خدا کی عبادت گاه بنانا صرف بنی اسرائیل هی میں نه تها بلکه بنی اسمعیل میں بهی بکثرت رایج تها ' *

چنانچہ اُس نے لکھا ہی کہ " بني اسمعیل و جرہم جو مکہ میں رہتے تھے وہاں رہنے کي اُن کو گنجایش نہونئي تو وہ ملک میں نکلے اور معاش کي تلاش میں پڑے پس لوگ خیال کرتے ہیں کہ اولاً پتھر کا پوجنا بني اسمعیل میں اس طرح شروع ہوا کہ جب اُن میں سے کوئي مکہ سے جاتا تو حرم کے پتھروں میں سے ایک پتھر اُٹھا لیتا حرم کو بزرگ سمجھکر اور مکہ اور کعبہ کے شوق میں جہاں اُترتے تو اُس پتھر کو رکھہ لیتے اور اُس کے گرد مثل کعبہ کے طواف کرتے پھر اس کي یہاں تک نوبت پہونچ گئي کہ جو پتھر اچھا دیکھتے اور جو حرم کا پتھر عجیب اور اچھا معلوم ہوتا اُس کي عبادت کرتے اسي طرح پشتوں پر پشتیں گذر گئیں اور بھول گئے جو بات پہلي تھي اور ابراہیم اور اسمعیل کے دین کو بدل دیا اور بتوں کو پوجنے لگے *

ان بني اسمعیل و جرہم من ساکني مکة ضاقت علیہم مکة فتفسحوا في البلاد و التمسوا المعاش ایزعمون ان اول ما کانت عبادة الحجارة في بني اسمعیل انہ کان لا یظعن من مکة ظاعن منہم الا احتملوا معہم من حجارة الحرم تعظیما للحرم و صبابة بمکة و بالکعبة حیث ما حلوا وضعوہ فطافوا بہ کالطواف بالکعبة حتی سلخ ذلک بہم الی ان کانوا یعبدون ما استحسنوا من الحجارہ و اعجبہم من حجارة الحرم خاصة حتی خلفت الخلوف بعد الخلوف و نسوا ما کانوا علیہ و استبدلوا بدین ابراہیم و اسمعیل وغیرہ فعبدوا الاوثان ۰ (صفحہ ۷۴) —

مسلمانوں کي کتابوں میں اس پتھر کي نسبت نہایت قصہ آمیز روایتیں لکھي ہیں اور ترمذي اور ابن ماجہ و دارمي میں بھي چند عجیب عجیب روایتیں آئي ہیں جیسا کہ یہہ پتھر نہایت پرانا ہی اور حضرت ابراہیم کے ساتھہ منسوب ہونے سے قدیمي ہونے پر تقدس اور زیادہ ہوگیا ہی ویسے ہي لوگوں نے اس کي نسبت جیسا کہ پراني باتوں کي نسبت دستور ہی قصہ آمیز اور تعجب انگیز روایتیں بنالي ہیں — قران مجید میں اس پتھر کا مطلق ذکر نہیں ہی اگر درحقیقت وہ ایسا ہي ہوتا جیسا کہ روایتوں کے بنانے والوں نے بیان کیا ہی تو ممکن نہ تھا کہ باوجودیکہ قران مجید میں کعبہ کے بننے کا ذکر ہی اور اس پتھر کا ذکر نکیا جاتا — جس قدر روایتیں اُس پتھر کي نسبت آئي ہیں سب مجروح و مرجوح ہیں اور کسي کي سند قابل اعتبار کے نہیں ہی اور نہ اُنکا سلسلہ درستي اور صحت سے رسول خدا صلعم تک پہونچتا ہی مگر اُن روایتوں کا خلاصہ بیان کرنا خصوصاً اُنکا جو ترمذي و ابن ماجہ و دارمي میں ہیں خالي از لطف نہوگا *

روایتوں میں بیان ہوا ہی کہ یہہ پتھر حضرت جبریل بہشت سے لائے تھے اور وہ اول اول دودہ کي مانند سفید تھا لیکن انسان کے گناہوں نے اُسے سیاہ کردیا ' ایک روایت کا یہہ مضمون ہی کہ وہ بہشت میں کے جواہرات میں کا ایک لعل بے بہا ہی خدا نے اُس کي چمک دمک لے لي ہی اگر نہ لیتا تو تمام دنیا ایک سرے سے دوسرے سرے تک منور ہو جاتي ' ایک اور روایت میں ہی کہ " قیامت کے دن اس پتھر کے دو آنکھیں اور ایک زبان ہوگي جن کے ذریعہ سے وہ اُن کو پہچان لیگا اور اُن کے نام بتا دیگا جنہوں

نے اس دنیا میں اُس کو بوسہ دیا ھی " ایک لا مذھب نے اس روایت کو سنکر کہا کہ جب دنیا میں اُس کی آنکھیں نہیں ھیں تو قیامت میں آنکھیں ملنے سے وہ کیونکر شناخت کریگا ایک احمق مسلمان نے جواب دیا کہ خدا کی قدرت سے لا مذھب بولا کہ تو پھر آنکھیں دینے کی کیا ضرورت ھی — بالفرض اگر کوئی ان روایتوں کو صحیح تسلیم کرے تو اُن کے الفاظ کے لغوي معني نہیں لئے جاوینگے بلکہ اُن کو بطور استعارہ قرار دیا جاویگا اور اس صورت میں اُن کا مقصود یہہ ھوگا کہ کسي آدمي کے افعال جو اُس نے دنیا میں کئے ھیں قیامت میں پوشیدہ نہیں رھینگے — اس قسم کے مضامین کو استعارہ میں بیان کرنے سے مقصود یہہ ھوتا ھی کہ عام لوگ اُس کو بآساني سمجھہ لیتے ھیں جیسیکہ کہا جاتا ھی کہ قیامت کے دن آدمي کے ھاتھہ گواھي دینگے کہ اُس نے اُن سے کیا کیا ھی اور اُس کي زبان اُن سب باتوں کو بیان کریگي جو اُس کے ھونٹوں سے نکلي ھیں اور جس زمین پر وہ اِترا اِترا کر غرور و تکبر کي چال سے چلا تھا وہ اُسکي گواھي دیگي ان سب روایتوں کا مطلب یہہ ھی کہ انسان کي زندگي کا ھر ایک کام خدا سے مخفي نرھیگا اگرچہ اب بھي مخفي نہیں ھی — مگر اصل بات یہہ ھی کہ ان میں سے ایک روایت بھي صحیح نہیں اور ان موضوع روایتوں نے ایسي خرابي ڈالدي ھی کہ اصلي و صحیح بات بھي تاریکي میں پڑگئي ھی — مگر ازرقي نے ایک روایت کتاب اخبار مکہ میں لکھي ھی اگر اُس کے زواید اور مبالغہ آمیز باتوں سے جو اُس میں شامل ھیں قطع نظر کي جاوے تو اُس سے اصلیت اُس کي کسي قدر معلوم ھوتي ھی — بعد ایک قصہ بیان کرنے کے اُس میں لکھا ھی کہ حجر اسود کو اللہ تعالی نے طوفان نوح کے زمانہ میں ابوقبیس پہاڑ کو سپرد کردیا تھا اور اُس کو سمجھا دیا تھا کہ جب تو میرے خالص دوست یعني ابراھیم کو دیکھے کہ وہ میرا گھر بناتا ھی تو اس پتھر کو نکال دیجیو ھر ایک شخص اس روایت سے سمجھہ سکتا ھی کہ صحیح بات صرف اس قدر ھی کہ یہہ پتھر جبل ابوقبیس میں کا جو مکہ کے پاس ھی ایک پتھر ھی حضرت ابراھیم نے مثل اپني عادت و طریقہ کے اول اس پتھر کو بطور مذبح کے کھڑا کیا جب اُن کي اولاد یہاں مستقل رھنے لگي تو اُنہوں نے مکان مذبح بھي بنایا اور اُس پتھر کو اُس کے کونہ میں لگا دیا *

و کان اللہ عزوجل استودع الرکن ابا قبیس حین غرق اللہ الارض زمن نوح و قال اذا رایت خلیلي مبني بیتي فاخرجہ لہ الخ (کتاب اخبار مکہ صفحہ ۲۲)

اُسي کتاب میں یہہ بھي ایک ٹھیک روایت لکھي ھی کہ " وہ دو دفعہ آتش زدگي میں جلنے کے سبب سے اسقدر کالا ھوگیا ھی — ایک دفعہ زمانہ جاھلیت میں قریش کے زمانہ میں ایک عورت کے ھاتھہ سے کعبہ کے پردہ میں خوشبو جلاتے وقت آگ

و انما شدۃ سوادہ لانہ اصابہ الحریق مرۃ بعد مرۃ في الجاھلیۃ والاسلام فاما حریقہ في الجاھلیت فانہ ذھبت امراۃ في زمن قریش

تهجمو الكعبة فطارت شرارة في أستار الكعبة فاحترقت الكعبة و احترق الركن الاسود و اسود و توهنت الكعبة فكان هو الذي هاج قريشا على هدمها و بنائها و اما حريقه في الاسلام ففي عصر ابن الزبير ايام حاصرة الحصين بن نمير الكندي احترقت الكعبة و احترق الركن فتفلق بثلاث فلق حتى شعبه ابن الزبير بالفضة فسواده لذلك (صفحه ۳۲)-

لگ گئی تھی جس کے سبب سے کعبہ اور حجر اسود دونوں جل گئے تھے اور حجر اسود کالا ہوگیا تھا اور ایک دفعہ زمانہ اسلام میں ابن زبیر کے وقت میں کعبہ میں آگ لگی تھی اور حجر اسود جلکر تین ٹکڑے ہوگیا تھا اور ابن زبیر نے اُس کے گرد چاندی کا حلقہ چڑھا دیا تھا *

یہہ پتھر جو کعبہ کے کونہ میں لگایا گیا تھا اُس سے مقصود اُس پتھر کی پرستش نہ تھی بلکہ صرف اِس لیئے لگایا گیا تھا کہ کعبہ کا طواف (جسکی حقیقت ہم بیان کرینگے)

حدثني جدي قال حدثنا سفيان بن عيينة عن مجاهد عن الشعبي قال لما امر ابراهيم ان يبني البيت و انتهى الى موضع الحجر قال لاسمعيل ائتني بحجر ليكون علما للناس يبدؤن منه الطواف فاتاه بحجر فلم يرضه فاتي ابراهيم بهذا الحجر ثم قال اتاني به من لم يكلني على حجرك (كتاب اخبار مكه صفحه ۲۹)

شروع ہونے اور ختم ہونے کی نشانی ہو چنانچہ کتاب اخبار مکہ ازرقی میں لکھا ہی کہ جب ابراہیم کو حکم ہوا کہ خدا کا گھر بناوے اور جب وہ بناتے بناتے وہاں پہنچے جہاں اب حجر اسود ہی تو اُنہوں نے اسمعیل سے کہا کہ ایک پتھر لاؤ تاکہ وہ لوگوں کے لیئے ایک نشانی ہو اور اُسی سے طواف شروع کیا کریں وہ ایک پتھر لائے ابراہیم نے اُس کو پسند نہیں کیا پھر ابراہیم کو یہہ پتھر مل گیا پھر ابراہیم نے (اسمعیل کے اس سوال کے جواب میں کہ یہہ پتھر کہاں سے آیا) کہا کہ اُس نے دیا جس نے تیرے پتھر کے بھروسہ پر مجھے نہیں رکھا *

مقتدر باللہ ابوالفضل جعفر ابن معتضد کے عہد میں جو سنہ ۲۹۵ ہجری میں خلیفہ ہوا تھا قرامطہ حجر اسود کو کعبہ سے اُکھاڑ کر لیگئے تھے مدت بعد لاکر پھر رکھدیا *

مقدمہ سوم کعبہ بلاشبہہ بیت العتیق ہی

ملکی اور مذہبی روایتوں کے سوا غیر مذہب مورخوں کی تحقیقات سے بھی کعبہ کا نہایت قدیم زمانہ سے موجود ہونا ثابت ہوتا ہی مسٹر گبن جو ساکہ وہ نہایت مشہور مورخ ہی ویساہی نہایت بڑا عالم اور فلسفی ہی اُس نے اپنی تاریخ میں کعبہ کے ذکر میں بیان کیا ہی کہ کعبہ کی صحیح قدامت سنہ عیسوی سے پہلے کی ہی ساحل بحر احمر کے ذکر میں ڈایوڈورس یونانی مورخ نے تہمودیت اور سبیون کے بیان میں ایک مشہور و معروف معبد (یعنی کعبہ) کا ذکر کیا ہی جس کے اعلی درجہ کی تقدس کی تمام اہل عرب تعظیم کرتے تھے ,, اگر ڈایوڈورس کے زمانہ میں کعبہ ایک مشہور و معروف معبد تھا جسکے اعلی درجہ

کے تقدس کي تمام عرب تعظیم کرتے تھے تو ھمکو اُس کي اصلیت کو درحقیقت ایک نہایت قدیمي زمانہ (ابراھیم کے زمانہ) سے منسوب کرنا چاھیئے *

سر ولیم میور صاحب اس پر ایک معترضانہ تقریر لکھتے ھیں وہ کہتے ھیں کہ " جو کچھہ ڈایوڈورس نے لکھا ھی اُس سے عرب کي اس روایت کي صحت پر کہ کعبہ اور اُسکے تمام مراسم کي اصلیت ابراھیم و اسمعیل سے ھی کیونکر قیاس ھوسکتا ھی — عرب کي یہہ روایت مسلمانوں کي بنائي ھوئي نہ تھي بلکہ آنحضرت صلعم کے زمانہ سے بہت مدت پہلے اھل مکہ کي عام راے تھي ورنہ قرآن میں بطور ایک حقیقت مسلمہ کے اُس کا ذکر نہوتا اور نہ بعض مقامات کے نام جو کعبہ کے گرد واقع ھیں ابراھیم و اسمعیل سے متعلق کیئے جاتے جیسا کہ وہ متعلق کیئے گئے ھیں " *

مگر هم سمجھتے ھیں کہ سر ولیم میور نے بلاشبہہ یہاں غلطي کي ھی جو کچھہ ڈایوڈورس نے لکھا ھی اُس سے عرب کي اُس قدیم روایت کي صحت کا ثبوت ھوتا ھی اِسبات سے کہ مذھب اسلام سے پیشتر اھل عرب تسلیم کرتے تھے کہ کعبہ کو اور اُن تمام مراسم کو جو کعبہ سے علاقہ رکھتي ھیں ابراھیم سے تعلق ھی اُسکي اصلیت و صحت نہایت مضبوطي سے ثابت ھوتي ھی کیونکہ اگر ایسا نہوتا تو کیا وجہہ تھي کہ اھل عرب نے اور بني جرھم نے.اور تمام مختلف عرب کي قوموں نے اُسکو ابراھیم اور اسمعیل سے منسوب کیا تھا — عرب ایک بت پرست قوم تھي اور ابراھیم بت شکني میں ایک مشہور شخص تھا اسلیئے ضرور تھا کہ تمام عرب کي قومیں ابراھیم و اسمعیل سے نفرت کرتیں اور کبھي اپنے معبد کو ابراھیم یا اسمعیل سے منسوب نہ کرتیں باوجود اِس مغایرت و منافرت کے تمام عرب کي قوموں کا اِسبات کو تسلیم کرنا کہ کعبہ کو اور اُس کے مراسم کو ابراھیم اسمعیل سے تعلق ھی علانیہ اُسکي صحت و اصلیت کي دلیل ھی نہ اُسکے برخلاف جیساکہ سر ولیم میور نے تصور کیا ھی ، اِس روایت کا اسلام کے زمانہ سے پیشتر بطور حقیقت مسلمہ کے تسلیم ھوتا چلا آنا ھمارے لیئے دلیل ھی نہ ھمارے مخالف کے لیئے *

مقدمہ چہارم سر ولیم میور کے اعتراضوں کي تردید

سر ولیم میور نے اپني کتاب مسمي لیف آف محمد میں بلا کسي دلیل اور بغیر کسي ثبوت کے اُن تمام واقعات سے جن سے کسي مورخ نے انکار نہیں کیا انکار کیا ھی اور ایک خیالي اور فرضي بات کو جو اُن کے دل میں آئي حقیقت واقعہ قرار دیا ھی جنکي تردید ھم کرنا چاھتے ھیں ، معلوم ھوتا ھی کہ سر ولیم میور نے اپنے خیال کي فرضي سچائي قائم کرنے کو جو في نفسہ سچ نہیں ھی حسب تفصیل ذیل وجوھات قائم کي ھیں *

اول — اُنہوں نے یہہ بات فرض کرلي ھی کہ مکہ کے قریب اسمعیل کا آباد ھونا اور یہہ بات کہ یقطان اھل عرب کے مورث اعلی تھے سب بناوٹ اور قصہ ھی اور ھر قسم کي

تواریخی سچائی اور احتمال سے مبرا هی *

لیکن اسبات کے کہنے سے پہلے سر ولیم میور پرفرض تھا کہ یہہ بات بیان کرتے کہ اهل عرب کو اگر وہ نسل میں اور رسومات میں اور مذهب میں یقطان اور اسمعیل سے بالکل مختلف تھے تو اس بناوت کی کیا ضرورت پیش آئی تھی اور کیوں تمام ملک اور تمام قبیلے جو آپس میں نہایت دشمن اور سخت عداوت رکھتے تھے اور روز خانہ جنگیاں اور باهمی لڑائیاں کرتے تھے اس ایک بات پر متفق هوگئے تھے *

عرب کی تمام تاریخوں سے جنکو عیسائی مورخوں نے بھی تسلیم کیا هی ثابت هوتا هی کہ یقطان عرب کا مورث اعلی تھا اِن تمام باتوں کی کس طرح سر ولیم میور تردید کرتے هیں کیونکہ ایسے موقع پر بمقابل ثبوت کے صرف انکار کردینا کافی نہیں هی *

یونانی مورخ اهل جغرافیہ حجاز میں اسمعیل کی اولاد کی سکونت کا نشان بتاتے هیں یونانی مورخوں نے حجاز کی اُن قوموںکا ذکر کیا هی جو اسمعیل کے بیٹوں کے نام سے موسوم تھیں اُن سب واقعی باتوں کو سر ولیم میور کسطرح معدوم کرتے هیں *

دوم — وہ فرماتے هیں مگر صرف از راہ خود پسندی کہ " اس عقیدہ باطل کے اصلی اجزا میں کسی بات کا ایسا کوئی نشان نہیں هی کہ جو حضرت ابراهیم سے متعلق هو ' حجر اسود کا بوسہ دینا کعبہ کے گرد طواف کرنا ' مکہ اور عرفات اور منا میں رسمیات کا ادا کرنا اور مقدس مہینوں اور مقدس ملک کی تعظیم کرنا ان سب باتوں کو حضرت ابراهیم سے یا اُن خیالات اور اصول سے کسی طرح کا تعلق نہیں هی جو غالباً اُن کی اولاد کو اُن سے پہنچیں یہہ باتیں یا تو ٹھیک ٹھیک مختص المقام تھیں یا اُن کو بت پرستی کے اُس اصول سے جو جزیرہ عرب کے جنوب میں جاری تھے تعلق تھا اور وهاں سے بنی جرهم یا بنی قطورہ یا ازدایت یا کوئی اور قوم جو یمن سے نقل مکان کرکے مکہ میں آباد هوئی تھی اپنے ساتھہ لائی تھی " *

مگر هم کو افسوس هی کہ سر ولیم میور نے بنی ابراهیم یا بنی اسرائیل کی تمام رسمیات سے جو اُن کے هاں جاری تھیں یک لخت چشم پوشی کرلی هی ورنہ وہ دیکھتے کہ ان رسمیات میں اور بنی اسرائیل کی رسمیات میں بالکل اتحاد پایا جاتا هی *

حجر اسود وهی مذبح هی جسکو خدا کے حکم سے ابراهیم ' اسحاق ' یعقوب ' اور موسی بناتے تھے (دیکھو کتاب پیدایش باب ۱۲ ورس ۷ و ۸ باب ۱۳ ورس ۱۸ و باب ۲۶ ورس ۲۵ و باب ۲۸ ورس ۱۸ و ۱۹ و ۲۲ کتاب خروج باب ۲۰ ورس ۲۵ و باب ۲۴ ورس ۴) بوسہ کے خاص فعل کی نسبت هم جدا لکھینگے اس مقام پر جو سر ولیم میور نے اُس کا ذکر کیا اُس سے ایک عام مقصد بیان کرنا معلوم هوتا هی یعنی پتھر کی تعظیم ' مگر اُنھوں نے ان پتھروں کی اُس تعظیم کو فراموش کردیا جو ابراهیم اسحاق و یعقوب و موسی کرتے

تھے یہہ سب بزرگ اپنے پتھروں کو مقدس جانتے تھے خدا کے نام سے اُن کی تعظیم کرتے تھے یعقوب نے اُسپر تیل ڈالا (دیکھو پیدایش باب ۲۸ ورس ۱۹) جو اُس زمانہ کے دستور کے موافق غایت الغایت تعظیم پرستش کے قریب تھی ــــ یعقوب نے کہا کہ یہہ جگہہ خانہ خدا ہوگی دیکھو کتاب پیدایش باب ۲۸ ورس ۲۲ خدا نے منع کیا کہ اس گھر کے اوپر مت چڑھو تاکہ تمھاری شرمگاہ اسکے اوپر ننگی نہوجاوے (دیکھو کتاب خروج باب ۲۰ ورس ۲۲) پس اب کونسا دقیقہ تعظیم کا باقی رہ گیا ہی جو اس قسم کے پتھروں کی نسبت بنی ابراہیم میں جاری نہ تھا جس کے سبب سر ولیم میور ' حجر اسود کی اس خفیف تعظیم کو (اگر وہ ہو بھی) بنی ابراہیم کی رسم سے جدا کر کر عرب کے بت پرستوں کی رسم بتاتے ہیں *

ایک گھر کا خدا کے واسطے بنانا اور بیت اللہ اُس کا نام رکھنا جیسیکہ کعبہ ہی اگر ابراہیم کی رسومات سے نہ تصور کیا جاوے تو وہ کون تھا (یعنی موسیٰ) جس نے بمقام گبعون بیابان میں خدا کا گھر بنایا (دیکھو کتاب خروج باب ۲۰ ورس ۲۴ و کتاب اول تاریخ الایام باب ۲۱ ورس ۲۹) *

اور وہ کون تھا (یعنی داؤد) جس نے خرمنگاہ ارنان یبوسی کو خدا کا گھر بنانے کو مول لیا اور پتھر و لکڑی و لوہا و پیتل اُسکے بنانے کو جمع کیا (دیکھو کتاب اول تاریخ الایام باب ۲۲) *

اور وہ کون تھا (یعنی سلیمان) جس نے بعد کو خرمنگاہ ارنان یبوسی میں نہایت عالیشان مکان بنایا جس کو خدا کا گھر اور بیت المقدس نام ملا (دیکھو کتاب تاریخ ایام دوم باب ۳) *

پس کعبہ کی بنا کو اور اُس کو خدا کا گھر قرار دینے کو ابراہیم کی طرف منسوب نہ کرنا بلکہ عرب کے بت پرستوں کی رسم بتانا نہایت تعجب کی بات ہی *

مکہ میں خاص کعبہ کے ساتھہ جو رسم ادا کی جاتی ہی وہ صرف طواف ہی (جسکی حقیقت ہم بیان کرینگے) سر ولیم میور کو اس رسم کی نسبت ابراہیمی رسم ہونے سے انکار کرنا اُس وقت مناسب تھا جبکہ اولاً وہ کسی تاریخ یا توریت مقدس سے یہہ بات ثابت کرلیتے کہ ابراہیم و اسحق و یعقوب نے جو مذبح اور بیت اللہ بنائے تھے اُن میں وہ کیا کیا کرتے تھے اس واسطے کہ توریت سے موسیٰ کے وقت سے پیشتر صرف خدا کے نام یا عبادت کے لیئے اُن گھروں کا بنانا تو معلوم ہوتا ہی مگر اُس سے عبادت کا طریقہ نہیں معلوم ہوتا اور ہمکو اس بات کے یقین کرنے کی قوی وجہہ ہی کہ اُس زمانہ میں خدا کی عبادت کا طریقہ یہی تھا جو طواف کی صورت میں پایا جاتا ہی اور اسمعیل کی اولاد نے اپنے دادا کے اُسی طریقہ کو اور اُسی ہیئت کو اب تک قایم رکھا ہی *

ہمکو اُمید ہی کہ سر ولیم میور اس بات کو بخوبي جانتے ہیں کہ حج خانہ کعبہ کا نہیں ہوتا حج کو خانہ کعبہ سے کچھہ تعلق نہیں ہی پس یہہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مسلمانوں کے مذہب میں خانہ کعبہ کا حج ہوتا ہی *

عرفات - ایک ایسي چیز ہی جو خاص ابراہیم اور اُس کی اولاد سے علاقہ رکھتي ہی ہزاروں جگہہ توریت میں آیا ہی کہ خدا ابراہیم کو مرئي ہوا خدا اسحاق کو مرئي ہوا خدا یعقوب کو مرئي ہوا خدا موسی کو مرئي ہوا پس ٹھیک ٹھیک یہي معنی عرفات کے ہیں جس پہاڑ پر جو قریب مکہ کے ہی خدا ابراہیم واسمعیل کو مرئي ہوا اُس پہاڑ کا نام جبل عرفات ہی " معلوم نہیں کہ سرولیم میور نے جبل عرفات کو کیا سمجھا جو اُس کي نسبت کہا کہ اُس کو ابراہیمي رسوم یا حالات سے کچھہ تعلق نہیں ہی *

عرفات ایک ایسي چیز ہی جو تمام دنیا کے بت پرستوں سے کچھہ بھي مناسبت نہیں رکھتي یہہ خاص امر ابراہیم کي نسل میں مروج تھا اس مقام پر ہم اس کے مطلب پر کہ خدا کیونکر دکھائي دے سکتا ہی بحث نہیں کرنا چاہتے اور نہ ان الفاظ کے مطلب و مراد سے بحث منظور ہی بلکہ یہاں صرف یہہ ثابت کرنا مقصود ہی کہ عرفات کا استعمال بجز خاندان ابراہیم کے دنیا کے اور کسي خاندان یا مذہب میں نہ تھا اور اس لیئے عرفات یا جبل عرفات کے نام سے اُس کا خاص تعلق ابراہیم سے ثابت ہوتا ہی *

یہي مقام ہی جہاں حاضر ہونے کو حج کہتے ہیں وہاں کوئي چیز نہیں ہی پہاڑ تلے کا میدان ہی اُس میں لوگ جمع ہوتے ہیں اور خدا کي یاد کرتے ہیں اُس کي تسبیح کرتے ہیں اُس قدوس کو قدوس قدوس کہہ کر یاد کرتے ہیں اُس مجمع میں صرف خطبہ پڑھا جاتا ہی جسمیں خدا کي تعریف ہوتی ہی اور خدا کے احکام سنائے جاتے ہیں ٹھیک اُسیطرح جسطرح کہ موسی نے کوہ سینا کي تلہٹي میں سنائے تھے پس غور کرنا چاہیئے کہ اس رسم کي اصلیت بت پرستوں سے پائي جاتي ہی یا خاص ابراہیم سے *

منا کا مقام صرف قرباني کے لیئے ہی وہاں بجز قرباني کے اور کوئي رسم نہیں ہوتي تمام توریت قرباني کي رسم سے بھري پڑي ہی جہاں بیت اللہ بنایا تھا وہاں قرباني ہوتي تھي اور اسي قرباني کے سبب سے بیت اللہ مذبح کے نام سے پکارا جاتا تھا منا اور خانہ کعبہ نہایت قریب ہی اور اسلیئے قرباني نذر کرنے کے لیئے وہ مقام قرار دیا گیا تھا - ہاں ابراہیم اور یعقوب و اسحاق اور موسي اور داؤد اور سلیمان کي قرباني اور مذہب اسلام کي قرباني میں یہہ فرق ہی کہ اُس قرباني میں جانور کو مار کر اُسکي لاش کو آگ میں جلا دیتے تھے اس خیال سے کہ خدا کو اُس کي خوشبو یعني چراند پسند آتي تھي مذہب اسلام میں وہ

قرباني غريب و محتاج لوگوں کو تقسیم کي جاتي هی تاکه وه بهوک کي سختي سے محفوظ رهیں پس اگر اسي امر کے سبب سر ولیم میور نے صفا کي رسومات کو بت پرستي کي رسوم تصور کیا هی تو کچهه افسوس کي بات نهیں هی کیونکه هر ذي عقل اُس پہلي قرباني سے اس پچهلي قرباني کو نهایت عمده اور بهتر سمجهتا هوگا (اس امر کي تحقیق که مذهب اسلام میں قرباني کیا چیز هی هم جداگانه لکهینگے) *

کسي ملک کو مذهب اسلام نے مقدس نهیں ٹهرایا بلکه مقدس جگهه کو جو خاص خدا کي پرستش کو مقدس هاتهوں سے بنائي گئي تهي مقدس ٹهرایا هی یهه بهي ابراهیم هي کا طریقه تها اور برابر اُس کي اولاد میں چلا آتا تها جهاں وه خانه خدا یا مذبح بناتے تهے اُس کو مقدس ٹهراتے تهے موسیٰ کو خدا نے کہا که سینا پهاڑ کے لیئے حد ٹهرا اور اُس کو مقدس کر (کتاب خروج باب ۱۹ ورس ۲۳) وه کون تها (یعني خدا) جس نے کہا که " مقام مقدس مرا احترام نمائید (سفر لویان باب ۲۶ ورس ۲) اسي طرح بیت المقدس کو مقدس ٹهرایا خانه کعبه کے لیئے بهي جب سے وه بنا ایک حد ٹهرائي گئي جو حرم کہلاتي هی اور اُس کو اُس مقدس نام کے ادب کے لیئے جس کے نام پر وه پاک جگهه بنائي گئي مقدس ٹهرایا تها یهه بهي ایک نهایت عمده ثبوت اس بات کا هی که بیت الله کو اور حرم کو مقدس ٹهرانا خاص ابراهیم سے تعلق رکهتا هی نه بت پرستوں کي رسم سے *

هاں سر ولیم میور کي ایک بات کو میں تسلیم کرونگا که رجب اور ذیقعده اور ذیحجه اور محرم کے چار مهینوں کا مقدس ٹهرانا زمانه جاهلیت کي رسم تهي اُن کو مقدس اس مراد سے ٹهرایا تها که اُن مهینوں میں زمانه جاهلیت کے عرب لڑائي نهیں لڑتے تهے — عرب کي قومیں نهایت مفسد اور خانه جنگ تهیں برسوں تک آپس میں لڑائي جاري رهتي تهي اور اُن چار مهینوں میں عام قوموں کو مکه میں آنا اور حج کرنا اور کعبه کے بتوں کو پوجنا ضرور تها پس اُن سب قوموں نے آپس میں عهد کرلیا تها که ان دنوں میں لڑائي موقوف رهیگي پس یهي وجهه تهي که اُنهوں نے ان مهینوں کا اشهر حرم نام رکها تها مگر سر ولیم میور نے جو غلطي کي هی وه یهه هی که مذهب اسلام نے بهي اُن کو مقدس مانا هی حالانکه مذهب اسلام نے اُن کي تقدیس کو رد کردیا هی اور کوئي مهینا مسلماني مذهب میں مقدس نهیں رها هی اسلام نے کہا که چار مهینے جو مقدس ٹهرائے گئے هیں اُن میں تم لڑائي کي ابتدا مت کرو لیکن اگر کافر لڑیں تو لڑو *

خدا تعالیٰ سورہ توبه میں فرماتا هی که " گنتي مهینوں کي الله کے نزدیک برس کے باره مهینے هیں خدا کے مقرر کیئے هوئے حکم میں جب سے که آسمان و زمین پیدا کیا (یعني لوند کے مهینه کا اُس میں حساب نهیں هی) اُنهي میں سے چار

ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم

ذالک الدین القیم فلا تظلموا فیهن انفسکم وقاتلوا المشرکین کافة کما یقاتلونکم کافة (سورۂ توبه) — مهینے وه هیں جن کو اهل عرب اشهر حرم کہتے هیں یہی ٹھیک حساب هی اب خدا تعالی فرماتا هی که اُن چار مہینوں پر کچھه حصر نہیں هی بلکه تم اُن بارہ کے بارہ مہینوں میں آپس میں مت لڑو اور تمام کافروں سے لڑو جس طرح که وه تم سے لڑیں — پس یہه آیت اس بات کی دلیل هی که مذهب اسلام میں اشهر حرم نہیں مانی جاتی بلکه بارہ کے بارہ مہینے ایک سے هیں *

ضمیر فیهن کی اثنا عشر شہرا کی طرف راجع هی نه اربعة کی طرف *

سوم — وه فرماتے هیں که "عرب کے خاص طریقے سبیئن ازم اور بت پرستی اور پتھر کی پرستش تھی اور ان سب کو مکه کے مذهب سے بڑا تعلق تها" *

همکو اس بات کے قبول کرنے میں کچھه تامل نہیں هی که زمانه جاهلیت میں جو طریقے مکه میں جاری تھے اُن میں بہت کچھه رسومات بت پرستی کی شامل هوگئی تهیں — سبیئن ازم یعنی صابئین کا مذهب بهی اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رها تها اُس میں هزاروں باتیں کفر و شرک اور کواکب کی پرستش کی داخل هوگئی تهیں اور وه بگڑا هوا مذهب اور بت پرستی آپس میں ملکر زمانۂ جاهلیت میں اُس نے نہایت عجیب صورت پیدا کی تهی — مگر جو خاص باتیں ابراهیم کے مذهب کی اُن میں پائی جاتی تهیں اُن کو بهی سرولیم میور بت پرستی سے منسوب فرماتے هیں یہی اُن کی غلطی هی — خانه کعبه کو اور ابراهیمی اور اسمعیلی نماز کے طریقه کو جس کو اب طواف کعبه کہتے هیں (اور جس کی اصل هم بیان کرینگے) سبیئن ازم یا بت پرستی سے کچھه تعلق نه تها — پتھر یا حجر اسود کی پرستش جس کو سرولیم میور خاص عرب کا دستور بیان کرتے هیں (اگر درحقیقت وه پتھر کی پرستش هی هو) خاص ابراهیم کا طریقه تها جیسا که هم ابهی ثابت کر ائے هیں — یہه طریقه خاص ابراهیم سے پیدا هوا اور یعقوب و اسحاق اور اسمعیل اور موسیٰ نے اُس کی پیروی کی جو بن گھڑے اور ننگے پتھروں کو ستون کی مانند کهڑا کرتے تھے اور اُن پر تیل چڑهاتے تھے — خواه یوں کہو که مهادیو کی پنڈی کی طرح اُن پتھروں کی پرستش کرتے تھے — غرضکه جو کچھه اُن کی نسبت کہو هم تسلیم کرلینگے مگر یہه بات که وه طریقه ابراهیمی نه تها بلکه خاص عرب کے بت پرستوں کا طریقه تها جیسا که سرولیم میور بیان کرتے هیں تسلیم نہیں هوسکتا کیونکه اُس کی غلطی علانیه ثابت هی *

ان تمام قابل افسوس قیاسات اور فرضی قصوں کے بعد سرولیم میور نے مکه کی ابتدا اور مکه کے مذهب کی ایک فرضی تاریخ بیان کی هی اور هرایک بات کو بلا دلیل اور بغیر

ثبوت کے فرض کرلینے کے بعد سرولیم میور بالطبع (جو درحقیقت ایسا هي هونا ضرور تها) اپنے عالي دماغ اور تر و تازہ سوچ زن ذهن کے ایجادات کو عرب کي واقعي تاریخ سے مطابق کرنا ناممکن پاتے هیں — مگر جس طرح کہ سرولیم میور کا خیال بہت بلند اور فکر بہت تیز هی اُس کي بہ نسبت اُن کے قلم تیز رفتار کي جولاني بهي کچهہ کم نهیں هی — پس وہ ایک لمحہ میں اپنے خیال کو جولاني دیکر اپنے قلم کے چند اشاروں سے تمام ناممکن باتوں پر غالب آتے هیں — مگر جو کہ اُن کے قلم سے نکلي هوئي وہ باتیں نہ تواریخي واقعات هیں اور نہ عرب کي مختص المقام روایتیں اور نہ کتاب مقدس کي سچي باتیں بلکہ صرف سرولیم کے عجیب و غریب کام کرنے والي خیال کي ایجادیں هیں — اور کسي قسم کي معتبر سند اور هرایک قسم کي تائید و تصدیق سے مبرا هیں اس وجہہ سے هم اُن کو اپنے اس خطبہ میں ذکر کرنا محض بیفائدہ سمجهتے هیں *

تعمیر ابراهیم

پراني باتوں کے ساتهہ همیشہ قصے و کہانیاں لوگ ملا دیتے هیں اُنکو مقدس و متبرک بنانے کو ایسے ایسے واقعات اُنکے ساتهہ منسوب کرتے هیں جنکي کچهہ بهي اصل نهیں هوتي — مذهب اسلام میں بهي لوگوں نے ایسا هي کیا هی — مکہ کي نسبت جو حالات روایتوں میں مذکور هیں اُنکا بهي یهي حال هی قران مجید میں بہت تهوڑے لفظ هیں اور نہایت مختصر اُنکا مطلب هی کہ ابراهیم نے خدا کي عبادت کے لیئے مسجد بنائي اور خدا سے دعا کي کہ تو اُسکو اپنے مبارک نام پر قبول کر — مگر مورخوں نے اُسپر وہ حاشیئے چڑهائے اور وہ واقعات لگائے کہ نعوذ باللہ خدا کو بهي معلوم نہ تهے — پس ایک منصف شخص کا یہہ کام نهیں هی کہ اُن جهوٹي باتوں کو جنکو هم خود جهوٹا کہتے هیں مذهب اسلام قرار دے اور پهر اُسپر اعتراضات کي بنا قایم کرے کیونکہ وہ تو بناے فاسد علی الفاسد هی اور نہ اُس شخص کو جسکے دل میں اسلام کي جانب سے کچهہ شبہہ پیدا هو یہہ مناسب هی کہ اُن جهوٹي روایتوں سے ڈگمگاوے کیونکہ وہ تو خود جهوٹي هیں — مگر جو واقعات کہ مبالغہ آمیز تقدس کے ساتهہ بیان هوتے هیں اُن میں اصلي واقعات بهي شامل هوتے هیں اسلیئے هر عقلمند و منصف کو لازم هی کہ اُن اصلي واقعات کو اُن جهوٹي باتوں سے تابمقدور چهانٹ لے اور پهر اُسپر جو وہ چاهے اپني راے قایم کرے *

تمام روایتیں جو مکہ کي نسبت کتابوں میں مندرج هیں سب کي سب نامعتمد و غیر مستند و مشتبہ هیں اور اُن میں سچي اصلي بات کے ساتهہ بہت کچهہ جهوٹ اور قصے و کہانیاں شامل کردیئے هیں — مگر جسقدر کہ سچ هی وہ اُن سے بخوبي ممیز هوسکتا هی — چنانچہ هم اس خطبہ میں اُسیقدر تحریر پر اکتفا کرینگے جسقدر کہ همارے نزدیک سچ هی *

حضرت ابراهیم نے بیت اللہ بنانے کو پہاڑ کی گھاٹی میں جہاں اس قسم کی عمارتیں

فبنا البیت و جعل طوله فی السماء تسعة اذرع و عرضه فی الارض اثنین و ثلاثین ذراعا من الرکن الاسود الی الرکن الشامی الذی عند الحجر من وجهه و جعل عرض مابین الرکن الشامی الی الرکن الغربی الذی فیه الحجر اثنین وعشرین ذراعا وجعل طول ظهرها من الرکن الغربی الی الرکن الیمانی احد وثلاثین ذراعا وجعل عرض شقها الیمانی من الرکن الاسود الی الرکن الیمانی عشرین ذراعا (کتاب اخبار مکه ازرقی صفحه ۳۱) -

بنانے کو بالطبع جگہہ پسند کی جاتی ہی جگہہ پسند کی اور زیادہ تر پسند کرنے کی وجہہ یہہ تھی کہ چشمہ زمزم کے نہایت قریب تہی وہاں اُنہوں نے حضرت اسمعیل کی شرکت سے کعبہ یعنی مسجد بنائی کتابوں میں اُس کا ارتفاع نو درعہ اور ایک طرف کا عرض بیس اور ایک طرف کا بائیس اور ایک طرف کا طول اکتیس اور ایک طرف کا بتیس لکھا ہی اگر یہہ پیمایش صحیح ہو تو اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ اُس زمانہ میں پیمایش کے آلات نہ تھے اور قائمی زاویے نہیں نکل سکتے تھے غالباً اسی وجہہ سے ہر مقابل کے ضلعے مساوی نہیں بن سکے *

جو پیمایش کہ مذکور ہوئی ہی اُسکے مطابق ہم اس مقام پر نقشہ کعبہ کا ثبت کرتے ہیں جس سے اُسکی قطع بخوبی معلوم ہوگی - دائیں طرف جو حصہ نقطوں سے گھرا ہوا ہی حضرت ابراهیم کے وقت میں وہ بہی کعبہ میں داخل تھا - قریش نے تعمیر کے وقت اُسقدر چھوڑ دیا تھا - کعبہ کے اندر جو چھہ نقطہدار نشان ہیں وہ اُن ستونوں کے ہیں جو قریش نے بنائے تھے وہ اب نہیں ہیں بعوض اُسکے عبداللہ ابن زبیر نے تین ستون بنائے ہیں جن کے سیاہ نشان بیچ میں بنے ہوئے ہیں - غرضکہ جسقدر سیاہ سیاہی وہ اب موجود کعبہ ہی *
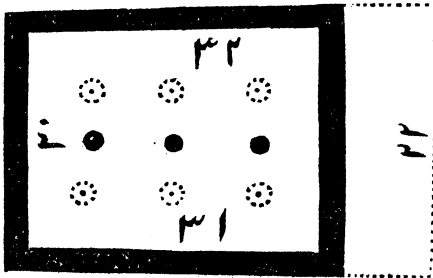
تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہی کہ اُس زمانہ میں صرف دیواریں ہی دیواریں بنی تھیں چھت نہیں تہی اور دروازہ زمین سے ملا ہوا تھا اور اُسمیں نہ کواڑ چڑھے تھے نہ کلٹی

لگی تھی اور بلا شبہہ اُس زمانہ کی حالت ایسی تھی کہ اس سے زیادہ تعمیر مکان میں گو وہ خدا ھی کا گھر بنایا گیا ھو اور کچھہ نہیں ھوسکتا تھا - اس عمارت کے ایک بیرونی گوشہ پر طواف کے شمار کرنے کو جس سے اُسکی ابتدا اور انتہا معلوم ھوسکے ایک لنبا پتھر لگا دیا جو حجر اسود کے نام سے مشہور ھی — اور جس کے قیاس کرنے کی وجہہ ھوسکتی ھی کہ وہ پتھر غالباً اُسی قسم کا پتھر ھی جیسا کہ ابراھیمؑ خدا کی عبادت کے لیئے کھڑا کرلیا کرتے تھے جس کو مذبح یا قربانی گاہ یا آلٹر کہتے ھیں — اس چار دیواری کے اندر ایک کنواں کھودا تھا جس کو خزانۂ کعبہ کہتے تھے اور جو کچھہ نذر نیاز کعبہ میں آتی تھی وہ اُس میں رکھدیتے تھے تاکہ چوری سے محفوظ رھے *

تعمیر بنی جرھم

کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت اسمعیل اُس کے محافظ رھے جب اُن کا انتقال ھوا تو بنی جرھم کو اُس میں مداخلت ھوئی کیونکہ وہ اُن کے قریب تر رشتہ دار تھے اور بنی اسمعیل کے خیر خواہ و محافظ تھے — مضاض ابن عمر جرھمی جو نانا اسمعیل کے بیٹے کا تھا اُس نے اپنے ھاتھہ میں سب اختیار لے لیا بنی جرھم کے اختیار کے زمانہ میں پہاڑی نالہ آیا اور کعبہ میں پانی چڑہ گیا اور کعبہ ڈہ گیا جس کو بنی جرھم نے اُنھیں بنیادوں پر جو ابراھیم نے بنائی تھیں اور اُسی صورت پر پھر بنا لیا اُس کی بلندی زمین سے نو ذرعہ تھی *

قالوا وتوفي اسمعيل و دفن في الحجر كانت امه قد دفنت في الحجر ايضا وترك ولدا من رعلة ابنة مضاض بن عمرو الجرهمي فقام مضاض بامر ولد اسمعيل و كافلهم لانهم بنو ابنته فلم يزل امر جرهم يعظم بمكة ويستفحل حتى ولوا البيت وكانوا ولاته وحجابه وولاة الاحكام بمكة فجاء سيل فدخل البيت فانهدم فاعادته جرهم على بناء ابراهيم وكان طوله في السماء تسعة اذرع (كتاب اخبار مكة صفحه ۴۸) -

ھمکو کسی تاریخ سے اس تعمیر کا زمانہ نہیں معلوم ھوا اور اسی سبب سے ھم کوئی زمانہ اس کی تعمیر کا قرار نہیں دے سکتے *

تعمیر عمالیق

عرب میں جو لوگ آباد ھوئے وہ تین ناموں سے مشہور ھیں — ایک عرب البائدہ — ایک عرب العاربہ — اور ایک عرب المستعربہ - عرب البائدہ وہ لوگ کہلاتے تھے جن میں عاد و ثمود اور جرھم الاولیٰ اور عمالیق اولیٰ تھے — وہ قومیں برباد ھوگئیں اور تاریخ کی کتابوں میں اُن کا بہت کم حال ملتا ھی اور یہہ سب قومیں ابراھیم سے اور بناء کعبہ سے پہلے تھیں *

عرب العاربہ کی وہ قومیں ھیں جن کی نسل یقطان یا قحطان سے چلی ھی اور تمام قبائل عرب اسی نسل میں ھیں — حمیر بھی انھیں کا ایک قبیلہ ھی اور بنی حمیر

میں بھی ایک قبیلہ عمالیق کے نام سے تھا جو مکہ میں بستا تھا - اس پچھلی قوم نے بنی جرہم پر غلبہ پالیا تھا اور کعبہ کی مختار ہوگئی تھی اُس زمانہ میں اس قوم عمالیق ثانی نے کعبہ کو پھر بنایا جو غالباً پہاڑوں کے نالے چڑھ آنے سے ٹوٹ ٹوٹ جاتا تھا *

بعض مورخوں نے ان دونوں قوموں میں تمیز نہیں کی اور عرب البائدہ میں جو قوم عمالیق تھی اُس کی نسبت تعمیر کعبہ کو خیال کیا اور جو کہ وہ قوم بنی جرہم سے پہلے تھی اس لیئے لکھدیا کہ عمالیق نے قبل بنی جرہم کے تعمیر کعبہ کی تھی حالانکہ اُس زمانہ میں نہ ابراہیم تھے نہ کعبہ تھا *

مورخوں کی اس غلطی میں پڑنے کا سبب اُن کا ایک اور غلط خیال بھی ہی — مسلمانوں میں بہت سی ایسی روایتیں جو دیو و پری کے قصہ سے کچھہ زیادہ رتبہ نہیں رکھتیں موجود ہیں جن میں بیان ہوا ہی کہ کعبہ پہلے عرش کے نیچے چار ستون کے چوکھٹے کی طرح بنایا گیا تھا - اُس کے ستون زبر جد کے تھے اور یاقوت احمر کی پچی کاری سے ڈھنکے ہوئے تھے - اس گھر کا نام تو بیت المعمور ہوا پھر خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ زمین پر اسی کے مقابل اتنا ہی بڑا اور اسی شکل کا گھر بناؤ اُنہوں نے بنایا اور وہ اُس جگہہ بنایا تھا جہاں اب کعبہ ہے - مگر افسوس ہی کہ وہ فرشتے اچھے انجنیر نہ تھے حضرت آدم کے پیدا ہوتے ہوتے وہ گھر نہ رہا تھا کہ حضرت آدم کو پھر بنانا پڑا مگر نوح کے طوفان نے پھر اُسکو ڈھا دیا تب نوح نے بنایا پھر اسی طرح ٹوٹتا ڈھتا رہا - یہہ سب جھوٹی روایتیں قران مجید کے ایک لفظ "عتیق" کی بنا پر بنالی گئی ہیں جن میں سے ایک جگہہ کی بھی کچھہ اصل نہیں ہی — اسی قسم کی جھوٹی روایتیں ہیں جنہوں نے اسلام کی سچائی کو چھپا دیا اور ہر سمجھدار کے دل میں جب وہ غور کرتا ہی اسلام کی طرف سے شبہہ ڈالدیا ہی مگر اُن کو سمجھنا چاہیئے کہ اسلام مشتبہ نہیں ہی بلکہ اس قسم کی روایتیں مشتبہہ اور جھوٹی ہیں — تعجب یہہ ہی کہ بہت سے سادہ لوح مسلمان اور نادان مورخ ان روایتوں پر یقین رکھتے ہیں اور جبکہ اُنہوں نے قدامت مکہ ایسی پرانی فرض کرلی جو آدم سے بھی پرانی ہی تو اب اُن کو اس بات کے کہنے میں کہ جرہم سے پہلے عمالیق نے تعمیر کی تھی کچھہ باک نہیں رہا *

ایک فرانسیسی مورخ نے اپنی کتاب موسومہ " ڈای کرانیکن ڈراسوت مکہ " میں حضرت علی کی روایت سے لکھا ہی کہ پہلے بنی جرہم نے اور اُس کے بعد عمالیق نے (یعنی عمالیق ثانی نے) کعبہ کی تعمیر کی *

عمالیق ثانی کے تعمیر کا زمانہ بھی نہیں معلوم ہوسکتا لیکن اسقدر معلوم ہوتا ہی کہ سنہ عیسوی سے ایک صدی پیشتر وہ لوگ مکہ پر قابض تھے اس لیئے کہ جذیمہ بادشاہ دوم خاندان حیرہ کی ایک نہایت سخت لڑائی عمالیق سے ہوئی تھی جس میں

عمالیقوں نے شکست فاش پائی تھی اور یہہ واقعہ سنہ عیسوی سے تخمیناً سو برس پیشتر ہوا تھا *

تعمیر قصی

ایک مدت بعد پھر کعبہ میں کچھہ نقصان آگیا اور بجز اُس کے کہ سیلاب سے نقصان پہونچا ہو جو اب بھی کبھی آجاتا ہی اور کوئی سبب نقصان کا معلوم نہیں ہوتا – اُس وقت قصی ابن کلاب نے اُسکو بنایا — اگرچہ اس تعمیر کا زمانہ بھی ٹھیک ٹھیک نہیں معلوم ہی مگر چونکہ اس میں کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ قصی چھہ پشت پیشتر آنحضرت صلعم سے تھا اس لیئے غالباً یہہ تعمیر دوسو برس پیشتر آنحضرت صلعم کی ولادت سے ہوئی تھی *

تعمیر قریش

رسول خدا صلعم پیدا ہوچکے تھے اور آپ کا سن شریف تخمیناً بارہ چودہ برس کا ہوگا یعنی تیسری دہائی ماقبل سال اظہار نبوت میں کعبہ کے غلاف میں اگ لگی اور کعبہ کی دیواریں آتش زدگی کے سبب بودی ہوگئیں اور کئی جگہہ سے پھٹ بھی گئیں اسی عرصہ میں پہاڑی نالوں کی جنہیں عرب سیل عوارم کہتے ہیں کثرت ہوئی اور ایک نالہ نہایت زور و شور سے آیا اور خانہ خدا پانی سے بھر گیا اور دیواریں پھٹ گئیں اور گرنے کو ہوئیں تب قریش نے اُس کے بنانے کی فکر کی *

معلوم ہوتا ہی کہ قریش فن تعمیر عمارت سے بہت کم واقف تھے اور وہ اس فکر میں تھے کہ اُس کو کون بناوے اور کیونکر بناویں اس درمیان میں رومیوں کا جو اُس زمانہ میں عیسائی اور رومن کیتھلک مذہب کے تھے ایک جہاز بندرگاہ مکہ میں آیا اُس زمانہ میں جدہ بندرگاہ نہ تھا بلکہ شعیب بندرگاہ تھا اور وہاں وہ جہاز ٹوٹ گیا جب قریش نے یہہ بات سنی تو وہاں گئے اور اُسکی

فلما احترقت الکعبۃ توھنت جدراتھا من کل جانب و تصدعت و کانت الخرف والاربعۃ مظلۃ والسیول متواترۃ ولمکۃ سیول عوارم فجاء سیل عظیم علی تلک الحال فدخل الکعبۃ و صدع جدراتھا و اخافھم ففزعت من ذلک قریش فزعا شدیدا و ھابوا ھدمھا وخشوا ان مسوھا ان ینزل علیھم العذاب (کتاب اخبار مکہ صفحہ ۱۰۷) –

فبیناھم علی ذلک ینظرون و یتشاورون اذ اقبلت سفینۃ الروم حتی اذا کانت بالشعیبۃ و ھي یومئذ ساحل مکۃ قبل جدۃ انکسرت فسمعت بھا قریش فرکبوا الیھا فاشتروا خشبھا و اذنوا لاھلھا ان یدخلوا مکۃ فیبیعون ما معھم من متاعھم ان لا یعشروھم ... فکان فی السفینۃ رومی نجار بناء یسمی باقوم فلما قدموا بالخشب مکۃ قالوا لو بنینا بیت ربنا فاجمعوا لذلک و تعاونوا علیہ وترا فدو فی النفقۃ (کتاب اخبار مکہ صفحہ ۱۰۷) –

فنقلوا الحجارۃ ورسول اللہ یومئذ غلام لم ینزل علیہ الوحي ینقل معھم الحجارۃ علی رقبتہ (کتاب اخبار مکہ صفحہ ۱۰۷) –

فلما اجتمع لھم ما یریدون من الحجارۃ والخشب وما یحتاجون الیہ عدوا الی ھدمھا

*** فهابت قريش هدمه وقالوا من يبدا فيهدمه فقال الوليد بن المغيرة انا ابدءكم في هدمه انا شيخ كبير فان اصابني امر كان قد دنا اجلي و ان كان غير ذلك لم يرزاني فعلا البيت وفي يده عتلة يهدمه بها ***
فهدمت قريش معه حتى بلغوا الاساس الاول الذي رفع عليه ابراهيم و اسمعيل القواعد من البيت (كتاب اخبار مكه صفحه ١٠٨ و ١٠٩)—

فلما اجمعوا ما اخرجوا من النفقة قلت النفقة ان تبلغ لهم عمارة البيت كله فتشاوروا في ذلك فاجمع رايهم على ان يقصروا عن القواعد و يحجروا ما يقدرون عليه من بناء البيت ويتركوا بقيته في الحجر عليه جدار مدار يطوف الناس من وراءه ففعلوا ذلك و بنوا في بطن الكعبة اساسا يبنون عليه من شق الحجر و تركوا من وراءه من بناء البيت في الحجر ستة اذرع وشبرا فبنوا على ذلك (كتاب اخبار مكه صفحه ١٠٩) —

فلما وضعوا ايديهم في بناءها قالوا ارفعوا بابها من الارض واكبسوها حتى لاتدخلها السيول ولا ترقا الا بسلم ولا يدخلها إلا من اردتم ان كرهتم احدا دفعتموه ففعلوا ذلك (كتاب اخبار مكه صفحه ١٠٩ —

حتى انتهوا الى موضع الركن فاختلفوا في وضعه وكثر الكلام فيه و تنافسوا في ذلك *** فقال ابو امية بن المغيرة يا قوم انما اردنا البر ولم نرد الشر فلا تحاسدوا ولاتنافسوا فانكم اذا اختلفتم تشتت اموركم و طمع فيكم غيركم ولكن حكموا بينكم اول من يطلع عليكم من هذا الفج قالو ارضينا وسلمنا فطلع رسول الله صلعم قالوا هذا الامين قد رضينا بهفحكموه فبسط رداءه ثم وضع فيه الركن فدعا من كل ربع رجلا فاخذوا باطراب الثوب *** فرفع القوم الركن و قام النبى صلعم على الجدر ثم وضعه بيده (كتاب اخبار مكه صفحه ١٠٩ و ١١٠) —

لکڑي مول ليلي اور جهاز والوں کي خاطرداري کي اور کہا کہ تم مکہ ميں آؤ اور اپنا اسباب بيچ لو هم تم سے محصول بهي نہيں لينے کے - اُس جهاز ميں ايک عيسائي رومن کيتهلک انجنير بهي تها اور باقوم اُسکا نام تها اُس سے خواهش کي کہ وہ خدا کے گهر کو بناوے — پس لوگوں نے اُس کام ميں مدد کي اور اخراجات جمع کرنے کي تدبير شروع کي *

سب لوگ ملکر پتهر ڈهوتے تهے اور رسول خدا صلعم کي اُس زمانہ ميں اگرچہ تهوڑي عمر تهي مگر آنحضرت بهي پتهر ڈهونے ميں شريک تهے *

جبکہ پتهر و لکڑي سب جمع هوگئي تو اُنهوں نے کعبہ کے ڈهانے کا ارادہ کيا مگر سب وهم و وسواس ميں گرفتار تهے اور ڈرتے تهے کہ اگر ڈهاوينگے تو خدا جانے کيا آفت آويگي - وليد ابن مغيرہ نے اپنا دل کڑا کيا اور کہا کہ ميں ڈهانا شروع کرتا هوں — ميں بڈها تو هو هي ليا هوں اگر کچهہ آفت آويگي تو مرنے کو تو هو هي رها هوں- چنانچہ وليد ابن مغيرہ کعبہ کي ديوار پر چڑها اور کدال سے ڈهانا شروع کيا - پهر سب ڈهانے لگے اور بنياد تک جسپر سے حضرت ابراهيم نے چنائي شروع کي تهي برابر کرديا *

جب سب ڈها چکے تو معلوم هوا کہ جو کچهہ سامان اُنهوں نے جمع کيا هى وہ اُس سب کے بنانے کو کافي نہيں هى - قريش نے کعبہ کي عمارت کو بہ نسبت سابق کے

فبنوا حتی ارفعوا اربعة اذرع و شبرا ثم کبسوها و وضعوا بابها مرتفعا علی هذا الذرع * * فقال لهم یاقوم الرومي اتحبون ان تجعلوا سقفها مکبسا اور مسطحا فقالوا بل ابن بوت ربنا مسطحا قال فبنوه مسطحا وجعلوا وہہ ست دعائم فی صفین في کل صف ثلاث دعائم * * وجعلوا ارتفاعها من خارجها من الارض الی اعلا ها ثمانیة عشر ذراعا و کانت قبل ذالک تسعة اذرع فزادت قریش في ارتفاعها فی السماء تسعة اذرع آخر * * وجعلوا میزابها یسکب فی الحجر وجعلوا درجة من خشب في بطنها فی الرکن الشامي یصعد منها الی ظهرها —
(کتاب اخبار مکہ صفحہ ۱۱۰)

دوچند مرتفع بنایا تھا اس سے معلوم هوتا هی کہ پتھر و مصالح وغیرہ کی کچھہ کمی نہ تھی — غالباً لکڑي اس قدر نہ تھي جس سے کل کعبہ کي چھت بن سکے اسلیئے اُنہوں نے اُس کو چھوٹا کرکر بنایا چھہ درعہ اور ایک بالشت زمین حجر کي طرف چھوڑ دي اور اُس طرف عرض میں ایک جدید بنیاد کھود کر دیوار چن لي جو اب همارے نقشہ میں سیاہ بني هوئي هی * اُنھوں نے کعبہ کو چار درعہ اور ایک بالشت کرسي دیدي اور اُسقدر کرسي پر دروازہ بنایا تاکہ نالے کا پاني پھر اندر نہ گھسے اور کوئي شخص بغیر سیڑھي کے نہ چڑہ سکے اور اس حکمت سے جس کو چاهیں نہ جانے دیں — حال کے زمانہ میں کعبہ کے اندر جانے کو داخلي کہتے هیں *

جب بناتے بناتے وهاں پہونچے جہاں حجر اسود لگانا تھا تو آپس میں جھگڑا و تکرار هوئي — ایک قبیلہ کہتا تھا کہ هم کھڑا کرینگے دوسرا کہتا تھا کہ هم کھڑا کرینگے — بڑي خیر هوئي کہ ابو اُمیہ بن المغیرہ کے سمجھانے سے سب لوگ اسبات پر راضي هوگئے کہ جو سب سے پہلے اس رستہ سے آوے وهي فیصلہ کے لیئے حکم بنا جاوے - اُن سب کي خوش قسمتي یہہ هوئي کہ محمد رسول اللہ صلعم سامنے سے تشریف لائے - اگرچہ حضرت کي عمر چھوٹي تھي مگر سب آمین آمین کہکر چلا اُٹھے *

آنحضرت نے بتائید روح القدس وہ فیصلہ فرمایا کہ سب متحیر هوگئے آپنے ردائے مبارک بچھائي اور حجر اسود کو اُس میں رکھا اور سب قوموں کے سرداروں کو کہا کہ سب مل کر چادر پکڑ کر اوٹھاویں اور وهاں تک لیچلیں جہاں لگانا هی — سب نے اسي طرح ملکر اوٹھایا اور جب کونے کے پاس لائے تو آنحضرت نے اُس کو وهاں رکھدیا - متقدمین و متاخرین علماء اس واقعہ کو واقعہ قبل بعث کہتے هیں — مگر میں ان لفظوں سے متفق نہیں هوں کیونکہ میرا اعتقاد یہہ هی کہ آنحضرت صلعم وقت ولادت سے هي مبعوث تھے — اللهي نبي ولو کان في بطن امہ *

جبکہ یہہ تنازع رفع هوگیا تو تعمیر شروع هوئي - جتنا کہ کعبہ پہلے زمین سے بلند تھا قریش نے اُس سے دگنا بلند کردیا یعني زمین سے اٹھارہ درعہ اور پہلے صرف نو هي درعہ تھا — جب دیواریں بن چکیں تو باقوم نے پوچھا کہ اس کي چھت کیسي بناؤں

بنگلہ نما یا چورس — سب نے کہا کہ ہمارے خدا کے گھر کی چھت چورس بناؤ تب باقوم نے اُس کے عوض میں چھہ ستون کھڑے کیئے اور چورس چھت بنادی — غالباً اسقدر لمبی لکڑی نہ تھی کہ پورا شہتیر پڑ جاتا اسی سبب سے بیچ میں ستون بنانے کی ضرورت ہوئی اور شاید اسی وجہہ سے باقوم نے بنگلہ نما بنانی چاہی ہوگی تاکہ قینچی پڑ جاوے اور بیچ میں ستون بنانے نہ پڑیں — اُسکی چھت کا پرنالہ اُس جگہہ میں ڈالا جو چھوڑ دی گئی تھی اور کعبہ کے اندر ایک کاٹ کی سیڑھی چھت تک بنائی اور چھت میں ایک روشندان رکھا جس سے کعبہ کے اندر اوجالا بھی رہے اور اُس میں سے جب ضرورت ہو کعبہ کی چھت پر چڑہ جاویں *

تعمیر عبداللہ ابن زبیر

معاویہ بن ابی سفیان کے بعد جب یزید نے اپنے تئیں اپنے باپ کا جانشین کیا تو عبداللہ ابن زبیر نے اُس سے بیعت میں یعنی اُس کو خلیفہ تسلیم کرنے میں تامل کیا اسپر حصین بن نمیر یزید کی طرف سے فوج لیکر مکہ پر چڑہ گیا اور کئی دن تک عبداللہ ابن زبیر سے لڑائی ہوتی رہی — عبداللہ ابن زبیر کے سب لوگ کعبہ کے گرد خیموں میں پڑے ہوئے تھے اور حصین بن نمیر ابوقبیس پہاڑ پر سے گوپن میں پتھر مارتا تھا اور غلاف کعبہ اُس کے صدمہ سے ٹکرے ٹکرے ہوگیا تھا — اتفاق سے ایک خیمہ میں آگ لگ گئی ہوا تیز چل رہی تھی کعبہ میں بھی جالگی اور تمام کعبہ جل گیا — اُس کی دیواروں میں کاٹ لگا ہوا تھا اُس کے جلنے سے تمام دیواروں کے پتھر ایسے ہوگئے کہ کبوتر کے بیٹھنے سے بھی گر پڑتے تھے اور کئی جگہہ سے دیواریں شق ہوگئیں — یہہ واقعہ تیسری ربیع الاول سنہ ۶۴ ہجری کو ہوا اُس کے دس گیارہ دن بعد یزید مرگیا — جب یہہ خبر مکہ میں پہونچی تو ابن زبیر نے حصین بن نمیر سے کہا کہ دیکھو کعبہ بھی جل گیا امیر بھی مرگیا پھر ہم سے کیوں لڑتے ہو کیا معلوم کہ نیا خلیفہ کیا کریگا اسپر حصین بن نمیر معہ اپنے لشکر کے پانچویں ربیع الثانی سنہ ۶۴ ہجری کو مکہ سے شام کو چلا گیا تب ابن زبیر نے مکہ کے ذی وجاہت اور شریف لوگوں کو بلایا اور کعبہ کے ڈہانے میں مشورہ کیا — بہت وہمی اور وسواسی باتیں جو ایسے موقع پر ہوتی ہیں ہوئیں آخرکار ابن زبیر نے کعبہ کے ڈہانے کا حکم دیا مگر کسیکو ڈھانا شروع کرنے کی بوجہہ توہم و وسواس و خوف کے جرأت نہ ہوئی تو خود ابن زبیر کدال لیکر اُوپر چڑہ گئے اور ڈھانا شروع کردیا —

فلما ادبر جیش حصین بن نمیر وکان خروجہ من مکۃ لخمس لیال خلون من ربیع الاخر سنۃ اربع وستین دعا ابن الزبیر وجوہ الناس و اشرافہم و شاورہم فی ہدم الکعبۃ — (کتاب اخبار مکہ صفحہ ۱۴۰)

فامر ابن الزبیر بہدمہا فما اجترا احد علی ذلک فلما رای ذلک علاہا ہوبنفسہ فاخذ المعول وجعل یہدمہا و یرمی بحجارتہا فلما راوہ انہ لم یصبہ شی اجترؤا فصعدو

يهدموها (كتاب اخبار مكة صفحه ١٤١) —
وكان هدمها يوم السبت نصف من جمادي الاخرة سنة اربع وستين ولم يقرب ابن عباس مكة حين هدمت الكعبة حتى فرغ منها و ارسل الى ابن الزبير لاتدع الناس بغير قبلة انصب لهم حول الكعبة الخشب واجعل عليها الستور حتى يطوف الناس من ورائها ويصلون اليها ففعل ذلك ابن الزبير (كتاب اخبار مكة صفحه ١٤٢) —
فلما هدم ابن الزبير الكعبة وسواها الارض كشف عن اساس ابراهيم فوجده داخلا في الحجر نحوا من ستة اذرع وشبر (كتاب اخبار مكة صفحه ١٤٢) —
ثم وضع البناء على ذلك الاساس و وضع حدات الباب باب الكعبة على مدماك على الشاذ روان اللاصق بالارض وجعل الباب الاخر بازاءه في ظهر الكعبة مقابلته (كتاب اخبار مكة صفحه ١٤٣) —
قالوا وكانت الكعبة يوم هدمها ابن الزبير ثمانية عشر ذراعاً في السماء فلما ان بلغ ابن الزبير بالبناء ثمانية عشر ذراعا قصرت بحال الزيادة التي زاده من الحجر فيها واستسمج ذلك اذ صارت عريضة لاطول لها فقال قد كانت قبل قريش تسعة اذرع حتى زادت قريش فيها تسعة اذرع طولا في السماء فانا ازيد تسعة اذرع اخرى فبناها سبعة و عشرين ذراعا في السماء وهي سبعة وعشرون مدماكا و عرض جدارها ذراعان وجعل فيها ثلث دعايم وكانت قريش في الجاهلية جعلت فيها ست دعايم (كتاب اخبار مكة صفحه ١٤٤) —
امر ابن الزبير ابنه عباد بن عبدالله بن الزبير و جبير بن شيبة بن عثمان ان يجعلوا الركن في ثوب وقال لهم ابن الزبير اذا دخلت في الصلوة صلوة الظهر فاحملوه واجعلوه في موضعه فانا اطول الصلوة فاذا فرغتم فكبروا حتى

جب لوگوں نے دیکھا کہ ابن زبیر پر کچھہ آفت نہیں پڑي تو اوروں کو بھي جرات ہوئي اور سب چڑہ گئے اور ڈھانے لگے جمادي الاول سنہ ٦٤ ہجري تک سب کعبہ ڈھا دیا گیا مگر ابن عباس اپنے خوف یا وہم یا کعبہ کا منہدم کرنا خلاف طبع ہونے کے سبب مکہ میں نہ آئے ابن زبیر نے بموجب فہمایش ابن عباس کے کعبہ کے چاروں طرف تختہ بطور دیوار کے کھڑا کردیا اور کپڑے سے منڈہ دیا اور اندراندر کام ہوا کیا لوگ اُس تختہ کي دیوار کے گرد طواف کیا کیئے اور نماز پڑھا کیئے — جبکہ کعبہ بالکل ڈھکر زمین کے برابر ہو گیا اور حضرت ابراهیم کے هاتھہ کي بنیاد رکھي ہوئي نکل آئي تو ضرور بالطبع ابن زبیر کو رغبت ہوئي ہوگي کہ کل تعمیر ابراهیم پر تعمیر کي جاوے اور جسقدر کہ قریش نے بسبب نہ میسر ہونے سامان کے چھوڑدیا تھا وہ بھي تعمیر میں شامل کیا جاوے چنانچہ ابن زبیر نے ایسا ہي کیا اور کل بناء ابراهیم پر تعمیر کعبہ شروع ہوئي — ایک نہایت عمدہ تجویز جو ابن زبیر نے کي تھي وہ یہہ تھي کہ کعبہ کے دو دروازہ رکھے جاویں ایک جانب شرق جو قدیم سے تھا اور دوسرا جانب غرب تاکہ جو لوگ شرقي دروازہ سے کعبہ میں داخل ہوں وہ غربي دروازہ سے نکل جاویں چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہي کیا اور جو کرسي قریش نے باقوم کي صلاح سے دي تھي وہ بھي موقوف کردي اور زمین پر دروازوں کو قایم کیا مگر بلندي اُس کي قریش کي بلندي سے آدھي

اخفف صلوتي وكان ذالك في حر شديد فلما اقيمت الصلوة كبر ابن الزبير و صلے بهم ركعة خرج عباد بالركن من دار الندوة وهو يحمله ومعه جبير بن شيبة بن عثمان و دار الندوة يومئذ قريبة من الكعبة فخر قابه الصفوف حتى ادخلاه في السترالذي دون البناء وكان الذي وضعه في موضعه هذا عباد بن عبدالله بن الزبير و اعانه عليه جبير بن شيبة فلما اقروه في موضعه و طرق عليه الحجر ان كبروا فخفف ابن الزبير صلوته و تسامع الناس بذلك (كتاب اخبار مكه صفحه ۱۴۳ و ۱۴۴)

نو درعه بڑهادي يعني ستائيس ذرعه كردي اور بالشبهه جبكه كعبه لنبا هوگيا تها تو أسكا اسقدر اونچا كرنا بهي نهايت ضرور تها قريش نے كعبه كے اندر چهه ستون قايم كئے تهے چهت پاٹنے كو ابن زبير نے صرف تين ستون بنائے غالبا ان كو به نسبت قريش كے لكڑي لمبي مل گئي تهي *

حجر اسود ركهے جانے كا ايك عجيب حال كتابوں ميں لكها هى جس كي كچهه وجهه همارے خيال ميں نهيں آتي ابن زبير نے لوگوں كو ايك دهوكه ميں ركها اور اپنے بيٹے عباد اور جبير ابن شيبه كو سمجها ديا كه جب ميں نماز پڑهانے كهڑا هونگا تو بڑي لمبي نماز پڑهاؤنگا أس وقت تم حجر اسود كو جو دار ندوه ميں قريب كعبه كے ركها هوا هى ايك كپڑے ميں لپيٹ كر لے انا اور جو جگهه أس كے كهڑا كرنے كي هى وهاں كهڑا كرديںا جب كهڑا كرچكو تو پكاركر الله اكبر كهنا پس ميں نماز كو ختم كردونگا چنانچه أنهوں نے ايسا هي كيا كه جب ابن زبير نماز پڑهانے كو كهڑے هوئے اور ايك ركعت پڑهاچكے تو عباد اور جبير حجر اسود كو كپڑے ميں لپيٹكر دار ندوه ميں سے لے آئے جماعتوں كو چيركر تختوں كي ديوار كے اندر لے گئے اور أن دونوں نے حجر اسود كو اسكي معين جگهه ميں كهڑا كرديا اور پهر پكاركر الله اكبر كها تب ابن زبير نے اپني نماز ختم كي اسبات پر لوگوں نے بهت كانا پهوسي كي اور بعض لوگ علانيه ناراض هوئے — مگر هم نهيں سمجهتے كه ابن زبير كو ايسا كرنے سے كيا فائده تها اور كيوں ايسا دهوكه دينے كي ضرورت هوئي تهي حقيقت ميں كوئي اور بات هوئي هوگي لوگوں نے اپنے قياسات أس پر لگائے اور انهيں قياسات كو بطور واقعه كے جيسا كه اكثر هوتا هى اپني روايتوں ميں بيان كيا پهر حال كچهه هي هوا خدا كا شكر كرنا چاهيئے كه حجر اسود كهڑا هوگيا *

تعمير حجاج بن يوسف

عبدالله ابن زبير كي حكومت مكه ميں بهت جلد ختم هونے والي تهي اور تقدير ميں يهه لكها تها كه اس بناء كو بهت زياده قيام نهوگا چنانچه عبدالملك ابن مروان جب خليفه هوا تو أس نے حجاج كو معه فوج كے عبدالله ابن زبير كے مقابله كے ليئے بهيجا اس لڑائي ميں عبدالله ابن زبير مارے گئے اور حجاج مكه ميں چلا آيا تب اس نے عبدالملك كو

حتى قتل ابن الزبير رحمه الله و دخل
الحجاج مكة فكتب الى عبدالملك ابن
مروان ان ابن الزبير زاد في البيت ما ليس
منه و احدث فيه بابا آخر فكتب اليه
عبدالملك ابن مروان ان سد بابها الغربي
الذي كان فتح ابن الزبير و اهدم ما كان زاد
فيه من الحجر و اكبسها به على ما كانت عليه
فهدم الحجاج منها سبعة اذرع و شبرا مما يلي
الحجر و بناها على اساس قريش الذي
كانت استقصرت عليه و كبسها بما هدم منها
و سد الباب الذي في ظهرها و ترك سايرها لم
يحرك منه شيئا فكل شي فيها اليوم بناء ابن
الزبير الا الجدر الذي في الحجر فانه بناء الحجاج
و سد الباب الذي في ظهرها و ما تحت عتبة الباب
الشرقي الذي يدخل منه اليوم الي الارض اربعة
اذرع و شبر و كل هذا بناء الحجاج والدرجة التي في
بطنها اليوم والبابان الذان عليها اليوم هما ايضا من
عمل الحجاج (كتاب اخبار مكه صفحه
١٢٥ و ١٢٦) -

لکھا کہ کعبہ میں ابن زبیر نے ایسی چیزیں
بنائی ہیں جو پہلے نہ تھیں اور ایک نیا
دروازہ بھی بنایا ہے عبدالملک نے لکھا کہ
اس دروازہ کو بند کردو اور جسقدر ابن زبیر
نے زیادہ بنادیا ہے وہ سب توڑ دو چنانچہ
حجاج نے چھہ ذراع اور ایک بالشت کعبہ
کو توڑ دیا اور قریش کی بنیاد پر وہاں دیوار
بنائی اور وہ نیا دروازہ بھی بند کردیا اور باقی
سب چیز بدستور بنی رکھی اب کعبہ کی جو
عمارت ہے وہ ابن زبیر کی بنائی ہوئی ہے
صرف وہ دیوار جو حجر کی جانب ہے
اور غربی دروازہ کا تختہ اور شرقی دروازہ کی
چار ذرعہ ایک بالشت اونچائی اور کعبہ کے
اندر کی سیڑھی اور اُس کے دونوں روشندان
حجاج کے بنائے ہوئے ہیں *

فلما فرغ الحجاج من هذا كله وفد بعد ذلك
الحارث بن عبدالله ابن ربيعه المخزومي على
عبدالملك ابن مروان فقال له عبدالملك ما
اظن ابا خبيب يعني ابن الزبير سمع من عايشة
ما كان يزعم انه سمع منها في امر الكعبة فقال
الحارث انا سمعته من عايشة قال سمعتها تقول
ماذا قال سمعتها تقول قال لي رسول الله
صلعم ان قومك استقصروا في بناء البيت ولولا
حداثة عهد قومك بالكفر اعدت فيه ما تركوا منه **
وقال رسول الله صلعم جعلت لها بابين موضوعين
على الارض بابا شرقيا يدخل الناس منه
و بابا غربيا يخرج الناس منه قال عبدالملك
بن مروان انت سمعتها تقول هذا قال نعم
يا امير المومنين انا سمعت هذا منها قال
فجعلت ينكت منكسا بقضيب في يده
ساعة طويلة ثم قال وددت والله اني تركت

مورخ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن زبیر نے کعبہ کی تعمیر میں جو کچھہ نیا بنایا تھا
وہ رسول خدا صلعم کی ایک حدیث کے
مطابق تھا جس کا ذکر آنحضرت صلعم نے
حضرت عایشہ سے کیا تھا چنانچہ حجاج جب
کعبہ کو توڑ توڑا کر قریش کی تعمیر کے مطابق
کرچکے تو حارث ابن عبداللہ عبدالملک
کے پاس گئے ان سے عبدالملک نے پوچھا
کہ ابن زبیر نے کوئی بات کعبہ کی نسبت
حضرت عایشہ سے سنی تھی حارث بن
عبداللہ نے کہا کہ میں نے خود حضرت عایشہ
سے سنا ہے کہ اُن سے رسول خدا صلعم نے
فرمایا تھا کہ تیری قوم نے کعبہ کی تعمیر میں
کمی کردی اگر تیری قوم کا زمانہ کفر کے زمانہ
سے نیا بدلا ہوا نہوتا تو جو کچھہ اُنہوں نے
چھوڑ دیا ہے میں پھر کعبہ میں ملا دیتا

ابن الزبیر وما تحمل من ذلک (کتاب اخبار مکہ صفحہ ۱۲۶) — *** رسول خدا صلعم نے یہہ بھی فرمایا کہ اُس میں دو دروازے بنا دیتا ایک شرقی دروازہ جس میں سے لوگ اندر جاتے اور ایک غربی دروازہ جس سے لوگ باہر نکل جاتے عبدالملک نے پوچھا کہ تم نے خود یہہ بات سنی ہی اُنہوں نے کہا کہ ہاں اے امیرالمومنین میں نے خود یہہ بات سنی ہی عبدالملک یہہ سنکر ہاتھہ کی لکڑی پر سر ٹیک کے بڑی دیر تک سوچ میں گئے اور پھر کہا کہ بخدا میں پسند کرتا ہوں کہ میں نے ابن زبیر کے برخلاف کیا *

یہہ زمانہ جب کہ اس حدیث کا چرچا ہوا ایسے فتنہ و فساد کا زمانہ تھا، کہ روایت کی صحت پر بہت کم یقین ہوتا تھا خلافت میں سخت سے سخت واقعات گذر چکے تھے حضرت امام حسین کی نسبت واقعہ کربلا ہوچکا تھا مدینہ منورہ میں قتل ہوچکا تھا مکہ معظمہ میں محاربات ہوچکے تھے اور عبداللہ ابن زبیر قتل ہوچکے تھے اور ہرایک واقعہ کے ساتھہ ایک جدا فرقہ قایم ہوگیا تھا جو ایک کا طرفدار اور دوسرے کا مخالف تھا *

بے شک ہمارا دل اور غالباً ہرایک کا دل اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوگا کہ کعبہ بنائے ابراہیم پر بنایا جاتا اور دو دروازے اُس میں بنانے بھی نہایت عمدہ اور مفید کام تھا مگر یہہ بات کہ آنحضرت نے ایسا فرمایا تھا اُسکی صحت پر یقین نہیں ہوسکتا — اول تو اس معاملہ میں حضرت عایشہ کو مخاطب کرنے اور اُس فعل کو جو ایام جاہلیت میں ہوا تھا خاص حضرت عایشہ کی قوم کا فعل قرار دینے کی کوئی وجہہ نہ تھی کیونکہ وہ فعل تمام قوم قریش نے بمجبوری کیا تھا جسمیں خود آنحضرت صلعم بھی شامل تھے — دوسرے یہہ کہ بعد فتح مکہ تمام قریش اسلام لے آئے تھے اور رسول خدا صلعم کے ادنی اشارہ پر جان دینے کو موجود تھے خانہ کعبہ کے تمام بتوں کو جن کی پرستش اُن کے باپ دادا نے صدہا سال تک کی تھی توڑ ڈالا تھا اور نکال کر پھینک دیا تھا پس کعبہ کو بڑا کردینے اور حضرت ابراہیم کی بنیاد پر پورا بنادینے میں کون سی مشکل تھی جو آنحضرت صلعم فرماتے " اولا حداثة عہد قومک بالکفر اعدت فیہ ما ترکوا منہ " پس یہہ حدیث کسی طرح صحیح اور قابل وثوق نہیں ہوسکتی بلکہ اسبات سے کہ رسول خدا صلعم نے بناء ابراہیم سے جسقدر زمین خانہ کعبہ کی تعمیر سے خارج رہ گئی تھی اُس کی کچھہ پرواہ نہیں فرمائی ثابت ہوتا ہی کہ خانہ کعبہ کی کوئی خاص وضع یا اُس کے لیئے کوئی خاص قطع مقصود اور مدار علیہ نہ تھی بلکہ صرف وہ ایک مسجد تھی جو حضرت ابراہیم نے بنائی تھی جب وہ ڈھگئی اور دوبارہ بنائی گئی تو جس طرح سے بن گئی بن گئی یہہ کچھہ ضرور نہ تھا کہ بعد بن جانے کے خوانخواہ پھر توڑ کر اُسی قدر بنائی جاتی جسقدر کہ حضرت ابراہیم نے

بنائی تهی چونکه عبدالملک ابن مروان نے اپنی نادانی یا حضرت عبدالله ابن زبیر کی عداوت سے اس بنی هوئی عمارت کو پهر توڑ کر ویسا هی کردیا جیسا قریش نے ایام جاهلیت میں بنایا تها *

غلاف کعبه

حضرت ابراهیم کے وقت میں اور اُس کے بعد کعبه کی دیواریں ویسی هی دکهائی دیتی تهیں جیسیکه بنی تهیں مگر سنه عیسوی سے چهه سو برس پیشتر اسعد حمیری نے کعبه کی دیواروں پر غلاف چڑهایا اس نے خواب میں دیکها که وه کعبه کو کپڑا پهنا رها هی جب جاگا تو اس نے انطاع کا غلاف چڑهایا مگر پهر اُسنے وهی خواب دیکها تب اُسنے یمن کے کپڑے کا جو عمده هوتا تها غلاف چڑها دیا —— تب سے کعبه پر غلاف چڑهانے کی رسم جاری هوگئی اور جس کے قبضه اقتدار میں کعبه رهتا آیا وه هر سال پرانے غلاف پر نیا چڑهاتا گیا اور اس سبب سے مختلف قسم کا بهت سا کپڑا کعبه کی دیواروں پر چڑه گیا تها اور اسی تو بر تو کپڑے کے سبب کئی دفعه آگ لگ گئی تهی اور خانه کعبه جل گیا تها معلوم هوتا هی که عبدالله بن زبیر کے وقت تک پرانے غلاف پر نیا غلاف چڑهانے کا دستور تها اور اِسی سبب سے اُن کے عهد میں بهی کعبه میں آگ لگ گئی تهی اسکے بعد سے پرانے غلاف پر نیا غلاف چڑهانے کی رسم جاتی رهی بلکه هر سال پرانا غلاف اُتارکر نیا غلاف چڑهایا جاتا هی اور کعبه کے خادم پرانے غلاف کے ٹکڑے ٹکڑے کرکر بطور تبرک کے تقسیم کرتے هیں اور حاجی اِن ٹکڑوں کو نهایت شوق سے لاتے هیں اور اِس میں سے ایک چهوٹا سا ٹکڑا کاٹ کر اپنے دوستوں کو دیتے هیں —— اکثر مسلمان جن کے پاس یهه ٹکڑے هوتے هیں اپنے سات کفن میں رکهکر قبر میں لیجاتے هیں اورخیال کرتے هیں که اسکی برکت سے عذاب سے بچینگے مگر مسلمانوں کے یهه سب اوهام و خیالات هیں مذهب اسلام ایسی باتوں سے جو کچے سوت سے بهی زیاده بودی هیں پاک و صاف هی مذهب اسلام سے نه یهه بات پائی جاتی هی که غلاف کعبه کچهه متبرک هوجاتا هی نه یهه پایا جاتا هی که اس کے قبر میں ساتهه لیجانے سے بجز اسکے که وه بهی مثل جسم و کفن کے خاک هو جاوے اور کچهه نتیجه حاصل هوسکتا هی اسلام کی رو سے اگر کچهه نتیجه حاصل هوسکتا هی تو وه صرف اعتقاد توحید سے هوسکتا هی نه کسی اَور چیز سے *

وکان هو (ای اسعد الحمیری وهو تبع) اول من کسا الکعبة * * اری فی النوم انه یکسوها فکساها الانطاع ثم اری ان یکسوها فکساها الوصایل ثیاب حبرة من عصب الیمن وجعل لها بابا یغلق (کتاب اخبار مکه صفحه ۱۷۳ و ۱۷۴) —

اس میں کچهه کلام نهیں هوسکتا که زمانه اسلام میں بهی کعبه پر غلاف چڑهائے گئے اگرچه کتابوں میں روایتیں هیں که آنحضرت صلعم نے اور اُن کے بعد ابوبکر صدیق و عمر و عثمان رض نے بهی

کسا البیت فی الجاهلیة الانطاع ثم کساه النبی صلعم الثیاب

اليمانية ثم كساه عمر و عثمان القباطي ثم كساه الحجاج الديباج و يقال اول من كساه الديباج يزيد بن معاوية و يقال ابن الزبير و يقال عبد الملك بن مروان (كتاب اخبار مكه صفحه ۱۷۶) —

کعبه پر غلاف چڑھایا مگر ھمکو جہاں تک شبہه ھی وہ رسول خدا صلعم کے فعل کی نسبت شبہه ھی کیونکه جو روایتیں اسباب میں ھیں وہ درجه ثبوت کو نہیں پہونچتیں بااینهمه اُن کے تسلیم کرلینے میں کچھه زیادہ بحث نہیں ھی غرضکه تاریخ کی کتابوں میں لکھا ھی که آنحضرت صلعم اور ابو بکر صدیق نے یمن کے کپڑے کا جو نہایت عمدہ ھوتا تھا کعبه کو غلاف چڑھایا اور عمر و عثمان رض نے قباطی کپڑے کا غلاف چڑھایا پھر دیباج کے کپڑے کا غلاف چڑھایا گیا بعضوں کا قول ھی که دیباج کا غلاف سب سے اول یزید بن معاویه نے چڑھایا بعضے کہتے ھیں عبدالملک ابن مروان نے بعضے کہتے ھیں حجاج بن یوسف نے — غرضکه اس میں کچھه شک نہیں ھی که تمام خلفاے بنی اُمیه اور عباسیه و دیگر خلفاء کے عہد میں خانه کعبه پر غلاف چڑھانے کا بڑا اهتمام رھا اور سب چڑھاتے رھے زمانه حال میں سلطان روم کی جانب سے نہایت عظم و شان سے بہت عمدہ غلاف سیاہ رنگ کا جس میں بعض آیات قرانی نہایت خوش خط بناوٹ میں بنی ھوئی ھوتی ھیں چڑھایا جاتا ھی *

اسلام کی روسے جو کچھه بحث اس پر ھوسکتی ھی وہ اسقدر ھوسکتی ھی که " ماهذا التعبد الكعبة اولتحسينها فالاول كفر على مذهب الاسلام والثاني امر لاباس به " یعنی یہه کام کس ارادہ سے کیا جاتا ھی کعبه کی پرستش کے لیئے یا اُس کی خوبصورتی اور آرایش کے لیئے اگر پہلی نیت سے کیا جاتا ھی تو تو اسلام کی روسے کفر ھی اور اگر دوسرے ارادہ سے کیا جاتا ھی تو اس کا کچھه مضایقه نہیں ھی *

آرایش کعبه کی ایسی ھی ھی جیسیکه ھم اَور تمام مسجدوں کی آرایش کرتے ھیں مگر چونکه کعبه ایک نہایت قدیم مسجد ھی اور ایسے بانی اسلام کے ھاتھه سے بنی ھی جس نے سب سے اول یہه کہا که — لا أحب الافلين — اني وجهت وجهي للذي فطرالسموات والارض حنيفا و ما انا من المشركين — اس لیئے اس کی قدر ھمکو بہ نسبت اور مسجدوں کے زیادہ کرنی ضرور ھی کیونکه وہ سب سے پہلی خدا کی پرستش کی نشانی ھی *

اصنام کعبه

اساف و نایله — بنی جرھم کے زمانه میں صفا و مروہ کے پہاڑوں پر دو بت رکھے گئے صفا پر جو بت تھا وہ مرد کی شکل تھا اور اساف اُسکو کہتے تھے دوسرا بت جو مروہ پر تھا وہ عورت کی شکل کا تھا اور نایله اُس کو کہتے تھے جو روایتیں حقارت آمیز انکی نسبت پائی جاتی ھیں وہ قدیم نہیں ھیں غالباً اسلام کے زمانه کی بنائی ھوئی ھیں — ظاھرا معلوم ھوتا ھی که وہ دونوں انسان تھے اور بنی جرھم اُن کو دیوتا سمجھتے تھے اُن کے مرنے کے

بعد ان کے دو بت بنائے گئے اور پرستش ہونے لگی * فتح مکہ کے روز رسول خدا صلعم نے ان کو اور بتوں کے ساتھہ توڑ ڈالا *

نہیک و مطعم — یہہ بھی دو بت تھے نہیک کوہ صفا پر نصب کیا گیا تھا اور مطعم کوہ مروہ پر *

ھبل — یہہ ایک بہت بڑا بت خانہ کعبہ کے اندر تھا کعبہ کے اندر دائیں طرف جو خزانہ کا کنواں تین ذرعہ گہرا حضرت ابراھیم کا کھودا ہوا تھا اُس پر یہہ بت کھڑا کیا گیا تھا عمر بن لحی اس کو ارض جزیرہ سے لایا تھا — احد کی لڑائی میں ابوسفیان نے فتح ہونے کے لیئے اسی بت سے مدد چاھی تھی *

مناۃ — یہہ بھی بڑا بت تھا اور سمندر کے کنارہ پر قدید کے پاس عمر بن لحی نے نصب کیا تھا اور یہہ دونوں بت قبیلہ ازد وغسان کے کہلاتے تھے اور بعضوں کا قول ھی کہ اَوس و خزاج وغسان کے کہلاتے تھے جو ازد کی شاخیں ھیں بعضوں کا یہہ قول ھی کہ وہ صرف قبیلہ ھذیل کا ایک پتھر تھا اور کچھہ عجب نہیں کہ وہ بن گڑھا ایک لنبا پتھر ھو *

لات و عزی — لات ایک بن گڑھا پتھر تھا جس میں لوگ خیال کرتے تھے کہ شان باری کے کسی کرشمہ نے حلول کیا ھی اور عزی تین درخت تھے جس میں ذات باری کا حلول سمجھکر پوجتے تھے جیسیکہ ھمارے زمانہ میں بھی بہت سے مسلمان اسیطرح پر درختوں کی جو درگاہوں میں ہوتے ھیں پرستش کرتے ھیں ھمارے شہر دھلی میں کبھی شاہ بولا کی بڑ پر بھی منتوں کے ناڑے باندھے جاتے تھے لات تہامہ میں تھا اور عزی طایف میں *

ذات انواط — یہہ بھی ایک بہت بڑا سرسبز و شاداب درخت حنین میں تھا جسکو لوگ پوجتے تھے *

ذوالکفین — یہہ بھی ایک بت تھا جسکو عمر بن حممہ نے بعد فتح مکہ جلایا تھا *

سواع — بھی ایک مشہور بت قبیلہ ھذیل کا تھا جسکو عمر بن العاص نے بعد فتح مکہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم* سے توڑا تھا *

ود — ایک بت بنی کلب کا دومۃ الجندل میں تھا *

یغوث — پہلے اس کو بنی مراد پوجتے تھے پھر بنی عطیف پوجنے لگے *

یعوق — بنی ھمدان میں تھا جس کی وہ پرستش کرتے تھے *

نسر — بنی حمیر آل ذی الکلاع کے پوجنے کا بت تھا *

علاوہ ان بتوں کے مشہور روایتوں میں ھی کہ خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھہ بت بنے ہوئے تھے اور نہایت استحکام کے ساتھہ سیسہ سے جڑکر کھڑے کیئے تھے جو فتح مکہ کے دن سب توڑ ڈالے گئے *

تصاویر خانۂ کعبه

خانه کعبه میں فرشتوں کي اور حضرت ابراهیم کي اور حضرت مریم کي حضرت عیسی کو گود میں لیئے هوئے تصویریں تهیں غالباً حضرت مریم اور حضرت عیسی کي تصویر باقوم نے بنائي هوگي جبکه اس نے قریش کے زمانه میں کعبه بنایا تها - جب رسول خدا صلعم کعبه میں داخل هوئے تو اپنے حضرت ابراهیم کي تصویر کو دیکهکر فرمایا که خدا انکو مارے ابراهیم کو تیروں سے شگون لیتا اور فال دیکهتا بنایا هی پهر آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے حضرت مریم کي تصویر پر هاتهه رکهه لیا اور فرمایا که سب تصویروں کو مٹادو مگر مریم کي تصویر کو چهوڑدو- اگر یهه واقعه صحت کو پهونچے تو اُس کي وجهه صاف پائي جاتي هی فرشتوں کي کوئي صورت نهیں هی پس ان کي تصویر بنانا محض جهوٹ اور خلاف واقع تها حضرت ابراهیم کي تصویر ایسے فعل کي حالت کي بنائي تهي جو شرک میں داخل هی اور بلاشبهه حضرت ابراهیم اُس سے پاک تهے صرف مریم اور حضرت عیسی کي تصویر ایسي تهي جس میں کوئي اشاره کفر یا شرک یا کذب کا نه تها اور نه وه پرستش کے لیئے بنائي گئي تهي اس کے چهوڑ دینے میں کچهه هرج نه تها *

ادرک (اي عطابن ابي رباح) فيها (اي في البيت) تمثال مريم مزوقا في حجرها عيسى ابنها قاعدا مزوقا (كتاب اخبار مكه صفحه ۱۲۰) -

زمزم

جب سے کعبه کا نام هی اُسي کے ساتهه اس چشمه کا نام بهي چلا آتا هی بلکه یهي چشمه مکه کي آبادي اور کعبه کے اس جگهه بننے کا سبب هی اگرچه یهه چشمه مدت سے خشک هوگیا هی مگر اُس کي جگهه ایک کنواں کهود دیا گیا هی جو چاه زمزم کے نام سے مشهور هی *

عرب کي سر زمین نهایت خشک هی یا پهاڑ هیں یا ریگستان هی برسات وهاں بهت کم هوتي هی کوئي دریا اُس میں نهیں بهتا اس سبب سے پاني کي بهت قلت هی کهیں کهیں جنگلوں میں یا پهاڑ کي تلیوں میں یا پهاڑ کے اونچے غاروں میں پاني جمع هوجاتا هی اور لوگ پاني کي تلاش میں پهرتے هیں جهاں پاني مل گیا وهیں تنبو تان دیئے اور آباد هوگئے جب وهاں کا پاني خشک هوگیا وهاں سے چل دیئے دوسري جگهه جهاں پاني مل گیا ڈیرے ڈالدیئے یهي طریقه قدیم سے عرب کے صحرا نشین بدوؤں کا تها *

اونچے مقاموں میں جو پاني جمع هوجاتا تها اور زمین یا پهاڑوں کے نیچے نیچے سوتوں کي راه سے پاني کو نکلنے کا کوئي رسته ملجاتا تها تو اپنے مخزن سے دور جاکر بطور چشمه کے نکل آتا تها مگر ایسي ایسي سوتیں ایسي ضعیف هوتي تهیں که سطح زمین سے اگر تهوڑے نیچے بهي هوں تو معلوم نهیں هوتي تهیں اور اگر کهیں کهل بهي جاتي

تھیں تو تھوڑي سي چیز کے پڑجانے سے ڈھک جاتي تھیں حال کے زمانہ میں بھي بدو اس طرح کے پاني کي سوتوں کو تھوڑے سے کنکر پتھر کانٹوں کے ڈالنے سے اس طرح پر چھپا دیتے ھیں کہ کسیکو اس کا نشان نہیں ملتا *

زمزم کي نسبت ایسي ایسي دور ازکار روایتیں مشہور ھیں جن میں سے ایک بھي معتبر اور مذھب اسلام کے بموجب صحیح نہیں ھیں جتنا کہ یہہ چشمہ پرانا ھی اور اُسیقدر تقدس آمیز اور تعجب خیز مبالغہ سے وہ روایتیں بنائي گئي ھیں ۔ اصلیت اس چشمہ کي صرف اسقدر معلوم ھوتي ھی کہ جب حضرت ھاجرہ زوجہ حضرت ابراھیم معہ اپنے بیٹے اسمعیل کے بسبب اُس نزاع اور حسد کے جو قدرتي ایک شوھر کي دو جوروں میں ھوتي ھی سر بصحرا نکال دي گئیں اور یہاں پہنچیں تو پاني جو اُن کے پاس تھا ھوچکا پیاس کي شدت ھوئي بسبب نہ ملنے پاني کے مایوسي طاري ھوئي اس گھبراھٹ میں ھر چہار طرف پاني تلاش کرتي تھیں اسي جستجو میں اتفاقاً کنکروں اور پتھروں کے نیچے پاني کا نشان معلوم ھوا اور اُن کے ھٹانے سے پاني نکل آیا اُنہوں نے اس تائید غیبي پر خدا کا شکر ادا کیا اور وہ اور اُن کے بیٹے پاني پیکر سیراب ھوئے *

جس طرح کہ عرب کے چشمے چند مدت تک جاري رھتے تھے اور پھر خشک ھوجاتے تھے اسي طرح یہہ چشمہ بھي کسي مدت کے بعد خشک ھو گیا اور کسي کو اُسکي طرف خیال بھي نہیں رھا اور سیکڑوں برس اُس پر گذر گئے مگر عام‌الفیل کے بعد عبدالمطلب جد رسول‌الله صلعم کو خیال ھوا کہ جہاں وہ چشمہ تھا وھاں کنواں کھود کر پاني نکالا جاوے چنانچہ اُنہوں نے کھودنا شروع کیا اُس پر بعض لوگ مانع ھوئے اور فساد پر آمادہ ھوئے مگر کسي نہ کسي طرح وہ فساد رفع ھوا اور عبدالمطلب اپنے مقصد پر کامیاب ھوئے ۔ جو قصے کتابوں میں اُس کنوئے کي نسبت اور عبدالمطلب کو اس خاص مقام دریافت ھونےکي نسبت لکھے ھیں اُنمیں سے کسیکي کچھہ صحت نہیں ھی کچھہ عجیب نہیں ھی کہ اُنہوں نے خواب میں دیکھا ھو کہ کنواں کھودتا ھوں اور اس سبب سے کنواں کھودنے کا خیال پیدا ھوا ھو ۔ یہہ کنواں پہاڑ میں کھودا گیا ھی جسمیں سے سوتیں مشکل سے نکلتي ھیں چنانچہ اُس میں صرف تین سوتین نکلي تھیں سنہ ۲۲۳ و ۲۲۴ میں اس کا پاني خشک ھوگیا تھا اس لیئے دو ذرعہ اور کھودا گیا تھا مگر سنہ ۲۲۵ میں کثرت سے بارش ھوئي اور اس سبب سے کنوئیں میں بہت سا پاني ھوگیا *

خلافت ھارون رشید میں بھي یہہ کنواں بسبب کمي پاني کے قریب دو ذرعہ گہرا کیا گیا تھا اور مہدي اور محمد بن‌الرشید کي خلافت میں بھي گہرا ھوا تھا اس سے ثابت ھوتا ھی کہ جیسا کہ تمام کنوؤں کا حال ھی ویسا ھي اس کا بھي حال ھی اور تمام عجایب اور غرایب روایتیں جو اس کے پاني کے قبل قیامت نہ سوکھنے کي ھیں وہ سب موضوع

هیں جن کی کچھہ بھی اصلیت اسلام میں نہیں ہی *

زمزم کا کنواں اس وجھہ سے کہ ہمارے آنحضرت صلعم کے وقت کا ہی جس میں سے آنحضرت صلعم نے بھی پانی پیا ہی بلاشبھہ قابل ادب اور عزت کے ہی لیکن اس کے پانی کے فضائل میں جو روایتیں ہیں وہ سب بے سند اور ضعیف ہیں اور اکثر موضوع - حاجی جو زمزم کا پانی چھوٹی چھوٹی زمزمیوں میں بھر کر بطور تبرک کے ہندوں کی مانند دور دور لیجاتے ہیں اور سب لوگ بطور تبرک کے اس کو رکھتے ہیں اور اس پانی کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور بغرض اظہار ادب کھڑے ہوکر پیتے ہیں اُس کی کچھہ اصل مذہب اسلام میں نہیں ہی جیسے اور کنوؤں کا پانی ہی وہ بھی ویسا ہی کنوئیں کا پانی ہی مزہ میں میٹھا نہیں ہی بلکہ مل ملاتا ہی جسوقت کھینچیں اگر اُسیوقت پی لیں تو شاید پینے کے قابل ہو الا رکھا رہنے سے زیادہ مل ملا ہوجاتا ہی *

اسماء کعبہ

کعبہ کا اصلی نام بیت اللہ ہی یعنی خانہ خدا یہہ ایک نہایت قدیم طریقہ حضرت ابراہیم کے وقت سے جاری تہا کہ جہاں وہ کوئی نشان خدا کی عبادت کے لیئے قایم کرتے تھے اُس کو " بیت ایل " یعنی خانہ خدا کہتے تھے مگر جو کہ وہ عمارت جو حضرت اسمعیل نے بنائی تھی بشکل مکعب تعمیر ہوئی تھی اس لیئے کعبہ کے نام سے مشہور ہوگئی *

کعبہ کا نام بیت عتیق اور مکہ و بکہ وام القری بھی آیا ہی پچھلے تینوں نام تغلیبا کعبہ پر اطلاق ہوتے ہیں ورنہ وہ تمام حرم یا شہر پر صادق آتے ہیں *

کتابوں میں کعبہ کے اور نام بھی لکھے ہیں " ام رحم " " الباسہ " " الحاطمہ " مگر یہہ سب وہ نام ہیں جو لوگوں نے بعض صفات کے خیال سے گھڑ لیئے ہیں *

عمال کعبہ

جس وقت کعبہ بنایا گیا اُس وقت وہ حضرت اسمعیل کے قبضہ میں بطور تولیت کے رہا اور اُن کی وفات کے بعد ان کی اولاد اس مقدس مسجد کی سب سے بڑی محافظ تھی مگر بنی اسمعیل اور بنی جرہم میں نہایت قریب قرابت تھی اور حضرت اسمعیل کی اولاد بجز قیدار کے عرب کے مختلف مقامات میں جا بسی تھی اس وجھہ سے خدا کے گھر کی حفاظت اسمعیل کی اولاد سے نکلکر بنی جرہم کے ہاتھہ میں چلی گئی تھی ایک مدت دراز کے بعد بنی عمالیق جو حمیر کے خاندان سے تھے اُس پر غالب آگئے تھے اور خانہ خدا کے مالک مطلق ہوگئے تھے اس موقع پر بنی اسمعیل اور بنی جرہم آپس میں متفق ہوئے اور عمالیق کو خانہ خدا سے بے دخل کردیا اور پھر دوسری مرتبہ بنی جرہم اس مقدس معبد کے مالک ہوگئے *

پھر بني بکر اور بنواحزہ بني جرهم کے مقابلہ کو کھڑے ھوئے اور دونوں نے اپني اپني فوجوں کو جمع کرکو دفعۃ بني جرهم پر حملہ کیا اور بہت بڑي سخت لڑائي کے بعد بني جرهم بالکل مغلوب ھوگئے اور بھاگ گئے اور حفاظت اس معبد کي بني حزہ کے پاس آگئي پہلا شخص جس نے کہ مکہ کي حفاظت مکہ کي حکومت اور کعبہ کا انتظام اپنے ذمہ لیا عمربن اللحي تھا یہہ وہ شخص هی جس نے سب سے اول کعبہ کے اندر ھبل بت کو کھڑا کیا تھا *

چند مدت بعد قصي ابن کنانہ نے جو اجداد رسول اللہ صلعم سے ھیں بنوبکر اور بنواحزہ پرچڑھائي کي خوب مقابلہ ھوا مگر اُن قوموں کو شکست ھوئي اور قصی نے جو آنحضرت صلعم سے پانچ پشت اوپر تھا حکومت مکہ اور تولیت کعبہ کی اُن سے چھین لي اور خود حاکم اعلی ھوگیا اور اب قریش کعبہ کي ھرایک بات کے مالک ھوگئے *

قصی کے بعد عبدالدار اُن کا بیٹا اُن کي جگہہ سردار ھوگیا اور جو خاص خاص عہدے خود عبدالدار سے متعلق تھے وہ اُن کے بھائي عبد مناف کو مل گئے *

کعبہ کے متعلق پانچ بڑي خدمتیں تھیں اول — سقیا و رفادہ — یعني حاجیوں کو پاني اور کھانا دینے کا عہدہ دوم — قیادہ — یعني لڑائي کے وقت فوج کي سپہ سالاري کرنا سوم — لوا — یعني علم بردار ھونے کا عہدہ — چہارم حجاب — یعني کعبہ کي حفاظت کا عہدہ پنجم — دول الندوہ — یعني دارالندوہ میں پریسیڈنت یا صدر انجمن ھونے کا استحقاق *

عبد مناف کي وفات کے بعد اُن کے وارثوں میں ایک خانداني نزاع پیدا ھوا جس کي وجہہ سے ان عہدوں کي تقسیم اس طرح پر ھوگئي *

ھاشم کو سقیا ور فادہ کا عہدہ ملا *

عبدالدار کے پوتے شیبہ نے کعبہ کي حفاظت اور دارالندوہ کي صدر انجمني اور علم بردار ھونے کا عہدہ اپنے قبضہ میں رکھا *

ھاشم نے بڑي فیاضي اور سیر چشمي دریا دلي کے ساتھہ حاجیوں کي خبرگیري کي خدمت ادا کي چنانچہ سر ولیم میور تسلیم کرتے ھیں کہ ھاشم نے جو اسطرحپر حاجیوں کي تواضع کے لیئے مامور کیا گیا تھا شاھانہ عظمت کے ساتھہ اُس کو ادا کیا خود اُن کے پاس بڑي دولت تھي اور قوم قریش کے بہت سے آدمیوں نے تجارت کے ذریعہ سے بہت سي دولت جمع کي تھي ھاشم نے مثل قصي اپنے دادا کے قوم قریش سے التجا کي کہ تم خدا کے ھمسایہ اور اُسکے گھر کے محافظ ھو جو حاجي اس کے مکان کي تقدس کي تعظیم کرنے کو آتے ھیں وہ اُس کے مہمان ھیں اور یہہ مناسب ھی کہ سب سے پہلے ان مہمانوں کي خاطر و تواضع کرو تم کو خاص خدا نے منتخب کیا ھی اور اس بڑے رتبہ کے ساتھہ تم معزز ھو

پس خدا کے مہمانوں کي تعظیم کرو اور اُن کو تر و تازہ کردو کیونکہ وہ نہایت دور و دراز شہروں سے اپنے لاغر اور خراب و خستہ اونٹوں پر سوار ہوکر تمھارے پاس نہایت تھکے ہوئے اور پریشان آتے ہیں ' اُن کے بال بکھرے ہوئے اُن کا جسم دور دراز کے رستہ سے گرد و غبار میں آلودہ ہوتا ہی پس تم مہمان نوازي کے ساتھہ اُن کي دعوت کرو اور اُن کو بہت سا پاني دو *

ہاشم نے اپنے پاس سے بہت سا روپیہ خرچ کرکو ایک عمدہ نظیر قایم کي اور تمام قوم قریش نے بھي نہایت مستعدي سے مدد کي اور ہرایک شخص نے اپنے مقدور کےموافق چندہ دیا اور تمام قوم قریش پر ایک معین محصول لگایا اور حاجیوں کے جم غفیر کے لیئے حوضوںمیں کافي پاني کعبہ کے قریب کنوئیں سے بھروایا اور عرفات کے رستہ میں چمڑے کے عارضي حوض بنائے جبکہ حاجي منا اور عرفات کو روانہ ہوتے تھے اُس روز کھانا تقسیم ہونا شروع ہوتا تھا اور جبتک وہ ہجوم منتشر نہوتا تھا اُسوقت تک برابر کھانا تقسیم ہوتا رہتا تھا غرضکہ پانچ چھہ روز تک گوشت اور روٹي اور مکھن اور جو سے جو مختلف طور پر پکائے جاتے تھے اور چھواروں سے جو عرب کا نہایت عمدہ اور پسندیدہ کھانا ہی اُن کي تواضع ہوتي رہتي تھي اسطرح پر ہاشم نے مکہ کي نامآوري کو بخوبي قایم رکھا مگر خود ہاشم کا نام ایک بہت اعلی درجہ کي خیرات سے اور بھي زیادہ مشہور ہوگیا اور جس نام آوري سے اہل وطن کي بہت سي ضرورتوں کو رفع کیا جو مدت دراز کے قحط کے سبب سے نہایت تنگ آگئے تھے یعنی ہاشم نے ملک شام کا سفر اختیار کیا اور وہاں بہت بڑا ذخیرہ روٹیوں کا خرید کیا اور اُن کو ٹوکروں میں بھر کر اور اونٹوں پر لاد کر مکہ کو لائے اور وہاں اونٹ ذبح کیئے گئے اور بھونے گئے اور تمام لوگوں کو کھانا تقسیم کیا گیا فاقہ زدگي اور گریہ وزاري دفعتاً خوشي اور افراط طعام سے مبدل ہوگئي اور گویا قحط کے بعد ان کو ایک نئے سرے سے زندگي حاصل ہوئي *

ہاشم کے بعد مطلب کو سقیا و رفادہ کي خدمت ملي اور اُن کے بعد عبدالمطلب ابن ہاشم پاس وہ خدمت آئي اور انھي کے عہد میں ابرہۃالاشرم نے جو اصحاب الفیل کہلاتا ہی کعبہ کے ڈھانے کے قصد سے فوج کشي کي تھي عبدالمطلب کے بعد یہہ خدمت زبیر بن عبدالمطلب کو پہونچي مگر ان سے بخوبي کام نہ چلا تو انھوں نے ابوطالب اپنے بھائي کو وہ خدمت دیدي انھوں نے بھي خیال کیا کہ یہہ کام نہایت مشکل ہی اور اُس میں بہت خرچ کرنا پڑتا ہی اسلیئے اُنھوں نے اپنے بھائي عباس کے سپرد کردي لیکن حضرت عباس کو اسقدر مقدور نہ تھا کہ وہ عہدہ سقیا اور رفادہ کا کام خوبي اور شہرت سے انجام دے سکتے اسلیئے یہہ عہدے اُن کے خاندان سے منتقل ہوکر عبد مناف کي دوسري شاخ میں چلے گئے *

واقعہ اصحاب فیل

مکہ کے واقعات میں یہ واقعہ بھی ایک بہت بڑے واقعات میں گنا جاتا ہی اسکا واقعہ عظیم متصور ہونا نہ اسوجہہ ہی کہ قرآن مجید میں خدا تعالی نے اسکا ذکر فرمایا ہی اور نہ اسوجہہ سے ہی کہ در حقیقت ایک ایسا عظیم واقعہ ہی کہ مثل اس کے کبھی نہ ہوا ہو بلکہ اس کی عظمت صرف ہمارے مفسروں اور جھوٹی روایتوں کے بنانے والوں کی بدولت ہی جنہوں نے سیدھے سیدھے واقعہ کو ایک عجیب گھڑت اور الف لیلہ کے قصوں سے عجیب تر قصہ کرکر بیان کیا ہی *

منش کردہ ام رستم داستاں * وگرنہ یلے بود درسیستاں

میں اپنے اس خطبہ میں ان لغو اور بیہودہ روایتوں پر اور قران مجید کے غلط معنی بیان کرنے پر جو مفسرین نے اس قصہ کی بابت بیان کیئے ہیں بحث کرنا نہیں چاہتا جس میں ایک لنبا جداگانہ مباحثہ ہی مگر جو واقعہ کہ گذرا اُس کو صاف صاف لفظوں میں بیان کردیتا ہوں *

کتابوں میں مذکور ہی کہ اصحاب فیل سے پہلے تبع نے تین دفعہ کعبہ کے ڈھانے کا ارادہ کیا مگر ظلمت و آفت میں گرفتار ہوئے وہ قصے چنداں مشہور نہیں ہیں مشہور قصہ اصحاب فیل کا ہی ابرہۃالاشرم جو ایک عیسائی حاکم یمن کا تھا اُسنے صنعاء یمن میں قریب تمدانکے ایک عظیم الشان کنیسہ یعنی گرجا بنایا تھا اور قلیس اُسکا نام رکھا تھا اور یہہ بات چاہی کہ لوگ کعبہ کا حج چھوڑ دیں اور اس کنیسہ کا حج کیا کریں اور اسلیئے اُسنے کعبہ کے ڈھانے کا ارادہ کیا اور معہ فوج کے اور چند ہاتھیوں کے روانہ ہوا اور مغمس میں اُترا اُسوقت قریش اور کنانہ اور خزاعہ اور ھذیل سب لڑنے کو طیار ہوئے مگر اُنہوں نے ابرہۃالاشرم سے مقابلہ کرنے کی طاقت اپنے میں نہیں پائی ابرہۃالاشرم نے کہلا بھیجا کہ مجھے تم سے جدال وقتال منظور نہیں ہی بلکہ صرف کعبہ ڈھانا مقصود ہی اس گفتگو میں چند روز گذرے اور اسی درمیان میں ابرہہ کے لشکر میں چیچک کی وبا پھیلی جو اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی تمام لشکر برباد ہوگیا بہت سے مرگئے اور بہت سے اُسی حالت میں پھر گئے خدا تعالی نے ان پر ایسی آفت ڈالی کہ جو بد ارادہ انہوں نے کیا تھا اُسپر کامیاب نہیں ہوئے *

مفسرین نے اس قصہ کو عجیب طرح سے رنگا ہی قران مجید میں دو لفظ آئے ہیں طیرا اور بحجارۃ ان دونوں لفظوں کی مناسبت سے جو مفسرین وضاعین نے جو قصہ چاہا ہی بنالیا ہی جسکی کچھہ اصل نہیں ہی *

اسی سال میں آنحضرت صلعم پیدا ہوچکے تھے جو اُس بے نظیر اصلاح کا ذریعہ ہونے والے تھے جو قیامت تک بے نظیر رہیگی عبدالمطلب اور ابو طالب ان کی پرورش میں مصروف تھے جب آنحضرت صلعم کا سن شریف اس حد کو پہونچا جس میں اُس

منصب کے ادا کرنے کا وقت منحصر تھا جس کے لیئے آنحضرت پیدا ہوئے تھے تب آپ نے اپنے فطرتي منصب نبوت کو اختیار کیا اور خداے واحد کي پرستش کا وعظ فرمانا شروع کیا اور بوجہہ اُن مصائب کے جو اس کام میں پیش آئے وطن چھوڑنا اور مکہ سے مدینہ کو ھجرت کرنا پڑا مکہ اب اپنے تئیں محفوظ سمجھتا تھا اور خوشي اور اطمینان کے ساتھہ اپنے بتوں کي پرستش میں مشغول تھا کہ دفعتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا محاصرہ کیا اور بغیر کسي قسم کي مزاحمت کے اسکو فتح کرلیا اُس کے بتوں کو توڑا اور پھر خداے واحد کي پرستش کو قایم کیا جو قیامت تک محمد رسول اللہ کے نام نامي کے ساتھہ قایم رھیگي *

تمت

الخطبة التاسعة

في

حسبه و نسبه عليه الصلواة والسلام

ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین

عرب کے لوگ زمانہ جاھلیت میں نہایت اکھڑ گنوار جاھل بن لکھے اور بن پڑھے تھے علم ادب بھي جس کو ٹھیک ٹھیک علم ادب کہتے ھیں اُن میں نہ تھا اور نہ اور کسي فن کو اچھي طرح جانتے تھے - ھاں دو باتیں اُن میں بے مثل تھیں — ایک نہایت موثر اور پر مطلب گنواري فصاحت جو بالتخصیص دھقانیوں میں پائي جاتي تھي اور اس سبب سے اُس کے مضامین طبعي جوشوں پر مبني ھوتے تھے اور دلوں پر زیادہ اثر کرتے تھے — دوسرے بے مثل اور بے نظیر حافظہ - اگرچہ بن لکھے پڑھوں کا حافظہ ھمیشہ قوي ھوتا ھی مگر عرب والوں کا حافظہ بہت قوي تھا — اسي قوت حافظہ کے سبب وہ اپني قوموں کی تمام نسلوں کو یاد رکھتے تھے - اور نسلوں کے یاد رکھنے کو نہایت فخر سمجھتے تھے جو رفتہ رفتہ ایک علم ھوگیا اور "علم الانساب" اُس کا نام پڑگیا — اھل عرب کي عادت تھي کہ اپنے نسب پر بہت فخر کرتے تھے اور ھر موقع پر اُس کا ذکر کرنے اور اُس پر شیخي بگھار نے سے نہ چوکتے تھے - اور اس سبب سے اُن کو صرف اپنا ھي نسب نامہ یاد رکھنا کافي نہ تھا بلکہ اپنے مخالفوں اور رقیبوں اور ھمسایوں کا نسب نامہ بھي یاد رکھنا ضرور ھوتا تھا تاکہ اپني شیخي کے سامنے دوسرے کي شیخي نہ چلنے دیں - لکھنا اُن کو آتا نہ تھا اس لیئے اُن کے نسب نامے لکھے ھوئے نہ تھے — جہاں تک یاد تھي یا جو باتیں یاد رکھنے کے قابل تھیں وہ سب بر زبان یاد تھیں اُن کا حافظہ ھي اُن کے لیئے لوح محفوظ تھا — حافظہ کیسا ھي قوي ھو مگر تمام پشتوں کا بترتیب یاد رکھنا ایک غیر ممکن بات تھي اس سبب سے بڑے بڑے جلیل القدر اور مشہور معروف اشخاص کے نام تو ضرور یاد رھتے باقي لوگوں کے نام جسقدر یاد رہ سکتے تھے اُس قدر رھتے تھے — اُن مشہور آدمیوں کے نام یاد رھنے کا یہہ بھي بڑا سبب تھا کہ اُن کے نام اور اُن کے حالات شعروں میں ھوتے تھے جو بڑے بڑے معرکوں اور میلوں اور لڑائیوں میں نہایت فخر کے ساتھہ پڑھے جاتے تھے - ان سب رسموں اور عادتوں کا نتیجہ یہہ تھا کہ ھر شخص اپنے آپ کو اور اپنے ھمسایہ اور اپنے مخالف اور

رقیب کو بخوبی جانتا تھا کہ وہ کس قوم اور کس نسل کا ہی اور کسیٌ کو ایسیٔ جرأت اور ایسی طاقت نہ تھي کہ اپنی قوم اور نسل کو بدل سکے یا جھوت موت اپنے آپ کو کسي ایسي نسل کا جس نسل کا درحقیقت وہ نہیں ھی کہنے لگے — مگر با این ہمہ سلسلہ وار تمام پشتوں کو بتلا دینا ھر ایک کو نام بنام مورث اعلی تک گن دینا ایک غیر ممکن امر تھا اس لیئے ہرشخص اپنے باپ دادا کے نام وھاں تک بیان کرسکتا تھا جہاں تک یاد ہوتے تھے — پھر بیچ کي پشتوں کو چھوڑ کر اُن کے نام لیدیتا تھا جن کے نام اشعار میں مذکور ہوتے تھے — پس جس مورخ نے ایسے لوگوں کا پورا سلسلہ وار نسب نامہ بیان کرنا چاہا اُس کو یہہ سب دقتیں پیش آئیں اور یہہ ایسي مشکلیں تھیں جنکا حل ہونا کچھہ آسان نہ تھا *

ایک اور مشکل عرب کے نسب ناموں میں یہہ تھي کہ ایک ھي نام کے کئي کئي شخص نسب ناموں میں ہوتے تھے اور اس لیئے مورخ دھوکے میں پڑجاتے تھے اور پچھلے شخص کو وہ شخص سمجھہ جاتے تھے جو اگلوں میں اُسي نام کا کوئي گذرا ھی اور جو پشتیں اُن دونوں شخصوں کے درمیان میں فی الحقیقت گذري ھیں اُن کا ذکر چھوت جاتا تھا اور جبکہ ایک شخص کے کئي نام ھوتے تھے تو دوسري قسم کا دھوکا پڑتا تھا — تجنیس خطی کے سبب سے ایک ھي نام کو بعضوں نے کچھہ پڑھا اور بعضوں نے کچھہ — شام میں اور عرب میں یہہ بھي دستور تھا کہ بجاے باپ کے نام کے اُس شخص کا نام لیدیتے تھے جو نسب نامہ کے اشخاص میں معروف و مشہور ہوتا تھا یا جس سے نسل گئي جاتي تھي — چنانچہ سینت متي حواري نے اپني انجیل میں حضرت عیسیٰ کے نسب نامہ میں لکھا ھی کہ " کتاب نسب نامہ عیسیٰ مسیح ابن داؤد ابن ابراھیم " حالانکہ مسیح سے داؤد تک اور داؤد سے ابراھیم تک بہت سي پشتیں ھیں مگر داؤد جو ایک نہایت مشہور نام تھا اُن ھي کا بیتا حضرت مسیح کو بتادیا اور ابراھیم کا بیتا داؤد کو کہدیا جس سے نسل چلي تھي اور بیچ کے سب نام چھوڑ دیئے *

عرب کے لوگوں کي یہہ بھي عادت تھي کہ اپنے باپ داداؤں کے ناموں کو جہاں تک اُن کو یاد ہوتے تھے بیان کرتے جاتے اور جب اُن کي یاد کے نام ختم ہوجاتے تھے تو اخیر یاد میں رہے ہوئے شخص کو اُس کا بیتا کہدیتے تھے جس سے وہ نسل چلي ھی یا جب وہ ایسے شخص پر پہونچتے تھے جس کو ھر کوئي یقیناً اُسي کي اولاد میں جانتا ھی جس سے نسل چلي ھی تو اُس شخص کو اُسي کا بیتا کہدیتے تھے اور اسی سبب سے مورخوں کو ایسے لوگوں کا سلسلہ وار نسب نامہ لکھنے میں اور بھي مشکل پڑتي ھی *

جبکہ ھم اپنے پیغمبر خدا محمد رسول اللہ صلعم کا نسب نامہ سلسلہ وار لکھنا چاہتے ھیں تو اُس میں بھي یہہ سب مشکلات پیش آتي ھیں — آنحضرت صلعم کو اپنے نسب نامہ کے بیان کرنے کي کوئي ضرورت نہ تھي اور اسي سبب سے کوئي صحیح حدیث آنحضرت

صلعم کے نسب نامہ کی موجود نہیں ھی - یہہ بات بے شک اُنہوں نے فرمائی کہ " ابراھیم خلیل اللہ میرے باپ اور میرے ولی ھیں " جیسا کہ ترمذی نے عبداللہ ابن مسعود کی روایت سے بیان کیا ھی مگر کرسی نامہ کے طور پر نہ کبھی اپنا نسب نامہ بیان فرمایا اور نہ اُس کے بیان کی ضرورت تھی کیونکہ تمام عرب کے لوگ یقینی بلا کسی شک و تردد کے جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ قبیلہ قریش سے ھیں اور اس بات پر بھی سبکو یقین تھا کہ قبیلہ قریش کا معد ابن عدنان کی اولاد میں ھی عدنان اولاد ھی قیدار ابن اسمعیل ابن ابراھیم کی اور اتنی ھی بات اس امر کے ثبوت کے لیئے کہ آنحضرت صلعم اولاد اسمعیل ابن ابراھیم میں ھیں کافی تھی گو اُنکے درمیان میں کتنی ھی پشتیں گذری ھوں جنکی تعداد میں اختلاف ھو *

ھاں اس بات میں کچھہ شک نہیں کہ جب لوگوں نے آنحضرت صلعم کا نسب نامہ بترتیب لکھنا چاھا تو اُس میں اختلاف ھوا اسی بناء پر کاتب الواقدی نے ایک قول آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کرکے لکھا ھی کہ " کذب النسابون " یعنی نسب بیان کرنے والے جھوٹے ھیں — اور مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذھب میں ایک روایت بیان کی ھی کہ اسی اختلاف کے سبب جو نسب نامہ میں لوگ کرتے تھے فرمایا ھی کہ معد ابن عدنان سے آگے مت بڑھو کیونکہ آنحضرت صلعم نسب نامہ کے بڑی دور تک ھونے سے اور اُس کے زمانہ دراز میں متعدد رائیں ھونے سے بخوبی واقف تھے — بعضی روایتوں میں آیا ھی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ " انا ابن الذبیحین " یعنی میں دو قربانی کیئے گئے شخصوں کا بیٹا ھوں اور اس قربانی سے لوگ سمجھتے ھیں کہ اُن دونوں شخصوں سے اِسمعیل ابن ابراھیم اور عبداللہ اب محمد رسول اللہ مراد ھیں —

و لذالک (ای لتنازع الناس فی النسب) نهی النبي صلعم عن تجاوز معدلعلمه من تباعد الانساب و کثرة الاراء فی طول هذه الاعصار (مروج الذهب مسعودی) -

ابوالفدا نے حضرت ام سلمہ زوجۃ النبی صلعم سے روایت لکھی ھی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ عدنان بیٹا ادد کا اور وہ بیٹا زید کا اور وہ بیٹا برا کا اور وہ بیٹا عراق الثری کا ھی اور ام سلمہ نے یہہ بھی کہا کہ زید اور ھمیسع ایک ھی شخص کا نام ھی اور برا نبت اور اسمعیل اور عراق الثری ایک ھیں *

و روی عن ام سلمة زوجة النبی صلعم انها قالت قال رسول اللہ صلعم عدنان ابن ادد بن زید بن برا بن عراق الثری فقالت ام سلمة زید ھمیسع وبرا نبت و اسمعیل عراق الثری -

یہہ تمام روایتیں جو اوپر بیان ھوئیں محض غلط اور بے سند ھیں اور ذرا بھی اعتبار کے لایق نہیں — آنحضرت صلعم کے روبرو کبھی آنحضرت کے نسب نامہ کی نسبت ذکر نہیں ھوا — صرف اُنکے نسب کا یقین کہ قریش ھیں تمام عرب کے دلوں پر جما ھوا تھا

اور اسکي کوئي وجهه نه تهي که اُس زمانه میں آنحضرت صلعم کے نسب نامه پر کچهه بحث هوتي — کئي صدي بعد جب کتابوں کي تحریر کا رواج شروع هوا اور مورخین کو نسب نامه کي تحقیق میں مجبوري هوئي تو اُنهوں نے اپني کتابوں کے رونق دینے کو جهوتي روایتیں خود گهرلیں یا افواهاً سني سنائي اپنے مطلب کے موافق سمجهه کر بلا تحقیق مندرج کردیں — انا ابن الذبیحین کي روایت نهایت غلط هی — اسمعیل کبهي قرباني نهیں هوئے جیسا که همنے اپنے اُس خطبه میں ثابت کیا هی جو عرب کے تواریخي جغرافیه پر لکها هی اور عبدالله کي قرباني کا بیان محض غلط هی — هاں بلاشبهه ترمذي نے جو روایت عبدالله ابن مسعود سے بیان کي هی وه کسیقدر اعتبار کے لایق هی — عبدالله ابن مسعود کهتے هیں که رسول خدا صلعم نے فرمایا که هر ایک نبي کے لیئے ایک مربي نبیوں میں سے هوتا هی اور میرا مربي میرا باپ میرے پروردگار کا دوست (یعني ابراهیم) هی پهر قران کي یهه آیت پڑهي که سب سے زیاده دوست ابراهیم کے وه هیں جنهوں نے اُسکي پیروي کي هی اور یهه نبي یعني محمد رسول الله اور وه لوگ جو ایمان لائے هیں اور الله سب ایمان والوں کا دوست هی — پانچ شخص هیں جنکي تحقیق کیئے هوئے نسب ناموں میں معد ابن عدنان سے لیکر ابراهیم تک پشتوں کا بیان هوا هی — ایک بیهقي — دوسرے ابن هشام — تیسرے ابن الاعرابي — چوتهے برخیا کاتب الوحي ارمیا نبي علیه السلام — پانچویں الجرا *

عن عبدالله ابن مسعود قال قال رسول الله صلعم ان لکل نبي ولاة من النبیین وان ولیي ابي وخلیل ربي ثم قرا " ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهذا النبي والذین آمنوا والله ولي المومنین " (رواه الترمذي)

ان میں سے پہلے یعني بیهقي نے عدنان سے ابراهیم تک دس پشتیں اس طرح پر لکهي هیں " عدنان ابن عدد ابن المقوم بن یاحور بن یارح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسمعیل بن ابراهیم " *

اور دوسرے شخص ابن هشام نے اپني کتاب المغازي و سیر میں نو پشتیں اس طرحپر لکهي هیں " عدنان ابن عدد ابن ناحور ابن سود ابن یعرب ابن یشجب ابن نابت ابن اسمعیل ابن ابراهیم " *

اور اُسي کتاب کے دوسرے نسخه میں گیاره پشتیں اس طرح پر لکهي هیں " عدنان ابن ادد ابن سام ابن یشجب ابن یعرب ابن الهمیسع ابن ساتو ابن یامن ابن قیدار ابن اسمعیل ابن ابراهیم " *

اور تیسرے شخص یعني ابن الاعرابي نے اس طرح پر نو پشتیں نسب نامه میں مندرج کي هیں " عدنان ابن اد ابن ادد ابن الهمیسع ابن نابت ابن سلامان ابن قیدار ابن اسمعیل ابن ابراهیم *

اول تو ان نسب ناموں کو اسمعیل تک سمجھنا غلطی ہے کیونکہ اس کے لکھنے والوں نے جہاں تک اُن کو نام یاد تھے وہاں تک لکھہ کر اُس کے مشہور اشخاص قیدار و اسمعیل کا نام لکھدیا ہے اور بیچ کے نام جو یاد نہ رہے تھے چھوڑ دیئے ہیں - جن لوگوں نے اُنکو پورا سمجھا ہے بڑی غلطی کی اور خود اُس زمانہ سے جو عدنان اور ابراھیم کے درمیان میں گذرا ہے اُن کی غلطی ثابت ہوتی ہے — دوسرے یہہ کہ نسب نامے خود بھی غلط ہیں ابن ھشام کے دونوں نسخے آپسمیں مختلف ہیں اور نابت کے ذریعہ سے اسمعیل تک قریش کا نسب نامہ پہونچانا ایک ایسی غلطی ہے جو خود عرب جاھلیت کی روایتوں سے جو تاریخی وقعت کے درجہ کو پہونچ گئی ہیں غلط ثابت ہوتی ہے - ابن الاعرابی کے نسب نامہ کا بھی کچھہ ثبوت روایتاً یا درایتاً نہیں ہے *

پس دو نسب نامے باقی رہ گئے ایک باروخ یا برخیا کاتب الوحی ارمیا نبی کا اور دوسرا الجرا کا — ابوالفدا نے بھی لکھا ہے کہ جو نسب نامہ الجرانے لکہا ہے وہی درست ہے اور وہی اختیار کرنے کے لایق ہے - کوئی وجہہ اس بات کی نہیں ہے کہ حضرت اسمعیل کی اولاد کا جو سلسلہ برخیا کاتب الوحی حضرت یرمیا نبی نے اپنے زمانہ تک کا لکہا ہے اُس پر ہم اعتبار نہ کریں خصوصاً اُس وجہہ سے کہ معد ابن عدنان حضرت یرمیا نبی کے وقت میں تھے اور بخت نصر کے ھنگامہ میں حضرت یرمیا نبی نے اُن کو بچایا تھا اور ساتھہ لیگئے تھے اور یہہ ایک قوی قرینہ اسبات کا ہے کہ برخیا کاتب الوحی یرمیا نبی کو معد کا نسب نامہ لکھنے کی اسمعیل ابن ابراھیم تک ضرورت پڑی ہوگی - یہہ شجرہ حضرت اسمعیل کی اولاد کا یا یوں کہو کہ معد ابن عدنان کا ابراھیم تک نسب نامہ جو برخیا کاتب الوحی نے لکہا ہمارے ہاں کی کتابوں میں بھی مندرج ہے - چنانچہ مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذھب میں اُس کو بعینہ نقل کیا ہے — ھشام کلبی کی روایت جو واقدی میں ہے اُس میں اُسی شجرہ کو بیان کیا ہے مگر ناموں کے تلفظ میں بہ سبب متجانست الفاظ کے اور نقل کے فرق ہوگیا ہے مثلا ایک نے ایک نام لکہا ہے اقناد قاف اور نون سے دوسرے نے لکہا ہے افتاد فے اور تے سے یا مثلا ایک نے لکہا ہے عیسی بالیاء اور دوسرے نے لکہا ہے عیسر بالراء اور غالباً کاتب نے کشش دار حرف یا کو حرف الراء سمجھہ لیا ہے اسی طرح ناموں کے تلفظ و نقل میں اختلاف ہے ورنہ وہ دونوں واحد ہیں اور وہی شجرے ہیں جو برخیا کاتب الوحی نے اپنے زمانہ تک کے لکھے ہیں *

واماالذی ذکرہ الجرا فی الفسابة فی شجرة النسب و ھوالمختار (ابوالفدا) -

الجرا کا نسب نامہ درحقیقت اسمعیل ابن ابراھیم تک نہیں ہے بلکہ حمل ابن معد ابن عدنان اول تک ہے یعنی وہاں تک کہ برخیا کاتب الوحی نے شجرہ لکہا تھا

مگر جو کہ الجرا نے بھی اُن ناموں کو جو برخیا کاتب الوحی نے لکھے تھے چھوڑ کر حسب دستور عرب و شام اُس کے اخیر میں قیدار بن اسمعیل اور ابراھیم کا نام لکھدیا تھا — لوگوں کو شبہہ پڑا کہ یہہ مستقل جداگانہ نسب نامہ ہی حالانکہ درحقیقت وہ برخیا کاتب الوحی کے نسب نامہ کا تتمہ ہی — ایک اور وجہ غلطی میں پڑنے کی یہہ بھی ہوتی ہی کہ برخیا کاتب الوحی اور الجرا کے نسب نامہ میں مکرر نام آتے ہیں خصوصاً معد اور عدنان کے اور اس سبب سے لوگوں نے اُسکو جداگانہ نسب نامہ خیال کیا حالانکہ مکرر ناموں کا آنا کوئی امر قابل اشتباہ کے نہیں ہی — پس اب ہم برخیا کاتب الوحی کے نسب نامہ کے نیچے الجرا کا نسب نامہ جو اُس کا تتمہ ہی لگادیتے ہیں جس سے آنحضرت صلعم کا نسب نامہ اسمعیل ابن ابراھیم تک پورا ہو جاتا ہی جن وجوہات سے کہ ہمنے الجرا کے نسب نامہ کو برخیا کاتب الوحی کے نسب نامہ کا تتمہ بیان کیا اور دونوں کی صحت کو تسلیم کیا اُس کی وجوہات یہہ ہیں *

اول یہہ کہ اسمعیل سنہ ۲۰۹۴ دنیاوی مطابق سنہ ۱۹۱۰ قبل مسیح کے پیدا ہوئے تھے اور محمد صلعم سنہ ۴۵۷۰ دنیاوی مطابق ۵۷۰ بعد مسیح کے پیدا ہوئے تھے پس دونوں ولادتوں میں چوبیس سو چھتر برس کا فاصلہ ہی اور اسمعیل سے آنحضرت تک اس نسب نامہ کی ستر پشتیں گذرتی ہیں جو از روے حساب اُس سلسلہ نسل کے جو علی العموم علوم طبعی کی تحقیقات سے اختیار کیا جاتا ہی بالکل صحیح ہی یعنی قریب تین پشت کے ایک صدی میں *

دوسرے یہہ کہ معد و ارمیا نبی دونوں ایک وقت میں تھے چنانچہ مروج الذهب مسعودی جلد ۴ صفحہ ۱۱۹ میں لکھا ہی کہ معد ابن عدنان کے ارمیا نبی کے ساتھہ جو حالات گذرے ہیں وہ بہت طولانی ہیں — وہ حالات یہہ ہیں کہ جب بخت نصر نے عرب پر حملہ کیا اور عدنان اور بنی جرہم کو شکست دی اور مکہ کو لوٹ لیا اور صدہا آدمیوں کو پکڑ کر بابل میں لیگیا اُس وقت اللہ تعالی نے معد ابن عدنان کو اُس سے بچایا اور ارمیا نبی اور برخیا خدا کے حکم سے معد کو اپنے ساتھہ لیگئے اور حوران میں اُن کو بحفاظت رکھا — ارمیا نبی کا زمانہ سال دنیوی کے حساب سے چونتیسویں صدی میں یعنی چھٹی صدی قبل مسیح میں تھا اور جو نسب نامہ ہمنے صحیح قایم کیا ہی اُس میں بھی نسلوں کا عام سلسلہ بموجب معد بھی اُسی زمانہ میں ہوتا ہی جو ایک نہایت قوی دلیل اُس سلسلہ کی صحت کی ہی اور برخیا کاتب الوحی کی تاریخانہ تحریر اور عام عرب کی مشہور روایت سے عجیب طرحپر مطابقت

وقد كان لارميا معه معد بن عدنان اخبار يطول ذكرها (مسعودي) —

ی جاتي هی *

سر ولیم میور نے اپني کتاب لائف آف محمد جلد ۱ صفحه ۱۹۳ میں لکھا هی که یهه روایت معد اور ارمیا نبي کي صحیح معلوم نهیں هوتي اسلیئے که آنحضرت صلعم و عدنان میں اتهاره پشتیں هیں اور نسلوں کے صحیح حساب سے عدنان کي پیدایش سنه ۱۳۰ قبل مسیح سے پہلے کي نهیں هوسکتي حالانکه بخت نصر کے حملوں کا زمانه سنه ۵۷۷ قبل مسیح میں پایا جاتا هی *

مگر سر ولیم میور کو ناموں کے متحد هونے سے یهه شبهه پڑا هی — عدنان بهي دوهیں اور معد بهي دوهیں — ایک وه هیں جو برخیا کاتب الوحي کے شجره میں هیں اور دوسرے وه هیں جو الجرا والے نسب نامه میں هیں — پس وه روایت نسبت پہلے معد ابن عدنان کے هی — سر ولیم میور نے دوسرے معد ابن عدنان کي نسبت وه روایت تصور کي هی — عک بلاشبهه معد کا بهائي تها مگر اُس سے پہلے معد کا نه دوسرے معد کا جیسا که سر ولیم میور نے تصور کیا هی — عرب کے ضلع حضرموت میں جو قلعه قوم عاد کا از نام حصن الغراب تها اور جس میں سے ایک کتبه نکلا جس میں هود پیغمبر کا ذکر هی اور اُس میں عک کا بهي نام هی — یهه عک اُسي پہلے معد کا بهائي معلوم هوتا هی *

همارے اس خطبه کے پڑهنے والوں کو یاد رکهنا چاهیئے که محمد صلعم سے عدنان تک جو همارے مرتبه شجره میں پچاسویں نمبر پر هی پشتوں کا سلسله عموماً تسلیم کیا گیا هی اور کسي مورخ کو اُس میں اختلاف نهیں هی مگر عدنان سے آگے بلحاظ اُن وجوهات کے جو اوپر مذکور هوئیں مورخوں میں اختلاف هی — بیهقي کا قول هی که "

قال البیهقي المذکور و کان شیخنا ابو عبدالله الحافظ یقول نسب رسول الله صلعم صحیحة الي عدنان و ماوراء عدنان فلیس فیه شئي نعتمد علیه (ابوالفدا)

اُسکے اُستاد حافظ ابو عبدالله کہتے تهے که رسول خدا صلعم کا نسب عدنان تک صحیح هی اور اُس سے اوپر کوئي ایسي چیز نهیں هی جس پر بهروسا کیا جاوے " مگر یاد رکهنا چاهیئے که یهه قول بیهقي کا اگر صحیح هو تو اُسکے اُستاد کي ایک راے و سمجهه هی کوئي مذهبي حدیث نهیں هی جس پر یهه استدلال هوسکے که مذهبي روایت کے بموجب اُس کي صحت نهیں هی *

بلاشبهه اهل عرب بني اسرائیل سے نهایت قرابت قریبه رکهتے تهے وه اسمعیل کي اولاد تهي اور یهه اُس کے بهائي اسحق کي — وه ان پڑه جاهل تهے اور یهه لکهے پڑهے قابل — پس یهه ایک قدرتي و طبعي بات تهي که جس بات سے وه ناواقف هوں اپنے اسرائیلي بهائیوں سے اُس کو دریافت کریں یا جس بات کي تفصیل محمد رسول الله نے نهیں فرمائي

تهي أس کا مفصل حال اپنے اسرائیلي بهائیوں سے پوچهیں - خصوصاً اس وجهه سے که آنحضرت صلعم نے گذشته حالات و تاریخي واقعات کي نسبت بني‌اسرائیل سے روایت کرنے کو منع نہیں فرمایا تها بلکه اجازت دي تهي اور جس کسي بات میں کوئي خاص حکم نه تها تو یہود کي تتبع کو جو اهل کتاب تهے مناسب سمجها تها - پس جبکه مسلمانوں کو اپنے پیغمبر کے نسب نامه لکهنے کا خیال هوا جس کا کبهي مذکور آنحضرت صلعم کي زندگي میں نہوا تها تو بلا شبهه أنهوں نے یہودیوں اپنے اسرائیلي بهائیوں سے جو لکهے پڑهے تهے اور جنکے هاں تاریخ نویسي اور نسب ناموں کي تحریر کا بهي سلسله جاري تها مدد لي اور أن کي کتابوں کي بهي تحقیق کي اور نسب نامه مرتب کیا اور یهي وجهه هوئي که بسبب مشابه هونے حروف تہجي عبري کے پهر أسکي دوسرے خط کوفي میں نقل هونے پهر خط ثلث میں نقل هونے اور پهر موجوده خط عربي میں نقل هونے سے الفاظ کا اولٹ پهیر و تلفظ کا ادل بدل هوا اور کاتبوں کي غلطي سے کوئي نام ره گیا کوئي بڑه گیا جو منشاء اختلاف هی مگر جب کمال غور و فکر سے أسپر لحاظ کیا جاوے تو أس کي صحت بخوبي هوسکتي هی جیسیکه بقدر اپني فہم کے همنے کي هی - چنانچه انهي واقعات کا ذکر واقدي نے اپني کتاب میں کیا هی که میں نے اس بات میں که معد أولاد قیدار بن اسمعیل میں هی کسیکا اختلاف نہیں دیکها اور یہه اختلاف جو آپ کے نسب میں هی اس بات کي دلیل هی که اهل عرب کو یا مسلمانوں

ولم ار بینهم اختلافاً ان معد من اولاد قیدر بن اسمعیل وهذا الاختلاف في نسبه یدل علی انه لم یحفظ و انما اخذ ذلک من اهل الکتاب و ترجموه لهم فاختلفوا فیه و لو صح ذلک کان رسول الله اعلم الناس به فالامر عندنا علی الانتهاء الي معد ابن عدنان ثم الامساک عما وراء ذلک الي اسمعیل ابن ابراهیم (کاتب الواقدي) -

کو نسب نامه یاد نہیں تها أنهوں نے یہه نسب نامه اهل کتاب سے لیا هی أنهوں نے أس کو ترجمه کردیا اور پهر أن کو أس میں اختلاف هوگیا - اور اگر یہه نسب نامه صحیح هوتا تو رسول خدا صلعم سب لوگوں سے زیاده أس کے جاننے والے تهے پس همارے نزدیک بہتر یہه هی که معد ابن عدنان تک ٹهیر جانا چاهیئے اور أس سے آگے اسمعیل تک کچهه نه کهنا چاهیئے *

واقدي کے اس فقره کو سر ولیم میور نے بهي اپني کتاب لائف آف محمد میں نقل کیا هی مگر اس میں کوئي ایسي بات جس میں آنحضرت صلعم کے اولاد اسمعیل هونے میں شبهه پڑے نہیں هی - یہه بات سچ هی که همکو نسب نامه ابراهیم تک یاد نه تها یہه بهي سچ هی که همنے یہودیوں سے جو همارے اسرائیلي بهائي هیں یا أن کي کتابوں سے أس کي تحقیق کرنے پر مدد لي هی - جو وجهه اختلاف همنے بیان کي هی أسوکي طرف واقدي نے بهي اشاره کیا هی - یہه بهي سچ هی که رسول خدا صلعم اعلم الناس تهے اگر أن

کے سامنے اس کا تذکرہ ہوتا یا اُس کے بیان کی ضرورت ہوتی یا آنحضرت سے پوچھا جاتا تو خدا کی ہدایت سے بالکل صحیح و درست بتلا دیتے - مگر نہ اُس کی ضرورت ہوئی نہ آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا اور اسی وجہہ سے ہمکو اور ذریعوں سے تحقیق کرنے کی ضرورت پڑی باقی جو کچھہ واقدی نے کہا ہی وہ خاص واقدی کی رائے ہی - اُس کے نزدیک معد بن عدنان تک نسب نامہ کی تحقیقات میں کچھہ شبہہ نہیں رہا اوس سے زیادہ اُسکو تحقیق نہیں ہوا اسلیئے وہ کہتا ہی کہ معد بن عدنان سے زیادہ بیان کرنا کچھہ ضرور نہیں مگر ہماری تحقیق یہہ ہی کہ بروخیا کاتب الوحی ارمیا نبی کا لکھا ہوا شجرہ صحیح ہی اور وہ اسمعیل ابن ابراہیم تک پہونچا ہوا ہی *

سرولیم میور صاحب کا یہہ کہنا ہم دل سے قبول کرتے ہیں کہ " یہہ بات صاف صاف تسلیم کی جاتی ہی کہ آنحضرت صلعم کا نسب نامہ عدنان تک خاص عرب کی ملکی روایتوں سے لیا گیا ہی اور عدنان سے آگے یہودیوں سے " مگر ہماری تحقیق اور سرولیم میور کی تحریر میں اتنا فرق ہی کہ وہ اُس عدنان تک عرب کی ملکی روایتوں کا نسب نامہ بتلاتے ہیں جو ہمارے مرتبہ کرسی نامہ میں پچاس نمبر پر ہی اور ہم اُس عدنان تک ملکی روایتوں کا نسب نامہ قبول کرتے ہیں جو اکتالیس نمبر پر ہی اور باقی کو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہود کی تاریخ سے لیا ہوا ہی *

ہمکو اسبات کے دیکھنے سے نہایت تعجب ہوتا ہی کہ عیسائیوں نے اپنی کتابوں اور تحریر میں کیوں اس امر کے ثابت کرنے میں بیفائدہ سعی کی ہی اور اپنا وقت ضایع کیا ہی اور قوائے عقلیہ و دماغیہ کو صرف کیا ہی - جس سے ہم مسلمان کبھی منکر نہیں ہوئی یعنی یہہ امر کہ یہودیوں اور مسلمانوں کے مذہب میں ایک تعلق ہی اور پچھلا پہلے پر مبنی ہی - اور جب وہ اس امر کو نہایت سعی بے حاصل سے ثابت کرچکتے ہیں تو از راہ طعن ہم پر یہہ الزام لگاتے ہیں کہ ہمنے فلاں فلاں بات یہودیوں کے مذہب سے لی ہی گویا مذہب اسلام میں ایسی بات نہیں ہی جو خود وہ اپنے اصول پر قایم ہو بلکہ یہودیوں کے ہاں سے چرایا ہوا ہی اور جیسیکہ مذہب عیسائی بالکل مذہب یہود کا محتاج ہی ویسا ہی مذہب اسلام بھی مذہب یہود کا محتاج ہی — اگرچہ یہہ امر کہ کون سا مذہب مسلمانی یا عیسائی زیادہ تر بلکہ بالکل مذہب یہود کا محتاج ہی ہر ایک پر روشن ہی مگر ہم خوشی سے امر مذکور کو تسلیم کرینگے کیونکہ جو مشابہت ان دونوں ربانی الہامی مذہبوں میں پائی جاتی ہی اُس سے انکار کرنے کے بدلے ہم اُسکو اپنا نہایت فخر سمجھینگے کہ ہم مسلمان ہی ہیں جو ہر ایک سچے اور خدا کے بھیجے ہوئے نبی کے سچے پیرو ہیں — ہم ہی یقین کرتے ہیں کہ آدم و نوح اور ابراہیم و یعقوب و اسحاق و اسمعیل و موسی و عیسی اورمحمد صلوات اللہ علیہم اجمعین

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا الله (قران) — سب کا ایک هي دین تها — همارے پیغمبر کو خدا نے فرمایا کہ " یهودیوں اور عیسائیوں سے کهدے کہ ایک بات کو مان لو جو تمهارے هاں بهی وهی هی اور وہ یہہ هی کہ خدا کے سوا اور کسیکو مت پوجو" هم مسلمانوں کا ذاتي فخر یہي هی کہ هم یهودیوں سے زیادہ موسیٰ کلیم الله کے اور عیسائیوں سے زیادہ عیسیٰ روح الله کے پیرو هیں جنهوں نے یحییٰ و عیسیٰ اور محمد رسول الله کے مبعوث هونے کي خبر دي تهی اور اُنکي پیروی کي هدایت کي تهي — مگر یهودیوں نے اُن دونوں کو اور عیسائیوں نے اُس پچهلے کو جسپر ایمان کا خاتمہ تها نہ مانا — مگر سچے پیروي موسیٰ و عیسیٰ کي هم مسلمانوں هي نے کي *

آنحضرت صلعم کے نسب نامہ کي نسبت کیا بیهودہ گفتگو عیسائیوں نے کی هی — خدا تعالی کے اُس وعدہ کا پورا هونا جو اُسنے بني اسرائیل سے موسیٰ کي زباني کیا کہ " میں تمهارے بهائیوں یعني بني اسمعیل میں سے موسیٰ کي مانند ایک نبي پیدا کرونگا " کچهہ اسمات پر منحصر نہ تها کہ بني اسمعیل کي نسلوں محمد سے لیکر اسمعیل تک همکو کامل ترتیب اور پوري تعداد سے یاد هوں اور نہ اسمات پر اُسکا انحصار تها کہ وہ کرسي نامہ هم عرب کي ملکي روایتوں سے یاد کریں یا یهود کي روایتوں اور بروخها کاتب الوحي ارمیا نبي کی تحریروں سے — وہ تو اسمعیل کي اولاد میں سے ایک کے لیئے هونا تها سو محمد رسول الله کي نسبت پورا هوا — تمام عرب اور یهود اور عرب کے قرب و جوار کي تمام قومیں اور تمام اگلے اور پچهلے مورخ خواہ وہ عرب کے رهنے والے هوں یا کسي اور ملک کے مسلمان هوں یا کسي اور مذهب کے اسمات میں ذرا بهي شبهہ نهیں رکهتے بلکہ بالکل تسلیم کرتے هیں کہ محمد رسول الله بني هاشم قریش اسمعیل ابن ابراهیم کی اولاد میں هیں — محمد رسول الله نے قریش کو پکارکر مخاطب کیا کہ " ابیکم ابراهیم " جسکو سب نے تسلیم کیا اور کون ایسا شخص هی کہ جس میں اسقدر جرأت هو کہ وہ سچ بات کو تسلیم نہ کرے — چنانچہ هم اس مقام پر چند رائیں عالم مورخوں کي نقل کرتے هیں ابوالفدا

لکهتا هی کہ " نسب آنحضرت صلعم کا عدنان تک متفق علیہ هی بغیر اختلاف کے اور اس میں بهي کہ عدنان اولاد اسمعیل ابن ابراهیم میں هی کچهہ اختلاف نهیں هی لیکن اُن پشتوں کي تعداد میں اختلاف هی جو عدنان اور اسمعیل کے درمیان میں هیں — پس بعضوں نے تو چالیس پشتوں کے قریب

و نسبہ صلعم الی عدنان متفق علیہ من غیر خلاف و عدنان من ولد اسمعیل بن ابراهیم الخلیل علیہ السلام من غیر خلاف لکن الخلاف في هذہ الاباء الذین بین عدنان و اسمعیل فعد بعضهم منها نحو اربعین رجلا وعد بعضهم سبعة (ابوالفدا) —

گئي هيں اور بعضوں نے سات " جن لوگوں نے جس شبهه سے سات گئي تهيں اُس كي تفصيل هم اوپر بيان كر چكے هيں پس اصل ميں وه بهي كچهه اختلاف نه تها بلكه صرف سمجهه كي غلطي تهي *

مشهور مورخ مستر گبن جو تمام عالم ميں مشهور هے لكهتا هے كه " محمد كو حقير اور مبتذل نسل سے كهنا عيسائيوں كا ايك احمقانه افترا هے — ايسا افترا كرنے سے بجاے اسكے كه اپنے مخالف كي خوبيوں كو گهٹاويں اُس كي خوبيوں كو اور زياده بڑهاتے هيں اسمعيل سے اُن كي نسل كا هونا ايك قومي تسليم كي هوئي بات اور ملكي روايت سے ثابت شده امر هے — بالفرض اگر كرسي نامه كي پهلي نسلين بخوبي معلوم نه هوں اور ابهام ميں هوں تو اور بهت پشتيں ايسي هيں جو صاف صاف شريف و نجيب هيں وه قريش اور بني هاشم هيں جو اهل عرب ميں نهايت نامي اور مكه كے فرماں روا اور كعبه كے موروثي محافظ تهے " *

روزنت مستر فارستر صاحب بهي يهي گواهي ديتے هيں اور اُنكي گواهي ايسي هے جو غالباً اُنهوں نے خوشي سے نديي هوگي وه لكهتے هيں كه " اب تك همنے قيدار كا سراغ قديمي جغرافيه سے لگايا هے اب اسناد كا ديكهنا باقي هے كه قديمي روايتوں كو عرب كي روايتوں كے ساتهه مقابله كرنے سے كيا ثبوت حاصل هوسكتا هے — كيونكه يورپ كے نكته چينوں كي راے ميں عرب كي ايسي روايت جسكي تائيد ميں اور كوئي ثبوت نه هو گو كيسے هي اعتراض كے قابل هو مگر روايت كي جانچ اور پرتال كے جو قوانين مسلمه هيں اُنكے مطابق اُنپر غور كرنے سے اسناد كا انكار كرنا ناممكن هے كه وه روايت مذهبي اور دنياوي دونوں طرح كي تاريخ كے مطابق هے — خاص عرب كے لوگوں كي يهه خاص قديمي روايت هے كه قيدار اور اُس كي اولاد ابتداء ميں حجاز ميں آباد هوئي تهي — چنانچه قوم قريش اور خصوصاً مكه كے بادشاه اور كعبه كے متولي هميشه اس بزرگ كي نسل ميں هونے كا دعوے كرتے تهے اور خاص حضرت محمد نے اسي بنياد پر كه اسمعيل كي نسل اور قيدار كي اولاد هيں اپني قوم كي ديني اور دنيوي عظمتوں كے استحقاق پر تائيد كي هے " *

صرف سروليم ميور نے اپني كتاب لائف آف محمد ميں علماء كي متفق راے سے اختلاف كيا هے هم اُس اختلاف كے جانچنے پر مستعد و آماده هيں — اُنهوں نے صرف اپني قياسي باتوں سے اُن حقيقتوں پر اعتراض كيا هے جو آفتاب كيطرح روشن هيں اور مذهبي اوردنيوي دونوں طرح كي تاريخ سے بلا كسي شبهه كے ثابت هوتي هيں چنانچه سروليم ميور كهتے هيں كه " جو كوششيں هميشه مذهب اسلام كي روايتوں اور عرب كے قصوں كو توريت اور يهوديوں كي روايتوں سے مطابق كرنے كيواسطے كيگئي هيں اُسكو بهي هم اُسي سبب سے منسوب كرسكتے هيں

اس کلیہ کو خاص حضرت محمد کے حالات حیات سے بہت کم تعلق ہی لیکن وہ اُن کے بزرگوں اور عرب کی قدیمی روایتوں سے ایک وسیع اور موثر تعلق رکھتا ہی - یہہ خواہش کہ مذہب اسلام کے پیغمبر کو اسمعیل کی اولاد میں سے خیال کیا جاوے اور غالباً یہہ کوشش کہ وہ اسمعیل کی نسل میں سے ثابت کیئے جاویں اُن کی حین حیات میں پیدا ہوئی تھی اور اس طرح پر محمد کے ابراہیمی نسب نامہ کے ابتدائی سلسلہ گھڑے گئے تھے اور اسمعیل اور بنی اسرائیل کے بے شمار قصے نصف یہودی اور نصف عربی سانچہ میں ڈھالے گئے تھے " *

مگر سرولیم میور کے اس قیاس کی غلطی کیسی علانیہ ظاہر ہی — آنحضرت صلعم کی زندگی میں کبھی اس بات کا خیال بھی نہیں ہوا کہ کوئی نسب نامہ ابراہیم تک درست کیا جاوے نہ کبھی اس بات کا دھیان ہوا کہ آنحضرت کو اولاد ابراہیم ثابت کرنے میں کوشش ہو — یہہ ایک ایسی بات ثابت شدہ و محقق تھی کہ جس میں کسیکو کسی جدید ثبوت کی تلاش کی حاجت نہ تھی — کیا آفتاب نصف النہار کے اثبات کا دن ڈھاڑے کسیکو خیال آسکتا ہی؟ تمام قران مجید میں کہیں اس بات پر زور نہیں ڈالا گیا - تمام معتبر کتابیں حدیثوں کی اس مباحثہ سے خالی ہیں — چند نامعتبر روایتیں جو کئی صدی بعد وفات آنحضرت صلعم کے پیدا ہوئیں اور اُسوقت پیدا ہوئیں جب کتابوں کی تصنیف کا سلسلہ شروع ہوا اور مصنفوں نے آنحضرت صلعم کا نسب نامہ لکھنا چاہا — اُن کا بھی سلسلہ سند آنحضرت تک نہیں پہونچایا گیا — پس یہہ قیاس کونا کیسا غلط قیاس ہی کہ یہہ خواہش آنحضرت صلعم کی زندگی میں پیدا ہوئی تھی — ہمارے علماء نے جب آنحضرت صلعم کا نسب نامہ لکھنا چاہا تو اُسکی تحقیقات کی اور اُسکی نسبت جو اُنکی راے اور تحقیقات ہوئی بلا کسی تامل کے بلا کسی خیال کے بلا کسی تردد کے بلا کسی دل کے دھکڑ پکڑ کے نہایت بے پروائی اور سادگی و صفائی سے لکھدی جس سے خود یہہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمانوں کے دل میں نہ کبھی اس امر میں شبہہ تھا نہ اُن کو تردد تھا نہ کبھی اُنکو اسبات کے ثابت کرنے کی فکر تھی اور نہ کبھی وہ چوری و فریب اُن کے دل میں تھا اور نہ کبھی اُس کے ثبوت کے درپے تھے جسکا قیاس سر ولیم میور نے اپنی راے میں کیا ہی پس وہ اُنکا قیاس محض غلط ہی اور مطلق اعتبار کے لایق نہیں *

اب ہم اس خطبہ کے خاتمہ میں اپنے پیغمبر کا نسب نامہ جس طرح پر کہ ہمنے تحقیق کیا مندرج کرتے ہیں اور جو کہ مجھکو بھی اسبات کا فخر حاصل ہی کہ میں بھی اُسی آفتاب عالمتاب کے ذروں میں سے ہوں اسلیئے اپنے نسب نامہ کو بھی اُسکے ساتھہ شامل کردیتا ہوں تا کہ جو روحانی ارتباط مجھکو اُس سرور دو جہان سے ہی

او جو خون کا اتحاد مجھہ میں اور اُس سرور عالم میں ھی اور جس کے سبب "لحمک لحمی و دمک دمی" کا ھمارا موروثي خطاب ھی اس ظاھری ارتباط سے بھی معزز ھوجاوے *

گرچہ خوردیم نسبتی ست بزرگ
ذرۂ آفتـــاب تا بانیـــم

تمت

الخطبة العاشرة

في

البشارة المذكورة في التوراة والانجيل

يجدونه مكتوبا عندهم في التوراة والانجيل

توریت ز وصف تست معمور * انجیل زنام تست مشہور

قرآن مجید کے بموجب ہم مسلمان اسبات کا یقین رکھتے ہیں کہ توریت اور انجیل دونوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے کی ایسی صاف صاف بشارتیں مذکور ہیں جن میں کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا *

خدا تعالی نے سورہ اعراف میں فرمایا ہی کہ " جو لوگ کہنا مانتے ہیں رسول بن پڑھے نبی کا جس کا ذکر اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں توریت اور انجیل میں وہ اُن کو اچھی باتوں کے کرنے کو کہتا ہی اور بری باتوں کے کرنے سے منع کرتا ہی اور ستھری چیزوں کو اُن کے لیئے حلال کرتا ہی اور ناپاک چیزوں کو اُن پرحرام کرتا ہی اور اُن کا بوجھہ اُن پر سے اُتارتا ہی اور جو مشقتیں اُن کے گلے کا طوق ہو رہی تھیں اُن کو دور کرتا ہی — پھر جو لوگ اُس پر ایمان لائے اور اُس کا ادب کیا اور اُس کی مدد کی اور اُس نور کی تابعداری کی جو اُسکے ساتھہ اُترا وہی لوگ ہیں نجات پانے والے " *

الذين يتبعون الرسول النبي الامي الذي يجدونه مكتوبا عندهم في التوراة والانجيل يامرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويضع عنهم اصرهم والاغلال التي كانت عليهم فالذين آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذي انزل معه اولئك هم المفلحون (سورة اعراف آيت ۱۵۶) —

پھر دوسری جگہہ خدا تعالی نے سورہ صف میں فرمایا ہی کہ " جب کہا عیسی مریم کے بیتے نے کہ اے بنی اسرائیل بیشک مجھکو خدا نے رسول کرکے تمھارے پاس بھیجا ہی تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو میرے سامنے ہی اور بشارت دیتا ہوا ایک پیغمبر کی جو میرے بعد ہوگا اور اُسکا نام احمد ہی — پھر جب وہ پیغمبر (یعنی محمد رسول اللہ صلعم) اُن کے پاس آیا کھلی ہوئی دلیلیں لیکر تو اُنہوں نے کہا یہہ تو علانیہ جادو ہی " *

و اذ قال عيسى ابن مريم يا بني اسرائيل اني رسول الله اليكم مصدقا لما بين يدي من التوراة ومبشرا برسول ياتي من بعدي اسمه احمد فلما جاءهم بالبينات قالوا هذا سحر مبين (سورة صف آيت ۶) —

مسلمان کل عہد عتیق کو جس میں حضرت موسیٰ کی پانچوں کتابیں اور زبور و صحف انبیا داخل ہیں توریت کہتے تھے — کیونکہ اُن سب کے سرے پر جو کتاب تھی اُسکا نام توریت تھا — اور عہد جدید کی کتابوں کو سوائے اعمال اور حواریوں کے ناموں کے انجیل کہتے تھے - کیونکہ وہ سب کتابیں انجیل کے نام سے موسوم تھیں - قران و حدیث میں بھی انھیں معنوں میں لفظ توریت و انجیل کا وارد ہوا ہی - پس قران مجید سے یہہ تو پایا گیا کہ توریت و انجیل میں ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہی — اور لقب بھی مذکور ہی — مگر یہہ نہیں معلوم ہوا کہ کس جگہہ توریت و انجیل میں یہہ ذکر ہی - اس سبب سے مسلمان عالموں نے توریت و انجیل میں اُس کی تلاش شروع کی — مگر اُنھوں نے عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابوں کو نہایت ابتر و پریشان حالت میں پایا - کیونکہ کوئی اصلی قلمی نسخہ توریت و انجیل کا دنیا میں موجود نہ تھا اور جسقدر نقلیں موجود تہیں وہ آپس میں نہایت مختلف تھیں — یہودیوں کے جو بڑے نامی دو مدرسے تھے تو جو کتابیں مشرقی مدرسہ میں مروج تھیں اُن میں اور مغربی مدرسہ کی کتابوں میں نہایت اختلاف تھا — اور سامری یونانی زبان میں توریت کے جو ترجمے تھے وہ بھی آپس میں مختلف تھے — اور جو ترجمے مشرقی زبانوں میں ہوئے تھے وہ بھی ایسے ہی مختلف تھے اور ہرگز یہہ خیال نہیں ہوسکتا تھا کہ یہہ سب ایک ہی اصلی کتاب کے ترجمے ہیں — علاوہ اس کے مسلمان عالم مذہبی روایتوں اور کلام الٰہی کی تصدیق کے لیئے سند مسلسل کے عادی تھے اور ہر مسلمان عالم اپنی مذہبی کتاب اور مذہبی روایت کو اپنے اُستاد اور اپنے اُستاد کے اُستاد (اور علی ہذا القیاس) کی زبانی گواہی یا سند سے اصل تک اُس کا ثبوت رکھتا تھا - یہاں تک کہ وہ قرآن مجید کے بھی مکتوبی نسخوں کے بھروسہ پر نہ تھے بلکہ اُس کے ہر ہر لفظ کی اور زیر و زبر تک کی مسلسل سند اپنے پاس رکھتے تھے — مگر توریت و انجیل کی ایسی مسلسل سند بھی کوئی موجود نہ تھی بلکہ اُن موجودہ نقلوں کی صداقت کے لیئے بھی کوئی ایسا سلسلہ ثبوت کا جس سے کچھہ شبہہ نہ رہے موجود نہ تھا - علاوہ اس کے جب مسلمان عالموں نے توریت میں بعض مقام پر ایسی باتیں لکھی ہوئی پائیں جو نہایت اخلاق کے برخلاف تھیں اور بعض ناپاک افعال پاک اور مقدس بزرگوں اور نبیوں کی طرف منسوب تھے جن کا واقع ہونا اُن بزرگوں سے مسلمان کسطرح یقین نہیں کرسکتے تھے - بلکہ خود مذہب اسلام نے اُن کو تعلیم کی تھی کہ تمام انبیا معصوم تھے اور افعال قبیحہ ایسے پاک اور معصوم بزرگوں سے سرزد ہونے غیر ممکن ہیں تو وہ اُن مقاموں کو دیکھکر نہایت حیران اور متعجب ہوگئے اور اُن کے دل میں اس بات کا شبہہ پیدا ہوا کہ توریت وانجیل میں تحریف ہوئی ہی *

اور جب کہ اُن کو قرآن مجید کی یہہ آیت یاد آئی کہ " یہودی بدل ڈالتے ھیں لفظوں کو اُن کی جگہہ سے " تو اُن کا وہ شبہہ درجہ یقین کو پہونچ گیا اور اُنہوں نے توریت و انجیل میں زیادہ تر تفتیش کرنے کی ھمت نکی — اور یہہ خیال کرکے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے توریت و انجیل میں تحریف کردی ھی

يحرفون الكلم عن مواضعه (سورہ نساء آیت ۴۸ و سورہ مائدہ آیت ۱۶) —

اور خصوصاً وہ مقامات جہاں جہاں همارے پیغمبر خدا محمد رسول اللہ صلعم کی بشارتیں تھیں بدلدی ھیں تلاش کرنی چھوڑ دی اور اپنی کم محنتی اور کاهلی اور همت چھوڑ دینے کے الزام سے بچنے کے لیئے تحریف کے الزام کو بطور سپر کے بنا لیا *

مگر یہہ حال اُنھی لوگوں کا تھا جو علم اور تحقیق کے اعلی درجہ پر نہیں پہونچے تھے اور استقلال کے ساتھہ تحقیقات بھی نہیں کی تھی بلکہ اوپری اوپری باتوں میں پھنس رہے تھے — برخلاف اس کے بڑے بڑے عالم اور فاضل اور دیندار لوگ جن کا نام دنیا میں بھی مشہور تھا اور آخرت میں بھی مشہور ھوگا نہایت استقلال اور تحمل سے اُس کی تحقیقات میں مصروف تھے اور اُس کی جڑ تک پہونچ گئے تھے اُن کا یہہ قول تھا کہ قرآن مجید میں جو تحریف کا الزام یہودیوں و عیسائیوں پر خدا نے لگایا ھی اُس کا یہہ مطلب نہیں ھی کہ اُنہوں نے جان بوجھہ کر قصداً توریت و انجیل کے لفظوں کو بدل دیا ھی بلکہ یہہ مطلب ھی کہ لفظوں کے معنی پھیر دیئے ھیں — چنانچہ امام محمد اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی " يحرفون الكلم عن مواضعه " کی تفسیر میں لکھا ھی " اے یزیلونه علی غیر تاویله " پس وہ لوگ تحریف لفظی کے قایل نہ تھے — البتہ یہہ بات تسلیم کے قابل تھی کہ قلمی نسخوں میں کاتبوں کی سہو اور غلطی سے بہت سی غلطیاں پڑگئی تھیں اس لیئے اُن بزرگوں نے پہلی قسم کے عالموں کی مانند همت نہیں هاری اور تلاش و تفتیش سے باز نہیں رہے اور خدا تعالی نے اُنکی سعی کو مشکور کیا اور نہایت کامیابی سے اُنہوں نے توریت اور انجیل میں اور یہودیوں کی روایتوں میں وہ مقام ڈھونڈ نکالے جہاں پیغمبر خدا محمد رسول اللہ صلعم کے مبعوث ھونے کی بشارتیں موجود تھیں — چنانچہ وہ سب روایتیں هم مسلمانوں کی مذهبی کتابوں میں اور قرآن مجید کی تفسیروں میں اور کتب سیر و تواریخ میں برابر مندرج ھوتی چلی آتی ھیں *

اگرچہ میں اُن بزرگ عالموں کی کوشش اور محنت کی نہایت قدر کرتا ھوں اور اُن بزرگوں کا مسلمانوں پر نہایت احسان مانتا ھوں اور اُن کو هر طرح قابل ادب سمجھتا ھوں مگر میں اپنے اس خطبہ میں اُن سب کا ذکر کرنا ضرور نہیں سمجھتا ھوں — کیونکہ جو کچھہ اُن عالموں نے اپنی انتھک محنت سے نکالا ھی گو وہ ایساھی مفید ھو الانقص سے خالی نہیں *

اول — تو یہہ نقص ہی کہ وہ بزرگ ایک عام طور پر لکھدیتے ہیں کہ یہہ بشارت توریت میں ہی اور وہ بشارت انجیل میں ہی اور اُس خاص مقام کا جہاں سے وہ مطلب اخذ کیا ہی کچھہ پتا و نشان نہیں بتلاتے *

دوم — اُن بشارات کے بیان کرنے میں اُس خاص کتاب کا بھی نام نہیں بیان کرتے جہاں سے وہ بشارت نکالی ہی یعنی یہہ نہیں بتلاتے کہ وہ بشارت حضرت موسیٰ کی کتابوں میں ہی یا زبور میں یا صحف انبیاء میں اور جو پورانے قدیم نسخے چلے آتے تھے اور جن میں اختلاف عبارت بھی تھا اور اُن کے جدا جدا نام تھے اُن میں سے بھی کسی نسخے کا نام نہیں بتلاتے کہ کون سے نسخہ میں یہہ بشارت تھی اور نہ جس کتاب سے وہ بشارت لکھی ہی اُس کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں بلکہ اُس کا مطلب اپنے لفظوں میں بیان کرتے ہیں جو مذکورہ بالا نسخوں میں سے کسی کے ساتھہ مطابق نہیں ہوتا *

سوم — اُن کتابوں کے سوا جو اس وقت مجموعہ عہد عتیق اور عہد جدید میں داخل ہیں اور کتابیں بھی تھیں جو اب دستیاب نہیں ہوتیں یا غیر معتبر اور مشتبہ سمجھی جاتی ہیں اور اس سبب سے نہیں معلوم ہوتا کہ وہ بشارتیں جو اُن بزرگوں نے لکھی ہیں اور موجود نسخوں میں نہیں پائی جاتیں وہ کن نسخوں سے لی گئی ہیں یعنی اُن کتابوں سے جو اب دستیاب نہیں ہوتیں یا اُن سے جو غیر معتبر و مشتبہ سمجھی جاتی ہیں

چہارم — اس میں بھی کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ بعض بشارتیں کتابوں میں لکھی ہوئی موجود نہ تھیں بلکہ سینہ بسینہ بطور روایت کے چلی آتی تھیں جیسےکہ انجیل متی میں حضرت مسیح کے ناصری کہلانے کی بشارت کا اسطرحپر ذکر ہی کہ "وہ آیا اور اُس شہر میں رہا جس کو ناصرت کہتے تھے تاکہ وہ بشارت پوری ہو جو انبیاء کہتے آتے تھے کہ وہ ناصری کہلاویگا" (متی باب ۲ — ۲۳) حالانکہ یہہ بشارت کسی نبی کی کتاب میں مندرج نہیں ہی پس وہ بشارتیں جنکو مسلمان عالموں نے زبانی روایتوں سے لیا ہی اُن کی بھی کوئی معتبر سند نہیں بتلائی — فرض کرو کہ وہ بشارتیں صحیح ہونگی مگر جب اُن کی معتبر سند نہیں بتائی گئی تو وہ بھی نقص سے خالی نہیں اور اس لیئے اُن کا بھی اس خطبہ میں ذکر کرنا کچھہ مناسب نہیں *

پنجم — بعض بشارتیں اب بھی اُن کتابوں میں موجود ہیں جن کو عیسائی نامعتبر سمجھتے ہیں اور گو ہمارے پاس کافی ثبوت اس بات کا ہو کہ وہ صحیح ہیں لیکن ہم اپنے اس خطبہ میں اُن کا بھی ذکر نہیں کرنے کے بلکہ صرف اُن ہی بشارتوں کا ذکر کرینگے جو موجودہ مجموعہ عہد عتیق اور عہد جدید میں موجود ہیں جس کو تمام یہودی اور عیسائی مانتے ہیں تاکہ کسی کو اُس میں دم مارنے کا مقام نرہے *

ششم — علاوہ اس کے موجودہ مجموعہ عہد عتیق اور عہد جدید میں دو قسم کی بشارتیں موجود هیں — ایک ایسی هیں که اگر بغیر تعصب و طرفداري و ضد کے اُنپر غور هو اور اُن کے معنوں میں تحریف نه کی جاوے تو وہ صاف صاف همارے جناب پیغمبر خدا صلعم پر صادق آتي هیں اور دوسري قسم کي ایسي هیں که اُن سے یہه تو معلوم هوتا هی که کسی پیغمبر کے هونے کي بشارت هي مگر یہه بات صاف نہیں معلوم هوتی که کس پیغمبر کی بشارت هی اور اسلیئے هر ایک قوم یہه دعویٰ کرسکتي هی که وہ بشارت همارے پیغمبر سے متعلق هی — اس قسم کی بشارتیں بھي جھگڑے سے خالی نہیں اسلیئے میں اُنکا بھی اس خطبه میں ذکر نہیں کرنے کا — پس همارے اس خطبه کے پڑھنے والے خیال کرینگے که بوجوهات مذکورہ بالا جسقدر بشارتوں کو میں نے چھوڑ دیا هی اُنکي تعداد بمقابل اُن بشارتوں کے جنکا اس خطبه میں ذکر کیا هی بہت زیادہ هی *

توریت اور انجیل میں آنے والے پیغمبر کی بشارتیں ایسی مہمل اور مجمل طور سے بیان هوئي هیں که پہیلي اور معمے کی مانند هوگئي هیں — اور جب تک اُنکی تشریح نه کي جاوے اور اُنکا حل نه بتایا جاوے تو اُنکا مطلب هر ایک کي سمجھه میں نہیں آسکتا پس اگر هم یکایک جناب پیغمبر خدا محمد رسول الله صلعم کی بشارتوں کو بیان کرنا شروع کردیں تو ضرور بعض لوگوں کے دل میں خیال جاویگا که یہه کیسی مجمل اور مشکل بشارت هی — اسلیئے اول هم اُن بشارتوں کا ذکر کرتے هیں جو حواریوں کے کہنے کے مطابق عہد عتیق میں حضرت عیسیٰ علیه السلام کي نسبت آئي هیں اور اُس کے بعد اُن بشارتوں کو لکھینگے جو توریت اور انجیل میں جناب پیغمبر خدا صلعم کي نسبت آئي هیں — اس سے دو فائدے حاصل هونگے — ایک تو یہه که همارے اس خطبه کے پڑھنے والے اس بات سے واقف هوجاوینگے که بشارتوں کے بیان کرنے کا کیا طریقه هی اور کس طرح کنایه اور اشارہ سے بطور پہیلي یا چیستاں کے بیان هوتي هیں — دوسرے یہه که حضرت عیسیٰ کي نسبت جو بشارتیں هیں اور جو بشارتیں که جناب پیغمبر خدا صلعم کی نسبت هیں اُن کے مقابله کرنے سے معلوم هوگا که همارے پیغمبر صاحب کي بشارتیں حضرت عیسیٰ کي بشارتوں کي به نسبت بہت زیادہ روشن اور نہایت صاف صاف هیں جنکي صحت کو مخالف کا دل بھي قبول کرلیتا هی *

حضرت عیسی علیه السلام کي نسبت یہه بشارتیں هیں جو ذیل میں لکھي جاتي هیں

ا — جب احاز یہود کے بادشاہ پر رصین بادشاہ ارم اور پقح بادشاہ رملیا بادشاہ اسرائیل نے چڑھائي کي تو احاز بادشاہ یہودا بہت گھبرایا — اُس زمانه میں حضرت

اشعیاہ پیغمبر تھے اُن سے التجا کی اُنھوں نے احاز کو تسلی دی اور فرمایا کہ تو خوف نہ کر تیرے دشمن تجھپر غالب نہونگے — اور اُس خوف کے رفع ہونے کی مدت اور اپنے قول کی صداقت کا یہہ نشان بتایا کہ " ایک کواری کو حمل رهی گا اور وہ بیٹا جنیگی اور اُس کا نام عمانوئیل رکھا جاوے گا اور جب وہ ذرا ہوشیار ہوگا تو جو خوف تجھکو دشمنوں سے هی جاتا رهی گا اور تیرے لیئے بہت اچھے دن آوینگے " (یہہ مضمون اشعیاہ نبی کی کتاب کے ساتویں باب میں مندرج هی) پھر اُسی کتاب کے آٹھویں اور نویں باب میں مذکور هی کہ وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ماهیر شالال هاشبز رکھا گیا اور جب وہ ہوشیار ہوا تو احاز کو دشمنوں کا جو خوف تھا جاتا رہا *

با ایں همہ انجیل متی میں لکھا هی کہ یہہ بشارت حضرت عیسی کی هی جو کواری مریم سے پیدا ہوئے ہیں — چنانچہ سینٹ متی فرماتے ہیں کہ " جب حضرت مسیح کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھہ ہوئی تو اس سے پہلے کہ وہ هم بستر ہوں روح قدس سے حاملہ پائی گئی تب اُس کے شوهر یوسف نے جو راستباز تھا اور نہ چاہا کہ اُس کی تشہیر کرے ارادہ کیا کہ اُسے چپکے سے چھوڑ دے — وہ ان باتوں کے سوچ میں تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اُس پر خواب میں ظاهر ہوکے کہا ' اے یوسف داؤد کے بیٹے اپنی جورو مریم کو اپنے هاں لانے سے مت ڈر کیونکہ جو اُس کے پیٹ میں هی سو روح قدس سے هی اور وہ بیٹا جنیگی تو اُس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہ اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے بچاوے گا ' یہہ سب کچھہ اس لیئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا پورا ہوا کہ ' دیکھو ایک کواری پیٹ سے ہوگی اور بیٹا جنیگی ' اور اُس کا نام عمانوئیل رکھینگے ' جس کا ترجمہ یہہ هی ' خدا همارے ساتھہ " (انجیل متی باب ۱ — ۱۸ لغایت ۲۲) *

پس اب غور کرنا چاهیئے کہ یہہ کیسی مجمل اور مشتبہہ پیشین گوئی هی اور کس وقت اور کس مطلب کے لیئے کہی گئی تھی — مگر حضرت متی نے اُس کو اشارۃ و کنایۃ حضرت عیسی علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت قرار دی هی *

۲ — حضرت میکا نبی نے بہت سی باتیں آیندہ کی اشارات و کنایات میں کہی هیں کہ یہہ ہوگا اور وہ ہوگا اُس میں اُنھوں نے یہہ بھی فرمایا هی کہ " اي بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہودا کے هزاروں میں چھوٹا هی لیکن میرے لیئے ایک شخص جو بنی اسرائیل میں سلطنت کریگا اور اُس کا ہونا بہت قدیم زمانہ سے مقرر ہوچکا هی تجھہ میں سے نکلے گا " (کتاب میکاہ باب ۵ — ۲) *

حضرت متی فرماتے هیں کہ یہہ پیشین گوئی بھی حضرت مسیح کی هی کیونکہ جب هیرود بادشاہ نے سردار کاهنوں اور یہودیوں کے فقیہوں کو جمع کرکے پوچھا تھا کہ مسیح

کہاں پیدا ہوگا تو اُنہوں نے میکاہ نبی کی کتاب کی اس آیت پر استدلال کرکے کہا کہ بیت لحم میں پیدا ہوگا (انجیل متی باب ۲ – ۳ لغایت ۶) اور جو کہ حضرت عیسی علیہ السلام بیت لحم میں پیدا ہوئے اور گو دنیاوی سلطنت اُن کو بنی اسرائیل پر نہیں ہوئی مگر مقدس متی نے سلطنت کو روحانی سلطنت قرار دیا اور اس پیشین گوئی کو حضرت عیسی کے ہونے کی پیشین گوئی ٹھہرایا *

حضرت ہوشیع نبی نے لغز و کنایہ میں کچھہ فرماتے فرماتے یہہ فرمایا کہ " جبکہ اسرائیل بچا تھا اُسکو میں پیار کرتا تھا اور اپنی بیٹے کو میں نے مصر سے بولایا " (کتاب ہوشیع باب ۱۱ – ۱) *

حضرت متی فرماتے ہیں کہ یہہ بھی حضرت عیسی کے متعلق بشارت ہی کیونکہ جب ہیرود نے حضرت عیسی کے پیدا ہونے کے بعد اُن کے مار ڈالنے کے لیئے اُن کی تلاش کی تو خداوند کے فرشتے نے خواب میں یوسف سے کہا کہ " اوٹھہ اس لڑکے کو اور اُس کی ماں کو لیکر مصر کو بھاگجا " (متی باب ۲ – ۱۳ لغایت ۱۵) اور جو کہ ہیرود بادشاہ کے مرنے کے بعد حضرت عیسی مصر سے واپس آئے تھے تو صرف اتنے ہی لگاؤ پر مقدس متی نے اس بشارت کو حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق کردیا (متی باب ۲ — ۱۹ لغایت ۲۱) *

۴ — حضرت یرمیا نبی نے بنی اسرائیل کی مصیبتوں کو بیان کرتے کرتے یہہ فرمایا کہ " خداوند فرماتا ہی کہ راماہ میں ڈھاڑیں مار کر رونے اور نالہ کرنے کی آواز سنائی دیتی ہی کہ – راحیل اپنے بیٹوں کے لیئے روتی ہی اور تسلی نہیں پاتی کیونکہ وہ نہیں ہیں (کتاب یرمیا باب ۳۱ – ۱۵) *

حضرت متی فرماتے ہیں کہ یہہ بھی ایک بشارت حضرت عیسی کے متعلق ہی کیونکہ جب " حضرت عیسی پیدا ہوئے تو ہیرود بادشاہ نے اس شبہہ میں کہ کونسا بچہ ہی جو عیسی ہوگا بیت لحم اور اُس کی سرحدوں کے سب لڑکوں کو جو دو برس کے اور اُس سے چھوٹے تھے قتل کروایا " (انجیل متی باب ۲ — ۱۶) *

اب مقدس متی نے صرف اسقدر لگاؤ سے کہ اُن بچوں کے مارے جانے سے راماہ میں رونا اور پیٹنا ہوا فرمایا کہ یہہ پیشین گوئی حضرت عیسی کے متعلق ہی (انجیل متی باب ۲ – ۱۷ و ۱۸) *

۵ — حضرت اشعیاہ پیغمبر نے یہہ بیان کرتے کرتے کہ " اب بیت المقدس (اور شلیم) میں تکلیف باقی نہ رہیگی " یہہ بھی فرمایا کہ " تنگی کی ظلمت جس میں زمین مبتلا ہوتی ہی باقی نہ رہیگی جس طرح کہ اگلے زمانہ میں زبولوں کی زمین اور نفتالی کی زمین کو حقیر کرکے آخر کار اسی طرح دریا کی اردن (فرات) کے کنارے جلیل میں

بڑے قبیلے هوں گے جو قوم که اندهیرے میں چلتی هی نور عظیم دیکهیگی اور موت کے سایه کی زمین کے رهنے والوں پر ایک نور چمکے گا " (کتاب اشعیاه باب ۹ - ۱ و ۲) *

حضرت متی فرماتے هیں که یهه بشارت بهی حضرت عیسی علیه السلام کی هی کیونکه جب حضرت عیسی نے سنا که حضرت یحیی پیغمبر گرفتار هوگئے تو وه جلیل کو چلے گئے ' ناصره کو چهوڑ کر کفر ناحوم میں جو دریا کے کنارے زبولوں اور نفتالی کی سرحدوں میں هی جارهے (متی باب ۴ - ۱۲ و ۱۳) *

سینٹ متی نے صرف اتنی بات پر که حضرت عیسی دریا کے کنارے جا رهے تهے حضرت اشعیاه نبی کے اُس قول کو حضرت عیسی کی بشارت قرار دیا (انجیل متی باب ۴ — ۱۴ لغایت ۱۶) *

۶ — حضرت ملا کی نبی نے بنی اسرائیل کو خدا کی عدول حکمی پر ملامت کرتے کرتے یهه فرمایا که " اب میں اپنے رسول کو بهیجونگا اور وه میری برابر راه کو تیار کرے گا اور جس خداوند کی تفحص میں هو یعنی رسول عهد کے اور اُس سے خوش هو یکایک اپنی هیکل میں آجاویگا لشکروں کا خداوند فرماتا هی که وه اب آتا هی " (کتاب ملاکی باب ۳ — ۱) *

اور جس وقت اشعیاه نبی نے بنی اسرائیل اور بیت المقدس کو تسلی دی تو اُس وقت یهه فرمایا که " پکار نے والا پکارتا هی که بیابان میں خداوند کے لیئے ایک راه تیار کرو اور جنگل میں ایک شاه راه میرے خدا کے لیئے درست کرو " (کتاب اشعیاه باب ۴۰ — ۳) *

حضرت متی اور مارک اور لوک تینوں حواری اسبات پر متفق هیں که یهه دونوں بشارتیں حضرت عیسی علیه السلام کی هیں اس لیئے که حضرت یحیی پیغمبر نے جب لوگوں کو اصطباغ دیا تو اُنهوں نے گویا حضرت عیسی کے لیئے راه بنائی اور حضرت یحیی یهه کہا کرتے تهے که " میرے بعد ایک اور آتا هی جو مجهه سے بهی زیاده قوی هی " پس حضرت یحیی کا اصطباغ دینا تو راه بنانا هوگیا اور حضرت یحیی کا یهه کهنا که " میرے بعد ایک اور آتا هی " پکارنے والے کی آواز هوگئی اور وه دونوں بشارتیں حضرت عیسی پر صادق آگئیں (متی باب ۳ — ۱ و ۲ و ۳ و ۱۱) انجیل مارک باب ۱ - ۲ و ۳ و ۴ و ۷ و ۸ (انجیل لوک باب ۳ — ۲ لغایت ۴) *

هم مسلمان حضرت یحیی بن ذکریا علیه السلام کو پیغمبر بر حق جانتے هیں — مگر یهودی اُنکو پیغمبر نهیں مانتے اور عهد عتیق میں اُنکا کچهه ذکر نهیں هی اور نه کوئی صحیفه حضرت یحیی کا موجود هی — پس جو اقوال حضرت یحیی کے انجیلوں میں مذکور هیں وه زبانی روایتوں سے لکهے گئے هیں اور جن لوگوں سے انجیلوں کے لکهنے والوں نے

وہ اقوال سنے اُنکا نام نہیں بتایا — عیسائی یقین کرتے ہیں کہ وہ سب روح القدس کی تائید سے لکھا گیا ہی جس کی صحت یقینی ہی — مگر ہم مسلمان جس طرح کہ اپنے پیغمبر کے حواریوں یعنی صحابہ و تابعین کے کلام کی سند چاہتے ہیں اُسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے کلام کو سند کا محتاج سمجھتے ہیں وہ لا نفرق بین احد من رسلہ " *

ان چند بشارتوں کے ذکر کرنے سے جنکو حواریوں نے حضرت عیسیٰ کی بشارتیں قرار دیا ہی ہمارے اس خطبہ کے پڑھنے والے سمجھہ جاوینگے کہ انبیاء سابق نبی لاحق کی بشارت کیسے دھوندلے لفظوں میں اور کیسے کنایہ اور اشارہ سے مبہم مبہم میں دیتے تھے جس کا سمجھنا پہیلی اور معما اور چیستاں سے بہی زیادہ مشکل ہوتا تھا اور اب ہم اپنے پیغمبر خدا محمد رسول اللہ کی بشارتیں بیان کرتے ہیں جنکو لوگ دیکھینگے کہ وہ اُنکی بہ نسبت کیسی صاف اور روشن ہیں *

بشارات محمد رسول اللہ صلعم توریت میں سے

بشارت اول

حضرت موسیٰ کی پہلی کتاب میں لکھا ہی کہ خدا تعالی نے حضرت ابراہیم سے حضرت اسمعیل کی نسبت یہہ وعدہ کیا ہی *

וּלְיִשְׁמָעֵאל שְׁמַעְתִּיךָ הִנֵּה בֵּרַכְתִּי אֹתוֹ וְהִפְרֵיתִי אֹתוֹ וְהִרְבֵּיתִי אֹתוֹ בִּמְאֹד מְאֹד שְׁנֵים־עָשָׂר נְשִׂיאִם יוֹלִיד וּנְתַתִּיו לְגוֹי גָּדוֹל׃

וַיֹּאמֶר אֱלֹהִים אֶל־אַבְרָהָם אַל־יֵרַע בְּעֵינֶיךָ עַל־הַנַּעַר וְעַל־אֲמָתֶךָ כֹּל אֲשֶׁר תֹּאמַר אֵלֶיךָ שָׂרָה שְׁמַע בְּקֹלָהּ כִּי בְיִצְחָק יִקָּרֵא לְךָ זָרַע׃

וְגַם אֶת־בֶּן־הָאָמָה לְגוֹי אֲשִׂימֶנּוּ כִּי זַרְעֲךָ הוּא׃

اِس عبارت کو عربی حرفوں میں لکھا جاتا ہی *

وَلْ یِشْمَعِیل شَمَعْتِیخا هِنّه بیرَخْتِی اُوتُو وِهِفْرِیتِی اُوتُو وهِرْبیتِی اُوتُو بِمْئُود مِئُود شِنِیم عَسَار نسِیئِیم یُولِید وَنْتَتِیو لِغُوی گادُول *

وَیُّومِرْ اِلُوهِیم اِلا بَرَاهَام اَل یِرِع بعینیخا عَل هَنَّعَرِ وعَل آمَاتِخا کُل اَشْر تُومِر اِلیخا سَارَه شِمَع بقُولِیه کِی بیصْحَق یِقّار اِلیخا زَارَع وعَم اَتْبن ها آمه لغوی اَسِیمنُّو کِی زرْعَخا هُو *

عربی ترجمہ

قد سمعت دعاءک لاسمعیل وها انا بارکته و اثمرته و فضلته کثیرا کثیرا یولد اثنی عشر خلیفة واجعله جیلا کبیرا *

وقال الله لابراهیم لا یضیق صدرک علی الولد و علی امتک کلما تقول لک سارة فاسمع بقولها فانه باسحق یدعی نسلک واجعل ابن الامة ایضا امة لانه نسلک *

اُردو ترجمہ

میں نے تیری دعا اسمعیل کے حق میں قبول کی ہاں میں نے اُسے برکت دی اور اُسے بار آور کیا اور اُسے بہت کچھہ فضیلت دی اُس سے بارہ امام پیدا ہونگے اور اُس کو بڑی قوم کرونگا (توریت کتاب اول باب ۱۷ - ۲۰) *

کہا اللہ نے ابراہیم سے تیری نظروں میں برا نہ معلوم ہو اس لڑکے اور اپنی لونڈی کی وجہہ سے جو کچھہ تجھہ سے سارہ کہے اُسکی بات مان لے کیونکہ اسحق سے تیری نسل کہلائیگی اور اس لونڈی کے لڑکے کو بھی ایک قوم کرونگا کیونکہ وہ تیری نسل ہی (توریت کتاب اول باب ۲۱ — ۱۲ و ۱۳) *

ان آیتوں میں محمد رسول اللہ صلعم کی صریح بشارت ہی کیونکہ خدا تعالی نے حضرت اسمعیل کو برکت دینے کا جو وعدہ کیا تہا وہ اسطرحپر پورا ہوا کہ محمد رسول اللہ صلعم کو جو اسمعیل کی اولا سے تہے تمام دنیا کے لیئے دنیا کے ختم ہونے تک نبی مقبول مقرر کیا *

جو لوگ ہمارے مخالف ہیں وہ یہہ کہتے ہیں کہ خدا نے اسمعیل سے یہہ وعدہ کیا تہا کہ اُس کی اولاد میں بارہ سردار پیدا ہونگے - چنانچہ حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹے جو بمنزلہ بارہ بادشاہوں یا بارہ سرداروں کے تہے پیدا ہوئے اور جس برکت دینے کا اسمعیل سے وعدہ ہوا تہا وہ دنیاوی برکت تہی نہ روحانی *

مگر یہہ تاویل کسی طرح صحیح نہیں ہوتی - ہرایک منصف مزاج ان آیتوں کو پڑہ کر معلوم کریگا کہ ان آیتوں میں جدا جدا تین لفظ استعمال ہوئے ہیں اول یہہ کہ " میں نے اُس کو برکت دی " دوم یہہ کہ " اُسے بار آور کیا اور اُسے بہت کچھہ فضیلت دی " سوم یہہ کہ " اُسکو بڑی قوم کرونگا " - پس اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہہ کہنا صحیح ہی کہ ان تینوں جدا جدا لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں ؟ یعنی اولاد کا زیادہ ہونا *

جبکہ حضرت اسحاق بیر شبع میں پہونچے تو خدا تعالی نے خواب میں اُن سے یہہ وعدہ کیا تہا کہ " میں تیرے باپ ابراہیم کا خدا ہوں تو مت ڈر میں تیرے ساتہہ ہوں تجہکو برکت دونگا اور اپنے بندہ ابراہیم کے سبب تیری نسل کو بہت کرونگا " (توریت کتاب اول باب ۲۷ - ۲۴) *

جس مضمون کا وعدہ کہ حضرت اسمعیل سے کیا گیا اور جو لفظ برکت کا اسمعیل کے وعدہ میں استعمال ہوا اُسی مضمون کا وعدہ اسحاق سے کیا گیا اور وہی لفظ برکت کا اسحاق کے وعدہ میں بھی بولا گیا ــ پس یہہ کہنا کسقدر تعجب کی بات ہی کہ اسمعیل سے جو وعدہ تھا وہ تو دنیاوی تھا اور اسحاق سے جو وعدہ تھا وہ روحانی تھا *

ہمکو اسبات پر بھی غور کرنی چاہیئے کہ خدا نے حضرت ابراہیم سے کیا وعدہ کیا تھا ــ توریت میں لکھا ہی کہ جب حضرت ابراہیم کنعان میں پہونچے تو خدا نے اُن سے کہا کہ یہہ زمین تیری اولاد کو دونگا (توریت کتاب اول باب ۱۲ ــ ۷) *

اور جبکہ حضرت لوط حضرت ابراہیم سے جدا ہوگئے تو پھر خدا نے ابراہیم سے کہا کہ آنکھیں کھول اور چاروں طرف دیکھہ کہ یہہ تمام زمین جو تو دیکھتا ہی تیری اولاد کو دونگا اور تیری اولاد کو زمین کی ریت کی مانند کرونگا ــ جو کوئی ریت کے ذروں کو گن سکے تو تیری اولاد کو بھی گن سکیگا (توریت کتاب اول باب ۱۳ ــ ۱۴ و ۱۵ و ۱۶) *

پھر ایک دفعہ خدا نے ابراہیم سے وعدہ کیا کہ تیری اولاد اتنی ہوگی جتنے آسمان کے ستارے جنکو گن نہیں سکتا (توریت کتاب اول باب ۱۵ ــــ ۵) *

پھر خدا نے ابراہیم سے ایک اور پختہ وعدہ کیا کہ یہہ زمین مصر کے دریا سے فرات کے دریا تک تیری اولاد کو دونگا (توریت باب ۱۵ ــــ ۱۸) *

اور جبکہ حضرت ابراہیم ضعیف ننانوے برس کے ہوگئے تھے تب پھر خدا نے ابراہیم سے وعدہ کیا کہ تجھہ میں اور مجھہ میں یہہ وعدہ ہوتا ہی کہ تجھکو زیادہ سے زیادہ کرونگا تو بہت سی قوموں کا باپ ہوگا ــ تجھسے قومیں پیدا ہونگی ــــ تجھسے بادشاہ نکلیں گے اور تیری اولاد سے بھی یہہ ہمیشہ کا عہد ہوگا اور کنعان کی زمین بوارثت دائمی تجھکو دونگا (توریت کتاب اول باب ۱۷ ــــ ۳ و ۴ و ۵ و ۷ و ۸) *

یہہ تو وہ وعدے تھے جو خدا نے حضرت ابراہیم سے کیئے تھے ــ اب ہم دیکھتے ہیں کہ خدا نے اسحق و یعقوب سے کیا وعدہ کیا تھا *

توریت میں لکھا ہی کہ جب یعقوب بیر شبع سے حاران کی جانب روانہ ہوئے تو ایک مقام پر پتھر سرہانے رکھہ کر سورہے ــ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سیڑھی زمین سے آسمان تک لگی ہوئی ہی اور خدا کے فرشتے اسپر اُترتے چڑھتے ہیں اُسپر خدا نے کھڑے ہوکر کہا کہ میں تیرے باپ ابراہیم اور اسحاق کا خدا ہوں ــ یہہ زمین جسپر تو سوتا ہی تجھکو اور تیری اولاد کو دیتا ہوں ــــ تیری اولاد زمین کے ریت کی برابر ہوگی اور چاروں طرف پھیل جاویگی (توریت کتاب اول باب ۲۸ ــــ ۱۲ و ۱۳ و ۱۴) *

یہہ بات بھی زبور سے ثابت ہی کہ خدا نے جو ابراہیم سے عہد کیا تھا وہی بعد کو بھی قایم رہا اور وہ صرف کنعان کی زمین دینے کا عہد تھا ــــ چنانچہ زبور داؤد میں خدا

کلام اس طرح لکھا ہی کہ " وہ عہد جو میں نے ابراہیم سے کیا اور اسحق سے اُس کی قسم کھائی اور یعقوب کے ساتھہ بمنزلہ قانون کے مقرر کیا اور اسرائیل سے عہد دائمی کیا اور کہا کہ زمین کنعان تجھکو دیتا ہوں تاکہ تمہاری میراث کا حصہ ہو " (زبور ۱۰۵ - ۹ و ۱۰ و ۱۱) *

اب دیکھو کہ اسی وعدہ کا پورا کرنا خدا نے بتلایا — چنانچہ توریت میں لکھا ہی کہ جب حضرت موسی مواب کے جنگل میں نبو پہاڑ پر چڑھے جو یریحو کے سامنے ہی تو خدا نے موسی سے کہا کہ " یہہ وہ زمین ہی جس کی نسبت میں نے بقسمیہ ابراہیم و اسحاق و یعقوب سے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری اولاد کو دونگا — پس یہہ زمین میں تجھکو آنکھوں سے دکھلا دیتا ہوں مگر تو وہاں نہیں جانے کا " (توریت کتاب پنجم باب ۳۴ - ۴) *

اب یہہ تمام وعدے جو خدا نے ابراہیم اور اسحق اور یعقوب کے ساتھہ کیئے تھے ہمنے منتخب کرکے ہر منصف مزاج پڑھنے والے کے سامنے رکھدیئے ہیں اور اُس کے بعد ہم دو سوال کرتے ہیں — اول یہہ کہ جو وعدے خدا نے ابراہیم کی اولاد کے لیئے کیئے ہیں وہ وعدے اسمعیل اور اسحق دونوں کے حق میں کیوں نہیں سمجھے جاتے ؟ حالانکہ خود خدا نے بھی کہا ہی کہ اسمعیل بھی ابراہیم کی اولاد ہی جیسا کہ باب ۲۱ آیت ۱۲ میں مذکور ہی *

دوسرا سوال ہمارا یہہ ہی کہ جو وعدہ خدا نے اسحق و یعقوب کی نسبت کیا تھا یعنی ملک کنعان دینے اور اولاد زیادہ کرنے کا اُس میں کیا ایسی چیز ہی جس سے وہ روحانی قسم کا سمجھا جاتا ہی اور جو وعدہ اسمعیل کی نسبت کیا تھا اُس میں کس چیز کی کمی ہی جس سے وہ دنیاوی سمجھا جاتا ہی ؟ *

جو لوگ کہ انصاف سے ان باتوں پر نظر کرتے ہیں وہ بہ یقین جانتے ہیں کہ خدا نے اسحق سے بھی برکت کا وعدہ کیا اُن کی اولاد میں انبیا پیدا ہوئے - ملک فتح کیئے — کنعان بھی فتح کیا — اسمعیل سے بھی خدا نے برکت کا وعدہ کیا — اُسکی اولاد میں سب سے آخر ایک پیغمبر آخرالزماں پیدا کیا - تمام دنیا کو اُس سے برکت دی - اسمعیل کی اولاد نے بھی ملک فتح کیئے — کنعان کو بھی جو غیر خدا پرستوں کے ہاتھہ چلا گیا تھا پھر فتح کیا اور ابراہیم ہی کی نسل میں پھر اُس ورثہ کو لے آئے اور جب تک خدا کی مرضی ہی وہ ابراہیم کا ورثہ اُن کے حصہ میں رہیگا اگرچہ بقاے اصلی صرف خدا کی ذات کو ہی *

الا کل شیئی ما خلا اللہ زایل

بشارت دوم

خدا تعالی نے حضرت موسی کو بہت سے احکام بتلائے اُس میں یہہ بھی فرمایا :—

נביא מקר בך מאחיך כמני יקום לך יהוה אלהיך אליו תשמעון

נביא אקים להם מקרב אחיהם כמוך ונתתי דברי בפיו ודבר אליהם

את כל־אשר אצונו :

اس عبارت کو عربي حرفوں میں لکھا جاتا هی : *

نَبِي مقرّبخا مآحيخا كاموني يأقيم لخا يهواه الوهخا الاو تشماعون : نابي

أقيم لاهم مقرّب آحيهم كاموخا و نتتي دبري بفيو و دبّر اليهم اث كل

اشر اصونو

عربي ترجمة

الهک الموجود يقيم لک نبيا من بينک من اخوتک مثلي له تسمعون : نبي من بين اخوتهم — اقيم لهم مثلک والقي کلامي بفيه و کل ماآمره يقول لهم

اُردو ترجمة

قايم کريگا تيرا معبود موجود تيرے ليئے نبي تجهه ميں سے تيرے بهائيوں ميں سے مجهه سا — اُس کو مانيو — اُن کے بهائيوں ميں سے نبي تجهه سا قايم کرونگا — اور اپنا کلام اُس کے منهه ميں دونگا اور جو کچهه ميں اُس سے کهونگا وه اُن سے کهديگا (توريت کتاب پنجم باب ۱۸ — ۱۵ و ۱۸) *

ان آيتوں ميں محمد رسول الله صلعم کے مبعوث هونے کي ايسي صاف اور ايسي مستحکم بشارت هي جس سے کوئي بهي انکار نهيں کرسکتا — خدا نے حضرت موسیٰ سے کها که بني اسرائيل کے بهائيوں ميں سے ايک نبي مثل موسیٰ کے مبعوث کريگا اور کچهه شبهه نهيں هوسکتا که بني اسرائيل کے بهائي بني اسمعيل هيں اور بني اسمعيل ميں بجز محمد رسول الله صلعم کے اَور کوئي نبي نهيں هوا اور اُس سے صاف ثابت هوگيا که يهه بشارت همارے هي جناب پيغمبر خدا صلعم کي تهي *

علاوه اس کے ان آيتوں ميں وه لفظ هيں جن پر غور کرنا چاهيئے - اول يهه که " اپنا کلام اُس کے منهه ميں دونگا " — دوم يهه که " مثل تيرے " يعني موسیٰ کے ان دونوں لفظوں کا مصداق سواے محمد رسول الله صلعم کے اور کوئي نهيں هی *

يهودي اور عيسائي دونوں اس بات کو تسليم کرتے هيں که انبياء بني اسرائيل پر سواے احکام عشره موسیٰ کے جو وحي آتي تهي اُس کے لفظ وهي نهيں هيں جو توريت و زبور و صحف انبياء ميں لکهے هوئے هيں — بلکه انبياء کو صرف مطلب القا هوتا تها اور پهر وه اُس کو اپني زبان و محاوره ميں لوگوں کے سامنے بيان کرتے تهے — اناجيل اربع جو اب معتمد اور قابل سند عيسائيوں ميں تسليم هوتي هيں اُن کے الفاظ تو وه هيں هي نهيں

جو حضرت عیسی کی زبان مبارک سے نکلے تھے کیونکہ حضرت عیسی کی عبرانی زبان تھی اور وہ انجیلیں یونانی میں تحریر ہوئی ہیں — ہاں البتہ قرآن مجید ایسا ہی کہ اُس کے لفظ پیغمبر کے منہہ میں رکھے گئے اور وہی لفظ پیغمبر نے لوگوں کو پڑھ سنائے — پس یہہ الفاظ اس بشارت کے کہ " اپنا کلام اُس کے منہہ میں دونگا " سوائے محمد رسول اللہ صلعم کے اور کسی پر صادق ہی نہیں آتے *

اب دوسری بات پر غور کرو کہ حضرت موسی کی مانند کونسا پیغمبر ہوا ہی — بنی اسرائیل میں تو کوئی پیغمبر مثل حضرت موسی کے نہیں ہوا — کیونکہ حضرت عزیر پیغمبر نے جب توریت کو بعد قید بابل کے تحریر فرمایا تو اُس میں یہہ لکھا ہی کہ : *

וְלֹא־קָם נָבִיא עוֹד בְּיִשְׂרָאֵל בְּמֹשֶׁה אֲשֶׁר יְדָעוֹ יְהוָה פָּנִים אֶל־פָּנִים :

اس عبارت کو عربی حرفوں میں لکھا جاتا ہی *

وَلُو قَام نَابِي عُود بِيسرَائيل كَمُوشه آشر يدَاعو يهوا پَانيم آل پَانيم

عربی ترجمہ

و ماقام نبی و ما بعد باسرائیل کموسی الذی عرف اللہ بالمشافہۃ

اُردو ترجمہ .

اور پھر قایم نہوا کوئی نبی بنی اسرائیل میں موسی کی مانند جس نے پہچانا اللہ کو دو بدو (توریت کتاب پنجم باب ۳۴ — ۱۰) *

پس اب بنی اسرائیل کے بھائیوں میں دیکھنا چاہیئے کہ کون پیغمبر ہوا وہ بجز محمد رسول اللہ صلعم کے اور کوئی نہیں — ہاں اب یہہ دیکھنا باقی رہا کہ وہ مثل حضرت موسی کے ہیں یا نہیں — سو مفصلہ ذیل باتوں سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت محمد ہی ایسے پیغمبر ہیں جو مثل موسی کے ہوئے ہیں *

۱ — حضرت موسی نے اپنے کافر دشمنوں کے خوف سے اپنے وطن سے ہجرت کی — اسی طرح حضرت محمد کو بھی اپنے کافر دشمنوں کے خوف سے اپنے وطن سے ہجرت کرنی پڑی *

۲ — حضرت موسی نے بھی ہجرت کرکے شہر یثرب میں جس کو اب مدینہ کہتے ہیں اور جو یثرون بانی شہر کے نام پر کہلاتا تھا پناہ لی — اسی طرح حضرت محمد نے بھی اپنے وطن مکہ سے ہجرت کرکے اُسی شہر مدینہ میں پناہ لی *

۳ — حضرت موسی پر کلام خدا کا بلفظہ نازل ہوا جو دس احکام ہیں — حضرت محمد پر بھی کلام خدا کا بلفظہ نازل ہوا جو موجود ہی اور کلام اللہ کہلاتا ہی *

۴ — حضرت موسیٰ کو بھی کافروں کے ساتھہ جہاد کرنے کا حکم ہوا — حضرت محمد کو بھی وحدانیت خدا کے وعظ کرنے سے جو کافر مانع ہوں اُن سے جہاد کرنے کا حکم ہوا — البتہ جہاد حضرت موسیٰ کا نہایت سخت قاتل خونریز تھا — اور حضرت محمد کا جہاد نہایت ملایم اور امن چاہنے والا اور امن دینے والا اور جانوں کا بچانے والا تھا *

۵ — حضرت موسیٰ نے اپنی متفرق اور پامال قوم کو مصر سے نکالکر یکجا جمع کیا — حضرت محمد نے بھی تمام متفرق اور مختلف عرب کی قوموں کو جو آپس میں نہایت دشمن اور کینہ ور تھیں جن کے باہم ہر سال خون کے نالے بہتے تھے اکھٹا کردیا بلکہ یکدل و یکجان کردیا اور اس پر عمدہ بات یہہ کہ سب کو ایک خداے واحد ذوالجلال کی پرستش کرنے والا کردیا اور ایسا قوی کردیا کہ کوئی اُس کے مقابل نہ تھا *

۶ — حضرت موسیٰ نے ملک فتح کیئے اور بنی اسرائیل میں دنیاوی بادشاہت بھی قایم کی — حضرت محمد نے بھی ملک فتح کیئے اور بنی اسمعیل میں دنیاوی بادشاہت بھی قایم کردی — اگرچہ اتنا فرق ہی کہ شاید حضرت موسیٰ کا اصلی مقصد بادشاہت قایم کرنی اور ملک کنعان پر قبضہ کرنے کا تھا *

اور حضرت محمد کا مقصد دنیاوی بادشاہت کا نہ تھا اصلی مقصد کے ساتھہ وہ بھی اتفاق سے قایم ہوگئی تاکہ توریت کی بشارت مثل موسیٰ کے پوری ہوجاوے *

۷ — حضرت موسیٰ کو خدا تعالی کی جانب سے شریعت عطا ہوئی اور ایک کتاب دی گئی (یعنی توریت) جس میں تمام احکام شریعت کے ہیں — حضرت محمد ک بھی شریعت عطا ہوئی اور ایک کتاب دی گئی (یعنی قرآن) جس میں تمام احکا شریعت کے ہیں — اور غالباً کوئی اَوْر پیغمبر سواے حضرت موسیٰ اور حضرت محمد کے ایسا نہیں ہوا جسکو ایسا قانون شریعت عطا ہوا ہو کیونکہ تمام انبیاے بنی اسرائیل اور خود حضرت عیسیٰ سب کے سب موسیٰ کی شریعت کے تابع تھے — کسیکو خاص شریعت عطا نہیں ہوئی تھی *

۸ — عیسائی مصنفوں نے بھی یہہ بات تسلیم کی ہی کہ حضرت محمد مثل حضرت موسیٰ کے تھے — مسٹر رینان نے حضرت عیسیٰ کے حالات زندگی کے بیان میں لکھا ہی کہ حضرت موسی اور حضرت محمد صرف غور ہی کرنے والے اور سوچنے والے نہ تھے بلکہ وہ دونوں کام کرنے والے بھی تھے — اپنے ہموطنوں اور ہمعصروں کے لیئے کام تجویز کرتے تھ اور اسیکے ذریعہ سے اُن دونوں نے انسانوں پر حکومت کی *

۹ — کوائرلی ریویو نمبر ۲۵۴ میں جو آرٹیکل اسلام پر چھپا اُس آرٹیکل کا لکھنے وا لکہتا ہی کہ حضرت محمد کو اپنے وطن میں رہنا مشکل معلوم ہوا اور اسلیئے اُنہوں ہجرت کی تاکہ کسی دوسرے مقام پر جاکر وعظ کریں جیسے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت

موسی اور اور نبیوں نے هجرت کی تھی *

اُن کے پیروؤں نے اطاعت اور وفاداری کا وعدہ کیا اور جب یهہ هوچکا تو اُنهوں نے اُن میں سے بارہ آدمی منتخب کیئے ــ حضرت عیسی نے بهی بارہ حواری چنے ــ حضرت موسی نے بهی بنی اسرائیل کی قوم میں سے اپنی به نسبت زیادہ عمر کے لوگ منتخب کیئے تهے *

سنہ ۱۰ هجری میں اخیر مرتبہ آنحضرت صلعم چالیس هزار مسلمانوں کے ساتهہ مکہ میں آئے اور کوہ عرفات پر مثل حضرت موسی کے اُنکو برکت دی اور اپنی اخیر نصیحتیں کیں اور خصوصاً یهہ نصیحت فرمائی کہ کمزوروں اور مفلسوں اور عورتوں کو پناہ دو اور سود خوری سے پرهیز کرو *

آنحضرت نے بهی مثل حضرت موسی کے اخیر مرتبہ مسلمانوں سے پوچها کہ میں نے کبهیکا کچهہ نقصان تو نهیں کیا اور کسی کا کچهہ قرض تو مجهپر نهیں هے ؟ انتهی *

یهہ سب تمثیلیں وہ تهیں جو کوار ترلی ریویو میں لکهی هیں ــ پس اب سوائے اُس کے جو براہ تعصب اس صاف اور روشن بشارت سے آنکهہ بند کرلے کون کهہ سکتا هے کہ یهہ بشارت آنحضرت صلعم کی نهیں هے *

جو آیتیں توریت کی همنے اوپر بیان کی هیں اُن میں سے ایک کے یهہ الفاظ هیں کہ " قایم کریگا تهرا معبود موجود تهرے لیئے نبی تجهہ میں سے تهرے بهائیوں میں سے " اس لفظ " تجهہمیں سے " پر همنے خطبات احمدیہ میں جو انگریزی زبان میں چهپی هے کچهہ بحث نهیں کی تهی ــ سبب اس کا یهہ تها کہ دوسری آیت میں یهہ لفظ نهیں تها اور اُس میں نهایت صفائی سے بنی اسرائیل کے بهائیوں میں سے یعنی بنی اسمعیل میں سے نبی مبعوث هونا ظاهر تها ــ اور جبکہ حضرت موسی کی پانچویں کتاب کے چونتیسویں باب کی دسویں آیت سے جو اوپر لکهی گئی صاف ثابت تها کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی مثل موسی کے نهیں هوا تو صاف متیقن هوگیا تها کہ بنی اسمعیل میں سے جو بنی اسرائیل کے بهائی هیں نبی موعود هونے والا تها ــ مگر مولوی چراغ علی صاحب نے اپنے رسالہ بشارت مثل موسی میں اس پر بحث کی هے وہ ارقام فرماتے هیں کہ لفظ " تجهہ میں سے " اصل صحیح نسخہ توریت میں نہ تها بلکہ کاتبوں کی غلطی سے یهہ لفظ بڑہ گیا هے اور اُس کے ثبوت پر نهایت مضبوط تین دلیلیں پیش کی هیں *

اول ــ یهہ کہ اسی آیت کو پطرس حواری نے اعمال حواریون میں نقل کیا هے اور اُس میں یهہ فقرہ " تجهہ میں سے " نهیں هے *

دوسرے ــ یهہ کہ استیفان حواری نے بهی اس آیت کو نقل کیا هے اُس میں بهی

وہ فقرہ نہیں ہی *

تیسرے — یہہ کہ توریت کے یونانی ترجمہ میں جو سپٹو ایجنٹ کہلاتا ہی اور نہایت قدیم اور بہت معتبر ترجمہ ہی اُس میں بھی یہہ فقرہ نہیں ہی اور اس سے ثابت ہوتا ہی کہ قدیم صحیح نسخوں میں یہہ الفاظ نہ تھے *

وہ یہہ بھی ارقام فرماتے ہیں کہ پہلی آیت میں جو ضمیر واحد کی ہی وہاں اصل میں جمع کی تھی جیسے کہ اُن حواریوں کی تحریروں اور یونانی ترجمہ سے پایا جاتا ہی *

میں نے اس بحث کو جناب مولانا و بالفضل اولینا جناب مولوی عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹی کے سامنے پیش کیا جو عبرانی زبان اور توریت مقدس کے بہت بڑے عالم ہیں اور غالباً ہم مسلمانوں میں آج تک عبرانی اور کالدی زبان و توریت و زبور و صحف انبیاء کا ایسا کوئی عالم نہیں گذرا — جناب ممدوح نے فرمایا کہ ترجموں کی طرف ہمکو التجا لیجانے کی کچھہ ضرورت نہیں ہی اور جبکہ یونانی ترجمہ توریت کا حضرت عیسیٰ سے پیشتر ہوچکا تھا تو حواریوں نے بھی غالباً اُسی ترجمہ سے نقل کیا ہوگا — تو پس گویا دلیل صرف ایک یونانی ترجمہ پر عود کرتی ہی — اور ہم اسبات کو پسند نہیں کرتے کہ ترجمہ کے استدلال سے اصل متن پر کچھہ الزام لگاویں مگر جن لفظوں پر بحث ہی وہ ہمارے مطلب کے بہت زیادہ مفید و مؤید ہیں *

آیت جس کے لفظوں پر بحث ہی یہہ ہی کہ " قایم کریگا تیرا معبود موجود تیرے لئے نبی تجھہ میں سے تیرے بھائیوں میں سے مجھسا اُس کو مانیو " — یہہ قول حضرت موسیٰ کا ہی اور مخاطب اس کا کوئی شخص خاص نہیں ہی بلکہ کل قوم بنی اسرائیل ہی اور تمام قوم جو جنس واحد ہی اُسی کی طرف ضمیر خطاب واحد کا استعمال کیا ہی *

اب اس مقام پر حضرت موسیٰ کو یہہ بتانا تھا کہ وہ نبی بنی اسرائیل میں سے نہیں ہونے کا بلکہ برادران بنی اسرائیل میں سے ہوگا — پس اگر اس مقام پر صرف یہی کہا جاتا کہ تیرے بھائیوں میں سے ہوگا تو یہہ بات بخوبی روشن نہوتی کہ بنی اسرائیل میں سے نہوگا — کیونکہ اگر قوم کو صرف یہہ کہا جاوے کہ تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا تو اُس وقت یہہ احتمال کہ اسی قوم میں سے کوئی ہو زایل نہیں ہوتا اسلیئے اولاً حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ " تجھہ میں سے " اور پھر اُس کا بدل واقع ہوا " تیرے بھائیوں میں سے " تو اس سے صاف متیقن ہوگیا کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا نہ بنی اسرائیل میں سے — پس اسی طرز کلام سے بنی اسرائیل میں سے اُس نبی موعود کے مبعوث ہونے کا احتمال بالکل زایل ہو جاتا ہی اور الفاظ نہ " تیرے بھائیوں میں سے " الفاظ " تجھہ میں

سے " کا بیان تصور نہیں ہوسکتے کیونکہ اگر مقصود یہہ ہوتا کہ وہ نبیّ موعود بنی اسرائیل میں سے ہوگا تو خود الفاظ " تجھہ میں سے " ہی زیادہ تر اُس مطلب کا بیان کرتے تھے بہ نسبت الفاظ " تیرے بھائیوں میں سے " کے — پس کسی طرح یہہ پچھلے الفاظ پہلے الفاظ کی تفسیر اور بیان نہیں ہوسکتی — بلکہ وہ پہلے الفاظ کے بدل واقع ہوئے ہیں جن سے اُس نبی موعود کا بنی اسمعیل سے ہونا معین ہوجاتا ہی *

انقلس نے جو نہایت قدیم ترجمہ کالدی زبان کا ہی اس مقام پر ترجمہ بصیغہ واحد کیا ہی یعنی بجاے اس کے کہ " تیرے بھائیوں میں سے " اُس نے ترجمہ کیا ہی " تیرے بھائی میں سے " اس کا سبب یہہ ہی کہ عبرانی میں جو لفظ " ماحیخا " ہی اُس کے حرف یا کو اگر علامت اضافت سمجھیں تو ترجمہ بصیغہ واحد ہونا چاہئیے — اور اگر علامت جمع سمجھیں تو ترجمہ بصیغہ جمع ہونا چاہئیے — بہر حال ایک بڑے یہودی عالم کی یہہ راے ہی کہ وہ حرف یا علامت اضافت ہی اور جب ترجمہ بصیغہ واحد ہو تو صاف قوم بنی اسرائیل کے بھائی کوئی دوسری قوم ہونی چاہئیے اور اس صورت میں بنی اسمعیل میں سے نبی موعود کا ہونا متعین ہو جاتا ہی اور " ماحیخا " کا بجز بدل ہونے کے اور کچھہ ہو ہی نہیں سکتا *

مولوی چراغ علی صاحب نے اپنے رسالہ بشارت مثل موسیٰ میں یہہ بہی بیان کیا ہی کہ یہہ کہنا کہ بموجب محاورہ توریت کے بھائیوں کے لفظ سے ہمیشہ بنی اسرائیل ہی مراد ہوتے ہیں محض غلط ہی بلکہ کتاب استثنا باب ۲۳ — ۸ میں بنی قطورہ پر اور کتاب استثنا باب ۲ — ۴ و باب ۲ — ۸ و باب ۲۳ — ۸ و صحیفہ اشعیاہ باب ۲۰ — ۱۲ وصحیفہ عبدیا آیت ۱۰ میں نبی عیشاؤ پر اور کتاب پیدایش باب ۱۶ — ۱۲ و باب ۲۵ — ۱۸ میں بنی اسمعیل پر بہی لفظ بھائیوں کا بولا گیا ہی — اورجو کہ ان میں سے بجز اسمعیل کے اور کسیکو برکت نہیں دی گئی تھی اس لئے بنی اسمعیل ہی میں سے نبی موعود کا مبعوث ہونا متعین اور منحصر ہوگیا تھا *

بشارت سوم

حضرت موسی پیغمبر اور حضرت حبقوق نبی نے نبی عربی حجازی محمد رسول الله (صلعم) کے مبعوث ہونے کی اس طرح بشارت دی ہی : *

וַיֹּאמַר יְהוָה מִסִּינַי בָּא וְזָרַח מִשֵּׂעִיר לָמוֹ הוֹפִיעַ מֵהַר פָּארָן וְאָתָה מֵרִבְבֹת קֹדֶשׁ מִימִינוֹ אֵשְׁדָּת לָמוֹ :

אֱלוֹהַּ מִתֵּימָן יָבוֹא וְקָדוֹשׁ מֵהַר־פָּארָן סֶלָה כִּסָּה שָׁמַיִם הוֹדוֹ וּתְהִלָּתוֹ מָלְאָה הָאָרֶץ ,

اس عبارت کو عربي حرفوں میں لکھا جاتا هی *

وَ يُومِر يَهْوَا مِسِّينَائي بَاوَزَارَح مِسِّعِير لَامُو هُو فِيَّع مِهَرْ پَارَان وِ اَتَا مِرِبْبُوت قُودِش مِيمِينُو اِيشْدَاتْ لَامُو *

اِلُوَهْ مِتِّيمَان يَابُو وِ قَادُوش مِهَرْ پَارَان سِلَه كِسَّه شَامَايِم هُودُو وُ تْهِلَّاتُو مَالِئَا هَا ارِص *

عربي ترجمه

وقال ان الله طلع من سينا — واشرق لهم من السعير و من جبل فاران تجلى - بيمينه شريعة بيضاء بجند الملائكة آتي - ياتي الله من جنوب والقدوس من جبل فاران - زين السموات الارض بحمده ملئان *

اُردو ترجمه

اور کہا خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاهر هوا — اُس کے داهنے هاتهه میں شریعت روشن ساتهه لشکر ملائکه کے آیا (توریت کتاب پنجم باب ۳۳ - ۲) *

آئیگا الله جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے - آسمانوں کو جمال سے چهپا دیا اُس کي ستایش سے زمین بهر گئي (کتاب حبقوق باب ۳ — ۳) *

ان آیتوں میں جو کوه فاران سے خدا کا ظاهر هونا اور شریعت کا اُس کے هاتهه میں هونا بیان هوا وه علانیه محمد رسول الله (صلعم) کے مبعوث هونے اور قرآن مجید کے نازل هونے کي که وهي شریعت هي بشارت هی *

یهه بات عرب کے قدیم جغرافیه سے اور بڑے بڑے عالموں کي تحقیق اور تسلیم سے اور توریت کے محاورات سے بخوبی ثابت هوگئي هی که مکه معظمه هي کے پہاڑوں کا نام فاران هی - چنانچه امر مذکور کے ثبوت کي کافي دلیلیں بیان کرتے هیں *

اکتوبر سنه ۱۸۶۹ ع کے کوارٹرلي ریویو میں اسلام پر ایک آرٹیکل چهپا هی جو ایک بہت بڑے عالم یہودي زبان جاننے والے کا لکها هوا هی — اُس کے صفحه ۲۹۹ میں لکها هی که سٹیفر نے اُن خاص آیتوں کي جن میں سینا اور سعیر اور فاران کي بشارت مذکور هی اس طرح پر تشریح کي هی که " خدا سینا سے نکلا " یعني عبراني زبان میں شرع دي گئي (جس سے مراد توریت هی) اور " سعیر سے چمکا " یعني یوناني زبان میں بهی شریعت دي گئي (جس سے مراد انجیل هی اور مسلمان کل عیسائیوں کو رومي کہتے تهے) اور " فاران کے پہاڑ سے ظاهر هوا اور اُسکے هاتهه میں شریعت روشن " یعني عربي زبان میں

شریعت دی گئی (جس سے مراد قرآن مجید ہی) پس اس عالم کے قول سے ثابت ہی کہ فاران وہی جگہہ ہی جہاں سے مذہب اسلام ظاہر ہوا یعنی حجاز یا مکہ معظمہ *

چند سطروں کے بعد اسی آرٹیکل کا لکھنے والا پھر لکھتا ہی کہ " اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ سینا اور سعیر اکثر بجائے اسرائیل اور عیسی کے مستعمل ہوتے ہیں اور ادوم بجائے روم کے اور فاران تو صاف عرب کے لیئے مستعمل ہی ــ صرف اس میں شبہہ ہی کہ مکہ کے گرد کے پہاڑوں کا یہہ نام ہی یا نہیں " مگر ہم اس شبہہ کو بھی مٹادینگے اور قدیم جغرافیہ کی تحقیقات سے ثابت کرینگے کہ مکہ کے گرد کے پہاڑ ہی فاران ہیں *

توریت کتاب اول باب ۲۱ آیت ۲۰ میں لکھا ہی کہ جب حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل کو اپنے پاس سے نکالدیا تو وہ دونوں بیر شبع کے بیابان میں پھرا کیئے اور اُسی باب کی اکیسویں آیت میں لکھا ہی کہ بیابان فاران میں ساکن ہوئے *

قرآن مجید سے بھی حضرت اسمعیل کی سکونت بیابان میں معلوم ہوتی ہی ــ قرآن مجید میں حضرت اسمعیل کے اُس زمانہ کی سکونت کا ذکر ہی جبکہ حضرت ابراہیم اُن کے پاس آئے تھے اور خانہ کعبہ کی تعمیر کرکے اُسی کے پاس حضرت اسمعیل کی سکونت مستقل طور پر کردی تھی ــ اور یہہ بات توریت سے بھی پائی جاتی ہی کہ پہلے حضرت اسمعیل بیابان میں خانہ بدوش تھے پھر بیابان فاران میں سکونت اختیار کی *

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کی دعا اس طرح پر مذکور ہی کہ " اے خدا میں نے اپنی اولاد میں سے تیرے بزرگ گھر کے پاس بن کھیتی کے میدان میں آباد کیا ہی " لفظ " مدبر " מִדְבָּר جو

اللهم اني اسكنت من ذريتي بواد غير ذي زرع عند بيتك المحرم ــ (قرآن) ــ

توریت میں عبرانی زبان کا آیا ہی اور لفظ " واد غیر ذی زرع " جو قرآن مجید میں آیا ہی اُن دونوں کے ایک ہی معنی ہیں ــ پس توریت مقدس اور قرآن مجید میں یہہ بات تو متفق ہی کہ حضرت اسمعیل وادی میں آباد ہوئے ــ مگر اُس وادی کے نام اور مقام میں بحث باقی رہی ــ توریت مقدس سے تو اُس کا نام فاران معلوم ہوا اور قرآن مجید سے اُس کا مقام وہ معلوم ہوا جہانکہ اب کعبہ ہی اور اگر یہہ ثابت ہوجاوے کہ مکہ معظمہ جہاں کعبہ بنا ہوا ہی وادی فاران میں واقع ہی تو یہہ امر بھی متفق علیہ ہوجاویگا *

اب ہم اسبات سے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہی یعنی کعبہ کے پاس حضرت اسمعیل کا آباد ہونا اُس سے قطع نظر کرتے ہیں اور جو بات توریت میں ہی اور جس کو یہودی اور عیسائی دونوں تسلیم کرتے ہیں اُسی کو مدار اپنے استدلال کا قرار دیتے ہیں اور وہ یہہ ہی کہ حضرت اسمعیل وادی فاران میں ساکن ہوئے *

اب ہمکو قدیم جغرافیہ سے اس بات کی تلاش باقی رہی کہ حضرت اسمعیل کس جگہہ آباد ہوئے تھے کیونکہ جو مقام اُن کی سکونت کا ثابت ہوجاوے گا وہی وادی فاران ہوگا *

اس مطلب کے حل کرنے کے لیئے تین سوال قابل غور ہیں : *

اول — یہہ کہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسمعیل اور اُن کی ماں کو اپنے گھر سے نکالکر کس مقام پر چھوڑا ؟ *

دوم — یہہ کہ حضرت اسمعیل اور اُن کی ماں بیابان میں پھرنے کے بعد کس مقام پر آباد ہوئیں ؟ *

سوم — یہہ کہ وہ اُسی جگہہ رہتی رہیں جہاں اُنہوں نے پہلی دفعہ سکونت اختیار کی تھی یا کسی اَور مقام پر جا رہی تھیں ؟ *

قران مجید میں ان باتوں کا کچھہ تذکرہ نہیں ہی — لیکن چند روایتیں اور کچھہ حدیثیں اس کے متعلق ہیں — حدیثوں کا جو اس معاملہ سے متعلق ہیں یہہ حال ہی کہ وہ کافی اعتبار کے لایق نہیں اور نہ وہ مرفوع ہیں یعنی اُن کی سند پیغمبر خدا (صلعم) تک نہیں ہی — پس وہ بھی مثل روایتوں کے نامعتبر ہیں اور روایتیں تو کسی طرح قابل اعتبار کے ہیں ہی نہیں کیونکہ اُن میں نہایت اختلاف ہی اور مختلف اوقات کے واقعات سب ایک جگہہ گڈمڈ کردیئے ہیں پس پہلے سوال کی نسبت جو کچھہ توریت مقدس میں لکھا ہی اُس سے زیادہ لکھنے کی کچھہ ضرورت نہیں اور وہ یہہ ہی کہ " حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور اُن کے بیٹے حضرت اسمعیل کو دو روٹیاں اور پانی کی ایک چھاگل دیکر نکالدیا اور وہ بیر شبع کے بیابان میں پھرا کیں " (توریت کتاب اول باب ۲۱ آیت ۱۶) *

دوسرے سوال کا جواب اُس مقام کی تحقیق کرنے پر منحصر ہی جہاں حضرت اسمعیل آباد ہوئے اور اُس مقام کی تحقیقات کا اس سے زیادہ عمدہ اور قابل اطمینان کے کوئی طریقہ نہیں ہی کہ ہم پرانے جغرافیہ پر متوجہہ ہوں اور حضرت اسمعیل کی اولاد کے رہنے کے مکانات کے کھنڈروں کی تحقیقات کریں جہاں وہ ملیں وہی مقام سکونت حضرت اسمعیل کا ہوگا اور وہی مقام وادی فاران بھی ضرور ہوگا — اس لیئے کہ یہہ بات مسلمہ ہی کہ وادی فاران میں آباد ہوئے تھے *

حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹے تھے : ۱ — نبایوث — ۲ — قیدار — ۳ — ادبئیل — ۴ — مبسام — ۵ — مشماع — ۶ — دوما — ۷ — مسا — ۸ — حدر — ۹ — تیما — ۱۰ یطور — ۱۱ — نافیش — ۱۲ — قیدماہ — *

پہلا بیٹا حضرت اسمعیل کا نبایوث عرب کے شمال مغربی حصہ میں آباد ہوا — ویورنڈ

کارتری بی کاری ایم اے نے اپنے نقشہ میں اُس کا نشان ۳۸ و ۳۰ درجہ عرض شمالی اور ۳۶ و ۳۸ درجہ طول شرقی کے درمیان میں لگایا ہی *

ریورنڈ مسٹر فارسٹر لکھتے ہیں کہ نبایوث کی اولاد عریبیا پیٹرا سے مشرق کی طرف عریبیا ڈزرٹانک اور جنوب کی طرف خلیج الا متک و حجاز تک پھیل گئی تھی *

اسٹریبو کے بیان سے پایا جاتا ہی کہ نبایوث کی اولاد نے اس سے بھی زیادہ ملک گھیر لیا تھا اور مدینہ تک اور بندر حور اور بندر ینبوع تک جو بحر قلزم کے کنارہ پر ہی اور مدینہ سے جنوب مغرب میں واقع ہی اُن کی عملداری ہوگئی تھی *

ریورنڈ مسٹر فارسٹر لکھتے ہیں کہ اس مختصر بیان سے ظاہر ہوتا ہی کہ نبایوث کی اولاد صرف پتھریلے میدانوں میں نہیں پڑی رہی بلکہ حجاز اور نجد کے بڑے بڑے ضلعوں میں پھیل گئی *

ممکن ہی کہ رفتہ رفتہ نبایوث کی اولاد عرب کے بہت بڑے حصہ میں پھیل گئی ہو الا یہہ بات کہ نبایوث کی سکونت اور اُس کی اولاد کی سکونت عرب میں تھی بخوبی ثابت ہی *

دوسرا بیٹا حضرت اسمعیل کا قیدار نبایوث کے پاس جنوب کی طرف حجاز میں آباد ہوا — ریورنڈ مسٹر فارسٹر کہتے ہیں کہ اشعیاہ نبی کے بیان سے بھی صاف صاف قیدار کا مسکن حجاز ثابت ہوتا ہی جس میں مکہ و مدینہ بھی شامل ہیں — اور زیادہ ثبوت اس کا حال کے جغرافیہ میں شہر الحدر اور نہت سے پایا جاتا ہی جو اصل میں القیدار اور نبایوث ہیں — اہل عرب کی یہہ روایت کہ قیدار اور اُس کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اُس کی تائید اس بات سے ہوتی ہی کہ عہد عتیق میں قیدار کا مسکن عرب کے اسی حصہ میں یعنی حجاز میں بیان ہوا ہی — دوسرے یہہ کہ یہہ بات بخوبی ثابت ہی کہ پورینیس اور بطلمیوس اور پلینی اعظم کے زمانوں میں یہہ قومیں حجاز کی باشندہ تھیں — کیڈری یعنی قیدری دری یعنی مخفف قیدری، اور کڈورنائٹی یعنی قیداری کریٹی یعنی قیدری چنانچہ اس کا ذکر ہسٹری جغرافیہ جلد اول صفحہ ۲۴۸ میں مندرج ہی — پس بخوبی ثابت ہی کہ قیدار حجاز میں آباد تھا *

ریورنڈ کارٹری بی کاری نے اپنے نقشہ میں قیدار کی آبادی کا نشان ۲۶ و ۲۷ درجہ عرض شمالی و ۳۷ و ۳۸ درجہ طول شرقی کے درمیان میں لگایا ہی *

تیسرا بیٹا حضرت اسمعیل کا ادبئیل ہی — بموجب سند جوزیفس کے ادبئیل بھی اپنے اُن دونوں بھائیوں کے ہمسایہ میں آباد ہوا تھا *

چوتھا بیٹا حضرت اسمعیل کا مبسام ہی مگر اُس کی سکونت کے مقام کا پتہ نہیں ملتا *

پانچواں بیٹا حضرت اسمعیل کا مشماع ہی — ریورنڈ مسٹر فارسٹر کا یہہ قیاس صحیح

هی که عبراني میں جس کو مشماع لکها هی اُسي کو یوناني ترجمه سبٹو ایجنٹ میں مسما اور جوزیفس نے مسماس و بطلمیوس نے مسمیز لکها هی اور عرب میں اُسي کي اولاد بني مسما کهلاتي هی — پس کچهه شبهه نهیں که یهه بیٹا قریب نجد کے اولاً آباد هوا تها *

چهٹا بیٹا حضرت اسمعیل کا دوماه تها — مشرقي اور مغربي جغرافیه داں قبول کرتے هیں که یهه بیٹا تهامه میں آباد هوا تها — معجم‌البلدان میں لکها هی که دومةالجندل کا نام واقدي کي حدیث میں دوماه الجندل آیا هی اور ابن سقفیه نے اُسکو اعمال مدینه میں گنا هی — اُسکا نام دوم ابن اسمعیل ابن ابراهیم کے نام پر موسوم هوا هی اور زجاجي کا قول هی که اسمعیل کے بیٹے کا نام دومان هی اور بعضوں نے کہا هی که اسمعیل کا ایک بیٹا تها اُسکا نام دما تها اور شاید اُس کے اصلي نام کو بگاڑ دیا هی اور ابن کلبي کا قول هی که دو ماه اسمعیل کا بیٹا تها اور اُسي کا قول هی که جب تهامه میں حضرت اسمعیل کي بهت سي اولاد هوگئي تو دوماه وهاں سے نکلا اور بمقام دومه قیام کیا اور وهاں قلعه بنایا اور اُس کا نام دوماه اپنے نام پر رکها اور ابو عبید سکوني کا قول هی که دومه جندل قلعه اور گانوں شام اور مدینه کے درمیان میں هیں قریب جبل طے کے اور دومه وادي قری کے گانوں میں سے هی — ریورنڈ مسٹر فارسٹر بهي اسي کو تسلیم کرتے هیں اور اب تک یهه ایک مشهور جگهه عرب میں موجود هی *

دومةالجندل *** قد جاء في حدیث الواقدي دو ماه الجندل وعدها ابن السقفیة من اعمال المدینة سمیت بدوم ابن اسمعیل بن ابراهیم وقال الزجاجي دومان ابن اسمعیل و قیل کان لاسمعیل ولد اسمه دما ولعله مغیر منه و قال ابن‌الکلبي دو ماه ابن اسمعیل قال و لما کثر ولد اسمعیل عم بالتهامة خرج دو ماه بن اسمعیل حتی نزل موضع دومه و بني له حصناً فقیل دوماه و نصب الحصن الیه *** قال ابو عبید السکوني دومة جندل حصن و قری بین الشام والمدینة قرب جبل طے *** دومة من القریات من وادي القری — (معجم البلدان)

ساتواں بیٹا حضرت اسمعیل کا مسا تها — ریورنڈ مسٹر فارسٹر بیان کرتے هیں که یهه بیٹا مسو پوٹیما میں آباد هوا مگر یهه صحیح نهیں هی — کچهه شبهه نهیں که یهه بیٹا جب حجاز سے نکلا تو یمن میں آباد هوا اور یمن کے کهنڈرات میں اب تک مسا کا نام قایم هی — ریورنڈ کارٹري پي کاري نے اپنے نقشه میں اس مقام کا نشان ۱۳ درجه اور ۳۰ دقیقه عرض شمالي اور ۴۳ درجه اور ۳۰ دقیقه طول شرقي میں قایم کیا هی *

اسمعیل اور اُنکي تمام اولاد اولاً حجاز میں تهي — بلاشبهه جب اولاد جوان هوئي اور کثرت هوگئي تب مختلف مقاموں میں جاکر سکونت اختیار کي — مگر عمده بات قابل غور یهه هی که سب کا پته عرب هي میں یا حجاز کے آس پاس پایا جاتا هی *

آٹھواں بیٹا حضرت اسمعیل کا حدد تھا اور عہد عتیق میں حداد بھي اُسکا نام ہی — یمن میں شہر حدیدہ اب تک اُسي کا مقام بتلا رہا ہی — اور قوم حدیدہ جو یمن کي ایک قوم ہی اُسي کے نام کو یاد دلاتي ہی — زہري مورخ کا بھي یہي قول ہی اور ریورنڈ مسٹر فارسٹر بھي اسکو تسلیم کرتے ہیں *

نواں بیٹا حضرت اسمعیل کا تیما تھا — اُن کي سکونت کا مقام نجد ہی اور بعد کو رفتہ رفتہ خلیج فارس تک پہونچ گئے *

دسواں بیٹا حضرت اسمعیل کا یطور ہی — ریورنڈ مسٹر فارسٹر بیان کرتے ہیں کہ اس کا مسکن جدور میں تھا جو جبل کسیروني کے جنوب اور جبل الشیخ کے مشرق میں واقع ہی *

گیارھواں بیٹا حضرت اسمعیل کا نافیش تھا — ریورنڈ مسٹر فارسٹر توریت اور جو زیفس کي سند سے لکھتے ہیں کہ عربیا ڈزرٹا میں ان کي نسل اسي نام سے آباد تھي *

بارھواں بیٹا حضرت اسمعیل کا قیدماہ تھا — اُنھوں نے بھي یمن میں سکونت اختیار کي تھي — ریورنڈ مسٹر فارسٹر نے خیال کیا ہی کہ قیدماہ کاظمہ میں آباد ہوا تھا جو خلیج فارس پر ہی اور جس کا تذکرہ ابوالفدا نے کیا ہی — مگر یہہ خیال اُن کا غلط ہی *

مسعودي نے صاف لکھا ہی کہ اصحاب الرس اسمعیل کي اولاد میں سے تھے اور وہ دو قبیلے تھے — ایک کو قدمان کہتے تھے اور دوسرے کو یامین اور بعضوں کے نزدیک رعویل اور یہہ یمن میں تھے *

اصحاب الرس کانوا من ولد اسمعیل وهم قبیلتان یقال لاحدهم قدمان والاخری یامین وقیل رعویل وذلک بالیمن (مروج الذهب مسعودي) —

اب اس تحقیقات سے جو جغرافیہ کي روسے نہایت قابل اطمینان کے ہی دو باتیں ثابت ہوگئیں — ایک یہہ کہ حضرت اسمعیل اور اُن کي تمام اولاد عرب میں آباد ہوئي — دوسرے یہہ کہ مرکز اس خاندان کي آبادي کا حجاز تھا جہاں اسمعیل کي مقدم اولاد کا مسکن ہوا تھا اور پھر اُس مرکز سے اور طرف عرب میں پھیلي — پس ثابت ہوا کہ حضرت اسمعیل نے حجاز میں سکونت اختیار کي تھي اور اُسي کا قدیم نام فاران ہی جو حضرت موسیٰ اور حضرت حبقوق نے اپني اپني بشارتوں میں بتایا ہی *

توریت سامري کا عربي ترجمہ جس کو آرکونن نے سنہ ۱۸۵۱ ع میں بمقام گلدوني فہاورم چھاپا فاران کو حجاز بتلایا ہی — چنانچہ اُس ترجمہ کي بعینہ یہہ عبارت ہی *

" و سکن بریة فران (الحجاز) واخذت له امه امرة من ارض مصر " (عربی ترجمہ توراة سامري) لفظ حجاز جو دو ہلالي خطوں میں ہی مترجم نے اسي طرح لکھا ہی *

اگرچہ یہہ بات نہایت صفائي سے ظاہر ہی کہ وادي حجاز اور وادي فاران دونوں

ایک هیں اور اسمعیل کے خاندان کے ٹرتے پھوٹے کھنڈر اُس کي گواهي دے رهے هیں — مگر با این همه عیسائي اُس کو تسلیم نہیں کرتے اور موقع فاران کي نسبت مفصلهٔ ذیل تین رائیں قرار دیتے هیں *

اول — یہه که وہ اُس وسیع میدان کو جو بیرشبع کي شمالي حد سے کوہ سینا تک پھیلا هوا هی فاران کہتے هیں اور اُس کي حد عموماً اس طرح پر قرار دیتے هیں *

حد شمالي — کنعان	حد جنوبي — کوہ سینا
حد غربي — ملک مصر	حد شرقي — کوہ سعیر

اور کہتے هیں که اس حد میں اور بہت سے چھوٹے چھوٹے وادي علحدہ علحدہ نام سے شامل هیں — مثلاً شور — بیرشبع — اتھان — سینا — سن — زن و ایدم وغیرہ *

دوسرے — یہه که قادیش جہاں حضرت ابراهیم نے کنواں کھدوایا جس کا نام بیرشبع تھا اور فاران دونوں ایک هیں *

تیسرے — یہه که فاران اُس وادي کو کہتے هیں جو کوہ سینا کے مغربي نشیب پر واقع هی اور جہاں بہت سي ٹوٹي پھوٹي عمارتیں اور پراني قبریں اور مینارین وغیرہ اب تک موجود هیں — مسٹر روبنز کا بیان هی که اُس مقام پر ایک ٹوٹا هوا گرجا ملا جو حضرت عیسیٰ کے بعد پانچویں صدي کا بنا هوا معلوم هوتا هی اور یہه بھي اُن کا قول هی که چوتھي صدي میں اُس مقام پر عیسائي رهتے تھے اور ایک بشپ بھی وهاں رهتا تھا *

همارے راے میں یہه تینوں توجیهیں محض غلط هیں اور کسي طرح توریت مقدس کے بیان کے مطابق نہیں هیں — چنانچہ هم اُن تینوں توجیهوں کي تردید بیان کرتے هیں *

اگرچہ یہه تینوں توجیهیں نہایت مختصر تقریر سے رفع هوسکتي هیں که جب ان مقاموں میں حضرت اسمعیل یا اُن کي اولاد کے رهنے کا کوئي نشان تک نہیں هی تو پھر کیونکر وہ مقام فاران تصور هوسکتے هیں — مگر هم اس سے قطع نظر کرکے هرایک توجیهه کي جدا جدا تردید بیان کرینگے *

توجیهه اول کي تردید

پہلي توجیهه کا منشا یہه هی که فاران ایک بہت بڑا وادي هی اور اُس میں شور و سینا وغیرہ سب داخل هیں — اس توجیهه کي تردید کے لیئے توریت مقدس کي چند آیتوں نقل کردیني کافي هیں جن سے ثابت هوتا هی که فاران ایک مستقل اور جدا گانه وادي هی اور اور وادیوں سے ملکر نہیں بنا هی *

۱ — توریت کتاب چہارم باب ۱۰ آیت ۱۲ میں لکھا هی " بني اسرائیل نے بیابان سینا سے کوچ کیا اور بادل بیابان پاران میں ٹھہر گیا " — پس اس سے صاف ثابت هوتا

هی کہ بیابان سینی ایک جدا بیابان اور پاران جدا بیابان هی *

۲ — توریت کتاب اول باب ۱۴ آیت ۶ میں لکھا هی کہ " کدرلا عومر نے حوریوں کو پہاڑ سعیر میں ایل فاران تک جو صحرا کے نزدیک هی مارا " پس اس آیت سے ثابت هی کہ سعیر جدا هی اور وادي پاران علحدہ هی *

۳ — توریت کتاب چہارم باب ۱۲ آیت ۱۶ و باب ۱۳ آیت ۳ میں لکھا هی کہ " بني اسرائیل حصیروت سے چلے اور بیابان فاران میں ٹھیرے اور وهاں سے زمین کنعان کی تلاش کو سرداران قوم روانہ ہوئے " — اس سے صاف ثابت هی کہ حصیروت سے آگے فاران اور اُن سب وادیوں سے علحدہ وادي هی *

۴ — پھر اسي کتاب کے باب ۱۳ آیت ۲۵ و ۲۶ میں لکھا هی کہ " وہ سردار کنعان کو دیکھہ کر پھرے تو بیابان فاران میں سے قادیش میں پہونچے " — پس کنعان سے مراجعت کرتے وقت پہلے بیابان فاران پڑتا هی اور پھر قادیش اور یہہ بالکل ٹھیک هی کیونکہ قادیش جہاں ابراهیم نے بیر شبع بنایا اور بیابان فاران باهم پیوستہ هیں — قادیش شمالي سرحد فاران پر واقع هی *

یہہ بھي یاد رکھنا چاهیئے کہ بیر شبع ابراهیم والا اور قادیش ایک هیں — اس لیئے کہ وہ قادیش میں بنایا گیا تھا اور اسحاق نے جو بیرشبع بنایا وہ علحدہ اور قریب فلسطین کے واقع هی — ان دونوں کو علحدہ علحدہ خیال میں رکھنا ضرور هی *

یہہ دونوں آیتیں توریت اور کتاب حبقوق نبي کي جن میں همارے پیغمبر خدا (صلعم) کي بشارتیں مندرج هیں اور جن پر هم بحث کر رهے هیں ان سے بھي ظاهر هی کہ فاران و سعیر سب علحدہ علحدہ مقام هیں *

۶ — کتاب اول سلاطین باب ۱۱ آیت ۱۸ میں هدد اور اُس کے همراهیوں کے مصر میں جانے کے حال میں لکھا هی کہ " وہ مدیان سے نکلے اور فاران میں آئے اور وهاں سے آدمي ساتھہ لیکر مصر کو گئے " — مدیان وہ شہر هی جسکو عرب مدین کہتے تھے اور ساحل بحر قلزم پر جو حجاز کي جانب هی تبوک سے تخمیناً چھہ منزل جانب جنوب واقع هی اور یہہ شہر بھي وادي فاران میں واقع تھا جو ٹھیک حجاز هی — اس سے دو مطلب ایک حجاز اور وادي فاران کا متحد ہونا دوسرے وادي فاران کا ایک مستقل جدا وادي ہونا ثابت ہوتے هیں *

توجیہہ دوم کي تردید

دوسري توجیہہ یہہ تھي کہ فاران اور وادي قادیش دونوں ایک هیں — اس توجیہہ کي تردید میں بھي توریت کي چند آیتیں لکھي جاتي هیں جن سے معلوم ہوگا کہ وہ دونوں الگ الگ مقام هیں *

۱ — توریت کتاب اول باب ۱۴ آیت ۶ و ۷ میں لکھا ہی کہ " کدر لاعومر نے حوریوں کو پہاڑ سعیر میں ایل فاران تک جو صحرا کے نزدیک ھی مارا اور وھاں سے پھر کر عین مشپاط میں جو قادیش ھی آئے " - اس سے بخوبی ثابت ھی کہ پاران اور قادیش دونوں علحدہ ھیں متحد نہیں *

۲ — توریت کتاب چہارم باب ۱۳ آیت ۲۶ میں لکھا ھی کہ " وہ سردار جو حضرت موسی نے بھیجے تھے از طرف فاران قادیش میں پہونچے " - اس سے ثابت ھوتا ھی کہ قادیش و فاران جدا جدا دو مقام ھیں *

آیت جس کا ھم نے ذکر کیا اُس کے ترجمہ میں لوگوں نے کسی قدر غلطی کی ھی — اس لیئے ھم اُس آیت کو معہ ترجمہ اس مقام پر نقل کرتے ھیں *

וַיֵּלְכוּ וַיָּבֹאוּ אֶל־מֹשֶׁה וְאֶל־אַהֲרֹן וְאֶל כָּל־עֲדַת בְּנֵי־יִשְׂרָאֵל אֶל־מִדְבַּר פָּארָן קָדֵשָׁה :

اس عبارت کو عربی حرفوں میں لکھا جاتا ھی *

وَ یِیلْخُو وَ یّا بُؤُوْ اِلْ مُوشِہ وَ اِلْ اَھَارُون وِ اِلْ کُلْ عَدَثْ بِنِی اِسْرَائِیل اِلْ مِدْبَر پَارَان قَادِیشَہ *

عربی ترجمہ

و رحلوا وجاؤا الی موسی و الی ھارون و الی کل جماعۃ بنی اسرائیل الی بریۃ فاران بالقادس *

اُردو ترجمہ

اور کوچ کیا اور آئے موسی اور ھارون اور تمام جماعت بنی اسرائیل کے پاس طرف میدان فاران کے قادیش میں *

انقلس نے اِس مقام پر قادیش کو مقام نہیں خیال کیا بلکہ اُس کے معنی نائل کے لیئے ھیں — یعنی فاران میں واپس آئے بہ نیل مرام پس اگر یہہ معنی لیئے جاویں تو اِس آیت سے قادیش اور فاران کے ایک ھونے پر کسی طرح استدلال نہیں ھوسکتا *

توجیہہ سوم کی تردید

تیسری توجیہہ یہہ ھی کہ پاران کوہ سینا کے مغربی نشیب میں واقع ھی جہاں کھنڈرات بھی پائے گئے ھیں - یہہ استدلال بھی صحیح نہیں ھی - ھم اُس بیابان کے وجود سے جو کوہ سینا کے نشیب میں واقع ھی انکار نہیں کرتے — مشرقی جغرافیہ دانوں کی تحریروں سے ثابت ھی کہ تین مقام فاران کے نام سے مشہور ھیں — ایک کوھستان حجاز

یعني مکه معظمه اور ابو نصر بن قاسم بن قضاعة القضاعي الفاراني الاسکندري جو حجاز کا رهنے والا تها وہ حجاز هي کے رهنے کے سبب فاراني کهلاتا تها — دوسرا فاران کوہ طور یا سینا کے پاس تها اور تیسرا فاران نواح سمرقند میں واقع تها چنانچه یه تفصیل کتاب مشترک یا قوت حموي میں لکهي هی *

جو فاران که نواح سمرقند میں تها وہ تو بحث سے خارج هی - صرف اُس فاران سے بحث هی جو کوہ سینا کے مغربی نشیب میں واقع هی - مگر اُس کی نسبت اِس قدر اور تحقیقات کرني باقي هی که آیا اِس مقام پر فاران حضرت ابراهیم کے بلکه حضرت موسی کے وقت میں تها یا نهیں - اور یه وهي وادي هی جسکا ذکر توریت میں هی اور جهاں بیرشبع کے بیابان میں پهرنے کے بعد حضرت اسمعیل اور حضرت هاجرہ نے قیام کیا تها — اور یه وهي مقام هی جهاں اسمعیل کي اولاد آباد هوئي - ان باتوں میں سے ایک بهي ثابت نهیں بلکه اس کے برخلاف ثابت هی جیسا که اگلي بحثوں میں بیان هوچکا - مگر با ایں همه جو دلیلیں عیسائیوں نے اِس فاران کي نسبت لکهي هیں اور جس کو ریورنڈ مسٹر فارسٹر نے ایک نهایت عمدگي اور غور سے جمع کردیا هی اُن سب کي هم تردید بیان کرتے هیں تاکه بحث بخوبي پوري هوجاوے *

ریورنڈ مسٹر فارسٹر کهتے هیں که " توریت کتاب اول باب ۲۵ و آیت ۱۷ میں لکها هی " که ' اسمعیل کي اولاد حویلاہ سے شور تک جو اشور کو جاتے هوئے مصر کے برابر پڑتا هی آباد هوئي ' اس آیت کو لکهه کر وہ کهتے هیں که " اقرار خدا کا پورا هوگیا که بني اسمعیل شور سے حویلاہ تک یعني عرب میں مصر کے کنارہ سے دریاے فرات کے موهانه تک پهیل گئي *

پهلي غلطي اس مصنف کي یه هی که حویلاہ کو دریاے فرات کے موهانه پر قرار دیتے هیں حالانکه وہ مقام جس کا باني حویلاہ هی اور جس کا نام توریت کتاب اول باب ۱۰ آیت ۲۹ میں آیا هی یمن کے قریب واقع هی - چنانچه ریورنڈ کارٹري پي‌کاري ایم اے کے نقشه میں اُس کا نشان ۱۷ درجه ۳۰ دقیقه عرض شمالي اور ۴۲ درجه ۳۰ دقیقه طول شرقي پر لگایا هی اور یهي صحیح معلوم هوتا هی *

دوسري غلطي اس مصنف کي یه هی که وہ شور کو عریبیا پیٹریا کے مغرب میں بتاتے هیں اور یه صریح غلطي هی — کیونکه شور کے بیابان سے وہ وسیع میدان بتایا جاتا هی جو سوریا کے جنوب سے مصر تک پهیلا هوا هی *

توریت کي جس آیت کا ریورنڈ مسٹر فارسٹر نے ذکر کیا یعني کتاب اول باب ۲۵ آیت ۱۸ اُس میں دو لفظ هیں שור شور אַשּׁוּרָה اشورہ اور کسي نام کے ساتهه لفظ بیابان کا نهیں هی — شور کا نام حال میں سوریا هی اور کچهه شک کا مقام نهیں هوسکتا که حال

کا نام اشورہ کا اس سریا ہی — پس صاف ظاہر ہی کہ اسمعیل کي اولاد اُس قطع زمین میں آباد ہوئي جو یمن کي شمالي سرحد سے سریا کي جنوبي سرحد تک ہی - اور یہي امر مطابق واقع کے بھي ہی اور توریت مقدس کے بیان کے بھي مطابق ہی — اور اسي مقام میں اسمعیل کي اولاد کی آبادیوں کے نشان ملتے ہیں اور یہي ٹکرہ زمین کا حجاز کہلاتا ہی اور اسي کا قدیم نام فاران تھا اور یہہ ہمارا بیان اس بات سے اور زیادہ صحیح ہو جاتا ہی کہ جو مسافر وہاں سے اس سریا کو جاتا ہی تو ٹھیک مصر سامنے واقع ہوتا ہی جیسا کہ توریت مقدس میں لکھا ہی *

ریورنڈ مسٹر فارسٹر سینٹ پال کے خط سے جو گلیشین کے نام لکھا تھا ایک نیا نتیجہ نکالتے ہیں کہ کوہ سینا اور ہاجر متحد ہیں — مگر یہہ بھي سرتا سر غلطی ہی — ہم سینٹ پال کے خط کي وہ عبارت لکھتے ہیں اور پھر اُسکا مطلب بیان کرکے ریورنڈ مسٹر فارسٹر کي غلطي بتاتے ہیں *

سینٹ پال کے خط کي یہہ عبارت ہی " تم جو شریعت کے تابع ہوا چاہتے ہو کیا تم نہیں سنتے کہ شریعت کیا کہتي ہی — یہہ لکھا ہی کہ ابراہیم کے دو بیٹے تھے ایک لونڈي سے دوسرا بیوي سے جو لونڈي سے تھا جسماني طور پر پیدا ہوا اور جو بیوي سے تھا سو وعدہ کے طور پر پیدا ہوا — یہہ باتیں تمثیلیں ہیں اس لیئے کہ یہہ دو عہد ہیں — ایک تو سینا پہاڑ سے جس سے نرے غلام پیدا ہوتے ہیں اور یہہ ہاجرہ ہی - کیونکہ ہاجرہ عرب کا کوہ سینا اور یہاں کے یروشلم کا جواب ہی جو اپنے لڑکوں کے ساتھہ غلامي میں ہی — پر اوپر کي یروشلم آزاد ہی سو یہي ہم سب کي ماں ہی " (نامہ سینٹ پال بمقام گلیشین باب ۴ آیت ۲ لغایت ۲۶) *

اس مقام پر جو یہہ لفظ آیا ہی کہ " یہہ ہاجرہ ہی " اس سے اسبات پر کہ کوہ سینا اور ہاجر ایک ہی استدلال نہیں ہوسکتا کیونکہ اس مقام پر امر مذکور بیان نہیں ہوا بلکہ سارا بیان بطور تمثیل کے ہی *

سینٹ پال اُن لوگوں کو جنہوں نے صرف ظاہري احکام شریعت کي پابندي اختیار کي تھي اور اُسکے نتیجہ یعني روحاني نیکي کو بالکل چھوڑ دیا تھا اُنکو نصیحت کرتے ہیں - یہہ بات یہودیوں میں مشہور تھي کہ حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے - ایک حضرت اسمعیل لونڈي سے (گویکہ یہہ امر غلط ہی مگر یہہ مقام اس کي بحث کا نہیں ہی) دوسرے حضرت اسحق بیوي سے — اور یہہ بھي مشہور تھا کہ حضرت اسمعیل تو جسماني ہیں اور حضرت اسحق روحاني جو بموجب وعدہ کے پیدا ہوئے ہیں - اب سینٹ پال حضرت اسحق کي اولاد یعني بني اسرائیل کا بھي جسماني ہونا اور صرف عیسائیوں کا روحاني بیٹا ہونا بیان کرنا چاہتے ہیں - اور اسلیئے کہتے ہیں کہ جسماني اور روحاني ہونا یہہ تو

تمثیلیں ہیں — حقیقت میں یہہ دو عہد ہیں — اب وہ کہتے ہیں کہ ایک عہد تو کوہ سینا سے ہی — جس سے بنی اسرائیل اسحاق کی اولاد مراد ہیں — مگر اس عہد سے بھی غلام ہی پیدا ہوتے ہیں — یعنی صرف ظاہری شریعت میں پڑے ہوئے — اب وہ کہتے ہیں کہ " یہی ہاجرہ ہی " یعنی یہی بمعنی لونڈی کی اولاد ہونا ہی اور اس کی دلیل میں بیان کرتے ہیں کہ ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہی اور یروشلم کا جواب ہی جو یعنی یروشلم اپنے لڑکوں یعنی بنی اسرائیل کے ساتھہ غلامی میں ہی — آگے وہ کہتے ہیں کہ روحانی یروشلم کا ہمکو بیٹا ہونا چاہیئے اور مثل لونڈی کی اولاد کے غلامی کی حالت کو چھوڑ دینا چاہیئے — پس اس مقام سے ہاجر اور کوہ سینا کا ایک ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ صاف پایا جاتا ہی کہ حضرت ہاجرہ کوہ سینا سے علحدہ عرب میں (حجاز) میں تھیں جنکو تمثیلاً عرب کا سینا بیان کیا ہی اور یروشلم کا مقابل ●

ریورنڈ مسٹر فارسٹر کتاب اول تواریخ ایام کی آیت ۹ و ۱۰ کی سند پر بیان کرتے ہیں کہ ہگری یعنی بنی ہاجرہ کنارہ دریاے فرات زمین گلعاد میں ساکن تھے اور وہاں چند آبادیوں کے ایسے نام بھی تلاش کیئےہیں جو بنی اسمعیل کے ناموں کے مشابہ یا مطابق ہیں ●

مگر اس کہنے سے کیا فائدہ ہی — بلاشبہہ زمانہ کے دور میں بنی اسمعیل حجاز میں سے نکلے اور تمام عرب میں خلیج فارس تک پھیل گئے — فاران کی تحقیقات میں اُس مقام کو تلاش کرنا چاہیئے جہاں حضرت اسمعیل آباد ہوئے سو وہ ثابت ہوگیا کہ حجاز میں اور گرد مکہ کے آباد ہوئے — پس وہی مقام فاران کا ہی — بعد کو وہ کتنی دور تک ملکوں میں پھیل گئے ہوں اُس سے کچھہ بحث نہیں ہی ●

جو فاران کوہ سینا کے مغربی نشیب میں ہی اور جس کے کھنڈرات ملے ہیں وہ توریت کا فاران نہیں ہی اور حضرت موسیٰ کے زمانہ تک اُس کا وجود نہ تھا — حضرت موسیٰ جب مصر سے بنی اسرائیل کو لیکر نکلے اور اُنہوں نے بحر احمر کی غربی شاخ کی نوک کو پار کیا جس کے پانی کو بہ سبب سمندر کے جزر کے خدا نے ہٹا دیا تھا شور کے جنگل میں پہونچے اور جب سین کے جنگل کو طے کیا اور افیدیم میں مقام ہوا تو وہاں عمالیق آئے اور موسیٰ سے لڑے — چنانچہ یہہ سب حال توریت کتاب دوم باب ۱۷ آیت ۱ لغایت ۸ میں مندرج ہی — ان آیتوں میں جو یہہ لفظ مندرج ہیں کہ " عمالیق آنکر لڑے " اس سے ثابت ہوتا ہی کہ عمالیق افیدیم کے باشندے نہ تھے اور کیونکر ہوسکتے تھے کیونکہ وہ مقام محض بے آب تھا — مگر اس مقام پر اتنی بات یاد رکھنی چاہیئے کہ افیدیم کوہ سینا کے مغرب میں یعنی شرقی مصر میں واقع ہی ●

اب یہاں سے حضرت موسیٰ مشرق کی طرف یعنی کوہ سینا کی طرف چلے اور بیابان کوہ سینا میں پہونچ گئے اور اس سفر میں وہ مقام فاران جس کا غربی کوہ سینا

میں واقع ہونا بیان کیا جاتا ہی گذر گیا اور حضرت موسی نے اُس کا کچھہ ذکر نہیں کیا *

اب بنی اسرائیل کوہ سینا سے آگے بڑھے اور شمال مشرق کو چلے — اس راہ میں حضرت موسی فرماتے ہیں کہ "بنی اسرائیل بیابان سے نکلے اور بادل بیابان فاران میں ٹھہر گیا (توریت کتاب چہارم باب ۱۰ آیت ۱۲) *

پس اب بخوبی ثابت ہی کہ حضرت موسی کے وقت میں بیابان فاران جانب شمال و شرق کوہ سینا کے تھا جو قریب قادیش واقع ہی اور وہی بیابان حجاز کا ہی نہ غربی نشیب کوہ سینا کے — ایسا معلوم ہوتا ہی کہ عرب العاربہ کی ایک قوم جو اولاد میں فاران بن عوف بن حمیر کے تھی اور جو بنی فاراًن کے نام سے کہلاتی تھی کسی زمانہ میں وہاں جاکر بسی ہوگی اور اس سبب سے وہ مقام فاران مشہور ہوگیا ہوگا — مگر وہ فاران ہرگز وہ فاران نہیں ہی جسکا ذکر توریت میں ہی *

تمام مشرقی مورخ اور جغرافیہ داں اسبات پر متفق ہیں کہ جو کوہستان حجاز میں واقع ہیں وہی فاران ہیں — اُن کے اس قول کی تصدیق اسبات سے ہوتی کہ حمیر جو عرب کا بادشاہ تھا اُسکا بیٹا عوف تھا جو نجد میں تھا اور جس کے نام سے کوہستان نجد معروف ہیں جیسا کہ کتاب مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنة والبقاع میں لکھا ہی اور تاریخ ابوالفدا سے ثابت ہی کہ فاران عوف کا بیٹا تھا اور نہایت قیاس غالب ہی کہ متصل نجد جو زمین و کوہستان حجاز کے واقع ہیں وہ اس فاران کے نام سے موسوم ہوئے — مگر جو کہ اُس مقام پر ایک اور نامی اور متبرک چیز یعنی کعبہ معظم قایم ہوگیا اس سبب سے بجاے پہلے نام فاران کے مکہ یا کعبہ کا نام مشہور ہوگیا — فاران سنہ ۱۹۷۸ دنیوی میں تھا یعنی حضرت موسی سے ۴۵۳ برس پیشتر — پس اسی فاران کا نام حضرت موسی کی کتاب میں آیا ہی جہاں سے شریعت کے ظاہر ہونے اور خدا کے چمکنے کی بشارت دی گئی تھی جو خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے مبعوث ہونے اور قرآن مجید کے نازل ہونے سے پوری ہوئی *

عوف بفتح اولہ وسکون ثانیہ و آخرہ فاء جبل بنجد * * * وعوق بالفتح ارض فی دیار غطفان بین نجد و خیبر (مراصد الاطلاع) —

اب باقی رہ گیا تیسرا سوال اور وہ یہہ تھا کہ حضرت اسمعیل جہاں رہتے تھے وہاں سے کسی دوسری جگہہ تو نہیں جا رہے — اس بات کو کوئی بھی مورخ کیا عیسائی اور کیا یہودی اور کیا مسلمان نہیں بیان کرتا کہ حضرت اسمعیل نے مقام سکونت کو تبدیل کیا تھا — پس کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ یہی ملک حجاز جہاں حضرت اسمعیل نے اول سے اخیر تک سکونت اختیار کی تھی فاران ہی جس کا ذکر حضرت موسی کی کتاب میں آیا ہی *

بشارت چہارم

حضرت سلیمان اپنے محبوب سے ملنا چاہتے ہیں اور جب نہیں مل سکتے تو خدا تعالی کی مناجات اور اپنے محبوب کی تعریف اس طرح پر کرتے ہیں *

דּוֹדִי צַח וְאָדוֹם דָּגוּל מֵרְבָבָה : רֹאשׁוֹ כֶּתֶם פָּז קְוֻצּוֹתָיו תַּלְתַּלִּים שְׁחֹרוֹת כָּעוֹרֵב : עֵינָיו כְּיוֹנִים עַל־אֲפִיקֵי מָיִם רֹחֲצוֹת בֶּחָלָב יֹשְׁבוֹת עַל־מִלֵּאת : לְחָיָו כַּעֲרוּגַת הַבֹּשֶׂם מִגְדְּלוֹת מֶרְקָחִים שִׂפְתוֹתָיו שׁוֹשַׁנִּים נֹטְפוֹת מוֹר עֹבֵר : יָדָיו גְּלִילֵי זָהָב מְמֻלָּאִים בַּתַּרְשִׁישׁ מֵעָיו עֶשֶׁת שֵׁן מְעֻלֶּפֶת סַפִּירִים : שׁוֹקָיו עַמּוּדֵי שֵׁשׁ מְיֻסָּדִים עַל־אַדְנֵי־פָז מַרְאֵהוּ כַּלְּבָנוֹן בָּחוּר כָּאֲרָזִים . חִכּוֹ מַמְתַקִּים וְכֻלּוֹ מַחֲמַדִּים (محمديم) זֶה דוֹדִי וְזֶה רֵעִי בְּנוֹת יְרוּשָׁלָםִ :

اس عبارت کو عربی حرفوں میں لکھا جاتا ہی *

دودي صح و ادوم دغول مربابه روشو كتم باز قصوتاو تلتليم شحوروت كعوريب عيناو كيونيم عل آفيقي مايم رحصوت بحالاب يوشبوت عل ملئيت : لحاياو كعروغت هبوسم مغدلوت مرقاحيم سفتوتاو شوشنيم نطافوت مور عوبير يادّاو گليلي زاهاب مملائيم بترشيش معاو عشت شين معلفت سپيريم شوقاو عمودي شيش ميسّاديم عل آدني پاز مرئيهو كلبانون باحور كاآرازيم : حكّو ممتقيم و كلو محمديم زه دودي وزه رعي بنوت يروشلايم *

عربي ترجمه

حبيبي صح ادمان سيد بين الالف قصته متلئلئة حالك كالغراب راسه لامعة الالماس عيونه كحمامة على عين الماء مغسوله بالحليب قائمة الخيتام عذاره صلاية الطيب كمعرج البشام شفتاه ورد تقطر مرا بطنه صفيحة العاج مرصص بالدرر ويداه مصوغتان من الذهب مملوتان بالجوهر سيقانه اعمدة الرخام موسسة على قواعد اللئالي صورته تمراء شباب كا الصنوبر حنكه حلو وكله محمديم هذا خليلي و ذا حبيبي بنات اورشلم *

اُردو ترجمہ

میرا دوست نورانی گندم گون ہزاروں میں سردار ہی اُس کا سر ہیرہ کا سا چمکدار ہی اُس کی زلفیں مسلسل مثل کوے کے کالی ہیں اُس کی آنکھیں ایسی ہیں جیسے پانی کے کنارے پر کبوتر دودھ میں دھلی ہوئیں نگینہ کی مانند جڑی ہیں خانہ میں اُس کے رخسارے ایسے ہیں جیسے تختی پر خوشبو دار پھول چھائی ہوئی اور چکلے پر خوشبو رگڑی ہوئی اُس کے ہونٹ پھول کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو ٹپکتی ہی اُس کے ہاتھ ہیں سونے کے ڈھلے ہوئے جواہر سے جڑے ہوئے اُس کا پیٹ جیسے ہاتھی دانت کی تختی جواہر سے لپی ہوئی اُس کی پنڈلیاں ہیں جیسے سنگ مرمر کے ستون سونے کی بیٹھکی پر جڑے ہوئے اُس کا چہرہ مانند مہتاب کے جوان مانند صنوبر کے اُس کا گلا نہایت شیریں اور وہ بالکل محمد یعنی تعریف کیا گیا ہی یہہ ہی میرا دوست اور میرا محبوب اے بیٹیوں یروشلم کی (کتاب تسبیحات سلیمان باب ۵ آیت ۱۰ لغایت ۱۶) *

اگرچہ اس مقام پر حضرت سلیمان نے خدا کی تسبیح میں گیت گایا ہی اور اُس کی مناجات کی ہی مگر ضرور وہ ایک کسی بڑے شخص قابل تعظیم و ادب کے آنے کے متوقع ہیں اور اُس کی بشارت دیتے ہیں اور اُسی کو اپنا محبوب بتاتے ہیں اور اپنے اُس محبوب کی شاعرانہ تعریف کرتے ہیں اور پھر صاف بتاتے ہیں کہ وہ میرا محبوب (محمد) ہی صلعم *

محمد کے معنی تعریف کئے گئے کے ہیں پس حضرت سلیمان نے اپنی مناجات میں اپنے محبوب کی تعریف کرتے کرتے اُسکا نام ہی لیدیا کہ اگر اُس کے معنی لو تو وہ بھی ایک لفظ تعریف ہی ورنہ وہ صاف صاف نام تو ہی ہی *

یہہ مقام ایسا ہی جس میں صاف نام محمد صلعم کا بتا دیا گیا ہی مگر ہمارے خطبہ کے پڑھنے والوں کے دل میں شبہہ جاویگا کہ اگر نام بتانا تھا تو محمد کہا ہوتا محمدیم کیوں کہا ــــ مگر یہہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ عبرانی زبان میں یے اور میم علامت جمع کی ہی اور جب کوئی بڑی قدر کا شخص اور عظیم الشان ہوتا ہی تو اُس کے اسم کو بھی جمع بنالیتے ہیں جیسا کہ خدا کا نام الوہ ہی اُس کی جمع الوہیم بنالی ہی اور اسیطرح بعل جو ایک بت کا نام تھا جسکو نہایت عظیم الشان سمجھتے تھے اُس کی جمع بعلیم بنالی تھی اور یہی قاعدہ اسم اسٹروث میں لگایا گیا ہی جو دوسرے بت کا نام ہی پس اسیطرح اس مقام پر بھی حضرت سلیمان نے بسبب ذی قدر اور عظیم الشان ہونے اپنے محبوب کے اُس کے نام کو بھی صیغہ جمع کی صورت میں بیان کیا ہی اور سچ ہی کہ محمد سے زیادہ کون شخص محمدیم کہلانے کا مستحق ہی پس یہہ ایسی بشارت ہی جس میں صاف صاف نام محمد صلعم کا بتایا گیا ہی *

بشارت پنجم

حجي نبي همارے پيغمبر خدا صلعم کے مبعوث هولے کي اسطرح بشارت ديتے هيں *

וְהִרְעַשְׁתִּי֮ אֶת־כָּל־הַגּוֹיִם֒ וּבָאוּ חֶמְדַּת כָּל־הַגּוֹיִם וּמִלֵּאתִי אֶת־הַבַּיִת הַזֶּה֙ כָּבוֹד אָמַר יְהוָה צְבָאוֹת׃

اس عبارت کو عربي حرفوں ميں لکها جاتا هی *

وِهِرْعَشْتِي اِثْ كُلْ هَگُّويِم وِبَاؤُ حِمْدَثْ كُلْ هَگُّويِم وِمِلِّيتِي اِثْ هَبَّايِث هَزِّه كَابُود اَمَر يهوا صِبَؤُث *

عربي ترجمه

وازلزل الامم کلها و حمد جميع الامم تجئي و املا هذا البيت مجدا قال رب الخلايق

اُردو ترجمه

سب قوموں کو هلا دونگا اور حمد سب قوموں کا آويگا اور اس گهر کو بزرگي سے بهرونگا کها خداوند خلايق نے (کتاب حجي نبي باب ۲ آيت ۷) *

اس آيت ميں لفظ (حمدث) جو آيا هی اس سے محمد صلعم کي نسبت بشارت نکلتي هی ريورند مسٹر پارک هرسٹ حمد کے مادہ کي نسبت کهتے هيں که " هرقسم کي پاک چيزوں کے ليئے بولا جاتا هی " اسي مادہ سے محمد اور احمد اور حامد اور محمود همارے پيغمبر خدا صلعم کے نام مبارک نکلے هيں اور اس بشارت ميں لفظ حمدث کے کهنے سے صاف اشارہ هی که جس شخص کے مبعوث هونے کي اس ميں بشارت هی وہ ايسا شخص هی که اُس کا نام حمد کے مادہ سے مشتق هی اور وہ کوئي نهيں سوا ے محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی الله عليه وسلم کے *

عيسائي مذهب کے پادري خيال کرتے هيں که يهه بشارت حضرت عيسیٰ کے مبعوث هونے کي هی مگر يهه خيال دو وجهه سے صحيح نهيں اول اس ليئے که حضرت متی نے جسقدر بشارتيں عهد عتيق ميں حضرت عيسیٰ کي کي هيں اُن سب کو بالتفصيل اپني انجيل ميں لکها هی کيونکه وہ انجيل عبراني زبان ميں يهوديوں کي هدايت کے ليئے لکهي گئي تهي اور اسي سبب سے تمام بشارتيں جو توريت و زبور و صحف انبياء ميں حضرت عيسیٰ کي نسبت تهيں اُن سب کو حضرت متی نے لکها تها مگر اس بشارت کا ذکر حضرت متی نے نهيں کيا اگر يهه بشارت حضرت عيسیٰ سے متعلق هوتي تو ضرور حضرت متی اُس کا ذکر کرتے

دوسرے یہہ کہ حمد کے مادہ سے حضرت عیسیٰ کے نام پر کسیطرح اشارہ نہیں ہوسکتا بلکہ یہہ اشارہ خاص اُسی شخص کے نام کا ہی جسکا نام اِسی مادہ سے مشتق ہوا ہی اور اِس لیئے یہہ بشارت حضرت عیسیٰ کی نہیں ہی بلکہ اُس کی بشارت ہی جس کی نسبت حضرت عیسیٰ نے بشارت دی تھی کہ " یاتی من بعدی اسمہ احمد " *

گاڈفری ہگنس نے بھی اپنی کتاب میں باستدلال قول ریورنڈ پارک ہرسٹ صاحب کے لکھا ہی کہ یہہ بشارت حضرت عیسیٰ کی نہیں ہوسکتی بلکہ اُس شخص کی ہی جس کے آنے کی بشارت خود حضرت عیسیٰ نے دی تھی *

بشارت ششم

حضرت اشعیاہ نبی وحی کے رو سے اُن لوگوں کا ذکر جو خدا کی سچی پرستش از سر نو قایم کرینگے اِس طرح پر کرتے ہیں *

וְרָאָה רֶכֶב צֶמֶד פָּרָשִׁים רֶכֶב חֲמוֹר רֶכֶב גָּמָל וְהִקְשִׁיב קֶשֶׁב רַב־קָשֶׁב :

اِس عبارت کو عربی حرفوں میں لکھا جاتا ہی *

و رَآئا رِکِب صِمِد پَارشِیم رِکِب حَمُور رِکِب گَامال و هِقشِیب قِشِب رَب قَاشِب *

عربی ترجمہ

ورئی موکب الفارسین راکب حمار راکب جمل و التفت التفاتا جیدا *

اُردو ترجمہ

اور ایک جوڑی سواروں کی دیکھی ایک سوار گدھے کا اور ایک سوار اونٹ کا اور خوب متوجہہ ہوا (کتاب اشعیاہ نبی باب ۲۱ و آیت ۷) *

اِس آیت میں حضرت اشعیاہ نبی نے دو شخصوں کی طرف اشارہ کیا ہی جو خدا کی سچی پرستش از سر نو قایم کرینگے اُن میں سے ایک کو گدھے کی سواری کے نشان سے بتلایا ہی اور اُس میں کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ اِس سے حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ ہی کیونکہ جناب ممدوح گدھے پر سوار ہوکر یروشلیم (بیت المقدس) میں داخل ہوئے تھے اور بلاشبہہ حضرت عیسیٰ نے خدا کی سچی پرستش قایم کی اور یہودیوں نے جو مکاری اور دغابازی سے شریعت کے صرف ظاہری احکام کی ریاکاری سے پابندی اختیار کی تھی اور دلی نیکی اور روحانی پاکیزگی کو بالکل چھوڑ دیا تھا اُس کو بتایا اور سچی پرستش خدا کی قایم کی *

دوسرے شخص کو اونت کي سواري کے نشان سے بتلایا اور اِس میں کچھہ شبہہ نہیں کہ اِس سے حضرت محمد رسول الله کي طرف اشارہ هی جو عرب کي خاص سواري هی بچے سے بڑھے تک اور عالم سے جاهل تک جس سے چاهو پوچهو اونت کا نام لیتے هي عرب کا اشارہ سمجھہ جاویگا اور جب رسول خدا صلعم مکہ میں داخل هوئے تو اونت پر سوار تھے اور بلاشبہہ محمد رسول الله نے خداے واحد کي پرستش قایم کي حضرت عیسیٰ کے بعد جو لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیتا مانا اور تین خدا قایم کرکر پھر تین سے ایک خدا بنایا تھا اور خداے واحد کي پرستش میں خلل آ گیا تھا اُسکو متایا اور پھر سے خدا کي سچي پرستش قایم کي اور یوں فرمایا " یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لانعبدالا الله" *

بشارات محمد رسول الله صلعم انجیل میں سے

بشارت اول

عید فسح سے تھوڑي مدت پہلے جب حضرت عیسیٰ کو معلوم هوا کہ اب اُن کا وقت بہت قریب آ گیا هی اور اب وہ گرفتار هونے والے هیں تو اُنہوں نے اپنے حواریوں کو بہت سي نصیحتیں کیں اُنہی نصیحتوں میں یہہ بھي فرمایا کہ " یہہ اُمور میں نے تم سے کہے ، جب کہ تمھارے ساتھہ هوں ، لیکن پیریکلیطاس پاک روح جس کو باپ بھیجیگا میرے نام سے هر بات تمکو سکھاویگا اور یاد دلاویگا تم کو تمام وہ باتیں جو کہ میں نے تم سے کہي هیں " (انجیل یوحنا باب ۱۴ - ۲۵ و ۲۶) *

تاهم میں تم سے سچ کہتا هوں یہہ بھلا هی تمھارے لیئے کہ یہاں سے میں چلا جاؤں . کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو پیریکلیطاس تمھارے پاس نہ آویگا (انجیل یوحنا باب ۱۶ — ۷) *

بالفعل جو انجیل کے نسخے موجود هیں اُن میں لفظ پیریکلیطاس اسي املا سے لکھا هوا هی جسطرح کہ هم نے لکھا هی مگر هم مسلمان یہہ یقین نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ نے یہہ یوناني لفظ بولا تھا کیونکہ اُن کي زبان عبراني تھي جس میں کالدي یعني خالدیہ زبان کے لفظ بھي ملے هوئے تھے عبراني و خالدي دونوں زبانیں ایک هیں پس هم مسلمانوں کا یہہ یقین هی کہ حضرت عیسیٰ نے اس مقام پر פרקליט فارقلیط کا لفظ فرمایا تھا جیسا کہ بشپ مارش صاحب کي بھي راے هی مگر جب انجیلیں یوناني زبان میں لکھي گئیں تب اُس کي جگہہ یوناني لفظ لکھا گیا یا یوں ہمہ ابتدا میں اس لفظ کا ترجمہ پیریکلیوطاس نہیں کیا گیا جس کے معني تسلي دینے والے کے بیان کیئے جاتے هیں بلکہ اُس کا ترجمہ پیریکلیوطاس کیا گیا تھا جو ٹھیک فارقلیط کے لفظ کا ترجمہ هی اور جس کا

ترجمہ عربی زبان میں ٹھیک ٹھیک لفظ احمد ہی بلاشبہہ اس بات کا ثبوت کہ یہہ لفظ پیریکلیوطاس ترجمہ ہوا تھا اور پیریکلیوطاس نہیں تھا ہمارے ذمہ ہی چنانچہ ہم اُس کو بتائید روح القدس بخوبی ثابت کرینگے اس لفظ پر بہت بڑے بڑے عالموں نے بحث کی ہی اور ہم سمجھتے ہیں کہ اُن ہی کے اقوال کا ذکر کرنا شاید کافی ہوگا *

سرولیم میور صاحب لیف آف محمد جلد اول صفحہ ۱۷ میں ارقام فرماتے ہیں کہ " یوحنا کی انجیل کا ترجمہ جو ابتدا میں عربی زبان میں ہوا اُس میں اس لفظ کا ترجمہ غلطی سے احمد کردیا ہوگا یا کسی جاہل خود غرض راہب نے محمد (صلعم) کے زمانہ میں جعلسازی سے اُس کا استعمال کیا ہوگا جس کو مسلمان اپنے پیغمبر کی بشارت قرار دیتے ہیں " *

اول تو ہم مسلمانوں کو یوحنا کی انجیل کے کسی ایسے عربی ترجمہ کی جو آنحضرت صلعم کے وقت سے پہلے یا آنحضرت صلعم کے زمانہ میں موجود ہو مطلق اطلاع نہیں ہی نہ ہمارے اگلے بزرگوں نے اُس کا کچھہ ذکر کیا ہی اور نہ ایسے ترجمہ کے موجود ہونے کا کچھہ ثبوت پیش کیا گیا ہی عرب میں حضرت متی کی اصلی انجیل جو عبرانی زبان میں تھی اور اب معدوم ہی البتہ پائی جاتی تھی اور اُس کا ذکر ہمارے ہاں کی قدیم کتابوں میں پایا جاتا ہی مگر یوحنا کی انجیل کا کچھہ ذکر نہیں ہی باقی رہی یہہ بات کہ کسی خود غرض راہب نے یہہ جعلسازی کی ہو اسپر ہم یقین نہیں کرسکتے کیونکہ اگر کسی خود غرض راہب کے اس لفظ میں جعل کرنے کا ہم یقین کرینگے جیسا کہ سرولیم میور صاحب نے فرمایا ہی تو ہمکو بمجبوری اس بات کا بھی یقین کرنا پڑیگا کہ بعض دیندار راہبوں نے آنحضرت صلعم کی بشارتیں چھپانے کو بھی انجیل مقدس میں تحریفیں کی ہیں جیسا کہ عموماً مسلمان یقین کرتے ہیں مگر ہمکو ایسی بدگمانیوں پر تحقیق سے باز رہنا نہیں چاہئیے بلکہ استقلال سے تفتیش کرنی چاہئیے کہ اگلے عالموں نے اس پر کیا بحث کی ہی اور فیلا لجی یعنی علم مطابقت لسان جو اس زمانہ میں نہایت ترقی پر ہی اُس سے کیا ثابت ہوتا ہی *

گاڈفری ہیگنس (رحمۃ اللہ علیہ) جو ایک بہت بڑے عالم حال کے زمانہ میں گذرے ہیں اور انگریز تو تھے ہی اور انگریزی زبان تو اُن کی زبان ہی تھی مگر یونانی اور عبرانی و کالدی زبان بھی خوب جانتے تھے اور علم مطابقت السنہ سے بھی واقف تھے اُنہوں نے اسکی کیا تحقیق کی ہی وہ فرماتے ہیں کہ " مسلمان بیان کرتے آئے ہیں اور اب بھی بیان کرتے ہیں کہ یہہ بشارت حضرت عیسیٰ نے محمد رسول اللہ کی دی ہی جس طرح حضرت اشعیاہ نے کیخسرو کی پیشین گوئی کی تھی اور دونوں پیشین گوئیوں میں دونوں کا نام بتا دیا گیا تھا " *

گاڈفري هيگنس صاحب اول تو اس مقام پر مسلمانوں كي طرف سے ايک مجادلانه تقرير كرتے هيں اور اُس كے بعد محققانه اُن كي مجادلانه تقرير مسلمانوں كي طرف سے يهه هی كه " مسلمان كهتے هيں كه حضرت عيسىٰ نے جو آنحضرت صلعم كا نام ليا تها وه اُس لفظ سے نهيں ليا جو لفظ كه اب انجيلوں ميں موجود هی بلكه وه لفظ پيريكلوطاس تها جس كے معني بزبان عربي احمد كے هيں اور ابتداءً انجيل ميں يهي لفظ تها مگر سچ بات كے چهپانے كے ليئے اُس كو تحريف كرديا هی اور عيسائي اس بات سے انكار نهيں كرسكتے كه اُن كي كتب موجوده ميں بهت سي تحريفيں يا اختلاف قرأت هيں اور مسلمان يهه بهي كهتے هيں كه اس عبارت كے چهپانے كے ليئے تمام قلمي نسخے غارت كرديئے گئے قلمي نسخوں كے غارت هوجانے كا انكار نهيں هوسكتا اور يهه وه بات هی جس كی نسبت جواب باصواب دينا مشكل هی اور قديمی نسخوں كي نسبت تو يهه هی كه چوتهي صدي كے قبل كا كوئي بهي قلمي نسخه موجود نهيں هی *

اگر اس كا جواب يهه ديا جاوے كه ترتولين اور اور قديمي مصنفوں كي عبارت سے ثابت هوسكتا هی كه انجيلوں كي صحيح قرأت آنحضرت صلعم كے زمانه سے پيشتر ايسي هی تهي جيسيكه اب هی اور اس ليئے اُن ميں تحريف نهيں هوئي تو اس صورت ميں اُن قديمي نسخوں ميں بهي تحريف كا نهونا ثابت كرنا چاهيئے گا اور كيا عجب هی كه اُن ميں بهي هوئي هو جن لوگوں نے انجيل مقدس كے قديمي قلمي نسخوں كو غارت كرديا اُنهوں نے ايک وصلي كو جس پر قديمي مصنف كي تصنيف لكهي گئي هو از سرنو لكهنے ميں كيا دريغ كيا هوگا اس بات كو اول درجه كے ديندار عالموں نے تسليم كيا هی كه انجيل ميں اور اور مقصدوں كے ليئے تحريف هوئي هی اور ظاهر هی كه جو لوگ ايک مطلب كے ليئے تحريف كرينگے وه دوسرے مطلب كے ليئے كيوں نكرينگے اور جو كه تسليم كيا گيا هی كه يهه لفظ عبراني هی پس اگر غلط لكها گيا هو تو گمان غالب يهه هی كه ابتدا كے عيسائي مورخوں نے جو دنيا ميں سب سے بڑهكر جهوٹ بولنے والے هيں اپنے خاص مطلب كے ليئے جهوٹ بولا هو اور يهه گمان نهايت ضعيف هی كه يوحنا حواري نے جو عبراني شخص تها كوئي غلطي كي هو كيونكه وه عبراني اور يوناني دونوں زبانوں كو سمجهتے تهے اور اگر بالفرض وه عبراني زبان كے بڑے عالم نهوں اور اسي وجهه سے اُنهوں نے يوناني لفظ كليطاس كو بجاے كليوطاس غلطي سے لكهديا هو تو اُس سے يهه نتيجه نكلے گا كه يوحنا كي انجيل كے اصل متن ميں تحريف هوئي هی *

اس كے بعد گاڈفري هيگنس صاحب مسلمانوں كي طرف سے ايک اَور مجادلانه تقرير لكهتے هيں اور وه يهه كهتے هيں كه مسلمانوں كا بيان هی كه يهه بات بخوبي ظاهر هی كه عيسائي اگر مناسب سمجهتے تو نهايت عمده قلمي نسخوں كو محفوظ ركهه سكتے تهے

جس طرح که اُنہوں نے بہت سے ولیوں کی لاشوں کو نہایت آسانی سے محفوظ رکھا ہی چنانچہ یوحنا اور مریم اور پطرس اور پولس وغیرہ کی لاشیں ہر روز اٹلی میں نظر آتی ہیں *

پس مسلمان ضرور باصرار عیسائیوں سے کہینگے که اس غلط ترجمه کے چھپانے کے لیئے کل قلمی نسخے غارت کردیئے یا اُن میں جھوٹ ملا دیا گیا اور اگر ایسا نه تھا تو وہ غارت کیوں کردیئے گئے اور عیسائیوں کو اُن کا جواب باصواب دینے میں بہت کچھہ دقت ہوگی کیونکه قلمی نسخوں کے غارت ہونے سے انکار نہیں ہوسکتا اس لیئے که وہ موجود نہیں ہیں *

اس کے بعد گاڈفری ہیگنس صاحب نے محققانه طور پر گفتگو شروع کی ہی اول وہ یہه ثابت کرتے ہیں که جو بشارتیں ان آیتوں میں مندرج ہیں اُن سے بہت سے قدیم عیسائی کسی شخص کے مبعوث ہونے کی پیشین گوئی سمجھتے تھے اور اس سے ثابت ہوتا ہی که رومی پادریوں اور پروٹسٹنٹ نے جو اُس لفظ کے معنوں میں تحریف کی ہی اور اُس سے صرف روح القدس کا حواریوں پر آنا مراد لیا ہی ابتدا میں یہه رائے عام نه تھی چنانچہ دوسری صدی میں ترتولین کے زمانه سے پہلے مانٹینی اُس ایک شخص پیدا ہوا تھا جس کو بہت لوگ سمجھتے تھے که وہی پیریکلیوطاس ہی جس کے بھیجنے کا حضرت عیسیٰ نے وعدہ کیا تھا اُس کے دشمنوں نے اُس کی نسبت بے اصل بات مشہور کی تھی که وہ روح القدس ہونے کا دعوی کرتا ہی ایسے ہی لوگوں نے مانٹینی اُس کے سبب انجیلوں میں تحریف کی اور یہه ماجرا آنحضرت صلعم کے زمانه سے بہت پہلے ہوچکا تھا مانٹینی اُس کے زمانه کے بعد اور آنحضرت صلعم کے زمانه سے بہت پیشتر مینس کو بھی اُس کے پیرووں نے جو بڑے عالم اور طاقت ور تھے وہی شخص سمجھا تھا جس کے مبعوث ہونے کی حضرت عیسیٰ نے بشارت دی تھی لیکن اُس کے انجام سے ثابت ہوتا ہی که مینس شخص موعود نه تھا اور اُس کے پیرو غلطی پر تھے *

بعد اِس کے گاڈفری ہیگنس صاحب مسلمانوں کی طرف سے لکھتے ہیں که " مسلمان کہتے ہیں که اِس لفظ سے جو عیسائی روح القدس کا حواریوں پر اُترنا مراد لیتے ہیں وہ کسیطرح درست نہیں ہوسکتا اگر اِس کے معنی تشفی دہندہ ہی کے ہوں تو وعدہ تو ایک تشفی دہندہ کے آنے کا تھا پھر یہه کہنا که ظہور بارہ زبانه آتشیں کا وہی شخص موعود ہی محض فضول ہی علاوہ اِس کے حواریوں کے قرانوں اور خود عیسائیوں کی کتاب سے کسیطرح پایا نہیں جاتا که روح القدس کا حواریوں میں آجانا تشفی دہندہ موعود کا آنا ہوا اور صرف زبان سے کہدینے سے ایسے دعوی کی تصدیق نہیں ہوسکتی ہی *

علاوہ اِس کے پینتی کاسٹ کی ضیافت میں حواریوں پر روح القدس نازل ہوچکی تھی

یونکہ بموجب قول عیسائیوں کے ایک برگزیدہ زمانہ آنھی نے ہرایک حواری پر طاری ہوکر
ی لمحہ اُن کو سب زبانوں بولنے کی طاقت بخشی تھی اور یوحنا کے بیسویں باب کی
بیسویں آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ خود حضرت عیسی نے اپنے جانے سے تھوڑے عرصہ پیشتر
ہ فیض اُن کو عطا کردیا تھا یعنی پینٹی کاسٹ کی ضیافت کو جس کا ہم ذکر کر رہے
اں دو مہینہ بھی نہ گذرے تھے کہ فیض مذکور عنایت کیا گیا تھا عیسائی مذہب کی
ام مذہبی کتابوں میں کہیں نہیں پایا جاتا کہ یہہ زبانہ ہاے آتشین جن سے کہ سب
انوں بولنے کی طاقت عطا ہوئی تھی تسلی دہندہ موعود تھیں جو ایسا ہوتا تو ضرور کتاب
ذکور میں ہوتا *

اگر اُس کے جواب میں یہہ کہا جاوے کہ وہ عطا یا جن کا بیان متی کی انجیل
ں ہی اور فیض روح القدس جسکا بیان یوحنا کی انجیل کے بیسویں باب کی بائیسویں
ت میں ہی صرف چند روز کے لیئے تھا اور پھر لے لیا گیا تھا اور بعد کو ہمیشہ کے لیئے آیا
مسلمان کہینگے کہ یہہ صرف ایک حیلہ ہی جس کی تصدیق انجیل کے کسی لفظ سے
یں ہوتی *

اِسی بحث میں گاڈفری ہیگنس صاحب نے ایک نہایت عمدہ قول فیصل لکھا ہی
یعنی اگر تسلیم کیا جاوے کہ یہہ لفظ وہی ہی جو اِس زمانہ کے عیسائی کہتے ہیں اور
ں کے معنی بھی روح القدس ہی کے ہیں تو مسلمان عیسائیوں سے کہینگے کہ تم کہتے ہو
انجیل میں بشارت ہی کہ روح القدس آویگی یہہ درست ہی کہ روح القدس آئی مگر
حمد صلعم میں آئی جن کو روح القدس سے الہام ہوتا تھا پس تمہاری پیچیدہ عبارت کے
ی صحیح معنی ہیں اور یہی معنی درستی کے ساتھہ ہوسکتے ہیں *

یہہ لفظ تو گاڈفری ہیگنس صاحب کے تھے اور میں اس پر اتنا اور زیادہ کرتا ہوں کہ
و عام ہدایت محمد رسول الله صلعم سے ہوئی اور تمام جزیرۂ عرب بتوں کو چھوڑ کر ایک
دا کی پرستش کرنے لگا اور تمام دنیا میں وحدانیت کا ڈنکا بج گیا اور حضرت عیسی
جو اتہام خدا کے بیٹے ہونے کا کیا تھا وہ مٹ گیا اس بات کا بڑا ثبوت ہی کہ ضرور وہ
ح القدس اور روح الصدق محمد رسول الله صلعم پر نازل ہوئی *

اشهد ان لااله الاالله و اشهد ان محمداً رسول الله
و اشهد ان محمداً عبده و رسوله

اس کے بعد گاڈ فری ہیگنس صاحب اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہہ لفظ
یریکلیطاس نہیں ہی جس کے معنی تسلی یا تسلی دہندہ کے بیان کیئے جاتے ہیں
کہ یہہ لفظ پیریکلیوطاس ہی جس کے معنی احمد کے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ
مسلمانوں کی دلیل کو بابت ترجمہ لفظ پیریکلیوطاس کے بجاے پیریکلیوطاس کے اُس طرز

تحریر سے بہت مدد ملتی ہی جو سینٹ جیروم نے انجیل کے لیٹن ترجمہ میں اختیار کی ہی یعنی اُس ترجمہ میں لیٹن زبان میں پیریکلیطاس لکھا تھا پیریکلیوطاس کی جگہہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ جس کتاب سے سینٹ جیروم نے لیٹن میں ترجمہ کیا اُس میں لفظ پیریکلیوطاس تھا نہ پیریکلیطاس *

لفظ پیریکلیطاس کے معنی پر پادریوں میں بہت اختلاف ہی چنانچہ مشہور عالم مائیکیلس کہتا ہی کہ ارنستائی نے بہت مناسب کہا ہی کہ اس کے معنی نہ حامی کے ہیں نہ تشفی دہندہ کے اور یہہ بھی کہتا ہی کہ میں تحقیق خیال کرتا ہوں کہ پیریکلیطاس یا تو روح القدس کو کہتے ہیں یا معلم یا مالک کو یعنی بتانے والا خدا تعالی کی سچائی کا اور میں اُس کی راے سے درباب صحت نہونے ترجمہ کے مطابقت کرتا ہوں گو میں اُس کو ڈاکٹر یعنی عالم متبحر کا لقب نہیں دیتا بلکہ مانیٹو یعنی معلم کا لقب دیتا ہوں اس لیئے کہ جو معنی اُس نے لفظ مذکور کے لکھے ہیں بہتیروں نے اختیار کیئے ہیں البتہ اُس کے اثبات کا جو طرز اُس نے اختیار کیا ہی وہ عجیب ہی اُس کو چاہیئے تھا کہ لفظ مذکور کو کسی محقق کی تصنیف میں تلاش کرتا اور اُس کے معنوں کی تشریح اُس لفظ کے استعمال سے ثابت کرتا اُس نے ان سب باتوں کو چھوڑکر جس زبان کے لفظ سے یہہ نکلا ہی (یعنی کالدی زبان سے) اُس کے محاورہ اور استعمال سے اپنا بیان ثابت کرنے پر استدلال رکھا ہی *

بہت بڑے عالم اور معزز بشپ مارش نے کہا ہی کہ لفظ پیریکلیوطاس کے تین ترجمے ہیں اور ہم کو اختیار ہی کہ اُن میں سے جونسا چاہیں پسند کرلیں اول معنی حامی کے ہیں جو معتبر اور یونانی اکابر کے نزدیک مسلم ہیں دوسرے معنی مبین کے ہیں اور یہہ وہ معنی ہیں کہ ارنستائی نے بحوالہ لفظ فارقلیط کے جو کالدی زبان کا لفظ ہی کہے ہیں تیسرے معنی واعظ کے ہیں جس کو خود بشپ مارش نے بحوالہ ایک عبارت مصنفہ فائلو کے تسلیم کیا ہی پس یہہ صاف ظاہر ہی کہ اس مشہور لفظ کے معنوں میں اور اُس پیغمبر کی قسم میں جس کے بھیجنے کا حضرت عیسی نے وعدہ کیا تھا بہت اشتباہ و شک تھا *

یہہ لفظ کانفوی ہیکنس صاحب کے ہیں مگر میں اسپر اتنا اور زیادہ کرتا ہوں کہ اگر بشپ مارش ہی کے معنی تسلیم کیئے جاویں اور اس لفظ کو پیریکلیوطاس ہی مانا جاوے اور اُس کے معنی واعظ ہی کے قرار دیئے جاویں تو بھی بجز محمد رسول اللہ صلعم کے اور کسی کے حق میں یہہ بشارت نہیں ہوسکتی اس لیئے کہ حواریین جنہوں نے انجیل کا وعظ کیا وہ اس سے پہلے روح القدس سے معمور ہوچکے تھے اور وہ سب اُس وقت موجود تھے اُن کی نسبت تو یہہ کہا ہی نہیں جا سکتا تھا کہ میں بھیجونگا کیونکہ وہ موجود تھے محمد رسول اللہ جب آئے تو اُنہوں نے صاف صاف بتایا

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الہکم الہ واحد (سورة مریم آیت ۱۱۰)

که میں بھي تم سا ایک آدمي ھوں صرف مجھه پر وحي بھیجي گئي ھی که بے شک تمھارا خدا وھي ایک خدا ھی پھر اس سے بھي زیادہ صاف فرمایا که میں اپني جان کے لئے بھي کچھه فائدہ یا نقصان پہونچانے پر قادر نہیں ھوں بجز اُس کے جو خدا چاھے اور اگر میں غیب کي بات جانتا ھوتا تو بہت کچھه بھلائیاں جمع کرلیتا اور مجھکو کوئي برائي چھوتي بھي نہیں میں تو اُن قوموں کو جو ایمان لائي ھیں ڈرانے والا اور خوشخبري دینے والا ھوں *

قل لااملک لنفسي نفعا ولا ضرا الاماشاء الله و لوکنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و مامسني السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون (سورۂ اعراف آیت ۱۸۸)

اور پھر اور بھي صاف فرمایا که " میں تو تمکو صرف ایک بات کا یعني لااله الاالله کا وعظ کرتا ھوں پھر تم خالصاً لله دو دو ایک ایک کرکے ھو اور سونچو که جو شخص تمھارے ساتھه ھی اُسکو کچھه جنون نہیں وہ تو صرف تمکو عذاب میں پڑنے سے پہلے ڈرانے والا ھی اِس کے سوا اور بہت سي جگھه رسول خدا صلعم نے خدا کي طرف سے فرمایا که " خدا تمکو اِس بات کا وعظ کرتا ھی اور خدا کا وعظ کرنا اور پیغمبر کا وعظ کرنا برابر ھی پس سوائے محمد رسول الله کے کسي پیغمبر نے ایسا صاف صاف نہیں فرمایا که میں تو صرف وعظ کہنے والا ھوں پس اگر اِس لفظ کے معني واعظ ھي کے ھوں جیسا که بشپ مارش نے کہا ھی تو بھي وہ سچا واعظ بجز محمد رسول الله کے اور کوئي نہیں ھوسکتا *

قل انما اعظکم بواحدة ان تقوموا لله مثنی و فرادی ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنة ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید (سورہ سبا آیت ۴۵)

بعد اس کے گاڈفري ھیگنس صاحب کہتے ھیں که " یہه تسلیم کرنا ضرور ھی که لفظ مذکور (یعني فارقلیط) جیساکه بشپ مارش نے لکھا ھی که یقیناً عیسیٰ مسیح نے استعمال کیا تھا مسلمانوں کے دعوی کو بہت کچھه سہارا دیتا ھی وہ کہتے ھیں که میري راے میں اھل اسلام لفظ فار قلیط کو یوناني میں پیریکلو طاس بنا لینے کا اُسیقدر اختیار رکھتے ھیں جسقدر که عیسائي پیریکلیطاس کرلینے کا بلکه اُن کي راے میں غلبه کا پله مسلمانوں کي طرف ھی کیونکه عیسائي مجاز نہیں که پچھلے جزو میں لفظ زبان خالدي کے حرف ید یعني یاے تحتاني کو جو مثل حرکت کسرہ کے ھی یا حرف ایتا کو جو یاے تحتاني ممدودہ معروف کے برابر ھی حرف ایوتا کے عوض میں بدلیں *

حرف ید حروف تہجي زبان خالدیه کا دسواں حرف ھی اور شمار میں اُس کے عدد بھي دس ھیں پس اگر لفظ مذکور ایک زبان سے دوسري زبان میں بدلا جاے تو اُس یوناني حرف سے بدلنا چاھیئے جو دس کے معني میں آیا ھی اور جو ابتدا میں حروف تہجي میں دسواں تھا قبل اس کے که یونانیوں کا حرف ڈگامه جاتا رھے جیساکه میں نے اُس کو کثرت سے اپنے اُس جواب مضمون میں ثابت کیا ھی جو درباب جنوب مغربي

فرنگستان کے قدیمی پادریوں کے لکھا هی

مگر میں علاوہ اس کے یہہ بھی کہتا ہوں کہ اگر حضرت عیسیٰ کا استعمال کیا ہوا لفظ فار قلیط تھا اور یہہ کہ اس لفظ کے معنی ستودہ کے هیں جیسا کہ سیل صاحب کا بھی قول هی تو اُس کا ترجمہ اس لفظ یونانی پیریکلیطاس میں غلط هی یعنی اختلاف قرات کی جہت سے اور یہہ کہ بشپ مارش اور ارنستائی دونوں کے کل ترجمے غلط هیں اور لفظ مذکور اُس لفظ سے مبدل کرنا چاهیئے جو ستودہ کے معنی رکھتا هو اور واقع میں یہہ لفظ پیریکلیو طاس هونا چاهیئے *

مگر اس کا ترجمہ فار قلیط علم کے معنی لیکر نکرنا چاهیئے بلکہ اسم صفت کے طور پر کرنا چاهیئے چنانچہ اهل اسلام بمعنی احمد کے لیتے هیں اگر یہہ لفظ حضرت عیسیٰ کا استعمال کیا هوا زبان خالدیہ یا عبرانی یا عربی کا هو تو اُس سے وهی مراد پائی جانی چاهیئے جو اُس کے معنی اُن زبانوں میں تھے اگر وہ خالدیہ کا لفظ عربی مصدر سے مشتق هو تو اُس کے وهی معنی چاهیئیں جو عربی مصدر کے هیں اور تب اُس کے معنی ستودہ یا شخص ممتاز کے هونگے *

اگر ناظرین غوض کرینگے تو معلوم کرلینگے کہ لفظ کلیوطاس کو هومر اور هسیڈ دونوں نے بجاے ستودہ آدمی کے استعمال کیا هی اس طرح سے میری دانست میں اهل اسلام کی دلیل اس سلیقہ کے ساتھہ هی کہ اگر اُن کو اُن کی غلطی پر معقول کیا جائے تو عجب نہیں کہ بہت مشکل پڑے یہہ ادنی بات هی مگر اُن کی دلیل کی تردید میری نظر سے نہیں گذری *

مگر مجھکو اس مشہور لفظ فارقلیط کی نسبت کچھہ اور بھی کہنا هی اِس کو بشپ مارش نے جس کے قول کو عیسائی صادق جانتے هیں ایک مسلمان کی منتخب کی هوئی دلیل میں تسلیم کرلیا هی کہ وہ سریانی یا خالدیہ یا عربی هی مگر یونانی نہیں اِن زبانوں میں سے ایک کو یا دو کو حضرت محمد صلعم ضرور بولتے هونگے یا ادنی درجہ یہہ کہ سمجھتے هونگے اور یہہ یقین کرنے کی کوئی وجہہ نہیں کہ لفظ مذکور کے یونانی ترجمہ کی نسبت آپ کو کچھہ بحث هوئی هو کیونکہ حضرت عیسیٰ کے کلاموں کے یونانی ترجموں سے عرب کے لوگوں کو کیا غرض تھی عرب میں اُن ترجموں کا کیا کام تھا اُن لوگوں کو وہ کیا فائدہ پہنچا سکتے تھے جو اُن کا ایک لفظ بھی نہ سمجھہ سکتے تھے بجز ایسے لوگوں کے جو اُس اصل زبان کو سمجھتے تھے جس کو حضرت عیسی بولتے تھے آپ نے لفظ مذکور اُسی طرح پر لیا هوگا جیسے کہ منقول چلا آتا تھا یا یا جیساکہ سیل صاحب نے اُسکو لکھا هی جس کے معنی ستودہ کے هیں اور اِس سے زیادہ غالباً آپ نے کبھی دریافت نہیں کیا — یہہ خیال کرنا کیسا بیہودہ هی کہ اپنی خاص زبان کے ایک لفظ معنی کی تشریح

غیر زبان میں ڈھونڈتے — آپ نے لفظ مذکور کو مثل اُس زمانہ کے دوسرے فرقوں کے شخص انسانی پر محمول کیا اور یہہ اجازت نہیں دی کہ اُس کو ثالث ثلثہ کہیں جیسا کہ اُس زمانہ کے موحد بھی کہتے ہیں یہہ بھی ممکن ہی کہ آپ نے اُس کو احمد کے معنی میں لیا ہو اور اُس کی نسبت کبھی جھگڑا یا شک نہ کیا ہو *

یہہ تمام تقریر گاڈفری ہیگنس صاحب کی ہی جو اُنہوں نے مسلمانوں کی طرف سے کی ہی مختصر یہہ ہی کہ ہم مسلمانوں کی بحث لفظ پیریکلیطاس پر جو اب یونانی انجیل میں ہی یا لفظ پیریکلیوطاس پر جو اصلی نسخوں میں تھا منحصر نہیں ہی کیونکہ یہہ انجیلیں یونانی زبان میں لکھی گئی ہیں جو حضرت عیسی کی زبان نہیں تھی پس اُنہوں نے جو لفظ فرمایا تھا وہ عبرانی یاخالدی زبان کا تھا جو دونوں ایک ہیں — پس ہم مسلمان کہتے ہیں کہ وہ لفظ فارقلیط تھا یونانی انجیلوں میں اِس کے بجاے جو لفظ ہی فارقلیط کا ترجمہ ہی ہم مسلمان کہتے ہیں کہ اِس کا ترجمہ یونانی میں پیریکلیوطاس کیا گیا تھا جو درحقیقت صحیح ترجمہ ہی اور اِس کا ثبوت بھی جہاں تک ہوسکا دیا ہی اور اگر یہہ کہا جائے کہ نہیں پیریکلیطاس ہی اس کا ہمیشہ سے ترجمہ چلا آتا ہی تو ہم مسلمان یہہ کہینگے کہ یہہ ترجمہ غلط ہی کیونکہ فارقلیط کا ترجمہ پیریکلیطاس نہیں ہی بلکہ پیریکلیوطاس ہی اور اِس کا فیصلہ عبری و خالدی زبان کے لغت کی تحقیق پر ہر وقت ہوسکتا ہی اور جو کہ مشہور ہی کہ انجیل یوحنا درحقیقت حضرت یوحنا حواری کی لکھی ہوئی ہی اِس لیئے ہم یقین نہیں کرسکتے کہ حضرت یوحنا نے فارقلیط کے ترجمہ میں غلطی کی ہو اور جو دلیلیں مذکور ہوئیں اُن سے بھی پایا جاتا ہی کہ اُنہوں نے غلطی نہیں کی اِس لیئے اصل میں وہ لفظ پیریکلیوطاس ہی بمعنی احمد نہ پیریکلیطاس بمعنی تسلی دہندہ *

اکثر عیسائی خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے اس بشارت کو انجیل برنباس سے اخذ کیا ہی اور جارج سیل صاحب نے بھی ترجمہ قران کے دیباچہ میں یہی خیال کیا ہی بلکہ اُنہوں نے لکھا ہی کہ یہہ آیت قران مجید کی "یاتی من بعدی اسمہ" احمد اُسی انجیل میں سے اخذ کی گئی ہی اور شاید اخیر زمانہ کے ایک ادنی کچے مسلمان اور جاہل مولوی نے کہیں سن سنا کر کہ برنباس کی انجیل میں بھی یہہ مطلب آیا ہی شاید اُس کا حوالہ دیدیا ہو مگر قدیم عالموں اور بڑے بڑے محققوں نے اس بشارت کی بابت برنباس کی انجیل کا خواہ وہ صحیح ہو یا غلط نام تک نہیں لیا جارج سیل صاحب کی غلطی ہی جو وہ ایسا کہتے ہیں *

بشارت دوم

جب بعد مصلوب ہونے اور قبر میں دفن کیئے جانے کے حضرت عیسی زندہ ہوکر اُٹھے

اور حواریوں سے ملے اور اُن کے سامنے مچھلی کا ٹکڑا اور شہد کھایا تو بیت عنیا میں جانے اور آسمان پر چلے جانے سے تھوڑی دیر پہلے اُنھوں نے اپنے حواریوں سے یہہ فرمایا " اور دیکھو میں بھیجتا ہوں وعدہ اپنے باپ کا تم پر لیکن تم ٹھہرو شہر یروشلیم میں جب تک کہ تم پر عطا ہو قوت اوپر سے (انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۴۹) " *

چند سطروں کے بعد لوقا اپنی انجیل ختم کرتے ہیں اور کچھہ ذکر اُس وعدہ کے پورا ہونے کا نہیں کرتے بلکہ لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ یہہ کہہ کر آسمان پر چلے گئے تو تمام حواری اُن کو سجدہ کرکر بڑی خوشی سے یروشلیم کو پھرے اور ہمیشہ ہیکل میں خدا کی تعریف اور شکر کرتے رہے اور انہی لفظوں پر لوقا کی انجیل ختم ہوتی ہی اور اُس وعدہ کے وفا ہونے کا کچھہ ذکر نہیں ہوتا پس ثابت ہوتا ہی کہ لوقا کی زندگی تک یا کم سے کم اس انجیل کے لکھے جانے کے وقت تک وہ وعدہ جس کو لوقا سمجھے تھے پورا نہیں ہوا تھا *

لوقا کے نزدیک روح القدس کا زبانہاے آتشیں میں حواریوں پر نازل ہونا (اگر وہ اُس کے بعد نازل بھی ہوئے ہوں) اس وعدہ کا پورا ہونا نہیں تھا کیونکہ اگر ہوتا تو وہ اُس وعدہ کے پورا ہونے کا ذکر ضرور لکھتے پس ضرور ہی کہ یہہ وعدہ کسی اور شخص کے مبعوث ہونے کا تھا *

اب ہمکو اُس شخص کی تلاش کرنی مناسب ہی جس کے آنے کی حضرت عیسیٰ نے بشارت دی جب ہم اس آیت کو دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے فرمایا کہ " اُس وعدہ کے آنے تک تم شہر یروشلیم میں ٹھہرے رہو " تو ہمکو تعجب ہوتا ہی کہ اُس وعدہ کے آنے اور شہر یروشلیم میں ٹھہرے رہنے سے کیا تعلق ہی اگر بالفرض اُس وعدہ سے حواریوں پر روح القدس کا نازل ہونا ہی مراد تھی تو بھی یروشلیم میں رہنے اور روح القدس کے آنے سے کوئی ضروری مناسبت نہیں پائی جاتی کیونکہ اگر حواریین شہر کے باہر چلے جاتے تو بھی اُن کے پاس روح القدس اُسی طرح آسکتی تھی جیسے کہ شہر میں رہنے کی حالت میں آسکتی تھی پس شہر یروشلیم میں ٹھہرے رہنے سے یہہ مطلب نہیں ہی جو اُس کے لفظی معنوں سے نکلتا ہی بلکہ یہہ مطلب ہی کہ جب تک وہ وعدہ پورا ہو تم شہر یروشلیم سے وابستہ رہو اور اُسکی عزت و تعظیم جیسی کہ پیشتر سے کرتے آئے ہو کرتے رہو اُسکی طرف اپنا سر جھکاؤ اپنا مونہہ اُسی کی طرف رکھو جب تک وہ وعدہ پورا ہو چنانچہ محمد رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے اور وہ وعدہ پورا ہوا اور یروشلیم میں رہنے کا زمانہ منقطع ہوگیا اور بیت اللہ میں رہنے کا زمانہ آیا باپ کا وعدہ پورا ہوا اور اوپر سے عطا ہوگئی بیت المقدس کی طرف جو مدت دراز سے قبلہ تھا موقوف ہوا اور مکہ میں ابراہیم کے بنائے ہوئے خانہ خدا اور کعبہ معظم کی طرف قبلہ اہل ایمان قرار پایا پس یہہ بشارت صاف ہمارے پیغمبر کے مبعوث ہونے اور بیت المقدس کے قبلہ رہنے کے زمانہ کے اختتام اور اور بیت اللہ الحرام کے قبلہ ہونے کی بشارت ہی *

قال الله تبارک و تعالی قد نری تقلب وجهک فی السماء فلنولینک قبلة ترضٰها فول وجهک شطر المسجد الحرام *

بشارت سوم

جبکہ حضرت یحیی پیغمبر ہوئے تو یروشلیم سے یہودیوں نے کاہنوں اور لیویوں کو اُن کے پاس بھیجا تاکہ اُن سے پوچھیں ؟ کہ وہ کون ہیں چنانچہ وہ لوگ گئے اور اُن سے یہہ گفتگو ہوئی کہ اُس نے یعنی حضرت یحیی نے اقرار کیا اور انکار نکیا اور اقرار کیا کہ میں کرستاس یعنی عیسی مسیح نہیں ہوں اور اُنہوں نے پوچھا اُس سے پھر کون کیا تو الیاس هی ؟ اور اُس نے کہا میں نہیں ہوں تو وہ نبی هی ؟ اور اُس نے جواب دیا نہیں تب اُنہوں نے اُس سے کہا کہ کون تو هی تاکہ هم جواب دے سکیں اُنکو جنہوں نے کہ همکو بھیجا هی اپنے تئیں تو کیا کہتا هی اُس نے کہا میں هوں آواز اُس کی جو کہ جنگل میں چلاتا هی سیدھا کرو رستہ خداوند کا جیسا کہ نبی اشعیا نے کہا اور وہ جو بھیجے گئے تھے فروسی تھے اور اُنہوں نے اُس سے پوچھا اور اُس سے کہا کہ تو کیوں اصطباغ کرتا هی جبکہ تو نہ کرستاس یعنی عیسی مسیح هی اور نہ الیاس اور نہ وہ نبی (یوحنا باب ۱ آیت ۲۰ لغایت ۲۵) *

ان اوپر کی آیتوں میں تین پیغمبروں کا ذکر هی ایک حضرت الیاس کا اور دوسرے حضرت عیسی کا تیسرے اُس پیغمبر کا جو علاوہ حضرت عیسی کے هونے والا تھا یہودی یقین کرتے تھے پیغمبر الیاس جنکو مسلمان خضر کہتے هیں مرے نہیں بلکہ صرف انسانوں کی نظروں سے غایب هوگئے هیں اور یہودیوں کو حضرت عیسی مسیح کی نسبت یہہ یقین تھا اور اب بھی هی کہ وہ کسی نہ کسی دن آوینگے لیکن اُن آیتوں سے معلوم هوتا هی کہ علاوہ حضرت مسیح کے ایک اور پیغمبر کے آنے کی بھی اُمید رکھتے تھے اور وہ پیغمبر ایسا مشہور تھا کہ بجاے نام کے صرف اشارہ هی اُسکے بتانے کو کافی تھا جیسیکہ هم مسلمان بھی پیغمبر کے نام کی جگہہ صرف آنحضرت اشارہ میں لکھتے بولتے هیں اور یہہ مشہور پیغمبر کون هو سکتا هی بجز اُس کے جس کے سبب خدا تعالے نے ابراهیم و اسمعیل کو برکت دی اور جس کی نسبت خدا تعالے نے موسی سے کہا کہ تیرے بھائیوں میں تجھسا پیغمبر پیدا کرونگا اور جس کی نسبت حضرت سلیمان نے کہا کہ میرا محبوب سرخ و سفید سب میں تعریف کیا گیا محمد هی یہی میرا محبوب هی اور یہی میرا مطلوب اور جسکی نسبت حجی نبی نے فرمایا کہ حمد تمام قوموں کا آویگا اور جس کی نسبت حضرت عیسی نے فرمایا کہ میرا جانا ضرور هی تاکہ فار قلیط آوے اب میں نہایت مضبوطی سے کہتا هوں کہ یہہ نامی اور مشہور پیغمبر حضرت محمد هیں واللہ حضرت محمد هیں *

تومت

الخطبة الحادی عشر

فی
حقیقة شق الصدر و ماهیة المعراج

—*—

و ما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنة للناس

—*—

اِس خطبه میں آنحضرت کے سینه مبارک کے شق کرنے کی حقیقت اور معراج کی اصلیت کا بیان هی *

جو واقعات که هم اِس خطبه میں بیان کرتے هیں اُن کی اصلیت کی نسبت اور جن الفاظ میں وہ بیان هوئے هیں اُن کے صحیح معنوں کی نسبت اکثر علماے دین نے بحث کی هی اور اُس کی تحقیقات کو انتہا درجه تک پہنچایا هی مگر افسوس هی که همارے مفسرین اور شارحین نے اپنی پیچ در پیچ تاویلات اور لاطایل براهین سے بجاے اس کے که شکوک کو رفع کریں یا غلطی کی تصحیح کریں اُن الفاظ کے معانی کو اور بهی تاریکی میں ڈال دیا هی *

قرآن مجید کی رو سے همکو شرح صدر پر جسکو آخرکار لوگ شق صدر کہنے لگے اور نفس معراج کی صحت و صداقت پر بغیر کسی شبهه کے ایمان لانا چاهیئے — پس جو امر که بحث طلب هی اور جس پر ایک مدت تک علماے اسلام کی توجه مبذول رهی هی اِس بات سے علاقه رکهتا هی که شرح صدر یا شق صدر کی اصل حقیقت اور معراج کی ماهیت کیا تهی — اُن دونوں کی حقیقت بیان کرنے کے لیئے اولاً هم قرآن مجید کی اُن آیتوں کو نقل کرتے هیں جو اُن سے متعلق هیں *

آیت اول — الم نشرح لک صدرک —

کیا همنے تیرے لیئے سینه کو نہیں کهول دیا هی —

آیت دوم — سبحن الذی اسری بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله لنریه من ایتنا انه هو السمیع البصیر —

پاک هی وہ جو اپنے بندہ کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا جس کے دور کو هم نے برکت دی هی تاکه هم اُسکو اپنی نشانیوں میں سے دکهلا دیں بےشک وہ سننے والا هی دیکهنے والا *

آیت سوم — و ما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنة للناس —

اور نہیں کیا هم نے اُس رویا کو جو تجهکو دکهلایا مگر آزمایش واسطے لوگوں کے *

جو آیتیں که اوپر لکهی گئیں اُن میں سے صرف پہلی آیت شق صدر سے علاقه رکهتی هی

اور باقی آیتیں معراج کے متعلق تصور کی گئی ہیں — ظاہر ہے کہ پہلی آیت میں سینہ کی چیر پھاڑ کا کہیں ذکر نہیں ہے اور اُسکے اصلی اور اصطلاحی معنی جیسے کہ اکثر مفسرین نے بھی تسلیم کیا ہے اُس کشادگی کے ہیں جو دل اور سینہ میں عقلی اور روحانی وسعت سے عرفان الٰہی اور وحی کے منبع ہونے کے لیئے کی گئی تھی *

باقی رہیں وہ حدیثیں اور روایتیں جو شق صدر اور معراج سے علاقہ رکھتی ہیں لیکن وہ باہم اس قدر مختلف اور متعارض اور متناقض ہیں کہ کوئی بھی قابل اعتبار کے نہیں ہے اور اُنکی صحت کی کافی سندیں بھی نہیں ہیں — ہشامی ذیل کا قصہ حلیمہ سے نقل کرتا ہے کہ اُس نے بیان کیا کہ " ایک روز محمد صلعم اپنے بھائی اور بہن کے ساتھہ گھر کے قریب مویشی میں کھیل رہے تھے — وہ دونوں دفعتاً میرے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور رو کر کہنے لگے کہ دو سفید پوش آدمی ہمارے قریشی بھائی کو پکڑ لیگئے اور اُنکا سینہ چاک کرڈالا — میں اور میرا خاوند اُس مقام پر گئے دیکھا کہ آنحضرت کا مارے خوف کے رنگ فق تھا — ہمنے اُنکو چھاتی سے لگایا اور اُنکے اضطرار کا باعث پوچھا اُنہوں نے جواب دیا کہ دو آدمی سفید پوش میرے قریب آئے اور مجھکو چت لٹا کر میرا دل چیرا اور اُس میں سے کوئی چیز نکال لی مجھے یہہ نہیں معلوم کہ وہ کیا چیز تھی " *

اسی طرح کی ایک اور کہانی ہشامی نے بغیر کسی سند کے صرف یہہ بیان کرکے کہ بعض علما نے بیان کیا ہے اپنی کتاب میں لکھی ہے کہ بعض لوگوں نے آنحضرت سے کہا کہ آپ کچھہ اپنی تعریف بیان فرمائیے - اُس پر پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ " میں اُن برکتوں کا مشتاق ہوں جن کے عطا کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے کیا تھا اور میں وہ شخص ہوں جس کے آنے کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی - جبکہ میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا میری ماں کو معلوم ہوا کہ اُن سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محل منور ہوگئے - ایک دن میں اپنے دودھ بھائیوں کے ساتھہ مویشی چرا رہا تھا کہ دفعتاً دو آدمی جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھہ میں ایک سونے کا طشت برف اور پانی سے بھرا ہوا لیئے ہوئے تھے میرے پاس آئے اور مجھکو زمین پر لٹا کر میرے سینہ کو چاک کیا اور میرے دل کو نکالکر چیرا اور اُس میں سے ایک سیاہ قطرہ دبا کر نکال ڈالا - اُس کے بعد اُنہوں نے دل کو اور سینہ کو برف سے دھو دھلاکر پاک صاف کردیا - اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اُسکو ایک طرف رکھکر اور دس آدمیوں کو دوسری طرف رکھکر تو لو مگر میں وزن میں زیادہ ہوا - تب اُس نے سو آدمیوں سے مجھے تولا اس پر بھی میں وزن میں بڑھتی رہا — اس پر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اُس کو چھوڑ دو کیونکہ اگر تم اسکو تمام جہان کے مقابلہ میں تو لو گے تب بھی یہہ کم نہ نکلیگا *

واقدي نے بھی ان دونوں روایتوں کو نقل کیا ھی اور کتاب شرح السنۃ میں عرباض ابن ساریہ سے آنحضرت کے مذکورہ بالا فضائل کا بیان ہوا ھی اور دارمی میں ابو ذرغفاری سے آنحضرت کے تولے جانے کی روایت بڑی بیان ہوئی ھی — مگر ان روایتوں میں جو اختلاف ھی وہ غور کے قابل ھی — حلیمہ سے جو روایت ھی اُس میں برف کے پانی اور طشت کا اور دل کے دھونے کا کچھہ ذکر نہیں ھی اور ھشامی کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ھی کہ آنحضرت کا تولا جانا شق صدر کے بعد حلیمہ کے گھر پر ہوا تھا - مگر دارمی میں جو ابو ذرغفاری سے روایت ھی اُس میں شق صدر کا کچھہ ذکر نہیں ھی اور اُس سے پایا جاتا ھی کہ آنحضرت کا تولا جانا بطحاے مکہ میں ہوا تھا — یا ایں‌ہمہ یہہ تمام روایتیں نہایت نا معتبر ھیں اور قصہ اور کہانی ہونے سے زیادہ کچھہ رتبہ نہیں رکھتیں *

عیسائی مصنف ایک بڑی غلطی میں پڑے ھیں — وہ اپنے ھاں کی مقدس کتابیں کہ جن میں کتب تواریخ اور ملوک اور قضاۃ وغیرہ داخل ھیں اور توریت و انجیل کے اُن تمام مقاموں کو جن میں تاریخی واقعات بیان ہوئے ھیں بمنزلہ وحی یعنی کلام الہی کے سمجھتے ھیں اور اُن سب کو ھر طرح کی غلطی اور خطا سے پاک جانتے ھیں حالانکہ اُن میں بہت سی غلطیاں پائی جاتی ھیں - اسیطرح اُنہوں نے یہہ خیال کرلیا ھی کہ مسلمان بھی اپنی حدیثوں اور روایتوں کو ایسا ھی بے نقص سمجھتے ہونگے اور اس خیال خام سے اُنہوں نے مسلمانوں کی تمام حدیثوں اور روایتوں کو ناقابل خطا تصور کرکے اسلام پر نہایت سخت طعن و تشنیع کی ھی لیکن وہ خود بڑی غلطی میں پڑے ھیں کیونکہ مسلمان اپنے ھاں کی روایات و احادیث کو اُسی نظر سے دیکھتے ھیں جیسے کہ اور تواریخ کے واقعات کو دیکھتے ھیں اور اُن کو ویساہی ممکن الخطا خیال کرتے ھیں — مسلمان اپنے ھاں کی حدیثوں اور روایتوں کو اُس وقت صحیح سمجھتے ھیں جبکہ اُن کے لیئے کافی ثبوت اور معتمد سند پاتے ھیں ورنہ اُن کی کچھہ بھی حقیقت نہیں سمجھتے — یہہ روایتیں جو ھشامی اور واقدی میں بیان ہوئی ھیں یا وہ روایتیں جو شرح السنہ اور دارمی میں مذکور ھیں صحت سے بہت دور ھیں — محققین علماے اسلام اُن کو محض ناقابل اعتبار سمجھتے ھیں اور بیہودہ افسانے جو محض جہلا کے خوش کرنے کے قابل ھیں خیال کرتے ھیں — پس عیسائی مورخوں نے اسبات میں بڑی غلطی کی ھی کہ اُن نامعتبر روایتوں کی بنیاد پر اسلام پر اعتراض کیا ھی *

البتہ شق صدر کے معاملہ میں ایک روایت ھی جو ایک معتبر کتاب میں لکھی ھی یعنی مسلم میں اور اس لیئے وہ اس لائق ھی کہ علماے اسلام اُسپر توجہہ کریں اور اس بات کی تحقیق و تدقیق کریں کہ وہ روایت صحیح ھی یا بے اصل کیونکہ مسلم میں اُس

روایت کے مندرج ہونے سے یہہ بات لازم نہیں آتی کہ اُس کی صحت میں کچھہ شبہہ نہیں بلکہ صرف علماء کی توجہہ کا استحقاق رکھتی هی اور اگر بعد تحقیق کے معلوم هو کہ وہ صحیح نہیں هی تو گو کہ وہ مسلم نے بیان کی هو ویسی هی نامعتبر تصور هوگی جیسیکہ اور کسی نے بیان کی هوتی *

مسلم میں هی کہ انس ابن مالک نے کہا کہ " ایک روز جبکہ پیغمبر صاحب مکہ میں اور لڑکوں کے ساتھہ کھیل رہے تھے حضرت جبرئیل اُن کے پاس آئے اور اُن کا دل چیرا اور اُس میں سے ایک قطرہ نکالکر کہا کہ تجھہ میں یہہ شیطان کا حصہ تھا تب اُس کو ایک سونے کے طشت میں آب زمزم سے دھویا اور اُسکو بجنسہ جہاں رکھا هوا تھا وهیں رکھدیا - اور لڑکے بھاگ کر زهیرہ آنحضرت کی دودھ پلائی کے پاس گئے اور کہا کہ محمد صلعم کو مار ڈالا - وہ فوراً محمد کے پاس دوڑے آئے اور اُن کا رنگ فق پایا — (انس کا بیان هی کہ) سیون کا نشان جو محمد صلعم کے سینہ پر محسوس هوتا تھا میں نے خود دیکھا تھا " *

قطع نظر اس کے کہ اس روایت سے وہ تمام روایتیں جن میں حلیمہ کے گھر شق صدر هونے کا بیان هوا هی غلط اور باطل قرار پاتی هیں یہہ روایت بھی چار مستحکم دلیلوں سے قابل اعتبار کے نہیں — اول یہہ کہ انھی انس نے ایک دوسری روایت میں اس واقعہ کا هونا شب معراج میں بیان کیا هی اور وہ زمانہ اس زمانہ سے جو اس روایت میں مذکور هی بالکل مختلف هی — ظاهرا معلوم هوتا هی کہ انس کے بعد کے راوی نے انس کی اُس لمبی روایت میں سے جو معراج سے متعلق هی اور جس کا بیان آگے هوگا ایک ٹکڑا توڑکر اور اُس میں بھی کمی بیشی کرکے بیان کیا هی جس سے اس روایت کی بے اعتباری اور اسمضمون کا کہ سیون کے نشان انس نے دیکھے تھے لغو اور بے اصل هونا ثابت هوتا هی — دوسرے یہہ کہ اس روایت میں انس کا یہہ قول کہ میں نے آنحضرت کے سینہ پر سیون کے نشان بچشم خود دیکھے تھے بیان کیا گیا هی حالانکہ یہہ بات غیر ممکن هی کیونکہ اگر مانا جاوے کہ آنحضرت کاسینہ درحقیقت چیرا گیا تھا جیسا کہ اس روایت میں مذکور هی تو اُسکی سیون کے نشان کا محسوس هونا ناممکن تھا کیونکہ یہہ سیون جراح کی سیون اور ٹانکوں کی مانند نہ تھی کسی روایت کی اصلیت کے امتحان کرنے کا یہہ بھی طریقہ هی کہ اگر وہ کسی ایسے امر کو بیان کرے جو خود اُس معجزہ کے جو اُس روایت میں بیان هوا هی برخلاف هو تو ایسی روایت محض بے اصل هوگی - پس اِس دلیل سے بخوبی ثابت هوتا هی کہ یہہ روایت محض بے اصل و نامعتبر هی اور انس کے بعد راوی نے اُس میں بالکل غلطی کی هی - تیسرے یہہ کہ آنحضرت صلعم کے صحابہ نے آنحضرت صلعم کے حلیہ کا مفصل بیان کیا هی مگرکسی نے اس سیون کے نشانوں کا جسکا بیان اس روایت میں هی ذکر نہیں کیا

اگر ایسا هوتا تو بهت سے صحابه اُسکا ذکر کرتے — چوتھے یهه که انس بروقت وقوع اس واقعه کے موجود نه تھے اور نه اُنهوں نے اُن اشخاص کے نام بیان کیئے هیں جنکی وساطت سے اُنکو یهه راویت پہونچی — روایت کے نا معتبر قرار دینے کو ایک مستحکم اصول یهه قرار پایا هی که اگر راوی کسی ایسے واقعه کو بیان کرے جس میں وه خود موجود نهیں تها تو وه روایت قابل اعتبار کے نهیں هی گو که وه راوی صحابه هي میں سے کیوں نهو *

شق صدر کے متعلق روایتیں ایسی مختلف هیں که اُن کی باهم تطبیق نهیں هوسکتی اور اس لیئے وه سب کی سب نا معتبر هیں — مصنف مواهب لدنیه نے سب سے زیاده نادانی کی هی که ان مختلف روایتوں کو دیکهکر بعوض اس کے که اُنکو نامعتبر تهیراتا یهه تسلیم کیا هی که واقعه شق صدر پانچ مرتبه واقع هوا تها — اول اُس وقت جبکه پیغمبر صاحب اپنی دائی حلیمه کے پاس رهتے تھے — دوم مکه میں جبکه آنحضرت کی عمر دس برس کی تهی — سوم غار حرا میں — چهارم شب معراج میں — پنجم ایک دفعه اَور جس کے وقت کی تعیین خود مصنف نه کرسکا — یهه تمام روایتیں ایسی هیں جنپر تمام ذی علم اور تعلیم یافته مسلمان ذرا بهی اعتبار نهیں کرتے اور یهه روایتیں محققین علماے اسلام کے نزدیک طفلانه افسانوں سے زیاده کچهه رتبه نهیں رکهتیں *

شق صدر کی نسبت صرف ایک روایت جس میں شب معراج میں شق صدر کا هونا بیان کیا گیا هی اعتبار کے لایق هوسکتی هی اور اُس واقعه کو هم معراج کے ساتهه بیان کرینگے مگر معراج کے تمام واقعات جو کچهه که هیں بطور رویا کے آنحضرت صلعم پر منکشف هوئے تھے — پس جو بیان شق صدر کا اُس روایت میں هی وه بهی رویا سے متعلق هی *

اب هم معراج کے حالات بیان کرنے پر متوجهه هوتے هیں — معراج کے مقدم واقعات جنپر توجهه کیجاسکتی هی یهه هیں — آنحضرت کے سینه مبارک کا شق کیا جانا — آپکا براق پر سوار هوکر مکه سے بیت المقدس کو جانا اور وهاں سے آسمانوں پر تشریف لیجانا — وه واقعات اور مکالمات جو آسمانوں پر پیش آئے — مگر مطلق ثابت نهیں هی که آنحضرت صلعم نے ان باتوں کے درحقیقت واقع هونے کا کبهی دعوی کیا هو — قرآن مجید سے اور نیز اُن روایتوں سے جو راویوں نے معراج کی نسبت بیان کی هیں معلوم هوتا هی که رسول خدا صلعم نے خواب میں دیکها تها که وه مکه سے بیت المقدس گئے هیں اور اگر اُس روایت کو جس میں شق صدر کا بهی ذکر هی صحیح مانا جاوے تو یهه بهی آنحضرت نے خواب میں دیکها تها که اُن کا سینه چاک کرکے اُن کا دل پانی سے دهویا گیا هی اور اُسی خواب میں آنحضرت نے اور بهی کچهه خدا کی نشانیاں دیکهیں جس کی تفصیل قرآن مجید میں مذکور نهیں *

اول هم اِس بات کا ثبوت دیتے هیں که معراج صرف ایک رویا تها — بخاري میں لکها هی که ابن عباس نے قرآن مجید کی اِس آیت کی تفسیر میں و ما جعلنا الرویا التي اریناک الا فتنة للناس کہا که یہه آنکهه کا رویا هی جو رسول خدا صلعم کو اُس رات دکهایا گیا تها جب وه بیت المقدس کو لے جائے گئے تهے *

عن ابن عباس في قوله تعالی و ما جعلنا الرویا التی اریناک الافتنة قال هي رویا عین اریها رسول الله صلی الله علیه و سلم لیلة اسري به الی بیت المقدس (بخاری)

قتاده کي روایت میں هی که معراج کی رات میں آنحضرت صلعم چت لیٹے هوئے تهے *

حسن کي روایت میں هی که آنحضرت صلعم نے فرمایا که معراج کي رات کو میں مقام حجر میں سوتا تها *

انس کي روایت میں هی که آنحضرت صلعم مسجد حرام میں سوتے تهے اور جب تمام قصه معراج کا انس بیان کرچکے هیں تو اُس کے اخیر میں رسول خدا صلعم کے یہه لفظ بیان کیئے هیں که " پهر میں جاگ اوٹها اور میں مسجد حرام میں تها " *

ام هاني کي روایت میں هی که معراج کي رات کو آنحضرت صلعم عشا کي نماز پڑهکر هم میں سور هی اور فجر کے پہلے هم نے اُن کو جگایا *

عبد ابن حمید کي روایت میں هی که معراج کا حال بیان کرنے میں آنحضرت نے فرمایا " که میں سوتا تها " یا یہه کہا که " چت لیٹا هوا تها " یا یہه کہا که " سونے اور جاگنے کے بیچ میں تها " *

یہه روایتیں جن کا هم نے اوپر ذکر کیا آیندہ لکهي جاوینگي - یہه سب روایتیں اِسبات پر دلالت کرتے هیں که معراج کے جو واقعات که بیان هوئے هیں وه خواب کے واقعات هیں اور اگر ان روایتوں کي معتبري پر شبهه کیا جائے تو اتني بات تو اِس سے ضرور ثابت هوتي هی که اُس زمانه کے لوگ جب که یہه روایتیں لکهي گئیں معراج کے واقعات کو رویا کے واقعات سمجهتے تهے علاوه اِس کے بہت سے علماے محققین نے جن میں امیه اور حذیفه بهی داخل هیں جو معتبر اصحاب میں سے هیں بالاتفاق معراج کو ایک رویا قرار دیا هی جیسا که مندرجه ذیل سندوں سے ثابت هوتا هی *

شفاے قاضي عیاض میں لکها هی که " ایک گروه عالموں کا اس طرف گیا هی که معراج روحاني تهي اور وه سونے میں ایک رویا تها — اسیکے ساتهه اُن سب نے اسبات پر اتفاق کیا هی که انبیا کا رویا حق اور وحي هی اور اسي بات کي طرف معاویه بهي گئے هیں اور حسن سے بهي یہي روایت کی گئي هی لیکن اُنکي مشهور روایت اس کے برخلاف هی اور اُس کي طرف محمد ابن اسحاق نے اشاره کیا هی " *

فذهب طایفة الی انه اسری بالروح و انه رویامنام مع اتفاقهم ان رویا الانبیاء حق و وحي والے هذا ذهب معاویة وحکی عن الحسن والمشهور عنه خلافه والیه اشار محمد ابن اسحاق (شفاء)

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ محمد بن جریر طبری سے اُس کی تفسیر میں نقل کی گئی ہے کہ حذیفہ نے کہا کہ "یہہ (یعنی واقعہ معراج) رویا تھا اور رسول خدا صلعم کا جسم نہیں گیا تھا اور معراج صرف روحانی تھی اور یہی قول عایشہ اور معاویہ سے بیان کیا گیا ہے *

وحکي عن محمد بن جریر الطبري في تفسیرہ عن حذیفة انہ قال ذلک رویا و انہ ما فقد جسد رسول اللہ صلعم وانما اسری بروحہ وحکي ھذا القول ایضا عن عایشة رض وعن معاویة رض (تفسیر کبیر) -

مگر علماے متاخرین نے مذہبی گرمجوشی سے یہہ بات قرار دی کہ معراج جسمانی تھی اور تمام واقعات جو واقع ہوئے ہیں فی الحقیقت واقع ہوئے تھے — لیکن اس ادعا کی نسبت اُنکے پاس کوئی سند قران مجید کی موجود نہیں ہے بلکہ بعض الفاظ کے معنوں پر جوش و خروش کے ساتھہ بحث کرکے اس امر کو قایم کرتے ہیں — مثلاً وہ کہتے ہیں کہ لفظ "اسری" کا اطلاق رویا میں ایک جگہہ سے دوسری جگہہ جانے پر نہیں ہوسکتا کیونکہ اُس کے معنی رات کے سفر کے ہیں اور اسی وجہہ سے وہ اس لفظ سے واقعی رات کا سفر مراد لیتے ہیں — اسی طرح وہ یہہ دلیل کرتے ہیں کہ لفظ "بعبدہ" کا اطلاق جس کے معنی اپنے بندہ کے ہیں روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہے کیونکہ انسان دونوں چیزوں سے مرکب ہے — اسلیئے ضرور ہے کہ وہ سفر یعنی معراج جسمانی ہوئی ہو — وہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ رویا کے معنی دیکھنے کے ہیں اگرچہ اُس سے بالعموم خواب میں دیکھنے کے معنی لیئے جاتے ہیں لیکن اُسکا اطلاق فی الواقع آنکھہ کے دیکھنے پر بھی ہوسکتا ہے اور اس لیئے ممکن ہے کہ "رویا" کا لفظ جو قران مجید میں آیا ہے اُس سے پچھلے معنی مراد ہوں — اس پر وہ یہہ دلیل اور اضافہ کرتے ہیں کہ ابن عباس کی روایت میں جو لفظ "رویا عین" استعمال ہوا ہے تو "عین" کی قید لگانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ رویا کے لفظ سے فی الواقع آنکھہ کا دیکھنا مراد ہو *

باقی حدیثوں کا جن میں آنحضرت کا سوتا ہوا ہونا مذکور ہے یوں فیصلہ کرتے ہیں کہ یا تو آنحضرت معراج کے شروع ہونے کے وقت اس طرح پر لیٹے ہوئے ہونگے جیسے کہ عموماً لوگ سونے کے واسطے لیٹتے ہیں یا معراج سوتے میں شروع ہوئی ہوگی اور پھر جاگ گئے ہونگے اور جاگنے کی حالت میں ختم ہوئی ہوگی *

مگر ہر شخص پر جس میں ذرا بھی سمجھہ ہے اور ذرا بھی استدلال کا مادہ رکھتا ہے واضح ہوگا کہ مذکورہ بالا دلیلیں کیسی پوچ اور ضعیف ہیں — ان دلیلوں کے پیش کرنے والے صرف وہی لوگ ہیں جو جوش مذہبی میں اندھے ہوکر یہہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُن تمام روایتوں پر جو ذرا بھی مذہب سے علاقہ رکھتی ہیں گو وہ کیسی ہی بیہودہ اور محال اور

قابل تصدیک هی کوین نهین آمنا و صدقنا کہنا چاهیئے — بلا شبہہ اُن مسلمانون کا یہہ جاهلانہ اعتقاد اُنکی نامعقولیت پر دلالت کرتا هی لیکن عیسائیون کا یہہ بیان کہ هر مسلمان کو ان سب بیہودہ باتون کو امور دینی سمجھکر بلا وسواس اُن پر اعتقاد رکھنا واجب هی اور بھی زیادہ بیہودہ پن هی — دیدہ دانستہ نا انصافی اور عامیانہ جہالت کے کسقدر گھرے اور تاریک گڑھے مین پرپڈو دھنسا هوا هوگا جس وقت کہ اُس نے یہہ کہا کہ جملہ مسلمان اس کو ایک اصل امر دینی سمجھتے هین اور اس مذهب کے تمام لوگون کا اس قصے پر ایسا مستحکم اعتقاد هی جیسے کہ عیسائی انجیل کے کسی امر پر عقیدہ رکھتے هین *

عیسائیون کی عادت هی کہ جب وہ کوئی کتاب مذهب اسلام یا اُس کے بانی کے حالات مین لکھتے هین تو اُنکا ارادہ انصاف یا تحقیق حق کا نہین هوتا بلکہ قلم اُٹھانے سے پہلے وہ قصد کرلیتے هین کہ جہان تک هوسکے اُس کو لغو اور بیہودہ ظاهر کیا جائے — بس وہ اُن تمام لغو اور مہمل روایتون کو جن کو خود مسلمان تسلیم نہین کرتے ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھکر مسلمانون کے خاص امور دینی بغیر کسی دلیل کے قرار دیتے هین اور اُس پر زبان طعن و تشنیع دراز کرتے هین عیسائیون نے باستثناے معدودے چند کے اُس مقدس شخص کے احکام و طریقہ کو جس کے پیرو وہ اپنے تئین بتاتے هین اور جس کے حلم اور نیک خصلت سے وہ محض بے بہرہ هین بالاے طاق رکھکر اُن لوگون پر جو خداے واحد بر حق پر ایمان رکھتے هین ایسے الفاظ سے طعن و تشنیع کی هی جن کا ملحد اور لامذهب لوگون پر بھی استعمال کرنا نا زیبا هی اُسی قسم کی نا انصافانہ سخت کلامیان هین جو عیسائیون نے معراج اور شق صدر کے باب مین لغو اور نا معتبر روایتون کی بنیاد پر مسلمانون پر کی هین *

مگر هم اُن عیسائی مصنفون کا شکر کیئے بغیر نہین رہ سکتے جنہون نے انصافانہ تسلیم کیا هی کہ آنحضرت صلعم همیشہ اِس واقعہ کو خواب کا واقعہ بیان کرتے تھے اور اُنہون نے یہہ بھی تسلیم کیا هی کہ راویون نے جو زیادتیان اِسمین کردی هین اُن سے بانی مذهب اسلام پر کوئی الزام عاید نہین هوسکتا — چنانچہ اکتوبر کے کوارٹرلی ریویو نمبر ۲۵۴ مین ایک عیسائی مصنف نے یہہ راے لکھی هی کہ " جو کچھہ همکو اِس مقام پر بیان کرنا هی وہ یہہ هی کہ محمد (صلعم) کو اپنے بعض سرگرم پیرؤن کا ذمہ دار نہین قرار دینا چاهیئے جبکہ اُنہون نے اِس خواب کو (جس کے هم پلہ تمام دواین کامیڈی مین شاید هی کوئی خواب هو اور جس نے البتہ کبھی قدر رنگ اُس سے نادانستہ اوڑیا هی لیکن محمد (صلعم) اس کو همیشہ خواب کہتے کہتے تھک گئے) ایک مہمل اور لا یعنی چیز کے ساتھہ بدل دیا " *

اگرچہ هم نے اُن روایتون کی جو معراج سے متعلق هین بخوبی قدر و منزلت جیسی کہ

اُنکي هی بیان کردي هی لیکن اب هم اُن تمام نامعتبر روایتوں کو اور اُن تمام بے بنیاد قصوں کو جو اُن میں مذکور هیں بغرض اتمام حجت واقعي تسلیم کرلیتے هیں اور یهه بهي تسلیم کرلیتے هیں که اِن تمام قصوں پر اعتقاد رکهنا مسلمانوں کے هاں ایک خاص امر دیني هی اور پهر هم اُن متعصب عیسائیوں سے جو اِن روایات کی بنا پر مذهب اسلام پر طعن و تشنیع کرتے هیں پوچهتے هیں که وہ کیوں اِس قدر دند مچاتے هیں جب که وہ خود اِس سے بهی زیادہ عجیب باتوں پر یقین رکهتے هیں — کیا اُن کا یهہ اعتقاد نهیں هی اور وہ اِس بات کو دیني امر خیال نهیں کرتے که حضرت الیاس آسمان پر اِنساني جسم و شکل کے ساتهه بدون چکهنے ذایقه موت کے ایک آتشین گاڑي میں بذریعه ایک آندهي کے اُٹها لیئے گئے هیں ؟ اور کیا عیسائي اِس بات پر عقیدہ نهیں رکهتے که حضرت عیسیٰ مسیح مرنے کے بعد اُٹهے اور آسمان پر چلے گئے اور خدا تعالیٰ کے دست راست کي طرف بیٹهے یعني خود اپنے هي دست راست کي طرف کیونکه وہ خود خدا تهے ؟ (متی باب ۲۸ ورس ۷ مرقس باب ۱۶ ورس ۱۹) *

اِس واسطے هم تمام عیسائیوں کو جو ایسي خراب اور ایذا رسان نظیر کي تقلید کي جانب مایل هیں آنکے آقا کے احکام مرقومة الذیل کي پیروي کرنے کی صلاح دیتے هیں که " تو اُس ذرہ کو جو تیرے بهائي کي آنکهه میں هی دیکهتا هی اور اپني آنکهه میں جو شهتیر هی اُسکو نهیں دیکهتا — تو اپنے بهائي سے کس طرح کهه سکتا هی که بهائي تو مجهه سے اپني آنکهه کا ذرہ نکلوالے جبکه تجهکو خود اپني آنکهه کا شهتیر نظر نهیں آتا — اے مکار پهلے تو اپني آنکهه میں کا شهتیر تو نکال لے تب تجهکو اپنے بهائي کي آنکهه میں کا ذرہ نکالنے کے لیئے صاف نظر آنے لگیگا " — (لوقا باب ۶ ورس ۴۱ و ۴۲) *

گرمجوش پیرو همیشه اِس قسم کے واقعات کو جب نظم یا نثر میں بیان کرتے هیں تو اُس میں شاعرانه خیالات ملا دیتے هیں - اسي طرح معراج کے حالات نظم و نثر میں جو لوگوں نے بیان کیئے هیں اُس میں بهي شاعرانه خیالات ملا دیئے هیں - یهه امر مسلمان گرمجوش پیروؤں پر موقوف نهیں هی بلکه عیسائي گرمجوش پیروؤں کا بهی یهي حال هی - ایک مقدس عیسائي نے حضرت عیسیٰ کے آسمان پر چلے جانے کے قصه کو نهایت شاعرانه رنگیني سے نظم کیا هی جسکا ترجمه هم لکهتے هیں *

" اُس نے آسمان کی طرف مراجعت کي اور اُس کے پیچهے صداے مرحبا اور دس هزار چنگوں کي سریلی آوازیں تهیں جو زمزمهاے ملکوتي کا سماں باندهہ رهي تهیں زمین اور هوا اُنکي آواز سے گونج رهي تهي تمام افلاک و بروج سے صداے بازگشت آرهي تهي - ستارے اپنے اپنے مقامات پر سننے کے لیئے ٹهیر گئے تهے جبکه یهه نوراني جلوس طنطنهاے شادکامي کے ساتهه عالم بالا کا عازم هوا - اُنهوں نے یهه نغمه گایا اے لازوال دروازوں کهلجاؤ — اے

آسمانوں اپنے دروازوں کو وا کرو اور اس بڑے نجات دھندہ کو جو اپنے کام کو اختتام پہونچاکر شان و شوکت کے ساتھہ آتا هی اندر لیلو اور اب خدا تعالی نظر عاطفت سے نیک لوگوں کے مکانوں میں قدم رنجہ کریگا اور اپنی خوشی سے اپنے قاصدان اولی الاجنحہ کو رحمت آسمانی کے پیغام دیکر متواتر وهاں بهیجا کریگا " *

پس کیا کسی مسلمان کو زیبا هی که ان شاعرانه خیالات کو مذهب عیسوی میں داخل قرار دیکر اُنپر بیهوده طعن و تشنیع شروع کرے *

اب هم اس طرف متوجهه هوتے هیں که اُس رات آنحضرت صلعم نے خدا کی کیا نشانیاں دیکهیں یهه بات ظاهر هی که قران مجید میں بجز اُس کے که آنحضرت نے خدا کی کچهه نشانیاں دیکهیں اور کچهه مذکور نهیں هی — مگر قران مجید کے طرز کلام پر اگر هم غور کریں اور اُس سے اُن نشانیوں کا استنباط کریں تو کهه سکتے هیں که قران مجید میں آیت اور آیات کا لفظ احکام پر اطلاق هوا هی اور دکهلانے کا لفظ کسی بات پر کامل یقین کرادینے کی نسبت بولا جاتا هی — پس آیت معراج کے ان الفاظ کے " لنریه من آیاتنا " کے یهه معنی هوئے " تاکه یقین کرادیں هم اُسکو اپنے بعض حکموں سے " — پس وه نشانیاں وهی احکام تهے جو عالم رویا میں اُنکو وحی کیئے گئے — اب همکو تلاش کرنی چاهیئے که وه احکام کیا تهے — جب هم اُس مقدس سورت کو بغور پڑهتے هیں اور بخوبی چهان بین کرتے هیں تو همکو معلوم هوتا هی که وه احکام جو آنحضرت پر منکشف هوئے اور جو اُسی سورت میں مذکور هیں وه یهه هیں *

لاتجعل مع الله الها اخر فتقعد مذموماً مخذولا آیت ۲۳ —	مت مقرر کر ساتهه الله کے معبود اور پس بیٹهه رهیگا تو مذمت کیا گیا هلاکت میں سونپا هوا *
و قضی ربک الا تعبدوا الا ایاه و بالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احد هما او کلا هما فلا تقل لهما اف ولا تنهر هما و قل لهما قولا کریما — آیت ۲۴	اور حکم کیا تیرے پروردگار نے که نه پوجو مگر اُسیکو — اور ماں باپ کے ساتهه احسان کرنا — اگر پهونچیں تیرے نزدیک بڑهاپے کو دونوں میں سے ایک یا دونوں — پس مت کهه اُنکو اُف اور مت ڈانٹ اُنکو — اور کهه اُنکو معزز کهنا *
و اخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا — آیت ۲۵	اور نیچا کر اُن دونوں کے لیئے ذلت کا بازو مهربانی سے اور کهه اے پروردگار رحم کر اُن پر جس طرح پالا اُنهوں نے مجهکو چهوٹپن میں *
و آت ذاالقربی حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا آیت ۲۸ —	اور دے رشته دار کو اُس کا حق اور مسکین کو اور مسافروں کو — اور فضول خرچی مت کر *
ولا تجعل یدک مغلولة الی عنقک ولا تبسطها کل البسط	اور مت کر اپنے هاتهه کو بندها هوا اپنی گردن کی طرف اور مت کهولدے اُس کو بالکل کهول دینا — که بیٹهه رهے

فتقعد ملوما محسورا آيت ٣١

تو ملامت کیا هوا درماندہ *

ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقهم و ایاکم ان قتلهم کان خطاء کبیرا — ایت ٣٣

اور مت مار ڈالو اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے — هم اُنکو اور تمکو روزی دیتے هیں — بیشک اُنکا مار ڈالنا بڑا گناہ هی *

ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة و ساء سبیلا — آیت ٣٤ —

اور زنا کے پاس مت جاؤ — بیشک وہ بے حیائی اور بری راہ هی *

ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق — آیت ٣٥ —

اور مت مار ڈالو اُس جان کو جس کو خدا نے حرام کیا هی مگر حق کے ساتھہ *

ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتي هی احسن حتی یبلغ اشده و اوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا آیت ٣٦ —

اور مت جھوؤ یتیم کے مال کو مگر پسندیدہ طریقہ سے یہاں تک کہ وہ پہونچے اپنی جوانی کو — اور پورا کرو عہد کو بیشک عہد پوچھا جاویگا *

و اوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم آیت ٣٧

اور پورا کرو پیمانہ کو جب ناپو اور وزن کرو سیدہ ترازو سے *

ولا تقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنه مسئولا آیت ٣٨

اور اُس بات کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھکو علم نہیں هی — بیشک کان اور آنکھہ اور دل ان سب سے سوال هوگا *

ولا تمش في الارض مرحا انک لن تخرق الارض و لن تبلغ الجبال طولا آیت ٣٩ —

اور زمین میں اکڑتا هوا مت چل — یقیناً تو زمین کو پھاڑ نہ ڈالیگا اور لمبان میں پہاڑوں کو نہ پہونچیگا *

کل ذلک کان سیئه عند ربک مکروها — آیت ٤٠ —

ان سب باتوں کی برائی تیرے پروردگار کے نزدیک ناپسندیدہ هی *

ذلک مما اوحی الیک ربک من الحکمة ولا تجعل مع الله الها آخر فتلقی في جهنم ملوما مدحورا — آیت ٤١ —

یہہ اُن چیزوں میں سے هی کہ تیرے پروردگار نے وحی بھیجی تیری طرف حکمت سے — اور مت قرار دے خدا کے ساتھہ دوسرا خدا کہ ڈالا جائے تو دوزخ میں ملامت کیا هوا راندا هوا *

پچھلی آیت سے صاف پایا جاتا هی کہ ان احکام کی وحی خدا تعالی نے دی تھی اور جو کہ یہہ تمام احکام اسی سورہ معراج میں بہ لفظ وحی بیان هوئے هیں اُس سے یقین هوتا هی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو شب معراج میں انہیں احکام کا انکشاف هوا تھا *

بعض روایتیں اس خواب میں اور بہت سی چیزوں کے ظاهر هونے کا بیان کرتے هیں مگر اُن کی صحت کے واسطے کوئی بھی معتبر سند نہیں هی اور ایسی بہت کم روایتیں هیں جن کے راویوں کا سلسلہ پیغمبر خدا تک پہونچتا هو *

معلوم هوتا هی کہ اِن راویوں نے کوئی بات قرآن مجید سے اور کوئی بات حدیثوں سے بلاتنقیح اُن کی صحت کے اور کوئی بات کسی راوی کی زبانی روایت سے اور کوئی دوسری

بات کسي دوسرے راوي کي زباني روايت سے چنکر اور اُن سب پر اپنے بے دلیل اور وهمي خيالات کا اضافه کر کے ايک قصه گھڑليا هے ـ علاوه اس کے يهه سب روايتيں کچهه عقل هي کے برخلاف نهيں هيں بلکه خود دين اسلام کے عقايد اصولي کے اُسقدر خلاف هيں که اُن پر ذرہ برابر بهي اعتقاد رکھنا محال هے *

علاوه اس کے يهه روايتيں ايک دوسري سے ايسي مخالف اور متناقض هيں که همکو کوئي شخص ايسا نهيں معلوم هوتا که ايک کي دوسري سے تطبيق کرسکے ـ اس مقصد سے که جو کچهه هم نے اوپر بيان کيا هے هماري اِس کتاب کے پڑهنے والوں کے ذهن ميں بخوبي آجاوے مناسب معلوم هوتا هے که هم اُن سب روايتوں کو اِس مقام پر نقل کريں اور اُن کے اختلافات دکھانے کو اُن کو علحده علحده اتهاره حصوں ميں تقسيم کريں *

اول — اُن اختلافات کو دکھلايا جاتا هے جو مقام وقوع معراج سے متعلق هيں

عن قتادة عن انس ابن مالک عن مالک بن صعصعة ان النبي صلى الله عليه وسلم حدثهم عن ليلة اسرى به بينما انا في الحطيم و ربما قال في الحجر (قتادة) —

مالک بن صعصعه سے روايت هے که رسول الله صلی الله عليه وسلم نے اُن لوگوں سے شب معراج کا قصه بيان کيا تو فرمايا که اس درميان ميں که " ميں حطيم ميں تها " اور کبهي فرمايا که " حجر ميں " *

عن ابن شهاب عن انس قال كان ابو ذر يحدث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فرج عني سقف بيتي و انا بمكة (ابن شهاب)

انس سے روايت هے که ابو ذر حديث بيان کيا کرتے تهے که رسول الله صلی الله عليه وسلم نے فرمايا که ميرے گهر کي چهت شق کي گئي اور ميں مکه ميں تها *

عن ام هاني انها قالت ما اسرى برسول الله صلعم الا و هو في بيتي تلك الليلة (ام هاني)

ام هاني نے کها که رسول الله صلی الله عليه وسلم کو معراج نهيں هوئي مگر يهه که وه اُس رات کو ميرے گهر ميں تهے *

و قد روى عمر بن الخطاب في حديث الاسراء عنه عليه السلام انه قال ثم رجعت الى خديجة و ما تحولت عن جانبها (شفاء)

حضرت عمر بن خطاب نے معراج کي حديث ميں آنحضرت سے روايت کي که آپنے فرمايا پهر واپس آيا ميں خديجه کي طرف اور اُنهوں نے کروٹ نهيں بدلي تهي *

دوم — اُن اختلافات کو دکھلايا جاتا هے جو بروقت شروع معراج آنحضرت صلعم کي حالت سے متعلق هيں

مضطجعا (قتادة) — لیٹے هوئے — (قتادة) *

و عن الحسن بينما انا نايم في الحجر جاء ني جبريل

اس درميان ميں که ميں حجر ميں سويا هوا تها جبريل ميرے پاس آئے پهر ٹهوکا ديا اپني سے پس ميں

فهمزني بعقبه فقمت فجلست فلم ار احدا فعدت الى مضجعي ذكر ذلك ثلاثا فقال في الثالثة فاخذ بعضدي فجرني الى باب المسجد (حسن) —

اُٹھہ بیٹھا سو مجھکو کوئی شخص نظر نہ آیا - پھر میں اپنی خوابگاہ کیطرف پھرا - آپنے (رسول اللہ نے) اُس کو تین بار ذکر کیا — اور تیسری بار فرمایا کہ میرے بازو کو پکڑا اور مسجد کے دروازہ تک کھینچ لائے (حسن) *

عن انس و هو نایم فی المسجد الحرام و ذکر القصة ثم قال فی اخرها فاستیقظت و انا بالمسجد الحرام (شفاء قاضی عیاض)

انس سے روایت ہی کہ وہ "سوئے ہوئے تھے مسجد حرام میں" قصہ کو بیان کیا — پھر اخیر میں کہا کہ " جاگا میں - اور میں مسجد حرام میں تھا " (شفای قاضی عیاض) *

صلی العشاء الاخرة و نام بیننا فلما کان قبیل الفجر اهبنا رسول الله صلعم فلما صلی الصبح و صلینا قال یا ام هانی لقد صلیت معکم العشاء الاخرة کما رایت بهذ الوادی ثم جئت بیت المقدس فصلیت فیه ثم صلیت الغداة معکم الان کما ترون (ام هانی)

آنحضرت نے اخیر عشا پڑھی اور ہم لوگوں میں سوئے فجر سے پہلے آنحضرت نے ہم لوگوں کو جگایا - پھر جب آپنے صبح کی نماز پڑہ لی اور ہم لوگوں نے پڑہ لی آپ نے فرمایا اے ام ہانی میں نے تم لوگوں کے ساتھہ اخیر عشا پڑھی جیسا کہ تونے اس میدان میں دیکھا - پھر میں بیت المقدس پہونچا اور وہاں نماز پڑھی - پھر صبح کی نماز اِس وقت تم لوگوں کے ساتھہ پڑھی جیسا کہ تم دیکھہ رہے ہو (ام ہانی) *

في رواية عبد بن حمید عن همام بینما انا نایم و ربما قال مضطجع و في الرواية الاخری بین النایم و الیقظان (شفاء قاضي عیاض) —

ہمام سے روایت ہی کہ اس درمیان میں کہ میں سویا ہوا تھا اور کبھی فرمایا کہ لیٹا ہوا تھا اور دوسری روایت میں ہی کہ سوتے اور جاگنے کے درمیان میں (شفاء عیاض) *

و حکوا عن عایشة انها قالت ما فقدت جسد رسول الله صلعم (شفاء)

عایشہ سے بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلعم کا جسم گم نہیں کیا (شفاء) *

سوم — متعلق شق صدر

اذ اتاني آت فشق ما بین هذه الی هذه یعني من ثغرة نحره الی شعرته (قتادہ) —

کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اور یہاں سے یہاں تک چاک کردیا یعنی سینہ کی ہڈی سے بالوں تک (قتادہ) *

فنزل جبرئیل ففرج صدري (ابن شهاب) —

پس اُترے جبریل اور چاک کیا میرا سینہ (ابن شہاب) *

چہارم — واقعات بعد شق صدر

فاستخرج قلبي ثم اتیت بطست من ذهب مملو ایمانا فغسل قلبي ثم حشي ثم اعید (قتادہ) —

پس میرا دل نکالا پھر ایک طشت سونے کا لائے جو ایمان سے بھرا ہوا تھا پھر میرے دل کو دہویا گیا پھر بھردیا گیا اور ویسا ہی کردیا گیا (قتادہ) *

وفي رواية ثم غسل البطن بماء

ایک روایت میں ہی کہ پھر پیٹ کو زمزم کے پانی سے

زمزم ملي ايمانا و حكمة (قتادة)

دھویا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ھوا تھا - (قتادہ) *

ثم غسله بماء زمزم ثم جاء بطست من ذهب ممتلیء حكمة و ايمانا فافرغه في صدري ثم اطبقه (ابن شهاب) -

پھر اُسکو دھویا زمزم کے پانی سے پھر ایک طشت سونے کا لایا گیا جو حکمت و ایمان سے بھرا ھوا تھا - پس اُسکو میرے سینہ میں اونڈیلا اور پھر برابر کردیا (ابن شہاب) *

پنجم — متعلق براق

ثم اتيت بدابة دون البغل و فوق الحمار ابيض يقال له البراق يضع خطوه عند اقصى طرفه (قتادة) -

پھر ایک چوپایہ میرے پاس لایا گیا خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا - سفید رنگ کا جسکا نام براق تھا — جس حد تک اُس کی نظر جاتی تھی اُس کا قدم وھیں پڑتا تھا - (قتادہ) *

عن ثابت البناني عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتيت بالبراق و هو دابة ابيض طويل فوق الحمار ودون البغل يقع حافره عند منتهى طرفه (ثابت) -

انس سے روایت ھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس براق لایا گیا جو ایک سفید لنبا چارپایہ ھی گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا - اُس کا سم وھاں پڑتا تھا جھاں تک اُس کی نگاہ جاتی تھی (ثابت) *

عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم اتى بالبراق ليلة اسري به ملجما مسرجا (انس)

انس سے روایت ھی کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ھوئی - براق لایا گیا - زین کسا ھوا اور لگام چڑھایا ھوا - (انس) *

ثم اخذ بيدي فعرج بي الى السماء (ابن شهاب) -

پھر میرا ھاتھہ پکڑا اور مجھکو آسمان تک چڑھا لیگیا - (ابن شہاب) *

ششم — متعلق سواری براق

فحملت عليه (قتادة) -

پس میں اُس پر سوار کرایا گیا (قتادہ) *

فركبته (ثابت) -

پس میں اُس پر سوار ھوا — (ثابت) *

فاستصعب عليه فقال له جبرئيل ابمحمد تفعل هذا فما ركبك احد اكرم الله منه فارفض عرقا و قال الترمذي هذا حديث غريب (انس) -

پس اُس کو دشوار گذرا — جبریل نے اُس سے کہا ارے تو محمد کے ساتھہ ایسا کرتا ھی - کوئی شخص اُن سے زیادہ بزرگ تجھپر سوار نہیں ھوا ھی پس وہ پسینے سے تر ھوگیا ترمذی نے کہا یہہ حدیث غریب ھی - (انس) *

ھفتم — واقعات بیت المقدس پھونچنے کے

حتى اتيت بيت المقدس فربطته بالحلقة التي يربط بها الانبياء (ثابت) -

یہاں تک کہ میں بیت المقدس میں آیا — پس میں نے اُس کو اُسی حلقہ میں باندہ دیا جس میں اور انبیا باندھا کرتے ھیں (ثابت) *

عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما انتهينا الي بيت المقدس قال جبرئيل باصبعه فخرق بها الحجر فشد به البراق (رواه الترمذي) —

بريدة سے روایت هی که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا جب هم بیت المقدس پهنچے جبریل نے اپني أنگلی سے إشارہ کیا — پس پتهر پهٹ گیا اور أس سے براق کو اٹکا دیا — (ترمذي نے أس کو روایت کیا) *

قتادہ اور أس کے سوا اور راویوں نے جناب پیغمبر خدا کے بیت المقدس میں جانے اور وهاں چند رسوم کے ادا کرنے کا جن کو اب هم بیان کرینگے کچهه ذکر نهیں کیا هی *

هشتم — رسوم جو بیت المقدس میں ادا کي گئیں

.. قال ثم دخلت المسجد فصليت فيه ركعتين (ثابت) —

فرمایا آنحضرت نے پهر داخل هوا میں مسجد میں اور دو رکعت نماز أس میں پڑهي (ثابت) *

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد رايتني في الحجر و قريش تسالني عن مسراي فسالتني عن اشياء من بيت المقدس لم اثبتها فكربت كربا ما كربت مثله قط فرفعه الله لي انظر اليه مايسالوني عن شيء الا انبأتهم و قد رايتني في جماعة من الانبياء فاذا موسى قايم يصلي فاذا رجل ضرب جعد كانه من رجال شنوءة و اذا عيسى قايم يصلي اقرب الناس به شبها عروة بن مسعود الثقفي فاذا ابراهيم قايم يصلي اشبه الناس به صاحبكم يعني نفسه فحانت الصلوة (صلوة العصر) فاممتهم فلما فرغت من الصلوة قال لي قايل يا محمد هذا مالك خازن النار فسلم عليه فالتفت اليه فبدانی بالسلام (رواه مسلم)

فرمایا رسول الله صلی الله علیه و سلم نے میں حجر میں تها قریش میري معراج کا حال پوچهه رهے تهے — پس أنهوں نے مجهه سے بیت المقدس کے متعلق چند باتیں پوچهیں جو مجهے یاد نهیں رهي تهیں — اس پر مجهکو ایسا صدمه هوا که کبهي نهیں هوا تها — پس خدا نے بیت المقدس کو میرے سامنے کردیا که میں أس کو دیکهنے لگا — پهر جو بات أنهوں نے پوچهي میں نے سب بتائي اور میں نے اپنے کو جماعت انبیا میں دیکها — یکایک موسی نظر آئے که کهڑے نماز پڑہ رهے تهے — وہ ایک پیچیدہ مو آدمي تهے گویا شنوۃ کے لوگوں میں سے هیں — پهر عیسی نظر آئے — کهڑے نماز پڑہ رهے تهے — عروۃ بن مسعود ثقفي أن سے صورت میں بهت ملتے هیں — پهر ابراهیم نظر آئے — کهڑے نماز پڑہ رهے تهے أن سے بهت ملتا هوا تمهارا ساتهي هی (حضرت نے اس سے اپنے کو مراد لیا) پهر نماز عصر کا وقت هوا میں أن سب کا امام بنا — پهر جب نماز سے فارغ هوا تو کسي کهنے والے نے مجهه سے کہا اے محمد یه مالک هی دوزخ کا داروغه سو أس کو سلام کرو — میں أن کي طرف متوجهه هوا تو أنهوں نے خود سلام میں پیش دستي کي (أس کو مسلم نے روایت کیا هی) *

عن جابر انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لما

جابر سے روایت هی که أنهوں نے رسول الله صلی الله علیه وسلم کو کهتے سنا جب قریش نے مجهکو جهٹلایا تو میں

كذبني قريش قمت في الحجر
فجلى الله لي بيت المقدس
فطفقت اخبرهم عن آياته و انا
انظر اليه (متفق عليه) — ۰
وفي حديث ابي هريرة ثم
سار حتي اتي بيت المقدس
فنزل فربط فرسه الي صخرة
فصلي مع الملائكة فلما قضيت
الصلوة قالوا يا جبريل من هذا
معك قال هذا محمد رسول
الله خاتم النبيين قالوا و قد
ارسل اليه قال نعم قالوا حياه
الله من اخ و خليفة فنعم الاخ
و نعم الخليفة ثم لقوا ارواح
الانبياء فاثنوا علی ربهم و ذكر
كلام كل واحد منهم وهم ابراهيم
و موسي و عيسي و داؤد و
سليمان ثم ذكر كلام النبي صلعم
فقال و ان محمدا صلعم اثني
علی ربه فقال كلكم اثني علی
ربه و انا اثني علی ربي الحمد
الله الذي ارسلني رحمة
للعالمين و كافة للناس اجمعين
بشيرا و نذيرا و انزل علي
القران فيه تبيان كل شيء وجعل
امتي خير امة وجعل امتي وسطا
و جعل امتي هم الاولون وهم
الا خرون وشرح لي صدري و
وضع عني وزري و رفع لي ذكري
و جعلني فاتحا و خاتما فقال
ابراهيم بهذا فضلكم يا محمد
(شفاء قاضي عياض) —
وانكر ذلك (اي الصلوة في
البيت المقدس) حذيفة بن
اليمان و قال والله مازال عن
ظهر البراق حتي رجع (شفاء)

حجر میں کھڑا ہوا پس خدا نے بیت المقدس کو میرے
سامنے کردیا — میں اُس کی طرف دیکھہ رہا تھا اور
بیت المقدس کی علامتیں بتاتا جاتا تھا – (متفق علیہ) *
ابو ہریرہ کی حدیث میں ہی پھر چلے آنحضرت یہاں
تک کہ بیت المقدس آئے پھر اُترکر اپنے گھوڑے کو ایک پتھر
سے باندہ دیا – پھر فرشتوں کے ساتھہ نماز پڑھی – جب نماز
ہولی تو لوگوں نے پوچھا اے جبریل تمھارے ساتھہ یہہ
کون ہیں — جبریل نے کہا محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء –
لوگوں نے کہا کیا اُن کے پاس پیغام بھیجا گیا – اُنہوں
نے کہا ہاں – سبنے کہا – خدا اُنکو زندہ رکھے بڑے اچھے
بھائی اور خلیفہ ہیں — پھر انبیا کی روحوں سے ملاقات
ہوئی – سب نے اپنے خدا کی تعریف بیان کی اور ہر ایک
کا کلام بیان کیا (ابو ہریرہ نے) اور وہ ابراهیم و موسی و
عیسی و داؤد و سلیمان تھے – پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا کلام بیان کیا (ابو ہریرہ نے) پس کہا کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے خدا کی تعریف بیان کی تو کہا کہ تم
سب لوگوں نے اپنے خدا کی تعریف کی اور اب میں اپنے
خدا کی تعریف بیان کرتا ہوں – حمد ہی اُس خدا کو
جس نے مجھکو تمام عالم کے لیئے رحمت کرکے بھیجا اور
تمام لوگوں کے لیئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بھیجا
اور مجھہ پر قران اوتارا جس میں ہر ایک شی کی
توضیح ہی اور میری اُمت کو اور اُمتوں سے افضل کیا اور
میری اُمت کو وسط کیا اور میری اُمت کو قرار دیا کہ
وہی پہلے ہیں اور وہی پچھلے ہونگے – اور میرا سینہ
کھولدیا اور بوجھہ مجھسے اوتار دیا اور میرا چرچا بلند کیا
اور مجھکو فاتح کیا اور خاتم کیا – پس اُبراهیم نے کہا –
اسی سے محمد تم سب سے بڑہ گئے – (شفاء قاضی عیاض) *
اور انکار کیا اُسکا (یعنی بیت المقدس میں نماز کا)
حذیفہ بن یمان نے اور کہا بخدا رسول اللہ براق کی پیٹھہ سے
الگ نہیں ہوئے واپس آنے تک – (شفاء) *

نہم — واقعات بر وقت خروج از بیت المقدس

ثم خرجت فجاء ني جبرئيل باناء من خمر واناء من لبن فاخترت اللبن فقال جبرئيل اخترت الفطرة (ثابت) —

پھر میں نکلا پس جبریل میرے پاس شراب کا ایک ظرف اور دودھ کا ایک ظرف لائے پس میں نے دودھ کو اختیار کیا — جبریل نے کہا تم نے فطرت کو اختیار کیا (ثابت) *

دہم — واقعات فلک اول

فانطلق جبرئيل حتى اتي السماء الدنيا فاستفتح قيل من هذا قال جبرئيل قيل و من معک قال محمد قيل و قد ارسل اليه قال نعم قيل مرحبا فنعم المجي جاء ففتح فلما خلصت فاذا فيها آدم فقال هذا ابوک آدم فسلم عليه فسلمت عليه فرد السلام ثم قال مرحبا بالا بن الصالح والنبي الصالح (قتادہ) —

پس چلے جبریل یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچے اور کھلوایا — لوگوں نے کہا یہہ کون ہیں — کہا جبریل — پھر لوگوں نے کہا اور تمہارے ساتھہ کون ہی کہا محمد — لوگوں نے کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں کہا ہاں — لوگوں نے کہا مرحبا خوب آئے پھر کھل گیا (آسمان) پھر میں جب پہنچا تو آدم نظر پڑے — جبریل نے کہا — تمہارے باپ آدم ہیں — ان کو سلام کرو — میں نے سلام کیا — اُنہوں نے سلام کا جواب دیا پھر کہا اچھے بیٹے کو مرحبا — اچھے نبي کو مرحبا — (قتادہ) *

ثم عرج بنا الي السماء (وساق مثل معناه) قال اذا انا بآدم فرحب بي و دعا لي بخير (ثابت) —

پھر مجھکو آسمان پر لیکر چڑھے (اور اسیطرح بیان کیا فرمایا یکایک آدم نظر پڑے پس مجھکو مرحبا کہا اور دعاے خیر دي (ثابت) *

فلما جئت الي السماء الدنيا (و ساق مثل معناه) اذا رجل قاعد علي يمينه اسورة و علي يساره اسورة اذا نظر قبل يمينه ضحک و اذا نظر قبل شماله بکي فقال مرحبا بالنبي الصالح و الا بن الصالح قلت لجبرئيل من هذا قال هذا آدم وهذه الاسورة عن يمينه و عن شماله نسم بنيه فاهل اليمين منهم اهل الجنة و الا سورة التي عن شماله اهل النار فاذا نظر عن يمينه ضحک و اذا نظر قبل شماله بکي (ابن شهاب) —

پس جب میں آسمان دنیا تک پہنچا (اور اُسکے مثل بیان کیا) یکایک ایک شخص نظر پڑے جن کے داہنی بائیں سیاہ شکلیں ہیں جب دھنی جانب دیکھتے ہیں تو ہنس پڑتے ہیں اور بائیں جانب نگاہ کرتے ہیں تو رو دیتے ہیں — اُنہوں نے کہا اچھے نبي کو مرحبا اچھے بیٹے کو مرحبا — میں نے جبریل سے کہا یہہ کون ہیں کہا یہہ آدم ہیں — اور اُن کے داہنی اور بائیں جانب کي سیاہ صورتیں اُنکي اولاد کي روحیں ہیں — سو دھني جانب والے اهل جنت ہیں اور بائیں طرف والے اهل دوزخ ہیں — پس جب وہ داہني طرف دیکھتے ہیں توهنس پڑتے ہیں اور بائیں جانب دیکھتے ہیں تو رو دیتے ہیں (ابن شہاب) *

عن انس قال قال رسول الله صلعم بينا انا قاعد ذات يوم اذ دخل جبرئيل عليه السلام فوكز بين كتفي فقمت الى شجرة فيها مثل وكري الطاير فقعد في واحدة و قعدت في الاخري فنمت حتى سدت الخافقين و لو شئت لمسست السماء وانا اقلب ونظرت جبرئيل كانه حلس لاطئ فعرفت فضل علمه بالله علي وفتح لي باب السماء ورايت النور الاعظم واذا دوني الحجاب وفرجة الدر والياقوت ثم اوحى الله الي ماشاء ان يوحي (شفاء قاضي عياض) -

وذكر البزار عن علي ابن ابوطالب (رض) لما اراد الله تعالى ان يعلم رسوله الاذان جاءه جبرئيل بدابة يقال لها البراق فذهب يركبها فاستصعب عليه فقال لها جبرئيل عليه السلام اسكني فو الله ما ركبك عبد اكرم على الله من محمد صلعم فركبها حتى اتي بها الى حجاب الذي يلي الرحمن تعالى فبينا هو كذلك اذ خرج ملك من الحجاب فقال رسول الله صلعم يا جبرئيل من هذا قال والذي بعثك بالحق نبيا اني لا قرب الخلق مكانا و ان هذا الملك ما رأيته منذ خلقت قبل ساعتي هذه فقال الملك الله اكبر الله اكبر فقيل له من وراء الحجاب صدق عبدي انا اكبر انا اكبر ثم قال الملك اشهد ان لا اله الا الله فقيل من وراء الحجاب صدق عبدي انا

انس سے روایت ہی کہ فرمایا آنحضرت نے میں بیٹھا ہوا تھا ایکدن یکایک جبریل آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان ذرا دبایا پس میں ایک درخت کی طرف گیا جس میں پرند کے گھونسلے بھی تھے — پس ایک میں جبریل بیٹھے اور ایک میں میں پھر میں سوگیا یہاں تک کہ خافقین سے آگے بڑھ گئے اور اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھولیتا — اور میں پلٹے کھاتا تھا مگر جبریل کو دیکھا تو وہ گویا عرق گھر تھے (یعنی اپنی جگہہ جمے رہے) پس میں نے اُنکا افضل ہونا علم الہی میں اپنے سے جان لیا — اور میرے لیئے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور میں نے نور اعظم دیکھا - اور یکایک میرے سامنے حجاب تھا اور موتی و یاقوت کے دریچے — پھر خدا نے میری طرف وحی کی جو وحی چاہی — (شفاء قاضی عیاض) *

حضرت علی سے روایت ہی کہ جب خدا نے چاہا کہ اپنے رسول کو اذان سکھائے تو جبریل اُن کے پاس ایک چارپایہ لائے جسکو براق کہتے ہیں — پس آپ اُسپر چڑھنے گئے — سو اُسکو دشوار لگا — جبریل نے اُس سے کہا ٹھہر بخدا محمد صلعم سے کوئی اچھا شخص خدا کے نزدیک تجھپر نہیں سوار ہوا ہی — پس میں اُسپر سوار ہوا یہاں تک کہ اُس پردہ کے پاس آیا جو خدا کے قریب ہی اسی درمیان میں پردہ سے ایک فرشتہ نکلا — پس آنحضرت نے کہا اے جبریل یہہ کون ہی — جبریل نے کہا اُسکی قسم جس نے تجھے نبی برحق مبعوث کیا - میں خلق اللہ میں سب سے زیادہ مقرب بارگاہ ہوں مگر اس فرشتہ کو اسوقت سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا جب سے میں پیدا ہوا - پس فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر - پس پردہ کی اوٹ سے آواز آئی سچ کہا میرے بندہ نے میں بڑا ہوں — میں بڑا ہوں — پھر فرشتہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہی مگر اللہ — پردہ سے آواز آئی کہ سچ کہا میرے بندہ نے میں خدا ہوں اور

الله لا اله الا انا و ذكر مثل هذا في بقية الاذان الا انه لم يذكر جوابا من قوله حي علي الصلوة حي علي الفلاح و قال ثم اخذ الملك بيد محمد صلعم فقدمه فام اهل السماء فيهم ادم و نوح قال ابو جعفر محمد بن علي الحسين راويه اكمل الله لمحمد صلعم الشرف على اهل السموات و الارض (شفاء) —

میرے سوا کوئي خدا نہیں هی — اور اِسي طرح ذکر کیا اذان کے بقیہ میں — مگر حي علي الصلواة حي علي الفلاح کا جواب نہیں ذکر کیا — اور کہا پھر فرشتہ نے محمد صلعم کا هاتھ پکڑا اور آگے بڑھایا — پس آنحضرت نے آسمان والوں کي امامت کي جس میں آدم و نوح تھے — ابو جعفر محمد بن علي الحسین جو راوي هیں اُنھوں نے کہا کہ خدا نے آنحضرت کو اهل زمین اور آسمان دونوں پر بزرگي بخشي — (شفاء) *

یازدهم — واقعات فلک دوم

ثم صعد بي حتى اتي السماء الثانية (و ساق مثل معناه) اذا يحيى و عيسى و هما ابنا خالة (و ساق مثله) قالا مرحبا بالاخ الصالح و النبي الصالح (قتادة) —

پھر مجھکو لیکر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر آئے (اور اُسي کے هم مضمون بیان کیا) ناگاہ وهاں یحییٰ و عیسیٰ تھے اور وہ دونوں بھائي هیں — (اور اُسي طرح بیان کیا) اُن دونوں نے کہا نیک بھائي اور نیک نبي کو مرحبا — (قتادہ) *

ثم عرج بنا الى السماء الثانية (و ساق مثله) فاذا انا بابني الخالة عيسى ابن مريم و يحيى بن زكريا صلعم فرحبا لي و دعوالي بخير (ثابت) —

پھر مجھکو دوسرے آسمان پر لیکر چڑھے (اور اُسي طرح بیان کیا) پس ناگاہ میں دو بھائیوں عیسیٰ بن مریم و یحییٰ بن زکریا کے پاس تھا — اُنہوں نے مجھکو مرحبا کہا اور دعاے خیر دي (ثابت) *

حتى عرج بي الى السماء الثانية (و ساق مثله) قال الانس فذكر انه و جد في السموات آدم و ادريس و موسى و عيسى و ابراهيم و لم يثبت كيف منازلهم غير انه ذكر انه وجد آدم في السماء الدنيا و ابراهيم في السماء السادسة (ابن شهاب) —

یہاں تک کہ مجھکو دوسرے آسمان تک چڑھا لیگئے (اور اُسي طرح بیان کیا) انس نے کہا کہ پس ذکر کیا آنحضرت نے کہ پایا آسمانوں میں آدم و ادریس و موسیٰ و عیسیٰ و ابراهیم کو اور اُن کے مقامات نہیں متعین کیے — هاں اسقدر ذکر کیا کہ آدم کو آسمان دنیا میں پایا اور ابراهیم کو چھٹے آسمان میں — (ابن شہاب) *

و في رواية راي يوسف في الثانية ، يحيى و عيسى في الثالثة (لمعات) —

ایک روایت میں هی کہ یوسف کو دوسرے آسمان میں دیکھا اور یحییٰ و عیسیٰ کو تیسرے میں (لمعات) *

دوازدهم — واقعات فلک سوم

ثم صعد بي الى السماء الثالثة (و ساق مثله) اذا يوسف (و ساق

پھر مجھکو لیکر تیسرے آسمان پر چڑھے (اور اُسي طرح ذکر کیا) ناگاہ یوسف (اور اُسي طرح ذکر کیا) اُنھوں نے

مثله) قال مرحبا بالاخ الصالح و النبي الصالح (قتادة) –

کہا نیک بھائي و نیک نبي کو مرحبا — (قتادہ) *

ثم عرج بنا الي السماء الثالثة (و ساق مثله) فاذا هو يوسف صلعم و اذا هو قد عطي شطر الحسن و رحب لي و دعا لي بخير (ثابت) –

پھر مجھکو لیکر تیسرے آسمان پر چڑھا (اور أسي طرح ذکر کیا) پس ناگاہ وہ یوسف صلعم تھے اور اُن کو حسن کا ایک حصہ ملا ھی — مجھکو مرحبا کہا اور دعاے خیر دي (ثابت) *

و في رواية راى ادريس في الثالثة (لمعات) –

اور ایک روایت میں ھی ادریس کو تیسرے آسمان میں دیکھا (لمعات) *

و في رواية راے يحيى و عيسى في الثالثة (لمعات) –

اور ایک روایت میں ھی یحیى و عیسى کو تیسرے آسمان میں دیکھا (لمعات) *

سیزدھم — واقعات فلک چہارم

ثم صعد بي حتى اتى السماء الرابعة (وساق مثله) – فاذا ادريس (و ساق مثله) (قتادة)

پھر مجھکو لیکر چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر آئے (اور أسیطرح بیان کیا) ناگاہ ادریس نظر پڑے (اور أسي طرح بیان کیا) (قتادہ) *

ثم عرج بنا الى السماء الرابعة و ذكر مثله فاذا انا بادريس فرحب لي ودعالي بخير قال الله و رفعناه مكانا عليا (ثابت)

پھر چوتھے آسمان پر لیکر چڑھے (اور أسیطرح ذکر کیا) ناگاہ وھاں ادریس نظر پڑے سو مجھکو مرحبا کہا اور دعاے خیر دي — خدا نے کہا ھی ھمنے اُنکا درجہ اونچا کیا – (ثابت) *

وفي رواية راى ادريس في الثالثة وهارون في الرابعة (لمعات)

ایک روایت میں ھی ادریس کو تیسرے آسمان میں دیکھا اور ھارون کو چوتھے میں (لمعات) *

چہاردھم — واقعات فلک پنجم

ثم صعد بي حتى اتي السماء الخامسة (فذكر مثله) فاذا هارون (فذكر مثله) (قتادة)

پھر مجھکو لیکر چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر آئے (پس اسیطرح ذکر کیا) یکایک وھاں ھارون تھے (پس أسي طرح ذکر کیا) (قتادہ) *

ثم عرج الى السماء الخامسة (فذكر مثله) فاذا بهارون فرحب لي ودعالي بخير (ثابت)

پھر پانچویں آسمان کي طرف چڑھے (پس أسي طرح ذکر کیا) یکایک وھاں ھارون تھے — اُنھوں نے مجھکو مرحبا کہا اور دعاے خیر دي (ثابت) *

وفي رواية اخري راى ادريس في الخامسة (لمعات) –

دوسري روایت میں ھی کہ ادریس کو پانچویں آسمان میں دیکھا (لمعات)

پانزدهم — واقعات فلک ششم

ثم صعد بي حتی الی السماء السادسة (فذکر مثله فاذا موسی فذکر مثله) (قتادہ) —

پھر مجھکو چھٹے آسمان تک لیکر چڑھے (پس اسیطرح بیان کیا) وهاں موسیٰ تھے (پس اُسي طرح بیان کیا) (قتادہ) *

ثم عرج بنا الی السماء السادسة (فذکر مثله) فاذا انا بموسی فرحب لي ودعا لي (ثابت) —

پھر مجھکو چھٹے آسمان کي طرف لیکر چڑھے (پس اسي طرح بیان کیا) وهاں موسیٰ تھے سو مجھکو مرحبا کہا اور دعا دي (ثابت) *

فلما جاوزت بکی قیل له ما یبکیک قال ابکی لان غلاما بعث بعدي یدخل من امته الجنة اکثر ممن یدخلها من امتي (قتادہ) —

پس جب میں آگے بڑہ گیا تو وہ روئے — اُن سے پوچھا گیا کیوں روئے — کہا میں اسلیئے روتا هوں که ایک نو عمر میرے بعد مبعوث هوا اور اُسکي اُمت کے لوگ میري اُمت سے زیادہ جنت میں جائینگے — (قتادہ) *

انه وجد ... ... ابراهیم فی السماء السادسة (ابن شهاب) —

اُنہوں نے پایا ...... ابراهیم کو چھٹے آسمان میں — (ابن شهاب) *

وفي حدیث شریک انه رای موسیٰ فی السابعة (شفاء قاضي عیاض) —

اور شریک کي حدیث میں هی که موسیٰ کو ساتویں آسمان میں دیکھا — (شفاء قاضي عیاض) *

شانزدهم - واقعات فلک هفتم

ثم صعد بي الی السماء السابعة (فذکر مثله) فاذا ابراهیم قال هذا ابوک ابراهیم (فذکر مثله) قال مرحبا بالابن الصالح والنبي الصالح (قتادہ) —

پھر مجھکو ساتویں آسمان پر لیکر چڑھے (پس اسي طرح ذکر کیا) ناگاہ وهاں ابراهیم تھے — جبریل نے کہا یہہ تمہارے باپ ابراهیم هیں (پس اُسي طرح ذکر کیا) اُنہوں نے کہا که اچھے بیٹے اور اچھے نبي کو مرحبا — (قتادہ) *

ثم صعد بي الی السماء السابعة (فذکر مثله) فاذا ابراهیم مسندا ظهرہ الی البیت المعمور و اذا هو یدخله کل یوم سبعون الف ملک لایعودون الیه (ثابت) —

پھر مجھکو ساتویں آسمان پر لیکر چڑھے (پس اُسیطرح ذکر کیا) وهاں ابراهیم تھے — بیت معمور کي طرف اپني پیٹھہ ٹیکے تھے — اور وهاں هر روز ستر هزار فرشتے داخل هوتے هیں اور دوبارا کر نہیں آتے (ثابت) *

وفي حدیث شریک انه رای موسیٰ في السابعة (شفاء قاضي عیاض) —

شریک کي حدیث میں هی که موسیٰ کو ساتویں آسمان میں دیکھا — (شفاء قاضي عیاض) *

هفتدهم — واقعات سدرة المنتهی

ثم رفعت بي الی سدرة المنتهی

پھر میں سدرة المنتهی پہونچا سو اُس کے پھل هجر

فاذا نبقها مثل قلال هجر و اذا ورقها مثل اذان الفيلة وقال هذا سدرة المنتهى (قتادة) -

(ایک گانوں کا نام هی) کي پکهال کي برابر تهے اور أس کے پتے هاتهي کے کان کے سے تهے — جبریل نے کہا کہ یہہ سدرة المنتہی هی (قتادہ) *

ثم ذهب بي الى سدرة المنتهى و اذا ورقها كاذان الفيلة و اذا ثمرها كالقلال (ثابت) -

پهر مجهکو سدرة المنتہی تک لے گئے سو أس کے پتے هاتهي کے کان کے سے تهے اور پهل پکهال کي برابر (ثابت) *

فاذا اربعة انهار نهران باطنان و نهران ظاهران قلت ما هذان يا جبريل قال اما الباطنان فنهران في الجنة و اما الظاهران فالنيل و الفرات (قتادة) -

وهاں چار نہریں تهیں دو باطن میں دو ظاهر میں — میںنے کہا اے جبریل یہہ دونوں کیا هیں — کہا دونوں باطن کي تو جنت کي دو نہریں هیں اور جو ظاهر هیں وہ نیل و فرات هیں (قتادہ) *

وفي رواية ابي هريرة من طريق الربيع بن انس فقيل لي هذه السدرة المنتهى ينتهي اليها كل احد من امتك خلي احد على سبيلك و هي السدرة المنتهى يخرج من اصلها انهار من ماء غير آسن و انهار من لبن لم يتغير طعمه و انهار من خمر لذة للشاربين وانهار من عسل مصفى وهي شجرة يسير الراكب في ظلها سبعين عاما و ان ورقة منها مظلة الخلق فغشيها نور و غشيها الملائكة قال فهو قوله تعالى اذ يغشى السدرة ما يغشى فقال الله تبارك و تعالى له سل فقال صلعم يارب انك اتخذت ابراهيم خليلا و اعطيته ملكا عظيما وكلمت موسى تكليما و اعطيت داؤد ملكا عظيما و النت له الحديد و سخرت له و اعطيت سليمان ملكا عظيما و سخرت له الجن و الانس و الرياح و الشياطين و اعطيته ملكا لاينبغي لاحد من بعده و علمت موسى التوراة وعيسى

اور ابوهریرہ کي ایک روایت میں هی پس مجهسے کہا گیا یہہ سدرة المنتہی هی — تیري أمت میں سے هر ایک کي پہونچ یہیں تک هی سواے ایک کے جو تیرے رستہ پر هی اور یہي سدرة المنتہی هی جسکي جڑ سے پاني کي نہریں نکلي هیں جو بگڑتا نہیں — اور دودہ کي نہریں جسکا مزا بدلا نہیں — اور شراب کي نہریں جو پینے والوں کے لیئے لذت بخش هیں اور صاف شهد کي نہریں — اور وہ ایک درخت هی کہ سوار أس کے سایہ میں ستر برس چلا جاتا هی اور أس کا ایک پتا تمام خلق پر سایہ کرسکتا هی پس اوپر نور چها رها هی اور فرشتے چها رهے هیں — خدا کے اس قول سے اذ یغشی السدرة ما یغشی (یعني جب سدرة المنتہی کو چها لیا أس چیز نے جس نے چها لیا) یہي مراد هی — پس کہا خداے برتر و پاک نے محمد صلعم سے مانگ پس کہا صلعم نے اے پروردگار تو نے ابراهیم کو خلیل بنایا اور أسکو ایک بڑا ملک عنایت کیا — اور موسی سے کلام کیا اور داؤد کو ایک بڑي سلطنت عطا کي اور أنکے لیئے لوهے کو نرم کر دیا اور مسخر کردیا — اور سلیمان کو ایک بڑا ملک عطا کیا اور أنکے لیئے جن اور آدمی اور هوائوں اور شیاطین مسخر کر دیئے اور ایسا ملک دیا کہ أنکے بعد پهر کسیکو نہیں مل سکتا اور موسی کو توریت سکهائي اور عیسی کو انجیل -

الانجيل و جعلته يبري الا كمه و الا برص و اعذته من الشيطان الرجيم فلم يكن عليهما سبيل فقال له ربه تعالى اتخذتک حبيباً فهو مکتوب في التوراة محمد حبيب الرحمن وارسلتک الى الناس کافة وجعلت امتک لا تجوز اهم خطيئة حتی يشهدوا انک عبدي و رسولي وجعلتک اول النبيين خلقا واخر هم بعثا و اعطيتک سبعا من المثاني ولم اعطها نبيا قبلک وجعلتک فاتحاً و خاتماً (شفاء قاضي عياض) —

اور اُنکو ایسا کردیا کہ وہ کوڑھي اور مبروص کو اچھا کردیتے تھے اور اُن کو مردود شیطان سے محفوظ رکھا سو شیطان اُن دونوں پر قابو نہیں پا سکتا — پس کہا خدا نے محمد صلعم سے میں نے تجھکو حبیب بنایا سو توریت میں لکھا ہی کہ محمد حبیب الرحمن ہیں — اور میں نے تجھکو تمام خلق اللہ پر بھیجا اور میں نے تیري اُمت کو ایسا کیا کہ وہ اگلے بھي ہیں اور پچھلے بھي اور تیري اُمت کي خطا محسوب نہیں ہوتي جب تک وہ یہہ گواہي دیتے رہیں کہ تو میرا بندہ اور پیغمبر ہی — اور میں نے تجھکو سب نبیوں سے پہلے پیدا کیا اور سب کے اخیر میں بھیجا اور میں نے تجھکو دوھرے لفظوں سات آیتوں والي دي اور تجھہ سے پہلے کسي نبي کو نہیں دي — اور میں نے تجھکو فاتح اور خاتم کیا (شفاء قاضي عیاض) *

قال فلما غشيها من امر الله ما غشي تغيرت فما احد من خلق الله يستطيع ان ينعتها من حسنها (ثابت) —

فرمایا کہ جب چھا گیا اُس پر خدا کے حکم سے جو چھا گیا تو وہ متغیر ہوگیا — سو خلق اللہ میں سے کوئي شخص اُس کي خوبصورتي کي تعریف نہیں کرسکتا — (ثابت) *

و قال ابن شهاب حتی اتيت سدرة المنتهی فغشيها الوان لا ادري ماهي و قال ثم ادخلت الجنة فاذا فيها جنا بذ اللؤلؤ واذا ترابها المسک (تمامه يجيي)

اور ابن شہاب نے کہا — یہاں تک کہ میں سدرۃالمنتہی پہونچا سو اُس کو ایسے رنگوں نے ڈھک لیا کہ میں نہیں جانتا تھا وہ کیا ہیں اور کہا پھر داخل کیا گیا میں بہشت میں سو وہاں موتي کے گنبد تھے اور اُس کي مٹي مشک ہی (جیسا کہ آگے آتا ہی) *

و عن عبدالله قال لما اسري برسول الله صلی الله عليه وسلم انتهی به الی سدرة المنتهی وهي في السماء السادسة اليها ينتهي ما يهبط به من فوقها فيقبض منها قال اذ يغشي السدرة ما يغشي قال فراش من ذهب (عبدالله ابن مسعود) —

اور عبداللہ سے روایت ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئي — سدرۃ المنتہی تک پہونچائے گئے اور وہ چھٹے آسمان پر ہی — اُسي تک ختم ہوتا ہی جو اُسپر اوپر سے اُترتا ہی — سو وہ اُس کو پکڑ لیتا ہی کہا اذ یغشي السدرۃ ما یغشي سے مراد سونے کا بچھونا ہی — (عبداللہ بن مسعود) —

و في حديث شريک انه رای موسی في السابعة قال بتفصيل

اور شریک کي حدیث میں ہی کہ موسی کو ساتویں آسمان میں دیکھا — خدا کي باتونکي تفصیل اُنسے بیان کي

کلم اللہ تعالی لہ قال ثم علی بہ فوق ذلک بما لا یعلمہ الا اللہ تعالی فقال موسی لم اظن ان یرفع علی احد (شفاء قاضی عیاض) —

کہا کہ پھر اتنے اوپر گئے کہ سواء خدا کے اور کوئی نہیں جانتا — پس کہا موسی نے مجھکو گمان نہیں تھا کہ مجھہ سے اوپر بھی کوئی جائیگا — (شفاء قاضی عیاض) *

ثم رفع لی البیت المعمور (قتادہ) —

پھر میرے سامنے بیت المعمور لایا گیا — (قتادہ) *

ثم اتیت باناء من خمر واناء من لبن واناء من عسل فاخذت اللبن فقال ھی الفطرة انت علیہا وامتک (قتادہ) —

پھر میرے سامنے شراب اور دودہ اور شہد کے ظروف لائے گئے پس میں نے دودہ کو لیلیا پس کہا کہ یہی فطرت ہی تو اور تیری اُمت اُس پر ہی (قتادہ) *

قال ابن شہاب فاخبرنی ابن حزم ان ابن عباس و اباحیة الانصاری کا نایقولان قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم عرج بی حتی ظہرت لمستوی اسمع فیہ صریف الاقلام (ابن شہاب)

ابن شہاب نے کہا کہ مجھکو ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس و ابوحیہ انصاری دونوں کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھکو اوپر لیگئے یہاں تک کہ میں ایسی جگہہ پر پہونچا جہاں قلم کے لکھنے میں چلنے کی آواز مجھکو سنائی دیتی تھی — (ابن شہاب) *

ہشتم — احکام جو عنایت ہوئے

فاوحی اللہ الی ما اوحی (ثابت)

پس وحی کی خدا نے میری طرف جو کی (ثابت) *

ثم فرضت علی الصلوة خمسین صلوة کل یوم (قتادہ) —

پھر مجھپر ہر روز پچاس نمازیں فرض ہوئیں (قتادہ) *

ففرض علی خمسین صلوة فی کل یوم ولیلة (ثابت) —

پھر مجھپر ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں (ثابت) *

قال ابن حزم و انس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ففرض اللہ علی امتی خمسین صلوة (ابن شہاب) —

ابن حزم و انس نے کہا — فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس فرض کیں خدا نے میری اُمت پر پچاس نمازیں (ابن شہاب) *

فرجعت فمررت علی موسی فقال بما امرت قلت امرت بخمسین صلوة کل یوم قال ان امتک لاتستطیع خمسین صلوة کل یوم وانی واللہ قد جربت الناس قبلک و عالجت بنی اسرائیل اشد المعالجة فارجع الی ربک فسئلہ التخفیف لامتک فرجعت فوضع عنی عشرا فرجعت الی موسی فقال مثلہ

پھر میں لوٹا اور موسی پر گذرا اُنہوں نے کہا تم پر کیا فرض ہوا — میں نے کہا ہر روز پچاس نمازیں — موسی نے کہا تمہاری اُمت ہر روز پچاس نمازیں نہیں ادا کرسکیگی — اور میں بخدا تمسے پہلے لوگوں کا تجربہ کرچکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب اچھی طرح آزما چکا ہوں — تم خدا کی طرف واپس جاؤ اور کم کراؤ اپنی اُمت کے لیئے — پس میں واپس گیا — سو خدا نے دس نمازیں گھٹادیں — پھر میں واپس آیا موسی کی طرف — موسی نے پھر وہی کہا — میں پھر لوٹا — خدا نے دس اور بھی کم کردیں — پھر میں

فرجعت فوضع عشرا فرجعت الی موسیٰ فقال مثله فرجعت فوضع عني عشرا فامرت بعشر صلوة كل يوم فرجعت الى موسیٰ فقال مثله فرجعت فامرت بخمس صلواة كل يوم (قتادة)

موسیٰ کے پاس آیا — موسیٰ نے پھر وهي کہا - میں پھر لوٹا - خدا نے دس اور بھي کم کردیں - پس مجھکو ہر روز دس نمازوں کا حکم هوا - پس پھر میں موسیٰ کے پاس آیا - موسیٰ نے پھر وهي کہا - میں پھر لوٹا - پس مجھکو ہر روز پانچ نمازوں کا حکم هوا (قتادہ) *

فنزلت موسیٰ فقال ما فرض ربك على امتك فقلت خمسين صلوة في كل يوم وليلة قال ارجع الی ربك فاسئله التخفيف فان امتك لاتطيق ذلك فاني قد بلوت بني اسرائيل وخبرتهم قال فرجعت الى ربي فقلت يارب خفف عن امتي فحط عني خمساً فرجعت الى موسیٰ فقلت حط عني خمساً قال ان امتك لاتطيق ذلك فارجع الى ربك فاسئله التخفيف قال فلم ازل ارجع بين يدي ربي تعالیٰ و بين موسیٰ حتی قال يامحمد انهن خمس صلوة كل يوم وليلة (ثابت) —

پس میں اوترا موسیٰ کي طرف - اُنہوں نے کہا - خدا نے تمھاري اُمت پر کیا فرض کیا - میںنے کہا ہر رات دن میں پچاس نمازیں - موسیٰ نے کہا - پھر خدا کے پاس جاؤ اور کہو کہ کم کردے - کیونکہ تمھاري اُمت اس کي طاقت نہیں رکھتي - میںنے بني اسرائیل کو آزما لیا هی اور دیکھہ لیا هی - فرمایا آنحضرت نے پس میں واپس گیا خدا کي طرف اور کہا کہ اے خدا میري اُمت پر تخفیف کر - پس پانچ نمازیں گھٹادیں — پھر میں موسیٰ کے پاس آیا اور کہا کہ پانچ کم هوئیں - موسیٰ نے کہا تمھاري اُمت اسکي طاقت نہیں رکھتي - تم پھر خدا کے پاس جاؤ اور کمي کي درخواست کرو — فرمایا کہ میں برابر خدا اور موسیٰ کے درمیان آیا اور گیا یہاں تک کہ خدا نے کہا اے محمد وہ پانچ نمازیں هیں ہر دن رات میں — (ثابت) *

فرجعت بذلك حتى مررت على موسیٰ فقال ما فرض الله لك على امتك قلت فرض خمسين صلوة قال فارجع الى ربك فان امتك لاتطيق فراجعني فوضع شطرها فرجعت الى موسى فقلت وضع شطرها فقال راجع الى ربك فان امتك لاتطيق ذلك فرجعت فوضع شطرها فرجعت اليه فقال ارجع الى ربك فان امتك لاتطيق ذلك فراجعته فقال هي خمس وهي خمسون لايبدل القول لدي

میں اسکے ساتھہ لوٹا — یہاں تک کہ موسیٰ پر گذرا - موسیٰ نے کہا خدا نے تمھاري اُمت پر کیا فرض کیا — میںنے کہا پچاس نمازیں — موسیٰ نے کہا تم لوٹ جاؤ اپنے خدا کي طرف - کیونکہ تمھاري اُمت سے یہہ نہوسکیگا - میں واپس گیا تو ایک حصہ معاف هوا — میں موسیٰ کے پاس پھر آیا اور کہا کہ ایک حصہ معاف هوا - موسیٰ نے کہا پھر خدا سے گفتگو کرو — تمھاري اُمت سے اتنا نہوسکیگا - میں واپس گیا اور دوبارہ سوال کیا - ایک حصہ اور معاف هوا — میں پھر موسیٰ کي طرف آیا — اُنہوں نے کہا پھر جاؤ - تمھاري اُمت سے اتنا نہو سکیگا - میںنے دوبارہ سوال کیا — خدا نے کہا یہہ پانچ هیں اور وہ (در اصل) پچاس هیں — میري بات دوسري نہیں هوتي

فرجعت الی موسی فقال راجع ربک فقلت استحییت من ربی (ابن شهاب) —

پھر میں موسی کے پاس آیا - اُنہوں نے کہا تم پھر خدا کے پاس جاؤ — میں نے کہا اب تو میں خدا سے شرما گیا (ابن شہاب) *

لکل صلوة عشرة فتلک خمسون صلوة (ثابت) -

ہر نماز کے لیئے دس ہیں - پس وہ پچاس نمازیں ہوئیں (ثابت) *

قال فاعطی رسول الله صلعم ثلثا اعطی الصلوة الخمس و اعطی خواتیم سورة البقرة وغفر لمن لایشرک بالله من امته شیئاً المقحمات (عبد الله ابن مسعود) —

کہا پس حضرت کو تین چیزیں عطا ہوئیں پانچ نمازیں — اور سورہ بقر کے خاتمہ کی آیتیں - اور بخشدیا گیا اُسکو حضرت کی اُمت میں سے جو خدا کا کسیکو ساجھی نہیں کرتا — (عبداللہ ابن مسعود) *

ومن هم بحسنة فلم یعملها کتب له حسنة فان عملها کتبت له عشرا ومن هم بسیئة فلم یعملها لم تکتب علیه شیئاً فان عملها کتبت له سیئة واحدة (ثابت)

اور جس شخص نے ایک نیکی کا قصد کیا اور کیا نہیں اُس کے لیئے ایک نیکی لکھی جاویگی - اور اگر کرلے تو دس لکھی جاوینگی اور جو شخص کسی برائی کا قصد کرے اور کرے نہیں تو کچھہ نہ لکھا جاویگا - اور اگر کرلے تو ایک برائی لکھی جاویگی (ثابت) *

فرجعت الی موسی فقال بما امرت قلت امرت بخمس صلوات کل یوم قال ان امتک لا تستطیع خمس صلوات کل یوم وانی قد جربت الناس قبلک و عالجت بنی اسرائیل اشد المعالجة فارجع الی ربک فسئله التخفیف لامتک قال سالت ربی حتی استحییت و لکنی ارضی واسلم (قتادہ) -

پس میں موسی کی طرف واپس آیا — اُنہوں نے کہا تمکو کیا حکم ہوا میں نے کہا ہر روز پانچ نمازوں کا موسی نے کہا تمہاری اُمت ہر روز پانچ نمازیں نہ پڑہ سکیگی اور میں تجسے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب اچھی طرح آزما لیا ہی — تم خدا کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنی اُمت کے لیئے تخفیف کی درخواست کرو — فرمایا میں خدا سے سوال کرتے کرتے شرما گیا — اب میں اسی پر راضی ہوجاؤنگا اور تسلیم کرلونگا — (قتادہ) *

قال فنزلت حتی انتهیت الی موسی فاخبرته فقال ارجع الی ربک فاسئله التخفیف فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت قد رجعت الی ربی حتی استحییت منه (ثابت) -

کہا - پس میں اوترا یہاں تک کہ موسی کے پاس پہونچا اور اُن کو خبر دی — موسی نے کہا اپنے خدا کی طرف واپس جاؤ اور تخفیف کی درخواست کرو پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نے کہا کہ میں خدا کی طرف پھر پھر کے گیا یہاں تک کہ اب میں اُس سے شرما گیا (ثابت) *

قال فلما جاوزت نادی مناد

کہا پس جب میں آگے بڑھا ایک پکارنے والے نے آواز دی -

اضعبت فريضتي وخففت عن عبادي (قتادہ) — میں نے اپنا فرض نافذ کیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کی (قتادہ) *

ثم انطلق بی حتی انتهی بی الی سدرة المنتهی وغشیها الوان لا ادری ما هی ثم ادخلت الجنة فاذا فیها جنابذ اللؤلؤ و اذا ترابها المسک (ابن شهاب) — پھر مجھکو لیکے چلے (جبریل) یہاں تک کہ سدرة المنتہی پہونچے اور اُسکو رنگوں نے ڈھک لیا کہ میں اُنکو نہیں جانتا تھا — پھر میں جنت میں داخل کیا گیا — ناگاہ وہاں موتی کے گنبد تھے اور اُسکی مٹی مشک تھی — (ابن شهاب) *

یہہ سب روایتیں ایک دوسرے سے اسقدر مختلف و متناقض ہیں کہ اُن قواعد کے پیش کرنے کی جن سے انکا باطل اور موضوع ہونا ثابت ہوسکتا ہی غیر ضروری ہی — کیونکہ یہہ خود روایتیں صراحتاً ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں اور اپنی صحت اور اعتبار کو خرد کھودیتی ہیں *

مصنف لمعات کا بیان ہی کہ یہہ روایتیں ایک دوسرے سے اسقدر اختلاف رکھتی ہیں کہ اُن کا تطبیق کرنا بالکل غیر ممکن ہی تاوقتیکہ تعدد معراج کو تسلیم نکرلیا جاوے — یا ایک کو دوسرے پر ترجیح ندی جاوے — یعنی ان میں سے کسی کو مانا جاوے اور باقیوں کو غلط اور بے اصل قرار دیا جاوے

و علی تقدیر صحة الروایات یتعذر الجمع الا ان یقال بتعدد المعراج اویر جح بعض الروایات علی بعض (لمعات) *

وہ عیسائی مصنف جنہوں نے پیغمبر خدا کی سوانح عمری لکھی ہی ایک درجہ اور بھی بڑہ گئے ہیں اور اُن تعریفوں اور منظوم نعتوں کو جو مسلمان شاعروں نے اپنے شاعرانہ طرز سے مختلف امور متعلق بہ معراج مثلاً آنحضرت صلعم کی زینت اور شان — براق کی شکل — فرشتوں کے جلوس وغیرہ پر لکھی ہیں روایات مستند شمار کرلیا ہی — مگر اُنہوں نے اسلام کے حق میں یہہ بہت بڑی عمدہ بات کی ہی اور اسلام کو ہمیشہ اُن کی محنتوں اور جان فشانیوں کا مشکور ہونا چاہیئے — کیونکہ جب کوئی منصف مزاج اور ذی فہم شخص ایسے تصنیفات کے مجموعہ پر نظر ڈالے گا تو ہمکو اُمید ہی کہ وہ اس نتیجہ کے استنباط سے باز نہ رہ سکیگا کہ یہہ تصنیفات امر حق کی تحقیق اور تدقیق کے سوا اور کسی غرض کے لیئے کی گئی ہیں اور بیہودگی اور یاوہ گوئی میں گروشیس کے دیوتر کے قصہ کے ساتھ ہمسری کرتی ہیں *

شق صدر اور معراج اگر مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہیں تو بہت سیدھا سادھا تعلق رکھتے ہیں — اگر کوئی شخص آنحضرت صلعم کے جسم مبارک میں یا اس واقعہ کے خواب میں ہونے سے انکار کرے اور یہہ کہے کہ اس قسم کی کوئی چیز ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی

اور یہہ تمام روایتوں جو اس واقعہ کے حقیقي یا خیالي وقوع کو بیان کرتي هیں بلا استثناء بالکل غلط اور سراسر بے اصل موضوع اور جعلي هیں تو بهي أس کے ایمان میں ذرہ برابر بهي خلل واقع نہوگا بلکہ وہ پورا پکا اور سچا مسلمان رهیگا *

معراج کا خواب أس قبیل سے هی جیسا کہ حضرت یعقوب نے دیکها تہا اور جو معراج یعقوب کہا جاتا هی - چنانچہ توریت میں لکها هی کہ " پس بہ خواب دید کہ ایک نردبانے بر زمین برپا گشتہ سرش بآسمان میرسید و ایک فرشتگان خدا ازاں بہ بالا و زیر می رفتند و ایک خداوند براں ایستادہ می گفت من خداوند خدائے پدرت ابراهیم وهم خدائے اسحق ام این زمینیکہ براں می خوابی بتو و بذریۃ تو می دهم وذریۃ تو مانند خاک زمین گردیدہ بہ مغرب و مشرق و شمال و جنوب منتشر خواهند شد و ایک من باتو ام و هرجائے کہ میروي ترا نگاہ داشتہ بایں زمین باز پس خواهم آورد تاوقتیکہ آنچہ بتو گفتہ ام بجا آورم ترا و انخواهم گذاشت و یعقوب از خواب خود بیدار شدہ گفت بدرستي کہ خداوند دریں مکان است و من نہ دانستم - پس ترسیدہ گفت کہ ایں مکان چہ ترسناک است ایں نیست مگر خانہ خدا و ایں است دروازہ آسمان (سفر تکوین باب ۲۸ ورس ۱۲ - ۱۷) *

معراج کي نسبت جس چیز پر کہ مسلمانوں کو ایمان لانا فرض هی وہ اس قدر هی - کہ پیغمبر خدا نے اپنا مکہ سے بیت المقدس پہونچنا ایک خواب میں دیکها اور أسي خواب میں أنہوں نے درحقیقت اپنے پروردگار کي بڑي بڑي نشانیاں مشاهدہ کیں - خواہ و شخص أن نشانیوں کو لامعلوم نشانیاں کہے خواہ أن نشانیوں کے دیکهنے سے عمدہ ترین احکام کا وحي هونا مراد لے — مگر اس بات پر یقین رکهنا چاهیئے کہ آنحضرت صلعم نے جو کچهہ خواب میں دیکها یا جو وحي هوئي یا انکشاف هوا وہ بالکل سچ اور برحق هی *

اگر کوئي مسلمان مذکورہ بالا عقیدہ پر ایمان رکهکر أن سب روایتوں کو جو معراج کے قصہ میں آئي هیں نہ مانے اور سب کو موضوع اور نہایت قابل الزام خیال کرکے چهوڑ دے تو أس کے دین و ایمان میں کوئي خلل واقع نہیں هوتا اور وہ أس شخص کے همپایہ هوا جو کسي چیز پر بلا تحقیق و تفتیش کے ایمان نہیں لاتا *

روایات معراج میں اگر کوئي مسلمان کسي حکم کا تلاش کرنا چاهے تو أس کو بعد از تلاش بسیار بجز دو حکموں کے اور کوئي حکم نہ ملے گا — ایک نماز پنجگانہ کا او دوسرا یہہ کہ جو کوئي خدا تعالی کا مثل اور همتا گردانے وہ مشرک خیال کیا جاوے گا — مگر یہہ احکام نہ أن روایتوں پر منحصر هیں اور نہ أنکے ذریعہ سے هم تک پہونچے هیں بلکہ خدا تعالی نے متعدد آیات قرآني میں أنکي نسبت صاف صاف اور بالتصریح حکم

صادر فرمایا هی پس اُن روایات کے نہ ماننے سے کسی حکم شرعی کا انکار لازم نہیں آتا *

اگر اُن روایتوں کی نسبت یہہ خیال کیا جاوے کہ اُن سے ایک شان آنحضرت صلعم کی پائی جاتی ہی تو اُس کی نسبت ہماری یہہ راے ہی کہ اگر یہہ سب باتیں جو اُن روایتوں میں مندرج ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کی جاویں تو بھی آنحضرت صلعم کی شان کچھہ بڑہ نہیں جاویگی اور نہ اُس بے انتہا اعلی درجہ کی شان میں کچھہ زیادتی ہوگی اور اگر اُن کا عشر عشیر بھی آنحضرت صلعم کی طرف نہ منسوب کیا جاوے تو بھی اُس جناب کی عظمت و شان میں کچھہ فرق نہیں آوے گا *

ہم مسلمان اپنے نبی کو " ابن اللہ " بنانا نہیں چاہتے اور نہ اُن کو " اللہ تعالی کے دست راست " پر بٹھانے کے مشتاق ہیں ہم اُن کی سب سے بڑی عزت اُس میں خیال کرتے ہیں جو خود اُنہوں نے اپنی نسبت فرمایا ہی کہ " انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد — آمنا باللہ و ماجاء بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم *

تمت

الخطبة الثاني عشر

في

ولادته و طفوليته عليه الصلوة و السلام

و انك لعلی خلق عظيم

اس خطبه میں آنحضرت صلعم کي ولادت سے آپ کي بارہ برس کي عمر تک کا حال هی

عبدالله بن عبدالمطلب والد محمد صلعم کي چوبیس برس کی عمر تھی جبکہ اُنھوں نے آمنه بنت وهب سے شادي کي — آمنه بنت وهب قریش کے قبیله سے تھیں جو عرب کے قبیلوں میں نهایت معزز اور شریف قبیله تھا — حضرت آمنه حمل هي سے تھیں که آنحضرت صلعم کے والد عبدالله نے بغرض تجارت یثرب یعني مدینه کي طرف سفر کیا اور قبل پیدا هونے آنحضرت کے اُنھوں نے وفات پائي اور بني نجار کے دار نبیغه میں مدفون هوئے *

اُنکي وفات کے بعد محمد صلعم پیدا هوئے — جمهور مورخین کی یهه راے هی که آنحضرت صلعم بارهویں ربیع‌الاول کو عام الفیل کے پهلے برس یعني ابرهه کي چڑهائي سے پچپن روز بعد پیدا هوئے مگر اسبات میں که عام الفیل سنه عیسوي کے کونسے سال میں واقع هوا تھا مورخوں کی راے میں اختلاف هی — متفق امر جو قرار پایا هی وہ یهه هی که عام الفیل سنه ٥٧٠ع کے مطابق تھا کیونکه سب مورخین اسبات پر متفق هیں که آنحضرت صلعم نے سنه ٦٢٢ ع میں مکه سے مدینه منوره کو هجرت کي تھي یعني نزول وحي سے تیرهویں برس اور وحي چالیس برس کي عمر میں نازل هوئي تھي — ان برسوں کو اگر جمع کیا جاوے تو ترپن قمري سال هوتے هیں اور جبکه ان میں سے ایک برس قمري سال شمسي سال سے مطابق کرنے کے لیئے منها کیا جاے تو باون برس باقي رهتے هیں اور جب ان باون برس کو چهه سو بائیس میں سے نکال ڈالا جاوے تو پانسو ستر باقي رهتے هیں اور اس حساب سے ثابت هوتا هی که آنحضرت صلعم کي ولادت سنه ٥٧٠ ع میں هوئي تھي *

آنحضرت کي ولادت کي نسبت بهت سي عجیب روایتیں مشهور هیں که ولادت کي رات کو کسری کے محل میں زلزله آیا اور اُس کے چوده کنگورے گر پڑے — فارس کا مقدس آتشکده جسمیں سالها سال سے برابر آگ جلتی چلي آتي تھي دفعتاً بجهه گیا — وهاں کے موبدوں نے عجیب عجیب خوابیں دیکھیں اور چشمه ساوه دفعتاً خشک هوگیا — مگر

ان روایتوں کی معتبري کی قابل اعتماد سندیں نہیں هیں اور نہ یہہ مذهبی روایتیں سمجهي جاسکتي هیں — آنحضرت کی ذات بابرکات کے سبب اسلام نے رونق پائي اور مسلمانونکو فتوحات نمایاں حاصل هوتي گئیں اور تمام مملکت فارس مسلمانوں کے هاتهہ پر فتح هوئي اوروهانکے قدیم آتش کدے برباد هوئے اور کسری کے محلوں میں زلزلہ ڈالدیا — ان واقعات کو جو بعد کو وقوع میں آئے شاعروں نے اپنے شاعرانہ خیالات میں آنحضرت صلعم کی ولادت سے منسوب کیا کہ گویا أنکا پیدا هونا هي فارس کے آتش کدوں کا بجهنا اور کسری کے محل میں زلزلہ پڑنا تها — رفتہ رفتہ یہہ شاعرانہ خیال بطور روایت کے مروج هونے لگے اور عین روز ولادت هي سے منسوب کردیئے گئے — پس ان روایتوں کو مذهبي روایتیں تصور کرنا أن لوگوں کي غلط فہمي هی جو مسلمانوں کي مذهبي روایتوں کي حقیقت سے واقف نہیں هیں *

علاوہ انکے اور بهي روایتیں آنحضرت صلعم کي ولادت کي نسبت کتب سیر میں مذکور هیں — اگرچہ أنکي صحت کے لیئے بهي کافي ثبوت موجود نہیں هی مگر أنکے غلط هونے کے لیئے بهي کوئي دلیل نہیں هی — أن روایتوں سے پایا جاتا هی کہ جب آنحضرت صلعم پیدا هوئے تو حضرت آمنہ نے کسي کو عبدالمطلب کے پاس بهیجا اور آپ کے پیدا هونے کی اطلاع کی — عبدالمطلب فی‌الفور وهاں آئے اور آنحضرت کو اپنے هاتهوں پر اوتهاکر کعبہ میں لیگئے اور اللہ تعالی کي حمد و ثنا کي *

سر ولیم میور صاحب فرماتے هیں کہ عبدالمطلب کي دعا کا جو مضمون بیان کیا گیا هی وہ صریح مسلماني طرز کا هی اور اس سے خیال کیا جاتا هی کہ کعبہ میں عبدالمطلب کا دعا مانگنا صرف مسلمانوں کي بنائي هوئي بات هی — مگر هم کو اس بات سے کہ عبدالمطلب نے جو دعا مانگي تهي وہ مسلماني طرز کي دعا تهي کچهہ تعجب نہیں هوتا کیونکہ همکو اس میں کچهہ شک نہیں هی کہ آنحضرت صلعم کے بزرگوں میں سے خدا پرستي بالکل معدوم نہیں هوئي تهي اور اس بات کا بڑا قوي ثبوت یہہ هی کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے یعني آنحضرت صلعم کے والد کا نام عبداللہ رکها تها جو خاص خدا پرستوں کا طریقہ هی *

چند روز تک ثویبہ نے جو آنحضرت کے چچا ابولہب کي آزاد کی هوئي لونڈي تهیں آنحضرت کو دودہ پلایا — ثویبہ نے آنحضرت کے چچا حمزہ کو بهي دودہ پلایا تها اور اس سبب سے حمزہ اور مسروق ابن ثویبہ آنحضرت صلعم کے دودہ بهائي تهے *

عبدالمطلب نے آنحضرت صلعم کا نام محمد رکها مگر حضرت آمنہ نے خواب میں ایک فرشتہ کو دیکها تها جسنے کہا تها کہ آپکا نام احمد رکهنا — اسلیئے أنہوں نے آنحضرت صلعم کا نام احمد رکها اور اس طرح توریت اور انجیل دونوں کي بشارتوں کي تصدیق هوگئي جنکا

بیان ہمنے خطبہ بشارات میں کیا ہی — ولادت کے ساتویں روز عبدالمطلب نے قربانی کی اور تمام اراکین قبیلہ قریش کو دعوت میں بلایا *

شرفاء مکہ کا دستور تھا کہ آب و ہوا کے لحاظ سے اور اس غرض سے کہ بچوں کے لہجہ اور زبان میں غیر زبان کا اثر نہونے پائے اپنے بچوں کو جبکہ وہ آتھہ دن کے ہوجاتے تھے دودھ پلانے والیوں کے سپرد کرکے باہر بھیجدیا کرتے تھے — اسی رسم کے موافق آنحضرت کو حلیمہ سعدیہ کی سپرد کردیا گیا اور وہ اپنے گھر لیگئیں اور ہر چتھے مہینے لاکر اُن کی والدہ اور دیگر اقربا کو دکھلا جاتی تھیں — دو برس بعد آپ کا دودھ چھٹایا گیا اور حضرت حلیمہ آپ کو لیکر حضرت آمنہ پاس آئیں مگر حضرت آمنہ نے اس خیال سے کہ مکہ کی آب و ہوا آپ کو موافق نہوگی پھر حضرت حلیمہ کے سپرد کردیا اور وہ اُن کو اپنے گھر لیگئیں اور ہر چتھے مہینے لاکر ملا جاتی تھیں — جب آنحضرت کی عمر چار برس کی ہوئی تو حضرت آمنہ نے آپ کو اپنے پاس رکھہ لیا — پس حضرت حلیمہ آنحضرت صلعم کی دودھ پلائی ماں اور اُن کے خاوند حارث ابن عبدالعزی دودھ کے رشتہ کے باپ اور اُن کی اولاد عبداللہ اور انیسہ اور خذیمہ عرف شیمان دودھ بھائی اور دودھ بہن ہیں *

آنحضرت صلعم دودھ کے رشتہ کو خون کے رشتہ کے برابر سمجھتے تھے اور حضرت حلیمہ سے نہایت محبت رکھتے تھے اور اُن کا ادب اور اُن کی تعظیم ماں کے برابر کرتے تھے — ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے اپنی ردائے مبارک جس کو مسلمان سر پر رکھنے اور آنکھوں سے لگانے کے لایق سمجھتے ہیں حضرت حلیمہ کے لیئے بچھا دی تاکہ وہ اُسپر بیٹھیں — دودھ کے رشتہ کا ایسا بڑا پاس و لحاظ جو آنحضرت صلعم کرتے تھے اور جو محبت اور اُلفت کہ حضرت حلیمہ اور اُس کی اولاد کے ساتھہ برتتے تھے اور جس احسانمندی کا اظہار دودھ کے رشتہ داروں کے ساتھہ کیا کرتے تھے نہایت اعلی اور عمدہ مثالیں آنحضرت کے اخلاق حمیدہ نیک خوئی اور نرم دلی کی ہیں جس کی نظیر اس سے پہلے کبھی نہیں پائی گئی *

بنی قریش اور بالتخصیص اُس کی وہ شاخ جو بنی سعد کہلاتی تھی جن میں آنحضرت صلعم نے اپنے زمانہ طفولیت میں پرورش پائی تھی تمام ملک عرب میں زبان کی شستگی اور فصاحت کے لیئے مشہور تھی اور اسی سبب سے جناب پیغمبر خدا صلعم بھی نہایت زبردست اور پر اثر فصاحت و بلاغت رکھتے تھے — اهل عرب درحقیقت فصاحت و بلاغت کی نہایت قدر کرتے تھے اور جو شخص فصیح و بلیغ نہوتا تھا اُس کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور ذلیل سمجھتے تھے گو وہ کیسے ہی نامور اور شریف خاندان کا کیوں نہو *

سرولیم میور صاحب اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اس سبب سے آنحضرت صلعم کی گفتگو جزیرہ نما عرب کی خوشنما زبان کے خالص ترین نمونہ پر بنگئی تھی × × × جبکہ

اُن کي فصاحت و بلاغت اُن کي کاميابي ميں بڑا کام دينے لگي تو ايک خالص زبان اور ايک دل فريب گفتگو سے فايدۀ عظيم مرتب هوا — مگر ايک بات سر وليم ميور صاحب کي نگاه سے رهگئي که جب هم آنحضرت صلعم کي کسي متواتر يا مشهور حديث کو پڑهتے هيں جس ميں يقين کيا جاتا هي که خاص لفظ آنحضرت کے محفوظ هيں جيسي دعائيں وغيره تو همکو معلوم هوتا هي که اُنکا طرز کلام اور فصحاے عرب کے طرز کلام سے کچهه غير مشابه نهيں هي — ليکن جب هم قران مجيد کے مقدس صفحوں کو پڑهتے هيں تو همکو حيرت هوتي هي اور همارا تعجب بے انتها بڑه جاتا هي که وه دونوں کلام ايک هي شخص کے نهيں معلوم هوتے اور دونوں ميں بهت بڑا فرق پاتے هيں اور اسکي وجهه بجز اس کے اور کچهه نهيں معلوم هوتي که اول کلام انساني هي اور دوسرا کلام رباني *

جبکه آنحضرت صلعم کي عمر چهه برس کي هوئي تو حضرت آمنه آپ کو اپنے عزيز و اقربا سے ملانے کے ليئے مدينه منوره ليگئيں — کچهه عرصه تک وهاں ٹهريں اور پهر مکه معظمه کو مراجعت کي اور رسته ميں بمقام ابواء وفات پائي — جبکه آنحضرت مکه ميں پهونچے تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کي پرورش اور نگراني اپنے ذمه لي اور هميشه آپکے ساتهه شفقت پدري سے پيش آتے رهے *

سر وليم ميور نے اپني کتاب ميں آنحضرت صلعم کے زمانه طفوليت يعني باره برس کي عمر تک کے بعض واقعات تعريضاً بيان کيئے هيں مثلاً مدينه کي چهوٹي چهوٹي لڑکيوں کے ساتهه اُنکا کهيل کود ميں مصروف رهنا اپنے مکان کي چهت پر بيٹهے هوئے پرندوں کو اوڑا دينا اور رضاعي بهن کي پيٹهه ميں کاٹ کهانا اور مدينه سے حديبيه کو جاتے وقت اپني ماں کي قبر پر رونا — اگرچهه ان باتوں کي اور اسي قسم کي اور باتوں کي تصديق کي جو اُنهوں نے بيان کي هيں کوئي معتبر سند نهيں هي ليکن اگر يهه سب باتيں تسليم بهي کرلي جاويں تب بهي يهه ايسي باتيں هيں جيسي که ايام طفوليت ميں انساني فطرت کے موافق هوتي هيں — آنحضرت صلعم نه خدا تهے اور نه خدا کے بيٹے — اُنهوں نے اپنے ايکو صرف يهه کها که " انا بشر مثلکم يوحي الي — پس ايسي باتيں اگر هوئي بهي هوں تو انساني فطرت سے زياده اور کچهه نهيں هوسکتيں *

جبکه آنحضرت صلعم کو آٹهواں برس شروع هوا تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے بياسي برس کي عمر ميں وفات پائي — سروليم ميور صاحب لکهتے هيں که جب آنحضرت جنازه کے همراه قبرستان حجون کو گئے تو لوگوں نے اُنکو روتے ديکها — يهه ايک ايسي بات هي جس سے برخلاف منشاء سر وليم ميور صاحب کے کچهه تعجب نهيں هوتا بلکه اگر نه روتے تو نهايت تعجب هوتا — آنحضرت اُس وقت کم عمر تهے اور ايسے موقعوں پر آنسوؤں کا نکلنا اور دل کا جوش مارنا خدا تعالى نے انسان کي فطرت ميں وديعت کيا هي — رنج

کے وقت دل کا ملایم ہونا اور محبت آمیز جوش کا اوٹھنا اور آنکھوں کی راہ سے آنسوؤں کا بہنا خداے رحیم نے انسان کے دل کی تسلی اور اُسکے رنج کی تسکین کا ذریعہ بنایا ہی — پس آنحضرت نے بھی اُسی فطرت کی پیروی کی تھی جو خدا نے انسان میں بنائی ہی *

عبدالمطلب کی وفات کے بعد آنحضرت صلعم کی پرورش ابوطالب آپ کے چچا نے جو آپ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے اپنے ذمہ لی — یہہ بھی آنحضرت کے ساتھہ نہایت محبت سے پیش آتے رہے اور مثل پدر مہربان کے ہر طرح سے خبر گیری کی — جب آپکی عمر بارہ برس کی ہوئی تو ابوطالب کو تجارت کے سبب سے شام کا سفر پیش آیا اور اُسکے سر انجام کے بعد پھر مکہ کو واپس آئے — سر ولیم میور صاحب نے جو یہہ لکھا ہی کہ آنحضرت صلعم بھی ابوطالب کے ہمراہ شام کو گئے تھے اور ابوطالب نے اول تو اپنے ہمراہ لیجانے سے انکار کیا تھا مگر آنحضرت روانگی کے دن اتنی لمبی مفارقت کے خیال سے افسردہ دل ہوکر اپنے مربی سے لپٹ گئے اور ابوطالب کو بھی جوش اُلفت آگیا اور اپنے ہمراہ لیگئے اس روایت کی کوئی معتبر سند نہیں ہی آنحضرت کا ابوطالب کے ساتھہ شام کے سفر میں جانا کسی طرح ثابت نہیں

جبکہ آنحضرت صلعم بارہ برس کی عمر کو پہونچے تو زمانہ طفولیت کا منقضی ہوگیا تھا اور نوجوانی کا آغاز تھا اور جمیع اوصاف حمیدہ سے جنسے انسان ہر دل عزیز ہو جاتا ہی آراستہ تھے — نہایت اعلی درجہ کا اخلاق اور صبر اور مردانگی جنکو اوضاع و اطوار کی خوبی اور فصاحت و خوش بیانی سے دوبالا چلا ہوگئی تھی آپکی ذات بابرکات میں اس طرح پر مجتمع ہوئے تھے کہ عالم شباب ہی میں آپ نے امین عرب کا لقب حاصل کیا تھا *

آنحضرت صلعم کے زمانہ طفولیت کے صحیح حالات صرف اسی قدر ہیں جو ہمنے بیان کیئے اور اس کے سوا جو باتیں اس زمانہ کی مشہور ہیں وہ سب بے سند اور نامعتبر ہیں *

آنحضرت صلعم کی بارہ برس کی عمر تک کے تاریخی واقعات جو ہمنے اوپر بیان کیئے اُنکے علاوہ سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب مسمی لیف آف محمد میں آؤر بھی کچھہ واقعات بیان کیئے ہیں جو نہایت ضعیف اور نامعتبر روایتوں پر مبنی ہیں — تعجب یہہ ہی کہ سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہی کہ "آنحضرت صلعم کی ولادت کے متعلق معجزات حال کے مسلمانوں کے نزدیک بہت دل پسند مضامین ہیں" مگر اس امر کی کچھہ تحقیقات نہیں کی کہ کن معجزات کو حال کے زمانہ کے مسلمان بھی معتبر سمجھتے ہیں اور کون سے معجزات کو نامعتبر بطور قصہ اور کہانی کے اور یہہ بھی نہیں بتایا کہ حال کے مسلمانوں کی جو اُنہوں نے قید لگائی ہی اُس سے اُن کا

کیا مطلب هی — غالباً یہہ مطلب هوگا که متقدمین مسلمان اُن کو قابل التفات نہیں سمجھتے تھے — اگر یہی مطلب هو تو صاف اس بات کا اقرار هی که وہ روایتیں جن کو سر ولیم میور صاحب نے بیان کیا هی نامعتبر اور غیر صحیح هیں - جسقدر کتب سیر یا کتب سوانح عمری آنحضرت صلعم کی علماے اسلام نے لکھی هیں اور جو روایتیں اُن میں بیان کی هیں تمام مسلمان اُن روایتوں کو ایسی روایتیں خیال کرتے هیں که قبل اس کے که وہ صحیح مانی جاویں روایتاً اور درایتاً کامل تحقیق و تدقیق کی محتاج هیں - اس قسم کی روایتوں کو تاوقتیکه اُن کی تصدیق کی کوئی کافی دلیل نہو مسلمان مطلقاً قابل اعتبار تصور نہیں کرتے بلکه خود علماے محققین نے اُن روایتوں کو نامعتبر قرار دیا هی — علماے محققین اسلام اور ذی علم مسلمانوں نے اُن روایات پر ذرا بھی اطمینان نہیں کیا هی بلکه همیشه اُن کی کوششیں اس بات کی تحقیق میں که کونسی اُن میں سے صحیح اور کون سی غیر صحیح هیں مصروف رهی هیں *

سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب میں جہاں روایتوں کے درجه اعتبار کو بیان کیا هی اُن تمام روایات کی نسبت جن میں صحیح روایتیں اور موضوع اور نامعتبر روایتیں بلا تمیز شامل هیں صرف اتنی بات کہکر فیصله کردیا هی که یہه سب بے اصل اور راویوں کی محض اختراعات هیں — مگر هم باوجود اس کے که سر ولیم میور صاحب کے علم اور مرتبه کا بہت ادب کرتے هیں اس کہنے پر مجبور هیں که دعوی بلا دلیل قابل پذیرائی نہیں هوسکتا اس لیئے که اگر وہ بالعموم مان لیا جاوے تو اس سے لازم آتا هی که استدلال محض بیکار چیز هی اور اُس کی ایسی مثال هوتی هی جیسیکه یونان کے مشہور کاشتکار مسمی گارڈین کی گاڑی کے جوئے کی گرہ کو ایران کی بادشاهت کی طمع میں هاتھه سے کھولنے کے عوض تلوار سے کاٹ دیا جاے جیسیکه سکندر نے کیا تھا *

فرض کرو که اگر کوئی یہه کہے † (جیسیکه لوگوں نے کہا هی) که حضرت یحییٰ محض عوام الناس میں سے اور یہود کے فرقه ایسینین میں سے تھے اور حضرت عیسیٰ اُن کے ایک مرید تھے — اُن کے مصلوب هونے کے بعد اُن کے مریدوں نے شان الوهیت اور قدرت اعجاز کو اُن پر لگا دیا ورنه وہ محض ایک عام یہودی تھے — اب هم پوچھتے هیں که اس کہنے میں اور مسلمانوں کی تمام روایتوں کی نسبت اسبات کے کہدینے میں که وہ سب بے اصل اور راویوں کی اختراعات هیں کیا فرق هی ؟ *

زندگی کے عام معاملات میں بھی کسی شخص پر واجب نہیں هی که کسی شخص کے محض زبانی بیان پر گو وہ کیساهی معزز اور ذی فہم کیوں نہو یقین لے آوے تو ایسے بڑے معاملات میں کسی مصنف کے بیان یا راے کو کیونکر قطعی مان لیا جاسکتا هی —

† دیکھو کتاب موسوم به " اے وایس فرام دی گنجز " —

اِس لیئے ہم قابل معافی ہیں اگر ہم سر ولیم میور صاحب کی اِس راے کو کہ "اُن روایات ہی کو غیر معتبر سمجھکر خارج کرلینا چاہیئے" قابل تسلیم نہ خیال کریں جب تک کہ دلیل اور واقعات سے اُس راے کی صحت کا ثبوت نہ ملے *

جاننا چاہیئے کہ مسلمانوں کے نزدیک روایتیں تین قسم کی ہیں - اول تو وہ روایتیں ہیں کہ اُنکی صحت و اعتبار کی معقول دلیلیں موجود ہیں اور علی العموم مسلم ہیں - دوسری قسم میں وہ مشہور روایتیں شامل ہیں جن کا وقوع قوانین فطرت کے برخلاف نہیں ہے اور جنکی بے اصلی اور غیر معتبری کی نسبت کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہی - یہہ روایتیں نہ تو بلا تحقیق نامعتبر کرنے کے قابل ہیں اور نہ اِس قابل ہیں کہ آنکھہ بند کرکے اُن پر اعتماد کرلیا جائے — تیسری قسم میں وہ روایتیں ہیں جو بظاہر بالکل محال معلوم ہوتی ہیں اور اُن کے ثبوت کی کوئی معتبر دلیل نہیں ملی ہی اور اِس لیئے غلط اور نامعتبر قرار دی گئی ہیں - پس اس سے زیادہ غلطی کی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ اہل اسلام کی نسبت یہہ کہا جاوے کہ وہ اُن سب قسم کی روایتوں کو برحق سمجھتے ہیں اور اُن سب پر بلا امتیاز ایمان رکھتے ہیں جیسیکہ ہمنے اپنے خطبہ "الروایات المرویات فی الاسلام" میں بیان کیا ہی *

اب ہم اُن روایات کی نسبت بحث کرتے ہیں جن کو سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب میں لغویت مذہب اسلام ثابت کرنے کی منشاء سے بیان کیا ہی اور بتلاتے ہیں کہ وہ روایتیں اقسام روایات متذکرہ بالا میں سے کونسی قسم کی روایتوں میں داخل ہیں — سر ولیم میور صاحب نے آنحضرت صلعم کے زمانہ ولادت میں جو حضرت آمنہ کا ایک خوفناک اور نامعلوم آواز کو سنکر ڈر جانا یا ایک سفید مرغ کا دفعتاً نمودار ہونا اور حضرت آمنہ کے سینہ پر اپنے بازو کا پھیرنا اور اُس سے حضرت آمنہ کے اضطراب کو تسکین کا ہونا یا حضرت آمنہ کے لیئے ایک خوشگوار شربت کے پیالہ کا ایک نامعلوم ہاتھہ سے ظاہر ہونا یا ملایکہ کی آوازیں آنی یا بغیر اس کے کہ کوئی شخص دکھائی دیتا ہو پاؤں سے پھرنے کی آہٹ کا محسوس ہونا آنحضرت صلعم کو آدمیوں کی نظر سے چھپالینے کے لیئے آسمان سے ایک نور کی چادر کا اوترنا بہشت کے پرندوں کا چہچہانا بہشت کی خوشبویوں کا مہکنا یہہ سب شاعرانہ مضمون ہیں جو غالباً سر ولیم میور صاحب نے کسی مولود نامہ سے اخذ کیئے ہیں اور ہر مسلمان جس کو ذرا سا بھی علم ہوگا سمجھتا ہی کہ یہہ تمام باتیں شاعروں کے گرمجوش شاعرانہ خیالات ہیں جو اُنہوں نے اپنے مضامین کی تزئین اور آنحضرت صلعم کی تاریخ کی رونق کے لیئے بیان کی ہیں جیسے کہ شاعروں کا اور خصوصاً مشرقی شاعروں کا شاعرانہ مضمون میں اس قسم کے واقعات کے بیان کرنے کا دستور ہی - حضرت عیسیٰ کی نسبت بھی گرمجوش خیال کے عیسائی شاعروں نے اسی

قسم کے خیالات نظم میں بیان کئے ہیں جنکا نمونہ ہم نے اپنے خطبہ " فی حقیقة شق الصدر و ماهیة المعراج " میں دکھایا ہی اور ملٹن کی تمام پیریڈیزلاسٹ انہیں خیالات سے بھری ہوئی ہی - پس نہایت افسوس کی بات ہی کہ ایک عیسائی عالم اپنے ہاں کے اس قسم کے خیالات کو تو شاعرانہ خیالات سمجھے اور مسلمانوں کی اس قسم کی باتوں کو بطور مذہبی روایتوں کے قرار دے اور اُس کا فیصلہ یوں کرے کہ وہ سب راویوں کی اختراعات ہیں *

اسی قسم کے وہ مضامین ہیں جنکو سر ولیم میور صاحب نے بطور مذہبی روایتوں کے اپنی کتاب میں بیان کیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے پیدا ہوتے ہی زمین پر سجدہ کیا اور اپنی اُمت کی بخشش کی دعا مانگی اور کلمہ پڑھا اور تین نورانی فرشتے آسمان پر سے اُترے ایک کے ہاتھ میں چاندی کی چھاگل تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں ایک زمرد کا لگن اور تیسرے کے پاس ایک ریشمی رومال اور آنحضرت کو سات مرتبہ غسل دیکر آپکو خیرالبشر کا خطاب دیا *

ہمکو کس قدر تعجب آتا ہی کہ سر ولیم میور صاحب نے آنحضرت صلعم کے مختون پیدا ہونے کو بھی اُنہی مخترع روایات میں شمار کیا ہی جنکو وہ عجیب و غریب بعید از قیاس اور خلاف قانون فطرت قرار دیتے ہیں — مگر یہہ بات نہ معجزہ سے علاقہ رکھتی ہی نہ عجائبات سے بلکہ محض تلونات فطرت سے متعلق ہی — ایسے تلونات فطرت کی بہت سی نظیریں بتلائی جاسکتی ہیں مثلاً ایسے اشخاص کا پیدا ہونا جن میں علامات تذکیر و تانیث دونوں موجود ہوں — ایسے واقعات اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ قوانین فطرت کے مطابق قدرت کا اتفاقیہ انحراف کوئی عجیب بات نہیں ہی — اس زمانہ میں بھی بعض اوقات مختون لڑکے پیدا ہوتے ہیں جن سے بلا توسل معجزہ یا عجائبات کے آنحضرت صلعم کا بھی مختون پیدا ہونا یقیناً قرین قیاس ثابت ہوتا ہی اور اس کا ثبوت اس امر سے بھی ہوتا ہی کہ باوجودیکہ ابراہیم کی اولاد میں ختنہ کی رسم نہایت استحکام سے قرار پاگئی تھی اور عرب جاہلیت بھی اُس کا ترک کرنا گناہ عظیم سمجھتے تھے مگر آنحضرت صلعم کے ختنہ کی رسم کا ہونا کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی بیان نہیں کیا گیا ہی *

مہر نبوت کی نسبت سر ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ " صفحہ سے نقل ہی کہ آنحضرت صلعم کی مہر نبوت اُن کی پشت پر نور کے حرفوں میں مرقوم تھی " تمام مستند حدیثیں بالاتفاق بیان کرتی ہیں کہ وہ ایک سیاہ غدود سا تھا اور اُس پر بال تھے - خود آنحضرت صلعم نے کبھی یہہ دعوی نہیں کیا کہ یہہ مہری رسالت کی مہر ہی اور نہ کبھی اُس کو اپنی رسالت کے برحق ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جس طرح کہ حضرت موسی

نے اپنے ید بیضا کو نبوت کے ثبوت میں لوگوں کے سامنے پیش کیا تھا — ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی ہر چیز کی حرمت اور تعظیم کی جاتی تھی اور اسی خیال سے بعض لوگوں نے آنحضرت کی پشت کے غدود کو عام نام سے بولنا ایک بے ادبی اور گستاخی خیال کرکے استعارتاً اُس کو مہر نبوت کے معزز اور گرامی نام سے موسوم کیا ہوگا *

بعض لوگوں کے اس خیال کو کہ اُسپر حرف لکھے ہوئے تھے جمیع علماے اسلام نے نہایت صراحت کے ساتھہ رد کیا ہے — پس کیا ایک عیسائی عالم کو یہہ بات نازیبا نہیں ہے کہ مسلمانوں پر اُن کے نبی کی رسالت کے ثبوت میں ایسے امر کے اعتقاد رکھنے کا اتہام لگائے جس سے وہ خود انکار محض کرتے ہوں — شمایل ترمذی کے حاشیہ مسمی باجوری میں لکھا ہے کہ " یہہ جو روایت ہے کہ اُس پر بچھنے کے سے نشان تھے یا عنز جانور کے گھٹنے کی مانند یا غدود سبز یا سیاہ رنگ کا تھا اور اُس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا یا یہہ لکھا ہوا تھا " ایک منصور " ان میں سے کچھہ بھی ثابت نہیں ہے جیسے عسقلانی نے کہا ہے اور ابن حبان نے جو اُس کی تصحیح کی ہے وہ صرف اُس کا وہم ہے — اور بعض حفاظ حدیث نے کہا ہے کہ جس شخص نے یہہ بیان کیا ہے کہ مہر نبوت پر یعنی اُس شی پر جو آنحضرت کی پشت پر تھی الفاظ محمد رسول اللہ لکھے ہوئے تھے اُس کو دھوکا ہوگیا ہے ہاتھہ کی مہر میں اور اُس پشت کے غدود میں جس کو خاتم نبوت کہتے تھے کیونکہ وہ عبارت ہاتھہ کی مہر میں کندہ تھی نہ پشت کی چیز پر " پس جو محقق امر باجوری اور عسقلانی نے لکھا ہے اُس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ علماے اسلام نے اُن روایتوں کو جن کو سر ولیم میور صاحب نے بیان کیا ہے خود رد کیا ہے اور مہر نبوت سے وہ کیا مراد لیتے تھے *

و اما روایة کاثر المحجم او کرکبة عنز او شامة خضراء او سوداء و مکتوب فیہا محمد رسول اللہ او سطر فانک المنصور لم یثبت منہا شئی کما قالہ العسقلانی و تصحیح ابن حبان لذلک وہم و قال بعض الحفاظ من روی انہ کان علی خاتم النبوة کتابة محمد رسول اللہ فقد اشتبہ علیہ خاتم النبوة بخاتم الید اذ الکتابة المذکورة انما کانت علی الثانی دون الاول (حاشیة الباجوری علی الشمایل) —

شرح السنہ میں ابی رمثہ سے منقول ہے کہ " وہ اپنے باپ کے ساتھہ رسول خدا صلعم پاس گئے — اُن کے باپ نے اُس چیز کو دیکھا جو رسول خدا صلعم کی پیٹھہ پر تھی — اُن کے باپ نے کہا کہ آپ مجھکو اجازت دیجیئے کہ جو چیز آپ کی پیٹھہ پر ہے میں اُس کا علاج کردوں کیونکہ میں طبیب ہوں — رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تم رفیق ہو اور اللہ طبیب ہے " اس روایت سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کو

عن ابی رمثة ... قال دخلت مع ابی علی رسول اللہ صلعم فرای ابی الذی بظہر رسول اللہ صلعم فقال دعنی اعالج الذی بظہرک فانی طبیب فقال انت رفیق واللہ الطبیب — (رواہ فی شرح السنة)

میں نبوت کہتے تھے وہ کیا چیز تھی اور صاف صاف معلوم ہوتا ہی کہ خود اُس زمانہ کے مسلمان جو آنحضرت کے اصحاب تھے اُس کو کیا سمجھتے تھے — پس سر ولیم میور صاحب نے جو اُس کو بطور عجائبات اسلام کے بیان کیا ہی محض بیجا ہی

سر ولیم میور صاحب نے اور روایتیں لکھی ہیں جن میں بیان کیا ہی کہ حضرت آمنہ سے ایک نور پیدا ہوا جس نے کہ شام کی تمام گلیوں اور مکانوں کو روشن کردیا اور آنحضرت صلعم پیدا ہوتے ہی اپنے ہاتھوں کو ٹیک کر اُٹھہ بیٹھے اور ایک خاک کی مٹھی بھرکر آسمان کی طرف پھینکی اور ایک روایت لکھی ہی کہ حضرت آمنہ کو ایام حمل میں کچھہ بوجھہ یا تکلیف نہیں معلوم ہوتی تھی اور دوسری روایت اس کے برخلاف لکھی ہی کہ حضرت آمنہ کہتی تھیں کہ میں نے کسی بچہ کو پیٹ میں آنحضرت صلعم سے زیادہ بھاری نہیں پایا — یہہ روایتیں اور اسی قسم کی اور سب روایتیں بالکل سند سے معرا ہیں اور خود علماے اسلام اُن کو غیر صحیح اور نامعتبر قرار دیتے ہیں اور یہہ سب گرمجوش خیالات کے نتیجے ہیں جن کو سر ولیم میور صاحب اسلام کی مذہبی روایتوں کی طرز پر بیان کرتے ہیں اس منشا سے کہ اسلام کی ایک بے وقعتی ظاہر کریں *

وہ روایت جس میں حضرت آمنہ سے نور کا ظاہر ہونا منقول ہی اور جو کتاب شرح السنہ میں بیان کی گئی ہی اُس طرح پر نہیں ہی جس طرح کہ سر ولیم میور صاحب نے بیان کی ہی — اس لیئے ہم اُس روایت کو بلفظہ نقل کرتے ہیں —

عن العرباض ابن سارية عن رسول الله صلعم انه قال ... سا خبركم باول امري انا دعوة ابراهيم و بشارة عيسیٰ و رويا امي التي رات حين وضعتني و قد خرج لها نور اضاءت لها قصور الشام (رواه في شرح السنة)

شرح السنہ میں عرباض ابن ساریہ سے منقول ہی کہ " رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں تمکو اپنے پہلے حال سے مطلع کروں — میں دعا ہوں ابراہیم کی اور بشارت ہوں عیسیٰ کی اور خواب ہوں اپنی ماں کا جس نے میرے پیدا ہونے کے زمانہ میں دیکھا تھا کہ اُس سے ایک نور پیدا ہوا ہی جس سے شام کے محل روشن ہوگئے " — پس جن روایتوں میں حضرت آمنہ سے نور کا پیدا ہونا منقول ہی اگرچہ اُن کی بھی کوئی کافی سند صحت کی موجودہ نہیں ہی لیکن اگر ہم اُن کو تسلیم کرلیں اور صحیح قرار دیں تو اُن سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہی کہ حضرت آمنہ نے ایسا ایک خواب دیکھا تھا اور اس قسم کا خواب دیکھنا نہ تعجب انگیز ہی نہ خلاف قیاس ہی اور نہ برخلاف فطرت *

سر ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ تمام راوی آنحضرت صلعم کی تاریخ میں دوشنبہ کو ایک منحوس اور معروف دن خیال کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اُسی دن آپکی زندگی کے سب سے بڑے واقعات ظہور میں آئے تھے — لیکن اس متبحر عالم نے اِس جگہہ کسیقدر

غلطي كي هى كيونكه مسلمانوں كے هاں دوشنبه كے دن كو كوئي مذهبي شرف حاصل نهيں هى — صرف يهه بات هى كه جب علما نے أن مشهور و معروف واقعات پر غور كيا جو آنحضرت صلعم كے زمانه ميں ظهور ميں آئے تهے تو اكثر كو دوشنبه كے دن واقع هونا پايا — اِس ليئے أنهوں نے ايك اتفاقي مطابقت كے خيال سے اپني تصنيف ميں دوشنبه كا ذكر كيا — حالانكه بعض علما نے اس اتفاقي مطابقت سے بهي اختلاف كيا هى — پس يهه كوئي ايسا امر نهيں هى كه جس كے سبب اسلام كي طرف كسي منشا سے كوئي اشارہ كيا جائے *

سر وليم ميور صاحب نے تاريخ واقدي كے چند اختراعات بيان كرنے كے ساتهه يهه لكها هى كه "اس مصنف نے بيان كيا هى كه حضرت آمنه نے عبدالمطلب سے فرشته كا يهه حكم بيان كيا كه اس لڑكے كا نام احمد ركهنا" — اِسكے بعد صاحب ممدوح فرماتے هيں كه "حمد كے مادہ سے جو نام مشتق هوتے هيں عرب ميں مروج تهے مگر احمد عرب ميں بهت كم نام هوتا تها اور آنحضرت كے سوا پانچ مختلف اشخاص اور بهي گذرے هيں جنكا نام محمد تها" *

واقدي كے حواله سے صاحب موصوف يهه بهي لكهتے هيں كه "يهه نام عرب كے وہ لوگ ركها كرتے تهے جنهوں نے يهود اور نصارى اور كاهنوں كي زباني سنا تها كه عرب ميں ايك نبي اس نام كا عنقريب هونے والا هى اور اكثر اشخاص اپنے لڑكوں كے يهي نام ركهتے تهے اور هر شخص يهه أميد كرتا تها كه ميرا هي بيٹا نبي آخرالزماں هونے كي شرف و عزت حاصل كرے" *

مگر هم نهيں سمجهه سكتے كه اگر حضرت آمنه نے عبدالمطلب سے كها هو كه ايك فرشته نے مجهسے كها هى كه اس لڑكے كا نام احمد ركهنا تو سروليم ميور صاحب نے اس بات پر كيوں تعجب كيا هى — اگر توريت مقدس كي يهه آيت كه "الله تعالى كے فرشته نے أس سے كها كه ديكهه تو حمل سے هى اور تيرے ايك لڑكا پيدا هوگا اور أس كا نام اسمعيل ركهنا" (كتاب پيدايش باب ١٦ ورس ١١) اور نيز يهه آيت كه "الله تعالى نے كها كه سارا تيري بى بى كے بيشك ايك لڑكا پيدا هوگا اور أس كا نام اسحاق ركهنا" (كتاب پيدايش باب ١٧ ورس ١٩) اور نيز انجيل كي يهه آيت "اور أس كے (يعني مريم كے) ايك بيٹا پيدا هوگا اور تجهكو (يعني يوسف كو) چاهيئے كه أسكا نام عيسى ركهے كيونكه وہ اپني أمت كو گناهوں سے نجات ديگا" (متى باب ١ ورس ٣٠) صحيح هى اور عيسائي أس كو تسليم كرتے هيں تو كس بنا پر وہ اس بات سے انكار كرسكتے هيں كہ حضرت آمنه كو بهي ايك فرشته نظر آيا تها اور جو لڑكا پيدا هونے والا تها احمد أس كا نام ركهنے كو كها تها *

اس روایت کي صداقت کا ایک نہایت تسکین بخش ثبوت وہ ہی جو ہمنے اپنے خطبہ بشارات میں بیان کیا ہی یعني عہد عتیق میں آنحضرت صلعم کي بشارت محمد کے نام سے آئي ہی اور انجیل میں احمد کے نام سے اور اس لیئے ان بشارات کے پورا کرنے کے لیئے ضرور تھا کہ حضرت آمنہ کو احمد کا نام بتا دیا جاوے کیونکہ یہہ ایک ایسا نام تھا جسکو اہل عرب کبھي نہیں یا شاذ و نادر رکھتے تھے *

مگر سرولیم میور صاحب کا یہہ بیان نہایت عجیب ہی کہ "لفظ "احمد" انجیل یوحنا کے کسي قدیم عربي ترجمہ میں بجاے لفظ " تسلي دہندہ " کے براہ غلطي واقع ہوا ہوگا یا آنحضرت صلعم کے وقت میں کسي جاہل یا متنفني راہب کي جعلسازي سے بجاے یوناني لفظ پیریکلیٹوس کے لفظ پیریکلیوٹوس کردیا گیا " — سرولیم میور صاحب نے یہہ بات اس لیئے بیان کي ہی کہ پہلے یوناني لفظ پیریکلیٹوس کا ترجمہ تسلي دہندہ ہی اور دوسرے یوناني لفظ پیریکلیوٹوس کا ترجمہ احمد ہی — مگر مسلمانوں نے ان یوناني لفظوں کو معرب کرکے فارقلیط بنا لیا ہی اور اس سبب سے کہ مسلمان فارقلیط کا ترجمہ احمد کرتے ہیں ثابت ہوتا ہی کہ اُنہوں نے یوناني لفظ پیریکلیوٹوس کو معرب کرکے فارقلیط کیا ہی *

سرولیم میور صاحب نے جو یہہ بیان کیا ہی کہ عرب میں محمد نام کے اور لوگ بھي گذرے ہیں اس سے کچھہ فایدہ نہیں معلوم ہوتا کیونکہ علماے اسلام نے کبھي یہہ نہیں کہا کہ آنحضرت سے پہلے عرب میں اس نام کا اور کوئي نہیں ہوا — بلکہ برخلاف اسکے اُنہوں نے اس قسم کي تمام روایتوں کو رد کردیا اور نہایت تدین و ایمانداري سے اس امر کے دریافت کرنے میں کامیاب کوشش کي کہ اس نام کے عرب میں اور لوگ بھي گذرے تھے اور واقدي کو بھي ہم اُن ہي لوگوں میں شمار کرتے ہیں — مگر یہہ بات کہ ان ناموں کے اور لوگ بھي آنحضرت سے پہلے درحقیقت گذرے تھے † یا یہہ کہ اس نام کا مادہ حمد ہی اور حمد کے مادہ سے اہل عرب ناموں کو مشتق کیا کرتے تھے یا یہہ بیان کہ یہہ نام اکثر والدین اپنے لڑکوں کا اس قوي اُمید پر رکھتے تھے کہ شاید ہمارے ہي لڑکے کي قسمت میں نبي موعود ہونا ہو کسي طرح عہد عتیق اور عہد جدید کي بشارتوں پر موثر نہیں ہوسکتا کیونکہ کسي لڑکے کے والدین نے اُس کے حق میں کچھہ ہي تمنا کیوں نکي ہو اور نبي موعود کا نام اُس لڑکے کے نبي ہونے کي طمع پر کیوں نہ رکھا ہو مگر نبي وہي ہوا جسکو درحقیقت

---

† حضرت عیسی کے نام کي نسبت بھي ہم بھي حال پاتے ہیں — رینن صاحب کي لیف آف کرایسٹ میں لکھا ہی کہ " عیسی جو اُن کا نام رکھا گیا تھا لفظ یوشع کا تبدیل کیا ہوا ہی — یہہ نہایت مروج نام تھا لیکن بعد کو اس نام میں اسرار اور اُمت کي نجات دہندہ کا اشارہ اپني طرف سے اُس میں لگا دیا گیا تھا " —

خدا تعالی کو نبی آخرالزماں کرنا منظور تھا — ہماري اس راے کي تائید اُس وقت اور بھی ہوتی ہی جبکہ ہم اُن بڑے بڑے کاموں پر غور کرتے ہیں جو آنحضرت سے ظہور میں آئے تھے اور وہ ایسے کام ہیں جو تمام جہان کی تاریخ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے اور جبکہ ہم اُس روحاني سرور کو دیکھتے ہیں جو دین حق کا طفیل ہی جسکو آنحضرت نے اپني حیات میں شایع کیا تھا اور آیندہ نسلوں کے لیئے بطور ورثہ کے چھوڑ گئے اور جبکہ ہم اُس صدق اور پاکبازي کی ترویج پر نظر ڈالتے ہیں جسکو آنحضرت صلعم نے رایج کیا اور جو زمانہ کي گردشوں کے بعد بھي غیر مبدل اور بے نقص رہي ہیں اور ابدالاباد تک ایسي هي رہینگي تو ہمکو کامل یقین ہوتا ہی کہ جس محمد اور احمد کي بشارت عہد عتیق و عہد جدید میں دیگئي تھي وہ وہي تھے جو عبداللہ کے بیٹے اور آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے *

حضرت آمنہ کا اگر رویا میں فرشتوں کی صورتوں کو دیکھکر ڈر جانا اور عرب جاہلیت کے دستور کے موافق لوہے کے ٹکڑوں کو گلے میں لٹکانا یا بازوؤں پر بطور عمل اور تعوید کے باندھنا اگر صحیح بھي تسلیم کیا جاوے تو کسي طرح تعجب انگیز بات نہیں ہی بلکہ اس کے برخلاف اس امر کي تائید کرنا ہی کہ حضرت آمنہ نے درحقیقت اپنے رویا میں آسمانی فرشتوں کو دیکھا تھا — ہاں اسپرنگر صاحب کي عقل اور ایمانداري پر نہایت تعجب ہی کہ وہ اس واقعہ سے یہہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت آمنہ کو ضعف دماغ اور صرع کي بیماري تھی اور حضرت سارا اور حضرت مریم نے جو فرشتوں کو دیکھا تھا اُس کو صرع کي بیماري نہیں قرار دیتے *

سرولیم میور صاحب نے اپني کتاب میں کسي منشا سے اور بھي چند تعجب انگیز باتیں بیان کي ہیں کہ حضرت آمنہ کو خواب میں اطلاع ہوئي تھي کہ اس لڑکے کو قبیلہ ابو ذویب میں سے ایک عورت دودہ پلائیگي اور حلیمہ کو بڑا تعجب ہوا جب بلا دریافت اُس کے شوہر کا نام اُس کو بتلا دیا اور جب حلیمہ آنحضرت کو لے آئي تو دفعتاً اُس کا اور اُس کي اونٹني کا دودہ بہت زیادہ ہوگیا اور جبکہ حلیمہ آنحضرت کو لیکر چلي تو اُس کا سفید گدھا سب سے زیادہ تیزرفتار ہوگیا اور اُس کي مویشي نہایت فربہ ہوگئي اور کثرت سے دودہ دینے لگي — یہہ سب باتیں ایسي ہیں جنکی سند بجز حلیمہ کے بیان کے اَور کوئي نہیں ہی اور اسلیئے یہہ روایتیں مستند اور معتبر نہیں ہیں — لیکن اتفاقات سے ایسے امور کا واقع ہونا کچھہ ناممکن بھي نہیں ہی — مگر عیسائي عالم جو ایسی باتوں کو بطور دور از قیاس باتوں کے بیان کرتے ہیں تو بلاشبہہ ہمکو تعجب آتا ہی کیونکہ جب وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ " لابان نے اُس سے کہا کہ میں التجا کرتا ہوں کہ اگر تجھکو میرا خیال ہی تو ٹھہر جا کیونکہ مجھکو تجربہ سے ثابت ہوا ہی کہ اللہ تعالی نے

تيري وجهه سے مجهكو بركت دي هى " (كتاب پيدايش باب ٣٠ ورس ٢٧) اور اس بات پر يقين ركهتے هيں كه يعقوب نے كها كه " ميرے آنے سے پيشتر تيرے پاس بهت تهوڑا تها اور اب وه كثيرالتعداد هوگيا هى اور جبسے كه ميں آيا هوں الله تعالى نے تجهكو بركت دي هى " (كتاب پيدايش باب ٣٠ ورس ٣٠) اور اسي طرح كتاب پيدايش كے باب ٣٠ ورس ٣٦ سے ٤٢ تک كے مضمون سے ثابت هوتا هى كه الله تعالى نے لابان كي مويشي كو حضرت يعقوب كي مويشي سے كمزور پيدا كيا تها تو كيا وجهه هى كه اگر حليمه كي مويشي ميں بهي بركت هوئي هو تو اُسكو دور از قياس اور تعجب انگيز طرز پر بيان كيا جائے *

سر وليم ميور صاحب واقدي كے حواله سے بيان كرتے هيں كه آنحضرت صلعم كے شق صدر اور دل كے دهونے كا واقعه چار برس كی عمر ميں واقع هوا تها اور هشامي كے حواله سے اس بات كا استنباط كرتے هيں كه آنحضرت صلعم كو صرع كا عارضه تها — همنے اپنے خطبه " حقيقة شق الصدر وماهيۃ المعراج " ميں اس مضمون پر شرح و بسط سے بحث كي هى اور ثابت كيا هى كه شق صدر آنحضرت صلعم كي شب معراج كے خواب كا ايک جزو تها نه يهه كه درحقيقت وه جسماني طور پر واقع هوا تها — مگر راويوں نے اُن اسباب سے جو اكثر روايات كے بيان كرنے ميں واقع هوتے هيں مختلف طور پر بيان كيا هى اور اُس كے وقوع كے زمانه ميں بهي اُنهي اسباب سے اختلاف هوگيا هى — بعض كا قول هى كه عهد طفوليت ميں واقع هوا تها — بعض كا بيان هى كه اُسكا وقوع ايام شباب ميں هوا تها — اور بعض كے نزديک شب معراج ميں وقوع ميں آيا تها — همكو اس واقعه كي حقيقت كا دوبارہ اس مقام پر بيان كرنا ضرور نهيں هى بلكه اس مقام پر همكو يهه بيان كرنا منظور هى كه همارے ذي علم اور لايق مصنف سر وليم ميور صاحب نے جو هشامي كي روايت سے (اگر وه بالكل صحيح بهي مان ليجاوے) يهه نتيجه نكالا هى كه آنحضرت صلعم كو صرع كا عارضه هوگيا تها وه كيسا غلط اور بے اصل هى *

سر وليم ميور صاحب فرماتے هيں كه هشامي اور ديگر متاخرين بيان كرتے هيں كه حليمه كے شوهر كو گمان هوا كه اس لڑكے كو " عارضه هوگيا هى " — جس لفظ كا همنے عارضه ترجمه كيا هى وه انگريزي لفظ " فت " هى جو سر وليم ميور صاحب نے اپني كتاب ميں استعمال كيا هى — " فت " كے معني لغت ميں كسی مرض كے ايسے سخت اور يكبارگي حمله كے هيں جس سے بدن كپكپانے لگے اور بعض اوقات غشي طاري هوجاوے جس سے غالباً صاحب ممدوح نے صرع مراد لي هى — مگر هشامي ميں جو لفظ واقع هى اُس كا " فت " ترجمه كرنا بالكل غلط هى — سروليم ميور صاحب كو اُس لفظ كے صحيح پڑهنے ميں بالكل غلطي هوئي هى جيسا كه هم آگے ثابت كرينگے *

همارے پاس سيرت هشامي موجود هى جو سنه ١٨٥٨ ع ميں بمقام گاٹجن زير اهتمام

و نگرانی ڈاکٹر فرڈیننڈوستن فیلڈ کے چھپی ہی — اُس کتاب سے ہم وہ عبارت جو اس بحث سے متعلق ہی بلفظہ نقل کرتے ہیں *

قالت وقال لی ابوہ یا حلیمۃ لقد خشیت أن یکون ھذا الغلام قد اصیب فالحقیہ باھلہ *

یعنی حلیمہ نے کہا کہ اُس کے باپ (یعنی آنحضرت کے دودھ باپ یعنی شوہر حلیمہ) نے کہا کہ اے حلیمہ مجھکو اندیشہ ہی کہ اس لڑکے کو کچھہ ہوگیا ہی اس لیئے اُسکو اُس کے گھر والوں کے پاس پہونچادے *

مگر جب حلیمہ آنحضرت کو حضرت آمنہ کے پاس لیکر آئیں تو حضرت آمنہ نے اُن کو نہیں لیا اور حلیمہ سے کہا کہ اُسکو واپس لیجاؤ — اُس وقت حضرت آمنہ نے حلیمہ سے کہا کہ کیا تجھکو یہہ اندیشہ ہوا تھا کہ اُسپر شیطان مسلط ہوگیا ہی یہہ کلام بطور استفہام انکاری کے تھا اور اس سے ثابت ہوتا ہی کہ حلیمہ کے شوہر کو جو یہہ گمان ہوا تھا کہ آنحضرت کو کچھہ ہوگیا ہی وہ صحیح نہیں تھا *

سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب لیف آف محمد کے صفحہ ۲۱ کے حاشیہ پر بجاے لفظ اصیب کے اُصیب لکھا ہی یعنی صاد کی جگہہ میم لکھا ہی اور اُس کے معنی "فٹ" یعنی عارضہ ہونے کے لکھے ہیں — مگر یہہ لفظ تاریخ ہشامی میں ہمکو نہیں ملتا ہی اور نہ اُس کے معنی عارضہ ہونے کے پائے جاتے ہیں — ہشامی میں اُصیب کا لفظ ہی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہی جیسا کہ آگے ثابت ہوگا اور چونکہ ان دونوں لفظوں کی شکل میں بہت ہی کم فرق ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ سر ولیم میور صاحب نے کسی غلط قلمی نسخہ سے اُس کو نقل کیا ہوگا *

تمام عیسائی مصنف سواے ایک دو کے جنہوں نے آنحضرت صلعم کی سوانح عمری لکھی ہی اس بات کو بطور ایک امر واقعی کے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو عارضہ صرع لاحق ہوا تھا — اولاً ہم متحیر تھے کہ یہہ خیال گروشیس کے کبوتر کے قصہ کی طرح عیسائیوں کے دماغوں میں کیونکر سمایا — کسی تاریخ سے نہیں پایا جاتا کہ کوئی ڈاکٹر آنحضرت صلعم کی جسمانی حالت کا امتحان کرنے کو عرب میں گیا ہو اور نہ ایشیائی مصنفوں نے اس امر کی نسبت کچھہ تذکرہ کیا ہی — پھر اس خیال کی ابتدا کہاں سے ہوئی اور کسنے اُس کو پھیلایا — آخر کار بہت سی تلاش کے بعد ہمکو متحقق ہوا کہ یہہ خیال خام عیسائیوں میں دو وجہہ سے پیدا ہوا — اول عیسائیوں کے توہمات مذہبی کے سبب سے اور دوسرے عربی عبارت کے زبان لیٹن میں غلط ترجمہ ہونے سے *

کتاب لیف آف محمد مصنفہ پریڈو مطبوعہ لندن سنہ ۱۷۱۲ ع کے صفحہ ۲۰ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اس خیال کی ابتدا وہاں سے ہوئی ہی اور تاریخ ابوالفدا کے بعض مقامات کے غلط ترجمہ سے بھی جو ڈاکٹر پوکاک نے لیٹن زبان میں کیا ہی اُس

کي بنا معلوم هوتي هی - یهه ترجمه مع اصل عبارت عربي کے پوکاک کے مسودہ سے سنه ۱۷۲۴ ع میں بمقام اکسفورڈ چھپا تھا - اول هم اُس چھاپه سے اُس عبارت کو نقل کرتے هیں اور پھر اُس کي عبارت کي اور نیز اُس کے ترجمه کي متعدد غلطیاں بتاتے هیں *

اُس چھاپه میں عبارت مذکورہ اس طرح پر لکھي هی *

فَقَالَ زَوْجُ حَلِيمَةَ لَهَا قَدْ خَشِيتُ أَنَّ هٰذَا الْغُلَامَ قَدْ أُصِيبَ بِالْحَقِيَّةِ بِأَهْلِهِ فَاحْتَمَلَتْهُ حَلِيمَةُ وَ قَدِمَتْ بِهِ إِلَى أُمِّهِ

اس عبارت کا جو لیٹن میں ترجمه کیا هی اُس کا ترجمه اُردو میں اس طرح پر هوتا هی-" تب حلیمه کے شوهر نے کہا که مجھکو بہت خوف هی که اس لڑکے نے کسي اپنے ساتھي سے دماغي بیماري کو اخذ کرلیا هی- اس واسطے اُس کو حلیمه سے لیکر اُس کي ماں آمنه پاس لیگیا - اس مترجم نے دماغي بیماري سے غالباً صرع کا عارضه یا بے هوش کرنے والي بیماري مراد لي هی *

اول تو هم یهه بیان کرتے هیں که اس کتاب سے بھي ثابت هوتا هی که سرولیم میور صاحب نے جس لفظ کو اُصیب پڑھا هی وہ اُصیب هی اور پھر هم بتاتے هیں که کتاب مذکورہ بالا کے مصنف نے جس لفظ کو بِالْحَقِيَّة پڑھا هی وہ بھي غلط پڑھا هی - وہ لفظ فَالْحَقُوهُ هی اور ترجمه میں یهه غلطي کي که جب مترجم نے دیکھا که لفظ بِالْحَقِيَّة کے معني عبارت کے مناسب نہیں هوسکتے تو اُس کا ترجمه بالکل چھوڑ دیا اور جب لفظ اُصیب پر پہونچا تو اُس کا ترجمه اخذ کیا اور چونکه عبارت میں نه کسي شی ماخوذ کا ذکر تھا اور نه اُسکا ذکر تھا جس سے اخذ کیا اور بلحاظ قواعد نحوي اور ربط عبارت کے اُن دونوں کا هونا ضرور تھا اس لیئے مترجم نے اٹکل پچو لفظ باهله سے الفاظ " کسي اپنے ساتھي سے " اور الفاظ دماغي بیماري " کو یا " بیهوش کرنے والي بیماري " کو بڑھا دیا حالانکه وہ اصل عبارت میں نہیں هیں *

اگر عبارت مذکورہ کو صحیح طور پر پڑھا جاوے تو صحیح ترجمه اُس کا یوں هوتا هی- " تب حلیمه کے شوهر نے اُس سے کہا که مجھکو اندیشه هی که یهه لڑکا مبتلا هوگیا هی — پس اُس کو اُس کے لوگوں پاس پہونچادے — پس اوٹھا لیا اُس کو حلیمه نے اورلے آئي اُس کو اُس کي ماں کے پاس " *

اهل عرب ایسے مبهم کلمات کو ایسي بیماریوں کي نسبت استعمال کیا کرتے تھے جن کا سبب اُن کو معلوم نہیں هوتا تھا اور غالباً اُن کا خیال تھا که کسي مخفي قوا یا ارواح کا اثر هی اور جن بیماریوں کا سبب اُن کو نه معلوم هوتا تھا اُن کو شیطان کے اثر کي طرف بھي منسوب کرتے تھے *

قدیم اهل یونان اپنے توهمات مذهبي سے صرع کي بیماري کو جو ایک عجیب و غریب قسم کي بیماري هی یقین کرتے تھے که دیوتاؤں یا خبیث ارواحوں کے اثر سے هوتي هی — اُسي بنا پر عیسائي مصنفوں نے لفظ اُصیب سے بالتخصیص صرع کی بیماري سمجھه لي حالانکه ایسا سمجھنا عرب کے محاورہ کے برخلاف هی کیونکه عرب صرف صرع هي کي بیماري کو لا معلوم اثر کي طرف منسوب نهیں کرتے تھے بلکه هرایک چیز کو جسکا سبب اُن کو نه معلوم هوتا تھا مثلاً في قوا یاشیطان یا جن کے اثر کي طرف منسوب کرتے تھے — پس کوئي وجهه نهیں هی که لفظ اُصیب سے صرع کا عارضه مراد لیا جاوے *

اس بیان کي تائید میں هم ایک نهایت ذي علم اور ذي فهم غیر متعصب مصنف کي رائے کو نقل کرتے هیں جو کهتا هی که " یهه متواتر بیان که محمد صلعم کو عارضه صرع لاحق تھا یونانیوں کي ایک ذلیل اختراع هی جنهوں نے اُس عارضه کے لحوق کو ایک نئے مذهب کے باني کي طرف اِس غرض سے منسوب کیا هوگا که اُن کے اخلاقي چال چلن پر ایک دهبه هو جو عیسائیوں کي طعنه زني اور تنفر کا مستوجب هو " *

نهایت مشهور اور لایق مورخ یعني گبن نے آنحضرت صلعم کے ان صرعي حملوں کي نسبت یهه لکھا هی که " یونانیوں کا ایک نامعقول اتهام هی " — اور ایک اور مقام پر اسي مورخ نے لکھا هی که " محمد صلعم کے عارضه صرع یا بیهوش کردینے والي بیماري کو تھیو فینز زونارس اور آؤر یونانیوں نے بیان کیا هی اور هالنجر اور پریڈو اور مار کشي نے اپنے سخت تعصب کے سبب اُس کو نعمت غیر مترقبه سمجھکر نکل لیا هی — قران میں جو دو سورتیں هیں جن میں سے ایک کا نام مزمل اور ایک کا نام مدثر هی اُن سے صرع کي بیماري کي تاویل کرني مشکل هی — مسلمان مفسروں کا سکوت اور صرع کي بیماري سے ناواقفیت اُن کے قطعي انکار کي نسبت زیادہ تر قاطع اور مرجح هی — اور آزادانه رسته آکلي گیگنیر اور سیل نے اختیار کیا هی " *

اب هم اِس غلط اور بے اصل اتهام پر که آنحضرت صلعم کو عارضه صرع لاحق تھا بلحاظ طب کے غور کرتے هیں چیمبرز سائیکلو پیڈیا میں لکھا هی که " صرع اُس بیماري کو کهتے هیں جس میں دفعتاً بیهوشي طاري هو اور اعصاب تنفس کے تشنج اور سانس لینے کے منفذ کے بند هونے سے اعصاب اختیاري بے اختیار شدت سے بھڑکنے لگیں اور کبھي کبھي سانس بالکل بند هوجائے اس بیماري کا مریض اکثر پاگل هوجاتا هی اور بسا اوقات اُس کا حافظه جاتا رهتا هی اور اُس میں تیزي اور چستي نهیں رهتي اور ایسي مردہ دلي اُسپر چھا جاتي هی جو اُسکو دنیا کے باقاعدہ کاروبار سے معذور کردیتي هی — بد هضمي بھي اکثر هوتي هی اور تمام قواے جسماني میں ضعف اور نا طاقتي گھرکر جاتي هی جسکي وجهه سے مصروع کے چهرہ سے دایمي نقاهت کے آثار نمایاں هوتے هیں — یهه بات کچھه بعید نهیں

هی کہ اسی کے ساتھہ مصروع کے ذہن میں اپنی ضعف و نقاہت کا یقین بخوبی جم جاتا هی اور مشقت طلب اشغال سے نفرت ہوجاتی هی بالخصوص ایسے اشغال سے جن میں اُس پر عام اندازہ سے زیادہ نظر پڑیں ''۔

اب ہمارا یہہ کام هی کہ اس امر کی تحقیق کریں کہ آیا یہہ سب آثار یا انمیں سے کوئی آنحضرت صلعم کی عمر کے کسی حصہ میں طفولیت سے لیکر وفات تک پائے گئے تھے یا نہیں۔

کوئی مورخ مسلمان یا عیسائی یہہ نہیں بیان کرتا کہ منجملہ آثار مرقومہ بالا کے ایک بھی آنحضرت صلعم میں پایا گیا تھا بلکہ برخلاف اسکے سبکے سب متفق اللفظ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم اپنے بچپن اور جوانی میں نہایت تندرست اور قوی تھے — خود سر ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ " دو برس کے سن میں حلیمہ نے اُنکا دودہ چھڑایا اور اُنکے گھر لے گئیں اور آمنہ اپنے لڑکے کی تندرستی اور قوی ہیئت کو دیکھکر جو آپ سے دو چند عمر والے لڑکے کی برابر معلوم ہوتا تھا اسقدر خوش ہوئیں کہ حلیمہ سے کہا کہ اس کو پھر صحرا کو لیجا " لڑکپن اور نوجوانی کے زمانہ میں آنحضرت مضبوط و تندرست اور قوی الجثہ تھے — وہ بہت تیز چلا کرتے تھے اور زمین پر مضبوطی سے قدم رکھتے تھے — تمام عمر بھر اُنکو بڑے بڑے خطرے اور تکلیفیں پیش آئیں اور اُن سبکو اُنہوں نے کمال صبر و استقلال کے ساتھہ برداشت کیا — اُنہوں نے خداے واحد کی پرستش و عبادت کی تجدید ایسے طور پر کی جس کی کوئی نظیر و مثال نہیں پائی جاتی اور علم الٰہیات کو ایسے پختہ اور معقول اصول پر قایم کیا جن کا ہمسر جہاں سے معدوم هی — اُنہوں نے قوانین تمدن و اخلاق کو ایسے کمال پر پہنچا دیا جو اُس سے پیشتر کبھی نہیں ہوا تھا — انھی کی وساطت سے انسانوں کی بہبودی اور رفاہ کے واسطے وہ ملکی و مالی و دینی و دنیوی قوانین کا مجموعہ حاصل ہوا جو اپنی نوع میں یکتا و بے نظیر هی — آنحضرت هی وہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں تمام جزیرہ عرب کو فتح کیا اور مختلف قبیلوں کو مجتمع کرکے ایک مضبوط اور طاقت ور عظیم الشان قوم بنا دیا جس نے اُس زمانہ کی مہذب دنیا کے ایک جزو اعظم کو عرصہ قلیل میں مفتوح و مسخر کرلیا — کیا اس بات کا خیال کرنا قرین عقل و انصاف هی کہ ایسے کار ہاے نمایاں ایک لاچار اور ناتوان مصروع شخص سے عمل میں آئے ہونگے ؟ — ایسے کار ہاے نمایاں کا عمل میں آنا بجز اُس شخص کے جس کے قواے روحانی و جسمانی کامل صحیح و سالم ہوں اور کسی شخص سے غیر ممکن معلوم ہوتا هی اور اُسکی ماہیت تائید ربانی پر دلالت کرتی هی۔

سر ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ " حلیمہ پھر ایک بادل کو آنحضرت صلعم کے سر پر سایہ افگن دیکھکر متوحش ہوئی اور انجام کار اُن کو اُن کی ماں کے پاس پہنچانے کے لئے روانہ ہوئی " — اس فقرہ پر صاحب موصوف یہہ راے دیتے ہیں کہ اگر اس روایت میں

کچھہ صدق هو تو غالباً عارضہ سابق کے یعني صرع کے آثار کے عوض سے مراد هوگي - تعجب هی کہ بادل کو سایہ کرتے هوئے تو دیکھا حلیمہ نے اور سر ولیم میور صاحب نے اُس سے آنحضرت کے عارضہ صرع کے آثار کا عوض خیال کیا — اگر حلیمہ کي نسبت آثار صرع کا خیال فرماتے تو شاید زیادہ مناسب هوتا - پھر دوسرے مقام پر صاحب موصوف بیان فرماتے هیں کہ اُن دوروں سے جنکو حلیمہ صرع کي قسم کے حملے سمجھکر ڈر گئی تھي محمد صلعم کے مزاج میں اُن مضطر حالتوں اور بیہوشی متعدد غشوں کے صریح آثار نمودار تھے جو نزول وحي کے وقت هوتے تھے اور شاید جن کے سبب اُن کے دل میں نزول وحي کا خیال پیدا هوگیا تھا اور اُن کے متبعین نے اُن اضطرابوں اور غشوں کو نزول وحي کا شاهد قرار دیا تھا *

سر ولیم میور صاحب نے اپني تمام کتاب میں ایسي روایتوں کو اپني کتاب کي بنیاد ٹھہرایا هی جنکی صحت خود اهل اسلام کے نزدیک مشتبہہ اور غیر ثابت هی - یہہ روایت کہ آنحضرت پر بادل کا سایہ رهتا تھا محض باطل هی - اگر ایسا امر في الحقیقت واقع هوا کرتا تو آنحضرت کے اکثر صحابہ و رفقا اُس کا تذکرہ کرتے اور احادیث مستندہ میں اُس کا ذکر هوتا حالانکہ یہہ بات نہیں هی — تمام معتبر حدیثوں میں اس کا کچھہ ذکر نہیں هی بلکہ برخلاف اس کے بعض حدیثوں میں جو نماز کے بارہ میں هیں آنحضرت صلعم کے جسم اطہر پر مثل دیگر اشخاص کے دھوپ کا پڑنا ثابت هوتا هی — غلط روایت کي اشاعت کے بیشمار اسباب میں سے ایک یہہ سبب بھي هی کہ شی مرویہ کا اتفاقي وقوع هونا لہذا یہہ امر از قبیل ممکنات هی کہ کسي شخص نے پیغمبر صاحب کو اتفاقیہ ایک بادل کے ٹکڑے کے سایہ میں دیکھا هو اور یہہ ماجرا دوسرے شخص سے بیان کیا هو اور دوسرے نے تیسرے سے کہا هو اور اس طرح رفتہ رفتہ عام شہرت هوگئي هو اور آخرالامر عام اعتقاد هوگیا هو کہ بادل آنحضرت صلعم کے سر پر همیشہ سایہ ڈالے رهتا تھا — اس قسم کي روایتوں جن کي صحت کي کوئي سند نہیں هی محققین علماے اسلام نے کبھي تسلیم نہیں کي هیں *

نزول وحي کے وقت اضطرار اور غشي کي روایتیں ویسي هي نا معتبر اور بے سند هیں اُن روایتوں میں خود راویوں کے خیالات اور توهمات هیں همنے بخوبي ثابت کردیا هی کہ عیسائیوں کا اتہام آنحضرت کو بیماري صرع کے هونے کا صدق سے محض معرا هی تاہ سر ولیم میور صاحب کي اِس رائے کو کہ آنحضرت صلعم کے صرعي غشوں نے اُن کے ذهن میں اپني رسالت کا خیال پیدا کردیا تھا اور اُن کے متبعین کا بھي یہي اعتقاد تھا تم منصف مزاج اور غیر متعصب لوگوں کے روبرو پیش کرنا چاهتے هیں اور پھر یہہ سوال کرتے هیں کہ آیا یہہ بات قرین قیاس هی کہ ایسا آدمي جس کو هر شخص مصروع جانتا هو اپنے صرعي غشوں کو اپنے رسول برحق هونے کے ثبوت میں پیش کرے جو اپني قوم کي

بت پرستي کے استیصال کے واسطے بھیجا گیا هو اور تمام لوگ جو اُسکي اُس بیماري سے واقف هیں اُسکے عزیز اور اقارب اور جمیع اکابر عرب اُسکي رسالت کو دل سے تسلیم کرلیں اور هر شخص اپنے دین ابائي سے منحرف هوکر اُس کے قول و فعل پر ایمان کامل لے آوے *

جن نا معتبر روایتوں پر عیسائیوں نے اتهام عارضه صرع آنحضرت کي نسبت قایم کیا هی وہ روایتیں زیادہ تر شق صدر کي روایتوں سے علاقه رکهتي هیں — هم نے حقیقت شق صدر کو اپنے ایک خطبه میں بیان کیا هی اور جو غلطیاں واقعات کے بیان کرنے میں راویوں کو واقع هوئي هیں اُن سب کو دکهایا هی — پس اُن کے جاننے کے بعد عیسائیوں کا یهه اتهام سر کے بل گر پڑتا هی *

سر ولیم میور صاحب نے اپني کتاب میں آنحضرت صلعم کا اپني والدہ کي قبر پر تشریف لیجانے کا حال لکهکر اپني والدہ کے لیئے بخشش کي دعا نه مانگنے کا ذکر کیا هی اور یهه فرمایا هی که " یهه بات یعني اُن لوگوں کي مغفرت کي دعا مانگنے کي ممانعت کرنا جو حالت کفر میں مرے هوں پیغمبر صاحب کے احکامات کي سختي اور شدت کي اُن لوگوں کے حق میں جو دین سے جهالت کي حالت میں مرے هوں ایک عجیب مثال هی " — هم اِس روایت کي صحت اور غیر صحت کي بحث کو چهوڑ کر یهه کهتے هیں که همارے نزدیک تو اُن لوگوں کے حق میں دعاے مغفرت نه کرنے میں جو خداے واحد پر ایمان نه رکهتے هوں اور انبیاء سابقین کے دین کو بهي نه مانتے هوں بلکه محض بے ایماني کي حالت میں مرگئے هوں کسي طرح کي سختي اور شدت نهیں هی بلکه زندہ آدمیوں کو بت پرستي کے چهوڑنے اور الله تعالی کي وحدانیت کے اقرار کي ترغیب دینے کے لیئے ایک نهایت کارآمد اور عمدہ ذریعه هی — پس جو شخص که ایسا کرے اُس پر سختي کا الزام نهیں هوسکتا مگر هم یهه دیکهنا چاهتے هیں که اگر مذکورہ بالا امر کے سبب آنحضرت صلعم کے احکامات پر سختي اور شدت کا الزام لگایا گیا هی تو رحیم عیسائي مذهب میں اُن لوگوں کے واسطے جو گو الله تعالی کو مانتے هوں مگر حضرت عیسی کے ابن الله هونے سے انکار کرتے هوں کونسا نرم فیاضانه اور ترحم آمیز سلوک کیا گیا هی — مگر افسوس هی که هماري یهه اُمید پوري نهیں هوئي — هماري خلاف توقع رحیم مذهب عیسائي میں غیر معتقدین کے لیئے اِس سے بهي زیادہ سخت احکام معلوم هوئے — اُسکا ایک نمونه یهه هی که ایتهنیسین خطبه جو انگلستان کے تمام پروتسٹنت گرجاؤں میں بروز هاے معین پڑها جاتا هی اور تمام اهل کلیسا کي منظوري سے منظور هوا هی اُن سب عقاید کے بیان کرنے کے بعد جن کا ماننا هر شخص پر خواہ نخواہ فرض هی بالتصریح یهه لکها گیا هی که " یهه عیسوي عقیدہ هی جس پر بدون اعتقاد رکهنے کے کوئي آدمي نجات نهیں پاسکتا " — پس جب که رحیم مذهب عیسوي کے بموجب ایسا شخص نجات کا مستحق نهیں هی اور

اِس لیئے کسي کي دعاے مغفرت بهي اُس کے حق میں مفید نہیں هی تو عیسوی مذهب کو اِس باب میں مذهب اسلام پر کیا فوقیت هی ؟ *

سر ولیم میور صاحب اپني کتاب میں کسي منشا سے اِس روایت کو بیان کرتے هیں که جب آنحضرت صلعم کهانے پر موجود نہوتے تهے تو تمام خاندان اپنے کفایت شعار کهانے سے بهوکا اُٹهتا تها لیکن جب پیغمبر صاحب بهي کهانے میں شریک هوتے تهے تو سب کا پیٹ بهرجاتا تها اور یهه فرماتے هیں که اِس سے عروج پذیر نبي کي بڑائي مظنون هوتي تهي مگر اهل اسلام تو ایسي روایتوں کو معتبر نہیں سمجهتے اور نه اُن کے معتبر هونے کي کوئي کافي سند موجود رکهتے هیں لیکن همکو تعجب آتا هی جب که عیسائي ایسي روایتوں کو کسي اشارہ آمیز ارادہ سے نقل کرتے هیں کیونکه اُن کو ایسے واقعه کے امکان پر اعتقاد نه رکهنے کي کوئي وجهه نہیں هی جب که وہ متی کے باب ۱۴ ورس ۱۹ و ۲۰ کے اس بیان پر اعتقاد رکهتے هیں که " اُسنے (یعني حضرت مسیح نے) جماعت کو (جنکي تعداد پانچ هزار تهي) گهاس پر بیٹهنے کا حکم دیا اور پانچوں روٹیاں اور دونوں مچهلیاں نکالیں اور آسمان کي جانب نظر اوٹهاکر دعا کي اور اُنکو توڑا اور روٹیاں اپنے حواریوں کو دیں اور حواریوں نے جماعت کو تقسیم کیں اور اُن سب نے پیٹ بهر کر کهائیں اور بچے هوئے ٹکڑوں کو جنسے بارہ ٹوکرے بهرگئے اوٹها لیا *

اس کے بعد سرولیم میور صاحب ایک آؤر روایت لکهتے هیں که جب محمد صلعم ملک شام کو گئے تو بحیرہ راهب نے آنحضرت صلعم کو تمام جماعت میں سے اس نشان سے پہچان لیا تها که اُنکے سرپر ایک بادل سایه ڈالے هوئے چلتا تها اور درختوں کي شاخیں اُنکي دهوپ روکنے کے واسطے جهک جاتي تهیں اور بحیرہ نے محمد صلعم سے سوالات کیئے اور بتلاش مهر نبوت اُنکے جسم کا معاینه کیا *

جس اشارہ سے که سر ولیم میور صاحب نے اس روایت کو لکها هی اُس کي نسبت هم بیان کرتے هیں که اگر یهه یقین کیا جاے که آنحضرت صلعم في الواقع اپنے چچا ابوطالب کے همراہ ملک شام کو بغرض تجارت گئے تهے تو یهه بات هرگز قابل تعجب کے نہیں هی که بحیرہ نے ایسا خیال کیا هو کیونکه اُس وقت یہود اور نصاری ایک مسیحا اور ایک فارقلیط کے منتظر تهے — مگر افسوس هی که محققین علماے اسلام اس روایت کو معتبر روایتوں میں نہیں سمجهتے — وہ روایت جس میں بحیرہ کا حال اور آنحضرت صلعم کا ابوطالب کے ساتهه شام کے سفر میں جانے کا ذکر هی اُس میں یهه بیان بهي هی که ابوطالب نے آنحضرت صلعم کو بمعیت و نگراني حضرت ابوبکر اور بلال کے شام سے واپس بهیجدیا تها — بخاري اور مسلم میں جو سب سے زیادہ معتبر حدیث کي کتابوں میں یهه روایت مذکور نہیں هی مگر ترمذي اور دیگر کم محتاط محدثوں نے بشوق تمام اس

روایت کو اپنی کتابوں میں لکھا ہی — منجملہ اُن بہت سی وجہوں کے جنسے اس روایت کی نامعتبری کا کافی ثبوت ملتا ہی ہماری راے میں ڈاکٹر اسپرنگر صاحب کے قول کا جسکو خود سر ولیم میور صاحب نے بیان کیا ہی اور جس سے اس روایت کی نامعتبری بخوبی ثابت ہوتی ہی اس جگہہ بجنسہ نقل کرنا کافی ہوگا اور وہ یہہ ہی کہ ترمذی کی یہہ روایت کہ ابوطالب نے محمد صلعم کو ابوبکر اور بلال کے ہمراہ شام سے واپس بھیجا تھا اسلیئے لغو اور مہمل معلوم ہوتی ہی کہ ابوبکر محمد صلعم سے دو سال چھوٹے تھے اور بلال اُس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے *

آنحضرت صلعم کے سفر شام کا حال ابوطالب کے ہمراہ بیان کرنے کے بعد جبکہ آنحضرت صلعم کی عمر بارہ برس کی تھی اور جس کی نسبت ہمنے ابھی بیان کیا کہ وہ صحیح نہیں ہی سر ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ "زمانہ سابق کے منہدم اور اجڑے ہوئے مقاموں نے جنکو خیالی قصوں اور عجیب و غریب بیانوں اور دل انگیز روایتوں نے اور بھی پر اثر کردیا تھا اور گرجاؤں کو صلیبوں اور مورتوں اور دینی علامتوں سے آراستہ کرنے اور گھنٹوں کے بجنے کی قومی رسموں نے محمد صلعم کے خوض کنندہ دل و دماغ پر ایک گہرا نقش اور پایدار اثر کردیا تھا *

ہم نہایت ادب سے سر ولیم میور صاحب سے پوچھتے ہیں. کہ کیا ایک مصروع شخص کا دل و دماغ ایسا اثر قبول کرسکتا ہی ? اور کیا ایک مصروع شخص خوض کنندہ دل و دماغ رکھتا ہی ?— اگرچہ یہہ بیان سرولیم میور صاحب کا نہایت دلچسپ ہی مگر افسوس ہی کہ ہم اُس بیان سے اتفاق نہیں کرسکتے کیونکہ اسی لڑکے نے جسکا دماغ صلیبوں اور مورتوں اور علامات دین عیسوی کو دیکھکر اس قدر اثر پذیر ہوا تھا بعد کو انہی چیزوں سے مخالفت اختیار کی صلیب کو توڑا مورتوں کو پھوڑا اُنکی پرستش سے منع کیا اور یہہ بتایا کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں ہی تثلیث کے عقیدہ کو جھٹلایا خدا کو وحدہ لاشریک بتلایا اور اُسی کی عبادت کا وعظ کیا اور تمام دنیا میں اُسی کو رواج دیا *

لیکن اس بات کو تسلیم کرکے کہ مذکورہ بالا چیزوں نے اس لڑکے کے دل پر درحقیقت اثر پیدا کیا تھا ایک اور خیال خود بخود دل میں آتا ہی اور وہ یہہ ہی کہ ایسا لڑکا جس کے ابتدائی چار برس ایک صحرا میں کٹے تھے اور پھر آٹھہ برس تک مشرک اور بت پرست لوگوں میں گھرا رہا صرف بارہ برس کی عمر میں ایک ایسا دل رکھتا تھا کہ ہر چیز سے جو اُسکی نظر سے گذرتی تھی پرانی منہدم عمارتوں کے آثار سے گرجاؤں اور صلیبوں اور مورتوں اور اَور علامات دین عیسوی کے دیکھنے سے ایک گہرا اثر قبول کرنے کے قابل تھا اور اس قدر عقل و فہم و ذکا سے آراستہ تھا کہ ان چیزوں سے اُن کے برخلاف ایسے کامل نتایج اور معبود غیر ظاہر اور بقاے روح انسانی کے بارہ میں ایسے ایسے عالی خیالات مستنبط

پرسکا وہ لڑکا بلاشبہ مادر زاد پیغمبر برحق تھا جسکي فطرت خود اُسکي معلم تھي اور وہ وہي تھا جسکي نسبت خود حضرت عیسیٰ نے یہہ کہکر بشارت دي تھي کہ " سچ تو یہہ ھی کہ میرا چلا جانا تمھارے لیئے ضرور ھی کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط یعني احمد مصطفیٰ تمھارے پاس نہیں آویگا اور اگر میں چلا جاؤنگا تو اُس کو تمھارے پاس بھیجدونگا "

خاتمہ

الحمد للہ کہ کتاب خطبات اُردو زبان میں مرتب ہوکر چھپ گئي انگریزي پڑھنے والے جب اس اُردو کتاب کو انگریزي کتاب سے جو سنہ ۱۸۷۰ ع میں چھپي ھی مقابلہ کرکے پڑھیں تو علاوہ اُسي اختلاف کے جو انگریزي زبان کي طرز تحریر اور اُردو زبان کي طرز تحریر میں ھی اس اُردو زبان کي کتاب کے ھرایک مضمون کو زیادہ تر وسیع پاوینگے سبب اسکا یہہ ھی کہ انگریزي کتاب درحقیقت بطور خلاصہ اُن مضامین جنکي یادداشت اول اُردو زبان میں لکھي گئي تھي بنظر تسہیل ترجمہ انگریزي مرتب کي گئي تھي اور اس اُردو کتاب کو ھم نے اپني اُردو یادداشتوں سے مرتب کیا ھی اور اس میں مضامین کو اُسي وسعت سے لکھا ھی جس وسعت سے کہ یادداشتوں میں تھي *

والسلام علیٰ من تبع الہدیٰ